وَجَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ،

کہ کتاب حقائق انتساب۔ دفائن جواہر مناقب مخفی و خزائن اسرار محامد خفی و جلی

مُسمّٰی بہ

کوکبِ دُرّی فی فضائلِ علی کرّم اللہ وجہہ

ترجمہ مناقب مرتضوی

مصنفہ حضرت الفاضل الالمعی والمعارف اللوذعی سید محمد صالح کشفی الترمذی السُّنی الحنفی ابن العارف باللہ میر عبداللہ مشکیں قلم

اسکنھما اللہ تعالیٰ فی جنات الارم

مع

اضافہ مقدمہ وتتمہ خاتمہ از جناب سلطان المتکلمین و سید المحققین علامہ سید محمد سبطین صاحب قبلہ سرسوی اعلی اللہ مقامہ

مترجمہ

جناب الحاج مولانا مولوی سید شریف حسین صاحب سبزواری مرحوم و مغفور

ملنے کا پتہ

امامیہ کُتب خانہ لاہور

مُغل حویلی۔ اندرون موچی دروازہ۔

مفاتیح الجنان اُردو

مترجمہ :- جناب شیخ الجامعہ مولانا مولوی اختر عباس صاحب قبلہ

یہ کتاب لاکھوں کی تعداد میں ایران میں طبع ہو چکی ہے اور لاکھوں زائرین اس سے زیارات بجالا چکے ہیں۔ ایران میں ہر شیعہ کے گھر میں اس کتاب کا ہونا ضروری سمجھا جاتا ہے۔ اس کتاب کی اتنی بڑی اہمیت کو مدّنظر رکھتے ہوئے مولانا موصوف نے اُسے اُردو میں ترجمہ کر کے مذہب شیعہ کے لئے ایک بہت بڑی خدمت کی ہے۔

نوٹ :- کتاب مفاتیح الجنان اُردو ہر سائز میں خریدتے وقت امامیہ کتب خانہ لاہور کی مطبوعہ خریدیں کیونکہ یہ ایڈیشن ہر لحاظ سے بہتر ہے۔

فہرست مضامین کتاب کوکبِ دُرّی فی فضائلِ علیؑ

	فہرست مضامین	صفحہ نمبر

www.kitabmart.in

فہرست مضامین		صفحہ نمبر

باب چہارم

باب پنجم

باب ششم

باب دہم

امیرالمومنینؑ کی فراست و ذکیات کے بیان میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ
"کوکب دری"

تمہید

صاحبانِ عقل و بصیرت اور حاملانِ علم و ایمان پر یہ حقیقت واضح ہے کہ اوّل دین معرفت خدائے تعالیٰ ہے۔ اور اس کے بعد معرفت رسول اللہ اور بعد خاتم النبیینؐ سلسلہ امامت قیامت تک قائم اور ہر دورِ حیات میں معرفت امامِ وقت واجب اور فرضِ عین کیونکہ قیام و بقاء دین و ایمان اس سے وابستہ ہے اور اس پر بندے کا حشر و نشر موقوف۔ قال سبحانہ تعالیٰ۔ يَوْمَ نَدْعُوا كُلَّ أُنَاسٍ بِإِمَامِهِمْ " ہر ایک شخص کو روزِ قیامت اس کے امام اور پیشوائے دین کے ساتھ محشور کیا جائے گا۔ اور جہاں وہ پیشوا جائے گا۔ وہیں اس کے پیرو " وَجَاءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَائِقٌ وَشَهِيدٌ ۔ اور ہر ایک نفس قیامت میں اس طرح بارگاہِ احکم الحاکمین میں حاضر ہوگا کہ اس کے ساتھ اس کا ہنکانے والا اور اس کا گواہ ساتھ ہوگا، اور معرفت خدا معرفت اوصاف باری تعالیٰ ہے۔ معرفت ذات من حیث ہو ذات کسی کے لئے ممکن نہیں۔

اور اوصاف باری تعالیٰ غیر محدود " لَا تَقِفُ عِنْدَ حَدٍّ " کسی مقام پر بھی جاکر منتہی نہیں ہو سکتے۔ سالک و عارف کے لئے روز بروز اس معرفت اوصاف اسماء اور افعال باری تعالیٰ میں زیادتی ممکن ہے۔ اور اس لئے ہم میں سے بڑے سے بڑا عالم اور عارف کامل بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ بس جو کچھ ضرورت تھی۔ میں سب معلوم کر چکا۔ یا جہاں تک حد تھی میں پہنچ گیا۔ مقامِ معرفت ختم ہو گیا۔ اور اسی لئے اکمل العارفین و اعراف السالکین و اعلم العالمین حضرت خاتم النبیینؐ و سید المرسلین بھی اس مقام پر فرما دیتے ہیں کہ۔ مَا عَرَفْنَاكَ حَقَّ مَعْرِفَتِكَ "۔ وَ مَا عَبَدْنَاكَ حَقَّ عِبَادَتِكَ پروردگارا جو تیری معرفت کا حق ہے ہم اس حد تک نہیں پہنچ سکتے اور جو تیری عبادت کا حق ہے اس کو پورا ادا نہیں کر سکتے۔ ہم نے جو پہچانا اپنی حدِ امکان تک پہچانا۔ اور تیرا مقام اس سے بلند ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ ہر روز ان خاصانِ خدا کے علم و معارف دین میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔ جو

روز پیدائش سے علم مَاکَانَ اور مَا یَکُوْنُ کے عالم اور کل کائنات پر احاطہ علمی رکھتے ہیں۔ کیونکہ کُلَّ یَوْمٍ ھُوَ فِیْ شَاْنٍ" عالم تدبیر و تصرف میں ہر روز قدرت کی ایک نئی شان ہے۔ اور ہر آن کسی ایک صفت کا ظہور وَیَمْحُوا اللّٰہُ مَا یَشَاءُ وَیُثْبِتُ وَعِنْدَہٗ اُمُّ الْکِتَابِ" کچھ محو ہوتا ہے۔ کچھ ثبت ہوتا ہے۔ کچھ بنتا ہے اور کچھ بگڑتا ہے۔ مولانا مجلسی رحمہ اللہ اس اشکال کو دفع کرتے ہوئے کہ ان افراد کاملہ کو جو محل مشیت۔ حامل علم کلّی اور مورد وحی الہام اور عالم علم مَا کَانَ وَمَا یَکُوْنُ ہیں اور روزِ اوّل سے عالم پیدا ہوتے ہیں۔ ان کے علم میں اضافہ کے کیا معنی؟" فرماتے ہیں :۔

الرابع ما هو اقوی عندی وانهم علیهم السلام فی النشاتین سابقاً علی الحیوٰة البدنی ولاحقاً بعد وفاتهم یعرجون فی المعارف الربانیة الغیر المتناهیة علی مدارج الکمال اذ لا غایة لعرفانه تعالیٰ وقربه ویظهر ذالك من کثیر من الاخبار ظاهر انهم اذا تعلموا فی بدو امامتهم علماً لا یقفون فی تلك المرتبة ویحصل لهم بسبب زوا ئدهم العلم ومزید القرب والطاعات والحکم والترقیات فی معرفة الرّب تعالیٰ کیف لا یحصل لهم ویحصل لسائر الخلق مع نقص قابلیّتهم واستعدادهم فهم علیهم السلام اولیٰ بذالك واحریٰ ولعل هذا احد وجوه استغفارهم وتوبتهم فی کل یوم سبعین مرة والاکثار عند عروجهم کل درجة رفیعة من درجات العرفان یرون انهم کانوا فی المرتبة السابقة فی النقصان فستغفرون منها ویتوبون الیه (سابع بحار ص۳۸۲)

چوتھی صورت جواب یہ ہے اور یہی میرے نزدیک سب سے قوی وجہ ہے کہ یہ ائمہ قبل خلقت جسمانی نشاء اولیٰ میں (اور بعد حصول خلقت جسمانی نشاءٔ دنیا میں) اور بعد وفات نشاء آخرت میں معارف ربانیہ غیر متناہیہ میں اعلیٰ ترین مدارج کمال پر عروج فرماتے رہتے ہیں۔ کیونکہ معرفت اور قرب باری تعالیٰ کی کوئی غایت و انتہا نہیں ہے۔ اور یہ بات بہت سی احادیث سے ظاہر ہوتی ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ وہ بزرگوار ابتدائے امامت میں جو کچھ لب قدرت سے حاصل کرتے ہیں اسی مرتبہ پر نہیں ٹھہرے رہتے بلکہ اُن کو بسبب مزید قُرب و اطاعات و عبادات باری تعالیٰ معرفتِ حق میں زوائد علم و حکم اور مزید ترقیات حاصل ہوتی رہتی ہیں۔

اور یہ ترقیات معرفت ان کو کس طرح حاصل نہ ہوں۔ حالانکہ دوسری مخلوق کو باوجود ان کے نقص قابلیّت و استعداد ترقیات معرفت حاصل ہوتی ہیں تو یہ بزرگوار تو اس کے زیادہ مستحق اور سزاوار ہیں۔

اور شاید باوجود معصوم ہونے اور گناہ نہ کرنے کے ہر روز ستر مرتبہ استغفار اور توبہ کرنے کی ایک یہی وجہ وجیہ ہے اس لئے کہ جس وقت بھی وہ ایک درجہ سے دوسرے بلند درجہ عرفان پر فائز ہوتے ہیں تو وہ یہ سمجھتے ہیں۔ کہ وہ مرتبہ سابقہ میں ناقص تھے۔ اور اس لئے اس سے

توبہ و استغفار کرتے ہیں۔

پس معارف الہیہ کی کوئی حد نہیں ہے۔ ابداً آباد تک اس میں اضافہ ممکن ہے اور یہی علت ان حضرات پر درُود پڑھنے کی ہے اور محققین علماء کرام نے صلوٰت کو معنیٰ وصل سے قرار دیا ہے۔ اور مطلب یہ ہے کہ جب ہم کہتے ہیں۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ تو مدعا یہ ہوتا ہے پروردگار اپنے قرب اور اپنے وصل کو ان کے لئے اور زیادہ فرما۔

جس وقت ان عرفاء کاملین کے لئے بھی معارف الہیہ کی انتہا نہیں تو ان کے غیر عامہ مخلوقات کے لئے اس کی انتہا کیونکر ممکن ہے۔ عارف کو چاہیئے کہ کسی مقام پر ٹھہر نہ جائے۔ بلکہ ہمیشہ اس میں ازدیاد کے خیال سے بوسیلۂ دُعا وطاعات وعبادات وریاضات سعی کرے۔ ہر روز اضافہ ہوگا۔ اور ہر وقت نئے سے نیا باب معرفت کھلے گا۔ اور قلب روشن اور سینہ وسیع ہوتا جائیگا۔ اور یہی حقیقت علم ہے۔

فَاِنَّ الْعِلْمَ لَيْسَ مَا يَحْصِلُ بِالسَّمَاعِ وَقِرَاْءَةِ الْكُتُبِ وَحِفْظِهَا فَاِنَّ ذَالِكَ تَقْلِيْدٌ وَاِنَّمَا الْعِلْمُ مَا يَفِيْضُ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى عَلٰى قَلْبِ الْمُؤْمِنِ يَوْمًا فَيَوْمًا وَسَاعَةً فَسَاعَةً فَيَكْشِفُ بِهٖ مِنَ الْحَقَائِقِ مَا تَطْمَئِنُّ بِهِ النَّفْسُ وَيَنْشَرِحُ لَهُ الصَّدْرُ وَيَتَنَوَّرُ بِهِ الْقَلْبُ۔

کیونکہ علم حقیقی یہ نہیں ہے جو کتابوں کے پڑھنے حاشیوں کے رٹنے اور علماء کے مقالات اور کتب کے الفاظ حفظ کر لینے سے حاصل ہوتا ہے یہ تو تقلید ہے اور بس علم تو وہ ہے جو مومن کے قلب پر روز بروز ساعت بساعت منجانب اللہ فیضان ہو جس سے حقائق اشیاء اور معارف حقہ اس پر منکشف ہوجائیں کہ جس سے نفس کو اطمینانِ کلّی حاصل ہوجائے اور اس سے سینہ کھل جائے (شرح صدر ہوجائے) اور آئینۂ دل روشن ہوجائے۔ فطوبیٰ للعارفین۔

پس سب سے مقدم مسئلہ معارف اسلامیہ ہے کہ یہی مدار دین ہے۔ اور صحت عمل اسی پر موقوف۔ اگر معرفت صحیحہ حاصل نہیں اور اعتقاد درُست نہیں ہے تو عمل اکارت ہے۔ " عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً " غاشیہ بہت سے نفوس ہیں جو عمل کرتے ہیں۔ اور اس میں تکلیف اٹھاتے اور رنج سہتے ہیں اور وہ عمل ان کے لئے آتش جہنّم بنتے جاتے ہیں۔ وَهَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِيْنَ اَعْمَالًا کہف الآیہ۔ کیا ہم تمھیں ان کی خبر دیں جو باوجود اعمال صالحہ خسارے میں ہیں۔ اور ان کی سعی عمل اس دُنیا میں اکارت ہوگئی۔ یہ وہ لوگ ہیں جو ہمارے آیات کا انکار کرتے تھے اور روز قیامت میں ان کے اعمال کا کوئی وزن نہیں۔ وَقَدِمْنَا اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَاءً مَّنْثُوْرًا (فرقان) ہم ان کے اعمال کی طرف متوجہ ہوئے اور ان کو خاک کرکے اُڑا دیا۔ وخسرالدنیا والاٰخرۃ۔

معرفت خدا کے بعد درجۂ معرفت رسول ہے۔ اور یہ بھی اسی طرح اہم۔ اوّل تو صحیح معرفت خدا بغیر واسطہ

ممکن ہی نہیں۔ اور اگر بفرضِ محال ممکن بھی ہو جائے تو تا حصولِ معرفت رسول بے فائدہ ہے۔ کہ نبوت لازم بین توحید ہے۔ اس سے جدا ہو ہی نہیں سکتی۔ اور معرفت رسول بھی معرفت صفات ہے۔ اور صفات رسول عام انسان وغیر انسان بلکہ کل کائنات سے ممتاز اور جدا۔ کہ رسول انسان کامل ہے اور انسان کامل جمیع صفات جمالیہ جلالیہ الہیہ کا مظہر کامل ہوتا ہے۔ اور اس لیئے اس کے رسول کی حقیقی اور کامل معرفت حاصل نہیں ہو سکتی اس لئے معارف رسالت بھی ہمارے لئے غیر متناہی ہیں۔ اگرچہ اپنے مقام پر درجہ علم الہٰی میں متناہی ہی کیوں نہ ہوں۔ عارف کو اس منزل میں بھی کسی جگہ توقف ممکن نہیں ہے۔ ہر وقت اور ہر گھڑی زیادتی اور اضافہ کا امکان ہے۔ اور جس طرح نبوت لازم توحید ہے۔ اسی طرح امامت لازم نبوت بلکہ غایت نبوت ہے۔ کیونکہ نبوت جب ختم ہوگئی تو قیام ہدایت و خلق و تربیت نوع و بقاء عالم اسی سے وابستہ اگر اس کی معرفت حاصل نہ کی جائے تو غرضِ نبوت مفقود۔ اس واسطے کہا جاتا ہے کہ امامت کا منکر دراصل منکرِ رسالت ختمی ہے۔ اور اس واسطے فرمایا ہے۔ وَمَنْ مَاتَ وَلَمْ یعرف امام زمانہ مات مَیْتَۃً جَاھِلِیَّۃً میتۃ کفر و شرك و نفاق (کتاب الشہاب ینابیع) جو شخص بغیر معرفت امام مر جائے وہ جاہلیت کی موت۔ مشرک کافر۔ یا منافق مرتا ہے۔ اور امام جو نائب و خلیفہ رسُول ہے۔ بلاشبہ مظہر کامل رسالت ہے۔ اور جب مظہر کامل رسالت ختمی ہے تو مثل رسول مظہر کامل خداوند عالم اور جب اوصافِ رسالت ہمارے لئے غیر متناہی ہیں تو اوصافِ امامت بلاشبہ ہمارے لئے غیر متناہی ہیں۔ وَلَوْ کَانَ الْبَحْرُ مِدَاداً لِکَلِمَاتِ رَبِّیْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ کَلِمَاتُ رَبِّیْ وَ لَوْجِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا (الکھف ۱۲) اگر کلمات الہٰی کی تفسیر و تشریح و تفصیل کے لئے تمام سمندر سیاہی بن جائیں تو بھی سمندر ختم ہو جائیں۔ مگر کلمات الہیہ کی تفسیر ختم نہ ہوگی۔ اگرچہ اتنے ہی سمندر اور پیدا کر دیئے جائیں۔ کلمات فعلیہ ہوں یعنی کائنات یا کلمات لفظیہ ہوں یعنی کِتَابٌ لَا رَیْبَ فِیْهِ۔ ان کے لئے حد ممکن نہیں۔ پھر ان کلمات اللہ کیلئے (صلوات اللہ علیہم اجمعین) کیونکر حد مقرر کی جا سکتی۔ بالفاظِ دیگر اگر تفسیر قرآن کی حد ممکن نہیں تو حقیقی عالم و عامل و حامل قرآن تفسیر کیونکر ممکن ہے۔ جب اس مظروف کا احاطہ عقل کو ممکن نہیں تو ظرف عادی کا احاطہ کس طرح ممکن ہو سکتا ہے۔ پس تینوں درجات معارف (معارف توحید۔ معارف نبوّت و معارف امامت) ایک دوسرے سے مربوط اور متلازم ہیں۔ معرفت امامت کو معرفت نبی اور معرفت نبی کو معرفت خالق لازم ہے اور بالعکس جو خدا کو پہچان لے گا وہ خلیفہ نبی کو پہچان لے گا اور جو نبی کو پہچان لے گا وہ امام کو پہچان لے گا۔ ایک دُعا میں اس کی طرف لطیف اشارہ ہے۔ اللّٰھم عرفنی نفسك فان لم تعرفنی نفسك لما عرف نبیك بار الہا تو مجھے اپنی معرفت عطا فرما اور اگر تو مجھے اپنی معرفت سے محروم رکھے گا تو تیرے نبی کو نہ پہچان سکوں گا۔ خداوندا تو مجھے اپنے نبی کی معرفت عطا کر اگر میں نے تیرے نبی کو نہ پہچانا تو امام اور تیری حجّت کو نہ پہچان سکوں گا۔ پروردگارا تو مجھے اپنی حجّت اور امام وقت کی معرفت عطا کر کیونکہ اگر میں تیری

اس حجّت کو نہ پہچان سکا تو دین سے بے دین ہو جاؤں گا اور گمراہ مروں گا۔ نبی و امام خلیفہ خدا مظہر الٰہی میں جب مستخلف و مظہر کی معرفت حاصل نہ ہو تو خلیفہ اور مظہر کی کیونکر حاصل ہو جائے گی۔ بنا بریں تینوں درجات کی حقیقی معرفت خود انہی پر ختم اور منحصر ہو کر رہ جاتی ہے۔ اسی واسطے ارشاد رسالت ہے۔ یا علی ما عرف اللہ الا انا وانت وما عرفنی الا اللہ وانت ما عرفک الا اللہ وانا خدا کی کامل معرفت نبی اور امام کو حاصل ہے اور نبی کی کامل معرفت خدا اور حجّت خدا ولی الاولیا اور امام الاتقیاء کو اور امام کی معرفت حقیقی خدا اور رسول کو۔ باقی معرفت جزئیہ موافق مرتبہ قرب و اخلاص دوسرے مومنین کو حاصل ہوتی اور ہوسکتی ہے۔ جتنا جس کو ان سے قرب حاصل ہے۔ اتنا ہی درجہ معرفت معارف سہ گانہ پر فائز اور درجات مومنین اس میں بے شمار ہیں۔ کیونکہ ایمان کے ستر درجے ہیں۔ اوّلہا قول لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ اوّل درجہ صرف اقرار توحید و لازم نبوت ہے۔ اور آخر درجہ ولایت سے متصل بلکہ درجہ عین ولایت و "مقام اہل البیت" پر منتہی ہوتا ہے۔ اور بعد ازاں قرب قاب قوسین تک پہنچنا اور قرب امام محبّت سے حاصل ہوتا ہے۔ اور محبت امام محبّت رسول اور محبّت رسول محبّت خدا ہے۔ جس میں جتنی محبّت ہوگی اسی قدر اس میں معرفت زیادہ ہوتی جائے گی۔ یعنی محبّت و قرب لازم و ملزوم ہیں۔ محبت زیادہ ہوگی تو قرب زیادہ اور قرب زیادہ تو محبت زیادہ اور محبت زیادہ تو خدمت زیادہ۔ عارفین نے صراط مستقیم کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ کے یہ معنی ہیں کہ اے پروردگار ہم کو اس راہ پر ثابت قدم رکھ۔ جو ہم کو محبّت الٰہی تک پہنچا دے۔ جو حبیب حقیقی تک لے جانے والی راہ ہے اور ہلاکت سے بچانے والی۔ ایسا نہ ہو کہ ہم اپنی خواہشات پر چل کر ہلاک ہو جائیں یا ہم اپنی آرائے ناقصہ پر عامل ہو کر تباہ ہوں (اپنی رائے قیاس اور اپنی خواہش طبع پر چلنا اور عمل کرنا ہی اصل گمراہی اور شرک حقیقی ہے۔ اَرَاَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰھَہٗ ھَوَاہُ (فرقان وجاثیہ[۳]) کیا تم نے دیکھا اس کو جس نے اپنی خواہش نفس کو اپنا معبود بنا لیا ہے۔ جو دل چاہتا ہے وہ کرتا ہے تو گویا وہ اپنی خواہش طبع کی پرستش کرتا ہے، اور شرک ہے۔

ونعم ما قال شیخ العارفین ملا رضا ھمدانی رحمۃ اللہ علیہ :-

ان المحبۃ ھی صراط اللہ الذی جعلہ اللہ سبحانہ وسیلۃ للقرب المعنوی وھو مقام الوجود المنبسط والعقل الاول الذی یستعطف عنہ العقول الجزئیۃ والذی عبد بہ الرحمن واکتسب بہ الجنان والیہ اشار بقولہ القدسی کنت کنزا مخفیا

محبّت ہی وہ صراط الٰہی ہے۔ جس کو خدا نے قرب معنوی کا وسیلہ قرار دیا ہے۔ اور وہی اصل مقام وجود منبسط ہے (جو مقام خلق وجود وامر ہے) اور وہی وہ خلق اوّل ہے جس سے تمام عقول جزئیہ فیض پاتی ہیں اور اسی کے ذریعہ خدا کی عبادت کی جاتی ہے اور اس کے وسیلہ سے جنّت حاصل ہوتی

فاجبت ان اعرف وخلقت الخلق لکی اعرف وھذہ المحبۃ اکمل مقامات المخلصین واجمل درجات الموقنین واطیب لحظات المتقین واخص حقایق الراجین وانقی خصائص الخائفین وھی ظل اللہ الممدود من سبیل الرب الودود وتشعب عنہ الرحمۃ الواسعۃ الرحمانیۃ والرحمیۃ والیہ الاشارۃ بقولہ فی دعاء کمیل برحمتك التی وسعت کل شی فکل من سلك سبیل المحبۃ ھدی الی المنھاج القویم والصراط المستقیم الخ

ہے (رسُول اللہ فرماتے ہیں عقل وہ ہے جس سے خدا کی معرفت و عبادت حاصل ہو اور نجات آخرت اور دخول بہشت) اور اسی کی طرف اس حدیث قدسی میں اشارہ ہے کہ میں ایک خزانہ مخفی تھا۔ پس مجھے محبوب معلوم ہوا کہ میں پہچانا جاؤں۔ پس میں نے خلق کو پیدا کیا (عقل اوّل) تاکہ میری معرفت حاصل ہو۔ اور یہی محبت اکمل مقامات عارفین و اجمل درجات موقنین و اطیب لحظات متقین اخص حقائق راجین و انقی خصائص خائفین ہے۔ یہی ظل محدود سبیل رب ودود ہے۔ اور اسی سے رحمت واسعہ الٰہیہ رحمانیہ و رحیمیہ متفرع ہوتی ہے جس کی طرف امام نے دعائے کمیل میں قول خدائے تعالیٰ سے اشارہ فرمایا ہے۔ تیری اس رحمت کا واسطہ جو ہر شے پر محیط ہے پس جو راہ محبت پر گامزن ہو وہی صراطِ مستقیم کی طرف ہدایت پانے والا ہے۔

اور یہ محبت دراصل متابعت شریعت محمدیہ سے پہچانی جاتی ہے۔ جس کی طرف زبان قدرت یہ اشارہ فرماتی ہے۔

اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (عمران ۳) وھذہ المحبۃ من فیضہ القدس الذی نطلع عنہ المعرفۃ التخلیس للعباد فیھا صنع فمن عرف اللہ عزوجل ھدی الی الصراط المستقیم۔

اگر تم خدا کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو اور میرے قدم بقدم چلو۔ خدا تم کو محبوب بنائے گا۔ یہ محبت وہ فیض قدسی ہے۔ جس سے آفتاب معرفت طلوع کرتا ہے۔ جس میں بندوں کو دخل نہیں پس جس نے خدا کو پہچان لیا۔ اس نے صراط مستقیم حاصل کرلی۔

اور یہ معرفت و ہدایت عقلِ سلیم سے حاصل ہوتی ہے تو عقلِ سلیم صراطِ مستقیم اور حجت خدا ہوئی۔ اور یہ حدیث امامؑ میں مروی ہے۔

للہ علی الناس حجتین حجۃ ظاھرۃ وحجۃ باطنۃ۔ اما الظاھرۃ فھی الانبیاء والرسل والائمۃ۔ واما الباطنۃ فھی العقول ومن سلك العقل نجی ومن تخلف عنہ ھلك

خدا کی طرف سے اس کے بندوں پر دو حجتیں ہیں ایک حجت ظاہرہ دوسری حجت باطنہ۔ حجت ظاہرہ انبیاء رسل اور بعد رسُول ائمہ ہیں۔ اور حجت باطنہ عقلیں ہیں۔ ماحصل یہ کہ اگر ہدایت بواسطہ عقل حاصل ہوتی

الحاصل ان ھذہ الھدایۃ ان کانت من العقل فھم العقل وان کانت من الروح والقلب فھم الروح والقلب فی عالم الامکان وان کانت بسبب العبادات والطاعات فھم اصل الخیر ومعدنہ وان کانت من القرآن فھم حملۃ کتاب اللہ واحد الثقلین ولا یعرف القرآن الا بھم بل القرآن الحقیقی ھو علمھم وھم السبیل الی رضاء اللہ۔

ہے تو یہ عین عقل ہیں اور اگر رُوح یا قلب سے حاصل ہوتی ہے تو روح عالم اور قلب عالم ہیں اور اگر بواسطہ قرآن حاصل ہوسکتی ہے تو یہ حامل قرآن اور ثانی ثقلین ہیں اور علم انہی سے حاصل ہوسکتا ہے۔ بلکہ قرآن انہی کے علم کا نام ہے۔

پس جو اس راہ عقل پر چلے نجات پائے گا۔ اور جو اس سے تخلف کریگا۔ ہلاک ہوگا۔ اور بلاشبہ یہ عقل یہی نفوس قدسیہ ہیں۔ بلکہ عقل اول اور اصل وجود پس جو ان سے تمسک کرے گا اور ان کی راہ پر چلے گا۔ نجات پائے گا اور جو ان سے جدا ہوگا ہلاک ہوگا۔ ہماری عقول جزئیہ انہی سے فیض پاتی ہیں اور اسی سے متنور ہوتی ہیں۔ اور بغیر ان کے فیضان کے بیکار محض ہیں "اعرفوا اللہ باللہ" اللہ کو اللہ ہی کے وسیلہ سے پہچانو وہی معرفت عطا کرے گا اور ان کو انہی کے بیان اور فیضان سے پہچانو۔

بہر حال ان کی معرفت جزئیہ بھی دراصل انہی سے حاصل ہوسکتی ہے۔ اور بقدر درجہ محبت ایمانی اور درجات محبت مختلف اور ہر مومن اس خصوصیت میں ایک درجہ خاص رکھتا ہے۔ اور اس کے موافق مقام معرفت پر فائز۔ اسی بنا پر اعتقاد و فضائل و مناقب اولیا اللہ میں اختلاف واقع ہوتا ہے۔ جو مقام درجۂ محبت اعلیٰ پر پہنچا ہوا ہے۔ وہ جس مقام معرفت کو دیکھتا ہے ادنی والا نہیں دیکھتا اور اس کو اس میں اس لئے ناقص اور مقصر سمجھتا ہے اور ادنی درجہ محبت و معرفت والا اس کو غالی خیال کرتا ہے کیونکہ وہ اس مقام کے ادراک سے قاصر ہے۔ ایک طفل نوخیز نہیں جانتا کہ کیفیات شیب (بڑھاپا) کیا ہیں۔ بڑے بڑے کاملین بھی اس مقام میں ٹھوکر کھاتے ہیں اور اسی طرف اشارہ ہے حدیث رسالت میں "لو علم ابوذر ما فی قلب سلمان تقتلہ" دونوں صحابی بزرگ عارفین وعابدین و زاہدین کاملین میں داخل لیکن جس مرتبہ محبت و معرفت کو سلمان پہنچے ہوئے ہیں اور اعتقاد و ولایت میں کمال رکھتے ہیں۔ ابوذر اس مقام کو نہیں پہنچے اور حضرت فرماتے ہیں اگر ابوذر سلمان کے اعتقاد کو معلوم کر لے تو اس کو قتل کر ڈالے۔ کیونکہ تاب ضبط و قبول نہیں رکھتا۔ ناممکن ہے کہ اس اسرار علوم و معارف کا متحمل ہوسکے، اور اس بنا پر حضرت علیؑ فرماتے ہیں۔ ان بین جنبی علوماً کالبحار الزاخر لوا ھبت حملتہ" میرے سینے میں دریائے علم ٹھاٹھیں مار رہے ہیں۔ کاش میں ان کا متحمل کوئی پاتا تو ان کو بیان کرتا۔ ہزار ہا علوم و اسرار معارف اپنے سینے میں لئے ہوئے دنیا سے روپوش ہوگئے۔ جابر بن یزید جعفی جو حضرت صادقین کے اصحاب خاص سے تھے۔ ان کا بھی یہی حال تھا کہ بفیض تعلیم و صحبت امام وہ ان اسرار کے حامل تھے کہ کسی

کو ان کے بیان کا اہل نہ پاتے تھے۔ اور بحکم امام ان احادیث اسرار کو جب سینہ تنگ ہوتا تھا تو جنگل میں جا کر گڑھے میں منہ ڈال کر بیان کر دیا کرتے تھے۔ حدثنی جعفر بن محمد عن ابیہ۔ الخ۔ جب اصحاب امام کے علوم معارف کا متحمل کوئی نہیں تھا تو پھر خود ان حضرات کے اسرار معارف کا متحمل کون ہو سکتا ہے۔ سوائے اس کے جن پر خاص فضل الٰہی ہو۔ اور وہ بہت ہی تھوڑے ہیں یعنی ملائکہ مقربین۔ انبیاء مرسلین اور وہ مومنین کاملین۔ جن کے دلوں کا خدا نے امتحان کر لیا ہے اور وہ اس میں کامیاب ہیں۔ چنانچہ امام کا ارشاد ہے۔

امرنا صعب مستصعب لا یتحمله ملك مقرب ونبی مرسل ولا مومن امتحن الله قلبله للایمان۔

ہمارا امر نہایت سخت اور دشوار ہے اس کو نہ ملک مقرب برداشت کر سکتا ہے اور نہ نبی مرسل اور نہ مومن ممتحن۔ یہ ایک مرتبہ معرفت باطنیہ ہے۔ جس سے کل عالم امکان قاصر اور عاجز ہے۔

مرتبہ دوم اس سے پست تر ہے جس کی نسبت زبانِ رسالت یوں ارشاد فرماتی ہے۔

ان حدیث ال محمد عظیم صعب مستصعب لا یتحملها الاملك مقرب اونبی مرسل اوعبد مومن امتحن الله قلبه الایمان فما ورد من حدیث ال محمد فلانت له قلوبکم وعرفتموه فاقبلوه۔ وما اشمأزت له قلوبکم وانکرتموه فردّوه الی الله والی الرسول والی العالم من ال محمدؐ وانما الهالك ان یحدث احدکم بالحدیث اوبشئ لا یتحمله۔

بیشک حدیث فضائل آل محمد نہایت عظیم سخت اور دشوار ہے۔ اس کا یا کوئی ملک مقرب متحمل ہو سکتا ہے۔ یا نبی مرسل یا وہ بندہ مومن جس کے دل کا خدا نے ایمان سے امتحان کر لیا ہو اور وہ کامیاب ہو۔ پس جو کوئی حدیث فضائل آل محمدؐ تم پر وارد ہو اور تمہارے دل اس کے لئے نرم ہو جائیں اور تسلیم کریں اور اس کو پہچان لو (کہ انہی کی ہے) تو اس کو قبول کر لو۔ اور جس سے تمہارے دل اچٹیں اور تم اس کو پہچانو تو اس کو خدا رسول اور آلِ محمدؐ

فیقول ما کان ھٰذا واللہ ما کان ھٰذا والانکار لفضائلھم ھو الکفر (کی طرف رد کردو اس کو جھٹلاؤ نہیں۔ اور اعتراض مت کرو) اور بس تم میں سے ہلاک ہونے والا وہ ہی شخص ہے کہ جب تم میں سے کوئی ان کے فضائل کی حدیث بیان کرے یا کوئی ایسی شے جس کو وہ سُننے والا برداشت نہیں کرسکتا تو کہے کہ بخدا یوں نہیں ہے۔ یوں نہیں ہے۔ یہ غلط ہے۔ اس میں غلو ہے اور ان بزرگواروں کے فضائل ہی کا انکار کرنا کفر کہلاتا ہے۔ معاذ اللہ عن ذٰلک۔ اور یہ حضرات خود فرماتے ہیں۔

ان امرنا صعب مستصعب لا یتحملہ الا ملک مقرب او نبی مرسل او مؤمن متحن اللہ قلبہ للایمان

ہمارا امر نہایت مشکل ہے۔ اس کا یا ملک مقرب متحمل ہوسکتا ہے۔ یا نبی مرسل یا مومن ممتحن۔ (بحار ص۲۶۵ و ص۲۷۲)

تیسرے مرتبہ کی طرف یوں ارشاد فرماتے ہیں۔

احادیثنا صعب مستصحب لا یتحملھا الا حصون حصینۃ او حلوم رزینۃ او صدور امینۃ۔

ہماری احادیث نہایت مشکل اور دشوار ہیں۔ جن کے متحمل یا مستحکم قلعے ہوسکتے ہیں یا بھاری بھرکم عقلیں یا کامل الایمان مومنین کے سینے۔ یہ سب، مراتب سے گویا پست درجہ ہے۔

یعنی حقیقت یہ ہے کہ معارف سہ گانہ کی حدود قائم ہیں (حد توحید۔ حد نبوت و حد امامت) ان حدود سے افراط و تفریط خطرناک جو کنارۂ حد معرفت سے ادھر یا ادھر ہوا وہ ہلاک ہوا اگر سر حد امامت کو حد رسالت ختمی سے ملا دیا اور بڑھا دیا تو ہلاک اور اگر حد نبوت کو سر حد توحید سے ملا دیا تو ہلاک اور اگر ان کی حد سے ذرا گرا دیا تو ہلاک۔ ان کی فضیلت کا انکار کفر ہے۔ ولذا قال علی علیہ السلام

هَلَكَ فِيَّ اثْنَانِ عَدُوٌّ قَالٍ وَمُحِبٌّ غَالٍ۔

میرے باب میں دو قسم کے لوگ ہلاک ہوئے دشمن میری عداوت کی وجہ سے اور دوست غلو اور حد سے تجاوز کرنے سے۔ یہ حد معرفت ہی بال سے باریک تلوار سے زیادہ تیز ہے۔ ذرا استقامت میں کمی آئی اور بحر ظلمات میں غرق ہُوا۔ اسی واسطے ان بزرگواروں نے اس خطرہ سے آگاہ کیا ہے اور فرمایا ہے

ذم غلو و تقصیر

قال رسول اللہ لا ترفعونی فوق حقی فان اللہ اتخذنی عبداً قبل ان یتخذنی نبیاً۔

حضرت فرماتے ہیں۔ مجھ کو میرے حقیقی درجہ سے زیادہ بلند نہ کرو۔ (یعنی مجھ کو خدا نہ بناؤ) کیونکہ خدا نے مجھ کو پہلے اپنا بندہ قرار دیا ہے اور پھر نبی بنایا ہے

یہی تعلیم الہٰی ہے اور یہی بنیاد اعتقاد اسلام۔

"اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمدا عبده ورسوله"

میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور شہادت دیتا ہوں کہ محمد اس کا بندہ اور فرستادہ رسول ہے

قال امیرا لمؤمنین علی بن ابی طالب اللهم انی بریٔ من الغلاۃ کبراۃ عیسی بن مریم من النصاری اللهم اخذ لهم ابدًا ولا تنصر منهم احدا۔

حضرت علی فرماتے ہیں بارالٰہا میں غالیوں سے اس طرح بیزار ہوں۔ جس طرح عیسٰی نصرانیوں سے بیزار تھے۔ خداوندا ان کو ہمیشہ ذلیل وخوار رکھ۔ اور ان میں سے کبھی کسی کی مدد و نصرت نہ فرما۔

وعن الصادق علیہ السلام احذروا علی شبابکم الغلاۃ لا یفسدوهم فان الغلوۃ شر خلق الله یُصَغِّرُوْنَ عَظَمَةَ اللّٰهِ وَيَدَّعُونَ الرُّبُوْبِيَّةَ لِعِبَادِ اللّٰهِ وَاللّٰهِ اِنَّ الْغُلٰوةَ لَشَرٌّ مِنَ الْيَهُوْدِ وَالنَّصَارٰى وَالْمَجُوْسِ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ثُمَّ قَالَ اِلَيْنَا يَرْجِعُ الْغَالِیْ فَلَا نَقْبَلُهٗ وَبِنَا يَلْحَقُ الْمُقَصِّرُ فَنَقْبَلُهٗ فَقِيْلَ لَهٗ كَيْفَ ذٰلِكَ يَا ابْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ قَالَ لِاَنَّ الْغَالِیْ قَدِ اعْتَادَ تَرْكَ الصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ وَالصِّيَامِ وَالْحَجِّ فَلَا يَقْدِرُ عَلٰى تَرْكِ عَادَتِهٖ وَعَلَى الرُّجُوْعِ عَلٰى طَاعَةِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ اَبَدًا وَاِنَّ الْمُقَصِّرَ اِذَا عَرَفَ عَمِلَ وَاَطَاعَ۔

حضرت صادق علیہ السّلام فرماتے ہیں اپنے نوجوانوں کو غالیوں سے بچاؤ کہ ان کا ایمان خراب نہ کریں کیونکہ اہلِ حد سے بڑھانے والے غالی بد ترین مخلوق ہیں کہ وہ عظمتِ الٰہی کی تحقیر کرتے ہیں اور خدا کے بندوں کے لئے خدائی کا ادعا۔ خدا کی قسم غالی یہود ونصاریٰ مجوس اور مشرکین سے بدتر ہیں۔ پھر فرمایا غالی ہماری طرف رجوع کرتا ہے اور پھر ہم اس کو قبول نہیں کرتے اور ہم سے مقصّر ملحق ہوتا ہے تو ہم اس کو قبول کر لیتے ہیں۔ عرض کیا گیا۔ مولا! یہ کیونکر۔ فرمایا۔ غالی ترکِ صوم وصلوٰۃ حج وزکوٰۃ کے عادی ہو گئے ہیں اور کوئی عمل وعبادت نہیں کرتے پس وہ اپنی اپنی عادت کے ترک پر قادر نہیں رہے۔ اور کبھی طاعتِ خدا کی طرف رجوع نہیں کرتے۔ اور مقصر جب عارف ہو جائے۔ تو وہ عمل کر سکتا۔ اور طاعت خدا بجا لا سکتا ہے۔

وعن الهروی قال قلت للرضا علیہ السلام یا ابن رسول الله ماشی یحکیہ عنکم الناس، قال وماهو قلت یقولون انکم تدعون ان الناس لکم عبید فقال

اور ابو صلت ہروی سے مروی ہے کہ میں نے حضرت رضاؑ سے سوال کیا۔ یا ابن رسول اللہ یہ لوگ آپکی طرف سے کیا بیان کرتے ہیں۔ فرمایا کیا کہتے ہیں؟ عرض کیا وہ کہتے ہیں کہ آپ لوگ دعویٰ رکھتے ہیں آپ خدا

اللھم فاطر السموات والارض عالم الغیب والشھادۃ انت شاھد بانی لم اقل ذلک قط ولا سمعت احدا من اٰبائی علیھم السلام قال قطبوانت العالم بمالنا من المظالم عند ھذہ الامۃ وان ھذہ منھا

اور لوگ آپ کے بندے ہیں۔ فرمایا اے زمین و آسمان کے پیدا کرنے والے اور ہر ظاہر و پوشیدہ کے جاننے والے خدا۔ تو گواہ ہے کہ میں نے کبھی یہ نہیں کہا اور ہرگز یہ دعوےٰ نہیں کیا۔ اور نہ کبھی میں نے اپنے آباؤ اجداد سے سُنا کہ انہوں نے کبھی ایسا کہا اور تو جانتا ہے کہ اس امت پر ہمارے کیا مظلمے ہیں۔ اور یہ الزام بھی انہیں مظالم میں سے ایک ہے۔

ایضا عنہ۔ من قال بالتشبیہ والجبر فھو کافر مشرک ونحن منھم براء فی الدنیا والآخرۃ یابن خالد انما وضع الاخبار عنا فی التشبیہ والجبر الغلاۃ الذین صغروا عظمۃ اللہ تعالیٰ فمن احبھم فقد ابغضنا ومن والاھم فقد عادانا ومن عاداھم فقد والانا۔

نیز آپ فرماتے ہیں کہ جو شخص خدا کو کسی سے تشبیہ دے یا جبر کا قائل ہو وہ کافر اور مشرک ہے اور ہم دنیا و آخرت میں اس سے بری اور بیزار ہیں اے فرزند خالد (راوی) تشبیہ اور جبر کی روایتیں ہماری طرف سے غالیوں نے گھڑی ہیں۔ جنہوں نے خدا کی عظمت کو گھٹا دیا ہے۔ پس جو شخص ان غالیوں کو دوست رکھے وہ ہمارا دشمن ہے اور جو ان کو دشمن رکھے وہ ہمارا دوست ہے۔

حد غلو

اس حقیقت کے واضح ہو جانے کے بعد کہ افراط و تفریط غلو اور تقصیر دونوں خطرناک منزلیں ہیں اور دونوں برابر مہلک۔ محل بحث یہ ہے کہ حد غلو و تقصیر کیا ہے اور یہی نہایت اہم و مزال اقدام مقام ہے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ کسی شے کو اس کی حد سے بڑھانا اور دوسری حد سے ملانا یا یہ کہنا کہ حد سے بڑھا دیا یا گھٹا دیا۔ اسی وقت درست ہوگا۔ جبکہ ایسا کرنے یا کہنے والا۔ ہر دو حدود کا عارف کامل ہو اگر ہم کہیں کہ زید نے رسول اللہ کو تعریف میں خدا سے بڑھا دیا یا ملا دیا۔ اور غالی ہو گیا تو یہ ہم اسی وقت کہہ سکتے ہیں جبکہ ہم نے حدود الوہیت کا احاطہ کر لیا ہوا اور حد نبوت سے گذر گئے ہوں۔ اور جب ہم افراد ممکنہ کے لئے یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ حدود الہٰی کا احاطہ کر سکیں۔ بلکہ یہ بھی ممکن نہیں کہ حدود نبوت کی آخری اور انتہائی منزل جو مقام قاب قوسین سے بالا "اَوْ اَدْنٰی" کا مرتبہ ہے۔ اوراک اور دریافت کر سکیں ہم قاب قوسین کی معرفت سے بھی قاصر نظر آتے ہیں۔ پھر مقام اودنٰی تک کہاں پہنچ سکتے ہیں۔ تو پھر یہاں توحید (تحمید و تسبیح) اور بیان فضل رسول میں از روئے معنی و حقیقت کیونکر خود اپنی یا کسی کی بابت کہہ سکتے ہیں کہ حد سے بڑھا دیا یا گھٹا دیا۔ ہم جانتے ہی نہیں۔ کہ حدود کیا ہیں اور جبکہ تصریح معلم الہٰی موجود ہے کہ خدا کو میرے اور میرے وصی ولی اللہ کے سوا کسی نے پہچانا ہی نہیں اور مجھ کو خدا اور اس کے اس

ولی کے سوا کسی نے نہیں پہچانا اور اس ولی الاولیاء اور سر اللہ کو خدا اور میرے سوا کسی نے نہیں پہچانا۔ اس لئے معنوی حیثیت سے لفظ غلو کا استعمال ہمارے لئے لغو ومہمل ہے۔ اور حقیقی معنی میں قصداً بھی غلو ہمارے لئے محال ہے اور حقیقۃً ان کی شان میں ہمارا غلو بھی قاصر ہے۔ لاریب فیہ۔

گویند غالیم بثنائے تو یا علی

حال اینکہ من زحقِ ثنائے تو قاصرم

پس صرف اجمالاً یہ کہا جا سکتا ہے کہ ان حضرات (رسول یا امام) کو خدا کہہ دیا جائے۔ بس یہی غلو ہے ذکر فضائل ومناقب اور بیان اوصاف ومحامد میں ہمارے لئے کسی طرح غلو ممکن نہیں ہے۔ اور جب یہ مسلم ہے اور ہم بیان کر چکے کہ دراصل ان کی حقیقی معرفت انہی کو حاصل ہے تو ہم بس وہی کہیں جو انہوں نے کہا ہے۔ توحید (تحمید وتسبیح) وہی ہے جو خود اس نے فرمائی یا انہوں نے اس کی طرف سے بیان کی۔ بل التوحید الحق ھو اللہ۔ والقائم بہ رسول اللہ۔ والحافظ لہ نحن و التابع فیہ شیعتنا۔ توحید حق ذات باری ہی ہے اور قائم بالتوحید ذات محمدی اور محافظ توحید الٰہی ائمہ معصومینؑ خلفاء رسول اور سچے تابع توحید ان کے سچے پیرو اور ان کے قدم بقدم چلنے والے شیعہ اور اسی طرح ان کی صفات حقیقیہ جن پر اعتقاد واجب ہے وہی ہیں جو انہوں نے خود بیان فرمائی ہیں ہماری طاقت ہی کب ہے کہ ہم خود ان کی صحیح اور حقیقی توصیف کر سکیں۔ پس جو کچھ کہا ہے جو کچھ بیان فرمایا ہے ما بہ الایمان ہے۔ اور اس کی تصدیق واجب۔ مگر حیرت اور سخت حیرت ہے۔ کہ حضرات غلو نوا تو انہی کے اقوال کو اور انہی کے بیان توحید اور توصیف فضائل نبوت وامامت کو غلو کہتے ہیں۔ اور اپنے دعوے کی سند میں انہی اقوال کو پیش کرتے ہیں" "ایں چہ بوالعجبی است" البتہ بعض محتاط حضرات اس ذہنی اور ایمانی ضعف اور غلطی کا احساس کرتے ہوئے یہ فرما دیتے ہیں۔ کہ یہ الفاظ غالیوں نے بڑھا دیئے ہیں۔ امام کا کلام نہیں ہے۔ لیکن اس کی دلیل کیا ہے۔ محض یہی کہ یہ الفاظ غلو معلوم ہوتے ہیں اور ان کو ان کے قلوب برداشت نہیں کر سکتے اس لئے کہا جاتا ہے۔ کہ یہ غالیوں نے بڑھا دیئے ہیں۔ یہ عین دعوے ہے دلیل نہیں۔ بعض حضرات ایک لطیفہ تراشتے ہیں اور فرماتے ہیں۔ یہ فضائل ہیں۔ اعتقادات نہیں ہیں۔ اسی کا نام سخافت عقلی ہے۔ فضائل قابل ایمان واعتقاد نہیں تو پھر معارف نبوت وامامت اور کیا ہیں؟ انکار فضائل ہی تو کفر ہے۔ اگر فضائل کو بیان کرتے اور سنتے اور پڑھتے ہو اور ان پر اعتقاد وایمان نہیں رکھتے تو پھر مسلمان کیوں کر رہے۔ دراصل ع

فکر ہر کس بقدر ہمت اوست

اور وہی حضرات سلمان فارسی اور ابو ذر غفاری والا معاملہ ہے۔ ایک کا ایمان بلند ہے وہ اعلیٰ فضائل کو برداشت کر لیتا ہے اور ان کی تصدیق کرتا ہے۔ دوسرے کا مرتبہ ایمانی پست ہے وہ ان اعلیٰ فضائل کو برداشت نہیں کرسکتا۔ اور فی الحقیقت وہ معذور بھی ہے۔ لیکن انکار کفر ہے جابر بن یزید جعفی جن کو ستر یا کم سے کم پچاس ہزار احادیث رسول (بتصدیق بخاری و مسلم) یاد تھیں اُن اسرار احادیث فضائل نبوت و امامت کے حامل تھے کہ ان کا سُننے والا کسی کو نہ پاتے تھے۔ اور جب دل تنگ ہوتا تھا تو جنگل میں جا کر کسی گڑھے میں منہ رکھ کر ان کو بیان کر دیتے تھے۔ اور اسی طرح دیگر صاحبان اسرار اصحاب ائمہ اطہار۔

اسی مقام پر ان کا حکم قرآن کی آیات متشابہات کا حکم ہے۔ اگر ان کی حقیقت اور تاویل سمجھ میں نہیں آتی۔ تو ان کا انکار نہ کرو۔ اور راسخون فی العلم کی طرح کہو۔ "امنا کل من عند ربنا" ہم سب پر ایمان رکھتے ہیں اور یہ سب ہمارے پروردگار کی طرف سے ہے۔ خواہ ہم سمجھ سکیں یا نہ سمجھ سکیں بس یہی حال ان فضائل اسرار وجودیہ اور رہا کل توحید کا ہے جو ان سے سُنو اس کو تسلیم کرو۔ اور جو سمجھ میں نہ آئے اس کا علم انہی کے سپرد کرو۔ انکار کرو گے۔ اور اپنی نافہمی اور عدم تحمل سے غلو کہہ دو گے۔ تو مرتکب فعل کفر ہو گے۔ اعاذنا اللہ منہ۔ بڑی جرأت ہے کہ اپنی نافہمی کو یا اپنے ضعف ایمانی اور عدم تحمل۔ معارف کو چھپانے کے لئے کہ معصومینؑ کی تحقیر کر دی جاتی ہے۔ اور ان کے کلام کو غلط کہہ کر ان کی تکذیب بلکہ معاذ اللہ تکفیر کی جاتی ہے یا علماء سابقون کی کہ ان کو ان کے ان فضائل کے نقل اور اعتقاد میں کاذب یا کافر کہا جاتا ہے۔ غالی دراصل وہی ہیں جو صاف وجود خالق کے منکر ہیں۔ اور انہی حضرات کو خدا کہتے ہیں۔ اور جملہ عبادات کے منکر اور تارک ہیں۔ وہ صرف ان کی تصدیق کو نجات کے لئے کافی سمجھتے ہیں۔ اور خدا کے علیحدہ قائل نہیں ہیں۔ جو اس کی عبادت کریں یہ خود معصوم کے کلام سے واضح ہے۔ خدا کے وجود کا قائل اس کو خالق کل ماننے والا۔ اور ان کو اس کا بندہ مخلوق کہنے والا۔ خواہ کیسے ہی فضائل بیّنہ کا قائل ہو کبھی غالی نہیں کہلا سکتا۔ ان کو اس کا بندہ اور اُس کو معبود برحق مان کر ان کے بیان فضائل و مناقب سے خواہ وہ کسی حد تک ہوں کسی طرح کافر غالی نہیں ہو سکتا۔ اور یہی حق ہے۔ اور یہی ان بزرگواروں کی تعلیم ہے۔ مگر ضعیف الاعتقاد ملّا نما افراد اپنی رائے اور اجتہاد کو قول معصوم بلکہ قول خدا پر مقدم رکھتے ہیں۔ اور اس لئے ان کی ہزارہا احادیث اور خطبات کو رد کر دیتے ہیں۔ اور یہ بڑی جرأت فی الدین ہے۔

قال امیر المؤمنینؑ نزلونا عن الربوبیۃ۔ ہم کو خدائی سے نیچے رکھو۔ خطوط بشری کو ہم سے

وادفعوا عنا حظوظا لبشرية فان عنها مبعدون وعما يجوز عليكم منزهون وقولوا فی حقنا ما استطعتم فان البحر لاينزف وسر الغيب لا يعرف وكلمة لا يوصف۔

دفع کرو کہ ہم تمہاری طرح کے حظوظ بشریت سے دور ہیں۔ اور جو کچھ تم پر گذرتا ہے۔ ہم اس سے پاک ومنزہ ہیں۔ اور پھر ہمارے حق میں جو تمہارا دل چاہے کہو تم ہرگز ہمارے منتہائے کمال اور فضائل کی معرفت کو نہیں پہنچ سکتے۔ کیونکہ سمندر خشک نہیں ہوسکتا اور سر غیب پہچانا نہیں جاسکتا۔ اور کلمۃ اللہ کی توصیف نہیں ہوسکتی۔ وَلَوْكَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمَاتِ رَبِّیْ۔ الخ (کہف ۱۲)

علماء کرام خواہ کسی پایہ کے ہوں مگر مرتبہ معارف ایمانی میں سب یکساں نہیں ہوتے اور نہ ہوسکتے ہیں اور اس لئے اس مقام پر ان میں اختلاف لازمی ہے۔ پھر علوم خود مختلف ہیں۔ علم کلام کی شان اور ہے۔ اور فقہ کی اور علی ہذا القیاس شیخ مفید جیسا عالم کامل اپنی سمجھ میں نہ آنے کے باعث عالم فرد اور عالم الست واحادیث طشت وغیرہ بے شمار روایات کا انکار کر دیتا ہے۔ اور مجلسی علیہ الرحمہ اس پر انتہائی تعجب وحیرت کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ محض ایک استبعاد عقلی کی بنا پر اتنی احادیث وروایات کا انکار کر دینا معصوم کے مقابلہ میں بڑی جرأت ہے۔ ولكل وجهة هو موليها۔

ایک فقیہہ مقام معارف میں یہ کہہ سکتا ہے۔ کہ نبی اور امام کے لئے سہو ونسیان کا قائل نہ ہونا غلو ہے جبکہ ایک حکیم متکلم عارف یہ کہتا ہے کہ جو شخص نبی اور امام کے لئے سہو ونسیان کا قائل ہو وہ منکر نبوت ہے کہ اصل مابہ الامتیاز نبی وغیر نبی وامام وغیر امام کا انکار کر رہا ہے اور نبی اور امام کو ان کے اصل مرتبہ سے گرا رہا ہے۔ وبينهما بون بعيد۔

حاضر کی مثالوں سے غائب پر قیاس کرو۔ اور ماضی سے مستقبل کا اندازہ لگاؤ۔ تمہیں خود علماء کے کلام میں یہی بحث نظر آئے گی۔ ایک شخص ایک عالم کے کلام کو مشکل سمجھتا ہے۔ اور نافہمی سے اس کو مہمل کہہ دیتا ہے۔ دوسرا اس کو سمجھتا ہے اور اس لئے حق اور درست جانتا ہے۔ ایک دنیا تھی اور اب بھی اس کا وجود ہے جو کہتی تھی اور کہتی ہے کہ غالب کا کلام مہمل ہے۔ اس کے اکثر اشعار کے کوئی معنی نہیں اور آج ایک عالم اس کو سب سے بہتر کہہ رہا ہے اور ایک شعر کو بھی مہمل نہیں جانتا۔ اور یہی ہماری اپنی تحقیق اور عقیدہ ہے کہ کوئی شعر غالب کا مہمل نہیں ہے۔ جو مہمل کہتے ہیں ان کی عقل وفہم مہمل ہے جب انسانی کلام کا یہ حال ہے کہ اس کو بھی ایک شخص اپنی عقل وفہم وادراک واعتقاد کے مطابق صحیح اور دوسرا غلط سمجھتا ہے تو پھر خدا کے کلام کا کیا کہنا بیشک جو اس کو سمجھتے ہیں وہ تصدیق کرتے ہیں اور

جو نہیں سمجھتے انکار کر دیتے ہیں۔ جو ایمان رکھتے ہیں وہ اگر نہ بھی سمجھ سکیں اس کی تصدیق کرتے ہیں۔ اور جو ایمان نہیں رکھتے وہ شک کرتے اور رد کر دیتے ہیں۔ یہی ان بزرگوں کے کلام کا حال ہے۔ جو فوق کلام مخلوق اور تحت کلام خالق ہے۔ نہ اس میں غلو ہے اور نہ تقصیر ہے۔ غلو اپنے ایمان کا ہے اور تقصیر اپنی عقل و فہم کی ہے۔

چونکہ ہم محمد صالح کشفی کی کتاب فضائل علوی شائع کر رہے ہیں اور انہوں نے بھی مثل دیگر علمائے عارفین سُنّی و شیعہ ان فضائل میں بعض خطبات بیانیہ علوی کو ذکر کیا ہے۔ امکان ہے کہ ایسی عقلیں اس سے انکار کریں۔ اس لئے یہ تمہید پیش کی ہے اور تحقیق و تفصیل کے لئے ان کے فضائل پر چند اصولی مقدمات قائم کر کے بعض دیگر خطبات جناب امیرؑ کو پیش کریں گے کہ شیخ موصوف کی تائید اور تصدیق ہو جائے کہ یہ عارف حق علی جو کچھ کہہ رہا اور لکھ رہا ہے۔ حق ہے۔ غلو یا تقصیر کو اس سے کوئی نسبت نہیں ؎

چو بشنوی سخن اہل دل مگو کہ خطاست   سخن شناش نۂ دلبرا خطا اینجاست

ہزار نکتۂ باریک تر ز مو اینجاست

وطوبی للعارفین۔

ولایت الاولیاً

طبقات ایمانی و سیر و سلوک انسانی

کمال انسانیت دراصل کمال ایمانی ہے۔ اور انسان اس کمال کے اعتبار سے بے شمار مراتب رکھتا ہے۔ کوئی مرتبہ اوّل میں اور کوئی دوم میں اور کوئی سات درجہ پر فائز تو کوئی ستر پر اور قول حضرت رسالتمآبؐ اس کثرت مراتب و درجات کی طرف اشارہ ہے۔ جہاں آپ نے ارشاد فرمایا ہے کہ۔ الایمان سبعون درجۃ اولھا قول لا الہ الا اللہ وآخرھا اماطۃ الاذی عن الطریق۔ پہلا درجہ ایمانی جس کو اوّل مرتبہ اسلام کہا جاتا ہے۔ وہ صرف زبان سے اقرار شہادتین ہے اور آخری درجہ راہ کو صاف کرنا اور دوسروں کے لئے ہادی بننا۔ راہ الٰہی کی تمام اذیتیں دفع کر دینا۔ اور دنیا میں ہر ایک کے لئے موجب امن و راحت ہو جانا۔ بلکہ مجسم امن و راحت ہونا۔" والمسلم من سلم المسلمون من یدہ ولسانہ۔" مسلمان کی نشانی یہ ہے۔ کہ

اس کے ہاتھ اور زبان سے کسی کو اذیت نہ پہنچے۔ کوئی فعل خلاف صادر نہ ہو (اس کی تفسیر مفصل اپنے مقام پر آئے گی)

عرفاء نے ان مراتب کو اس طرح تقسیم کیا ہے۔ اوّل اسلام۔ دوم۔ ایمان۔ سوم۔ عبادت چہارم۔ معرفت۔ پنجم۔ تقوٰی۔ ششم زہد ہفتم۔ ولایت (مکتسبہ) اس کے بعد درجۂ نبوت ہے۔ جو خالص وہبی وعطیہ الٰہی ہے۔ انسانی ریاضت اور کسب واکتساب کو اس میں مدخلیت نہیں ہے۔ اور نبوت کا دوسرا درجۂ بالا رسالت ہے اور رسالت کا دوسرا مرتبہ اولوالعزمی اور آخر مرتبہ ختم نبوت و رسالت۔

یعنی انسانی ترقی روحانی و ایمانی کے درجات ولایت پر ختم ہوتے ہیں اور ولایت کے بعد درجۂ نبوت ہے۔ اور نبوت گویا آخر درجہ ترقی انسانی ہے۔ اور ختم نبوت آخر درجۂ نبوت۔ اس لئے جو نبی ہو گا وہ تمام درجات انسانیت پر وہبی طور پر فائز ہو گا۔ کیونکہ درجۂ اعلیٰ درجہ ادنیٰ کو شامل ہوا کرتا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ ہر نبی ولی ہو۔ لیکن ہر ولی نبی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ نبوت ختم ہو گئی اور ولایت باقی ہے۔ اور بعد ختم ولایت مطلقہ وہبیہ ولایت اکتسابیہ جزئیہ باقی ہے اور اس لئے لفظ ولی کا اطلاق بعد رسول اللہ و بعد خاتم الائمہ بھی اس مومن پر ہو سکتا ہے۔ جس کے نفس کامل میں تصرف فی العالم کی قوت پیدا ہو گئی ہے۔ اور مستجاب الدعوات کے درجے پر فائز۔ اَلَا اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللہِ لَاخَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ (یونس ع)

فان النبوة وضع الاداب الناسوتیه و الولایة کشف الحقائق الالهیة فان ظهر من النبی تبیین الحقائق فهو بما هو ولی فان کل نبی ولی ربمطلق الولایة لا الولایة المطلقة فهی مختص بالخاتم واوصیائه) ولا عکس فان کمراة لها وجهان وجه الی الحق ووجه الی الخلق فولایته من وجهه الی الحق ونبوته من وجهه الی الخلق وقیل النبوة وضع الحجاب والولایة رفع الحجاب والنبوة علی قسمین نبوة التعریف ونبوة التشریع فالاولی هی الانبیاء عن معرفة الذات والانصاف

نبوت وضع آداب و قوانین شریعت ہے اور ولایت کا فریضہ کشف حقائق الٰہیہ۔ پس اگر نبی سے حقائق اللہ بیان ہوں تو وہ اس کے ولی ہونے کی حیثیت سے ہیں۔ کیونکہ ہر نبی ولی ضرور ہوتا ہے۔ اور یہ ضروری نہیں کہ ہر ولی نبی ہو۔ خصوصاً بعد ختم نبوت) نبی مثل اس آئینہ کے ہے جس کے دو رُخ ہوتے ہیں۔ ایک رُخ خالق کی طرف اور دوسرا خلق کی طرف پس تعلّق بالحق کی رو سے ولی اور تعلّق بالخلق کی رو سے نبی اور اس لئے بعض نے کہا ہے کہ نبوّت وضع حجاب ہے اور ولایت کشف حجاب ہے یہاں پردہ رکھا جاتا ہے اور وہاں اُٹھا دیا جاتا ہے اور نبوت کی دو قسمیں ہیں ایک نبوّت تعریفی

بالاسماء وللثانیۃ جمیع ذٰلک مع تبلیغ الاحکام والتادیب بالاخلاق والقیام بالسیاسۃ والولایۃ قیام العبد بالحق عند فناء نفسہ وذلک یتولی الحق زیادہ من یبلغہ غایۃ القرب والتمکین۔

ایک نبوت تشریعی اوّل معرفت خدا کی تبلیغ اور اب کے اسماء سے متصف ہوتا ہے اور دوسری مع ان تمام صفات کے تبلیغ احکام الٰہی کرنا۔ اخلاق الٰہی سکھانا سیاست عباد کو انجام دینا اور ولایت فنار نفسانی کے بعد بندے کا حق سے قریب ہونا ہے اور یہ جس وقت ہوتا ہے حق سبحانہٗ اس کو قدرت عطا فرماتا ہے۔ اور منتہائے قرب اور تمکین و تصرف کو پہنچا دیتا ہے۔ پھر وہ باذن اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

ان مراتب ہفتگانہ کی تشریح اہل بصیرت یوں کرتے ہیں کہ جو بندہ شہادتین کا اقرار کرلے وہ دائرہ اسلام میں داخل ہو جاتا ہے۔ اور احکام اربعہ اس پر جاری۔ یعنی اس کے سلام کا جواب واجب ہو جاتا ہے۔ اس کا ذبیحہ حلال۔ اور اس کے ساتھ مناکحت جائز اور اس کی جان و مال محفوظ وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ أَلْقَىٰ إِلَيْكُمُ السَّلَامَ لَسْتَ مُؤْمِنًا (نساء[۱۳]) جو تم کو بطریق اسلامی سلام کرے اس کو یہ مت کہو کہ تو ایمان برادری میں داخل نہیں ہے۔ کلمہ گو کو کافر کہنا اپنے اسلام کو بدنام کرنا ہے)

جب اقرار شہادتین کے بعد دل کی آنکھیں نور معرفت و یقین سے کھلنے لگتی ہیں تو گویا صفت ایمان کا ظہور ہوتا ہے اور جوں جوں یہ نور بڑھتا ہے۔ اسی قدر درجۂ ایمان زیادہ ہوتا ہے۔ اور اس کی آخری حد سرحد توحید سے متصل۔ ولا یعلمھا الا ھو۔

معصوم علیہ السلام نے فرمایا ہے۔

مامن قلب الا ولہ عینان فاذا اراد اللہ بعبدٍ خیرًا فتح عینین اللتین ھما للقلب یشاھد بھما الملکوت۔

ہر ایک دل کی دو آنکھیں ہیں پس جب خدائے پاک کسی بندے کی بھلائی چاہتا ہے اس کے دل کی دونوں آنکھیں کھول دیتا ہے تاکہ وہ اُن دل کی آنکھوں سے عالم ملکوت کا مشاہدہ کرے۔ اور بواطن اشیاء اور حقائق کائنات اس پر روشن ہوں۔

وَمَن يُرِدِ اللَّهُ أَن يَهْدِيَهُ يَشْرَحْ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ وَمَن يُرِدْ أَن يُضِلَّهُ يَجْعَلْ صَدْرَهُ ضَيِّقًا حَرَجًا كَأَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَاءِ كَذَٰلِكَ يَجْعَلُ اللَّهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ (انعام[۱۵])

اور جس کو خدا چاہتا ہے کہ اپنی راہ دکھائے اور اپنی طرف بلائے تو اس کا سینہ نور معرفت سے کھول دیتا ہے اور توفیق شامل حال کر دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے کہ ہدایت نہ فرمائے تو اس کا سینہ تنگ کر دیتا ہے۔ اور بند رکھتا ہے گویا کہ وہ آسمان پر چڑھتا ہے اور حصول ایمان ناممکن ہو جاتا ہے۔ اسی طرح خدا اُن لوگوں پر

یہ پلیدی ڈالتا ہے جو اس کی تصدیق نہیں کرتے اور ایمان نہیں۔

جو شہادتیں قبول کر لیتے ہیں۔ ان کو بہ ہدایت توفیقی باضافہ نور حاصل ہوجاتی ہے۔ اور وہ منازل ایمان طے کر لیتے ہیں۔

وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ (آیہ نور ۵) جس کے دل میں خدا یہ نور توفیق عنایت نہ فرمائے تو اسکو پھر کہیں سے روشنی حاصل نہیں ہوسکتی۔ وَمَا التَّوْفِيْقُ إِلَّا بِاللّٰهِ۔ وَالَّذِيْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى۔ جو اسکی راہ پر آجاتے ہیں۔ اس پر ایمان لے آتے ہیں۔ ان کی راہ نمائی فرماتا ہے۔ اور نور ہدایت میں اضافہ فرماتا ہے۔

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَإِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ (عنکبوت ۲۹) اور جو لوگ ہماری راہ میں کوشش کرتے ہیں اور ہماری طرف آنے کی سعی تو ہم ضرور ان کو اپنے راستے دکھلا دیتے ہیں اور بے شک خدا ایسے نیکوکاروں کے ساتھ ہے۔ اور اس کی توفیق خیر ان کے شامل حال۔ ویوت کل ذی فضل فضلہ۔ جس میں جس کی قابلیت ہے وہی دیتا ہے (ولا یولی الا ما تولدہ طبعاً و ارادۃ)

ہماری آنکھ جو عالم جسمانی کو دیکھتی ہے۔ یہ نور رکھتی ہے۔ لیکن رویت کے لئے اس کو ایک نور راہ نما کی ضرورت ہے۔ مثلاً چاند اور سورج روشنی یا آگ کی روشنی بغیر ان کی راہ نمائی کے آنکھ اس عالم ملک کو دیکھنے سے عاجز ہے اسی طرح دل کی آنکھ بھی عالم ملکوت اور باطن کو دیکھنے سے بغیر رہنمائی نور عاجز ہے مثلاً شمس و قمر روحانی (نبی و ولی) انہی کے نور سے چشم بصیرت روشنی لیتی ہے۔ اور یہی وہ نور جو خوابیدہ مومن کے دل کی آنکھیں روشن کرتا ہے۔ فالشمس والقمر ھادیان للابصار۔ والنبی والولی ھادیان البصائر۔ چاند اور سورج آنکھوں کے راہ نما ہیں اور نبی و ولی (شمس و قمر روحانی) دلوں کے راہ نما ہیں " وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا وَالْقَمَرِ إِذَا تَلٰهَا۔ قسم ہے آفتاب رسالت اور اس کی روشنی کی اور قسم ہے ماہتاب امامت کی جو آفتاب رسالت کے غروب ہوتے ہی اس کے پیچھے آتا ہے۔ اور عالم ملکوت کو روشن کرتا ہے۔ ؎

شمس کند چوں غروب ماہ نماید طلوع بعد نبی مرتضی ماز غلامان او

نور ایمان موجب عبادت ہوتا ہے۔ عبادت موجب معرفت ہوتی ہے۔ اور مومن عبادت گذار عارف بن جاتا ہے اور عبادت و معرفت کی تعمیل تقویٰ سے ہے۔ عمل بالواجبات والمستحبات والمباحات اور ترک محرمات و مکروہات و مشتبہات اور " وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ بقرہ ۳۹ متقی مورد تعلیم باطنی ہوجاتا ہے۔ اور پھر ترک ماسوی اللہ پر فائز ہو کر زاہد فی الدنیا۔ ان درجات ششگانہ (اسلام ۱ ۔ ایمان ۲ ۔ عبادت ۳ ۔ معرفت ۴

تقویٰ۔ زہد کی سیر ہر آن موجب قرب معبود ہوتی ہے۔ اور قرب موجب اتصاف باوصاف۔ جس طرح لوہا آگ سے جس قدر نزدیک ہوتا جاتا ہے۔ اسی قدر اس میں اوصاف آتشی زیادہ ہوتے جاتے ہیں۔ یہانتک کہ نورانیت اور سوزندگی وہی پیدا ہوجاتی ہے۔ اور چشم بصری اس کو آگ ہی سمجھتی ہے۔ اور چشم بصیرت اس کو متصف باوصاف آتشی و منجذب ہوکر بخواص باری دیکھتی ہے عین آتش نہیں دیکھتی اور فی الجملہ مظہر صفات باری و مستجاب الدعوات ہوکر تصرف علم و قدرت عالم امکان میں اس سے ظاہر ہوتا ہے اور یہ مرتبہ ولائیت ہے۔ اور ولی حسب درجۂ ولایت مواد عالم میں تصرف رکھتا ہے اور کرامات پیغامات اس سے ظاہر ہو کر موجب انتیاز خاص واکرام ربانی ہوئی ہیں۔ احادیث قدسیہ میں اس حقیقت کی طرف لطیف اشارات ہیں کہ کیونکہ بندہ ان مراتب کو طے کر کے متخلق باخلاق و متادب بآداب الٰہی ہوتا ہے۔ اور العبودیۃ جوھرۃ کنھھا الربوبیۃ " کی حقیقت اہل بصیرت پر واضح کر دیتا ہے۔

ان العبد اذا اجاع بطنه وحفظ لسانه علمته الحکمة فان کان کافرًا تکون حکمته علیه وبالًا وان کان مومنا تکون حکمته نورًا وبرھانًا وشفاءً ورحمة فیعلم مالم یکن یعلم ویبصر مالم یکن یبصر فاول ما ابصرہ عیوب نفسه حتی یشتغل عن عیوب غیرہ۔ وابصرہ دقائق العلم حتی لا یدخل علیه الشیطان۔	بندہ جس وقت اپنے تنور شکم کو خالی رکھے بھوکا رہے اور زبان کی حفاظت کرے۔ اور صمت وسکوت سے کام لے تو میں اس کو حکمت سکھا دیتا ہوں پس اگر وہ بندہ کافر ہے تو یہ حکمت اس کے لئے وبال ہوجاتی ہے۔ اور اگر وہ مومن ہے تو یہ حکمت اس کے لئے نور اور برہان وشفاء ورحمت بن جاتی ہے۔ پس وہ جو نہیں جانتا تھا جان جاتا ہے اور جو نہیں دیکھتا تھا وہ دیکھنے لگ جاتا ہے اور اول بصیرت یہ ہے کہ

میں اس کو اس کے نفس کے عیوب دکھا دیتا ہوں تاکہ وہ دوسروں کی عیب جوئی سے مشغول رہے اور میں اس کو حقائق عالم ودقائق علوم دکھلا دیتا ہوں کہ اس کے قلب میں شیطان دخل نہ پا سکے۔

ریاضت اور تزکیہ نفس ہر نفس میں حکمت پیدا کر دیتا ہے۔ اگرچہ نفس کافر ہو۔ اور مومن کے لئے وہ نور وشفا از جمیع امراض بن جاتی ہے۔ حقائق علم منکشف ہوجاتے ہیں۔ اور جو نہیں جانتا تھا وہ جان جاتا ہے اور جو نہیں کر سکتا تھا وہ کر سکتا ہے۔ جو نہیں دیکھتا تھا وہ دیکھ سکتا ہے۔

ولم یزل العبد یتقرب الی بالنوافل حتی اکون سمعه الذی یسمع بی وبصرہ الذی یبصر بی ولسانه الذی ینطق بی ویدہ التی	برابر عبد اطاعات وعبادات سے تقرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ آخر میں وہ میرے اوصاف کا آئینہ بن جاتا ہے۔ میں اس کا کان ہوجاتا ہوں اور وہ میرے

یبطش بی ورجلہ الذی یمشی بی۔ ذریعہ سُنتا ہے۔ میں ہی اس کی آنکھ بن جاتا ہوں۔ کہ مجھ سے دیکھتا ہے۔ میں ہی اس کی زبان بن جاتا ہوں کہ میرے ذریعہ بولتا ہے۔ اور اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتا۔ اور میں اس کا ہاتھ ہو جاتا ہوں کہ اس سے حملہ اور تصرف کرتا ہے۔ اور میں ہی اس کا پیر بن جاتا ہوں کہ مجھ سے چلتا ہے۔ اور ایک آن میں جہاں چاہتا ہے چلا جاتا ہے۔

ولا ریب فیہ من اخلص للہ اربعین صباحًا جرت ینابیع الحکمۃ من قلبہ علی لسانہ۔ جو ایک چلہ اخلاص عبادت و اطاعت میں گذار دے حکمت کے چشمے اس کے دل سے اس کی زبان پر جاری ہو جاتے ہیں۔ اور یہی درجۂ ولایت ہے۔

والعاقل تکفیہ الاشارۃ۔

عارفین نے نورِ ایمان کی ترقیات کو ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔

اول ما یبدؤا فی قلب العارف ممن یرید اللہ سعادتہ نور ثم یصیر ذلک النور ضیاء ثم یصیر شعاعًا ثم یصیر نجومًا ثم یصیر قمرًا ثم یصیر شمسًا۔ جس مومن عارف کی خداوندِ عالم ہدایت و سعادت چاہتا ہے تو اول جوشے اس کے دل میں پیدا ہوتی ہے۔ وہ گویا نور سے تعبیر کی جاتی ہے۔ پھر زیادتی ہوتی ہے اور وہ نور ضیا بن جاتا ہے۔ اور یہ ضیا شعاع ہو کر چمکتی ہے۔ اور شعاع۔ نجوم درخشندہ ہو جاتے ہیں (کہ دوسرے بھی اس سے ضیا حاصل کرنے لگتے ہیں) پھر یہ نور ترقی کرکے قمر منیر ہو جاتا ہے۔ اور پھر آفتاب درخشاں قلوب عالم کو روشنی دینے لگتا ہے۔

فاذا ظہر النور فی القلب بردت الدنیا فی قلبہ بما فیہا فاذا صار ضیاءً ترکہا وفارقہا فاذا صار شعاعًا انقطع منہا وزھد فیہا فاذا صار نجومًا فارق الدنیا ولذاتہا ومحبوباتہا فاذا صار قمرًا زھد فی الاخرۃ ومافیہا فاذا صار شمسًا لایری الدنیا ومافیہا ولا الاخرۃ ومافیہا ولا یعرف الا ربہ فیکون جسدہ نورًا وقلبہ نورًا وکلامہ نورًا۔ پس جس وقت قلب مومن میں نور ظاہر ہوتا ہے تو آتش حب دنیا و مافیہا اس کے دل میں سرد پڑ جاتی ہے۔ اور جب یہ نور ضیا بن جاتا ہے تو بندہ مومن دنیا کو چھوڑ دیتا ہے اور اس سے جدا ہو جاتا ہے پس جب یہ ضیا، شعاع بن جاتی ہے تو دنیا سے بالکلیہ منقطع اور اس سے بے رغبت (موتوا قبل ان تموتوا) (زاہد) ہو جاتا ہے۔ اور جب یہ شعاع درجہ نجوم پر پہنچ جاتی ہے تو وہ دنیا اور لذاتِ دنیا اور محبوباتِ دنیا سب سے جدا ہو جاتا ہے اور جب وہ قمر بن جائے تو نعمات آخرت سے بھی بے پروا

ہوجاتا ہے۔ اور رضوان الٰہی کا مطالب ہوتا ہے۔ اور جب مقام شمسیت پر پہنچ جاتا ہے تو دنیا و آخرت نہیں دیکھتا اور اپنے رب کے سوا کچھ نہیں جانتا پہچانتا۔ اس کا دل بھی نورانی ہوجاتا ہے اور جسم بھی نورانی بن جاتا ہے اور اس کا کلام بھی نورانی ہوجاتا ہے۔

اما المحرومون من هذه الانوار فهم الذین اشار الیهم بقوله. اَلَّذِيْنَ كَانَتْ اَعْيُنُهُمْ فِيْ غِطَآءٍ عَنْ ذِكْرِيْ (سورۂ کہف ۱۱) لیکن جو لوگ ان انوار سے محروم ہیں وہ وہی اشخاص ہیں جن کی طرف خدائے پاک اپنے اس قول میں اشارہ فرماتا ہے۔ یعنی وہ لوگ ہیں جن کی آنکھیں ہمارے ذکر سے پردے میں رہیں اور نور توفیق حاصل نہ کرسکیں۔

قالؑ ان فی جسد ادم لمضغۃً ان صلحت صلح بها الجسد کله وان فسدت فسد بها الجسد کله الا وهی القلب۔ بیشک جسم بنی آدم میں ایک مضغہ گوشت ہے اگر وہ اصلاح پاجائے تو سارا بدن درست ہوجاتا ہے۔ اور اگر وہ خراب اور فاسد ہوجائے تو سارا بدن فاسد ہوجاتا ہے۔ اور وہ انسان کا دل ہے

اگر دل کی اصلاح ہوگئی۔ صلاح و فلاح دارین حاصل اور اگر دل کی اصلاح نہ ہوئی تو خسر الدنیا والآخرہ۔

ان درجات ہفتگانہ میں تنافص تفاضل ہے۔ یعنی جوں جوں مرتبہ بڑھتا جاتا ہے۔ عدد گھٹتا جاتا ہے۔ اوّل درجہ اسلام ہے۔ اور مسلمانوں کے تعداد زیادہ اس سے اوپر ایمان ہے۔ اور مومن ان سے بہت کم۔ وَمِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ (احزاب ۳)۔ مومنین صادقین اور کم پھر عبادت ہے۔ مومنین میں سے عابدین اور کم۔ پھر معرفت ہے۔ اور عارفین عابدین کمیاب اور متقی ان سے کم اور متقیوں میں سے زاہدین بہت تھوڑے۔ (مثلاً قرون اول اور ثانی یعنی اصحاب و تابعین میں سے آٹھ زاہد مشہور ہوئے ہیں۔ جن میں اوّل درجہ حضرت ابوذر غفاری کا ہے) پھر ان زاہدین میں سے اولیاء بہت کم۔ وقلیل من عبادی الشکور۔ اَلَاۤ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۔ (یونس ۱۱)

ان درجات کسبیہ کے بعد درجۂ ولایت نبوت ہے۔ جو موہبتی ہے۔ نبی ولی پیدا ہوتا ہے اور وہ ولایت بتائید و نصرت روح قدس نبوتی ہے۔ ہماری ارواح کو میسّر نہیں۔ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ وَ اَيَّدَهٗ بِرُوْحِ الْقُدُسِ۔ اللہ نے ان سب انبیاء کی روح قدس سے تائید فرمائی ہے۔ وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا۔ اسی طرح اے محمدؐ ہم نے تجھ کو روح امری عطا کی۔ فرق یہ ہے کہ وہ ارواح جزئی ہیں اور یہ کلی۔ جس طرح حیوان میں روح انسانی نہیں ہوتی۔ اس لئے وہ درجۂ انسانیت

اپنی سعی سے حاصل نہیں کرسکتا۔ اسی طرح کوئی عام انسان درجہ نبوت حاصل نہیں کرسکتا۔ کیونکہ روح قدس نہیں رکھتا اور صاحب روح قدس تمام اعتبارات سے کامل ہوتا ہے۔ جو کچھ انسان آخر درجہ علم و معرفت حاصل کرسکتا ہے اور عبادت اور ریاضت سے جس درجہ کمال روحانی تک پہنچ سکتا ہے۔ صاحب روح قدس خلقتاً پہنچا ہوا پیدا ہوتا ہے۔

عارفین نے کہا ہے قرب الٰہی حاصل ہونے کے دو طریق ہیں۔ سلوک محبوبیت و سلوک محبت۔ سلوک محبوبیت یہ ہے کہ سالک راہ خدا بغیر سپر دسلوک روحانی و عبادت و طاعت و ریاضت و زہد و تقویٰ اور بغیر ہدایت و تعلیم ہادی و مبشر و معلم محض عنایت ازلیہ و ہدایت حقیقیہ سے خدا تک پہنچا ہوا ہو۔ اس درجہ و مقام پر اس کی خلقت مقام جب سے واقع ہوئی ہوا اور اسی کی طرف اشارہ ہے۔ اَلَّذِیْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰى هٰٓؤُلَآءِ هُمُ الْاَبْرَارُ المقربون الذین شربوا من شراب المحبة والشوق بکاس العشق والعنایة والارادة الذاتیة قبل ان یخلق العالم ومافیه والیه اشار بقوله۔ وَسَقَاهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا (دہر) یہ وہ لوگ ہیں جن پر ہمارا احسان ان کی عبادت و طاعت سے مقدم و سابق ہے۔ یہ سالکین کے لئے واسطہ و وسیلہ خلق کئے گئے ہیں اس لئے خود محتاج واسطہ ہدایت نہیں ہیں۔ اور سلوک محبت یہ ہے کہ انسان معلم و ہادی کی راہ نمائی سے دولت اسلام و ایمان سے فیضیاب ہوکر بذریعہ عبادت و ریاضت قرب الٰہی حاصل کرے۔ جس کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے۔ وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا (عنکبوت) جو ہماری راہ میں کوشش کرتے ہیں۔ ہم ضرور ان کو اپنے راستے دکھلاتے ہیں یہی انبیاء مرسلین و غیر مرسلین و اولیاء کاملین ہادیین و مہدیین ہیں اور ان کے درجات میں بھی حسب درجہ روح قدس تفاضل ہے۔ وَتِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ (بقرہ) انبیاء محض سے انبیاء مرسلین افضل ہیں اور مرسلین سے اولوالعزم اور اولوالعزم سے خاتم النبیینؐ اور اسی طرح ان میں تناقص مع التفاضل ہے یعنی جتنا درجہ بلند ہوتا جاتا ہے۔ تعداد کم ہوتی جاتی ہے مثلاً کل انبیاء ایک لاکھ چوبیس ہزار ہیں اور ان میں سے مرسلین تین سو تیرہ اور ان میں سے اولوالعزم پانچ اور ان میں سے خاتم النبیین ایک۔

انہی درجات انبیاء کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضور انور نے ارشاد فرمایا ہے۔

الرؤیاء صادقة جزء من اربعین جزأ من النبوة ۔	سچا خواب نبوت کے چالیس جزوں میں سے ایک جزو ہے۔

اور پھر ارشاد فرماتے ہیں سچا خواب نبوت کے چھیالیس (یا پینتالیس۔ دونوں طرح مروی ہے۔) جزوں

میں سے ایک جزو ہے۔ نیز فرماتے ہیں۔ سچّا خواب نبوت کے ساٹھ جزوں میں سے ایک جزو ہے۔ اور پھر ارشاد ہے۔ سچّا خواب نبوت کے ستر جزوں میں سے ایک جزو ہے۔ یہ اختلاف اختلاف درجہ نبوّت کے لحاظ سے ہے۔ جو نبی محض ہے۔ وہ چالیس درجہ طرق وانحاء علوم باطنی پر حاوی ہوتا ہے۔ مرسل چھیالیس درجہ پر۔ اولوالعزم ساٹھ درجہ پر اور خاتم النبیین ستر درجے پر اور یہ مقام غیر متناہی ہے یہاں مقصود کثرت درجات و مراتب و علو مقام ہے۔ نہ تعداد معیّن۔ کیونکہ لفظ ستر اسی معنی میں مستعمل ہوتا ہے۔ اس کے درجات کا احاطہ محال ہے۔

اور تمام اولیاء مومنین وانبیاء مرسلین وغیر مرسلین کے عرفاء نے درجے قرار دیئے ہیں۔ اور ہر درجہ میں وہ ہی تناقص مع تفاضل ہے۔ جتنا درجہ ولات بڑھتا ہے۔ عدد گھٹتا ہے۔ مثلاً کل اولیاء کاملین میں سے اول نقباء ہیں اور وہ تین سو ہیں۔ پھر ان سے بالا نجباء ہیں وہ ستر ہیں۔ پھر ان سے بالا ابدال ہیں اور وہ چالیس ہیں۔ اور ان سے بالا اوتاد (عمود عام) اور وہ چار ہیں اور ان سب سے بالا غوث ہے۔ اور وہ ایک ہے۔ اور وہی قطب عالم ہوتا ہے۔ اور یہ دراصل اس دَور زمانہ کا رسول ہی ہوتا ہے۔ **اور خاتم المرسلین سب غوثوں کا غوث اور سب قطبوں کا قطب قطب الاقطاب ہے۔ اور اسی پر مدار عالم امکان۔ آسمان اس کے سہارے حرکت کرتا ہے اور زمین اس کے سہارے قائم ہے۔ اور جو کچھ عالم میں ظاہر اور صادر ہوتا ہے وہ سب اسی کے وسیلہ اور اسی کے تحت حکم صادر ہوتا ہے۔**

اے کائنات را بوجود تو افتخار!
اے بیش ز آفرینش و کم ز آفریدگار

ہر نبی ولی ہے اور ولایت باطن نبوت و نبوت ظاہر ولایت۔ لیکن نبوت ختم ہو جانے والی ہے، اور ولایت باقی رہنے والی۔ کیونکہ صفت باری تعالیٰ ہے۔ اَللّٰہُ ھُوَالْوَلِیُّ۔ اللہ ہی ولی ہے۔ "وَھُوَالْوَلِیُّ الْحَمِیْدُ" وہ اللہ ہی ولی حمید ہے۔ اور رسالت و نبوت صفات باری میں داخل نہیں اور اس لفظ کا اطلاق اس پر نہیں ہو سکتا۔ پس نبوت ختم ہے۔ اور ولایت ہمیشہ ہمیشہ باقی مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ۔ احزاب ۴۰ اور حضرتؐ نے ارشاد فرمایا لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ میرے بعد نبی کوئی نہیں ہوگا۔ نبوت حضرتؐ پر ختم ہو گئی اور ولایت مطلقہ باقی اور بعد نبی اس کے نور کا جزو اور اس کی روح قدس کا مل اور اس کے علم کا وارث علیؑ ابن ابی طالب ولی الاولیاء اور اس کے بعد اس کے اجزاء نوریہ اس کی عترت و ذریت کے ائمہ تا امام مہدی صاحب العصرؑ والزمان

(اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ وَھُمْ رٰکِعُوْنَ) مائدہ

اور وہ جناب اس زمانے کے قطب اور غوث ہیں اور انہی پر مدارِ عالم ہے عَجَّلَ اللّٰہُ فَرَجَہٗ اس صوفیائے کرام نے اس کی تصریح فرمائی ہے کہ قطب زمان مہدی علیہ السلام ہیں۔ چنانچہ علی اکبر بن اسد اللہ نے اپنی کتاب مکاشفات یعنی نفحات الانس ملا جامی کے حاشیہ پر آپ کے وجود اور قطبیت کا ذکر فرمایا ہے۔ اور یہ کہ اس سے قبل ان کے والد بزرگوار امام حسن عسکریؑ قطب زمان تھے۔ اور اسی طرح احمد بن سمعانی نے اس کی تصریح کی ہے۔ اور محی الدین عربی بھی اس کے قائل ہیں اور قطب عالم بمنزلہ قلب انسانی ہوتا ہے کہ تمام اعضاء و جوارح ارادہ قلبی کے ماتحت ہوا کرتے ہیں۔ اسی طرح تمام اجزاء عالم کائنات تحت ارادۂ قطب کام کرتے ہیں۔ و علیہ المدار۔

والولی ھو المتولی الامور العالم و المتصرف فیہ۔ ولی کے معنی مدبرِ امورِ عالم اور متصرف فی العالم ہیں" یدبر الامر من السماء الی الارض " آسمان سے زمین تک تمام امور کی تدبیر کرتا ہے " وھو الولی الحمید " پس علی ولی مثل نبی مظہر تام " ولی الحمید العلی العظیم " ولی مطلق ہے۔ اور کل اولیاء و متولیان و متصرفان امور عالم اس کے تحت امر ہیں۔ اور جو کچھ تدبر و تصرف ولی حمید سے صادر ہوتا ہے۔ وہ اس دست ولی سے ظاہر ہوتا ہے۔ خواہ خلق ہو یا رزق ہو یا علم ہو یا حکمت ہو یا حیات یا موت ہو اور یہ غلو نہیں عین حقیقت ایمانی ہے اور اس حقیقت سے انکار کا نام کفر ہے " والانکار بفضائلھم کفر "

تمثیل مدبرات الامور

لا موثر فی العالم الا اللّٰہ۔ اِنَّ رَبَّکُمُ اللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّۃِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ یُدَبِّرُ الْاَمْرَ۔ مَا مِنْ شَفِیْعٍ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اِذْنِہٖ ذٰلِکُمُ اللّٰہُ رَبُّکُمْ فَاعْبُدُوْہُ اَفَلَا تَذَکَّرُوْنَ۔ (یونس)

خدا کے سوا اس عالم میں اور کوئی موثر نہیں بے شک تمہارا پروردگار وہ خدائے پاک ہے جس نے چند دن میں زمین و آسمان بنائے۔ پھر وہ عرش تدبیر پر مستولی و غالب ہو کر تمام امور کی تدبیر کرتا ہے بغیر اس کے اذن کے کوئی اس کا شریک نہیں یہی اللہ تمہارا رب ہے پس اس کی عبادت کرو۔ کیا تم اس میں تفکر و تذکر نہیں کرتے۔ وہ مدبر حقیقی تمام امور کو موافق تقدیر و قضاء۔ کارکنان قضاء و قدر جن کو اس نے انہی تدابیر کے لئے خلق کیا ہے۔ خلق ہو یا موت ہو۔ رزق ہو یا شفاء یا حفظ اشخاص و انواع ہو۔ ذرہ ذرہ پر ایک مدبر امر ملک مقرر د موکل ہے۔" ولا یعلم جنود ربک الا ھو " اس لشکر الٰہی کی تعداد اس کے سوا کوئی نہیں جانتا اور

ان کے بیشمار درجات ہیں ۔

قال المحقق الداماد فی القبسات الحق ما علیہ الحکماء الالٰهیون من شیوخ الصناعة والمهرة المحصلون من علماء الاسلام ان الملائکه شعوب وضروب وقبائل وطبقات روحانیة وهیولانیه وقدسانیة وجسمانیة وعلویة وسفلیة وسماویة و ارضیة فالاعلی الطبقة الذین طعامهم التسبیح وشرابهم التقدیس الروحانیون الکروبیون عن الجواهر العقلیة بطبقات انواعها وانوارها۔ ومنهم روح القدس النازل بانوار الوحی والنافخ فی ارواع اولی القوة القدسیة باذن اللہ تعالی۔ والنفوس الناطقة المقارنة السماویة ثم النفوس المنطبعة السماویة والقوی لدراکة الفعالة والصور الطبعیة النوعیة الطبائع الجوهریة واسباب الانواع للمرکبات العنصریة وان لکل جرم سماوی ولکل درجة فلکیة وکذالك طبعیة اسطقسیه ملکا روحانیًا متولیا للتدبیر وقائما بالامر وبقول القرآن الحکیم وما یعلم جنود ربك الا هو و فی الحدیث عنه اطت السمآء وحق بها ان تاط ما فیها موضع قدم الا فیه ملك ساجد اوراکع (شرح دعا صباح)

حق بات وہ جو حکماء الٰہی اور علماء عارفین اسلام نے کہی ہے کہ ملائکہ کی بہت صنفیں اور قسمیں ہیں اور قبائل و طبقات ہیں مثلاً ملائکہ روحانیہ۔ ملائکہ ہیولانیہ قدسانیہ۔ جسمانیہ۔ علویہ۔ سفلیہ۔ ارضیہ۔ سماویہ (وغیرہا) اوران کا اعلیٰ طبقہ وہ ہے جن کا کھانا۔ پینا تسبیح و تقدیس ہے۔ یعنی جواہر عقلیہ ملائکہ روحانی کروبیین مع اپنی اصناف وانواع و انوار۔ اور انہی میں سے روح القدس ہے جو انوار وحی لے کر نازل ہوتا ہے باذن خدا صاحبان قوت قدسیہ کے دلوں میں القاوالہام کرتا ہے۔ پھر نفوس مقارنہ سماویہ ہیں اوران کے بعد نفوس منطبعہ سماویہ۔ اور قوائے مدرکہ فعّالہ۔ صور نوعیہ طبائع جوہریہ۔ ارباب انواع۔ مرکبات عنصریہ وغیرہا۔

اور ہر ایک جرم سماوی اور ہر ایک درجۂ فلکی اوراسی طرح تمام طبائع مادیہ عنصریہ کے لئے ایک ایک ملک روحانی ہے۔ جو انکا ولی متصرف اور ان کی تدبیر پر موکل ہے اوران کے امر حیات کو انجام دینے والا اور قرآن کریم کا ارشاد ہے۔ کہ اس خدا کی فوج کی تعداد کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اور حدیث نبوی میں (بطور تمثیل) مروی ہے کہ آسمان چرچراتا ہے اور وہ اس کا سزاوار ہے کہ چرچرائے اس لئے کہ اس میں ایک پیر دھرنے کی جگہ نہیں ہے جہاں کوئی فرشتہ سجدے یا رکوع میں موجود نہ ہو۔

اعلم ان المبادی الفعالة۔ اما لا علاقة لها مع الاجسام ولو علاقة التدبیر وھی الانوار القاھرة فامامترتبة وھی الطبقة الطولیة من القراھر الاعلین وامامتکافئة وھی الطبقة الارضیة من القراھر الادنین وکلھم مھیمون فی مشاھدة جماله عبّر عنھم القرآن الکریم بالصّافّات صفّا والسّابقات سبقًا واما لھا علاقة مع الاجسام فکل منھا امامبدءافعال مختلفة واما مبدءفعل واحد ثم علی کل واحدمن التقدیرین۔ امامع الشعور واماعدیم الشعور فمبادی الافعال المختلفة بلا شعور ھی النفوس النباتیه ومع الشعور الکلی اوالجزئی ھی النفوس الناطقة الحیوانیة الحساسة المتحرکة ومبادی الفعل الواحد الذی علی وتیرة واحدة مع الشعور ھی النفوس السماویة ومبادی الفعل الواحد بلا شعوران لم یقوم المحل فھی المبادی ارضیة فان قومت فان فی البسیط ھی الطبائع وفی المرکب ھی صور النوعیة فجمع تلك المبادی ملائکة سماویه وملائکة ارضیة ولکن باعتبارات جھاتھا النوریة وباعتبار انھامتدلیات بالحق وبعبارة اخری حیث انھا فی الدھر

یاد رکھنا چاہیئے کہ مبادی فعالہ (قوائے مؤثرہ و مدبرہ فی العالم) یا تو وہ ہیں جن کو اجسام مادی سے کوئی علاقہ نہیں (مجرد ہیں) اور وہ انوار قاہرہ و عقول قادسہ ہیں۔ان میں سے یا تو مرتبہ ہیں وہ جواہر غالیات کا طبقہ طولیہ ہے۔اوران میں سے متکافئہ ہیں وہ جواہر ادنائے ارضیہ کا طبقہ ہے۔اوریہ سب کے سب مشاہدۂ جمال ربانی میں مستغرق قرآن کریم ان ملائکہ کو صافات وسابقات سے تعبیر کرتا ہے۔لیکن وہ مبادی موثرہ جو اجسام سے تعلق رکھتے ہیں۔ان کے بھی کئی طبقے اور درجے ہیں۔ ان میں سے بعض وہ ہیں جو مبدا افعال مختلفہ ہیں۔اور بعض وہ ہیں جن سے ایک ہی فعل صادر ہوتا ہے۔اور بعض دونوں طبقوں سے یا تو وہ ہیں جو شعور رکھتے ہیں یا وہ ہیں جو شعور نہیں رکھتے۔

پس جو مبادی افعال مختلف بلا شعور ہیں۔ وہ نفوس نباتیہ کہلاتے ہیں اور جو کلی یا جزئی شعور رکھتے ہیں وہ نفوس ناطقہ حیوانیہ صاحب حس وحرکت ہیں اور وہ جن سے ایک ہی فعل ہمیشہ ایک ہی طریق پر صادر ہوتا ہے۔وہ نفوس سماویہ ہیں اور مبادی فعل واحد بلا شعور تو اگر وہ قائم بالمحل نہیں ہیں تو وہ مبادی ارضیہ ہیں اور جو قائم بالمحل ہیں تو وہ بسائط میں طبائع ہیں اور مرکبات میں صور نوعیہ پس یہ تمام مبادی تدبیر وتصرف ملائکہ سماویہ و ملائکہ ارضیہ ہیں لیکن بالذات نہیں۔بلکہ اپنی نورانیت اور تعلق وربط ربانی کی جہت سے۔دوسرے لفظوں میں یوں سمجھئے کہ

لافی الزمان عبر عنها القراٰن المجید با المدبرات امرًا فالانبیآء و الولیون لما کانوا خادمی القضاء الالٰھی کما ان الطبیب والطبیعی خادم الطبعیہ و کل المبادی جنود الحق تعالیٰ وعمالہ واید یہ انفعالۃ مرتبطۃ بہ لایسندون الا فعال الی النفس والطبعیۃ والصورۃ والد ھر و غیرھا مما یسندون الغافلون عن اللہ الساھون عنہ ۔

کہ چونکہ وہ عالم دھر میں ہیں نہ عالم زمانی میں اس لئے ان کو قرآن کریم میں مدبرات الامر (امورالٰہی کی تدبیرات کو انجام دینے والے) کہا گیا ہے (والمدبرات امرًا) انبیاء اور اولیاء جبکہ خدام قضاء الٰہی ہیں۔ جس طرح کہ طبیب اور حکیم خدّام طبیعت ہوتے ہیں (اور اس کو مدد پہنچاتے ہیں۔ اس کی تدبیر کرتے ہیں) اور تمام مبادی (ملائکہ اور جنود حق سبحانہٗ تعالےٰ اور اس کے کارکنان اور قضاء وقدر تحت و تصرف قدرت جانتے ہیں اور سب کو اسی ذاتِ حق سے مرتبط دیکھتے ہیں۔ اس لئے ان افعال کو جو عالم امکان میں بحیثیت تدبیر و تصرّف ان سے صادر ہوتے ہیں۔ ان نفوس وطبائع کی طرف منسوب نہیں کرتے۔ بلکہ ذاتِ حق کی طرف منسوب کرتے ہیں کہ یہ سب کام اس کے تحت حکم و تحت قدرت کر رہے ہیں۔ اگرچہ بالمباشرت یہ افعال انہی سے صادر ہوتے ہیں جس طرح معرفت حق سے محروم غافلین ان افعال کو ان کی طرف منسوب کرتے اور ان کو گویا بالذات مؤثر جانتے ہیں۔ ولا مؤثر فی العالم الا اللہ۔

الحاصل جملہ تدبیر عالم باذن اللہ ان ہی مدبرات امور وصافات وسابقات و ناشطات ونازعات ملائکہ متولیان امور سے صادر ہوتے ہیں اور بحیثیت مباشرت ظاہری ان سے منسوب ہوتے ہیں۔ اور بوجہ مقہورِ قدرت اور مامور من اللہ ہونے کے دراصل یہی افعال خدا کی طرف منسوب ہوتے ہیں۔

اور ان تمام والیان امور کے سلسلۂ طولیہ میں مسلسل تفاضل ہے۔ یعنی اوّل مباشر فعل ایک ادنیٰ درجہ کا ملک ہے۔ پھر اس سے بالا۔ پھر اس سے بالا۔ تا اینکہ یہ سلسلہ ملائکہ سے گذر کر منتہی ہوتا ہے۔ ولی مطلق پر کہ آمر مطلق ہے۔ سب ملائکہ مدبرات وصافات وسابقات وغیرہا اس کے تحت امر یہ امور انجام دیتے ہیں۔ اس کو اپنے مشاہدات میں بلاتشبیہ یوں سمجھو کہ ایک پٹواری ہے۔ ایک قانون گو۔ ایک تحصیلدار پھر ڈپٹی کلکٹر۔ پھر کلکٹر (ڈپٹی کمشنر) پھر کمشنر۔ پھر گورنر۔ پھر وائسرائے۔ پھر سیکرٹری آف سٹیٹ۔ پھر وزیر اعظم۔ اور ان کے اوپر بادشاہ۔ بادشاہ کسی امر کے اجرا کا حکم نافذ فرماتا ہے۔ اور یہ کارکنان اس کو بالترتیب ادا کرتے ہیں۔ بادشاہ سے وزیر اعظم لیتا ہے۔ اور اس سے سیکرٹری اس سے وائسرائے گورنر (والی ملک) اس سے کمشنر اس سے کلکٹر اس سے ڈپٹی کلکٹر اور اس سے تحصیلدار۔ پھر قانون گو۔ پھر پٹواری

اس کو انجام دیتا ہے۔ کہ گاؤں کی زمین کی پیمائش کر کے نقشے بنا کر مالیات لگا دیتا ہے۔ اور زمینداروں سے اس کے موافق وصول کیا جاتا ہے۔ یہ فعل اگرچہ پٹواری سے ظاہر ہوا ہے۔ لیکن قانونگو جو اس سے بالا ہے اس کی تصدیق کر دیتا ہے۔ وہ اس کا ذمہ دار سمجھا جاتا ہے اور گویا یہ اس نے کیا ہے اور اسی طرح وزیر اعظم تک اور پھر یہ فعل بادشاہی کہلاتا ہے۔ کہا جاتا ہے بادشاہ زمیندار سے لگان لیتا ہے بادشاہ نے مجرم کو سزائے موت دی۔ غرض فعل متولی امور اور حاکم اور بادشاہ سب کی طرف منسوب ہوتا ہے۔ اور صحیح ہے۔ خدائے پاک قرآن پاک میں فرعون کے ذکر میں خبر دیتا ہے کہ اس نے ایک محل بنایا۔ کہ اس پر چڑھ کر خدا سے جنگ کرے۔ وہ کہتا ہے۔ یَاهَامٰنُ ابْنِ لِي صَرْحًا لَّعَلِّيٓ اَبْلُغُ الْاَسْبَابَ اَسْبَابَ السَّمٰوٰتِ (مومن ۴) (فرعون کہتا ہے) اے ہامان مجھ کو ایک اعلیٰ محل بنا دے۔ ممکن ہے کہ میں اسباب سموات تک راہ پالوں اور چڑھ جاؤں۔ ہامان سے کہا گیا کہ تو مکان بنا دے۔ ہامان خود نہیں بنائے گا۔ بلکہ وہ اپنے محکمہ تعمیرات کے افسر اعلیٰ کو حکم دے گا وہ انجینئر کو حکم دے گا۔ وہ اوورسیئر کو کہے گا۔ وہ کسی ٹھیکیدار کو بلائے گا۔ ٹھیکیدار راج مزدور بلا کر مکان بنوائے گا۔ اور معمار مزدوروں کی شرکت ومعاونت سے مکان بنائے گا۔ پس بنائے گا معمار لیکن منسوب ہوگا سب کی طرف۔ اگر یہ کہا جائے کہ معمار نے یہ مکان بنایا ہے درست ہے۔ اگر کہا جائے۔ فلاں ٹھیکیدار نے یہ مکان بنایا ہے۔ تو بھی درست ہے اگر کہا جائے کہ انجینئر نے بنایا ہے۔ درست اگر کہا جائے۔ وزیر فرعون ہامان نے بنایا درست اور پھر کہا جائے گا۔ کہ فرعون نے ایک ایسا محل بنایا تھا۔ جس پر چڑھ کر وہ خدا سے لڑنا چاہتا تھا۔ یہ حقیقت ہے۔ ہم روزمرّہ یہی استعمال کرتے ہیں۔ مکان معمار بناتا ہے۔ اور ہم کہتے ہیں۔ گورنر صاحب نے گورنمنٹ ہاؤس خوب بنایا ہے۔ اور کہا جاتا ہے کہ گورنمنٹ نے دہلی میں گورنمنٹ ہاؤس وائسریگل لاج بنایا ہے۔

پس جو فعل اس سلسلۂ تدبیر عالم میں ان مدبرات امور سے بحکم خدا صادر ہوتے ہیں۔ وہ اصل میں خدا کی طرف منسوب ہیں۔ پھر اولیاء الامور کی طرف منسوب۔ مثلاً بندے کو مارنا خدا کا کام ہے۔ اسی کا نام "القابض" ہے۔ اور اس لئے فرماتا ہے۔ اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا۔ فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْاُخْرٰٓى اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى الاية (زمر ۵) خدا نفسوں کو قبض کرتا ہے (جانوں کو لیتا ہے) ان کے مرنے کے وقت۔ اور جو نہیں مرے ان کو سوتے وقت پس جس پر (سوتے میں) موت کی قضا جاری ہو جاتی ہے ان کو روک رکھتا ہے۔ اور باقی کو اجل معین کے لئے پھر چھوڑ دیتا ہے۔ پس یہ صحیح ہے کہ بے شک قابض الارواح اور ہر ذی حیات کو مارنے والا خدا ہے اور مارتا ہے۔ مگر یہ نہیں کہ بذاتِ خود جا کر بدن میں گھس کر روح نکال لاتا ہے۔ بلکہ

ملک الموت بلکہ قضا جاری ہو کر حکم ولی الامر کو پہنچتا ہے۔ ولی الامر ملک الموت کے سپرد کرتا ہے۔ جو اس کار خاص پر موکل ہے اور اس لئے خدا فرماتا ہے۔ یَتَوَفّٰکُمْ مَّلَکُ الْمَوْتِ الَّذِیْ وُکِّلَ بِکُمْ (سجدہ) اے انسانوں! تمہاری روحوں کو وہ ملک الموت قبض کرتا ہے۔ جو تم پر موکل کیا گیا ہے۔ پھر ملک الموت ہر نفس پر خود نہیں جاتا۔ بلکہ لِمَلَكُ الْمَوْتِ اَعْوَانٌ وَّ اَنْصَارٌ۔ ملک الموت کے ماتحت بہت سے فرشتے اس کے اعوان و انصار مقرر ہیں۔ وہ ان کو حکم دیتا ہے۔ اور وہ اس کے حکم کے مطابق روحوں کو قبض کرتے ہیں (ملک الموت کسی خاص روح کے استقبال کے لئے خود جا سکتا ہے (جیسے روح اعظم واقدس نبوی) پس روحوں کو یہ فرشتے قبض کرتے ہیں جو لاکھوں کی تعداد میں ملک الموت کے ماتحت ہیں اور اس لئے یہ کہنا صحیح ہے۔ کہ فرشتوں نے اس کو مارا یا فرشتوں نے اس کی روح قبض کی۔ کیونکہ یہ فعل بالمباشرت ان سے صادر ہوا ہے اور یہ بھی صحیح ہے کہ ملک الموت نے روح قبض کی۔ اور یہ بھی درست ہے کہ ولی الامر نے روح قبض کی کہ اس کے تحت ولایت قبض ہوئی۔ اور یہ عین حقیقت ہے کہ خدا نے روح قبض کی کہ اس کی قدرت اس کے علم و مشیت وارادہ وقضا سے ہوئی اور اسی میں اس فرمان ولی الامر کا راز ہے جو وہ فرماتا ہے۔

یا حارث ھمدان من یمت یرنی
مومنا کان او منافقا قبلا

اے حارث ہمدان جو شخص بھی مرتا ہے وہ ولی الامر کو ضرور اس وقت دیکھتا ہے۔ خواہ وہ مومن ہو۔ یا کافر ہو یا منافق ہو۔ کیونکہ ملک الموت اس کے تحت حکم قبض کرتا ہے۔ اور فرشتہ موت اس کے سامنے اس حکم کا اجرا کرتا ہے۔ جب تک ولی الامر موجود نہ ہو وہ روح قبض نہیں کر سکتا۔ اسی پر قیاس کرو فعل خلق کو بیشک خالق خدا ہے۔ "وَھَلْ من خالق غیر اللہ" کیا خدا کے سوا کوئی اور بھی خالق عالم ہے؟ ہرگز نہیں۔ لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ" خلق اور امر سب اسی کے لئے ہے لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ بدست خود مٹی لے کر کمہار کی طرح پتلا بناتا ہے۔ اور خود بیٹھ کر شکم میں تصور بناتا ہے۔ وَھُوَ الَّذِیْ یُصَوِّرُکُمْ فِی الْاَرْحَامِ کَیْفَ یَشَآءُ (عمران ۱) وہی خالق عالم ہے۔ جو رحموں میں جس طرح چاہتا ہے تمہاری صورتیں بناتا ہے) کیونکہ اس کا حکم مظہر الخالق کو ملتا ہے اور اس سے لاکھوں مبادی امور و مدبرات امور۔ ابدی عمالہ وفقالہ تحت حکم ولی الامر کام کرتے ہیں۔ تب ایک صورت بشری درست ہوتی ہے۔ یٰۤاَیُّھَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّکَ بِرَبِّکَ الْکَرِیْمِ الَّذِیْ (انفطار) اے انسان تجھ کو کس نے اس خالق برحق کی بابت

خَلَقَكَ فَسَوّٰكَ فَعَدَلَكَ فِيْٓ اَيِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ ۔ (انفطار) مغرور کر دیا ہے۔ جس نے تجھے خلق کیا درست بنایا۔ اعتدال پر لایا اور جس صورت میں چاہا ترکیب دے دیا۔ وَ تَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ ؕ صحیح ہے کہ خدا نے خلق کیا کہ اس کی قدرت اس کے علم۔ اس کی مشیت۔ اس کے ارادے۔ اس کی قضا سے خلق ہو۔ اور صحیح ہے کہ ولی الامر نے خلق کیا کہ اُس کے تحت ولایت خلق ہُوا اور صحیح ہے کہ اس فرشتے نے یہ صورت انسانی بنائی جو ارحام میں صورتیں بنانے پر موکل ہے۔

کلامِ امام سے اس کی تشریح

خود امام کی زبانی سُنئے کیا فرماتے ہیں۔ ایک سائل نے امیرالمومنینؑ سے اُن آیات کے متعلق سوال کیا۔ کہ ایک جگہ خدا فرماتا ہے۔ اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ (زمر ۵) خدا روحوں کو قبض کرتا ہے۔ دوسری جگہ فرماتا ہے۔ يَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ (سجدہ ۱) ملک الموت روحیں قبض کرتا ہے۔ ایک جگہ فرماتا ہے۔ تَتَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ (نحل ۴) فرشتے ان کی روحیں قبض کرتے ہیں۔ پھر ایک جگہ فرماتا ہے۔ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا (انعام) ہمارے قاصدوں وسفیروں نے ان کی روح قبض کی۔ ایک جگہ فعل قبض روح خدا کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ دوسری جگہ ملک الموت کی طرف۔ تیسری جگہ فرشتوں کے نام سے اور چوتھی جگہ رسولوں (قاصدوں) کی طرف نسبت دی گئی سائل غیر مسلم ہے اور کہتا ہے کہ یہ امر قرآن میں تناقض و تنافی ثابت کرتا ہے ایک جگہ کچھ ہے اور دوسری جگہ کچھ یا تو یہ صحیح ہے کہ اللہ روحوں کو قبض کرتا ہے یا یہ صحیح ہے کہ ملک الموت کرتا ہے یا اور فرشتے کرتے ہیں۔ ہر ایک کی طرف نسبت کیسی؟ معصوم اس کے جواب میں فرماتے ہیں۔

فقال ان الله تعالیٰ اجل و اعظم من ان یتولی ذٰلك بنفسه و فعل رسله و ملائکته فعله لانهم بامره یعملون فاصطفی من الملائکة رسلا و مرسلا و سفرة بینه و بین خلقه و هم الذین قال فیهم الله یصطفی من الملائکة رسلا و من الناس۔ فمن کان من اهل الطاعة تولت قبض روحه ملائکة الرحمة و من کان من اهل المعصیة تولت قبض روحه

خدائے پاک اس سے بزرگ و برتر پاک و منزہ ہے کہ ان امور میں خود تصرف فرمائے اور خود انجام دے اس کے قاصدوں سفیروں اور اس کے فرشتوں کا فعل دراصل اسی کا فعل ہے کیونکہ وہ سب اس کے حکم پر عمل کرتے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنے اور اپنی مخلوق کے درمیان فرشتوں میں سے رسول و سفیر چن لئے ہیں اور انہی کی شان میں اس نے فرمایا ہے۔ اللہ انتخاب کر لیتا ہے اپنے سفیر و رسول فرشتوں میں سے اور انسانوں میں سے پس جو بندہ مومن ہو اسکی

ملائکة النقمة و لملك الموت اعوان من الملائکة الرحمة والنقمة یصدر عنهم فعل القبض و فعلهم فعله وکل مایا تونه منسوب الیه فاذا کان فعلهم فعل ملك الموت ففعل ملك الموت فعل الله لانه یتوفی الانفس علی ید من یشآء ویعطی ویمنع ویثیب ویعاقب علی ید من یشآء وان فعل امنائه فعله کما قال وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ

رُوح ملائکہ رحمت قبض کرتے ہیں اور جو گنہگار ہو۔ اس کی روح ملائکہ عذاب کرتے ہیں اور ملک الموت کے بہت سے فرشتے ملائکہ رحمت و ملائکہ نقمت مدد گار و معاون ہیں۔ فعل قبض روح ان سے صادر ہوتا ہے اور ان کا فعل ملک الموت کا فعل ہے جس کے وہ ماتحت ہیں اور اس لئے جو کچھ وہ کرتے ہیں وہ سب ملک الموت کا کیا ہوا کہلاتا ہے اور اسی کی طرف منسوب ہوتا ہے۔ پس جو ان قابض ارواح فرشتوں کا فعل ملک الموت کا فعل کہلایا تو ملک الموت کا فعل خدا کا فعل ہوا۔ کیوں کہ وہی روحوں کو قبض کرتا ہے۔ جس کے ہاتھ وہ چاہتا ہے۔ اور وہ رزق دیتا اور روکتا ہے اور جزا و سزا دیتا ہے جس کے ہاتھ پر چاہتا ہے۔ اور امناء اللہ کا فعل اسی کا فعل ہے اور انہی کے لئے وہ کہتا ہے کہ وہ نہیں چاہتے جب تک خدا نہ چاہے (انصافی والاحتجاج) الفقیہ میں ہے کہ یہی سوال صادق آلِ محمدؑ سے کیا گیا تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ملک الموت کے لئے بہت سے معاون و مدد گار مقرر کئے ہیں جو اس کے تحت حکم روحوں کو قبض کرتے ہیں۔ جس طرح کہ پولیس افسر کے ماتحت بہت سے سپاہی ہوتے ہیں۔ جہاں چاہتا ہے وہ ان کو بھیج دیتا ہے۔ پس وہ سفراء روحیں قبض کرتے ہیں۔ ان سے ملک الموت لیتا ہے۔ اور اس سے خدا قبض کرتا ہے۔ پس تمام ارواح کو قبض کرنے والا خدا ہے۔ اور سب آیات اپنے مقام پر صحیح المعنی ہیں۔ یہ بھی صحیح ہے کہ فرشتے قبض کرتے ہیں۔ یہ بھی صحیح ہے کہ ملک الموت کا یہ فریضہ ہے۔ اور یہ بھی صحیح کہ خدا قبض ارواح کرتا ہے۔ وَهُوَ الْمُحْیِیْ وَالْمُمِیْتُ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ ۔ (انعام ع۷)

کتاب التوحید میں ہے کہ علیؑ سے یہ سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا۔

ان الله تعالیٰ یدبر الامور کیف یشآء و یوکل من خلقه من یشآء اما ملك الموت فان الله یوکله بخاصة من یشآء و یوکل رسوله من الملائکة خاصة ممن یشآء من خلقه والملائکة الذین

اللہ تعالیٰ جس طرح چاہتا ہے۔ تدبیر امور عالم کرتا ہے اور اپنی مخلوق میں سے جس کو چاہتا ہے اس امر اور کام پر موکل کر دیتا ہے۔ لیکن ملک الموت پس اس کو خاص بندوں کی روح قبض کرنے پر موکل فرماتا ہے اور اپنے سفیر فرشتے دیگر مخصوص بندوں پر

سماهم الله عزذكره يُوَكِلُهم بخاصة من يشآء من خلقه تبارك و تعالى يد برالامور كيف يشآء وليس كل العلم يستطيع صاحب العلم ان يفسره لكل الناس لان منهم القوى ومنهم الضعيف ولان منهم مايطيق حمله ومنهم من لايطيق الامن سهل الله له حمله من خاصة اوليائه وانما يكفيك ان تعلم ان الله المحي والمميت وانه يتوفى الانفس على يد من يشآء من خلقه ومن الملائكة وغيرهم۔

بھیج دیتا ہے وہ اُن کی روحیں قبض کرتے ہیں اور جن فرشتوں کا خدا نے نام رکھا ہے۔ ان کو اپنی مخلوق میں سے کسی پر موکل کر دیتا ہے۔ بزرگ و برتر ہے۔ تمام امور کی تدبیر جس طرح چاہتا ہے کرتا ہے۔ اور ہر ایک علم کی یہ شان نہیں ہے کہ عالم اس کی ہر ایک انسان کے لئے تفسیر و تشریح کر سکے اور سمجھا سکے۔ کہ کیسے اور کیونکر۔ کیونکہ بعض ان میں قوی الایمان ہیں بعض ضعیف الایمان ہیں بعض اس کے برداشت کی طاقت رکھتے ہیں اور بعض نہیں رکھتے ہیں اور بس تمہارے لئے یہی کافی ہے کہ اتنا سمجھ لو کہ خدا محیی و ممیت ہے اور وہ جس کے ہاتھ پر چاہتا ہے اپنی مخلوق کی روحیں قبض کر لیتا ہے۔ فرشتے کے ہاتھ سے یا اور کے ہاتھ سے امناء اللہ قبض کریں یا ملائکۃ اللہ خاص یا ملک الموت سب کچھ اسی کا فعل ہے اور اسی کا قبض کرنا کہلاتا ہے اور بیشک وہ قابض الارواح اور مدبر کل ہے۔

اور ملائکہ اور بعض انسان اس کے سفراء و رسل مظہر تدبیر اور موکلین ہیں۔ ان تمام ملائکہ مدبرات سے بالاتر اولوا الامر ہیں جو مظہر کل ہیں اور جن کے یہ مدبرات ماتحت ہیں اور ان کا فعل ان کا فعل کہلاتا ہے ملک الموت روح قبض کرتا ہے اور ولی الامر کے امر سے کرتا ہے اور ولی الامر کہتا ہے۔ میں مارتا ہوں میں جلاتا ہوں اور پیدا کرتا ہوں۔ یہ سب حکم خدا کے ماتحت تصرف کرتے ہیں۔ اور یہ صحیح ہے کہ ان کا فعل خدا کا فعل ہے۔ یہ عین حقیقت ہے۔ نہ شرک نہ غلو۔

حضرت امیرؑ اس میں صاف فرماتے ہیں۔ کہ ذات خداوند اس سے بزرگ و برتر ہے کہ وہ خود بنفس نفیس ان تمام کو بالمباشرت انجام دے۔ اس کے کام کرنے والے کام کرتے ہیں اور اسی کا کہلاتا ہے اغلب ہے کہ غلو نواز ملّا حضرت علی پر شرک اور غلو کا فتوےٰ لگا دیں۔ جس طرح کہ مولوی نبی بخش صاحب پر معرفۃ بالنورانیۃ کے سلسلہ میں اس قسم کے فقرہ پر یہ فتویٰ لگا دیا گیا یا یہ شبہ کیا گیا۔ ولقد كذبوا بما لم يحيطوا بعلمه۔ جہاں تک اپنے علم اور ادراک کی رسائی نہ ہو وہاں توقف لازم۔ ورنہ شک اور انکار کی صورت میں ہلاکت ابدی۔ اعاذنا الله من ذٰلك۔

قوت تصرّف ملک الموت

قُلْ يَتَوَفّٰكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ (سجدہ) حضرت صادقؑ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ جناب رسالت مآبؐ فرماتے ہیں کہ جب مجھے آسمانوں کی سیر کرائی تو میں نے فرشتوں میں سے ایک فرشتہ دیکھا۔ جس کے ہاتھ میں نور کی تختی تھی وہ اس پر متوجہ تھا اور دائیں بائیں نہ دیکھتا تھا۔ میں نے پوچھا کہ کون ہے۔ جبرئیلؑ نے کہا یہ ملک الموت روحیں قبض کرنے میں مشغول ہے۔ میں نے کہا۔ نزدیک چلو۔ جب ہم اس کے نزدیک پہنچے تو کہا۔ اے ملک الموت کیا جو مرتا ہے یا مرنے والا ہے۔ سب کی روحیں تو ہی قبض کرتا ہے۔ کہا۔ ہاں۔ میں نے کہا۔ تو خود ان پر حاضر ہوتا ہے۔ کہا ہاں۔

ما الدنیا کلھا عندی فیما سخرھا اللہ عزوجل لی ومکننی منھا الا کالدرھم فی کف الرجل یقلبہ کیف یشاء وما من دار فی الدنیا الا وانا ادخلھا فی کل یوم خمس مرات واقول اذا اھل المیت علی میتھم لا تبکوا علیہ فان لی علیکم عودۃ وعودۃ حتی لا یبقی منکم احد۔ فقال رسول اللہ کفیٰ بالموت طاقۃ وقال جبرئیل ومابعد الموت اھم واعظم من الموت۔

نہیں ہے یہ ساری دنیا میرے سامنے جو میرے لئے مسخر کی گئی ہے اور جس پر مجھ کو قدرت دی گئی ہے۔ مگر ایسی جیسے کہ ایک آدمی کی ہتھیلی پر درہم رکھا ہو اور وہ اس کو جس طرح چاہے الٹ پلٹ کرے۔ اور ہر ایک گھر میں میں روزانہ پانچ مرتبہ پھیرا لگا لیتا ہوں۔ اور جس وقت مردے والے اپنے مردے پر روتے ہیں تو میں کہتا ہوں مت روؤ کہ میں بار بار آؤں گا۔ یہاں تک کہ تم میں سے کوئی باقی نہ رہے گا۔ رسول اللہؐ نے فرمایا۔ موت بڑی مصیبت ہے۔ جبرئیل نے عرض کیا واقعاً لیکن جو موت کے بعد ہونے والا ہے۔ اس سے بھی سخت اور عظیم ہے۔

ملک الموت ایک مدبّر امور الٰہی ہے۔ اور مظہر اسم القابض (جیسا کہ آئندہ مفصّل آئے گا) اور اس کی قوت روحانی نورانی اتنی عظیم ہے کہ کل دنیا اس کے سامنے ایک درہم کی مانند ہے۔ اور اس کا ہر ذرّہ اس کی نظر کے سامنے۔ ہر گھر اس کے پیش نظر سب پر احاطہ علمی نورانی رکھتا ہے۔ ایک مقام پر رہ کر سب پر حاضر و موجود ہے۔ تو مخلوق اوّل جس کے نور کا ایک قطرہ یہ ملک الموت ہے اور اس کے ماتحت اس کی قوت روحانی کس حد تک ہو گی۔ نہیں کل کائنات اس کی نظر علمی روحانی میں ایک پیسے کی مانند ہے۔ یقلبھا کیف یشاء۔ اور مشارق و مغارب عالم اس کے سامنے شے واحد۔ وہ آن واحد میں بارہ ہزار عوالم طے کر سکتا ہے۔ اور اپنی جگہ سے حرکت نہیں کرتا ہے۔

ملک الموت اس کے خادموں میں سے ایک خادم اور اس کی رعیت میں سے ایک فرد ہے۔ کل کائنات کی قوتیں اس کے ماتحت ہیں۔ وَبِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ۔ وَتَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ یہ سب کچھ حقیقت ہے۔ اور اس لئے صحیح ہے۔ کہ ولی الامر کہے انا الاول وانا الاٰخر وانا الظاھر وانا الباطن وانا المحیی وانا الممیت وانا الموت الممیت۔ میں ہی اوّل ہوں کہ ولی مطلق اول مخلوق و صادر اوّل ہوتا ہے۔ میں ہی آخر ہوں کہ وجہ اللہ ہے جو بعد فناء اشیاء باقی ہے۔ میں ہی باطن میں تصرف رکھنے والا ہوں کہ دور سرمدی و دہری و عالم روحانی و نفسانی میں تصرّف کرتا رہا ہوں اور اسی طرح اب عالم ظاہری میں کر رہا ہوں۔ نَصَرْتُ الْاَنْبِيَاءَ سِرًّا وَنَصَرْتُ مُحَمَّدًا جَهْرًا۔ کل انبیاء کی آدم سے لے کر تا عیسیٰ باطنی طور پر نصرت کی اور محمدؐ کی ظاہری طور پر کی میں ہی مارنے اور جلانے والا متولی امور موت و حیات ہوں۔ بلکہ میں ہی مارنے والی موت ہوں ملک الموت کو مارنے والا بھی میں ہوں۔ کیونکہ اس کے لئے بھی سب کے آخر میں موت ہے صحیح ہے اگر یہ ولی مطلق جس کو ولایت کلیہ مطلقہ وہبیہ محبوبیہ کے ساتھ کمال طاعت و عبادت سے ولایت کسبیہ محبیہ بھی حاصل ہے کہ زمین کو میں نے بچھایا۔ آسمانوں کو میں نے اٹھایا۔ پہاڑ میں نے جمائے۔ دریا میں نے بہائے۔ ہوائیں میں نے چلائیں۔ نوح کا طوفان میں نے بھیجا۔ لوط کی بستیوں کو میں نے برباد کیا۔ اور قوم عاد و ثمود پر میں نے عذاب نازل کیا۔ یہ غلو نہیں، حقیقت ہے۔ کیا ایک ملک یہ کہہ سکتا ہے اور ولی برحق مظہر کل نہیں کہہ سکتا۔ جو ان باتوں کو غلو کہتا ہے۔ وہ حقیقت سے ناآشنا جاہل ہے ؎

ہرگز نہ شناسندۂ راز است وگرنہ!
ایں ہا ہمہ راز است کہ معلوم عوام است

لیکن راز قدرت کو سر اللہ ہی جانتے ہیں اور اسرار اللہ المودعۃ فی الھیاکل البشریۃ ہیں پس جو یہ کہیں اسی پر ایمان لاؤ ؎

محرم نہیں ہے تو ہی نواہائے راز کا
یاں ورنہ جو حجاب ہے پردہ ہے ساز کا

یہی مقام خلافت الٰہیہ مطلقہ کلیہ ہے۔ خلیفۂ خدا قائم مقام خدا ہے اور وہ اس کی بعض صفات کا مظہر اور خلیفہ مطلق صادر اول انسان کامل مظہر جامع جمیع صفات کمالیہ ہوتا ہے۔ اور اس لئے ہر امر الٰہی لازمی ہے۔ کہ اس سے ظاہر اور اس کے تحت ولایت صادر ہو۔ اس لئے دنیا و مافیہا اس کے

ہاتھ میں ہے ۔ وہی ید اللہ ہے ۔ جو کچھ خدا کرتا ہے ۔ اسی ہاتھ سے کرتا ہے ۔ خلقت عالم اسی ہاتھ سے ہے ۔ اور خمیر طین آدم اسی ہاتھ سے ہے ۔

"وخمرت طینت آدم بیدی اربعین صباحًا" وَيَا اِبْلِيْسُ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ (ص) اے شیطان تجھ کو کس چیز نے منع کیا کہ تو اس کو سجدہ کرے جس کو میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے بنایا ہے ۔ یعنی قوت قابضہ و باسطہ اور وہ نبی و ولی ہے ۔ اور بحیثیت ظہور ۔ دستِ ولی " وَبِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ (مومنون) اسی کے ہاتھ میں ہر شئے کا باطن اور ہر ایک کی جان ہے ۔ وَلِذَا قَالَ الصادقؑ اِنَّ مِنَّا اهل البیت لمن الدنیا عندہ بمثل هذا و عقد ہ بیدہ عشرہ ہم اہل بیت میں سے وہ ہیں کہ دنیا ان کی مٹھی میں ہے ۔ اور اس پر احاطہ کلی رکھتے ہیں ۔ وَلَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۔ اسی دست الٰہی میں زمین آسمان کی کنجیاں ہیں جس طرح چاہیں کھولیں اور تصرف کریں اور الٹ پلٹ کردیں (زمر ۶، شوریٰ ۲) وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ ۔ (اور اسی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں ۔ (انعام ۷)

وصدق علیہ الصلوٰۃ والسلام حیث قال :۔

انا وجہ اللہ انا جنب اللہ انا ید اللہ انا عین اللہ انا القرآن الناطق وانا البرهان الصادق وانا اللوح المحفوظ انا القلم الاعلیٰ انا الٓمّٓ ذلك الكتٰب ۔ انا كٓهٰيٰعٓصٓ ۔ انا طٰهٰ ۔ انا حاء الحوامیم و انا طاء الطواسین ۔ انا الممدوح فی هل اتی ۔ وانا النقطة تحت الباء ۔

میں وجہ اللہ ہوں ۔ میری طرف متوجہ ہونا خدا کی طرف رُخ کرنا ہے ۔ میں ہی جنب اللہ ہوں ۔ مجھ تک پہنچنا خدا کے پہلو میں بیٹھنا ہے ۔ اور منتہائے قرب پر پہنچنا ہے میں ید اللہ دست خدا ہوں ۔ جو کچھ وہ کرتا ہے مجھ سے کرتا ہے ۔ جو کچھ اس سے صادر ہوتا ہے ۔ میرے ہاتھ سے ہوتا ہے اور میں کرتا ہوں اس کا کہلاتا ہے میں عین اللہ ہوں ۔ اس کی آنکھ سے عالم کو دیکھتا ہوں اور دنیا میرے لئے ایسی ہے ۔ جیسے کہ آنکھ میں تل ۔ میں قرآن ناطق اور برہان صادق ہوں ۔ میرا وجود حق اور دلیل وجود حق ہے ۔ میں حامل اسرار الٰہی لوحِ محفوظ ہوں ۔ میں ہی قلم اعلیٰ ہوں ۔ جو کچھ صفحات عالم امکان پر قدرت نے رقم کیا ہے وہ مجھ سے رقم کیا ہے ۔ (وَاَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ الْقَلَمُ) میں الم ۔ ذالک الکتاب ہوں ۔ کتاب فعلی اور کتاب قولی دونوں میرا وجودِ حقیقی ہیں ۔ میں ہی کہیعص ہوں ۔ اور میں ہی طٰہٰ میں ہی مبدا حوامیم ہوں اور میں ہی راس طواسین ۔ میں ممدوح ہل اتیٰ ہوں اور میں نقطہ تحت باء ہوں ۔ جس میں کل

کتاب جمع ہے۔

وقال الکمل۔"وبالباء ظھوالوجود وبالنقطة تمیز العابد والمعبود۔"

بار سے وجود ظاہر ہوا (محمدؐ) اور نقطہ (علیؑ) سے عبد و معبود میں امتیاز قائم ہوا۔ (والتوحید اسقاط الاضافات)

بعض اسرار الولایۃ۔

عن المقداد بن الاسود الصحابیؓ ان علیا یوم الاحزاب قد کان واقفا علی شفیر الخندق وقد قتل عمروا وتقطعت بقتله الاحزاب وافترقوا سبعة عشر فرقة وانی لاری کل فرقة فی اعقابھا علیا یحصدھم بسیفه وھو علیه السلام فی موضعه لم یتبع احد منھم لانه کان من کریم اخلاقه لا یتبع منھزما (المجلی)

مقداد بن الاسودؓ سے روایت ہے کہ جنگِ احزاب کے دن علیؑ خندق کے کنارے پر کھڑے ہوئے تھے اور عمر بن عبدود کو قتل کر چکے تھے اور اس کے قتل ہونے سے لشکر کفار سترہ فرقوں میں منقسم ہو گیا تھا۔ اور میں دیکھتا تھا کہ ان سترہ جماعتوں میں سے ہر ایک فرقہ کے پیچھے علیؑ تلوار لئے ہوئے تھے اور ان کو گھاس کی طرح کاٹ رہے تھے حالانکہ وہ جناب اپنے مقام پر کھڑے تھے۔ اور بھاگنے والوں کا پیچھا نہیں کر رہے تھے۔ کیونکہ آپؑ کی عادت تھی کہ بھاگنے کے پیچھے نہ جاتے تھے۔

جابر بن عبد اللہ الانصاریؓ فرماتے ہیں کہ میں جنگ بصرہ میں (جنگ جمل) امیرالمومنینؑ کے ہمراہ حاضر تھا اور ستر ہزار افراد اس عورت (حضرت عائشہ) کی معیت میں جمع تھے۔ پس میں نے وہاں کسی بھاگتے ہوئے کو نہیں دیکھا۔ مگر یہ کہ وہ کہتا تھا مجھ کو علیؑ نے بھگایا ہے اور جس مجروح کو بھی میں دیکھتا تھا وہ کہتا تھا مجھ کو علیؑ نے زخمی کیا ہے۔ اور جس مقتول کو دیکھا وہ کہتا تھا مجھ کو علیؑ نے قتل کیا ہے میں میمنہ میں جاتا تو وہاں علیؑ کی آواز سُنتا اور میسرہ میں جاتا تو علیؑ کی آواز سُنتا۔ اور میں طلحہ کے پاس سے گذرا۔ جبکہ وہ دم توڑ رہا تھا۔ اور اس کے سینے میں ایک تیر لگا ہُوا تھا۔ میں نے اس سے کہا تیرے یہ تیر کس نے مارا تو اُس نے کہا علیؑ نے۔ میں نے کہا او حزب بلقیس اور جندا بلیس علیؑ نے کسی کے تیر نہیں مارا۔ ان کے ہاتھ میں تو سوائے تلوار اور کچھ ہے ہی نہیں تو اس نے مجھ سے کہا۔ اے جابرؓ کیا تو اس کی طرف نہیں دیکھتا۔ کہ کس طرح وہ ہوا میں اوپر جاتا ہے۔ اور پھر زمین پر اُتر آتا ہے۔ اور کبھی مشرق کی طرف سے آتا ہے اور کبھی مغرب کی طرف سے اور اس نے تمام مشارق و مغارب کو اپنے سامنے ایک کر دیا ہے۔ پس جس سوار کے پاس سے گذرتا ہے اس کے تلوار کی نوک چبھو دیتا ہے۔ اور جس کو دیکھتا ہے اس کو مار دیتا ہے یا چوٹ لگا دیتا ہے۔ یا مُنہ کے بل گرا دیتا ہے یا کہہ دیتا ہے کہ

مرجا اے دشمن خدا تو وہ مرجاتا ہے (وھو الموت الممیت) بس اس کے سامنے سے کوئی بچ کر نہیں جاتا۔ تو میں نے اس کے اس قول سے تعجب کیا۔

الجلی ۔ مؤرخین و محدثین نے روایت کیا ہے کہ ایک روز ایک شخص نماز صبح کے وقت خدمت رسول اللہ میں حاضر ہوا۔ نہایت ہولناک صورت۔ عظیم الخلقت۔ بلند آواز جیسے کہ بجلی کی آواز اور اس کی آنکھیں مثل شعلہ آتش روشن۔ اہل مسجد اس کی صورت دیکھ کر ڈر گئے کہ اسی اثنا میں کہ وہ رسول اللہ سے باتیں کر رہا تھا۔ علیؑ آگئے اس کو دیکھتے ہی اس شخص کے ہوش جاتے رہے اور وہ حواس باختہ ہوگیا۔ اور خوف کے مارے چیخنے لگا۔ رسول اللہ نے فرمایا۔ تمہیں کوئی خوف نہیں ڈرو مت۔ تیرا اس آنے والے سے کیا تعلق ہے؟ اور کس بات سے ڈر گیا؟ اس نے کہا۔ میں سلیمانؑ پیغمبر کے زمانے میں سرکش شیاطین میں سے تھا۔ پس ایک روز میں اپنے اصحاب نماردہ کے ساتھ نکلا۔ اور ہم بیس سرکش شیطان تھے۔ اور میں ان کا سردار تھا۔ ہم "استراق السمع" آسمانی خبریں اُڑانے کے لئے چلے۔ جب ہم فضا میں بلند ہوئے۔ اور آسمان سے نزدیک تو میں نے اس شخص (علی ولی اللہ) کو دیکھا۔ کہ یہ ہمارے اوپر جھپٹا۔ اور اس کے ہاتھ میں آگ کا انگارا تھا (یا آگ کا شعلہ تھا) جب یہ بزرگ ہمارے مقابل آیا تو میں نے سمندر میں سر چھپانا چاہا۔ مگر قبل اس کے کہ میں سمندر تک پہنچوں۔ وہ میرے سامنے آگیا۔ اور میرے وہ انگارا مارا اور میں قعر سمندر میں جا پڑا۔ پھر اس نے اپنی ران کا زخم دکھایا جو مثل ایک نالی یا خندق کے تھا۔ رسولؐ مُسکرائے اور فرمایا۔

قَدْ وُكِّلَ عَلِيُّ ابْنُ اَبِيْ طَالِبٍ بِحَرَاسَةِ اَهْلِ الْاَرْضِ وَبِحَرَاسَةِ اَهْلِ السَّمَاۤءِ ۔

علیؑ تمام اہل زمین و اہل آسمان کی حفاظت و حراست پر مؤکل بنایا گیا ہے۔ ہر شے اس ولی اللہ کے زیر حمایت ہے۔

پھر حضرت علیؑ نزدیک آکر رسولؐ اللہ کے سامنے بیٹھ گئے اور یہ شخص بوجہ خوف آپ کو ترچھی نظر سے دیکھتا تھا۔ رسولؐ اللہ نے فرمایا۔ ڈرو مت تجھے کوئی خوف نہیں۔ اپنی حاجت بیان کر۔ اس نے اپنی حاجت بیان کی۔ اور رسولؐ اللہ نے اس کو پورا کیا اور وہ چلا گیا۔

حضرت سلمان فارسیؓ فرماتے ہیں کہ ایک روز میں۔ حسنینؑ۔ محمد حنیفہؓ۔ محمدؓ بن ابی بکر۔ عمار یاسرؓ اور مقداد بن الاسود الکندی حضرت امیر المومنینؑ سر اللہ فی العالمین کی خدمت میں حاضر تھے کہ حضرت حسنؑ

نے اپنے پدر بزرگوار کی خدمت میں عرض کیا۔ خدا نے حضرت سلیمان کو ملک عظیم عطا فرمایا تھا۔ آپ کو بھی ایسی بادشاہت عطا فرمائی ہے۔ فرمایا۔ ہاں اس سے بڑھ کر کیا کچھ دیکھنا چاہتے ہو۔

وضو کیا۔ دو رکعت نماز ادا کی اور پھر دعا فرمائی اور ایک بدلی کی طرف اشارہ کیا۔ تو وہ نیچے اُتر آئی۔ اور اس سے آواز آتی تھی۔ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ وَاَشْهَدُ اَنَّكَ وَصِيُّهٗ وَخَلِيْفَتُهٗ مَنْ شَكَّ فِيْكَ فَقَدْ هَلَكَ میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور محمدؐ اس کا رسولؐ برحق ہے اور تو اے علیؑ اس کا وصی اور خلیفہ ہے۔ جو تیرے بارے میں شک کرے وہ تباہ اور ہلاک ہوگیا۔ پھر آپ نے ایک دوسری بدلی کی طرف اشارہ کیا۔ اور وہ بھی یہی کلمہ پڑھتی ہوئی اُتر آئی۔ ایک پر آپ تشریف فرما ہوئے۔ اور باقی پر دوسرے حضرات کو بٹھایا۔ اور اُن کو اُڑنے کا حکم دیا۔ امام حسنؑ نے سوال کیا۔ حضرت سلیمانؑ تو انگشتری سے حکومت فرماتے تھے۔ آپ کے پاس کیا ہے۔ جس سے یہ تصرف فرماتے ہیں۔ اور ہر چیز آپ کی اطاعت کرتی ہے۔ فقال

اَنَا عَيْنُ اللّٰهِ فِيْ اَرْضِهٖ وَلِسَانُهُ النَّاطِقُ	میں زمین میں خدا کی آنکھ ہوں اور اس کی مخلوق میں
فِيْ خَلْقِهٖ اَنَا نُوْرُ اللّٰهِ الَّذِيْ لَا يُطْفٰى	اس کی بولتی ہوئی زبان ہوں۔ وہ نور خدا ہوں۔
اَنَا بَابُ اللّٰهِ مِنْهُ يُؤْتٰى وَحُجَّتُهٗ	جو بجھتا نہیں۔ میں باب اللہ ہوں کہ میرے ہی ذریعہ
عَلٰى عِبَادِهٖ "	خدا تک پہنچا جاتا ہے اور اس کے بندوں پر اسکی حجت

ہوں پھر آپ نے اپنی جیب سے انگشتری نکالی جو خاتم سلیمان تھی اور اس پر محمدؐ و علیؑ کندہ تھا۔ اصحاب نے دیکھ کر تعجب کیا۔ آپ نے فرمایا۔ کیا تعجب کرتے ہو۔ میں آج تمہیں وہ دکھاؤں گا۔ جو تم نے کبھی نہ دیکھا ہوگا۔ حضرت امام حسنؑ نے عرض کیا۔ ہمیں آج سدّ یاجوج و ماجوج دکھلائیے۔ آپ ایک بلند پہاڑ کے نزدیک پہنچے۔ تو وہاں ایک سوکھا درخت دیکھا۔ حضرت حسنؑ نے عرض کیا۔ بابا یہ درخت کیوں سوکھ گیا۔ فرمایا۔ اسی سے پوچھو۔ سوال کیا تو جواب نہ ملا۔ تب حضرتؑ نے فرمایا اے درخت کیا فرزند رسول کو کوئی جواب نہیں دیتا؟ آواز آئی۔ لبیك یا وصی رسول الله وخلیفته تمہارے پدر بزرگوار ہر صبح آکر میرے نیچے دو رکعت نماز پڑھا کرتے تھے۔ اور ایک بدلی آتی تھی جس سے مشک کی خوشبو آتی تھی۔ اور اس پر ایک کرسی رکھی ہوتی تھی۔ اس پر سوار ہو کر چلے جاتے تھے۔ آج چالیس دن ہو گئے ہیں کہ تشریف نہیں لائے۔ اس وجہ سے میں خشک ہوں۔ پس امام اُترے اور اس کے نیچے دو رکعت نماز ادا کی اور وہ اسی وقت پھر سرسبز ہو گیا۔ پھر ہوا ہم کو لے چلی ناگاہ ہم نے ایک فرشتہ دیکھا۔ جس کا ایک ہاتھ مشرق میں تھا۔ اور دوسرا مغرب میں۔ جب اس

نے علیؑ کو دیکھا تو کہا۔ اَشْھَدُ اَنْ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ اَرْسَلَہٗ بِالْھُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ وَلَوْکَرِہَ الْمُشْرِکُوْنَ۔ واشھد انک وصیہ وخلیفتہ حقا وصدقا۔ میں نے عرض کیا۔ یا امیر المومنینؑ یہ کون ہے۔ فرمایا۔ یہ فرشتہ ہے۔ جس کو اللہ تعالےٰ نے ظلمت لیل وضوء نہار پر موکل فرمایا ہے۔ اور روز قیامت تک اسی طرح رہے گا۔ تحقیق کہ خدائے تعالےٰ نے تدبیر و سیاست دنیا کو مجھ سے متعلق کیا ہے۔ اور اعمال عباد ہر روز مجھ پر پیش ہوتے ہیں۔ اور پھر بارگاہ الہٰی میں پیش ہوتے ہیں۔ پھر ہم چل دیئے۔ ہم نے سد یاجوج و ماجوج دیکھی کہ اس سے دھواں نکلتا تھا۔ اور حضرت نے فرمایا اے حسنؑ ان لوگوں پر حجت اور صاحب الامر میں ہی ہوں۔ پھر ہم چلے تو کوہ شیر دیکھا۔ اور ایک فرشتہ نے اس فرشتہ کو دیکھتے ہی کہا۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَاوَصِیَّ رَسُوْلَ اللّٰہ وخلیفتہ۔ کیا مجھے اجازت ہے کہ آپ سے سوال کروں۔ آپ نے بعد جواب سلام فرمایا۔ تو کہے گا۔ یا میں ہی بتادوں کہ تو کیا چاہتا ہے۔ عرض کیا آپ ہی کہیئے۔ فرمایا تو چاہتا ہے کہ مجھ سے اجازت لے کر حضرت خضر سے ملنے جائے۔ عرض کیا ہاں۔ فرمایا جا۔ وہ فرشتہ گیا۔ اور تھوڑی دیر میں مل کر آگیا۔ سلمانؓ نے متعجب ہو کر عرض کیا یا امیر المومنینؑ یہ فرشتہ بلا آپ کی اجازت کے حضرت خضر کی ملاقات کو نہیں جاسکا فرمایا۔ قسم ہے اس ذات کی جس نے آسمانوں کو بلاستون ظاہری بلند فرمایا ہے۔ ان تمام ملائکہ میں سے کوئی بھی میری اجازت کے بغیر ایک دم کے لئے اپنی جگہ نہیں چھوڑ سکتا۔ اور یہی حال میرے فرزند حسنؑ و حسینؑ اور اس کے نو فرزندوں کا ہے۔ جن کا نواں قائم آلِ محمدؑ ہے۔ ہم نے عرض کیا اس فرشتے کا نام کیا ہے۔ آپ نے فرمایا ترخائیل۔ پھر ہم نے عرض کیا۔ آپ کس طرح ہر شب یہاں آتے ہیں۔ فرمایا۔ جس طرح تم کو لایا ہوں۔ قسم ہے خلاق عالم کی۔ کہ میں ملکوت سموات وارضین کا مالک ہوں (بیدہ ملکوت کل شیءٍ)۔ ابن برخیا وزیر سلیمان کو ایک اسم اعظم حاصل تھا۔ چشم زدن میں تخت بلقیس اُٹھا لایا۔ اور خدا نے زمین کو ان کے لئے منخسف کر دیا۔ اور واللہ ہمارے پاس بہتر اسم اعظم الہٰی ہیں۔ اور ایک اس نے اپنی ذاتِ اقدس کے لئے مختص کیا ہے۔ ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ (مکمل حدیث ہماری کتاب کشف الاسرار فی معرفۃ النبی وآلہ الاطہار میں ملاحظہ کرو۔)

یہی راز ہے کہ تمام ملائکہ شب قدر میں اپنے آقا ولی الامر کے سالانہ سلام کو اور اپنے فرائض سالانہ معلوم کرنے اور انجام دینے کو ولی الامر کے پاس نازل ہوتے ہیں۔ تَنَزَّلُ الْمَلٰۤئِکَۃُ وَالرُّوْحُ فِیْھَا بِاِذْنِ رَبِّھِمْ مِنْ کُلِّ اَمْرٍ سَلٰمٌ ھِیَ حَتّٰی مَطْلَعِ الْفَجْرِ۔ وفقنا اللہ معرفتھم بالنورانیۃ

إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَنْ يَحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا (احزاب)

والامانة هي ولاية الله في ارضه وخلافة الله في بلاده لان القائم بها قائم مقام الله والامانة صفة الامين واذا كانت السموٰت والارض قد عجزت عن حمل الصفة ان يقوم بها لعظمتها في ملكوت الله فكيف يطيق جبرئيل وحدہ حمل الامين الموصوف الذي ظهرت فيه الاٰثار الالٰهية والقوىٰ الربانية۔

یہ امانت زمین میں ولایت خدا اور اس کی مملکت میں اس کی خلافت ہے۔ کیونکہ خلیفہ خدا قائم مقام خدا ہے۔ اور امانت امین کی صفت ہے۔ اور جس وقت کہ زمین وآسمان اس کی عظمت وملکوت الٰہی کی وجہ سے اس کے اٹھانے سے عاجز ہوں تو تنہا جبرئیل کیوں کر امین اللہ (حزب کو) اٹھا سکتا ہے جو اس صفت امانت سے متصف ہے۔ اور جس میں آثار الٰہیہ اور قوائے ربانیہ ظاہر ہیں اور اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے وہ کہتا ہے۔ ماقلعت باب خیبر بقدرة جسمانیه وقوة غذائیة بل بقوة ربّانیة۔ میں نے باب خیبر قدرت جسمانی اور قوت غذائی سے نہیں اکھاڑا۔ بلکہ قوتِ ربّانی سے اکھاڑا ہے۔

روات ثقات سے مروی ہے کہ جس وقت علیؑ نے یوم خیبر مرحب کو دو ٹکڑے کر دیا تو جبرئیل ہنستے اور تعجب کرتے ہوئے حاضر خدمت رسالت ہوئے۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ اس ہنسی کا کیا سبب ہے، عرض کیا یا رسولؐ اللہ میری ہنسی کا سبب تو یہ ہے کہ یہ ملائکہ علیؑ کے حملوں سے تعجب کر رہے ہیں اور لَا فَتٰی اِلَّا عَلِیٌّ لَا سَیْفَ اِلَّا ذُوالْفِقَار۔ کے نعرے لگا رہے ہیں۔ اور میری حیرانی اور تعجب کا باعث یہ ہے کہ جب قدرت نے مجھے حکم دیا تھا کہ قوم لوط کے ساتوں شہروں کو برباد کردوں تو میں نے قدرت خدا اور رمز خدا سے ساتوں شہروں کو ساتویں طبقہ زمین سے اکھاڑ کر ساتویں آسمان تک بلند کر لیا اور صبح تک ایک بازو پر اٹھائے رہا۔ یہاں تک کہ اہل آسمان نے ان کے مرغوں کی آوازیں اور ان کے بچوں کے رونے کی صدائیں سُن لیں۔ پھر میں نے سب کو اُلٹ دیا۔ اور تباہ کر دیا۔ اور آج جس وقت علیؑ نے تکبیر ہاشمی بلند کی اور ضرب حیدری لگائی جو قوائے الٰہیہ سے موید تھی اور مرحب اور اس کے گھوڑے کو دو ٹکڑے کر دیا۔ تو مجھے حکم ہوا کہ میں علیؑ کی تلوار کی باقی چوٹ کو روک لوں ایسا نہ ہو کہ زمین اور گاؤ زمین دو ٹکڑے ہو جائے اور زمین مع اہل زمین منخسف تو علیؑ کی بقیہ چوٹ میرے ہاتھ پر لوط کے ساتوں شہروں سے زیادہ بھاری تھی۔ حالانکہ اسرافیلؑ و میکائیلؑ علیؑ کے ہاتھ کو پکڑے ہوئے تھے،

لاريب صدق عليه حيث قال۔ امرنا صعب مستصعب لايعرف كنهه الاثلثة

ملك مقرب او نبی مرسل او مومن امتحن الله قلبه للایمان ۔

ھا علی بشر کیف بشر ربه فیه تجلی وظهر

علیؑ بشر تو ہے مگر کیسا بشر؟ کہ مظہر کامل پروردگار عالمین ہے

اسد اللہ در وجود آمد در پس پردہ ہرچہ بود آمد!

اسماء الله الحسنیٰ ومظاهرها ومعانیها

اسماء الله ۔ ذات پاک خداوندی جامع جمیع صفات کمالیہ ہے ۔ اور جس قدر جس ذات کے اوصاف ہوں گے اسی قدر اس کے نام زیادہ ۔ اوصاف خداوندی لا تقف عند حدٍ یعنی لامتناہی اور غیر محدود ہیں اس لئے اس کے اعتبار سے اس کے اسماء بھی غیر محدود اور لامتناہی ہوں گے ۔ کچھ اس نے ظاہر فرمائے اور مخلوق کو تعلیم دیئے ہیں ۔ اور بعض سرِ غیبِ مکنون میں اپنے لئے مخصوص رکھے ہیں جن کو کوئی بھی نہیں جانتا ۔ حضرت ختمی مرتبت اس حقیقت کی طرف یوں اشارہ فرماتے ہیں :۔

اسئلك بكل اسم هولك سميت به نفسك واستاثرت به فی علم الغیب عندك وبكل اسم هولك انزلته فی كتابك واثبته فی قلوب الصافین الحافین حول عرشك الخ ۔

پروردگارا میں تجھ سے سوال کرتا ہوں تیرے ہر ایک نام کے واسطے سے جو تیرے لئے ہے اور جس سے تونے اپنی ذات کو مسمّیٰ کیا ہے ۔ اور علم غیب میں اس کو اپنی ذات کے لئے مخصوص رکھا ہے اور ہر اس اسم کے وسیلہ سے جو تیرا ہے جس کو تونے اپنی کتاب میں اتارا ہے اور اپنے مقرب حاملانِ عرش کے دلوں میں نقش کر دیا ہے ۔

پس بعض اسماء اللہ وہ ہیں جن سے اس نے اپنی ذاتِ اقدس کو مسمیٰ کیا ہے ۔ اور علم غیب میں مخصوص رکھا ہے ۔

نیز ارشاد فرماتے ہیں ۔

وبالاسم الذی سمی به نفسه ولم یکتب لاحدٍ من خلقه ۔

اور اس نام کے وسیلہ سے جس سے تونے اپنے نفس کو مسمیٰ کیا ہے اور کسی مخلوق کے لئے اس کو نہیں لکھا ہے

پس بہت سے اسماء اللہ ایسے ہیں جو ظاہر ہوئے اور لکھے گئے ۔ اور بعض وہ ہیں جو کسی پر ظاہر نہیں کئے گئے اور کسی کو نہیں دیئے گئے ۔ اور کہیں درج نہیں ۔ اور یہی غیب ہوتی ہے ۔

یا من هو یا من لایعلم ما هو ولا کیف هُوَ ولا این هو ولا حیث هو الا هو و فات هو

ہے۔ سوائے اس کے کوئی نہیں جانتا کہ وہ کیا ہے۔ کیسی ہے۔ کہاں ہے۔ کس جگہ ہے۔ کیونکر ہے۔
وَلَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ۔ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَد۔ کہہ دو کہ ہو اللہ ہے جو یکتا ہے۔ اپنی ذات میں صفات میں اور افعال میں وَھُوَ ھُوَ وَلَا غَیْرہٗ۔ وَھُوَ الْوَاحِدُ الْقَھَّارُ۔ جو اسماء ظاہر ہوئے مختص المعنی نہیں ہیں بلکہ اکثر یا کل مشترک المعنی ہیں یعنی دوسرے پر بھی من حیث اللفظ صادق آسکتے ہیں۔ مثلاً یہ اسماء الٰہیہ ہیں۔

یارحیم یاکریم یاحکیم یاحلیم یاعلیم یاقدیم یا عظیم یاعزیز یامومن یاجبار یاقہار یاستّار یاغفار یامتکبر یامصوّر یامفید یامدبر یاشدید یابعید یا قریب یاودود یامحمود یامجیب یارقیب یاحبیب یابدیع یارفیع یامنیع یاسمیع یابصیر یاعلی یاعالم یافاضل یاواصل یاحنّان یامنّان یادیّان یامنیل یانبیل یادلیل یاجلیل یاجمیل یاوکیل یاکفیل یامقیل یاھادی یابادی یااول یاآخر یاظاہر یاباطن یاقائم یادائم یاحاکم یاقاضی یاعادل یاطاہر یامطہر یاقادر یامقتدر یاکبیر۔

یہ اسماء اللہ ہیں ضرور لیکن ان اسماء کا اطلاق مخلوق پر جائز ہے جس فرد مخلوق میں جو صفت پائی جائے گی۔ اس کے اعتبار سے اس نام سے پکار سکتے ہیں۔ ایک شخص میں علم ہے۔ ایک میں حلم ہے ایک میں حکمت ہے۔ تو ایک میں کرم ہے۔ ایک میں عظمت ہے۔ ایک شے قدامت رکھتی ہے۔ ایک میں رحم ہے۔ پس اس کے اعتبار سے ان کو عالم۔ علیم۔ حکیم۔ کریم۔ رحیم۔ عظیم۔ یا قدیم کہہ سکتے ہیں۔ یہ غلو نہیں کہ اللہ کے نام سے اس کو پکارا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ کسی مخلوق میں یہ سارے اوصاف جمع ہوں۔ اس کو ان سارے اسماء سے بھی پکارا جا سکتا ہے۔

ایمان رکھنے والے کو مومن۔ عزت والے کو عزیز۔ جبر کرنے والے کو جبار۔ تدبیر کرنے والے کو مدبّر۔ تصویر کھینچنے والے کو مصوّر۔ مہربان کو ودود۔ پسندیدہ کو محمود۔ دور والے کو بعید۔ نزدیک والے کو قریب۔ جواب دینے والے کو مجیب اور رقابت والے کو رقیب یکدیگر۔ بلند مرتبہ کو عالی وعلی و رفیع۔ سُننے والے کو سمیع۔ دیکھنے والے کو بصیر اور ہر انسان اس صفت سے منصف ہے۔ خلقۃً فَجَعَلْنَاہُ سَمِیْعًا بَصِیْرًا۔ وکالت کرنے والے کو وکیل کہیں گے اور کفالت کرنے والے کو کفیل راستہ بتانے والے کو ہادی و دلیل۔ اوّل کو اوّل اور آخر کو آخر ظاہر کرنا ہے اور باطن کو باطن بولیں گے۔ منصف کو عادل کہیں گے۔ فیصلہ کرنے والے کو قاضی و حاکم بولیں گے۔ پاک کو طاہر کہیں گے۔ اور پاک کرنے والے کو مطہر وقس علی ذالک۔ اسی طرح اس کو مدرک کہتے ہیں۔ ہر ایک عقل انسانی مدرک ہے۔ اس کو مہلک

کہتے ہیں۔ بہت سی ادویہ مہلک ہیں۔" وسم القار مہلک" ایسا کہنے سے سنکھیا خدا نہیں بن گیا۔ وہ منتقم ہے۔ ہر انتقام لینے والا منتقم ہے۔ وہ باعث ہے۔ بہت سی اشیا باعث ہیں۔ وہ وارث ہے۔ لاکھوں بندے ایک دوسرے کے وارث ہوتے ہیں۔ اور کہلاتے ہیں۔ وہ خدا نہیں ہو جاتے وہ طالب ہے۔ دنیا میں لاکھوں طالب ہیں۔ بلکہ ہر ذی حیات طالب ہے۔ وہ مطلوب ہے۔ ہزارہا بندے مطلوب ہیں۔ اور ہر شخص کا کوئی نہ کوئی مطلوب ہے۔ وہ غالب ہے۔ دنیا میں بہت سے افراد غالب ہوتے ہیں اور کہلاتے ہیں۔ وہ تواب ہے۔ بہت سے خدا کے نیک بندے تواب ہو جاتے ہیں۔ وہ اوّاب ہے۔ اس کے بہت سے بندے بھی اوّاب ہوتے ہیں۔ نعم العبد انہ اوّاب۔ وہ وہاب ہے۔ بہت سے بندے اس صفت سے متصف اور اس نام سے موسوم ہوتے ہیں۔ وہ شامخ ہے۔ بہت سے پہاڑ شامخ ہیں۔ وہ علی ہے۔ اس کا ولی بھی علی ہے۔ وہ قدیم ہے۔ بہت سی اشیاء قدامت سے متصف ہیں۔" حَتّٰی عَادَ کَالۡعُرۡجُوۡنِ الۡقَدِیۡمِ" چھ ماہ کی سوکھی کھجور کی شاخ کلام الٰہی میں قدیم کہلاتی ہے۔ اگر اس کے نور اوّل کو قدیم کہہ دیا جائے۔ السلام علی الاصل القدیم والفرع الکریم۔ تو کیا غضب ہو گیا۔ کیونکہ غلو بن گیا۔ ولبشرناہ بغلام علیم۔ زبان قدرت حضرت اسحٰق پیغمبر کو علیہم کہتی ہے۔ اگر اس کے علم کا مظہر مطلق لکھ دے۔ وانا بکل شیءٍ علیم۔ میں ہر شے کا جاننے والا ہوں تو غلو نہیں۔ خدا شافی ہے۔ دوا بھی شافی ہوتی ہے۔

مالعلیل سوی ابن قرہ کافی بعد الالہ وما لہ ما کافی

وہ حیؔ ہے۔ ہر انسان اور ہر ذی حیات کو حیّ کہتے ہیں۔ اللہ حیّ صحیح ہے۔ تو زید حیّ بھی صحیح ہے۔ کسی کا نام رحیم ہو سکتا ہے۔ تو اس کو او رحیم یا رحیم کہہ کر پکار سکتے ہیں۔ اور مبالغہ سے کسی رحیم کو رحمٰن بھی کہہ سکتے ہیں۔ یا نام رکھ کر پکار سکتے ہیں۔ اہل صرف و نحو نے لفظ رحمٰن کا اطلاق جو خدا کے لئے مخصوص قرار دیا ہے۔ وہ حقیقۃً بلحاظ معنی ہے نہ بلحاظ اطلاق لفظ معنی رحمانیت حقیقۃً کسی مخلوق میں نہیں پائے جا سکتے۔ اور یہ حقیقت تمام اسماء الٰہی کے لئے ہے نہ صرف رحمٰن کے لئے۔ ہر گز کسی کو اطلاق لفظ سے رحمٰن کہنا غلو نہیں یا شرک نہیں۔ اس طرح خالق کا اطلاق بھی مخلوق پر ہوا ہے۔ وَتَبَارَکَ اللّٰہُ اَحۡسَنُ الۡخَالِقِیۡنَ (مومنون) اس کی بین دلیل ہے۔ اگر لفظ خالق بھی ذات خداوندی سے مخصوص ہوتا تو احسن الخالقین کا اطلاق بے معنی ہوتا۔ اور حضرت عیسیٰؑ نہ فرماتے اِنِّیۡۤ اَخۡلُقُ لَکُمۡ مِّنَ الطِّیۡنِ (العمران ع۵) میں خلق کرتا ہوں۔ تمہارے لئے مٹی کا پرندہ۔ ہاں جس معنی میں ذات خداوندی خالق ہے۔ خالق بالذات اس میں کوئی مخلوق نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح محیی و ممیت بھی۔ حضرت عیسیٰؑ یہ بھی فرماتے ہیں "اُحۡیِ الۡمَوۡتٰی" میں تمہارے لئے مُردوں کو

زندہ کر دیتا ہوں۔ پس جو نام اس کی ذات سے مخصوص حقیقی ہو سکتا ہے۔ وَھُوَ اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ ھُوَ۔ اور محض صفت وجوب و قدوسیت اس سے مخصوص ہیں۔ اور یہ دو صفتیں اپنے لئے مختص فرمائی ہیں۔ وجوب ممکن کے لئے محال اور ہر مخلوق ممکن ہے اور ہر ممکن ناقص اور نقص ضد قدوسیت مطلقہ اس لئے کوئی ممکن قدوس محض نہیں ہو سکتا۔ فھو اللّٰہ الواجب القدوس۔ اور کسی مخلوق کو اس لفظ سے پکارنا شرک و غلو ہے۔ اور غالی دراصل یہی کرتے تھے اور علی کو صاف ھُوَ اللّٰہُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ۔ کہتے تھے اور اس لئے کافر و مشرک کہلاتے ہیں (ملاحظہ ہو باب غلو[۲۲]۔ حضرت رضاؑ سے سائل سوال کرتا ہے۔ لوگ علی کو کہتے ہیں۔ ھو اللّٰہ رب العالمین) قال امیر المؤمنین۔ لا تتجاوزوا بنا العبودیۃ ثم قولوا ما شئتم ولن تبلغوا وایاکم والغلو کغلو النصاریٰ" ہم کو ہماری عبودیت سے نہ بڑھاؤ۔ اور پھر ہماری شان میں جو چاہو کہو ہرگز حد کو نہ پہنچ سکو گے۔ اور عیسائیوں کی طرح غلو نہ کرو۔ کہ انہوں نے عیسیٰ کو خدا بنالیا (ہمیں خدا نہ بناؤ) ورنہ تمام اسماء حسنیٰ کے ان پر اطلاق سے غلو لازم نہیں آتا۔

لیکن یہ محض اطلاق لفظ کے اعتبار سے ہے حقیقت معنی کے لئے ان تمام اسماء حسنیٰ میں سے کوئی معنی مشترک نہیں ہیں۔ لفظ علم مشترک ہے لیکن معنی علم مشترک نہیں۔ زید عالم صحیح ہے اور اللہ عالم صحیح لیکن علم زید اور علم خدا کی حقیقت ایک نہیں ہے۔ علم خدا عین ذات ہے اور حقیقت علم۔ اور علم زید بعض تصوّرات و مدرکات و اصول معلومات ہیں۔ اس لئے ذات باری علیحدہ ہے کسی مخلوق سے اشتراک نہیں رکھتی۔ مثلاً وہ حی ہے اور زید حیُ بھی صحیح ہے۔ لیکن جن معنی میں وہ حی ہے۔ اس معنی کے لحاظ سے زید حی نہیں۔ وہ حی ہے اور حیات عین ذات خداوندی ہے۔ اور زید ذی حیات ہے ذات علیحدہ ہے اور صفت حیات علیحدہ اور وہ ذاتی نہیں ہے اور اس لئے وہ باقی ہے اور یہ فانی۔ زید کی حیات اس حی قیوم کی دی ہوئی ہے۔ بلکہ حقیقت حیات وہ ہے اور یہاں صرف اضافی صفت حیات ہے۔ پس اگر زید کو اس معنی میں کہا جائے جس معنی میں خدا کو کہا جاتا ہے یعنی حی بالذات و بذاتہ واجب الوجود قیوم مطلق تو یہ عین کفر و شرک ہے۔ ہم بھی سمیع و بصیر ہیں اور خدا بھی سمیع و بصیر لیکن اس کی سماعت و بصارت اور ہے۔ ہماری اور وہ سمیع و بصیر بالذات اور صفت سماعت و بصارت عین ذات اور یہاں غیر ذات اور عطیہ غیر اور ناقص محض۔ پس اگر کسی مخلوق کو اس معنی میں سمیع کہا جائے جس میں خدا کو کہا جاتا ہے تو یہ بھی شرک اور غلو ہے اور یہی حال ہر ایک صفت الٰہی کا ہے۔ معنی کے لحاظ سے کوئی صفت بھی مخلوق سے مشترک یا مشابہ نہیں۔ وَلَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ (شوریٰ ۱۲) لہٰذا معلوم ہوا کہ اسماء باری تعالیٰ کے اطلاق میں غلو اور عدم غلو کا لحاظ معنی کے لحاظ سے ہوگا۔ یہ اسماء من حیث اللفظ صادق آسکتے ہیں اور بولے جا سکتے ہیں۔ لیکن ان کے حقیقی معنی کے لحاظ سے کوئی لفظ بھی غیر اللہ پر نہیں بولا جا سکتا۔ پس اگر کلام امام میں اپنے اوصاف

کے ذکر میں یہ اسماء اور یہ اوصاف مذکور ہوتے ہیں تو وہ اپنے معانی کے لحاظ سے صحیح ہیں اور ان معنی میں ہرگز ہرگز یہ معصومین ان الفاظ کو استعمال نہیں فرماتے جو ذاتِ پاک خداوند عالم سے مخصوص ہیں۔ ان کی نسبت یہ شبہ کرنا اپنی حماقت کا اعلان ہے۔ جو لفظ وہ اپنے اوصاف میں اس مقام پر استعمال فرماتے ہیں وہ صحیح محل اور مورد رکھتا ہے۔ ہرگز اس سے غلو لازم نہیں آتا۔ مثلاً اگر معصوم فرمائے۔ انا الاول وانا الاخر تو صحیح ہے۔ اس کے یہ معنی کیوں لئے جائیں کہ اس سے واجب الوجود و مبدء کل ازلی قدیم بالذات مراد ہے۔ بلکہ وہ اوّل اس لئے کہ معلول اوّل ہے۔ اور مخلوق اوّل ہے۔ اور پھر کائنات کی علّت اولیٰ (جیسا کہ ہم تفصیل سے بیان کریں گے) اور اسی طرح وہ آخر ہے کہ وہ وجہ اللہ جو سب کے بعد باقی ہے۔ اور فناء و ہلاک و صعق سے مستثنیٰ ہے۔ اگر عقل اس کی متحمل نہیں ہوسکتی اور ایمان اس کو قبول نہیں کرتا تو یوں سمجھ لے کہ اوّل اس لئے کہ سابق الایمان ہے۔ اور آخر اس لئے کہ سب سے آخر میں رسولؐ سے جدا ہوا ہے یعنی اوّل من امن برسول و اٰخر من فارق عنہ۔ سب سے اول ملا اور سب سے آخر میں جدا ہوا سہ فکر ہر کس بقدر ہمتِ اوست۔ اسی پر قیاس کرو۔ تمام ان الفاظ و اوصاف کو جو خطبات البیان میں ان حضرات سے صادر ہوئے۔ وہ ہرگز خدائی صفات پر دال نہیں۔ بلکہ مظہر خدا کی صفات کے حامل ہیں۔ چشم بصیرت اس کو دیکھتی ہے۔ اور شپرہ چشم اس نور سے محروم ہیں۔ اس میں آفتابِ رسالت و ماہتاب امامت کا کوئی گناہ نہیں۔

پس تشبیہ اسماء الٰہیہ سے معانی کے لحاظ سے ہوتی ہے نہ الفاظ کے۔ انسان ایک ہے اللہ بھی ایک ہے۔ لفظ دونوں جگہ صادق ہے۔ قال المعصوم التشبیہ فی المعانی واما فی الاسماء فھی واحدۃ وھی دلالۃ علی المسمی۔ انسان کے واحد ہونے کے یہ معنی ہیں کہ وہ ایک جسم ہے بہت سے اجزا سے مرکب ہے۔ اور اللہ واحد ہے حقیقت وحدانیت سے بسیط بحت ہے۔ اور وہ ذات میں صفات میں افعال میں ذہن اور خارج میں واحد ہے۔

لا یحد ولا یتصور۔

مظاہر الاسماء ہر ایک اسم اسماء الٰہیہ میں سے ایک مظہر رکھتا ہے۔ جس سے اس صفت اسم کا ظہور ہوتا ہے۔ اور کائنات مرتبۂ ظہور صفات ہے اور اس لئے تمام اشیاء کائنات مظاہر اسماء الٰہیہ ہیں۔ کوئی عالم یا علیم مظہر علم ہے اور کریم مظہر کرم اور حی مظہر حیات۔ اور مرید مظہر ارادہ۔ مدرک مظہر علم و ادراک وعلی ہذا القیاس۔ اور چونکہ اصول کمالات چار ہیں۔ حیات۔ قدرت۔ علم اور ارادہ۔ اور چاروں راجع ہو جاتی ہیں کمال وجود کی طرف۔ اور اس لئے

ہر موجود میں ان صفات وجودیہ کا ظہور ہے۔ اور اس طرح ہر ایک مخلوق مظہر وجود باری اور ہر ایک اپنے صانع کے وجود اور کمال وجود کی دلیل۔ اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے معصوم فرماتے ہیں۔ " یامن فی الارض ایاتہ ویا من فی کل شئ دلائلہ "۔ اے وہ ذات پاک کہ جس کی نشانیاں اور آیات سے صفحہ زمین پُر ہے اور اے وہ ذات ہر موجود میں جس کے وجود وکمال وجود کی دلیلیں موجود ہیں۔

فکانت حیوۃ کل شئ وعلمہ وارادتہ و قدرتہ وغیرھا من صفاتہ التی ھی عین وجودہ بحسبہ دلائل علی صفات مبدئہ (شرح جوشن)

ہر ایک شے کی حیات اور علم اور ارادہ اور قدرت وغیرہا صفات جو عین وجود ہیں بحسب وجودِ خود صفات باری کی دلیلیں ہیں۔ پس اس کا علم اس کے علم کا اور اس کی قدرت اس کی قدرت کا اور اس کا ارادہ اس کے ارادے کا اور اس کی محبت اس کے عشق و محبت کا ظہور ہے "۔ وکل شئ دلائلہ۔ ولکل اسم مظہر "

پس جو اسمار اس مسمّٰی سے ظاہر ہو چکے ہیں۔ وہ سب مظاہر رکھتے ہیں۔ سوائے ایک وحدت حقیقیہ کہ اس کا مظہر نہیں ہے اور کسی مخلوق و ممکن کے لئے وحدت حقیقی ممکن نہیں۔ یہی صفت خاصہ ہے جو اس نے اپنی ذات کے لئے مخصوص رکھی "۔ وَهُوَ اللّٰهُ الْاَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِیْ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ۔ واحد حقیقی وہی ہے اور ممکن میں وحدت حقیقی محال ہے۔ وکل ممکن زوج ترکیبی۔ ہر ایک ممکن بحیثیت ممکن زوج ترکیبی ہے۔ دوئی رکھتا ہے وحدت کہاں اور اسی لئے علم و مشاہدہ وحدت حقیقی سے بھی محروم وَلَیْسَ كَمِثْلِهٖ شَیْءٌ۔ اور کسی مخلوق کے لئے دعوائے وحدت حقیقی ہی شرک و غلو ہے۔ وَهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ۔

بہرکیف جملہ اسمار الٰہی مظاہر رکھتے ہیں۔ الخالق اور الرازق الحی القیوم۔ القابض الباسط سب کے مظاہر ہیں۔ اوران مظاہر میں مراتب و درجات پہ منتہی ہوتے ہیں۔ مظاہر عالیہ پر جن سے فوق اور کوئی مظہر نہیں۔ اور مظاہر عالیہ جو مظاہر المظاہر ہیں۔ مخلوق اوّل و معلول اوّل ہیں یعنی النبی والولی پس وہ مظہر حی ہیں مظہر علیم ہیں۔ مظہر مرید ہیں۔ مظہر قدیر ہیں۔ مظہر خالق ہیں۔ مظہر رازق ہیں۔ مظہر قابض ہیں۔ مظہر باسط ہیں اور جملہ اسما الٰہیہ وصفات کمالیہ جمالیہ جلالیہ کا ظہور اول انہی سے ہوا ہے اور اسی لئے وہ کبھی کبھی مقام اظہار حقیقت میں فرما دیتے ہیں کہ دنیا ہم نے بنائی۔ زمین ہم نے بچھائی۔ آسمان ہم نے بلند کئے۔ ثوابت وسیار ہم نے روشن کئے۔ دریا ہم نے بنائے۔ اور افلاک ہم نے چلائے۔ یہ خالق کے مظہر مطلق ہیں۔ اور کل کائنات ان کی مظہر۔ شیخ المحققین مرزا ہادی سبزواری قدس سرہٗ

ان کی حقیقت کو ان کی زبان میں ادا کرتے ہوئے فرماتے ہیں :۔

اختران پرتو مشکوٰۃ دل انور ما — ول ما مظہر کل کل ہمگی مظہر ما

نہ ہمیں اہل زمیں راہمہ باب الیم — نہ فلک درو ورا نند بدور سر ما

بر ما پیر خرد طفل و بیرستان است — فلسفی مقتبسی از دل دانشور ما

بازوئے بازی نصیرم نہ چوں نسر یچرخ — دو جہاں بیضۂ مرغیست بزیر پر ما

ھا علی بشر کیف بشر — ربہ فیہ تجلی وظھر

ولی مطلق مظہر کامل تجلیات الٰہیہ ہے وھو ملکی لذات الٰھی الصفات ذات اس کی ملکوتی ہے اور صفات اس کی الٰہی ہیں" بشر ملکی وَجَسَدٌ سَمَاوِیٌّ وَّ اَمْرٌ اِلٰھِیٌّ وَّ رُوْحٌ قُدْسِیٌّ وَّ مَقَامٌ عَلِیٌّ وَنُوْرٌ جَلِیٌّ وَ سِرٌّ خَفِیٌّ مُھَیْمِنُ اللّٰہِ عَلَی الْخَلَائِقِ وَاَمِیْنُہٗ عَلَی الْحَقَائِقِ " تمام خلائق پر من جانب اللہ محافظ و نگران ہے۔ اور تمام حقائق پر اس کا امین۔ فَھُوَ شُعَاعُ جَلَالِ الْکِبْرِیَاءِ وَشَرَفُ الْاَرْضِ وَالسَّمَاءِ۔ (الصراط السوی فی احوال المہدی)

معانی اسماء اللہ

اسم بحیثیت اسم غیر مسمی ہے۔ اسم اور ہے اور معنی اسم اور ہشام بن حکم سے حضرت صادقؑ معانی اسماء اللہ کے جواب میں فرماتے ہیں۔

یا ھشام اللہ مشتق من الہ والالہ یقتضی مالوھا والاسم غیر المسمی فمن عبد الاسم دون المسمّی فقد کفر ولم یعبد شیئا ومن عبد الاسم والمعنی فقد اشرك وعبد اثنین ومن عبد المعنی دون الاسم فذالك التوحید وللہ تسعة وتسعون اسما فلو کان الاسم ھو المسمّی لکان لکل اسم منھا الہ ولکن اللہ معنًی یدل علیه بھذہ الاسماء وکلھا غیرہ (الکافی)

اے ہشام اللہ" الہ" سے مشتق ہے۔ اور الہ مادہ کو چاہتا ہے۔ اور اسم غیر مسمی ہے۔ پس جو مسمّی اور معنی کو چھوڑ کر اسم کی عبادت کرے وہ کافر ہے اس نے کسی کی عبادت نہیں کی اور جو اسم اور معنی دونوں کے مجموعے کو پوجے وہ مشرک ہے۔ دوئی عبادت کرتا ہے اور جو مسمٰی اور معنیٰ الہ کی عبادت کرے اور اسم کی نہ کرے تو یہ صحیح توحید ہے اور اللہ کے ۹۹ نام ہیں اور اگر اسم اور مسمٰی ایک ہوں تو پھر ۹۹ ہی معبود ہو جائینگے لیکن حقیقت یہ ہے کہ اللہ ایک حقیقت مسمی و معنی ہے۔ جس پر یہ اسماء دلالت کرتے ہیں اور اس کا پتہ دیتے ہیں اور یہ تمام اسماٗ غیر مسمٰی ہیں۔ پس اسم اللہ اور ہے اور معنی اسم اللہ اور۔ یہ لفظ ہے اور وہ معنی پس الحی القیوم الخالق الرازق " اسماء ہیں اور ان کے معانی علیحدہ۔ پھر یہ معانی ایک حقائق

عینیہ رکھتے ہیں۔ الخالق یا الرازق صرف الفاظ اور ان کے معانی ذہنیہ علمیہ ہی نہیں بلکہ سب حقائق وجود عینیہ ہیں۔ الخالق ایک وجود حقیقی عینی ہے۔ الرازق ایک وجود عینی ہے۔ وعلی ہذا القیاس اور یہ حقائق عینیہ اسماء الحسنیٰ ہیں اور وہ ارشاد فرماتے ہیں نحن اسماء اللہ الحسنیٰ خدا کے حقیقی اسماء حسنیٰ ہم ہیں۔ خدا فرماتا ہے۔ وَلِلّٰہِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی فَادْعُوْہُ بِهَا۔ (اعراف[۲۲]) اور خدا کے بہت سے اسماء حسنیٰ ہیں۔ انہی ناموں سے اس کو پکارو اور انہی سے دعا کرو۔ حضرت صادقؑ فرماتے ہیں۔ واللہ نحن اسماء اللہ الحسنیٰ خدا کی قسم ہم ہی خدا کے اسماء حسنیٰ ہیں۔ اور ہماری معرفت بغیر کسی بندے کا کوئی عمل قبول نہیں ہے۔

تفسیر البرہان۔ والبحار ۷) یہ حقیقت معانی اسماء اللہ ان کے وجودات عین حقیقت ہیں اور ساری کائنات کی خلقت اور کل تدبر و تصرف انہی اسماء سے ہے۔ ملا ہادی سبزواری قدس سرہ " یا من لہ الاسماء الحسنیٰ " کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

ثُمَّ اَنَّہٗ یُمْکِنُ ان یراد بالاسماء الحسنیٰ فی ھذا الاسم الشریف الائمۃ الاطھار کما ورد عنھم نحن اسماء اللہ الحسنیٰ لا یقبل اللہ عملاً الا بمعرفتنا وفی کلام امیرالمومنین۔ انا اسماء الحسنیٰ لان الاسم من السمۃ وھی العلامۃ ولا شك وانھم علامۃ العظمیٰ وایاتہ الکبریٰ کما قال النبی من رانی فقد رای الحق ولان مقام الاسماء والصفات مقامھم و حق معرفتہ حاصل لھم والتحقق باسمائہ والتخلق باخلاقہ حقھم فھم المرحومون برحمتہ الصفتیۃ والمستفیضون بفیضہ الاقدس کما انھم مرحومون برحمتہ الفعلیۃ والفیض المقدس واما معرفۃ کنہ المسمیٰ المرتبہ الاحدیہ فھو مما

پھر ممکن ہے کہ اسماء اللہ الحسنیٰ سے مراد اس اسم شریف میں ائمہ اطہار ہوں جیسا کہ ان کی روایات میں وارد ہوا ہے۔ کہ ہم اسماء حسنیٰ ہیں۔ کوئی عمل ہماری معرفت بغیر مقبول نہیں ہوتا۔ اور امیرالمومنین اپنے کلام میں فرماتے ہیں میں اسمائے حسنائے الٰہیہ ہوں۔ کیونکہ اسم سمہ سے مشتق ہے اور سمہ کے معنی علامت ہیں اور یہ قدرت وجود باری کی علامت عظمیٰ اور اس کی آیت کبریٰ ہیں۔ اور اسی لئے نبی نے ارشاد فرمایا کہ جس نے مجھ کو دیکھ لیا اس نے خدا کو دیکھ لیا۔ (کہ جمیع صفات کا مظہر اتم و معنی کلی ہے) اور اس لئے بھی کہ خدا کے اسماء وصفات کا مقام معنی بھی ہیں۔ اور حق معرفت خدا بھی انہی کو حاصل ہے۔ اور اس کے اسماء سے متحقق اور اس کے اخلاق سے متخلق اور اس کے اوصاف سے متصف ہونا بھی انہی کا حق ہے۔ پس وہ ہی اس کی رحمت صفتیہ کا

استاثر اللہ لنفسہ ۔ کا محل ہیں اور فیضِ اقدس سے فیض پانے والے اور
وہی اس کی رحمت فعلیہ کا محل و مقام ہیں اور اس کے فیض مقدس کا مورد۔ لیکن اس کی کنہ ذات کی معرفت
جو مقام مسمٰی ہے اور جو مرتبۂ احدیت کہلاتا ہے وہ اس نے اپنے لئے مخصوص رکھی ہے وہ مقام ظہور نہیں
صفات کی معرفت ممکن ہے (نہ ذات کی) اور یہ معانی صفات و اسماء ہیں۔ اور تمام کائنات کی حقیقت
اسماء اللہ سے ہے۔ اور تمام تدابیر و تصرفات اسماُ اللہ کے ماتحت ہے۔

جناب ختمی مرتبت ارشاد فرماتے ہیں :۔

اللھم انی اسئلك باسمك الذی اذا ذکرت بہ تزعزعت منہ السمٰوات وانشقت منہ الارضون وتقطعت منہ السحاب وتصدعت منہ الجبال ۔ الخ ۔

اے خدا میں تجھ سے تیرے اس اسم کے واسطے سے سوال کرتا ہوں کہ جب اس کا ذکر کیا جائے تو اس کی عظمت و ہیبت سے آسمان کانپنے لگے ۔ زمینیں شق ہو جائیں۔ بادل ٹکڑے ہو جائے اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہوائیں چل نکلیں۔ سمندر خشک ہو جائیں۔ موجیں مضطرب ہوں۔ دل کانپنے لگیں۔ قدم ڈگمگا جائیں۔ کان بہرے ہو جائیں۔ آنکھیں پتھرا جائیں۔ آوازیں پست ہو جائیں۔ گردنیں جھک جائیں۔ روحیں قبروں سے اُٹھ کھڑی ہوں۔ فرشتے سجدے میں گر پڑیں اور تسبیح کرنے لگیں۔ ان کے جوڑ بند کانپنے لگیں عرشِ اعظم متزلزل ہو جائے اور تمام خلائق سر اطاعت جھکا دے۔

وباسمك الذی وضع علی الجنۃ فازلفت وعلی الجحیم فسعرت وعلی النار فتوقدت وعلی السماء فاستقلت وقامت بلا عمد واوسند ۔ وعلی النجوم فتزینت وعلی الشمس فاشرقت وعلی القمر فانار واضاء وعلی الارض فاستقرت ۔

اور تیرے اس نام سے (سوال کرتا ہوں) کہ جب جنت پر رکھا گیا تو وہ سج گئی۔ دوزخ پر رکھا گیا تو وہ بھڑک اٹھی اور آگ روشن ہوگئی۔ اور آسمان پر رکھا گیا تو وہ مستقل ہو گئے اور بلا ستون اور سہارے کے قائم ہو گئے۔ اور ستاروں پر رکھا گیا تو وہ مزین ہو گئے آفتاب پہ رکھا گیا تو چمک اٹھا چاند نورانی ہو گیا ۔ زمین نے قرار پکڑا۔ اور تیرے اس اسم سے جس سے تو نے اپنے نفس کو موسوم کیا ہے۔ اور جس سے فرش قدرت پر مستولی ہوا ہے۔ اور کرسی علم پر متمکن اور جس سے فرشتوں۔ زمین۔ آسمان۔ جنت و نار سب کچھ پیدا کیا ہے ۔ اور اس نام سے جو پردہ ہائے عظمت و جلال و مجد و کرامت پر مکتوب ہے اور اس نام سے جو سرادق عرش پر نور۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ سے لکھا ہوا ہے۔ اس اسم سے سوال کرتا ہوں جس سے زمین آسمان اور سیارے قائم ہوئے سمندر موجزن ہوئے۔ عرش و کرسی نے قرار پکڑا ۔ اور نیز ان

اسماء مقدسہ کے واسطے اور وسیلہ سے سوال کرتا ہوں۔ جو ملکوت زمین و آسمان کو محیط ہیں اور ان سے جو تو نے اپنے علم غیب میں محفوظ و مکنون رکھے ہیں۔ اور اس نام سے جو آگ پر رکھا گیا تو وہ ابراہیم کے لئے سرد ہوگئی۔ اس نام سے جو ملک الموت کی ہتھیلی پر لکھا ہوا ہے۔ جب روحیں اس کو دیکھتی ہیں تو اس کی طرف اڑتی ہیں۔ اس نام سے جو برگ زیتون پر لکھا گیا۔ اور آگ میں ڈالا گیا تو نہ جلا۔ اور وہ اسم جو ملائکہ مقربین کی پیشانی پر نقش ہے۔ وہ نام جس سے بادل گرجتے ہیں۔ وہ اسماء جن سے تو مُردے زندہ کرتا ہے۔ وہ اسم جس سے تمام مخلوقات کی سرشتوں کو بنایا ہے۔ اور وہ نام جو تو نے آدم کو جنت عدن میں پڑھائے اور سکھائے ہم پر رحم فرما اور ہماری دعاؤں کو قبول کر۔

تمام کائنات مظاہر اسم اللہ اور تحت اسماء اللہ اور جملہ تصرفات و تدابیر انہی اسما اللہ سے ہیں۔ اور معانی ان اسماء اللہ کے محمدؐ و آل محمدؐ ہیں۔ پس ساری کائنات ان ہی کا ظہور ہے۔ اور ان ہی اسمائے سے ہر شئے نے اپنے وجود میں قرار لیا ہے۔ یہی نام فرشتوں کی پیشانی پر ہیں۔ یہی نام ملک الموت کی ہتھیلی پر ہیں۔ یہی آدم کی پیشانی میں اور یہی سلیمان کی انگوٹھی میں۔ و باسمائك المنقوشات علی خاتم سليمان بن داؤد التی ملك بها الجن والانس والشياطين واذل بها ابليس وجنوده۔

یہی اسماء ہیں جن کا ظہور کوہ طور پر موسیٰؑ کے لئے ہوا اور انہی کا نور چمکا فخر موسیٰ صعقا۔ و باسمك العظيم الاعظم الاعز الاجل الاكرم ومجدك الذی تجليت به لموسیٰ كليمك فی طور سيناء ولابراهيم خليلك من قبل فی مسجد الخيف ولاسحاق فی بئر شيع وليعقوب فی بيت ايل۔ پس اگر یہ فرمائیں کہ زمین آسمان اُن کے دم قدم سے قائم ہیں۔ اور ساری مخلوق ان کا ظہور ہے۔ یہی حقیقت آدم اور نوح و ابراہیم ہیں۔ یہی ملکوت جبن و آسمان ہیں یہی ہوائیں چلاتے ہیں۔ یہی بادل برساتے ہیں۔ یہی دریا بہاتے ہیں۔ یہ مردے جلاتے۔ یہ پتلے بناتے ہیں تو اس معنی سے سب صحیح ہے۔ وَهُمْ عِبَادٌ مُّكْرَمُونَ لَا يَسْبِقُونَهُ بِالْقَوْلِ وَهُم بِأَمْرِهِ يَعْمَلُونَ۔ یہ شرک نہیں یہ غلو نہیں عین دین ہے۔

کلمات اللہ

یہی اسماء اللہ ہیں اور یہی کلمات اللہ ہیں۔ وَبِكَلِمَتِكَ الذی خلقت بها السمٰوٰت والارض وَبِحِكْمَتِهِ التی۔ صنعت بها العجائب۔ اور تیرے اس کلمہ کے واسطے جس سے تو نے زمین و آسمان کو خلق کیا اور تیری اس حکمت کا جس سے تو نے عجائبات بنائے۔ وَبِكَلِمَاتِكَ التَّامَّاتِ۔ اور یہی حضرات کلمات التامات ہیں۔ بلکہ یہی کلمات اللہ العلیا اور اس کی مثل اعلیٰ ہیں۔ اور درست فرماتے ہیں:۔

نحن الاولون ونحن الاخرون ونحن السابقون ونحن المسبحون ونحن الشافعون ونحن كلمة الله ونحن خاصة الله۔	ہم ہی اوّل ہیں۔ ہم ہی آخر ہیں۔ ہم ہی سابق ہیں ہم ہی تسبیح گذار اور ہم شفاعت کرنے والے ہیں اور ہم کلمۂ خدائی اور ہم خاصہ الٰہی ہیں (بحار ۷)
وَبِشَانِ الْكَلِمَةِ التَّامَّةِ وَبِكَلِمَاتِكَ الَّتِيْ تَفَضَّلْتَ بِهَا عَلٰى اهل السَّمٰوٰت وَالْاَرْضِ واهل الدنيا والاٰخرة وبنورك الذى خرّمن فزعه طور سيناء وبكلمتك كلمة الصدق التى سبقت لابينا ادم ودريته بالرحمة واسئلك بكلمتك التى غلبت بها كل شئ وبنور وجهك الذى تجليت به للجبل فجعلته دكًّا وَّخرّ موسٰى صعقًا	پروردگارا اپنے کلمہ تامہ کی شان کے وسیلہ اور اپنے ان کلمات کے وسیلہ سے جن سے تونے تمام اہل زمین و آسمان اور دنیا و آخرت پر احسان فرمایا ہے۔ اور نور وجہ کے واسطے سے جس کے خوف سے طور سینا گر پڑا۔ اور اس کلمۂ صدق کے وسیلہ سے جو ہمارے باپ آدم کو اور اس کی ذرّیت کو تعلیم ہُوا اور میں سوال کرتا ہوں۔ اس کلمہ کے ذریعہ جس سے تو تمام کائنات پر غالب آیا۔ اور اس نور کے ذریعہ جس سے تونے کوہ طور پر تجلّی دکھلائی۔ اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہوگیا۔ اور موسٰیؑ غش کھا کر گر پڑے۔
(دعائے سمات)	

حضرت علیؑ بن الحسین فرماتے ہیں خدا کی قسم وہ نور جو کوہ طور پر چمکا تھا۔ ہمارے جد کے نور کے اسّی حصہ نور سے ایک حصہ تھا جس کی کوہ طور اور موسٰیؑ تاب نہ لا سکے۔ یہی کلمات اللہ ہیں جو ساری کائنات پر غلبۂ تامّہ رکھتے ہیں۔ اور قدرت الٰہی کے ذریعہ تدبیر وتصرف کرتے ہیں صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین یہ غلو نہیں عین اعتقاد و ایمان ہے۔

حضرت علیؑ امیرالمؤمنین خود فرماتے ہیں۔ اَنَا كلمة الله التى يجمع بها المفترق ويفرق بها المجتمع وانا اسماء الله الحسنٰى وامثاله العليا واياته الكبرٰى" میں ہی وہ کلمۃ اللہ ہوں۔ جس سے ہر مفترق کو جمع اور ہر مجتمع کو مفترق کیا جاتا ہے۔ اجزاء عالم متفرقہ مجھ سے التیام و ترکیب پاتے ہیں۔ اور اجزاء مرکبہ مجھ سے تحلیل و تفریق پاتے ہیں اور اس کے اسماء حسنیٰ اور امثال علیا اور اس کی آیات کبریٰ ہوں (تفصیل آئندہ آتی ہے)

وما اية لله اكبر منهم وهم اية من دونهم كل اية

اسم اعظم اور اس کی حقیقت سے بحث کسی دوسرے موقع کے لئے ترک کرتے ہیں (وهو سر من الاسرار)

سلسلۂ علل واسباب

تمام کائنات سلسلہ اسباب وعلل میں منسلک ہے۔ اور زبانِ قدرت کہتی ہے۔ اور زبانِ رسالت اس کی ترجمانی کرتی ہے۔ اَبَی اللہ ان یجری الا شیاء الا بالاسباب" قدرت بغیر واسطہ اسباب و وسائل عالم وجود میں کسی شے کا اجرأو نفاذ منظور ہی نہیں کرتی ہے۔ اصنافِ کائنات میں ہر سافل معلول اور ہر عالی علت یا سبب نظر آتا ہے۔ اور آج کا معلول ہزار ہا علل واسباب کے ماتحت علت العلل وسبب الاسباب۔ یعنی رب العالمین پر منتہی ہوتا ہے۔ اور یہ امر عقلاً ونقلاً حکمت یونانی اور حکمت سبحانی میں مُسلّم ہے۔ کہ معلول اوّل اور مخلوق اوّل جملہ موجودات مابعد کی علت ثانوی ہوتا ہے (کتب فلسفہ ملاحظہ ہوں) اور حکمت اسلام میں یہ مسلم ہے کہ معلول اوّل اور مخلوق اوّل نور محمدؐ و آلِ محمدؐ ہے۔ پس لازمی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ یہ معلول کل موجودات کی علت ثانویہ ہے۔ تمام موجودات علل ومعلولات اور اسباب ومسبّبات کا سلسلہ اسی علت ثانویہ اور معلول اوّل پر منتہی ہوتا ہے۔ اور اس کی علت اس سے بالا خالق الکائنات علت العلل اور سبب الاسباب اور رب الارباب ہے۔ اور جب نور محمدؐ و آلِ محمدؐ علت ثانویہ کائنات ہو تو وجود وخلق و رزق وکل افعال علت العلل کی نسبت ثانوی انہی کی طرف ہوگی اور ہے۔ پس دو علت العلل کی طرف سے کل موجودات کے گویا خالق رازق ومعلم ومربی ومحافظ ہوئے اور کل دیگر علل واسباب ان کے ماتحت اور اسی لئے وہ فرماتے ہیں اور اسی حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہیں ؛۔

نحن صنائع ربنا والخلق بعد صنائعنا ۔ ہم اوّل مصنوع الٰہی ہیں۔ اور بعد میں عالم خلق ہماری صنعت ہے۔

ہم ہی اس کے اذن وامر و قدرت وحیات سے سب کچھ کرتے دھرتے ہیں۔

ایضاً یہ بھی حکمت اسلامیہ میں حقیقت مسلمہ ہے کہ کائنات کی علت غائی یہی انوار قدسیہ ہیں۔ اور "لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ" اسلامی مسلمہ ہے۔ قرآن پاک یہ بتلاتا ہے۔ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۔ بقرہ وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَغَيْرَهُمَا ۔ ابراہیم کہ ساری کائنات انسان کے لئے خلق کی گئی ہے۔ اور انسان اس کے لئے اور عام انسانوں کی خلقت کی علت غائی وجود محمدؐ و آلِ محمدؐ ہے۔ چنانچہ حضرت آدم جب عرش پر نام محمدؐ رسول اللہ پڑھتے ہیں تو سوال کرتے ہیں پروردگارا

یہ محمدؐ کون ہے؟ ارشاد ہوتا ہے کہ یہ تیری ہی اولاد میں سے نبی اخرالزمان ہے۔ اے آدم اگر اس کو خلق نہ کرتا تو تجھے خلق نہ کرتا۔ پس اصل غایت خلقت آدم وجود خاتم ہے۔ اور جب یہ غایت خلقت ہوگئے تو تمام موجودات کے لئے ہر فیض الٰہی نعمت وجود و غیر وجود انہی کے طفیل سے ہُوا۔ اور اس لئے یہ جائز ہُوا کہ وہ ہر فیض الٰہی کی نسبت اپنی طرف کریں کہ ہم نے تمہیں وجود دیا۔ ہم نے تمہیں روزی دی۔ ہمیں نے تمہیں علم وادراک دیا۔ اسی طرف اشارہ ہے (زیارت جامعہ)

امام علیہ السّلام فرماتے ہیں:-

بِكُمْ فَتَحَ اللّٰهُ وَبِكُمْ يَخْتِمُ وَبِكُمْ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَبِكُمْ يُمْسِكُ السَّمَاءَ اَنْ تَقَعَ عَلَى الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِهٖ وَبِكُمْ يُنَفِّسُ الْهَمَّ وَبِكُمْ يَكْشِفُ الضُّرَّ ۔

اے محمدؐ و آلِ محمدؐ تمہیں سے اللہ نے عالم ایجاد کی افتتاح وابتدا کی ہے اور تمہیں پر ختم کرے گا۔ تمہارے ہی سبب سے بارش برساتا ہے۔ اور تمہیں سے آسمان کو گرنے سے سنبھالے ہوئے ہے۔ تمہارے ہی وسیلہ سے غم وہم عباد کو دور کرتا ہے اور تکالیف کو رفع فرماتا ہے۔ تمہیں کو اس نے اپنے علم سے چن لیا ہے۔ اور تمہیں کو اپنے اسرار غیب الغیوب کے لئے انتخاب کیا ہے۔ اور تم ہی عالم ایجاد میں خدا کی دیکھنے والی آنکھ اور کارگزار ہاتھ اور ساری مخلوق میں اس کی ترجمانِ زباں ہو۔

پس خلق کی علت فاعلی ثانوی بھی یہی ہیں۔ اور اس لئے یہ فقرہ بھی درست ہے۔ کہ وہ فرمائیں۔

"نَحْنُ صَنَائِعُ رَبِّنَا وَالْخَلْقُ بَعْدُ صَنَائِعُ لَنَا"

ہم اس کی مصنوع خاص ہیں۔ اور عالم خلق اس کے بعد ہمارے لئے بنایا گیا ہے۔

ونعم ما قال نقیب الممالک۔

علت غائی آمدان موجب فاعلی کہ شد ... صادر اولی شد آں موجد ثانوی کہ شد
نقص طبائع دہر را مایہ کاملی کہ شد ... ضعف وجود عقل را منشاء بر ولی کہ شد
گوئی اگر ولی حق گویمت آں ولی کہ شد
حضرت دالی الولی باز ہماں علیؑ علیؑ

نفی تفویض

ان بیانات اور اصول میں غور کرنے سے جب یہ بات صاف واضح ہوجاتی ہے کہ ان سے تدبیر عالم کا ظہور ہوتا ہے۔ اور علت ثانویہ و معلول اول و مظہر کل ہونے کی رو سے بعد خالق عالم تمام احکام ان کے سپرد ہوتے ہیں۔ (انا المآب الذی یؤب الیه کل شی بعد القضاء۔) تو وہ فرما سکتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ تمام تدبیر عالم خدا نے

ہماری سپرد کردی ہے ۔ اور یہ تفویض اس معنی میں قطعاً صحیح ہے ۔ ہرگز شرک وکفر وغلو نہیں ۔ شرک جب لازم آئے ۔ جب کہ وہ خود بالذات مدبر ہوں ۔ اور خدا کو کوئی تعلق نہ ہو اور وہ معطل محض ہو اور یہ اس سے لازم نہیں آتا ۔ بلکہ یہاں اس کے برعکس ہے ۔ خدا ہی سب کچھ کرتا ہے ۔ ہاں جو کچھ کرتا ہے ان کے ذریعہ کرتا ہے ۔ ان سے اس کا ظہور رہوتا ہے ۔ یہ خود باختیار خود بذات خود و مشیت خود نہیں کرتے ۔ اور نہ کرسکتے ہیں ۔ سب کچھ وہ کرتا ہے ان سے کراتا ہے یا ان سے ظاہر کرتا ہے اور ان دونوں معنی میں یوں بعید ہے ۔ تفویض جو ممنوع ہے ۔ وہ یہی ہے کہ خدا کو (ایک فرقہ (ہریہ کی طرح) معطل محض سمجھا جائے ۔ اور ان کو کارکن مطلق ۔ لیکن اس کا کوئی قائل نہیں اور نہ معصوم کے کسی فقرے سے ایسا ظاہر ہوتا ہے اور نہ کوئی مومن ایسا اعتقاد رکھتا ہے کہ تدبیر عالم سب ان کی سپرد ہے ۔ خدا بیکار و معطل ہے نہ کرتا ہے نہ کرسکتا ہے ۔ جو چاہتے ہیں یہ کرتے ہیں ۔ بہرحال جو تفویض ممنوع ہے ۔ وہ وہی ۔ جہاں تعطیل قدرت لازم آئے ۔ اور اس کا کوئی قائل نہیں ۔ لیکن کل تدابیر عالم کا مظہر کل سے ظہور پانا عین توحید ہے اور اس اعتبار سے کہ وہ بارگاہ قدرت میں وسیلہ مطلقہ ہیں ۔ غایت کل ہیں ۔ مظہر مطلق ربوبیت ہیں ۔ و لی الامر برحق ہیں ۔ ہم جملہ امور کو ان کی طرف سپرد کرنے پر مامور ہیں کہ بغیر ان کے وسیلہ کے مقبول اور منظور اور انجام پذیر نہیں ہوسکتے ۔ اور اسی لئے زیارت میں پڑھتے ہیں ۔ و مفوض الیکم ۔

مجلسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ۔ نبی اور امام میں غلو کے یہ معنی ہیں کہ ہم ان کی الوہیت کے قائل ہوں معبودیت میں ان کو شریک گردانیں اور خلق اور رزق میں ان کو خدا کا شریک مانیں (کہ جس طرح خدا خلق کرتا ہے یہ بھی کرتے ہیں اور جس طرح خدا رزق دیتا ہے ۔ یہ بھی اپنی مخلوق کو رزق دیتے ہیں) یا کہیں خدا نے ان کے اندر حلول کیا ہے ۔ اور یہ خدا کے اوتار ہیں ۔ یا انسانی صورت میں خدا ہیں (جس طرح ہندو اپنے اوتاروں کے قائل ہیں) یا کہیں یہ خدا کی ذات سے متحد ہیں ۔ یہ اور خدا ایک ہی ہیں (جس طرح کہ عیسائی خدا ۔ روح القدس اور عیسٰی کو متحد الذات مانتے ہیں اور تینوں کو ایک کہتے ہیں) یا یہ کہیں کہ وہ خود بالذات عالم الغیب ہیں بغیر خدا کے الہام اور وحی کے خود بخود سب کچھ جانتے ہیں ۔ یا ائمہ طاہرین کو ہم مثل رسالت مآب نبی سمجھیں تو یہ بھی غلو ہے ۔ یا ہم اس کے قائل ہوں کہ ان کی ارواح ایک ہی ہیں ۔ تناسخ کے طور پر منتقل ہوتی رہتی ہیں اور مختلف اجسام میں حلول کرتی رہتی ہے یا یہ کہیں کہ دنیا میں بس ان کی معرفت کافی ہے ۔ خدا کی عبادت و طاعت کی کوئی ضرورت نہیں ہے ۔ اور نہ گناہوں کے ترک کرنے کی ضرورت ہے ۔ یہ تمام باتیں کفر والحاد و شرک و غلو ہیں اور ان کا قائل دین اسلام سے خارج ۔ اور ائمہ انہی اعتقادات سے بیزار تھے ۔ اور ان کے قائلین کے کفر کا حکم دیتے تھے (اور غالی حقیقتاً ایسی باتوں کے قائل ہیں) اور اس قسم کی باتیں کسی سے سنو

یا ایسی روایتیں دیکھو تو سمجھو کہ یا تو ان کی تاویل کچھ اور ہے۔ یا وہ واقعی گھڑی ہوئی ہیں (جیسا کہ عبداللہ بن سبا لعنۃ اللہ علیہ اس کا قائل تھا۔ اور اسی طرح اس کے ہم خیال قائل رہے ہیں اور اب سرحد کرمان شاہ و نیز سرحد کابل پر (فرقہ علی اللہی) غالی ہے۔ اور صاف ائمہؑ کی الوہیت کے قائل ہے۔ حضرت صادقؑ فرماتے ہیں۔ خدا لعنت کرے عبداللہ ابن سبا پر کہ اس نے امیرالمومنین علیؑ کے لئے الوہیت و ربوبیت کا دعوے کیا۔ خدا کی قسم امیرالمومنینؑ خدا کے فرمانبردار بندے تھے۔ برا ہو ان کا جو ہم پر جھوٹ بولتے ہیں) لیکن بعض متکلمین اور محدثین غلو میں افراط کرنے والے ہیں اور ائمہ علیہم السلام کی معرفت تامہ نہ رکھنے اور ان کے عجائب ولایت و غرائب امامت کو سمجھنے سے قاصر رہنے کے باعث و اکثر معتبر و ثقہ علماء اور انکی روایات کو جو معجزات ائمہ اور ان کے عجائب و غرائب حالات و شیون میں وارد ہوئی ہیں قدح کرتے ہیں اور ان کو رد کرتے ہیں اور ان سے نفی سہو کو بھی غلو کہتے ہیں اور امام اور نبی کے لئے سہو و نسیان کے قائل ہیں۔ اور ان کے علم ماکان۔ و مایکون کی بھی نفی کرتے ہیں۔ حالانکہ اکثر اخبار صحیحہ میں وارد ہوا ہے کہ :۔

لا تقولوا فینا ربا و قولوا ما شئتم ولن تبلغوا وامرنا صعب مستصعب الخ۔ ہمیں خدا نہ کہو اور پھر ہمارے حق میں جو چاہو کہو ہرگز ہماری معرفت تک نہ پہنچ سکو گے۔ تمہارا غلو بھی یہاں قاصر رہے گا۔ اور ہمارا امر نہایت گران اور دشوار ہے۔ اس کو سوائے ملک مقرب یا نبی مرسل یا مومن ممتحن کوئی برداشت نہیں کرسکتا۔ اور وہ ہی فرماتے ہیں کہ اگر ابوذر اس کو معلوم کرتے جو سلمان کے دل میں ہے تو اس کو قتل کردے (اس کا تحمل نہیں کرسکتا۔) پھر ان کے ان فضائل میں غلو کے کیا معنی ؟

لیکن تفویض۔ سو اس کے کئی معنی ہیں۔ بعض معنی تفویض ان کے لئے مسلم ہیں اور بعض ان سے منفی ہیں۔ مثلاً یہ کہنا کہ خدا نے دنیا کو ان کے سپرد کردیا۔ یہی اپنے ارادے اپنی قدرت سے پیدا کرتے مارتے جلاتے اور رزق دیتے ہیں تو یہ ممنوع ہے (جیسا کہ ہم مفصل بیان کر آئے ہیں) لیکن اگر یہ کہیں کہ خدا سب کچھ خود کرتا ہے ان کے ارادے اور مشیت کے مقارن تو یہ درست ہے۔ یا یہ کہا جاسکتا ہے کہ تمام مکونات کی علت یہ ہیں سب کچھ ان کے لئے کرتا ہے۔ اس لئے گویا یہ کرتے ہیں۔

وانہ تعالیٰ جعلھم مطاعین فی الارضین والسموات یطیعھم باذن اللہ کل شئ حتی الحجارات اذا شاء وا امرًا لا یرد اللہ مشیتھم ولکن لَا یَشَآؤُنَ اِلَّا مَا یَشَآءُ اللہ ۔ خدا نے اُن کو زمین و آسمان میں مطاع مطلق بنا دیا ہے۔ ہر شے باذن اللہ ان کی اطاعت کرتی ہے۔ حتی کہ حجارات بھی۔ اور جب یہ کسی امر کو چاہتے ہیں وہ ہو جاتا ہے لیکن یہ وہی چاہتے ہیں جو اللہ چاہتا ہے۔

(عباد مکرمون لا یسبقونہ بالقول و ھم بامرہ یعملون -
دوسرے تفویض دین اگر یہ اس کے معنی لئے جائیں کہ یہ اپنے ارادہ اور قدرت سے جس چیز کو چاہتے ہیں حلال کر دیتے ہیں۔ اور جس کو چاہتے ہیں حرام۔ تو یہ بھی ممنوع ہے (یقیناً ممنوع ہے) بلکہ اللہ نے بھی امام کو کامل بنا دیا ہے۔ تو وہ خلاف حق کوئی امر کرتے ہی نہیں اور اس کی مشیت کے خلاف چلتے ہی نہیں اس لئے امور شریعت ان کے سپرد کر دیئے ہیں کہ ان کو بیان کر دیں اور اجرا فرمائیں۔
تیسرے مخلوقات کے امور سیاست و تادیب و تعلیم اور ان کی تکمیل ان کے سپرد کر دی ہے یہ بھی حق ہے کہ خدا فرماتا ہے۔ مَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰکُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا الخ جو کچھ رسول حکم دے۔ اس کو تسلیم کرو۔ اور جس سے منع کرے اس سے باز رہو۔
چوتھے یہ کہ علوم و احکام کا بیان حسب مصلحت ان کو سپرد کر دیا ہے۔ جس کو چاہیں اور مصلحت سمجھیں بیان کریں جس کو چاہیں نہ کریں یا روک دیں یہ بھی درست ہے۔ انتہی۔
پانچویں۔ اس کا اختیار دیا گیا ہے کہ چاہیں ظاہر روایت پر عمل کریں یا اپنے علم حقیقی پر جو بذریعہ وحی و الہام الٰہی حاصل ہے۔ یہ بھی حسب مصلحت ان کے لئے درست ہے۔ اور اس میں وہ مختار ہیں۔
چھٹے۔ یہ کہ یہ مالک دولت زمین و آسمان ہیں جس کو جو چاہیں بخشیں۔ جو چاہیں رکھیں۔ خلیفہ خدا ہیں۔ ملک و دولت زمین و آسمان کے مالک ہیں (سابع بحار صـ۳۴۱ و مابعد)
اور اسی طرف ان روایات کا اشارہ ہے ابی اسحٰق النحوی حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کرتا ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا ہے :-

ان اللہ ادب نبیّہ علی محبتہ فقال انك لعلی خلق عظیم ثم فوض الیہ الامر)	اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی اپنی محبت پر تربیت فرمائی اور مکمل کر کے فرمایا بیشک تو خلق عظیم کا مالک ہے اور پھر امر تدبیر عالم اس کو سپرد کر دیا۔ اور فرمایا

مَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ۔ الآیہ۔ جو کچھ رسول حکم دے اس کو قبول کرو اور جس سے منع کرے اس سے باز رہو اور فرمایا جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے خدا کی اطاعت کی۔ اور رسول اللہؐ نے یہ امور علیؑ کے سپرد کئے اور اس کو ان کا امین بنایا پس تم مومنین نے اس کو تسلیم کر لیا۔ اور لوگوں نے انکار کیا پس خدا کی قسم ہم تمہیں اس لئے دوست رکھتے ہیں کہ جب ہم کہتے ہیں تو تم کہتے ہو اور جب خاموش ہوتے ہیں تو تم خاموش رہتے ہو۔ اور ہم تمہارے اور خدا کے درمیان واسطہ و وسیلہ ہیں اور ہمارے حکم کی مخالفت میں کسی کے لئے کوئی چیز

نہیں ہے (ہفتم بحار صـ۹)

جناب فاطمۃ الزہرا صلوات اللہ علیہا فرماتی ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ جس وقت مجھ کو سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچایا گیا اور قاب قوسین اور اَو ادنیٰ کے مقام تک پہنچا تو میں نے دل کی آنکھ سے خدا کو دیکھا۔ اور جسمانی آنکھ سے نہیں دیکھا۔ پس میں اذان اور اقامت کی آواز سنی۔ پھر ندا آئی۔ اے میرے فرشتو! اور اے ساکنانِ زمین و آسمان۔ انی انا اللہ لا الہ الا انا وحدی لا شریک لی۔ سب نے کہا ہم نے اقرار کیا اور گواہی دی۔ پھر ندا آئی اے میرے فرشتو اے میری زمین و آسمان کے رہنے والو۔ اے میرے عرش کے حاملو۔ ان محمداً عبدی و رسولی۔ سب نے کہا ہم نے اقرار کیا اور گواہی دی۔ پھر ندا آئی۔ ان علیاً ولیی وولی رسولی وولی المومنین بعد رسولی۔ (علی میرا ولی ہے۔ میرے رسول کا ولی ہے اور بعد رسول اللہ سب مومنوں کا ولی ہے۔ عباد بن صہیب کہتے ہیں کہ جعفر بن محمد نے کہا ہے وہ کہتے ہیں ابو جعفر نے کہا ہے کہ ابن عباس نے جب اس حدیث کو سُنا تو کہا میں یہ مضمون کتاب اللہ میں پاتا ہوں۔ اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ۔ احزاب ۹۔ ان کے پاس خدا نے درہم و دینار یا خزانہ زمین و دیعت نہیں کیا۔ اور امانت نہیں رکھا۔ لیکن اُس نے زمین و آسمان اور پہاڑوں کو خلقتِ آدم سے قبل وحی کی کہ میں تم میں ذریّت محمدؐ کو خلیفہ بنانے والا ہوں۔ تم ان سے کیا کرو گے۔ جب وہ تمہیں پکاریں تو حکم مانو۔ جب پناہ مانگیں تو پناہ دو اور اے پہاڑو جب تمہیں پکاریں جواب دو۔ اور ان کے دشمنوں کے خلاف ان کی اطاعت کرو۔ وَاٰتَیْنٰهُمْ مُّلْكًا عَظِیْمًا۔ کا یہی مطلب ہے۔ ملک عظیم ان کی اطاعت ہے کہ ہر شے ان کی زیر نگین ہے۔ یہی ملک عظیم ہے کہ ان میں سے ائمہ بنائے۔ جن کی ہر شے اطاعت کرتی ہے۔ من اطاعھم فقد اطاع اللہ ومن عصاھم فقد عصی اللہ۔ جس نے ان کی اطاعت کی اس نے خدا کی اطاعت کی۔ اور جس نے ان کی نافرمانی کی اس نے خدا کی نافرمانی کی۔ وقال الرضا علیہ السلام الولایۃ ھی الدین الحق۔ ولایت ہی دین ہے (لا ریب فیہ) وہ ہی صراطِ مستقیم الٰہی ہے) (ہفتم بحار صـ۹۷)

وعن الصادقؑ۔ اللہ تعالیٰ نے ہم کو خلق فرمایا اور بہترین صورت میں خلق فرمایا ہمیں اپنے بندوں پر اپنی آنکھ اور اپنی مخلوق میں اپنی زبان اور اپنے بندوں پر اپنا دستِ رحمت و رافت اور وجہ اللہ جس سے اللہ حاصل ہوتا ہے اور اس کا دروازہ جو اس تک راہنمائی کرتا ہے اور اس کی زمین و آسمان میں اس کے امین و خزینہ دار ہماری وجہ سے درخت پھل دیتے ہیں اور ہمارے سبب سے

پکتے ہیں۔ ہم سے دریا جاری ہوتے ہیں۔ ہمیں سے بارش برستی ہے اور نباتات اُگتی ہے۔ ہماری ہی عبادت سے خدا کی عبادت کی جاتی ہے۔ اور اگر ہم نہ ہوتے تو کوئی خدا کی عبادت نہ کرتا اور نہ کرسکتا۔ ولم یسجد منا احد لصنم۔ ہم میں سے کسی نے کبھی بت پرستی نہیں کی۔ بت پرست کبھی قابل امانت نہیں ہوسکتا۔ لا یحجب عنھم علم السماء والارض والجنۃ والنار وعرض علیھم ملکوت السمٰوٰت والارض یعلمون علم ما کان وما یکون الی یوم القیامۃ۔ زمین و آسمان اور جنت و دوزخ کا علم ان سے پوشیدہ نہیں اور بواطن زمین و آسمان ان کے پیشِ نظر ہیں۔ اور وہ قیامت تک کی گذشتہ و آئندہ باتوں کو جانتے ہیں۔ اگر ہم کو اجازت ہوجائے کہ ہم لوگوں کو اپنا مرتبہ اور قدر جو عنداللہ ہے بیان کردیں تو تم برداشت نہ کرسکوگے۔ عرض کیا (مفضّل) عام مرتبہ علم تو معمولی بات ہے۔ ان الامام وکر ارادۃ اللہ عزوجل لا یشاء الا ما شاء اللہ۔ امام وکر ارادہ الٰہی و محل مشیت ایزدی ہے۔ ہر ارادہ باری اس سے ظاہر ہوتا ہے اور وہ وہی کرتا ہے جو خدا چاہتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ تفویض ممنوع وہی ہے جہاں تعطیل ذات باری لازم آئے اور اس کا کوئی مومن قائل نہیں اور امام کے کسی لفظ سے ایسا ثابت نہیں ہوتا۔ ورنہ امور عالم کا ظہور ان سے مسلم ہے۔ یہ نہ غلو ہے نہ تفویض ہے۔ (اعاذنا اللہ من ذلک)

یہ ایک قطرہ ہے اس بحرِ بیکراں کا جو ان کے غرائب احوال و عجائب شیون اور صعاب امور کو محیط ہے۔ اس سے زیادہ کی نہ طاقت نہ فرصت۔ ان اشارات کے ماتحت۔ مومنین کرام خطبات بیانیہ جو سیّد صالح کشفی نے نقل کئے ہیں اور جو روایات معرفۃ بالنورانیہ میں وارد ہوئے ہیں مطالعہ فرمائیں۔ اور نور معرفت حقیقیہ سے قلوب صافیہ کو روشن کریں اور انہی اصول پر اپنے مرتبہ تحمل ایمان کے مطابق فقرات معصوم کی تاویل کریں اور محمل صحیح پر محمول۔ ان کے فضائل کو اپنی نافہمی سے رد کرنا کفر ہے۔

ان ہی بیانات سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ محمدؐ و آلِ محمدؐ فضائل میں مساوی ہیں۔

فرق عہدۂ نبوّت میں ہے کہ وہ حضور سرورِ کائنات سے مخصوص ہے اور آپ پر ختم اور اس لئے ائمہ طاہرین اس عہدے پر فائز نہیں ہوتے۔ مرتبہ صلوح نبوّت حاصل ہے۔ اور اگر نبوّت باقی ہوتی تو یہ سب نبی ہوتے۔ لیکن نبوّت ختم ہوگئی محمدؐ پر اس لئے کوئی نبی نہ ہُوا۔ جو ان کو مثل حضرت نبی کہے۔ وہ بے شک غالی ہے۔

اس سے زیادہ تفصیل انشاءاللہ علیحدہ مذکور ہوگی۔)

خطبہ رجعیہ امیرالمومنینؑ

الاولیٰ

ان لی الکرۃ بعد الکرۃ والرجعۃ
بعد الرجعۃ وانا صاحب
الرجعات والکرات۔ وصاحب الصولات
والنقمات والدولات العجیبات۔ وانا قرن
من حدید۔ وانا عبد اللہ واخو رسول
اللہ۔ وانا امین اللہ وخازنہ وعیبتہ
سرہ وحجابہ۔ ووجھہ وصراطہ ومیزانہ
وانا الحاشر الی اللہ۔ وانا کلمۃ اللہ
التی یجمع بھا المتفرق ویفترق بھا
المجتمع وانا اسماء اللہ الحسنیٰ۔ وامثالہ
العلیا وایاتہ الکبریٰ۔ وانا صاحب الجنۃ
والنار۔ اسکن اھل الجنۃ الجنۃ واھل النار
النار۔ والی تزویج اھل الجنۃ والی عذاب
اھل النار والی ایاب الخلق جمیعا وانا
للمآب الذی یؤب الیہ کل شئ بعد
القضاء۔ والی حساب الخلق جمیعا وانا
صاحب الحسنات۔ وانا المؤذن علی الا
عراف۔ وانا بارز الشمس وانا دابۃ
الارض۔ وانا قسیم النار وانا خازن
الجنان وصاحب الاعراف۔ وانا امیر
المومنین ویعسوب المتقین۔ وایۃ
السابقین ولسان الناطقین۔ وخاتم
الوصیین۔ ووارث النبیین وخلیفۃ رب

بیشک میرے لئے دنیا میں بار بار آنا اور رجعت
کرنا ہے۔ میں رجعتوں والا اور باریوں والا حملوں
والا اور سزاؤں والا اور عجیب دولت اور دولتوں
والا ہوں۔ میں ہر ایک قلعہ کفر کو ڈھا دینے والا آہنی
سینگ ہوں۔ میں بندۂ خدا اور برادر رسولؐ اللہ
ہوں۔ میں خدا کا امین اس کا خزینہ دار اس کے
بھیدوں کا صندوق یا بقچہ ہوں۔ میں حجاب اللہ
وجہ اللہ۔ صراط اللہ اور میزان حق و باطل ہوں میں
ہی مخلوق کو خدا کی طرف جمع کرنے والا ہوں میں
ہی وہ کلمۃ اللہ ہوں جس کے ذریعہ ہر جدا چیز اکٹھی
اور ہر ایک اکٹھی جدا ہو جاتی ہے۔ اجزاء متفرقہ مجھ
سے ترکیب پاتے ہیں اور اجزاء مجتمع مجھ سے تحلیل پاتے
ہیں مظہر اسم یا جامع و یا مفرق میں ہی ہوں میں معنی
اسماء اللہ امثال علیا اور آیات کبریٰ ہوں اور میں
ہی جنّت و دوزخ کا مالک ہوں۔ اہل جنّت کو
جنّت میں ساکن کروں گا اور اہل نار کو نار میں داخل
کروں گا۔ اور میں ہی اہل جنّت کی ترویج کرونگا میرے
ہی ذمہ اہل نار کو عذاب کرنا ہے۔ اور میری ہی طرف
ساری مخلوق کی بازگشت ہوگی۔ اور میرے ذمہ
ساری خلق خدا کا حساب ہے۔ اور میری ہی طرف
ہر ایک امر بعد قضاء الٰہی رجوع کرتا ہے۔ میں ہی جنتوں
والا۔ میں ہی نیکیاں بخشنے والا ہوں اور میں اعراف
میں پکارنے والا۔ میں ہی ایام رجعت میں آفتاب

العٰلمین۔ وصراط ربی المستقیم وقسطاسه والحجة علی اهل السمٰوٰت والارضین وما فیهما وما بینهما۔ وانا الذی احتج الله به علیکم فی ابتداء خلقکم وانا الشاهد یوم الدین۔ وانا الذی علمت علم المنایا والبلایا والقضایا وفصل الخطاب والانساب و استحفظت آیات النبیین المستخفین المستحفظین وانا صاحب العصا والمیسم وانا الذی سخرت لی السحاب والرعد والبرق والظلم والانوار والریاح والجبال والبحار و النجوم والشمس والقمر وانا القرن الحدید وانا فاروق الامة وانا الهادی وانا الذی احصیت کل شئ عدداً بعلم الله الذی اودعنیه وبسره الذی اسره الی محمد و اسره النبی الیّ وانا الذی انحلنی ربی اسمه وکلمته وحکمته وعلمه وفهمه یا معشر الناس اسئلونی قبل ان تفقدونی اللهم انی اشهدک واستعدیک علیهم ولا حول ولا قوة الا بالله العلی العظیم والحمد لله متبعین امره۔

ظاہر ہونے والا۔ اور میں ہی دابۃ الارض ہوں۔ میں قاسم جنّت ونار اور خازن بہشت ہوں۔ اور میں ہی وہ صاحب اعراف ہوں جو سب کو ان کی پیشانیوں سے پہچانتا ہوگا (وَعَلَى الْأَعْرَافِ رِجَالٌ يَعْرِفُونَهُم بِسِيمَاهُمْ) میں امیر المومنین۔ یعسوب المتقین آیۃ السابقین۔ لسان الناطقین۔ خاتم الوصیین وارث النبیین اور خلیفۂ رب العالمین اور راس کی صراط مستقیم اور اس کی میزان حق و باطل ہوں اور تمام زمین وآسمان و مافیہما پر اس کی حجت۔ مجھ سے اللہ تعالیٰ نے ان کی خلقت کے وقت احتجاج واتمام حجت کیا۔ اور میں ہی روز قیامت ان کا شاہد ہوں (وجاءت کل نفس معها سائق وشهید) اور میں علم بلایا۔ علم منایا۔ علم قضایا وفصل الخطاب اور علم انساب کو جانتا ہوں۔ اور میں جملہ انبیاء کی آیات اور نشانات کا محافظ ہوں۔ اور میں ہی لاٹھی اور نشان والا ہوں (جو ایام رجعت میں قریب قیامت ہر کافر کی پیشانی پر نشان لگائے گا۔ هٰذا کافر حقا الی یوم القیٰمة۔ اور ہر مومن کی پیشانی پر نشان لگائے گا۔ هٰذا مومن حقاً۔ میں ہوں جس کے لئے بادل۔ گرج۔ بجلی۔ تاریکیاں روشنیاں۔ ہوائیں۔ پہاڑ۔ سمندر۔ ستارے اور چاند سورج مسخر کر دیئے گئے ہیں کہ رئیس کارکنان قضاو قدر و ولی الامر ہے۔ میں قوت خدا کا آہنی سینگ ہوں اور میں فاروق امت ہوں۔ مجھ ہی سے حق وباطل میں تمیز وتفریق ہوتی ہے۔ میں ہی خلق خدا کو اس کی طرف ہنکانے اور چلانے والا ہوں۔ اور میں ہی وہ ہوں جس نے ہر شے کو گن گن کر احصاء کیا ہے۔ وَكُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ فِي إِمَامٍ مُّبِينٍ اس علم کے ذریعہ جو اللہ نے مجھ کو ودیعت کیا ہے۔ اور اس راز قدرت کے ذریعہ جو اس نے محمدؐ کو

کو پہنچایا۔ اور محمدؐ نے مجھے پہنچایا۔ اور میں ہی وہ ہوں جس کو خدا نے اپنا نام اپنا کلمہ اپنی حکمت۔ اپنا علم اور اپنی فہم عطا کی۔ معاشر الناس۔ پوچھو مجھ سے قبل اس کے کہ مجھ کو نہ پاؤ۔ خداوندا میں تجھ کو ان پر گواہ بناتا ہوں اور تجھ ہی سے ان پر مدد چاہتا ہوں۔ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم والحمد للہ متبعین امرہ کوئی قوت وطاقت نہیں ہے۔ مگر اس خدائے علی وعظیم کی طرف سے اور ہم اس کی حمد کرتے ہیں۔ اس کے حکم کا اتباع کرتے ہوئے۔

یہ ولی مطلق مظہر العجائب والغرائب ہر دور اور ہر زمانے میں ظہور فرماتا رہا ہے۔ اور یہ مشکل کشائے خلق ہر دور میں ہر صاحب غرض کی مشکل میں کام آتا رہا ہے۔ اور ہر نبی کی امداد فرماتا رہا ہے۔ اور ارشاد فرمایا ہے۔ نصرت الانبیاء سرًا نصرت محمداً جہراً۔ میں نے تمام انبیاء کی پوشیدہ طور پر نصرت کی ہے۔ نوح کی کشتی کو بچایا ہے۔ ابراہیم کو سنبھالا۔ یوسف کو نکالا ہے۔ اور ہر میدان میں محمدؐ کی کھلم کھلا۔ اس ولی خدا نے نصرت کی۔ اور ایام ظہور حق اور عالم رجعت میں آپ سردار لشکر یمانی کی صورت میں ظاہر ہوں گے۔ عصا و نشان کے ساتھ دابۃ الارض کی صورت میں نمایاں ہوں گے۔ کرۂ شمس پر ظہور فرمائیں گے۔ اور صیحہ فرمائیں گے۔ پھر نصرت فرزند کے لئے آئیں گے۔ پھر رجعت میں بیس ہزار سال حکومت فرمائیں گے۔ اور اس لئے فرماتے ہیں۔ کہ میں بار بار دنیا میں آنے والا۔ رجعت کرنے والا اور عجیب و دولتوں اور باریوں والا۔ اور دشمنوں کو عذاب کرنے اور سزا دینے والا ہوں۔ تمام اعداً اور خصوص اہل شام کو زمانہ رجعت میں سخت سزا دیں گے اور انتقام لیں گے۔ جس کی تفصیل دیگر خطبات میں آتی ہے اور ابواب رجعت میں یہ تمام امور مفصل مذکور ہیں اور تمام عجائبات و معجزات اس مظہر العجائب کے مشہور و معروف اور مسلمات دین سے ہیں۔

ہر شے اوّل علم باری میں ہوتی ہے۔ پھر مشیت میں۔ پھر مقام ارادہ میں۔ پھر تقدیر علمی میں۔ پھر قضاء علمی میں۔ پھر قضا فعلی میں اور پھر امضاء و اجراء ہوتا ہے اور پھر اس کی اجل مطلق اور معین و مسمّی مقرر۔ علی مظہر کل ولی مطلق ہے۔ بعد اجراء قضاء ہر شے آپ پر نازل ہوتی ہے۔ اور قبل قضاء آپ کو کوئی علم اس کا نہیں ہوتا۔ اور آپ سے پھر کارکنان قضاء و قدر پاتے ہیں۔ اس لئے ارشاد ہے کہ میں ہی وہ مرجع و مآب ہوں کہ ہر شے بعد اجراء حکم و قضاء الٰہی میری طرف رجوع کرتی ہے اور یہ بھی علین دین وحقیت ہے۔

قرآن پاک میں بھی یہ مضمون ہے۔ "ثُمَّ اِنَّ اِلَیْنَا اِیَابَھُمْ۔ ثُمَّ اِنَّ عَلَیْنَا حِسَابَھُمْ" غاشیہ۔ ہماری ہی طرف ان سب کی بازگشت ہے۔ اور ہمارے ہی ذمہ ان سب کا حساب ہے۔ زیارت جامعہ

میں ہے " ایاب الخلق الیکم وحسابہم علیکم " خلق کی بازگشت آپ ہی کی طرف ہے۔ اوران کا حساب آپ ہی کے ذمہ۔ اس لئے فرماتے ہیں کہ میری طرف سب کی بازگشت ہوگی۔ اور سب کا حساب لوں گا۔ خلیفہ مطلق ہی اس کی طرف سے حساب وکتاب لے گا۔ اس کی شان اس سے ارفع واعلیٰ ہوگی۔ کہ ہر مخلوق سے ہم کلام ہوسکے یا دکھائی دے۔ یا کسی جگہ اور مکان میں آئے اور تخت لگائے۔ یہ سب اپنے ان خلفاء واولیاء کے ذریعہ کرے گا۔ اور یہی وجہ اللہ جو بعد فنا ہر شے باقی ہیں سب خلق کو اس کی طرف جمع کریں گے۔ یہ تمام ولی برحق۔ خلیفہ خدا۔ مظہر کل مظہر العجائب کی صفات ہیں۔ نہ خالق کائنات کے اوصاف۔ کوئی بات اس میں غلو کی نہیں ہے۔ اور آخر میں ارشاد ہے کہ جو کچھ جانتا ہوں اس کی تعلیم سے اور محمدؐ کی تعلیم سے ہے اور جو کچھ کرتا ہوں اور کروں گا اس کی طاقت وقوت سے " ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم " ان فقرات کو جو غلط کہے اس کا دماغ نور عقل سے اور دل نور ایمان سے خالی ہے اس خطبہ کی شرح صاحبان سواد۔ باب الرجعت۔ بحارالانوار جلد ۱۳ سے مطالعہ فرمائیں۔ معارف ایمانیہ وحقائق نورانیہ انہی کا نام ہے اور انہی کا انکار کفر۔ اعاذنا اللہ من ذٰلک۔ اسی طرح دیگر خطبات کے فقرات کو حل فرمائیں اور معانی وموارد صحیحہ پر محمول۔ وما التوفیق الا باللہ۔ ومن یجعل اللہ لہ نورا فما لہ من نور۔

الثانیۃ

الدر المنظم للشیخ الامام کمال الدین ابوسالم محمد طلحہ الحلبی الشافعیؒ وقد ثبت عند علماء الطریقۃ ومشائخ الحقیقۃ بالنقل الصحیح والکشف الصریح ان امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ قام علی المنبر بالکوفہ وھو یخطب فقال۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ بدیع السمٰوٰت والارض وفاطرھا وساطح المدحیات ووازرھا ومطور الجبال وقافرھا ومفجر العیون ونافرھا۔ ومرسل الریاح وزاجوھا۔ وناھی القواصف وآمرھا ومزین

شیخ کمال الدین ابوسالم محمد بن طلحہ الحلبی الشافعیؒ نقل کرتے ہیں کہ علماء طریقت اور مشائخ حقیقت کے نزدیک نقل صحیح اور کشف صریح سے ثابت ہے کہ امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالب منبر کوفہ پر کھڑے ہوئے اور یہ خطبہ بیان فرمایا۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جو آسمانوں اور زمینوں کا پیدا اور خلق کرنے والا ہے سطح زمین کو پھیلانے اور اس کو دبانے والا۔ پہاڑونکو قائم اور ان کو بلند کرنے والا ہے۔ چشموں کو نکالنے اور ان کو بہانے والا۔ تند ہواؤں کو روکنے اور چلانے والا۔ آسمان کو زینت دینے اور روشن کرنے والا۔ افلاک کا انتظام کرنے اور ان کو چلانے والا۔ کواکب وسیارات کی

السماء وزاهرها۔ ومدبر الافلاك ومسيرها
ومقسم المنازل ومقدرها ومنشئ
السحاب ومسخرها ومولج الحنادس ومنورها
ومحدث الايام ومقررها۔ ومكور الدهور
ومكدرها ومورد الامور ومصدرها
وضامن الارزاق ومدبرها۔ ومحي
الرفات وناشرها۔ احمده على آلائه و
توافرها واشكره على نعمائه وتواترها
واشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك
له شهادة تودي الى السلامة ذاكرها
وتومن العذاب ذاخرها واشهد ان
محمد الخاتم لما سبق من الرسل وفاخرها
ورسوله الفاتح لما استقبل من الدعوت
وناشرها۔ ارسله الى امة قد شعر بعبادة
الاوثان شاعرها۔ فابلغ صلى الله عليه
واله وسلم في النصيحة وافرها وانار
منار اعلام الهداية ومنابرها ومحا
بمعجز القرآن دعوت الشيطان ومكاثرها
وارغم معاطيس غواة العرب وكافرها
حتى اصبحت دعوة الحق باول زائرها و
شريعته المطهرة الى المعاد يفخر فاخرها
صلى الله عليه وعلى اله الدوحة العليا و
طيب عناصرها۔ ايها الناس سار المثل
وحقق العمل وتسلمت الخصيان و
حكمت النسوان واختلفت الاهواء وعظمت

منزلوں قائم اور مقرر کرنے والا۔ بادلوں کو پیدا اور
مسخر کرنے والا۔ تاریکیوں کو داخل اور منور کرنے والا
دنوں کو نو بنو لانے اور مقرر کرنے والا۔ زمانوں کے
دوروں کو معین کرنے والا اور چکر دینے والا
جملہ امور کو صادر و وارد کرنے والا۔ رزق عباد
کا ضامن اور ان کی تدبیر کرنے والا۔ بوسیدہ ہڈیوں
کو زندہ کرنے اور دوبارہ قبروں سے اٹھانے والا۔
میں اس کی حمد بجا لاتا ہوں۔ اس کی نعمتوں پر اور
ان کے پے در پے آنے پر اور شہادت دیتا
ہوں کہ اس وحدہٗ لاشریک کے سوا کوئی معبود
نہیں ہے۔ ایسی شہادت جو اس کے ذکر
کرنے والے (متکلم) کو سلامتی تک پہنچا دے اور
اس کے ذخیرہ کرنے والے کو عذاب سے بچا دے
اور میں شہادت دیتا ہوں کہ محمد تمام مرسلین سابقین
کے خاتم ہیں اور سب سے افضل ہیں اور اس کے
وہ رسول ہیں جو تمام پہلی دعوتوں اور ہدایتوں کی
ابتدا کرنے والے اور ان کو پھیلانے والے ہیں اور
ان کی تکمیل و تتمیم کرنے والے ہیں۔ اس کو خدا نے
ایسی امت کی طرف بھیجا۔ جس کے بانیوں نے اس
میں بت پرستی کی بنیاد ڈال دی تھی تو آنحضرت
نے اس کی نصیحت میں تبلیغ کا پورا پورا حق ادا کیا اور
ہدایت کے نشانوں اور اس کے مناروں کو بلند
کیا اور قرآن کے اعجاز سے شیطانی دعوت اور
اس کی قوت و کثرت کو مٹا دیا اور عرب کے گمراہوں
اور کافروں کی ناکوں کو رگڑ دیا۔ یہاں تک کہ دعوت

البلوی واشتدت الشکوی واستمرت
الدعوی وزلزلت الارض وضیع الفرض
وکتمت الامانۃ وبدت الخیانۃ و
قام الادعیاو نال الاشقیاء وتقدمت
السفھاء وتاخرت العلماء وازور القرآن
واحمر الدبران۔ وکملت الفترۃ وسدست
الھجرۃ وظھرت الاخاطس فحسمت
الملابس یملکون السرائر ویھتکون
الحرائر ویجیئون کیسان و تخربون
خراسان فیھدمون الحصون و
ویظھرون المصئون و یفتحون
العراق بدم یراق۔ فاہ اہ۔ ثم اہ اہ۔
بعریض الافواہ وزبول الشفاۃ ثم
التفت یمیناً وشمالاً وتنفس الصعدا
املالاً وتاوہ خشوعاً وتغیر خضوعاً۔
فقام الیہ سوید بن نوفل الھلالی فقال
یا امیر المومنین انت حاضر بما ذکرت
وعالم بہ فالتفت الیہ بعین الغضب قال
لہ ثقلت الثواکل ونزلت بک النوازل
یا بن الجبان الخبائث والمکذب الناکث
سیقصر لک الطول ویغلبک الغول انا
سر الاوسرار انا شجرۃ الانوار۔ انا
دلیل السموات وانا رئیس المسجات
انا خلیل جبرئیل انا صفی میکائیل انا
قائد الاملاک انا سمندل الافلاک

حق ابتداً دَور ہی میں مکمل ہوگئی اور اس کی شریعت مطہرہ
قیامت تک کے لیئے قابلِ فخر۔ خدا اس پر اور اس
کی آل شجرۂ علیا اور عناصر پاکیزہ پر اپنی رحمت
نازل فرمائے۔ اے لوگو! مثل جاری ہوگئی۔ عمل ثابت
ہوگیا۔ خواجہ سرا متصرف امور اور عورتیں حاکم بن گئیں۔
خواہشات مختلف ہوگئیں۔ اور بلائیں عظیم اور
شکایت شدید ہوگئی۔ دعوٰی ہر طرف سے عام ہوگیا
اور زمین متزلزل۔ فریضہ خدائی ضائع ہوگیا اور
امانت پوشیدہ کرلی گئی۔ اور خیانت ظاہر ہوگئی۔
حرام زادے اُٹھ کھڑے ہوئے اور بدبخت اور شقی لوگ
اپنے مقصد پر فائز۔ سفہاء اور بیوقوف آگے بڑھ گئے
اور علماء پیچھے رہ گئے۔ قرآن کو جھٹلایا جانے لگا۔
اور خلاف وضع فطری طرفین میں نمایا۔ زمانہ فترت
کامل ہوچکا۔ اور دَور ہجرت ختم۔ چپٹی ناک والے ظاہر
ہوگئے اور لباس متغیر اور کوتاہ ہوگئے۔ یہ اسرار پر
قابض ہوں گے اور شریف زادیوں کو بیحرمت کریں گے
کیسانی (یا غدار لوگ) آئیں گے اور خراسان کو خراب
کریں گے۔ پس قلعوں کو ڈھادیں گے اور خزانوں کو باہر
نکالیں گے۔ اور خونریزی کے ساتھ عراق کی فتح
کریں گے۔ افسوس افسوس کھلے مونہوں اور سوکھے
ہونٹوں پر۔ پھر آپ نے دائیں بائیں نظر ڈالی
رنج و ملال سے ایک لمبا سانس لیا اور ایک آہ
سرد بھری اور خوف سے رنگ رخ متغیر ہوگیا۔ تو
سوید بن نوفل ہلالی اُٹھ کھڑا ہُوا اور کہنے لگا۔ یا امیر
المومنین یہ جو کچھ واقعات آئندہ ذکر کئے کیا آپ

اناسریرالضراح اناحفیظ الالواح
اناقطب الدیجورانابیت المعمور
انامُزن السحائب انا نورالغیاھب
انا فلک الحجج وانا
حجۃ الحجج انامسدّدالخلائق
انامحقق الحقائق انا مؤل
التاویل وانامفسرالانجیل۔
اناخامس الکساء انا تبیان
النساء۔ اناالفۃ الایلاف انارجال
الاعراف اناسرابراھیم اناثعبان
الکلیم۔ اناولی الاولیاء اناورثۃ
الانبیاء۔ اناداباءالزبور انا
حجاب الغفور۔ انا صفوۃ
الجلیل انا ایلیاء الازجیل۔
اناشدید القوی اناحامل اللوا۔
انا امام المحشر اناساقی الکوثر۔
اناقسیم الجنان انا ماعیر
النیران انا یعسوب الدین
انا امام المتقین اناوارث
المختار انا ظھیرالا
ظھار انا لبید الکفرۃ۔
انا ابوالائمۃ البریۃ
انا فاتح الباب۔انا
مفرق الاحزاب
انا الجوھرۃ الثمنیۃ

ان پر حاضر و ناظر ہیں اور ان کا علم رکھتے ہیں؟ حضرت
اس کی طرف متوجہ ہوئے اور چشم غضبناک سے
اس کو دیکھا اور فرمایا رونے والیاں تجھے روئیں بلائیں
تجھ پر نازل ہوں۔ او خبیث نامردوں کی اولاد جھوٹے
عہد شکن عنقریب تیری عمر ختم ہو گی۔ اور ہلاکت
تجھ پر غالب (تو کیا کہتا ہے) میں غیبی رازوں کو
جاننے والا ہوں اور انوار الٰہی کا شاداب درخت۔
میں آسمانوں کا راہ نما ہوں اور تسبیح گزار فرشتوں کا
رئیس و مصاحب میں خلیل جبرئیل ہوں اور حبیب صادق
میکائیل۔ میں سارے فرشتوں کا سردار ہوں۔ اور
افلاک کا شاہ باز۔ میں سریر بیت معمور ہوں (یا
بادشاہ بیت معمور اسرار علوم ہوں) اور میں لوح محفوظ
و لوح محو و اثبات کا محافظ۔ میں قطب دیجور ہوں۔
اور میں ہی خود بیت معمور آسمان علوم۔ میں باران سحاب
رحمت ہوں۔ اور میں ہی تاریکیوں کو روشن کرنے
والا نور تاباں۔ میں فلک حجت ہائے الٰہی ہوں۔
اور میں حجتوں کا باپ۔ اور سردار میں ساری کائنات
کا مددگار و معاون ہوں اور جملہ حقائق کو ثابت
کرنے والا ہوں۔ میں خامس آل عبا ہوں۔ اور میں ہی
تفصیل و بیان (سورۂ نساء) میں ہی معنی الفت ایلاف
اور مفسر سورہ ایلاف ہوں۔ میں ہی رجال اعراف سے
مراد ہوں (وَعَلَی الْاَعْرَافِ رِجَالٌ یَّعْرِفُوْ
نَهُمْ بِسِیْمٰهُمْ اعراف میری شان میں ہے) میں
ابراہیم خلیل اور اژدہائے کلیم (اعجاز ابراہیمی و موسیٰ
کی حقیقت ہوں) میں سب ولیوں کا ولی اور سب نبیوں کا وارث

انا باب المدينة انا مفسر
البينات انا مبين المشكلات انا
النون والقلم انا مصباح الظلم انا سوال
متى انا ممدوح هل اتى ـ انا النبأ العظيم
انا الصراط المستقيم ـ انا لؤلؤ الاصداف
انا جبل قاف انا سر الحروف ـ انا نور
الظروف انا الجبل الراسخ انا علم
الشامخ انا مفتاح الغيوب انا مصباح
القلوب ـ انا نور الارواح انا روح الاشباح
انا فارس الاسرار انا نصرة الانصار انا
السيف المسلول ـ انا الشهيد المقتول
انا جامع القرآن انا تبيان البيان انا
شفيق الرسول انا بعل البتول ـ انا
عمود الاسلام انا مكسر الاصنام انا صاحب
الاذن ـ انا قاتل الجن انا صالح المؤمنين
انا امام المفلحين ـ انا امام ارباب الفتوة
انا كنز اسرار النبوة ـ انا مطلع على اخبار
الاولين ـ انا المخبر عن الوقائع الا
خرين ـ انا قطب الاقطاب ـ انا حبيب
الاحباب ـ انا مهدى الاوان انا
عيسى الزمان انا والله وجه الله انا والله
اسد الله ـ انا سيد العرب انا
كاشف الكرب ـ انا الذى قيل فى حقه
لا فتى الا على لا سيف الا ذوالفقار
انا الذى قال فى شانه انت منى بمنزلة

ہوں۔ میں عالم زبور اور حجاب رب غفور ہوں۔ میں
برگزیدہ رب جلیل اور یعنی ایلیا، انجیل ہوں۔ میں
شدید القویٰ ہوں اور میں حامل لواء محمدؐ۔ میں
پیشوائے روز محشر اور ساقی حوض کوثر ہوں میں
ہی قاسم جنت اور اعداء اللہ کے لئے جہنم کی
آگ کو بھڑکانے والا ہوں۔ میں یعسوب الدین و امام
المتقین ہوں۔ وارث رسول مختار اور سب مددگاروں کا
مددگار مشکل کشائے روزگار ہوں۔ میں کافروں کو
ہلاک کرنے والا۔ اور نیک اماموں کا باپ ہوں۔ میں
ہی باب کفر (مثل قلعہ خیبر) کو اکھاڑنے والا اور کفر کی
فوجوں کو پریشان کرنے والا ہوں۔ میں خزانہ قدرت کا
قیمتی جوہر اور دروازہ شہر علم پیغمبر ہوں میں آیات بینات
کی تفسیر کرنے والا۔ اور مشکلات علوم کو بیان کرنے والا
ہوں میں ہی معنی نون والقلم ہوں۔ میں تاریکیوں کی شمع
نورانی ہوں۔ میں سوال متیٰ کا مصداق (متیٰ نصر اللہ)
اور میں ہی سورۂ ہل اتیٰ کا ممدوح ہوں (قدرت نے
یہ قصیدہ میری ہی شان میں کہا ہے) میں نبأ عظیم کا
مصداق (عَمَّ يَتَسَاءَلُونَ عَنِ النَّبَإِ الْعَظِيمِ
الَّذِي هُمْ فِيهِ مُخْتَلِفُونَ) النبا اور میں حقیقت
صراط مستقیم الٰہی ہوں۔ میں صدف ہائے عظمت و
کرامت کا موتی ہوں۔ اور میں کوہ قاف جلال الٰہی میں
سر حروف ہوں۔ میں ہی حروف مقطعات میں
تمام زمان و مکان کی روشنی۔ میں ہی کوہِ
راسخ علوم اور جبل شامخ معارف و حقائق ہوں
میں تمام غیبوں کی کنجی اور اہل ایمان کے دلوں کو

ھارون من موسیٰ انا لیث بنی غالب انا علی ابن ابی طالب - قال فصاح السائل صیحۃ وخرمیتا - فعقب امیر المومنین کرم اللہ وجھہ کلامہ بان قال الحمد للہ باری النسم وذاری الامم والصلوٰۃ علی الاسم الاعظم والنور الاقدم محمد وآلہ وسلم ثم قال سلونی عن طرق السماء فانی اعلم بھا من طرق الارض سلونی قبل ان تفقدونی - فان بین جنبی علومًا کالبحار الزواخر فنھض الیہ الراسخ من العلماء والمھرۃ من الحکماء واحد ق بہ الکمل من الاولیاء والمومن الاصفیاء یقبلون مواطی قدمیہ ویقسمون بالاسم الاعظم علیہ بان یتم کلامہ ویکمل نظامہ فقال بحر الراسخین وحبر العارفین الامام الغالب علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجھہ یظھر صاحب الرایۃ المحمدیۃ والدولۃ الاحمدیۃ القائم بالسیف والحال الصادق بالمقام محی الارض ومحی السنۃ والفرض ثم قال ایھا المحجوب عن شانی الغافل من حالی ان العجائب اثار خواطری والغرائب اسرار ضمائری لانی قد خرقت الحجاب واظھرت العجاب واتیت بالباب ونطقت بالصواب وفتحت خزائن الغیوب وفتقت

روشن کرنے والی شمع ہدایت میں سب روحوں کی روح اور سارے نفسوں کی جان ہوں ۔ میں باربار حملہ کرنے والا شہسوار اور سب ناصروں کی نصرت اور ان کا مددگار ہوں ۔ میں حق کی شمشیر برہنہ اور شہید راہ خدا ہوں ۔ میں قرآن کو جمع کرنے والا اور بیان کی تفسیر (خَلَقَ الْاِنْسَانَ عَلَّمَہُ الْبَیَانَ (رحمٰن)) کی تفسیر میں ہوں میں رسول کا برادر شفیق اور بتول عذرا کا شوہر رفیق ہوں میں دین اسلام کا ستون اور بت شکن ہوں میں صاحب اذن ہوں ۔ وَتَعِیَھَا اُذُنٌ وَّاعِیَۃٌ (حاقہ ۹) کا مصداق ہوں اور جنوں کو قتل کرنے والا میں صالح المومنین اور امام المفلحین اور پیشوائے ارباب فتوت وجوانمردی ہوں اور میں ہی خزانہ اسرار نبوّت ہوں اور میں پہلوں کی خبروں سے باخبر اور آنیوالے واقعات کی خبر دینے والا ہوں ۔ میں سب قطبوں کا قطب ولیوں کا ولی اور دوستوں کا دوست ہوں ۔ میں مہدی اور مسیح زماں ہوں (المھدی مناوکلنا واحد) میں خدا کی قسم وجہ اللہ ہوں ۔ میں خدا کی قسم اسد اللہ ہوں میں سید العرب ہوں اور میں ہی رسول کی مشکلات کو دور کرنے والا کاشف الکرب ۔

میرے ہی حق میں کہا گیا ہے " لا فتی الا علی لا سیف الا ذو الفقار " اور میری ہی شان میں رسول نے فرمایا ہے ۔ انت منی بمنزلۃ ھارون من موسی میں شہر ہر نبی پر غالب ہوں اور میں علی ابن ابی طالب ہوں ۔ **راوی کہتا ہے** ۔ کہ جب حضرت کرم اللہ وجہہ یہاں تک اپنے بیان حقائق التیام میں پہنچے ۔ تو سائل تاب نہ لاسکا ۔ ایک چیخ ماری اور مردہ ہوکر زمین

وخالق القلوب وکثرت لطائف المعارف وانرت عوارف اللطائف۔ فطوبی لمن استمسك بعروة هذا الکلام وصلی خلف هذا الامام فانه یقف علی معانی الکتاب المسطور ورق المنشور ثم یدخل الی البیت المعمور والبحر البحور ثم انشد یقول۔

لقدت علم الاولین وانی ضنین بعلم الاخرین کنوم وکاشف اسرار الغیوب باسرها وعندی حدیث حادث وقدیم وانی لقیوم علی کل قیّم محیطٌ بکل العلمین علیم ثم قال لوشئت لاوقرت من تفسیر الفاتحه سبعین بعیرًا۔ ثم قال قٓ و القراٰن المجید. کلمات خفیات الاسرار وعبارات جلیات لاثار۔ ینابیع عوارف القتوب من مشکلات اللطائف الغیوب لمحات العواقب کالنجوم الثواقب نهایة الفهوم وبدایة العلوم والحکمة ضالة کل حکیم. سبحان القدیم یفتح الکتاب ویقرء الجواب یا ابا العباس انت امام الناس سبحان من یحیی الارض بعد موتها ویرد الولایة الی بیوتها یامنصور تقدم الی بناء السور ذالك تقدیر العزیز العلیم۔ وهذا اٰخر ما اسمعه من لفظه النورانی و

پر گر گیا تو علی کرم اللہ وجہہ نے اصل کلام کی طرف رجوع کیا اور اس کے بعد یوم سلسلہ بیان کو جاری رکھا۔ حمد ہے اس اللہ کے لئے جو روحوں کا پیدا کرنے والا اور ساری امتوں کا خلق کرنے والا ہے اور درود وسلام ہو اسم اعظم نور قدم رسول اکرم اور اس کی آل پر۔ پھر فرمایا پوچھو مجھ سے آسمان کے راستوں کو کہ میں زمین کی نسبت بھی اس کو زیادہ جاننے والا ہوں پوچھو مجھ سے قبل اس کے کہ مجھ کو نہ پاؤ کیونکہ میرے پہلوؤں میں دریائے علوم ٹھاٹھیں مار رہے ہیں پھر علماء، راسخین اور حکماء و ماہرین اٹھے اور ان کے ساتھ اولیا، کاملین اور اصفیا، نادرہ روزگار تھے۔ حضرت کے قدموں کو چومتے تھے۔ اور اسم اعظم کی قسم دلاتے تھے کہ اس کلام کو پورا کیجئے اور سلسلہ بیان کو ختم فرمائیے۔ تب اس بحر راسخین اور حبر عارفین امام غالب علی ابن ابی طالب نے فرمایا (تب) محمدی جھنڈے والا احمدی دور سلطنت والا، مقام ابراہیم پر صادق مقام کرنے والا (مہدیؑ) ظاہر ہوگا۔ جو زمین کو آباد کرے گا اور سنن و فرائض الہٰی کو دوبارہ زندہ کردے گا پھر فرمایا اور (سائل) میری جان سے جاہل اور میرے حال سے غافل۔ بے شک عجائبات میرے دل کے آثار ہیں۔ اور میرے ضمیر کے اسرار کہ میں نے حجابوں کو چاک کر دیا ہے اور عجائبات کو ظاہر کر دیا ہے۔ اور ٹھیک دروازے سے آیا ہوں اور جو کہا ہے ٹھیک ٹھیک کہا ہے۔ میرا نطق سراسر حق وصدق ہے۔ میں نے غیب کے خزانوں کو کھولا ہے اور

واضبطہ من کلامہ الروحانی فی ھذا الباب قال النبیؐ انا مدینۃ العلم وعلی بابھا وقال اللہ تعالیٰ وَاْتُوا الْبُیُوْتَ مِنْ اَبْوَابِھَا۔ فمن اراد العلم فعلیہ بالباب۔

(ینابیع المودۃ ص۴۰۳ الی ص۴۰۷)

ہیں نے دلوں کے دفینوں اور وقائق کو ظاہر کیا ہے میں نے لطیف معارف کو جمع کیا ہے اور معروف لطائف حقائق کی طرف اشارہ کر دیا ہے۔ پس خوشاحال اس کا جو اس کلام سے تمسک کرے اور اس امام کی اقتدا کرے کیونکہ وہ معانی کتاب مسطور اور رق منشور سے واقف ہوتا ہے۔ پھر بیت معمور علم میں داخل۔ اور پھر آپ نے یہ اشعار ارشاد فرمائے۔

بیشک میں علم اوّلین کو حاوی ہوں اور علم آخرین کو بیان کرنے میں بخیل اور اس کو چھپانے والا۔ میں نے تمام اسرار غیب کو کھول دیا ہے۔ اور میرے پاس زمانہ حال و گذشتہ کی سب باتیں موجود ہیں۔ میں سرداروں پر سردار ہوں اور میں تمام عالمین کو جاننے والا اور ان پر احاطہ رکھنے والا ہوں۔ پھر فرمایا اگر میں چاہوں تو صرف سورۂ فاتحہ کی تفسیر سے ستر اونٹ لاد دوں۔ پھر فرمایا۔ قٓ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِیْدِ ۔ یہ کلمات ہیں۔ جن کے اسرار پوشیدہ ہیں۔ اور یہ وہ عبارات ہیں جن کے آثار ظاہر ہیں۔ یہ معارف قلوب کے سرچشمے ہیں اور لطائف غیوب کے مشکل راز آئندہ آنے والے اسرار کے اشارات ہیں نجوم ثاقب کی طرح ٹوٹنے اور چمکنے والے ہیں۔ یہ عقلوں کی منتہا ہے اور علموں کی ابتدا۔ حکمت ہر ایک دانا کی گم شدہ دولت ہے اور پاک ہے ذات خدائے قدیم۔ کتاب کھولی جاتی ہے۔ اور جواب کو پڑھ دیا جاتا ہے۔

اے **ابوالعباس** تو لوگوں کا پیشوا ہے۔ پاک ہے وہ خدا جو زمین کو مردہ ہونے کے بعد زندہ کرتا ہے۔ اور ولایتوں کو ان کے گھروں اور مرکز حق کی طرف لوٹاتا ہے۔ اے **منصور** (دوانیقی) بڑھ فصیل (بغداد) بنانے کی طرف۔ یہ خدائے عزیز علیم کی تقدیر ہے (راوی کہتا ہے) یہ آخری لفظ نورانی ہے جو میں آنحضرت کی زبان سے سُنتا ہوں۔ اور آپ کے کلام روحانی سے یاد رکھتا ہوں۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ انا مدینۃ العلم وعلی بابھا۔ اور خدا نے فرمایا ہے۔ وَاْتُوا الْبُیُوْتَ مِنْ اَبْوَابِھَا بقرہ گھروں میں اُن کے دروازوں سے آؤ۔ پس جو علم نبوت چاہتا ہے۔ اس پر لازم ہے کہ اس باب علم کی طرف آئے۔ اور یہاں سے فیض اٹھائے۔

اس خطبہ میں اوّل عظمت و جلال و بزرگواری رب العالمین کا ذکر اور اس کی حمد و ثنا ہے۔ اور کچھ پیشینگوئیاں قریب قیامت آنے والے واقعات اور علائم ظہور مہدیؑ و زمانہ رجعت جن میں سے کچھ دور اوّل میں پوری ہوگئیں۔ کچھ اس کے بعد اور کچھ اس وقت ظاہر ہو رہی ہیں۔ اور کچھ ہونے والی ہیں۔ اور اکثر اولیاء اللہ معصومین ایسی خبریں اور نشانیاں اور اشراط قیامت بیان

کرتے آئے ہیں۔ آنحضرت نے بھی اسی قسم کی بہت سی نشانیاں قربِ قیامت کی بیان فرمائی ہیں۔ ان میں سے بہت سی ایسی ہیں جن کو اہلِ علم سمجھ سکتے ہیں۔ اور بعض وہ اشارات اور اصطلاحات خاصہ ہیں جن کو وہی اولیاء کرام جانتے ہیں۔ اور اہلِ علم ان کی تاویل باطنی بہت کم سمجھے ہیں۔ مگر صاحبانِ باطن۔ کوئی امر اس میں قابلِ اعتراض نہیں۔ جس سے الوہیت کا شبہ ہو اور غلو لازم آئے۔ پھر اپنے اوصاف و فضائل خاصہ اور اسرار ولایت کا بیان ہے۔ جو اکثر حضرت سے ظاہر ہوتی رہی ہیں۔ ان میں شاید حضرت کے علم ہی کے متعلق حضرات قشر مین شبہ کرسکیں۔ کہ حضرت نے محیط بکل العلمین علیم فرمایا۔ لیکن ہمارے مقدمات کو ملاحظہ کرنے کے بعد یہ امر ان جناب کے معمولی خصائص میں شمار ہوگا۔ معلول اوّل یقیناً کل عوالم کا علم رکھتا ہے۔ اور ہر شے جو وجود میں آتی ہے۔ بعد قضاء وہ اس ولی الامر کی طرف رجوع کرتی ہے۔ پس تمام عوالم اور مافیہا ضرور اس کے علم میں ہیں۔ اور علم غیب اور علم ماکان ومایکون خوائص ائمہ سے ہے۔ اس سے کوئی غلو یا شرک لازم نہیں آتا۔ ہاں شرک اس وقت لازم آئے کہ یہ بالذات عالم الغیب ہوں اور اس کا نہ کبھی انہوں نے دعوے کیا۔ اور نہ کوئی مسلمان اس کا قائل ہے۔ بلکہ ہر جگہ اظہار ہے کہ یہ سب کچھ خدائے بزرگ و برتر کی تعلیم سے جانتے ہیں۔ نہ کہ خود بخود اور سب سے زیادہ جانتے ہیں۔ ان سے پوشیدہ بس غیبت ہوتی اسرار غیب الغیوت ذات خداوندی ہیں۔ اور بس۔ اس کا علم حسب ضرورت علم حاصل ہے اور ہوتا رہتا ہے۔ اور اسی واسطے رسولؐ اللہ نے فرمایا ہے کہ ذاتِ خداوندی کو یا میں نے پہچانا ہے یا میرے وصی نے۔ یہ غلو نہیں۔ وہ عالم جو دوسروں کے لئے غیب ہے۔ دراصل وہ اس کے لئے عالم شہود ہے۔ ان کے لئے صرف غیب ہوتی ہی غیب ہے وَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِن رَّسُولٍ۔ اسکی مزید تفصیل ہمارے مقالات و رسائل میں ملاحظہ کرو۔ البرہان دورِ اوّل میں مکمل بحث علم غیب درج ہے۔

بحار الانوار میں اس خطبہ کے بعض فقرات اور الفاظ مختلف ہیں۔ ہم نے یہاں صرف ینابیع کے نسخہ پر اکتفا کیا ہے۔

الثالثة

ومن خطبة له بعد انصرافه خطيبًا من قتل الخوارج فقال فيها بعد حمد الله والصلوٰة على محمد	جنگ نہروان میں خارجیوں کے قتل سے فارغ ہو کر کوفہ تشریف لائے تو یہ خطبہ پڑھا۔ بعد حمد خدا و صلوٰۃ محمدؐ و آلِ محمدؐ فرمایا۔ میں سب سے پہلا مومن

انا اول المومنین - انا اول المسلمین
انا اول المصلین - انا اول الصائمین
انا اول المجاهدین - انا حبل الله
المتین انا سیف رسول رب العالمین
انا الصدیق الاکبر انا الفاروق الاعظم
انا باب مدینة العلم انا راس
الحلم انا رایة الهدیٰ انا
مفتی العدل - انا سراج الدین انا
امیر المومنین - انا امام المتقین انا
سید الوصیین انا یعسوب الدین
انا شهاب الثاقب - انا عذاب
الله الواصب - انا البحر الذی
لا ینزف انا الشرف الذی لا
یوصف - انا قاتل المشرکین انا مبید
الکافرین انا غوث المومنین انا قائد الغر
المحجلین انا اضراس جهنم القاطعة -
انا رحاها الدائرة انا سایق اهلها الیها
انا ملقی حطبها علیها - انا اسمی فی
الصحف ایلیا وفی التوراة اوریا و
عند العرب علیا وان لی اسما فی
القرآن عرفها من عرفها - انا
الصادق الذی امرکم الله باتباعه
فقال کُونُوا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ (توبہ ۱۵) انا صالح
المومنین - انا المؤذن فی الدنیا والآخرة
انا المتصدق راکعا - انا الفتیٰ ابن

سب سے پہلا مسلم۔ سب سے پہلا نماز گذار سب
سے پہلا روزہ دار۔ اور سب سے اوّل جہاد
کرنے والا۔ میں خدا کی محکم رسی اور اس کی شمشیر
برہنہ ہوں۔ میں ہی صدیق اکبر اور فاروقِ اعظمِ امت
ہوں۔ اور میں باب مدینہ علم اور راس الحلم ہوں میں
ہی ہدایت کا جھنڈا۔ عدل سے فیصلہ کرنے اور
فتویٰ دینے والا۔ میں شمع دین مبین اور امیر المومنین
ہوں۔ میں امام المتقین سیّد الوصیین اور یعسوب
الدّین ہوں۔ میں خدا کا ستارۂ درخشندہ۔ اور اس کے
دشمنوں کے لئے سخت عذاب ہوں۔ میں ہی وہ ناپیدا
کنار سمندر ہوں۔ جو خشک نہیں ہوتا۔ اور میں وہ عز و
شرف ہوں۔ جس کی توصیف نہیں ہوسکتی۔ میں قاتل
مشرکین اور مہلک کافرین ہوں۔ مومنوں کا فریادرس
اور نیکوکاروں کا راہ نما سردار۔ میں ہی جہنم کے پیس
دینے والے دانت ہوں اور اس کی گھومنے والی چکی میں ہی
اہل جہنم کو اس کی طرف ہنکانے والا۔ اور میں ان پر
اس کا عذاب ڈالنے والا ہوں۔ میں دیگر صحف انبیاء سلف
میں ایلیا نام رکھتا ہوں اور توریت میں اوریا عرب میں
علیؑ۔ اور قرآن میں میرا ایک نام ہے۔ جس کو پہچانتا ہے
جو پہچانتا ہے۔ میں ہی وہ صادق ہوں۔ جس کی پیروی
کا خدا نے حکم دیا ہے۔ اور فرمایا ہے کہ سچوں کے ساتھ
ہو جاؤ۔ میں ہی صالح المومنین ہوں اور میں دنیا و آخرت
میں خدا کی طرف سے پکارنے والا میں ہی رکوع میں زکوٰۃ
دینے والا ہوں۔ میں ہی مصداق۔ لافتیٰ۔ ابن الفتیٰ اور اخو الفتیٰ
ہوں اور میں ہی ممدوح "ھل اتیٰ" میں وجہ اللہ ہوں جنب اللہ

الفتیٰ اخوا لفتی۔ انا الممدوح بھل اتٰی۔ انا وجہ اللہ - انا جنب اللہ۔ انا علم اللہ۔ انا عندی علم ما کان و ما یکون الی یوم القیامۃ لا یدعی ذٰلک احد ولا یدعی فعنی عنہ احد جعل اللہ قلبی مضیئا وعملی رضیا لقنی ربی الحکمۃ وغذانی بھا لم اشرک باللہ منذ خلقت ولم اجزع منذ حملت قتلت صنا دید العرب وفرسا نھا وافنیت لیوثھا وشجعا نھا۔ ایھا الناس سلونی من علم مخزون و حکمتہ مجموعۃ -

ہوں اور میں شان خدا ہوں ۔ میرے پاس سب علم گذشتہ و آئندہ ہے تا روز قیامت ۔ میرے سوا امت میں سے کوئی اور اس کا مدعی نہیں ہو سکتا۔ اور کوئی مجھ کو اس مرتبہ سے ہٹا نہیں سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے میرے قلب کو روشن فرمایا ہے اور میرے عمل کو پسند۔ اللہ نے مجھ کو حکمت دی ہے اور اس سے پرورش کیا ہے جب سے پیدا ہوا ہوں چشم زدن کے لئے شرک کا مرتکب نہیں ہُوا ۔ اور جب سے دنیا میں آیا ہوں کبھی خوف نہیں کھایا ۔ میں نے ہی صنا دید عرب اور ان کے شہسواروں کو قتل کیا ہے اور ان کے سرکشوں اور بہادروں کو فنا کیا ہے۔ اے لوگو پوچھو مجھ سے علم مخزون الہٰی کی بابت اور اس کی اس حکمت کی بابت جو مجھ میں ذخیرہ کی گئی ہے۔

الرابعۃ

ومن ذٰلک ماورد عنہ فی خطبۃ الافتخار رواہ اصبغ ابن نباتہ قال خطب امیرالمومنینؑ فقال فی خطبتہ انا اخو رسول اللہ وارث علمہ ومعدن حکمتہ وصاحب سرہ وما انزل اللہ حرفا فی کتاب من کتبہ الا وصار الی و زادلی علم ما کان وما یکون الی یوم القیامۃ اعطیت علم الانساب والاسباب واعطیت الف مفتاح یفتح

منجملہ انہی خطبات کے وہ خطبہ افتخار یہ ہے جس کو اصبغ بن نباتہ نے روایت کیا ہے۔ اس نے کہا ہے کہ امیرالمومنینؑ نے خطبہ پڑھا۔ اور فرمایا میں برادر رسول اور اس کے علم کا وارث ہوں اور اس کی حکمت کا معدن اور اس کا راز دار ہوں۔ خدا نے جو حرف کتاب میں نازل فرمایا ہے وہ سب مجھ کو پہنچ گیا ہے۔ اور قیامت تک آئندہ و گذشتہ کا علم مجھے دے دیا گیا ہے۔ مجھے علم انساب و علم اسباب عطا کیا گیا ہے اور مجھ کو

كل مفتاح الف باب ومددت بعلم القدر
وان ذالك يجرى فى الاوصياء من بعدى
ماجرى الليل والنهار حتى يرث الله
الارض ومن عليها وهو خير الوارثين
اعطيت الصراط والميزان واللوا
والكوثر انا المقدم على بنى آدم يوم
القيامة انا المحاسب للخلق انا سنزيهم
منازلهم۔ انا عذاب اهل النار ان
كل ذلك فضل من الله علىّ ومن
انكران لى فى الارض كرّة بعد كرّة
وعود بعد رجعة حديثا كما
كنت قديمًا فقد ردّ علينا من
ردّ علينا۔ فقد ردّ على الله انا صاحب
الدعوات انا صاحب الصلوات انا
صاحب النفخات۔ انا صاحب الدلالات
انا صاحب الآيات العجيبات انا عالم
اسرار البريّات۔ انا قرن من حديد
انا منزل الملائكة منازلها۔ انا
اخذ العهد على الارواح فى الازل
انا منادى لهم الست بربكم بامر قيوم
لم يزل۔ انا كلمة الله الناطقة فى
خلقه انا اخذ العهد على جميع الخلائق
فى الصلوٰة انا غوث الارامل واليتامىٰ
انا باب مدينة العلم انا كهف الحلم
انا دعامة الله القائمة انا صاحب

ہزار مفاتیح علم عطا کی گئی ہیں۔ جن میں سے ہر مفتاح
سے ہزار ہزار ابواب علم اور کھلتے ہیں اور مجھے علم
تقدیر سے امداد دی گئی ہے۔ اور بیشک یہی سلسلہ
میرے بعد میرے اوصیاء میں جاری ہے۔ وہ سب
علم قضاء و قدر سے مؤید ہیں۔ جب تک دنیا قائم
ہے اور جب تک خدا زمین اور اہل زمین کا وارث
ہو (قیامت تک) اور وہ بہترین وارث و مالک ہے
مجھ ہی کو صراط و میزان۔ لواء حمد اور کوثر عطا کیا گیا
ہے۔ اور روز قیامت میں کل بنی آدم پر مقدم ہوں گا
اور میں ہی مخلوقات کا باذن اللہ حساب لوں گا
اور ان کے درجات میں جگہ دونگا اور اہل نار کو میں ہی
سزا دونگا۔ یہ سب مجھ پر خدا کا فضل اور اس کی
عنایت ہے۔ اور جو اس کا انکار کرے کہ مجھے
زمین میں بار بار آنا ہے۔ اور ہمیشہ آتا رہا ہوں تو جو
ہماری بات کو رد کرتا ہے۔ وہ خدا کی بات کو رد
کرتا ہے (اور وہ کافر ہے) میں ہی دعوتوں والا ہوں
میں ہی نمازوں والا ہوں (ہر زمانے اور ہر دَور میں
نمازیں ادا کی ہیں۔ یا ہمیشہ مجھ پر صلوات الٰہی رہی ہیں
میں ہی بہت سی سلطنتوں اور دولتوں والا ہوں۔
قدیم ازمنہ میں بھی ولی رہا ہوں اور اس دَور میں بھی
اور آئندہ بھی زمانہ رجعت میں میری ہی دولت و
سلطنت ہوگی۔ میں عجیب عجیب آیات والا اور
ساری مخلوقات کے اسرار کا عالم ہوں۔ میں خدا
کا آہنی سینگ دشمنوں کو فنا کرنے والا ہوں۔ میں
ہی فرشتوں کو ان کے عہدوں اور مرتبوں پر مقرر کرتا

لواء الحمد انا صاحب الهبات بعد الهبات ولو اخبرتكم اكفرتم۔ انا قاتل الجبابرة انا الذخيرة فى الدنيا والاخرة۔ انا سيد المومنين۔ انا علم المهتدين انا صاحب اليمين انا عين اليقين انا امام المتقين۔ انا السابق الى الدين انا حبل الله المتين۔ انا الذى املاءها عدلاً كما ملئت ظلمًا وجورًا بسيفى هذا انا صاحب جبرئيل انا تابع ميكائيل انا شجرة الهدىٰ انا علم التقى۔ انا حاشر الخلق الى الله۔ بالكلمة التى يجمع بها الخلائق انا منشاء الانام۔ انا جامع الاحكام انا صاحب القضيب الازهر والجمل الاحمر انا باب اليقين۔ انا امير المومنين انا صاحب الخضر۔ انا صاحب البيضاء انا صاحب الفيحاء۔ انا قاتل الاقران انا مبيد الشجعان۔ انا صاحب القرون الاولين انا الصديق الاكبر۔ انا الفاروق الاعظم۔ انا المتكلم بالوحى انا صاحب النجوم۔ انا مدبرها بامر ربى و علم الله الذى خصنى به۔ انا صاحب الوايات الصفر والحمر انا الغائب المنتظر لامر عظيم انا المعطى انا المبذل انا القابض على القلب۔ انا الواصف لنفسى۔ انا المناظر لدين

ہوں (کہ ولی الامر ہوا اور وہ مدبرات الامر) میں نے خدا کی طرف سے عالم ازل میں ارواح سے عہد لیا تھا اور میری زبان میں اس نے اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ کہا تھا ریا میری ہی ولایت کا ان سے عہد لیا گیا ہے) میں ہمیشہ اس کی مخلوق میں اس کا بولتا ہوا کلمہ رہا ہوں میں ہی ساری مخلوق سے نمازوں میں عہد لینے والا ہوں میں یتیموں اور بیواؤں کا فریادرس ہوں اور میں ہی باب مدینہ علم اور کوہ وقار ہوں اور خدائی ستون۔ میں ہی صاحب لواً حمد ہوں اور میں بار بار بخششوں والا۔ اور اگر سب کی اطلاع تم کو دوں تو تم تکذیب کر کے کافر ہو جاؤ گے۔ اور برداشت نہ کر سکو گے۔ میں ہی ملوک جبابرہ کو قتل کرنے والا ہیں مومنوں کا سردار اور ہدایت یافتوں کا نشان ہدایت ہوں۔ میں ہی صاحب الیمین عین الیقین امام المتقین۔ سابق الی الدین۔ اور حبل اللہ المتین ہوں۔ میں ہی ہوں کہ اس زمین کو عدل دوا دسے پُر کرونگا۔ جس طرح کہ پہلے یہ ظلم وجور سے پُر ہوگی میں ہی جبرائیل کا مصاحب اور میکائیل کا ساتھی ہوں۔ میں ہی شجرۂ ہدایت اور علم پرہیزگاری ہوں۔ میں ہی مخلوق کو اللہ کی طرف جمع کرنے والا ہوں۔ اس کلمہ سے جس سے ساری خلائق مجتمع ہوتی ہے۔ میں ہی غایت خلق اور جامع احکام عالم ہوں۔ میں سبز چھڑی۔ اور سرخ اونٹ والا (جوزمانہ رجعت میں لشکر یمنی کے ساتھ ظاہر ہوگا) میں باب الیقین اور امیر المومنین ہوں۔ میں ہی صاحب خضر اور صاحب ید بیضا ہوں یا میں ہی صاحب قصر بیضا اور صاحب قصر فیحا رہوں۔ میں ہمسر پہلوانوں کا قاتل اور

ربّی انا الحامی لابن عمی انا مدرجه فی
الاکفان - انا ولی الرحمن انا صاحب الخضر
و هارون - انا صاحب موسی و یوشع بن
نون - انا صاحب الجنه انا صاحب القطر
و المطر انا صاحب الزلازل والخسوف
انا مروع الالوف انا قاتل الکفار انا
امام الابرار - انا البیت المعمور انا
سقف المرفوع - انا البحر المسجور - انا
باطن الحرم - انا عماد الامم - انا صاحب
الامر الاعظم هل من ناطق ینا طقنی
ولولا انا اسمع کلام الله و قول رسول الله
لو ضعت سیفی فیکم و لقتلتکم اخرکم -
انا شهر رمضان انا لیلة القدر انا ام
الکتاب - انا فصل الخطاب - انا سورة
الحمد انا صاحب الصلوٰة فی الحضر
والسفر بل نحن الصلوٰة والصیام و
اللیالی والایام والشهور والاعوام - انا
صاحب الحشر والنشر - انا الواضع عن امة
محمد انا باب السجود انا العابد والمعبود - انا
الشاهد والمشهود - انا صاحب السندس
الاخضر - انا المذکور فی السمٰوٰت والارض
انا الماضی مع رسول الله فی السمٰوٰت انا
صاحب الکتاب والقوس - انا صاحب شیث
ابن آدم - انا صاحب موسٰی وادم - انا
بی تضرب الامثال - انا صاحب السماء

اور بہادروں کو فنا کرنے والا ہوں۔ اور میں ہی پہلی امتوں
کا ولی ہوں۔ میں صدیق اکبر اور فاروق اعظم ہوں۔ میں
ہی بحکم وحی کلام کرتا ہوں۔ خدا کی بولتی ہوئی زبان ہوں
اور میں صاحب النجوم اور ان کو حکم دینے والا۔ اپنے پروردگار
کے حکم سے اور اس کے علم کے ذریعہ جس سے اللہ نے مجھ کو
مخصوص فرمایا ہے (علم و ولایت مطلقہ) میں ہی زرد
اور سرخ جھنڈوں والا ہوں۔ میں ہی غائب ہوں جس کا
امر عظیم کے لئے انتظار کیا جاتا ہے میں ہی بخشنے والا
اور خرچ کرنے والا ہوں اور میں ہی دل پر قابو رکھنے والا۔
یا دلوں کو بنانے والا۔ میں ہی اپنی توصیف آپ کرنے والا
ہوں (کہ کوئی دوسرا یہ اسرار نہیں جانتا) اور میں ہی اپنے
پروردگار کے دین کا نگران اور محافظ ہوں۔ میں ہی اپنے
ابن عم کا حامی ہوں۔ میں ہی کفنوں میں لپٹنے والا اولی خدا
ہوں (اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّاِنَّهُم مَّیِّتُوْنَ) میں ہی خضر وہارون
کا ساتھی، اور میں ہی مصاحب یوشع بن نون ہوں۔ میں
صاحب جنت ہوں اور میں بارش و باران والا میں زلزلے
لانے والا اور گہن لگانے والا (یا جس کے لئے زلزلے
آئے اور آفتاب ماہتاب کو گہن لگا) میں ہی ہزاروں کو
ڈرانے والا قاتل کفار اور امام الابرار ہوں میں ہی عالم روحانی
میں بیت معمور اور سقف مرفوع اور بحر مسجور ہوں میں حرم
باطنی ہوں اور تمام امتوں کا سہارا میں اسم اعظم رکھنے والا ہوں
کیا کوئی ہے جو میرے مقابلے میں زبان کھولے اگر میں کلام خدا نہ
سُنتا ہوتا اور قول رسول نہ سُنتا ہوتا (کہ کس چیز کا حکم دیتے
ہیں) تو تم سب کو قتل کر دیتا اور تم کو آخر تک فنا کر دیتا۔ میں
حقیقت ماہ رمضان ہوں اور راز لیلۃ القدر ہوں۔ میں

الخضراء وصاحب الدنیا الغبراء و
انا صاحب الغیث بعد القنوط۔ ھا ا
فمن ذا مثلی۔ انا صاحب الرعد الاکبر
انا صاحب البحر الاکدر۔ انا متکلم
الشمس انا الصاعقة علی الاعداء۔ انا
غوث من اطیع من الوری واللہ ربی لا
الہ غیرہ ط وان للباطل جولة وللحق
دولة۔ وانی ظاعن عنقریب فارتقبو
الفتنة الامویة والدولة الکسرویة ثم
تقبل دولة بنی عباس بالفزع والیاس و تبنی
مدینة یقال لھا الزوراء بین دجلة ودجیل
والفرات ملعون من سکنھا منھا یخرج
طینة الجبارین تعلی فیھا القصور
وتسبل الستور ویتعاملون بالمکر والفجور
فیتداولھا بنی العباس له ملکا عدد
الملك ثم الفتنة الغبراء والقلادة
الحمراء وفی عقبھا قائم الحق۔ ثم اسفر عن
وجھی بین اجنحة الاقالیم کالقمر المضی
بین الکواکب الاوان لخروجی علامات
عشرة۔ اولھا تحریق۔ الرایات فی رزقة
الکوفة وتعطیل المساجد وانقطاع
الحج وخسف وقذف بخراسان وطلوع
الکواکب المذنبة واقتران النجوم
وھرج ومرج وقتل و نھب فتلك
علامات عشرة ومن العلامة الی

حقیقت ام الکتاب ہوں۔ میں فصل الخطاب ہوں میں
فاتحہ کتاب تکوین وتدوین ہوں ۔ میں ہی سفر و حضر
میں نماز والا ہوں اور بیان کرنے والا ہوں۔ بلکہ ہم
ہی اصل حقیقت صوم وصلوٰۃ ۔ اور مراد لیل و یوم ہیں۔
اور میں ہی تاویل ماہ وسال ۔ میں ہی حشر ونشر والا ہوں۔
اور میں ہی امّت محمدیؐ سے بوجھ ہلکا کرنے والا میں ہی
بابِ سجود کا مصداق
ہوں اور میں ہی عابد و معبود ہوں۔ میں ہی شاہد و مشہود
ہوں۔ میں صاحب سندس اخضر ہوں جو آسمانوں اور
زمینوں میں مذکور ہے۔ میں ہی رسولؐ اللہ کے ساتھ آسمانوں
سے گذرنے والا میں ہی کتاب اور کمان والا ہوں میں ہی
شیث ابن آدم کا ساتھی ہوں اور میں ہی موسیٰ اور آدم
والا (ہر زمانے میں ظاہر ہوتا رہا ہوں) مجھ سے ہی مثالیں
بیان کی جاتی ہیں۔ میں ہی آسمانی اور زمینی بادشاہت کا
مالک ہوں۔ میں ہی مایوسی کے بعد بارش رحمت لانے
والا (میرے ہی وسیلہ سے بارش نازل ہوتی ہے) میں یہ ہوں
پس کون ہے جو مجھ جیسا ہو۔ میں ہی رعد اکبر اور بحر اکدر
والا ہوں۔ میرے ہی حکم سے وہ بولتا ہے اور یہ جوش کھاتا ہے
میں ہی آفتاب سے باتیں کرنے والا ہوں اور میں ہی دشمنانِ خدا
پر برق عذاب اور میں ہی ان کا مددگار ہوں جو ساری
مخلوق میں سے اس کی اطاعت کرتے ہیں اور اللہ میرا
پالنے والا ہے اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں ہے بیشک
باطل کے لئے ایک جولانی ہے اور پھر حق کی باری اور میں عنقریب
دنیا سے کوچ کرنے والا ہوں پس تم فتنہ اموی اور سلطنت
کسرویٰ کے منتظر رہو۔ پھر بنی عباس کی باری آئے گی اور خوف و

العلامة عجب فاذا تمت العلامات قام قائمنا قائم الحق. ثم قال معاشر الناس نزهوا ربكم ولا تشيروا اليه فمن حد الخالق فقد كفر بالكتاب الناطق ثم قال طوبى لاهل ولايتي الذين يقبلون في ويطردون من اجلي هم خزان في ارضه لا يفزعون يوم الفزع الاكبر. انا نور الله الذي لا يطفى انا السر الذي لا يخفى. وفي الامالي للشيخ الصدوق عن رسول الله قال يامعشر قريش كيف بكم وقد كفرتم بعدي ثم رايتموني في كتيبة من اصحابي اضرب وجوهكم بالسيف انا او علي ابن ابي طالب فنزل جبرئيل وقال قل انشاء الله ص۱۲۳

(مشارق الانوار. وبشارة اسلام وغيرها)

ہراس ساتھ لائے گی اور ایک شہر بنایا جائے گا اوراس کا نام زوراء (بغداد) رکھا جائے گا۔ یعنی دجیل اور فرات کے درمیان۔ جو اس میں سکونت کرے گا۔ اس پر خدا کی لعنت ہے۔ اسی شہر سے جباروں کی طینت نکلے گی۔ اس میں قصر بلند کئے جائیں گے اوران میں پردے لٹکائے جائیں گے اور مکر و فجور کے ساتھ معاملات ہوں گے اور پھر باری باری خلفاء بنی العباس اس کو لیں گے۔ پھر اس کے بعد فتنۂ غبراء ہے اور قلادہ حمراء (تاریک فتنہ اور سرخ گلوبند۔ قتل و غارت) اور اس کے بعد ظہور قائم حق پھر میں اپنا چہرہ (زمانہ رجعت میں) اقالیم میں دکھاؤں گا۔ جس طرح ستاروں میں ماہِ تاباں۔ آگاہ رہو کہ اس زمانے میں میرے خروج کی دس علامتیں ہیں۔ اوّل کوفہ کے کوچہ و بازار میں فوجی نشانوں کا پھرنا پھر مسجدوں کا نماز سے معطل رہنا۔ حج کا منقطع ہونا۔ خراسان میں ستاروں کا ٹوٹنا۔ اور زمین کا منخسف ہونا۔ و مدار ستاروں کا طلوع کرنا۔ ستاروں کا اقتران خاص ہرج و مرج اور قتل و غارت کا عام ہونا۔ پس یہ دس علامتیں ہیں۔ جب یہ علامتیں پوری ہو جائیں گی تو قائم آلِ محمد خروج کرے گا۔

پھر فرمایا اے لوگو اپنے پروردگار کو صفات عبودیت سے منزہ اور پاک رکھو۔ کھانے پینے چلنے پھرنے رونے ہنسنے والے بندے کو ربّ العالمین نہ کہو۔ یہ صفات ربوبیت نہیں ہیں) اور اس کی طرف اشارہ نہ کرو کہ وہ ایسا ہے ویسا ہے۔ پس جو خالق کی حد قرار دے اور عقل سے اس کی تعریف کرے وہ کتاب اللہ الناطق کا منکر ہے (الرب لا یحد ولا یتصور) پھر فرمایا۔ خوشحال میرے اہل ولایت کا جو میرے حق میں یہ سب کچھ قبول کرتے ہیں۔ میری وجہ سے دربدر کئے جاتے ہیں۔ وہ خدا کی زمین میں اس کے دین کے خزینہ دار ہیں۔ اور روز قیامت کے خوف سے مامون۔ میں خدا کا وہ نور ہوں جو گل نہیں ہوتا۔ اور میں اس کا وہ بھید ہوں جو پوشیدہ نہیں رہ سکتا۔ امالی صدوق علیہ الرحمہ میں ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا۔ اے گروہ قریش تمہارا

کیا حال ہوگا۔ جبکہ تم میرے بعد کافر ہو جاؤ گے۔ اور پھر مجھے تم اصحاب کی ایک جماعت میں دیکھو گے۔ کہ میں تمہارے منھوں پر تلوار مارتا ہوں گا یا میرا بھائی علی ابن ابی طالب کہ ہم سب ایک ہیں۔ اولنا محمد واٰخرنا محمد واوسطنا محمد وکلنا محمد۔ حضرت جبرئیلؑ اسی وقت نازل ہوئے اور فرمایا۔ اے محمدؐ انشاء اللہ کہو۔

اس خطبہ میں بھی عظمت و جلال الٰہی اور اپنے اسرار ولایت بیان فرماتے ہیں اور مخصوص علامات خروج قائم علیہ السلام اور اس زمانے میں اپنی رجعت۔ مضامین قریب قریب وہی ہیں جو خطبات سابقہ کے ہیں الفاظ البتہ بعض مختلف ہیں اور بعض وقائق اسرار کے حامل۔ اس میں جو فقرہ عام طبائع میں کھٹک سکتا ہے وہ شاید انا العابد والمعبود۔ ہو کہ حضرت نے اپنے نفس شریف کو معبود کیسے کہا۔ لیکن بعد بیان و اقرار توحید باری و عظمت جلال خداوندی آپ کا یہ فقرہ ظاہر ہے کہ معنی مجاز کو شامل ہے۔ کیونکہ معبودیت حقیقیہ کا ادعا تو تب ہی ہو سکتا تھا۔ جبکہ وحدت و عظمت و معبودیت حق سے انکار کو شامل ہوتا۔ جب اس کی معبودیت اور اپنی عبودیت کا اقرار ہے۔ تو یقیناً معنی معبود مجازی ہیں نہ حقیقی۔ بلکہ عابد و معبود کہنا صاف دال ہے کہ اس کو دعویٰ خدائی سے کوئی دُور کا بھی تعلق نہیں اس لئے کہ کبھی معبود برحق کسی معنے میں عابد نہیں ہو سکتا۔ اور جب عابد کہا گیا تو یقیناً اپنی معبودیت کا انکار ہوا۔ پس لازم ہُوا کہ اُس کو معنی مجاز صحیح پر محمول کیا جائے اور ایسی تاویل کی جائے تو عابد کے شانِ کے شایان اور اس پہ صادق ہو مثلاً کہئے کہ اس کا مطلب مظہر معبودیت واتصاف باوصاف معبودیت ہے۔ عابد جس قدر عبادت میں اور عبد جس قدر عبودیت میں بڑھتا ہے۔ اسی قدر وہ مظہر اوصاف معبود اور متخلق باخلاق معبود ہوتا جاتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ عابد ہوں اور متصف باوصاف معبود و متخلق باخلاق معبود۔ تخلقوا باخلاق اللہ۔ کا عامل اور اس کا مصداق۔ نہ یہ کہ ذات واجب الوجود خالق بالذات ہوں۔

اس کو زبان عارفین میں یوں بھی بیان کیا جا سکتا ہے۔ العبودیۃ جوہرۃ کنھھا الربوبیۃ عبودیت کاملہ وہ جوہر ہے۔ جس کی کُنہ حقیقت۔ ربوبیت ہے۔ کمال عبودیت مقام وصال بساحت قدس ربوبیت ہے۔

یا یوں کہئیے کہ اصلاح حکماء و عرفاء میں انواع عالم امکان میں ہر نوع سافل عالی کی عبادت گذار ہے اور اپنے کو اس تک پہنچانا اس کا فرض عبودیت۔ مثلاً جمادات کا مرکز عبادت نباتات اور نباتات کا حیوانات اور حیواناات کا انسان اور انسان مطلب کل مقصود کل ہے۔ اور حرکت انسانی کا مرکز اور اس کا مطلوب انسان کامل اور انسان کامل منفصل مطلوب کل معبود برحق عزوجل۔ اور انسان کامل

جامع جمیع صفات کمالیہ الٰہیہ کو کہتے ہیں۔ وھو نبینا و وصیہ اور انسان کامل ہمارا پیغمبر اور اس کا وصی برحق و مطلق ہے پس وہ ساری مخلوق کے معبود یعنی رب مجازی (الرب الانسانی) اور آقائے کل ہیں۔ اور خالق عزوجل کے عابد صادق۔ وھو العابد والمعبود

یہ بھی ممکن ہے کہ عابد سے مراد ساجد ہو اور معبود سے مسجود اور فقرہ انا باب السجود سے یہ مطلب زیادہ واضح ہے اور باب السجود سے مراد باب حطہ ہے۔ اور فرمایا ہے کہ باب حطہ ہم ہیں۔ یعنی سجدۂ تعظیم اس باب کے لئے لازم ہُوا۔ پس یہ اس لحاظ سے سب کے سب مسجود ہوئے۔ اور خدا کے ساجد۔

یہ بھی ممکن ہے کہ مسجود سے مراد مسجود ملائکہ ہو اور اس میں شبہ ہی نہیں ہے کہ آدم کو سجدہ انہی کے نور کی تعظیم کے لئے تھا۔ جو آدم میں ودیعت کیا گیا تھا۔ اور اس کی تصریحات احادیث و روایات میں بکثرت موجود ہیں۔ پس اصل مسجود ملائکہ نہ جسم آدم ہے بلکہ نور خاتمؐ پس اصل مسجود یہ ہوئے اور یہ ساجد خدائے عزوجل ؎

سجدے بنی آدم کے نہ آدم کے لئے تھے
سر ان کی سلامی کو فرشتوں کے جھکے تھے

اسی طرح اور بھی تاویلات صحیحہ ان فقرات کی ممکن ہیں۔ اور ہر ایک ذی علم اپنے اپنے مرتبہ و فہم عقل و ایمان کے مطابق تاویل کر سکتا ہے۔ اور کرنی چاہیئے خواہ مخواہ نافہمی سے انکار کر کے کافر نہ بنے۔ اور اسی اصول پر اور فقرات بھی جو سمجھ میں نہ آئیں۔ ان کی تاویل صحیح کی جائے۔ کلمات امام کا انکار کر دینا آسان ہے۔ مگر دولتِ ایمان کا سنبھالنا مشکل۔

الخامسة

وایضا قال فی بعض خطباته ولقد علمت عجائب خلق الله ما لا یعلمه الا الله وعرفت ما کان وما یکون وما کان فی الذر الاول مع من تقدم مع آدم الاول ولقد کشف لی

ایک خطبہ کے دوران میں ارشاد فرمایا۔ بیشک میں ان عجائبات خلق خدا کو جانتا ہوں۔ جن کو اللہ کے سوا اور کوئی جانتا اور حالات گذشتہ و آئندہ کو پہچانتا ہوں میں وہ بھی جانتا ہوں جو عالم ذر میں ہے ان لوگوں کے ساتھ گذرا جو آدم اوّل کے ساتھ گذرے ہیں

وعلمنی ربی فتعلمت۔ الا فعوا ولا تضجوا ولا
ترتجوا فلولا خوفی علیکم ان تقولوا جنّ او ارتدّ
لاخبرتکم بما کانوا وبما انتم فیہ وما تلقونہ
الی یوم القیامۃ بعلم اوعزرنی فعلمت ولقد
ستر علمہ عن جمیع النبیین الا صاحب شریعتکم
ھذا فعلمنی علمہ وعلمتہ علمی الا وانا نحن
النذر الاولی ونحن نذر الاخرۃ و الاولی و
نذر کل زمان واوانٍ وبنا ھلک من ھلک
وبنا نجیٰ من نجیٰ فلا تستعظموا ذلک فینا
فوالذی فلق الحبۃ وبرء النسمۃ و
تفرد بالجبروت والعظمۃ لقد سخرت
لی الریاح والھواء والطیر وعرضت علی الدنیا
فاعرضت عنھا۔ انا کابّ الدنیا لوجھھا
فجنّتی منی یلحق بی اللواحق لقد علمت
ما فوق الفردوس الاعلیٰ۔ و ما تحت
السابعۃ السفلیٰ وما فی السمٰوات
العلیٰ وبینھما وما تحت الثریٰ کل
ذالک علم احاطۃٍ لا علم اخبار اقسم
برب العرش العظیم۔ لوشئت لاخبرتکم
با بائکم واسلافکم این کانوا وممن
کانوا واین ھم الاٰن وما صاروا الیہ
فکم من اکل منکم لحم اخیہ وشارب
براس ابیہ وھو یشتاقہ ویرتجیہ ھیھات
ھیھات اذا کشف الستور وحصل ما فی
الصدور وعلم وارد من الضمیر وایم اللہ لقد

بیشک میرے لئے پردے کھولدے گئے ہیں اور میرے پالنے
والے نے مجھے تعلیم دیا ہے اور اس سے میں نے سیکھا ہے۔ آگاہ رہو
اور یاد رکھو بنگدل نہ ہو۔ گھبراؤ مت۔ اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ تم
کہہ اٹھو گے کہ علی کو جنون ہوگیا ہے یا وہ حق سے ہٹ گیا ہے تو میں
تم کو ان تمام گذشتہ لوگوں کے حالات اور قیامت تک تمہارے موجودہ
اور آئندہ حالات کی خبر دیتا۔ اس علم کے ذریعہ جو میرے رب
نے مجھے عنایت کیا ہے اور میں نے حاصل کرلیا ہے اور وہ علم اُس نے
تمہارے پیغمبر برحق کے سوا کل انبیا سے بھی پوشیدہ رکھا ہے پس
مینے اپنا علم اسے دیدیا اور اسی نے اپنا مجھے (کہ نبی و ولی ایک
حقیقت اور ایک نور ہیں۔ تم آگاہ رہو کہ ہم ہی پہلے زمانوں کے
نذیر ہیں اور ہم دنیا و آخرت کے نذیر ہیں اور ہر زمانہ اور ہر دور کے
نذیر ہیں (ولی مطلق کی یہی شان ہے) جو ہلاک ہُوا وہ ہمارے
سبب سے اور جس نے نجات پائی تو ہمارے وسیلہ سے۔ پس اسکو
ہماری شان میں بڑا نہ سمجھو یہ ہمارے لئے معمولی باتیں ہیں (قسم
ہے اس خالق کی جس نے دانے کو اُگایا اور جان کو پیدا کیا ہے اور
وہ اپنی عظمت و جبروت میں فرد منفرد ہے (کوئی اس کا شریک
نہیں) بیشک میرے لئے ریح ہوا اور پرند مسخر کردیئے گئے اور
دنیا مجھ پر پیش کی گئی تو میں نے اس سے اعراض کیا میں دنیا کو
منہ کے بل الٹا پھینک دینے والا ہوں پس وہ میری
ہوئی اور میں نے اسے طلاق دے دیا۔ پس ملنے والے
مجھ سے کب ملحق ہوسکتے ہیں۔ میں جانتا ہوں جو فردوس
اعلیٰ پر ہے اور جو کچھ ساتویں طبق زمین کے نیچے اور جو
کچھ بلند آسمانوں اور ان کے درمیان اور زمین کے
نیچے ہے۔ اور یہ سب کچھ علم احاطی سے جانتا ہوں
نہ علم اخباری سے۔ میں عرشِ عظیم کے مالک کی

كوزتم كوزات وكورتم كرات وكم
بين كرة وكرة من اية وايات
ما بين مقتول وميت فبعض في حواصل
الطيور وبعض في بطون الوحش و
الناس ما بين ماضٍ وآتٍ وغاو
ورائح۔ لوكشف لكم ما كان مني
في القديم الاول وما كان مني في
الاخر لرايتم عجائب مستعظمات
وامور مستعجبات وصنائع واحاطات
انا صاحب الخلق الاول قبل نوح الاول ولو
علمتم ما كان بين آدم ونوح من عجائب
اصطنعتها وامم اهلكتها فحق عليهم
القول فبئس ما كانوا يفعلون۔ انا
صاحب الطوفان الاول۔ انا صاحب
الطوفان الثاني۔ انا صاحب سيل
العرم۔ انا صاحب الاسرار المكنونات
انا صاحب عاد والجنات۔ انا صاحب
ثمود والايات انا مدمرها انا مز
لزلها انا مرجعها انا مهلكها انا
مدبرها۔ انا بانيها۔ انا داحيها وانا
مميتها انا محييها انا الاول وانا
الاخر۔ انا الظاهر انا الباطن انا مع
الكور قبل الكور انا مع الدور قبل
الدور۔ انا مع القلم قبل القلم
انا مع اللوح قبل اللوح۔ انا صاحب

قسم کھاتا ہوں کہ اگر میں چاہوں تو تمہارے آباؤ
اجداد کی خبر دے دوں وہ کہاں رہے۔ کن لوگوں
میں سے ہیں اور کس حال میں ہیں اور کہاں پہنچ
گئے ہیں۔ پس کتنے ہی تم میں سے اپنے بھائی کا
گوشت (بصورت اشیاء خوردنی) کھانے والے
ہیں اور اپنے باپ کے سر کی مٹی کے پیالے میں پانی
پینے والے ہیں۔ اور وہ اس کا مشتاق ہے اور
اس کی آرزو رکھتا ہے۔ افسوس افسوس۔ اس وقت
جبکہ پردے کھل جائیں گے اور دلوں کے اسرار ظاہر
ہو جائیں گے اور واردات ضمیر معلوم ہو جائیں گے
خدا کی قسم تم نے کتنے ہی چکر کھائے ہیں اور کتنی ہی
مرتبہ صورت جسمانی پلٹے ہو۔ اور ایک دور سے
دوسرے دور تک بڑی بڑی نشانیاں قدرت
کی ظاہر ہوئی ہیں۔ بعض مقتول ہوئے۔ بعض مرے
بعض پرندوں کے پوٹوں میں ہیں اور بعض وحشیوں
کے پیٹوں میں اور لوگ گذرنے والے آنے والے اور
صبح و شام مرنے جینے والے ہیں اور اگر وہ اسرار
تم پر کھل جائیں جو مجھ سے پہلے اور قدیم دور میں ظاہر
ہوئے اور جو دور آخر میں ہونا ہیں تو البتہ تم عجائبات
مشاہدہ کرو اور حیرت انگیز افعال اور غریب کارگذاریاں
دیکھو میں ہی نوح اول سے پہلے خلق اول اور ولی نذیر
ہوں اور اگر تم جانتے جو کچھ عجائبات آدم و نوح کے درمیانی
دور میں مجھ سے ظاہر ہوئے۔ اور جو کچھ کہ میں نے کیا
اور وہ امتیں جو میں نے ہلاک و تباہ کیں۔ پس خدا
کا عذاب ان کے لئے ثابت ہو گیا (اور بہت برے

الازلیة الاولیة - انا صاحب جابلقا وجابلسا - انا صاحب الرفرف و البهرام - انا مدبرالعالم الاول حین لاسمائکم هذه ولاغبرائکم قال فقام الیه ابن صویریه فقال انت انت یاامیرالمومنین فقال انا انا لا اله الا الله ربی ورب الخلائق اجمعین له الخلق والامر الذی دبرالامور بحکمته وقامت السموٰت والارض بقدرته کانی بضعیفکم یقول الا تسمعون مایدعیه علی ابن ابی طالب فی نفسه وبالامس یکفهر علیه عساکر اهل الشام فلا یخرج الیها وباعث محمد وابرهیم لاقتلن اهل الشام بکم قتلات وحقی وعظمتی لاقتلن اهل الشام بکم قتلات وای قتلات ولاقتلن اهل صفین بکل قتلة سبعین قتلة ولاردن الی کل مسلم حیٰوة جدیدة ولاسلمن الیه غدوه وقاتله الی ان یشفی علیل صدری منه ولاقتلن بعمار بن یاسر وباویس القرنی الف قتیل او لی یقال لا وکیف وایان ومتی وانی وحتی فکیف اذارایتم صاحب الشام ینشر بالمناشیر ویقطع بالمساطیر ثم لا ذیقنه الیم العقاب الا فابشروا فالی

افعال تھے جو وہ کرتے تھے (تو البتہ تم حیرت میں پڑجاؤ) میں ہی پہلے طوفان والا ہوں۔ میں ہی دوسرے طوفان والا۔ میں عرم کا سیلاب لانے والا ہوں۔ اور میں ہی پوشیدہ اسرار کا مالک ہوں۔ میں ہی قوم عاد اوران کے باغات کو تباہ کرنے والا ہوں اور میں ہی قوم ثمود اوران کی آیات والا ہوں۔ میں ہی ان کا ہلاک کرنے والا ہوں۔ میں ان پر زلزلہ لانے والا ہوں۔ اور میں ان کو لوٹانے والا۔ ان کا مدبران کا بانی اور میں ہی انہیں مارنے والا۔ میں اول ہوں میں آخر ہوں میں ظاہر ہوں میں باطن ہوں۔ میں ہر زمانے میں اس زمانے سے پہلے تھا اور ہر دَور میں اس دَور کے ساتھ تھا اور اوّل کی یہی صفت ہے اور الحجہ قبل الخلق و مع الخلق و بعد الخلق) میں قلم قدرت کے ساتھ تھا اور قلم سے پہلے اور میں لوح محفوظ کے ساتھ ہوں اور لوح سے پہلے۔ میں پہلے قدیم زمانوں والا ہوں میں مالک ملک جابلقا وجابلسا ہوں۔ میں ہی رفرف وبہرام والا ہوں۔ میں عالم اوّل میں مدبر تھا جبکہ نہ تمہارا یہ آسمان تھا۔ اور نہ یہ زمین۔

پس ابن صویریہ اٹھا اور کہا۔ آپ آپ ہی ہیں یاامیرالمومنین۔ فرمایا۔ ہاں۔ میں میں ہی ہوں۔ اور میرے پروردگار اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے جو ساری مخلوق کا پالنے والا ہے۔

عالم خلق اور عالم امر سب اسی کے لئے ہے اور اس کے تحت قدرت وارادہ اسی کی قدرت

يردا مرالخلق غدًا فلا يستعظم
ماقلت فانا اعطينا علم المنايا و
البلايا والتاويل والتنزيل و فصل
الخطاب وعلم النوازل والوقائع فلا
يعزب عنا شئ كانى بهذا و اشار
الى الحسينؑ قد ثار نوره بين عينيه
فاحضره لوقته بحين طويل فيتزلزلها
و يخسفها و ثار معه المومنون من كل
مكان وايم الله لوشئت سميتهم رجلا
رجلا باسمائهم واسماء ابائهم فهم
يتناسلون من اصلاب الرجال و
ارحام النساء الى يوم الوقت المعلوم
ثم قال ياجابر انتم مع الحق ومعه
تكونون وفيه تموتون ياجابر اذا صاح
الناعوس وكبد الكابوس وتكلم الجاموس
فعند ذالك عجائب واى عجايب اذا
انار النار ببصرى وظهرت الراية
العثمانية بوادى سوداء واضطربت
البصرة وغلب بعضهم بعضا وصبا كل
قوم الى قوم تحركت عساكر خراسان و تبع
شعيب ابن صالح التميمى من بطن
طالقان وبويع سعيد السوسى بخوزستان
وعقدت رايات بعماليق كردان و
تغلبت العرب على بلاد الارمن
والسقلاب واذعوهم قل قسطنطنيه

زمین آسمان قائم ہوئے ہیں۔
گویا میں دیکھتا ہوں۔ تمہارے ضعیف الایمان
کہتے ہیں کہ کیا سنتے ہو کہ علی ابن ابی طالب اپنے لئے
کیا دعوے کرتا ہے۔ اور افواج شام اس پر چھا جائیں
گے تو یہ ان کی طرف نہ نکلے گا۔
مجھے قسم ہے اس کی جس نے محمدؐ اور ابراہیمؑ کو مبعوث
کیا ہے۔ میں اہلِ شام کو کئی کئی دفعہ قتل کروں گا۔ اور
مجھے اپنے حق اور اپنی بزرگی کی قسم ہے کہ میں اہلِ
شام کو کئی دفعہ اور بُری طرح قتل کروں گا اور اہلِ
صفین کو ایک ایک کے بدلے ستر ستر کو ماروں گا اور
ہر ایک مسلمان کو نئی زندگی عطا کروں گا اور اس کا
قاتل اس کے سپرد کروں گا۔ تاکہ میرے دل کی پیاس
اس سے بجھے۔ (زمانہ رجعیت میں حرف بحرف صحیح ثابت
ہوگا) اور میں عمار بن یاسر اور اویس قرنی کے
بدلے ہزار آدمی قتل کروں گا۔
کیا میرے لئے کہا جاتا ہے۔ نہیں۔ کیونکر۔ کس
طرح۔ کب۔ کس وقت۔ پس اس وقت کیا حال ہوگا۔
تمہارا جب دیکھو گے کہ امیر شام کو آروں سے چیرا
جاتا ہے اور چھریوں سے کاٹا جاتا ہے اور پھر میں
اس کو سخت عذاب کا مزہ چکھاؤنگا۔ خبردار رہو اور
خوش ہو کہ کل روز قیامت معاملہ حساب خلق میری
سپرد ہوگا۔ پس جو کچھ میں نے کہا ہے اس کو بڑا نہ سمجھو
ہمارے لئے یہ کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ ہمیں علم بلایا
علم منایا۔ علم تاویل۔ علم تنزیل۔ علم حوادث و وقائع
عالم عطا کیا گیا ہے۔ پس ہم سے ان میں سے

بطارقة سينان فتوقعوا ظهور تكلم موسى عن الشجرة على الطور فيظهر هذا ظاهر مكشوف ومعاين موصوف الا و كم عجائب تركتها و دلائل كتمتها لا اجد لها حملة انا صاحب ابليس بالسجود وانا معذبه وجنوده على الكبر والعنود انا صانع الاقاليم بامر العليم الحكيم انا الكلمة التي بها تمت الامور و دهرت الدهور وقال في اخرها۔ كاني بالمنافقين يقولون نصّ على على نفسه بالربا نية الا فاشهدوا شهادة اسئلكم بها عند الحاجة ايها ان عليا نور مخارق وعبد حزوق ومن قال غير هذا العنة الله عليه ولعنة اللاعنين ثم نزل وهو يقول عضدت بذى الملك والملكوت واعصمت بذى العزة والجبروت وامتنعت بذى القدرة والملكوت من كل ما اخاف واحذر ص۱۲۸۔

کوئی شے بھی پوشیدہ نہیں۔ گویا میں اس حسینؑ کو دیکھتا ہوں کہ اس کا نور اس کی پیشانی پر چمکتا ہے میں اس کو اس کے وقت پر ایک مدّت کے بعد حاضر کرونگا۔ پس یہ اس زمین کو الٹ پلٹ کرد ے گا۔ اور اس کے ساتھ ہر جگہ سے کچھ مومن اٹھیں گے۔ اگر میں چاہوں تو نام بنام ان کا اور ان کے باپ کا پتہ دے دوں لیں یہ وقت معلوم تک اصلاب رجال اور ارحام نسار میں نسلاً بعد نسلٍ منتقل ہوتے آرہے ہیں (اور اس وقت معلوم پر سب جمع ہوں گے)

پھر فرمایا۔ اے جابر تم حق کے ساتھ ہو اور اس کے ساتھ رہو گے اور اس پر جکڑ لگاؤ گے۔ اے جابر جس وقت شخص سُست رائے چیخے (لیڈر بن کر شور مچائے) اور مرض کا بوس اُتر آئے اور بیوقوف (دل دماغ) بولنے لگے۔ تو اس وقت بڑے بڑے عجائبات ظاہر ہوں گے۔ جبکہ بصرے میں آگ بھڑ کے گی اور عثمانی جھنڈا وادی سودار میں ظاہر ہوگا (خروج سفیانی) اور بصرہ میں اضطراب ہوگا۔ اور ایک دوسرے پر غالب اور ہر ایک قوم اپنی قوم کی طرف جھکے گی۔

خراسانی لشکر حرکت میں آئیں گے اور شعیب بن صالح تیمی کی بطن طالقان میں بیعت کی جائے گی اور سعید سوسی یا موسوی کی خوزستان میں اور عمالقہ کرد اپنے جھنڈے نصب کردیں گے اور عرب بلاد ارمن و سقلاب پر غالب آجائیں گے۔

اور شاہ روم کوہ سینان کے علماء یا اہل سینان کو ڈرائے (اس لئے ممکن ہے کہ جنگ جبش و اٹلی کی طرف اشارہ ہو) پس اس وقت منتظر رہو تکلم موسٰے کے شجرۂ کوہ طور پر سے۔ پس وہ ظاہر ہوگا۔ اور یہ سب حالات ظاہر و باہر ہیں اور معروف و مشاہد۔

آگاہ رہو کہ کتنے ہی عجائبات ہیں جن کو میں نے ترک کر دیا اور کتنے ہی دلائل ہیں جن کو میں نے چھپایا

کاش میں ان اسرار وحقائق کا حامل اور برداشت کرنے والا کسی کو پاتا۔ میں ہی خدا کی طرف سے شیطان کو حکم دینے والا تھا کہ آدم کو سجدہ تعظیمی کرے۔ اور میں اس کو اور اس کے لشکر کو اس کے تکبر اور سرکشی پر سزا دینے والا ہوں۔ میں ہی خدائے علیم وحکیم کے حکم سے اقالیم عالم کو قائم کرنے والا ہوں۔ میں ہی وہ کلمۃ اللہ ہوں جس سے سارے امور مکمل ہوتے ہیں۔ اور ادوار زمانہ چلے ہیں۔ پھر آخر میں فرمایا۔ میں منافقین کو دیکھتا ہوں کہ وہ کہتے ہیں کہ علیؑ نے اپنے لئے ربوبیّت کی نص کر دی۔ خبردار۔ ایسی گواہی دو جو وقتِ ضرورت تم سے پوچھی جائے گی کہ بیشک علیؑ نور مخلوق اور عبد مرزوق ہے اور دعوائے خدائی نہیں کرتا۔ جو اس کے سوا کہے اس پر خدا کی لعنت ہے۔ اور لعنت کرنے والوں کی لعنت ہے۔ پھر منبر سے اُتر آئے اور فرمایا۔ پناہ لی میں نے بادشاہ ملک وملکوت سے اور تمسک کیا عزّت وجبروت والے سے اور حفاظت چاہی قدرت اور ملکوت والے سے ہر اس سے جس سے میں ڈرتا اور خوف رکھتا ہوں۔

اس خطبہ میں بھی عظمت جلال وکمال قدرت پروردگار عالم کے بیان کے ساتھ عجائب واسرار ولات رموز اخبار بالغیب ہیں جو خواص ولایت مطلقہ سے ہیں۔ اور زمانہ رجعت میں اہلِ شام کا ولی مطلق کے ہاتھ سے یا اس کے سامنے اپنے کیفرِ کردار کو پہنچنا مسلم عقیدہ اہلِ ایمان ہے۔ اس میں کوئی شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ اس میں وہ فقرات جو ضعیف الاعتقاد افراد کو گران گذر سکتے ہیں یہی۔ انا الاول وانا الاخر وانا الظاھر وانا الباطن۔ ہیں۔ لیکن جو کچھ ہم عرض کر چکے ہیں۔ اس کو پیشِ نظر رکھ کر ان کی تاویل نہایت آسان ہے۔ اور اس کی تاویل کی طرف اشارہ بھی کر چکے ہیں۔ یعنی وہ اوّل مخلوق ہے۔ اور وجہ اللہ ہونے کی حیثیت سے بعد فنائے کل شیی بھی ولی متصرف اور سب سے آخر وہ ولی المومنین ہے۔ اور سب سے آخر رسول سے جدا ہونے والا۔ وقس علیٰ ذالک وہ ظاہر میں ہے اور باطن میں بھی۔ وہ عالم ظاہری میں بھی ولی ہے اور عالم باطنی روحانی میں بھی۔ وقس علیٰ ذالک جناب رسالت مآبؐ کے اسماء مبارکہ میں سے اوّل و آخر بھی ہے اور فریقین میں مسلم ملاحظہ ہو خصائص کبریٰ وغیرہ اور روحانیّت علیؑ ونبیؐ ایک ہے اس لئے معنیً وہ بھی اوّل و آخر ہے۔" بنا فتح اللہ وبنا یختم انہی کی شان میں درست ہے۔

"انا صانع الاقالیم بامر ربی۔" بھی ولی مطلق ومظہر کل قضا وقدر کی حقیقی صفت ہے۔ اور یہ مخلوق ہی کی صفت ہے۔ نہ خالق کی۔ سب کچھ بامر ربّ وحکم خدا کرتا ہے۔ نہ خود بالذات۔ یہ صفت خدا کی ہے اور وہ ناخدا خلیفِ خدا کی۔ فافھم وتدبر۔

اس لئے اس میں خود امام یہ اشارہ فرماتے ہیں۔ کہ ہمارے ان اوصاف و کمالات قدرت میں ضعیفُ الاعتقاد اور منافقین شبہ کرتے ہیں اور دل میں کہتے ہیں کہ علیؑ دعوئے ربوبیت کرتا ہے حالانکہ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں اپنے ربّ کا بندہ ہوں اور اس کی بندگی سے زندہ۔ یہ بیان اوصاف مذکورہ۔ اوصافِ بندگی پر نص۔ نہ اوصاف ربوبیّت پر۔ جو یہ کہے کہ ان اوصاف سے دعوائے خدائی لازم آتا ہے۔ اس پر خدا کی لعنت ہے۔

السّادس

ومن خطبة لهٗ قال

ایک اور خطبے کے درمیان میں فرماتے ہیں۔

انا عندی مفاتیح الغیب لا یعلمها بعد رسول الله الا انا انا ذو القرنین المذکور فی الصحف الاولیٰ۔ انا صاحب خاتم سلیمان۔ انا ولی الحسنات انا صاحب الصراط والموقف انا قاسم الجنة والنار انا آدم الاول۔ انا نوح الاول انا اٰیة الجبار انا حقیقة الاسرار۔ انا مورق الاشجار۔ انا مونع الثمار۔ انا مفجر العیون۔ انا مجری الانهار انا خازن العلم۔ انا طور الحلم۔ انا امیر المومنین۔ انا عین الیقین۔ انا حجة الله فی السموٰت والارض انا الواجفة۔ انا الصاعقة انا الصیحة بالحق۔ انا الساعة لمن کذب بها انا ذالك الکتٰب لاریب فیه انا الاسمآء الحسنیٰ التی امر الله ان

کہ میرے پاس علم غیب کی کنجیاں ہیں جن کو بعد رسولؐ اللہ سوائے میرے اور کوئی نہیں جانتا (نائب رسول ہی ان مفاتیح غیب کا بعد رسول وارث ہوتا ہے) میں ہی وہ ذوالقرنین ہوں۔ جو قدیم صحف انبیاء میں مذکور ہے۔ میں سلیمان کی انگوٹھی والا ہوں۔ (میرا ہی نام اس پر کندہ ہے۔ یا میں نے ہی بحکم خدا ان کو پہنچائی ہے) میں نیکیوں کا والی و مالک ہوں۔ میں پل صراط اور موقف پر سے گذارنے والا ہوں۔ اور نگرانی کرنے والا ہوں میں قسیم جنّت و نار ہوں۔ میں ہی آدم اوّل ہوں۔ میں ہی نوح اول ہوں۔ میں خدائے جبّار کی آیت اور اس کے اسرار کی حقیقت ہوں۔ میں درختوں کو سرسبز کرنے والا اور پھلوں کو پکانے والا ہوں میں چشموں کو نکالنے اور دریاؤں کو جاری کرنیوالا ہوں۔ میں خزینہ دار علم اور کوہ حلم ہوں۔ میں امیر المومنین ہوں اور میں عین الیقین ہوں۔ اور میں تمام زمینوں آسمانوں میں حجتِ خدا ہوں۔

يدعى بها انا ذالك النور الذى
اقتبس موسىٰ منه الهدى انا صاحب
الصور۔ انا مخرج من فى القبور
انا صاحب يوم النشور۔ انا صاحب
نوح ومنجيه۔ انا صاحب ايوّب
المبتلىٰ وشافيه انا اقمت
السمٰوات با مرر بى انا صاحب
ابراهيم۔ انا سر الكليم۔ انا
الناظر فى الملكوت وانا امر الحى الذى
لا يموت۔ انا ولى الحق على سائر الخلق
انا الذى لا يبدل القول لدىّ
وحساب الخلق الىّ۔ انا المفوض الىّ
امر الخلائق انا خليفة الاله الخالق
انا سر الله فى بلاده وحجته على
عباده۔ انا امر الله والروح كما قال
يسئلونك عن الروح قل الروح
من امر ربى۔ انا ارسيت الجبال الشامخات
وفجرت العيون الجاريات۔ انا غارس
الاشجار ومخرج انوا الثمار۔ انا مقدر
الاقوات۔ انا منشر الاموات۔ انا منزل
القطر۔ انا منور الشمس والقمر والنجوم
انا قيم القيامة۔ انا مقيم الساعة
انا الواجب له من الله الطاعة۔ انا حى
لا اموت واذا امت لم امت انا سر
الله المكنون المخزون۔ انا العالم بما كان

میں ہی زلزلہ ہوں۔ میں برق عذاب خدا ہوں میں ہی
صیحہ بالحق ہوں یَوْمَ یَسْمَعُوْنَ الصَّیْحَۃَ بِالْحَقِّ ذٰلِكَ
یَوْمُ الْخُرُوْجِ (قٓ) وقت خروج میری ہی چیخ سنائی
دے گی۔) میں ہی ساعت ہوں اس کے لئے جو اس
کی تکذیب کرتا ہے۔ میں کتاب لا ریب فیہ ہوں۔
کتاب ناطق میرا ہی وجود ہے۔ میں ہی وہ اسماء اللہ
ہوں جن کے ساتھ اس نے اپنے کو پکارنے اور
دعا کرنے کا حکم دیا ہے۔ میں ہی وہ شمع نور ہوں۔
جس سے موسیٰ نے نور ہدایت اقتباس کیا تھا۔ کوہِ
طور پر پہلے میرا ہی نور چمکتا دیکھا تھا۔ میں ہی صاحبِ
صور ہوں۔ میرے امر سے ہی صور پھونکا جائے گا۔
میں مُردوں کو قبروں سے نکالوں گا۔ میں روز نشور کا
والی ہوں۔ میں نوح کا مصاحب اور ان کی کشتی کو
نجات دینے والا ہوں۔ میں ہی مصاحب ہوں
ایوبؑ کا جن کی آزمائش کی گئی تھی۔ اور میں نے
ان کو شفا دلائی تھی۔ میں نے حکم خدا سے آسمانوں کو
قائم کیا۔ معلول اوّل علّت ثانویہ ہے۔ میں ہی ابراہیم کا
ساتھی اور کلیم کا بھید ہوں۔ میں ملکوت زمین و آسمان
کو دیکھنے والا ہوں۔ میں اسی حیّ قیوم کا امر ہوں (اِنَّمَآ
اَمْرُہٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَیْئًا اَنْ یَّقُوْلَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ (یٰسٓ)
میں ساری مخلوق پر ولی برحق ہوں۔ میں ہی ہوں جس
کے پاس بات نہیں بدلتی۔ اصل حقیقت مجھ کو
پہنچتی ہے۔ اور مخلوق کا حساب میرے ہی ذمّہ ہے
خلائق کے معاملات میرے ہی سپرد کئے گئے ہیں۔ کہ
مظہر کل ہوں میں اس معبود خالق کون و مکان کا نائب ہوں

وبمایکون - اناصلوۃ المومنین وصیامہم
انامولاھم وامامہم - اناصاحب النشر
الاول والاخر - اناصاحب المناقب والمفاخر
اناصاحب الکواکب اناعذاب اللہ
الواصب - انامہلک الجبابرۃ الاول
انامزیل الدول - اناصاحب الزلازل
والرجف - اناصاحب الکسوف و
انامدمر الفراعنہ بسیفی ھذا انا
الذی اقامنی اللہ فی الاظلۃ
ودعاھم الی طاعتی فلما ظہرت
انکروا فقال سبحانہ فلما جاءھم
ماعرفوا کفروا بہ - انا نور الانوار انا
حامل العرش مع الابرار - اناصاحب
الکتب السالفۃ - انا باب اللہ الذی
لایفتح لمن کذب بہا ولایذوق الجنۃ
انا الذی تزدحم الملائکۃ علی فروشی
وتعرفنی عباد اقالیم الدنیا - انا الذی
ردت لی الشمس مرتین وسلمت علی
کرتین وصلیت مع الرسول الی القبلتین
وبایعت البیعتین - اناصاحب بدر
وحنین - انا الطور - انا الکتاب المسطور
انا البحر المسجور - انا البیت المعمور - انا
الذی دعا اللہ الخلائق الی طاعتی فکفرت
واخرت ومسخت واجابت امۃ فنجت
وازلفت - وانا الذی بیدی مفاتیح الجنان

اس لئے سارے امور انجام دیتا ہوں) میں اس کی
بادشاہت میں اس کا راز مخزون ہوں - اور اس کے
بندوں پر اس کی حجت میں ہی امر اللہ اور میں ہی روح
عالم ہوں - میں ہی روح اللہ ہوں - جس کی طرف اشارہ
ہے کہ اے محمد تجھ سے رُوح کی بابت پوچھتے ہیں کہہ
دو - کہ وہ امر رب ہے - میں نے محکم پہاڑوں کو
جمایا ہے - اور بہنے والے چشموں کو بہایا ہے میں
درختوں کو اگانے والا اور پھلوں کے خوشے نکالنے
والا ہوں - میں روزیوں کا اندازہ کرنے والا اور مُردوں
کو اٹھانے والا ہوں - میں بارش نازل کرنے والا اور
شمس و قمر و نجوم کو روشن کرنے والا ہوں - سب میرے
ہی نور سے روشن ہیں - میں قیامت کا سردار ہوں اور
میں ساعت کو قائم کرنے والا - میں ہی وہ ہوں جس
کے لئے خدا کی اطاعت لازم ہے - ہر شے میری
اطاعت کرتی ہے - اور ہر انسان میری اطاعت پر
مامور ہے - میں وہ زندہ ہوں جسے موت طبعی نہیں -
انا وجہ اللہ الباقی بعد فناء کل شیٔ (و
انہم لایموتون الا باختیارھم) -
یہ معصوم اپنے ارادے اور اختیار سے مرتے ہیں)
میں خدا کا راز پوشیدہ و مخفی ہوں اور گذشتہ اور آئندہ
کی سب باتوں کا جاننے والا ہوں - سب اس نے مجھے
بتلا دیئے ہیں - میں ہی مومنین کی صلوٰۃ و صیام ہوں - میری
ولایت اصل عبادت ہے - میں ہی اُن کا مولا اور امام ہوں -
میں ہی نشر اوّل اور آخر کا والی ہوں - میں صاحب
مناقب و مفاخر ہوں - اور میں ہی صاحب کواکب

ومقاليد النيران انا مع رسول الله
فی الارض وفی السمآء مع المسیح حیث
لا روح یتحرك ولا نفس یتنفس
غیری۔ انا صاحب القرون الاولی
انا صامت ومحمد ناطق۔ انا جاوزت
موسیٰ فی البحر واغرقت فرعو وجنوده
انا اعلم هما هم البهائم ومنطق
الطیر انا الذی اجوز السموٰت
والارضین السبع فی طرفة عین
انا المتکلم علی لسان عیسیٰ فی المهد
انا الذی یصلی عیسیٰ خلفی انا الذی
اتقلب فی الصور کیف یشآء الله۔ انا مصباح
الهدیٰ۔ انا مفتاح التقیٰ۔ انا الاخرة والاولیٰ
انا الذی اری اعمال العباد انا
خازن السموٰت والارض بامر
رب العلمین۔ انا قائم بالقسط
انا دیان الدین۔ انا الذی لا
یقبل الاعمال الا بولایتی ولا
تنفع الحسنات الا بحبی۔ انا العالم
بمدار الفلك الدوار وانا صاحب
المکیال لقطرات الامطار ورمل
القفار باذن الملك الجبار الا
انا الذی اقتل مرتین واحیی
مرتین واظهر کیف شآء انا
محصی الخلائق۔ وان اکثروا

ہوں۔ ستارے میرے لئے مسخر ہیں (اور میرے
لئے زمین پر نازل ہوتے ہیں) میں خدا کا سخت
عذاب ہوں۔ میں پہلے جباروں کو ہلاک کرنے والا
ہوں۔ اور میں دولت مندوں کو فنا کرنے والا ہوں
اور میں زلزلوں اور جھٹکوں والا ہوں۔ میں کسوف و
خسوف والا ہوں۔ میں اپنی اس تلوار سے فرعونوں کو
ہلاک کرنے والا ہوں۔ میں ہی وہ ہوں جس کو خدا نے
ظلال نور جلال وجمال میں کھڑا کیا۔ اور سب کو میری
اطاعت کی دعوت دی۔ پس جب اس اطاعت کے
ظہور کا وقت آیا تو انکار کر بیٹھے۔ اس طرف اشارہ
کرکے خدا فرماتا ہے۔ پس جب وہ آیا جس کو انہوں نے
پہچانا تھا تو اس کا انکار کرنے لگے۔ میں نوروں کا
نور اور ابرار حاملین عرش میں شامل۔ میں قدیم
کتابوں والا۔ اور ان کا عالم اور مفسر ہوں۔ میں وہ خدا
کے علم و معرفت کا دروازہ ہوں۔ جو اس کے لئے نہیں
کھولا جاتا جو اس کی تکذیب کرے اور وہ باغ بہشت
کا ذائقہ نہ چکھے گا۔ میں ہی وہ ہوں جس کے فرش پر یا
بستر پر فرشتے اژدحام کرتے ہیں اور مجھے دنیا کی ساری
اقلیموں کے رہنے والے پہچانتے ہیں۔ میرے ہی واسطے
دو دفعہ آفتاب لوٹایا گیا ہے۔ اور اس نے مجھ پر دو مرتبہ
سلام کیا ہے۔ اور میں نے ہی رسول کے ساتھ دونوں
قبلوں بیت المقدس اور کعبہ کی طرف نماز پڑھی ہے۔ میں نے
رسولؐ سے دو دفعہ بیعت کی ہے۔ میں فاتح جنگ و بدر
حنین ہوں۔ میں کوہ طور علم اور کتاب مسطور معارف ہوں۔
اور میں بحر مسجور حقائق۔ میں ہی بیت معمور روحانی

وانامحاسبھم وان عظموا۔ انا الذی عندی الف کتاب من کتب الانبیاء انا الذی جحد ولایتی الفۃ امۃ فمسخوا۔ انا لمذکور فی سالف الزمان والخارج فی اخر الزمان انا قاصم الجبارین فی الغابرین ومخرجھم ومعذبھم فی الاخرین یعوق و یغوث ونسرًا عذابًا شدیدًا انا المتکلم بکل لسان انا الشاھد لاعمال الخلائق فی المشارق والمغارب انا محمد و محمد انا المعنی الذی لایقع علیہ اسم ولا شبہ انا باب حطۃ ولاحول و قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

ہوں اور میری اطاعت کی خدا نے ساری مخلوق کو دعوت دی ہے۔ پس ایک امت نے اس سے انکار کیا اور پیچھے ہٹی وہ مسخ ہوگئی اور ایک نے قبول کیا۔ اس نے نجات پائی اور وہ مقرب ہوئی۔ میرے ہی ہاتھ میں جنّت اور دوزخ کی کنجیاں ہیں۔ میں زمین پر رسولؐ اللہ کے ساتھ ہوں اور آسمانوں میں مسیح کے ساتھ جہاں نہ میرے سوا کوئی رُوح حرکت کرتی ہے اور نہ کوئی جان سانس لیتی ہے۔ میں ہی پہلی اُمتوں کا مصاحب ہوں۔ میں صامت ہوں اور محمدؐ ناطق میں نے موسیٰؑ کو نیل سے گذارا اور فرعون اور اس کے لشکر کو غرق کیا۔ میں چوپایوں کی آواز اور پرندوں کی بولی جانتا ہوں میں ہی وہ ہوں جو چشم زدن میں ساتوں زمینوں اور ساتوں آسمانوں کو طے کرلیتا ہوں۔ میں ہی ہوں کہ گہوارے میں اپنے اعجاز ولایت سے زبان عیسیٰ پر بول رہا تھا۔ میں ہی وہ ہوں جس کے پیچھے عیسیٰ نماز پڑھیں گے (امام مہدی میرا جزو میرا نور ہے اور ہم سب ایک) میں جس طرح چاہوں مختلف صورتیں اختیار کرلیتا ہوں۔ میں ہدایت کی شمع اور پرہیزگاری کی کنجی ہوں۔ میں ہی آخرت اور اولی ہوں۔ دُنیا و آخرت سب میرے طفیل سے ہے۔ میں ہی وہ ہوں کہ تمام بندوں کے اعمال کو دیکھتا ہوں کہ بعد رسول شہید علی الناس ہوں۔ میں خدائے ربّ العالمین کے حکم سے زمین و آسمان کا خزانہ دار ہوں۔ میں عدل کو قائم کرنے والا اور حاکم روز جزا ہوں۔ میں ہی وہ ہوں جس کی محبّت و ولایت بغیر بندوں کے اعمال قبول نہیں ہوتے۔ اور میری ولایت بغیر کسی کی نیکیاں کام نہیں آتیں۔ میں فلک دوار کے مدار کو جاننے والا ہوں۔ میں ہی خدائے جبار کے اذن سے۔ بارش کے قطروں اور ایک صحرا کی میزان رکھتا ہوں۔ آگاہ رہو کہ میں ہی وہ ہوں جو دو دفعہ قتل کیا جاؤں گا۔ ایک دفعہ دنیا میں اور ایک دفعہ عالم رجعت میں اور دو مرتبہ زندہ کیا جاؤں گا۔ اور جس طرح چاہوں گا ظاہر ہوں گا اور میں ساری مخلوق کا احصا رکھنے والا ہوں۔ اگرچہ وہ بیشمار ہیں اور میں ہی ان کا حساب لینے والا ہوں اگرچہ وہ کیسے ہی بزرگ ہوں۔ میرے پاس ہزار کتب انبیاء ہیں۔ میری ولایت کا ہزار امتوں نے انکار کیا اور سب مسخ ہوگئیں۔ سابقہ زمانوں میں میرا ہی ذکر ہوتا رہا ہے۔ اور میں آخرالزمان میں خروج کرنے والا ہوں۔ اور آنے والی نسلوں کے جباروں کی گردنیں توڑنے والا ہوں۔ ان کو نکالنے والا ہوں۔ اور

آخرین کو بعوث ونسر کے ساتھ سخت عذاب دینے والا ہوں میں ہر زبان میں کلام کرنے والا۔ اور تمام مشارق مغارب میں اعمال خلائق کا مشاہدہ کرنے والا ہوں۔ میں محمدؐ ہوں اور محمدؐ میں ہوں۔ دونوں کی حقیقت نورانی و روحانی ایک ہے۔ بلکہ کل معصومین ایک ہیں) میں ہی وہ ہوں جس پر کوئی خاص نام اور شبہ واقع نہیں ہوتا کل صفات جلال وجمال الہٰی کا مظہر ہوں میں ہی باب حطہ ہوں جس کے لئے حکم ہے۔ وَادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا (النساء) ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم وصلی اللہ علیہ وعلی الہ الطیبین ....

اس میں سب سے اہم فقرہ جو ضعفاءُ پر گراں ہو سکتا ہے۔ انا حی لا یموت ہے۔ لیکن اصول اعتقادات مسلّمہ مذکرہ پر اس کی تاویل بھی ظاہر ہے۔ حی تو ہر ایک زندہ ہے۔ لا یموت کا مطلب وہی حقیقۃ وجہ اللہ ہے وجہ اللہ بعد فناءُ کل شیئ و بعد ہلاک کل شی و بعد صعق کل شی بھی باقی ہے۔ اور موت طبعی سے یہ منزہ ہیں اور مظہر الباقی ہیں۔ ظاہری موت ان کے لئے بھی ہے۔ یعنی دنیا سے انتقال ظاہری۔ لیکن بطلان اثر حیات ان سے دور ہے۔ اور اس موت ظاہری کو بھی اپنے اختیار وارادے سے قبول کرتے ہیں اور ملک الموت ان پر قادر نہیں بلکہ یہ ملک الموت پر ولی متصرف ہیں اور اسی واسطے اپنے کو موت الممیت بھی فرماتے ہیں۔ یہ مظہر الباقی ہیں۔ اگر یہ معنی بھی ضعف ایمانی برداشت نہیں کر سکتا۔ تو اس کی تاویل اس فقرے سے کی جا سکتی ہے۔ جو اس خطبہ کے صدر میں مذکور ہے۔ یعنی کہا جا سکتا ہے کہ حضرت کا مطلب۔ انا حی لا یموت سے انا امر الحی الذی لا یموت ہے ہیں خدائے حی قیوم کا امر ہوں اور ان کے امر اللہ ہونے میں کسی کو شبہ نہیں ہو سکتا۔ فتامل فیہ یہ بھی ہو سکتا ہے اور کہا جا سکتا ہے کہ آپ کا اشارہ اس سے شہادت کی طرف ہو سکتا ہے کہ میں شہید راہ خدا ہوں۔ جو کبھی مرتا نہیں گو یا بالتفسیر لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ (العمران) پس ان کے زندہ جاوید ہونے میں کوئی شک نہیں۔

ان اور ان جیسے تمام خطبات کی مکمل شرح ایک ضخیم کتاب اور طویل مدت کی محتاج ہے۔ اور پھر بھی ہمارے لئے یہ ناممکن ہے کہ ان اسرار کی شرح کا حق ادا کر سکیں۔ یہی وہ امور ہیں۔ جن کو ملک مقرب جانتے ہیں یا نبی مرسل۔ یا خاص خاص مؤمن ممتحن۔ اور بعض سے یہ سب بھی محروم ان کو وہ جانیں یا ان کا بنانے اور دینے والا حتیٰ کہ بعض اشارات اخبار بالغیب بھی ایسے اور انہی امور خفیہ سے ہیں۔ جن کو یہی بزرگوار جانتے ہیں مثلاً۔ اذا صاح الناعوس۔ الخ۔ وغیرہ وغیرہ جن کی صحت قرأت و تلفظ میں علماء کو اطمینان نہیں ہے۔ یہاں ان کے نقل اور ترجمہ سے صرف مدعا یہ ہے۔ کہ علماءُ رواۃ پر سے یہ الزام اٹھا دیا جائے۔ کہ یہ غلو کے قائل تھے۔ یا ایسے الفاظ کے ناقل۔ جن سے غلو کا احتمال پیدا ہو۔ کیوں کہ ایک فقرے اور لفظ کی کئی کئی تاویلات صحیحہ ہر مذاق اور مرتبہ فہم و علم و ایمان و اعتقاد کے موافق ممکن ہیں۔ اور ہر گز ہر گز

یہ اور ایسے خطبات غلو پر دال نہیں ہیں۔ اور یہ بھی واضح ہے کہ من حیث المعنی یقیناً تواتر کا حکم رکھتے ہیں یعنی یہ مضامین و مطالب معصومینؑ سے اکثر رواۃ کے ذریعہ منقول ہیں۔ لہٰذا انکار کرنا ضعف ایمان ہی کا نتیجہ ہے۔ اور یہ بھی اہل علم و عقل تسلیم کریں گے اور یہ کلام خود بتا رہا ہے۔ کہ ان کے سوائے دوسرا انسان ان کے انشاء پر قادر ہی نہیں ہو سکتا۔ کلام امام فوق کلام انام ہے۔ کلام خدا کی طرح یہ عام انسانوں کے کلام سے ممتاز ہے۔ مومنین ان سے اپنے نور ایمانی کو مکمل فرمائیں۔ اور اہل قشر اگر کوئی معنی یا تاویل ہماری طرف سے پسند فرمائیں تو دعائے خیر سے یاد فرمائیں۔ ورنہ بجائے انکار یا تکذیب فقرہ یا لفظ کے معنی کو صاحبانِ باطن اور اہلِ معرفت فضلاء سے حل کرائیں۔ تکذیب کی طرف سبقت نہ فرمائیں هلك اثنان فی عدو قال و محب غال۔ و نعوذ باللہ من ذٰلك (اکثر فقرات اخبار بالغیب علائم کی شرح انشاء اللہ الصراط السوی حصہ دوم میں مذکور ہو گی۔ انتظار فرمائیں۔ و اٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین۔ و الصلوٰۃ و السلام علیٰ نقطۃ دائرۃ التکوین و عترتہ الطاهرۃ الزاکیۃ اسرار اللہ المودعتہ فی هیاکل البشریۃ۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

ترجمہ دیباچہ

کتاب مناقب مرتضوی

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ
سُبۡحَانَ اللّٰهِ الۡعَلِيِّ الۡعَظِيۡمِ

خداوندا عطا کن نشأ ذوق — کہ آغازم بنامت نامۂ شوق
چناں ماہِ ضمیرم کن منور — کہ خواہد نور از وخورشید انور
دِلے دِہ تا ترا جوید زمستی — کہ بے مستی است طاعت بت پرستی
چواز دست زباں آید بجانم — مگرداں جز بحمد خود زبانم

محامد مقدس اساس اور سپاس بے قیاس اس واحد یکتا کی ذاتِ قدسی آیات سے مخصوص ہے جس کی صفت وحدہ لاشریک لہ ہے۔ اور تمام موجودات اور جملہ کائنات ابتدائے وجود سے اس کے شاہد وحدت کے مشاہدے کی تلاش میں بادیۂ جستجو میں گم ہے وہ احد جس کی صمدیت اور بے نیازی کی دلیل وبرہان لَمۡ يَلِدۡ وَلَمۡ يُولَدۡ ہے۔ وہ صمد بے نیاز کہ لَمۡ يَكُنۡ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ۔ جس کی احدیت ویکتائی پر شاہد ہے۔ وہ واجب الوجود کہ تمام ممکنات کی ہستی اس کے آفتاب جود وکرم کی ایک شعاع ہے وہ مسجود کہ اصحاب عبادت کے چہروں کا سیمائے جہاں آرا اس کے سجدوں کا ایک نشان اور اثر ہے۔ وہ حکیم۔ جس کی حکمتِ بالغہ شوائب خیال سے مُبرّا ہے۔ وہ قدیر جس کی قدرتِ کاملہ زوال سے پاک اور منزّہ ہے۔ وہ علیم جس کے علم کا احاطہ کامل طور پر کائنات کے دائرہ جزو وکل پر دائرہ ہے۔ وہ لطیف جس کے لطف کی بہار تمام گل وخار کو شمالی ہواؤں سے تازگی بخشتی ہے۔ وہ قادر جو اپنی قدرت سے نجوم وکواکب پر کارفرما ہے۔ وہ صانع جو اپنی صنعت سے طبائع کو دُرّ وجواہر سے پُر کرتا ہے۔ وہ بادشاہ جس نے امرِ کُن سے کون ومکاں کی بارگاہ کو قائم کیا۔ اور خطاب اَلَسۡتُ بِرَبِّكُمۡ سے علم ربوبیت بلند فرمایا۔ وہ عادل جس نے اپنے دوستوں کو خلعت سعادت سے مشرف اور مفتخر فرمایا۔ اور ان کے دشمنوں کے سروں پر ذلّت وخواری کا

مینہ برسایا۔ وہ خالق و مُبدع جس نے بوجہ ابداع سنگ خارا کے دل میں لعل تابندہ کو قائم کیا۔ وہ قدوس جس کی وادیٔ تخیل میں انبیاءؑ کے توسن تفکر کے قدم عاجز ہیں۔ اَلّذی دلت علی وحدانیتہ ایاتہ وشھدت بربوبیتہ مصنوعاتہ ھوالاول الّذی لایتصوّر مبتداہ وھوالاخر الّذی لایتخیل منتھاہ سبحان اللہ تبارك وتعالیٰ عما یَصِفُوْن۔

لمؤلفہ

فلک سرگشتہ خورشید ذاتش — ملک پروانہ شمع صفاتش

جناب بارگاہش عرش اعظم — حباب بحر ذاتش ہر دو عالم!

بنودہ ذرّۂ موجود واو بود — نہ شد یک ذرہ بے ہستیش موجود

جہاں فانی وذاتِ اوست دائم — قدیر و قادر و قیوم و قائم

اور درود خجستہ و رود نامعدود اور صلوات بابرکات نامحدود اس مقصد و مقصودِ آفرینش اور مطلب و مطلوب خداوندانِ دانش و بینش کے لئے تا قیامِ قیامت موزون ہے۔ جو بہترِ وُلدِ آدم۔ مہترِ اہل عالم۔ خلاصۂ اقالیم عرب و عجم۔ مہرِ سپہرِ جلالت۔ صدر نشین مسندِ نبوّت و محفلِ رسالت۔ سحابِ نیسانِ گوہر شفاعت ہادیٔ اُمم بوادی اطاعت و طاعت۔ قافلہ سالار قوافل اولیا و انبیاؑ سرور و سردارِ صنوف اصفیا و اتقیاؑ۔ برگزیدۂ اصطفا۔ رسولِ خدا۔ احمد مجتبیٰ۔ محمّد مصطفیٰؐ ہے۔

لمؤلفہ

جمالش مشعل راہ طریقت — دلش مرآتِ خورشیدِ حقیقت

ضمیرش نور بخشِ قرص خورشید — جبینش فیض بخش صبح امید

سراج بزم جنّت طلعتِ او — بلند از عرشِ بام رفعت او

فلک دیوانہ درفکر کمالش — ملک پروانہ بر شمع جمالش

جمالش رویت اصحاب وجداں — جنابش کعبۂ ارباب عرفاں

ادیب عالمانِ علمِ معنی — طبیب دردمندان تمنی

اور سلام فراوان اور صلوات بے پایانِ آنجنابؐ کی اولاد گرامی اور احفاد سامی پر جن کا ہر فرد گوہر دُرجِ سعادت اور اخترِ بُرجِ سیادت ہے۔ اور خلفائے شرفائے راشدین پر جو سب کے سب اس بدرِ منیر دلپذیر کے گرد بحکم اصحابی کا لنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم۔ ستارگان نور افشاں اور سیّارگانِ درخشاں کی مثال ہے۔

لمؤلفہ

زہے ذاتِ صدیق وفاروقِ اکبر　　خوشا جامع مصحف وشاہِ صفدر
بظاہر چہار و بباطن ہمہ یک　　بجز احول اینجا نیاز وکسے شک

رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین الیٰ یوم الدین۔

اور علمائے شریعت وطریقت اور عرفائے حقیقت ومعرفت پر۔ جو بموجب حدیث علماءُ اُمّتی کانبیاءِ بنی اسرائیل قیام قیامت تک انبیائے بنی اسرائیل کے قائم مقام ہیں خصوصاً مولٰنا ومخدومنا وشیخنا واستاذنا مرشد الخواص والعوام فی دارالاسلام اسے اللہ الملک المنان والعلام قطب المحققین قدوۃ العاشقین والعارفین سیّد السادات رفیع الدرجات عارف باللہ اعنی امیر عبداللہ الحسینی الترمذی المشتہر بہ **مشکیں قلم** المتخلص بہ **وصفی** کی روح پُر فتوح پر۔

لمؤلفہ

شہِ ملکِ طریقت قطبِ آفاق　　ملک از بہر پابوسش مشتاق
سریر آرائے فردوسِ معانی　　بہ رُخ یوسف بہ دم عیسائے ثانی
دمش داوہ ہزاراں مُردہ راجاں　　کفش رشکِ سحاب گوہر افشاں
عُطارد ریزہ چیں مغزِ کلکش　　کمالِ خطِ نستعلیق ملکش
مزیّن بر سرش تاجِ ولایت　　بروشد ختم معراجِ ہدایت

طیب اللہ تعالیٰ ثراہُ وجعل الجنۃ مثواہ ۞

بعد حمد ونعت کے بندۂ فقیر حقیر کثیر التقصیر خادم فقرا **محمد صالح** الحسینی الترمذی المتخلص بہ **کشفی** غفر اللہ ذنوبہ وستر عیوبہ۔ بزبان نیاز اور بہ لسان ایجاز عرض کرتا ہے کہ اربابِ فطنت اور اصحابِ مکنت کی رائے معنی آرائے پر مخفی اور پوشیدہ نہ رہے۔ کہ اس مجموعۂ محمودہ (جس کا ہر ایک حرف گلستانِ ولایت کا گلدستہ ہے اور اُس کی ہر ایک سطر وادیٔ ہدایت کی شاہراہ) بابِ مدینۂ علومِ صوری ومعنوی مصطفوی المسمیٰ بہ **مناقب مرتضوی** کی تالیف کا باعث یہ ہے کہ ایک روز اس ذرۂ احقر کے کلبۂ احزان میں ایک مجلس تھی۔ بہت سے اعزّہ شیریں کلام معلیٰ مقام جو سراپا انوار صلاح اور پیرایۂ فلاح ونجاح سے آراستہ اور پیراستہ اور خطابِ بزرگی وشیخیت پناہی سے مشہور ومعروف تھے۔ حضور موفور السرور کی معیت میں تشریف رکھتے تھے۔ اور وجد ذوق اور عشق وشوق کی صحبت ایسی گرم ہو رہی تھی۔ کہ اکثر صاحبانِ اقبال میں توحید وتجرید کی حالت بے شائبۂ تکلّف وتقلید مشاہدہ اور معاینہ کی جاتی تھی کہ اس روز دل افروز میں اربابِ عرفان اور اصحابِ وجدان

کے قدوم میمنت لزوم کی برکت سے اس ضعیف نحیف کے غریب خانے کے در و دیوار حسب اقتضائے آیۂ شریفہ وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ وَلٰکِنْ لَّا تَفْقَھُوْنَ تَسْبِیْحَھُمْ بنی اسرائیل ۵ بے تکلیف قال و بے تصدیع مقال زبانِ حالِ مواصلت مآل سے ذیل کی دو لطیف بیتوں کا مضمونِ میمون ادا کر رہے تھے۔

مثنوی

منادیست در کوچۂ مے فروش　　کہ امروز در ہر کہ یابند ہوش
گریبانش گیرند و داماں کشند　　دو انش بہ دیوانِ مستاں برند

بہت دیر کے بعد جب حالتِ وجد و حال سے افاقہ ہُوا۔ تو بمقتضائے مقولہ مَنْ عَرَفَ اللّٰہَ لَکَالَ لِسَانُہٗ (جس کو معرفتِ خدا حاصل ہو جاتی ہے۔ وہ زبان دراز ہو جاتا ہے) حقائق و معارف لاریبی کے تکلمات کی خوشبو دار ہلکی ہلکی ہوائیں صاحبانِ معرفت کے شگوفہ ہائے دِل پر چلنے لگیں۔ اور اسرارِ نامتناہی غیبی کے رشحات کے ترشحات ان جواہر حقیقت کے ابر ہائے منسیاں سے ٹپکنے شروع ہوئے۔ **اسی اثنا میں یہ ذکر آیا کہ اِنسان کامل و مکمل کی علامت کیا ہے؟** ایک عزیز نے فرمایا کہ صاحب تذکرۃ الاولیا غوثِ اعظم سلطان ابراہیم ادہم قدس اللہ سرہٗ کے حال میں لکھتے ہیں کہ ایک روز ابراہیم ایک پہاڑ پر کسی بزرگ سے طریقت اور حقیقت کی باتیں کر رہے تھے۔ اس بزرگ نے پوچھا۔ کہ انسانِ کامل کی نشانی کیا ہے؟ جواب میں فرمایا۔ کہ بالفرض اگر وہ پہاڑ سے کہے۔ کہ روانہ ہو۔ تو وہ چل پڑے۔ یہ کہنا تھا۔ کہ اسی وقت وہ پہاڑ حرکت میں آیا۔ ابراہیم نے فرمایا۔ اے کوہ بے شکوہ نہ ہو۔ مَیں تو مثالاً کہہ رہا ہوں۔ یہ سُن کر پہاڑ ساکن ہو گیا۔

ایک اور صاحب بولے ۔ ایسا واقعہ شیخ بحر و بر فرید الدین گنج شکر نور مرقدہ سے بھی ظہور میں آیا ہے۔ چنانچہ **راحت القلوب** میں مرقوم ہے۔ کہ اثنائے سیاحت میں شیخ مذکور کی شیخ بہاؤالدین ذکریا سے ملاقات ہوئی۔ شیخ ایک سنگین کرسی پر بیٹھے تھے۔ ادائے سلام اور مصافحہ کے بعد گفتگو شروع ہوئی اور نہایت محبت اور اخلاص کی رُو سے دریافت کیا۔ کہ اے بھائی! تمہاری حالت کہاں تک پہنچ گئی ہے اِس فرید بادیۂ تفرید نے جواب دیا۔ اے مخدوم! جس کرسی پر بیٹھے ہو۔ اگر مَیں کہوں۔ تو ہوا میں اُڑنے لگے۔ فوراً وہ کرسی اُڑنے لگی۔ شیخ بہاءالدین (نور قبرہ) نے کرسی پر ہاتھ مارا۔ وہ فوراً ساکن ہو گئی۔

اس گفتگو کے بعد ان اہلِ وجدان میں سے ایک شخص نے ۔

بیت

نازم بکمالش کہ لبِ معرفتش!　　ہنگام تکلم دُر دانائی ریخت

ازروئے غلبہ حضور فائض النوریوں دُر افشانی فرمائی انسان کامل کا خطاب اس شخص سے مخصوص ہے جو اس نسبت کا صاحب اور مالک ہے یعنی واقفِ مواقفِ ناسُوت اور عارف معارف لاہُوت منبع

عیونِ مشاہدہ۔ مجمع فنونِ مجاہدہ مظہرِ اسرارِ فتوت۔ مصدرِ آثارِ مروت۔ خورشید سپہرِ امامت جمشید سریر کرامت خاتمۂ مصحفِ وصایت۔ دیباچۂ رسالۂ عنایت۔ قاضی محکمۂ قضا و قدر۔ صاحب سرِ سیّد البشر۔ سرورِ اولیاء۔ جانشین خاتم انبیاء۔ صاحب اقسام مناقب۔ ناصبِ اعلام مناصب۔ **امام المشارق والمغارب اسداللہ الغالب امیرالمومنین وقدوۃ الواصلین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہٗ رضی اللہ** تعالیٰ عنہٗ۔ جس نے اپنی زبانِ دُر بارِ معجز اظہار سے ارشاد فرمایا۔ لَوْ کُشِفَ الْغِطَاءُ لَمَا ازْدَدْتُ یَقِیْنًا۔ (اگر پردہ کھول دیا جائے۔ تو بھی میرے یقین میں کسی قسم کی زیادتی نہ ہو۔) چنانچہ اکابر سلف میں سے ایک بزرگوار نے اس کلمۂ مکرمہ (جس کا ہر ایک حرف اضطرلاب طریقت اور اس کا ہر ایک نقطہ آفتابِ فلک حقیقت ہے) کا ترجمہ یوں نظم فرمایا ہے۔ ؎

حالِ کونین شد عیاں برمن بہ یقیں آنچنانکہ مے باید
گر حجاب از میانہ برخیزد آں یقین ذرّۂ نیفزاید

اس امام خواص و عوام کا نام اور یہ کلام ولایت نظام سُن کر تمام حاضرین مجلس نے کرم اللہ وجہہٗ کہتے ہوئے از روئے سرور و طرب جبیں نیاز و تواضع زمینِ ادب پر رکھی۔ اور لب ہائے تحسین کھول کر کثرتِ ذوق اور غلبۂ شوق سے اِس کلمۂ جامع الکلم کے کہنے والے کے سر پر سے سینکڑوں قسم کے جواہر آفرین نثار کئے۔ اتفاقاً مجلس کے آخر میں ایک عالم تبریزی جو خلعتِ تبرّا سے مخلّع تھے۔ اور اس کو فرطِ جہالت سے تولّا سمجھتے تھے۔ تشریف لائے۔ اور فرمایا۔ الحمدللہ والمنۃ۔ کہ اہلسنت وجماعت کے مجمع میں بھی فضائل و مناقب مرتضیٰ علی علیہ السلام ذکر کئے جاتے ہیں۔ راقمِ حروف نے عرض کی۔ یہ بے اصل کلمہ زبان پر لانے کے قابل نہیں۔ اور یہ خزف ریزۂ بے مقدار جس کو قیمتی گوہر تصوّر کیا گیا ہے۔ بندھنے کے لائق نہیں۔ اِس لئے کہ اس طائفہ علیّہ عالیہ کا نخلستانِ مراد سراسر اس چشمۂ فضل و احسان کے انعام عام سے سرسبز اور سیراب ہے۔ اور سلسلۂ سُنیّہ سَنیّہ کے ہر خورد و کلاں اور ہر ایک ادنےٰ و اعلےٰ کا روئے ارادت لم یزل روزِ ازل سے اُس ولایت مآب کے آستانۂ رفیع و منیع پر ہے اور اس طبقے کا ہر پیر و جواں غایتِ اعتقاد خاص اور نہایت اخلاص سے اس ملجاء و مآبِ عالم و عالمیاں کی جناب مستطاب سے خطاب کر کے ذیل کے چند ابیات کے مضمون مطبوع و پسندیدہ سے یوں عرض کرتا ہے۔

نظم

ہمہ چشمیم تا بروں آئی ہمہ گوشیم تا چہ فرمائی
تو نہ آں صورتے کہ بے رویت متصوّر شود شکیبائی

ماتماشاکنانِ کوتہ دست تو درختِ بلند بالائی
سرِ ما آستانِ خدمت تو گر برائی و گر بہ بخشائی

اور ساعت بساعت بلکہ آناً فاناً جہاں جہاں فیوض اور عالم عالم سرور فائض النور اس مطلع آفتابِ ہدایت اور منبع دریائے ولایت سے حاصل کرتے اور لیتے ہیں۔ اور آہستہ سے میں نے یہ بیت اس کے کان میں پڑھ کر سنائی۔

بیت

دشنام بمذہبے کہ طاعت باشد مذہب معلوم و اہل مذہب معلوم

اور کوشش کی کہ تبرا سے بیزار ہوکر تولا کا متولی ہوجائے۔ جواب دیا۔ کہ مدت مدید اور عرصۂ دراز سے یہ فقیر حقیر شہر تبریز سے ہندوستان میں وارد ہوا ہے۔ جس ملک اور جس مقام میں جا کر حضرت شاہ ولایت پناہ علیہ السلام کا نام نامی اور مناقب گرامی ذکر کیا۔ وہیں دیکھا کہ فوراً اس جماعت کا رنگ و روئے متغیر ہوگیا اور بہت سے جہال گمراہ درپے آزار اور انتقام لینے پر آمادہ ہوگئے۔ ان وجوہات پر بنا رکھتے ہوئے اپنے ارادے اور قول پر نہایت اصرار اور ابرام کا اظہار کیا۔ میں نے کہا۔ یہ بات بھی کثرتِ عشق اور غلبہ محبت کی وجہ سے ممکن ہے۔ اور اس اشکال کی سر دست دو طرح توجیہ اور تنقیح ہوسکتی ہے۔

وجہ اوّل یہ کہ عاشق کی شرط یہ ہے کہ وہ زیادتی رشک و غیرت کی وجہ سے جائز نہیں جانتا کہ دوسرا شخص اس کے معشوق کا نام اپنی زبان پر لائے۔ چنانچہ میں نے ایک کتاب میں دیکھا ہے کہ ایک مجذوب الٰہی کی یہ حالت تھی کہ اگر کوئی شخص اس کے سامنے اللہ کہتا۔ تو زیادتی رشک کی وجہ سے اس پر پتھر اور ڈھیلے مارتا۔ اور آہِ جانکاہ دل سے نکال کر رستے کی خاک سر پہ ڈالتا اور رو رو کر کہتا۔ کہ دوسرا شخص کس لئے میرے مطلوب اور محبوب کا نام لے۔

دُوسری وجہ یہ ہے کہ عاشقوں کی یہ ایک رسم اضطراری اور طریقۂ بے اختیاری ہے۔ کہ جس وقت معشوق کا نام اُن کے سامنے مذکور ہوتا ہے تو یک بیک اُن کا چہرہ متغیر ہوکر رنگ زرد ہو جاتا ہے۔ چنانچہ صاحب **ہدایۃ السعداء** کتاب شفا سے نقل کرتے ہیں۔ کہ امام جعفر صادق علیہ السلام حالانکہ نہایت تبسم مزاج۔ کشادہ روئے اور بشاش تھے۔ لیکن جب حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسم مبارک سنتے۔ زرد ہو جاتے۔ اور کبھی آنحضرتؐ کا نام بے وضو زبان پر نہ لاتے۔ بیشک عاشقانِ حقیقی و تحقیقی کی زرد روئی اُن کی سُرخروئی کی شاہد صادق ہے۔

لمؤلفہ۔ بیت

رُخ چوں کہ و تن چو موئے از غم ایں است بداں نشان عشاق

نیز مولوی معنوی نے اپنی مثنوی کے دیباچہ میں ایک لڑکی کی بیماری کا ذکر کیا ہے۔ جو ایک زرگر کے عشق میں زار و نزار ہوگئی تھی۔ اور شہر کے حکیم اور زمانے بھر کے طبیب اس کے علاج کی فکر میں بیمار ہوگئے۔ اور بے بس ہو کر اپنے عجز و نادانی کا اقرار کیا۔ یکایک مسبب ازلی اور حکیم لم یزلی کے حکم سے ایک عارف بے ریب عالم غیب سے نمودار ہوئے۔ اور دیکھتے ہی قوّت مکاشفہ سے بیمار کی حالت پر مطلع ہوگئے۔ اور بزبانِ فصیح اس عبارتِ ملیح میں اشارہ فرمایا۔ کہ اس کنیزک خون گرفتہ کو کوئی جسمانی بیماری لاحق نہیں۔ بلکہ اس عقدۂ لاینحل کا حل زبانِ زرگری کی واقفیّت پر موقوف ہے۔ بعد ازاں اس کی نبض ہاتھ میں مقام کر بڑے بڑے ملکوں اور نامی نامی شہروں کے نام لینے شروع کئے۔ الغرض جب سمرقند کا نام جہاں اس کا معشوق رہتا تھا۔ زبان پر آیا۔ اس لڑکی کی نبض مرغِ نیم بسمل کی طرح تڑپ اُٹھی اور اس کا چہرہ زردی مائل ہوگیا۔ اور عیاذاً باللہ۔ **اگر اس قافلہ سالار قوافل اولیائے گرامی کا نام نامی سُن کر کسی کے روئے ناخوش میں از روئے ناخوشی و ناراضی تغیّر اور تبدیلی ظاہر ہو تو ایسا شقی مامون دُنیا و آخرت میں زرد رو ہے**۔ اور اس کے رنگ رو کا تغیّر اس اشرف شرفا اور سردار اصفیا کے اسم شریف کی زیادتی صلابت و مہابت سے فی البدیہ اس ملعون کے دنیا و آخرت کی زرد روئی کی خبر دے رہا ہے۔ لیکن عقلائے کامل اور عرفائے واصل کا قاعدہ یہ ہے کہ ظنوا بالمومنین خیراً کے طریقہ حسنہ کو ہاتھ سے نہ دیں۔ اور اپنے نفس خود رائے کی پیروی نہ کریں اور ہر قسم کے اُمور میں حتی الامکان وجہ احسن پیدا کرنے میں ساعی ہوں۔ کیونکہ حسن ظن کا نتیجہ نیکیاں اور حسنات ہیں اور بدظنی کا ثمرہ بدیاں اور سیئات۔

نیز میں نے اس عالم سے یہ بھی کہا کہ میں بعض عوام بد نہاد کے اعتقاد سے کمال درجہ بے اعتقاد ہوں جو حضرت شاہ ولایت کرم اللہ وجہہ کی عداوت کسی مومن اور مسلم کے باب میں جائز رکھتے ہیں۔ حاشا و کلا۔ توبہ توبہ نعوذ باللہ۔ مسلم اور مومن کی قید کیسی؟ کیونکہ اس افضل اصفیاء کی ایک افضلیت اور اس اول اولیاء کی ایک اولویّت یہ ہے۔ کہ کوئی فرقہ بھی اس جناب کی نسبت کسی قسم کا اعتراض بلکہ کنایہ بھی نہیں رکھتا۔ چنانچہ بعض مشرکین جو نصیری کے لقب سے ملقب ہیں۔ آنجناب کو معبود سمجھ کر پرستش کرتے ہیں۔

منقول ہے کہ اپنی ناف کو جو سرچشمۂ گزاف سے نامزد کی جاسکتی ہے۔ بے دھڑک تلوار کی نوک پر رکھ کر عَلیُّ اللّٰہِ۔ کہتے ہوئے بگولے کی طرح چکر لگاتے ہیں۔ قادر ستار کی قدرت سے ایک خشخاس کے دانے برابر بھی زخمی نہیں ہوتے۔ واللہ عالم بالصواب۔ بہر حال یہ ایک عجیب گمراہ گروہ ہے نعوذ باللہ منہا۔ اور بعض گمراہ ترک نہایت جہالت اور حماقت سے آپ کو شریک نبوّت جانتے ہیں۔

اور ان میں سے بعض اجہل جبرئیل علیہ السلام پر سہو و نسیان کا اطلاق کرتے ہیں کہ اُس نے وحی کے پہنچانے میں غلطی کی۔ کیونکہ علیؑ ابن ابی طالب خطاب پیغمبری سے مخاطب تھے۔ استغفراللہ واتوب الی اللہ من جمیع ما کرہ اللہ قولاً وفعلاً وخاطراً۔ یہ لوگ بھی ایک گمراہ قوم ہے اور نصاریٰ اپنی زبان میں آپ کا نام شدطیا کہتے ہیں۔ اور مشکلکشائے حاضر و غائب جانتے ہیں اور تمام مشکل امور اور بڑی بڑی مہمات اور ملتمسات میں آپ کے الطاف حامی سے پناہ لیتے ہیں اور اُن کے مزید اعتقاد کا باعث ایک قصّہ ہے۔ جو مَیں نے ایک صادق القول اور راست گو بزرگوار کی زبان سے سُنا ہے۔ وہ فرماتے تھے کہ مَیں نے اُن کی ایک معتبر کتاب میں دیکھا ہے کہ ایک مومن کو ایک نصرانی عالم کے ساتھ جہاز میں دریائی سفر کا اتفاق ہُوا۔ اتفاقاً جہاز بھنور میں آ گیا۔ اور بہت مدّت تک چکر کاتا پھرا۔ اور کوئی صورت کامیابی کی سوائے عنایت صمدی نظر نہ آتی تھی اس مومن نے چند بار ناد علیا مظہر العجائب کا ورد کیا۔ اور شیاطین کے دفعیہ کے لئے بقدر مقدور و استطاعت امیر المومنین کے مناقب کو (جس کی ہر منقبت شیاطین کے لئے شہاب ثاقب ہے) ذکر کیا۔ عالم نصاریٰ نے کہا۔ جس بزرگ کا تم نام لیتے ہو۔ مَیں نے بھی اس کا نام انجیل میں دیکھا ہے۔ اگر وہ واقعاً برگزیدہ حق ہے۔ تو خدا تعالیٰ ہم غریقان گرداب بلا کو اس زندان الم و جفا اور اس ورطہ ہیبتناک ہلاکت سے اس بزرگوار کے طفیل سے ضرور خلاصی عطا فرمائے گا۔ قدرت خدا سے اسی وقت ایک برقعہ پوش سوار سطح سمندر پر گھوڑا دوڑاتا ہُوا آ یا۔ اور اس ڈوبتے ہُوئے جہاز کو بھنور سے نکال کر ایک تیر کی مار کے فاصلہ پر رکھ دیا۔ اور فوراً نظروں سے غائب ہو گیا۔ چنانچہ یہ بات قوم نصاریٰ میں نہایت مشہور و معروف ہے۔ اور اس وقت سے وہ قوم بھی آپ کے مفضلین اور حلقہ بگوش معتقدین میں شامل ہے۔ لیکن جب تک معبود موجود کی جلالت اور احمد محمود کی رسالت کو قلب صمیم سے تصدیق کر کے کلمہ مکرمہ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ ط کے قائل نہ ہوں کسی شخص کی دوستی مفید نہیں ہو سکتی۔ اور ہمیشہ ابداً لآباد تک آتش دوزخ میں رہیں گے۔ اور یوم میعاد تک عقاب الیم اور عذاب عظیم کے مستحق و سزاوار ہوں گے۔

اور ایک گروہ شیعہ ہے۔ جو آنجناب علیہ السلام کو سرورِ کائنات فخر موجودات علیہ افضل الصلوات و اکمل التحیات کے بعد خیر البشر اور امام برحق جانتے ہیں۔ اور اپنی حجت میں ان نصوص اور احادیث کو پیش کرتے ہیں جو آنجناب کی شان میں وارد ہیں چنانچہ اپنے مقام پر بہ تفصیل ان کا ذکر کیا جائے گا۔ خدا کی قسم اگر پیروان اسلام کی ایک جماعت بمقتضائے اصحابی کالنجوم بایّھم اقتدیتم اھتدیتم اس سیّد اوصیا اور افضل اولیاء کی جو بموجب منشور آیہ کریمہ اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ الخ۔ اور حسبِ ارشاد حدیث شریف مَنْ کُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ

تمام مومن مردوں اور مومنہ عورتوں کے مقتدا اور پیشوا ہیں۔ اقتدا اور پیروی کریں۔ تو زہے سعادتِ ابدی اور خوشا دولت سرمدی۔ **بیت**

این سعادت بہ زورِ بازو نیست　　تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

لیکن زبانی پیروی چنداں مفید نہیں۔ قلبِ صمیم اور تہ دل سے پیروی کرنی لازم ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ پیرو اور مقتدی لوگ اس مقتدا و پیشوائے دوسرا کے اقوال اور افعال پر نظر رکھیں اور حتی الامکان ان کے مطابق عمل میں لائیں اور لاف وگزاف چھوڑ کر حدیث مَنْ قَالَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ دَخَلَ الْجَنَّۃَ بِغَیْرِ حِسَابٍ کو نظرِ انصاف سے دیکھیں۔ اور زبان و دل کو ان لوگوں کے طعن ولعن کرنے سے باز رکھیں جو بخت سعیدی یاوری سے قرآن مجید پر ایمان لائے اور توحید کے کلمۂ معظمہ کو اپنی زبان پر جاری کیا۔ اور اس کلمۂ اعظم کی عظمت کو جو دیوان کائنات کا عنوانِ سعادت نشان ہے۔ اپنی بے تمیزی اور بے دانشی سے احقر اور حقیر شمار نہ کریں۔ اور نفس خود رائے کی ہوا وہوس کے موافق الوہیت کا دعویٰ کر کے امّتِ محمدی کو جس کے بارے میں وہ شفیع المذنبین تادمِ واپسیں اُمّتی اُمّتی فرماتے ہُوئے عالم فنا سے عالم بقا کو تشریف لے گئے۔ درگاہِ جہاں پناہِ ربّ العلمین سے نہ نکالیں اور جہاں تک ممکن ہو بموجب ارشاد مَنْ سَکَتَ سَلِمَ وَمَنْ سَلِمَ نَجیٰ۔ (جو خاموش ہُوا۔ وہ سلامت رہا وہ جو سلامت رہا۔ اُس نے نجات پائی) کے از روئے ادب مہرِ سکوت وخاموشی لب پر لگا کر یقیناً لہو ولعب کے قیل وقال کو ترک کردیں۔ کیونکہ محبِ حقیقی اور مقتدی تحقیقی کی علامت یہ ہے کہ اپنے محبوب کے صفات سے متصف اور اپنے مقتدا وپیشوا کے اوصاف سے موصوف ہو۔ اور یہ بات ہر عاقل و دانا پر ظاہر اور روشن ہے کہ وہ گوہرِ افسرِ اولیا اور دُرِ تاجِ اوصیا بروجہ اتم واکمل جناب سرورِ انبیاء علیہم السلام کے صفات سے موصوف تھا۔ اور خیر النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے القابِ معلّٰی میں سب سے اعلیٰ لقب شفیع المذنبین ہے۔ جو سمجھتا ہے وہ سمجھتا ہے پس امیر المومنینؑ جو شفیع المذنبینؐ کے اوصاف سے موصوف ہیں۔ کب اس بات پر رضامند ہو سکتے ہیں کہ افرادِ مومنین صادقین میں سے کوئی فرد طعون یا مطعون ہو ہرگز نہیں۔ پس سیدِ ابرار کے اصحاب کبار بزرگوار کی مذمت اور سبّ کرنے کی گنجائش کیوں کر ہو سکتی ہے۔ اور اسی لئے اگر وہ جناب خلفائے ثلثہ سے خوشنود نہ ہوتے۔ تو امر خلافت کو اُن کے سپرد نہ کرتے اور اپنا حق طلب کرنے کے لئے جیسا کہ معاویہ سے تلوار کے ساتھ مقابلہ کیا۔ ان سے بھی جنگ کرتے۔ اور اس باب میں دلیل لکھنے کی حاجت نہیں۔ کیونکہ کتب متداولہ میں دلائل کثیرہ مرقوم اور منقول ہیں۔ یہاں پر آنحضرت کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے احوال بخجستہ مآل سے جو آفتاب تاباں سے بڑھ کر منوّر اور ظاہر ہیں۔ چند حکایات درج کرتے ہیں۔ امید ہے محبانِ حقیقی اور مخلصانِ تحقیقی نظرِ انصاف سے مطالعہ فرمائیں گے۔ نہ کہ از روئے تعصّبِ ناقل حروف پہ بابِ ملامت مفتوح فرمائیں گے۔

مشہور اور معروف ہے کہ آنجناب نے ایک روز اپنے خادم کو ستّر دفعہ پکارا۔ مگر اس طرف سے لبیک

کی آواز نہ سُنی۔ آخر اپنی زبان معجز بیان سے ارشاد فرمایا۔ اے فلاں! تو نے اِس قدر غفلت کیوں اختیار کی؟ خادم نے جواب دیا۔ مخدومِ من! مَیں نے آپ کی آواز دلنواز تو سُن لی تھی۔ لیکن چاہا کہ آپ کو غضب میں لاؤں فرمایا۔ جس نے مجھ کو غضب میں لانا چاہا تھا۔ اس پر مَیں غضبناک ہُوا۔ لیکن تجھ کو آزادی مبارک ہو۔ اور اسی وقت ایک پروانہ آزادی اپنے قلم مشکیں رقم سے تحریر فرماکر اس کے حوالے کیا۔ اور ارشاد فرمایا۔ کہ جب تک مَیں زندہ ہوں۔ تمہاری وجہ معاش بدستور میرے ذمّے واجب اور لازم رہے گی۔

اور اِس کافر کا قصّہ جس نے مغلوب ہونے کی حالت میں غالب کل غالب کے روئے مبارک پر اپنا تھوک ڈالا تھا۔ اور اس سپہ سالار رزمگاہ بردباری وتحمّل نے تحمّل ولایت پر کاربند ہو کر خنجر کین کو نیامِ نمکین میں پوشیدہ کر لیا تھا۔ اس سے انتقام نہ لیا تھا۔ اظہر من الشمس ہے۔ چنانچہ مولوی معنوی نے بھی مثنوی میں اس کا ذکر کیا ہے۔

مثنوی

از علیؑ آموز اخلاصِ عمل شیرِ حق را داں مطہر از دغل
در غزا بر پہلوانے دست یافت زود شمشیرے برآورد و شتافت
تا جدا گردانِدش سر از بدن او زغصّہ زد برو آبِ دہن
چو خیو انداخت بر روئے علیؑ افتخارِ ہر نبی و ہر ولی!
ذوالفقار انداخت از دست و نشست ترک قتلش کرد و شد از ذوق مست
گشت حیراں آں مبارز زیں عمل از نمودن عفو رحمت بے محل
گفت بر من تیغ تیز افراشتی از چہ افگندی چرا بگذاشتی
گفت من تیغ از پئے حق میزنم بندۂ حقّم نہ مامورِ تنم
شیرِ حقّم نیستم شیرِ ہوا فعلِ من بر دینِ من باشد گوا

اور جو معاملہ آنحضرت علیہ السّلام نے اپنے قاتل سے کیا۔ وہ نہایت ہی مشہور و معروف ہے کہ شربت منگوا کر اس مقہور و مردود سے فرمایا پہلے تو پی۔ اس لعین نے اس ڈر سے کہ کہیں اس میں زہر ہلاہل نہ ملایا ہو۔ پینے سے نفرت کی۔ اس مُکرمِ مُکرّم کرم اللہ وجہہٗ نے زبان شفاعت بیان سے فرمایا۔ اس معبود کی قسم ہے۔ جس کے قبضۂ قدرت میں تمام بندوں کی جانیں ہیں۔ اگر تو اس شربت کو پی لیتا۔ تو مَیں نے عہد کر لیا تھا کہ تیرے بغیر بہشتِ بریں میں قدم نہ رکھوں گا۔

بیت

دوستاں را کجا کنی محروم تو کہ با دشمناں نظر داری

اور چند کلمات ذیل بھی اس امام خواص وعوام کے کلامِ ولایت نظام کا ترجمہ ہیں۔ کہ جب سے میں نے

خدائے عزّوجل کو پہچانا۔ تب سے نہ تو کسی مخلوق کا شکر کیا۔ نہ کسی کی شکایت کی کیونکہ جو کچھ مجھ کو پہنچا۔ اسی کی طرف سے سمجھا۔ اور جو کچھ اس کی طرف سے ہے۔ وہ سب بھلا معلوم ہُوا۔

الغرض جب ہمارے مقتدائے بے ہمتا کی ذات فائض البرکات اس قسم کے صفاتِ والا سے موصوف اور متصف ہو۔ تو انصاف یہ ہے کہ ہم لوگ جو اس وادیٔ ہدیٰ کے پیشوا کی پیروی کا دعویٰ کرتے ہیں ہم پہ فرضِ عین اور عین فرض ہے کہ حتی المقدور آنجناب کی پیروی کی کوشش کریں۔

چنانچہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا۔ اِنَّمَا شِیْعَتُنَا مَنْ اَطَاعَ اللّٰہ وَعَمِلَ اَعْمَالَنَا۔ (ہمارا شیعہ وہی شخص ہے۔ جو خدا کی اطاعت کرے اور ہمارے اعمال کو عمل میں لائے) نہ کہ طریقہ صدق وصفا کو ترک کر کے بیفائدہ اور لا حاصل بحث وجدل کو اپنا شیوہ بنالیں۔ اور خالی ڈھول کی طرح ناحق شور مچائیں۔ لوالدی۔ **بیت**

بحث وجدل پیش میاور بکس بحث کنی سہل شوی ہیچو خس!

اور مسلمانی کی ایک ادنیٰ شرط یہ ہے کہ مومن اپنے سینہ کو گنجینۂ کینہ کا دفینہ نہ بنائے کیونکہ مومن کا سینہ حقائقِ ربّانی کے جواہرات کا خزینہ اور معارفِ سبحانی کے شاہد کے جمال کا آئینہ ہے۔

پس بنظرِ غور و تامّل تصوّر کرنا مناسب ہے کہ اگر بالفرض سلطان مجازی کا آئینہ دار آئینہ شاہی کو زنگ آلود اور میلا کرے تو بیشک بادشاہ کے عتابِ خطاب اور عذابِ عقاب کا سزاوار ہوگا۔ اس باب میں زیادہ تفصیل کی ضرورت نہیں۔

اور ایک جماعت تفضیلی ہے۔ جو جناب امیر علیہ السّلام کو خلفائے ثلثہ پہ فضیلت دیتے ہیں لیکن خلافت ظاہری کو اسی طریق اور ترتیب پر قبول رکھتے اور تسلیم کرتے ہیں۔ جو اکثر صحابہ کے اتفاق سے مرتب ہُوئی ہے اور کہتے ہیں کہ ہم (خُذْ مَاصَفَا وَدَعْ مَاکَدَرَ) کے قاعدہ کو ترک نہیں کرتے لیکن اس گروہ عالی کو عوام اہل تشیع اور اہل تسنن پسند نہیں کرتے۔ اور کہتے ہیں کہ یہ ایک مذبذب گروہ ہے۔

وہ لوگ ان کے جواب میں کہتے ہیں کہ ہم مذبذب نہیں ہیں بلکہ ہماری مثال ایمان کی سی ہے کہ حضرتؐ نے فرمایا ہے۔ اَلْاِیْمَانُ بَیْنَ الْخَوْفِ وَالرَّجَا (ایمان خوف اور امید کے مابین ہے) اور اس حدیث شریف کی تفسیر یہی نہیں ہے جو بعض علوم ظاہری کے علمائنے کی ہے۔ یعنی صاحبِ ایمان کو لازم ہے کہ خوف اور امید کا برزخ یعنے بیچ بیچ رہے۔

بیشک اگرچہ عوام کی ترغیب اور تنبیہ کے لئے اس کے سوا اور کچھ معنی نہیں بن سکتے۔ لیکن بشارتِ خاص جو خاص خاص اولیاء طالبانِ اخص کی تلقین اور تعلیم کے لئے ارشاد فرماتے ہیں۔ یہ ہے کہ محقق مومن وہ شخص ہے

جو خوف و رجا سے بالکل مستغنی ہوگیا ہو۔ اسی وجہ سے کلمۂ مکرمہ لَوْ کُشِفَ الْغِطَاءُ مَا ازْدَدْتُ یَقِیْنًا اس معنے پر دلالت کرتا ہے۔

نیز وہ ان لوگوں سے جو اس اوّل اولیا اور اکمل اصفیاء کی افضیلت اور اولوّیت میں شک رکھتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ہم اسنادِ فضل کے ثبوت میں فضولی اور بیہودگی سے کام نہیں لیتے۔ بلکہ کثرت نصوص اور احادیث کثیرہ کی وجہ سے جو اس جناب کی شان میں وارد ہیں ترجیح دیتے ہیں اور اسی سبب سے آپ کی ذات فائض البرکات والاصفات تمام صحابہ کی نسبت جامع کمالات و فضائل ہے۔ چنانچہ سلف کی اکثر کتب معتبرہ اور متداولہ مثل کشف المحجوب۔ دلائل النبوۃ معارج النبوۃ۔ ارشاد المسلمین اور شواہد النبوۃ میں مجتہد حقانی احمد بن حنبل شیبانی علیہ الرحمۃ والمغفرۃ سے منقول ہے وہ فرماتے ہیں کہ جو فضائل مرتضیٰ علیؑ کرم اللہ وجہہٗ کی نسبت ہم کو پہنچے ہیں۔ وہ صحابہ کبار میں سے کسی کی نسبت نہیں پہنچتے اور قدوۃ المحققین جنید بغدادی قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ شریعت، طریقت اور معرفت میں اولیا کا امام اور پیشوا مرتضیٰؑ ہے۔ اور اگر آنجنابؑ ان لڑائیوں سے جو مخالفانِ دین سے کی ہیں۔ فرصت پاتے تو بیشک آپ سے اس قدر علومِ حقائق و معارف منقول ہوتے کہ لوگوں کے دِل ان کی تاب نہ لا سکتے۔

اور شرح تعریف میں ہے کہ امیرالمومنین علیؑ عارفوں کے سرور اور سردار ہیں اور آپ نے وہ باتیں کہی ہیں۔ جو آپ سے پہلے کسی نے نہیں کہیں۔ اور آپ کے بعد کوئی شخص اُن کی مثل و نظیر نہ لایا۔ اور صحائف۔ ہدایت السعداء روضۃ الاحباب اور حبیب السیر میں مرقوم ہے کہ صحاح میں اخبار متواترہ وارد ہیں کہ سید ابرار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اکثر بار صحابۂ کبار رضی اللہ عنہم سے فرمایا کرتے تھے۔ اقضاکم علیؑ والقضاء تحتاج الی جمیع العلوم۔ (تم سب سے بڑھ کر فیصلہ کرنے والا اور بڑا قاضی علیؑ ہے اور قضا میں تمام علوم کی ضرورت ہوتی ہے۔

اور زبدۃ العارفین خواجہ معین الحق والدین قدس سرہٗ گنج الاسرار میں طالبانِ حق کی تلقین اور ارشاد کے طریق پر فرماتے ہیں کہ قربِ الٰہی جل جلالہٗ کا طالب جب خفیۃً یا جہراً ذکرِ خدا شروع کرے۔ اس کو لازم ہے کہ صدقِ دِل سے دس دفعہ کلمۂ تشہد اور دس دفعہ درودِ محمود اس مقصد و مقصود واجب الوجود پر اور دس دفعہ سرورِ اصفیا علی مرتضیٰؑ کا نامِ نامی لے کر ذکرِ مطلوب کی طرف متوجہ ہو۔ کیونکہ خاتم الانبیاء علیہم السلام کے بعد سر حلقۂ اولیا وہی بزرگوار ہے۔ اور اگر سالک طریقِ طریقت مرتضیٰ علیؑ کی متابعت اور پیروی میں دل و جان سے ربطِ حقیقی اور واقعی تعلق نہ رکھتا ہو۔ اگرچہ علم میں علّامۂ روزگار ہو جائے۔ اور ہزار سال ریاضت اور مجاہدہ میں صرف کرے۔ بیشک و شبہ اس کی جان کا مغز معرفتِ لاریبی کی خوشبو سے اور اس کے دل کی غم دیدہ آنکھ شواہدِ غیبی کے مشاہدے سے محروم اور مہجور رہے گی۔

اور صاحبزادے سید محمد گیسو دراز جو سراج السالکین شیخ محمود نصیرالدین چراغ دہلی (قدس سرھما) کے خلفائے اعظم سے ہیں۔ بحر المعانی میں تحریر فرماتے ہیں کہ اگر میں علیؑ مرتضیٰ کے مناقب کا ایک شمہ ظاہر

کروں۔ آفتاب کا جمال سب کا سب محو ہو جائے۔ اور جو کچھ میں نے آنجناب سے مشاہدہ کیا ہے۔ اگر اس کو بیاں کروں تو تُو آدمؑ سے لے کر عیسیٰؑ مریم تک تمام انبیاء کی نبوّت کا خاندان اسی جناب سے خیال کرے۔ اور مولوی معنوی جلال الدین رومی قدس سرہٗ العزیز کا قصیدہ[1] اپنے قول کی سند میں پیش کیا ہے جس کی بیتیں یہ ہیں، **نظم**

تا صورتِ پیوندِ جہاں بُود علیؑ بود　　تا نقشِ زمیں بود و زماں بود علیؑ بود

ہم اول و ہم آخر و ہم ظاہر و باطن　　ہم عابد و ہم معبد و معبود علیؑ بود

ہم آدمؑ و ہم شیثؑ و ہم ادریسؑ و ہم ایوبؑ　　ہم یوسفؑ و ہم یونسؑ و ہم ہودؑ علیؑ بود

ہارونؑ و ولایت کہ پس از موسیٰؑ عمران　　واللہ کہ علیؑ بود علیؑ بود علیؑ بود

ایں کفر نہ باشد۔ سخن کفر نہ ایں است　　تا ہست علیؑ باشد و تا بود علیؑ بود

عیسیٰؑ بوجود آمد و فی الحال سخن گفت　　آں نطق و فصاحت کہ بدو بود علیؑ بود

موسیٰؑ و عصا و یدِ بیضا و نبوّت　　در مصر بفرعون کہ بنمود علیؑ بود

جبرئیلؑ کہ آمد زبرِ خالقِ بیچوں　　در پیش محمدؐ شد و مقصود علیؑ بود

آں لحمک لحمی بشنو تا کہ بدانی　　آں یار کہ او نفس نبی بود علیؑ بود

آں شاہ سرافراز کہ اندر شبِ معراج　　با احمدِ مختار یکے بود علیؑ بود

چندانکہ نظر کردم و دیدم بحقیقت　　از ہر دو جہاں مقصد و مقصود علیؑ بود

آں قلعہ کشائے کہ در قلعۂ خیبر　　برکند بیک حملہ و بکشود علیؑ بود

آں مردِ سرافراز کہ اندر رہِ سلام　　تا کار نہ شد راست نیاسود علیؑ بود

آں شیر دلاور کہ برائے طمع نفس　　برخوانِ جہاں پنجہ نیالود علیؑ بود

در ہر دو جہاں جملہ ز پیدا و ز پنہاں　　شمس الحق تبریز کہ بنمود علیؑ بود

اور یہ شعر شافعی علیہ الرحمۃ سے منقول ہیں:-

(۱) لَوْ اَنَّ الْمُرْتَضٰی اَبْدٰی مَحَلَّہٗ　　لَکَانَ الْخَلْقُ طُرًّا سُجَّدًا لَّہٗ

ترجمہ۔ اگر مرتضےٰؑ اپنا مرتبہ ظاہر فرماتے　　تو تمام مخلوق ان کو سجدہ کرنے لگتی

(۲) کَفٰی فِیْ فَضْلِ مَوْلَانَا عَلِیٍّ　　وُقُوْعُ الشَّکِّ فِیْہِ اَنَّہُ اللّٰہُ

ہمارے خداوند علیؑ کی فضیلت میں یہ شک واقع ہونا ہی کافی ہے کہ وہ خدا ہے

[1] مشہور یہ ہے کہ یہ قصیدہ شمس تبریز علیہ الرحمۃ کا ہے۔ جیسا کہ مقطع سے ظاہر و باہر ہے۔ مترجم۔

(۳) وَمَاتَ الشَّافِعِیُّ وَلَیْسَ یَدْرِیْ　　عَلِیٌّ رَبُّهٗ اَمْ رَبُّهُ اللّٰهُ

ترجمہ۔ اور شافعیؒ مر گیا اور اس کو یہ معلوم نہ ہُوا۔ کہ علیؑ اس کا رب ہے یا اللہ اس کا رب ہے۔

اور قدوۃ الابرار شاہ قاسم انوار فرماتے ہیں :۔

نورِ ولایت توئی شاہ سلامٌ علیک　　شمع ہدایت توئی شاہ سلامٌ علیک

معدنِ عرفان توئی مخزنِ احسان توئی　　کاشفِ قرآن توئی شاہ سلامٌ علیک

حضرتِ حق را وودو مالکِ ملکِ شہود　　قامعِ گبر و یہود شاہ سلامٌ علیک

با ہمہٗ انبیاء آمدہٗ درخفا !　　ظاہرابا مصطفےٰ شاہ سلامٌ علیک

لحمک لحمی نبی گفت ترا اے ولی　　سرورِ مرداں علی شاہ سلامٌ علیک

پشت پناہ اُمم از ہمہ رو محترم　　در ہمہ عالم علم شاہ سلامٌ علیک

قاسمِ مسکین تو بر رہ و بروین تو　　بندہ تمسکین تو شاہ سلامٌ علیک

مثنوی۔

اور محرم اسرار شیخ عطارؒ کتاب مظہر جوہر میں جو تخمیناً بارہ ہزار بیت کا مجموعہ ہے اور سب کی سب منقبت امیرالمومنینؑ میں تصنیف کی ہے فرماتے ہیں۔

گو ہزاراں سال باشی در طلب　　در ہزاراں جام گیری تا بلب

در بہر روزے گذاری صد نماز　　در بداری صوم با عمر دراز

یا تو اندر علم دیں اعظم شوی　　در علوم از شافعی اعلم شوی

یا چو مقبل مقتدائے دیں شوی　　در علوم مالکی رہ بیں شوی

مہرِ حیدر گر نہ باشد در دِلت　　کے تواں گفتن سلیم و مقبلت

ہر کہ در عشقِ علیؑ بنود درست　　رافضی دانم مرا او را از نخست

نیز دوسرے مقام پر تحریر فرماتے ہیں :۔　**بیت**

ز مشرق تا بہ مغرب گر امام است　　علیؑ و آلِ او ما را تمام است

اور متوجہ جمالِ ازلی شاہ نورالدین نعمت اللہ ولی نے جو اپنے زمانے میں بیشک وار تیاب قدوۂ اقطاب تھے اپنے دیوان با برہان میں قریباً دو سو بیت غزل اور قصائد کے طور پر جناب امیرؑ کی منقبت میں تصنیف کئے ہیں منجملہ ان کے ایک قصیدہ یہ ہے۔　**قصیدہ**

دم بہ دم دم از ولائے مرتضےٰ باید زدن　　دستِ دل در دامنِ آلِ عبا باید زدن

نقشِ حُبِّ خاندانؐ بر لوحِ جاں باید نگاشت　　مُہرِ مہرِ حیدری بر دل چو ما باید زدن

دم مزن با ہر کہ او بیگانہ باشد از علیؑ　　در نفس خواہی زدن باشنا باید زدن

روبروئے دوستانِ مرتضٰے باید نہاد — مدعی راتیغ غیرت برقفا باید زدن
لافتے الا علیؑ لاسیف الا ذوالفقار — ایں سخن را از مہر صدق وصفا باید زدن
در دو عالم چار دہ معصوم مے باید گزید — پنج نوبت بر درِ دولت سرا باید زدن
پیشوائے بایدت جستن ز اولادِ رسولؐ — پس قدم مردانہ در راہِ خدا باید زدن
گر بلائے آید از عشقِ شہیدِ کربلا — عاشقانہ آں بلا را مرحبا باید زدن
ہر درختے کآں نہ دارد میوۂ حُبِّ علیؑ — اصل دفرعش راقلم سرتاپا باید زدن
دوستانِ خاندان را دوست باید داشتن — بعد ازاں دم از وفائے مرتضیٰ باید زدن
سرخی روئے موالی سکۂ نامِ علیؑ است — بر رُخِ دینارِ دیں چوں بادشا باید زدن
بے ولائے آں ولی لافِ ولایت میزنی — لاف مے باید کہ دانی از کجا باید زدن
مالوائے از ولائے آں ولی افراشتیم — طبل در زیرِ گلیم آخر چرا باید زدن
بر درِ شہرِ ولایت خانۂ باید گرفت — خیمہ در دارالسلامِ اولیا باید زدن
از زبان نعمت اللہ منقبت باید شنید — بر کفِ نعلینِ سید بوسہ ہا باید زدن

اور یہ عقیدہ اکثر اصحاب صوفیہ رکھتے ہیں جو معرفتِ حقیقی سے بہرہ ور ہوئے ہیں چنانچہ قدوۃ المحققین شیخ نظامی قدس سرہٗ السامی سکندر نامہ نامی میں فرماتے ہیں :۔

گہر خر چہار است و گوہر چہار — خرد شندہ را یا فضولی چہ کار
بہ مہرِ علیؑ گرچہ محکم پیم — زعشق عمر نیز خالی نیم
ہمیدوں دریں چشم روشن دماغ — ابو بکر شمع است وعثماں چراغ

اور اس مقام میں اہلِ تسنن اور اہلِ تشیع نے جو اعتراض تفضیلی پر کیا ہے اور دونوں گروہ نے اس کو اپنا نشانہ بنایا ہے وہ یہ ہے :۔

اہلِ تسنن کہتے ہیں جب تونے امیرالمومنین علیؑ کو خلفائے ثلثہ پر فضیلت دی تو اس صورت میں ان پر غضب لازم آتا ہے۔ اور جو شخص صحابہ کبار رسیّدابرار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر غضب کا اطلاق کرے۔ درحقیقت اس نے اپنے نفس پر ظلم کیا (یعنی ظالم ہوا) اور خدا فرماتا ہے۔ لَعۡنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الظّٰلِمِیۡنَ (ظالموں پر خدا کی لعنت ہے)

اور اہلِ تشیع بھی کہتے ہیں جبکہ تجھ پر مرتضٰے علیؑ کی فضیلت ثابت ہوگئی۔ تو واجب ہُوا کہ خلفائے ثلثہ کو ظالم سمجھے۔ اور طعن ولعن میں ہماری رفاقت اور موافقت کرے۔

تفضیلی دونوں فرقوں کے جواب میں کہتا ہے۔ توبہ توبہ! لفظ ظلم وغضب صحابہ کبار کی شان میں نہیں

کہہ سکتے۔ لیکن خلفائے اربعہ کی خلافت ظاہری کی ترتیب میں منجملہ وقائق نامتناہی کے ایک دقیقہ اور نکتہ ہے اور اسرارِ الٰہی میں سے ایک سِرّ اور راز ہے۔ جو حصولِ کشف کے بغیر منکشف نہیں ہوتا۔ اور عنایت لم یزلی اور سعادت اصلی کی تائید بغیر معلوم نہیں ہوتا چنانچہ بہت سے اسرارِ غیبی اور آثار لاریبی ہیں جو عقلاء کے افہام اور حکماء کے اوہام میں نہیں آسکتے۔ لیکن خدا کے نزدیک ان کو منزلت منیع اور مرتبۂ رفیع حاصل ہے مثلاً واقعہ حضرت خضر و موسیٰ علیہما السلام۔

اور صاحب فواتح اپنی کتاب کے آخر میں عارفِ ربّانی شیخ علاؤالدین سمنانی قدس سرہٗ سے نقل کرتے ہیں حقیقتِ حال یہ ہے کہ جب تک صحابہ میں ایسے شخص موجود رہے۔ جو خلافت کی استعداد رکھتے تھے۔ امیر المومنین علی علیہ السلام نے التفات نہ فرمائی۔ جب کوئی شخص اس منصب کے قابل موجود نہ رہا۔ ضرورتاً قبول فرمائی اور ولایتِ علمِ باطن ہے اور وراثت علم ظاہری۔ اور امامتِ علم ظاہر و باطن۔ اور وصایت سلسلۂ ظاہر کی حفاظت۔ امیر المؤمنین جناب سید المرسلین کے بعد ولی اور وارث اور امام اور وصی برحق تھے۔ بعد ازاں خلیفہ ظاہری بھی ہو گئے۔ صاحب حدیقہ اہل تعصب سے خطاب کر کے فرماتے ہیں۔ **مثنوی**

مصلحت بود آنچہ کرد علیؑ ۔۔۔ تو چرا سال و ماہ در جدلی
بود بوبکرؓ با علیؑ ہمراہ ۔۔۔ تو زبان فضول کن کوتاہ

ایضاً فرماتے ہیں:۔

عظمت از حضرت نبیؐ و علیؑ است ۔۔۔ در لحافِ خلافت خفتن چیست
آنکہ با مرتضیٰ علیؑ نہ نکو است ۔۔۔ ہر کہ گو باش من ندارم دوست
گر بد است ایں عقیدہ و مذہب ۔۔۔ ہم بریں بد بداریم یا رب

اور قدوۂ محققان مخدوم جہانیاں قدس سرہٗ اپنے ملفوظات میں فرماتے ہیں کہ امیر المؤمنین کرم اللہ وجہٗ کے بارے میں لوگ بہت مبالغہ کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ نبی اور خدا کہتے ہیں۔ نصیریہ۔ سحابیہ صابیہ اور غرابیہ وغیرہ بہت سے فرماتے ہیں۔ جن کے ذکر میں بہت طول ہو گا۔ لیکن فرقہ ناجیہ وہ ہے جو یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ آنجناب علیہ السلام محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد افضل اولیاء۔ اکمل اوصیاء اور خیر البشر ہیں۔ اور ابا بکر صدیقؓ اور عمر خطابؓ اور عثمان عفانؓ اور تمام صحابہ رضی اللہ عنہم برحق ہیں۔

نیز ملفوظ مذکور میں مرقوم ہے کہ روز سہ شنبہ ۲۳ رجب کو پیغمبر صلعم کے بعد صحابہ کے باہمی اختلاف کا ذکر ہو رہا تھا۔ مخدوم صاحب نے فرمایا۔ کہ انس بن مالک رضی اللہ عنہٗ سے مروی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ لَمَّا سَوَّيْنَا التُّرَابَ عَلٰى قَبْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ اَنْكَرَتْ قُلُوْبُنَا۔ یعنی جب ہم نے رسولِ خدا کی قبر مبارک پر مٹی برابر

کی تو ہمارے دل منکر ہو گئے۔ نیز فرمایا کہ اس امر پر سب کو اتفاق ہے کہ جناب رسولِ خدا نے مرض الموت میں ارشاد فرمایا۔ ایْتُونِی بِقِرْطَاسٍ اَکْتُبُ لَکُمْ کِتَاباً لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدِیْ۔ یعنی تم میرے پاس کاغذ لے آؤ۔ تاکہ میں تمہارے واسطے ایک وصیّت لکھ دوں کہ میرے بعد ہرگز گمراہ نہ ہو۔ اسی اثنار میں عمر بن الخطاب نے کہا۔ حَسْبُنَا کِتَابُ اللّٰہِ اِنَّ ھٰذَا الرَّجُلَ قَدِ اشْتَدَّ وَجَعَہٗ۔ یعنی ہم کو کتابِ خدا کافی ہے بہ تحقیق اس مرد یعنے پیغمبرؐ پر درد نے غلبہ کیا ہے۔

جب اختلاف حدِ اعتدال سے تجاوز کر گیا۔ تو آنحضرتؐ نے فرمایا قُوْمُوْا عَنِّیْ یعنی میرے پاس سے اُٹھ جاؤ۔ حاضرین میں سے ایک شخص نے کہا ہے۔ جو بدعت اور ضلالت پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بعد ظہور میں آئی۔ وہ صحابہ کے اختلاف ہی سے ظاہر ہوئی۔

مخدوم صاحب نے فرمایا۔ جب مسائلِ کلابیہ میں اصحاب کے فضائل مذکور ہوتے ہیں تو میں گمراہ جاہلوں کے اتہام کی وجہ سے مباحثہ نہیں کرتا۔ لیکن جو کچھ میں نے صحابہ کے فضائل میں کہا ہے۔ وہ اس فقیر کے محبوں اور یاروں کو معلوم ہے۔ نیز فرمایا۔ خلافت کی دو قسمیں ہیں۔ خلافت کبریٰ۔ خلافتِ صغریٰ۔ خلافت کبریٰ جو باطنی ہے۔ وہ با اجماع اُمّت حکم خدا اور رسولؐ سے سرحلقۂ اولیا علی مرتضیٰ سے متعلق ہے۔ اور خلافتِ صغریٰ جو ظاہری ہے اس کے باب میں امّت کے درمیان اختلاف ہے۔ اور خلافتِ طریقت کا پروردگار عالمین کی طرف سے امیر المومنین علیہ السلام کو پہنچنے کا باعث یہ ہے کہ سرورِ کائناتؐ نے شبِ معراج ایک نورانی حجرہ مقفل دیکھا۔ جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا۔ یا اخی میں اِس حجرے میں داخل ہونا چاہتا ہوں۔ عرض کی یا سیّد المرسلین حکم خدا کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ آنحضرتؐ نے درخواست کی۔ جب حکم ہُوا۔ تو جبرئیلؑ نے دروازہ کھولا۔ ایک نورانی صندوق تھا۔ جس میں نورانی قفل لگا ہُوا تھا۔ آنحضرت نے فرمایا اے بھائی قفل کھولو۔ عرض کی بے اجازت نہیں کھول سکتے۔ سرورِ عالم نے ربّ العزّت سے پھر درخواست کی۔ حکم ملنے پر جبرئیل نے جب قفل کھولا۔ تو ایک نور کا صندوق نکلا جس میں نور کا قفل لگا ہُوا تھا۔ الغرض اسی طرح پر جب ساتواں صندوق کھولا گیا۔ اس کے اندر ایک خرقہ (گدڑی) تھا۔ رسولؐ نے عرض کی۔ اے خداوند! یہ خرقہ میرے واسطے ہے؟ حکم ہُوا۔ اے محمدؐ اس کو پہن لے کہ میں نے کئی ہزار پیغمبروں سے بچا کر تیرے لئے رکھا ہے۔ حضرت نے نہایت شوق سے زیب تن فرمایا۔ اور روح الامین نے مبارکباد دی۔ آنحضرتؐ نے عرض کی۔ بار خدایا! یہ خرقہ متبرکہ میری ہی ذات سے مخصوص ہے یا میری امت کے کسی شخص کو بھی پہنچے گا۔ حکم ہُوا کہ جو شخص تیرے اصحاب میں سے عیب پوشی اختیار کرے۔ اس کے لئے ہوگا۔ جب معراج سے واپس آئے۔ تو اصحاب کو طلب کر کے ارشاد فرمایا آج کی رات یہ خرقہ مجھ کو مرحمت ہُوا ہے لیکن اس میں ایک شرط ہے۔ تم میں سے جو شخص حق سبحانہٗ تعالیٰ کی رضا اور رائے کے موافق بات کہے۔ یہ خرقہ اُس کی مِلک ہوگا۔ ابو بکر

اُٹھے۔ حضرت نے اپنی زبان معجز بیان سے ارشاد فرمایا۔ اے ابوبکر۔ اگر میں یہ خرقہ تم کو دے دوں۔ تو تم کیا کرو گے؟ عرض کی
سخ اختیار کروں گا۔ فرمایا۔ اِجْلِسْ مَکَانَکَ۔ یعنی اپنی جگہ بیٹھ جاؤ پھر عثمان اُٹھے۔ فرمایا کہ اگر میں تم کو دوں تو کیا
کرو گے؟ عرض کی حیا اختیار کروں گا۔ اور حق تعالیٰ کی عبادت زیادہ کروں گا۔ فرمایا۔ اِجْلِسْ مَکَانَکَ پھر عمرؓ اُٹھے
فرمایا۔ اگر میں یہ خرقہ تم کو دوں۔ تو کیا کرو گے؟ عرض کی۔ عدل کروں گا۔ فرمایا۔ اپنی جگہ بیٹھ جاؤ۔ پھر امیر المومنینؑ اُٹھے
فرمایا۔ اے بھائی! اگر تم کو دوں۔ تو کیا کرو گے؟ عرض کی یا صاحب توسین! بندگان خدا کی عیب پوشی اپنا شعار
بناؤں گا۔ حضرت نے فرمایا۔ اَنْتَ لَهَا وَهِیَ لَكَ یعنی پہن لو کہ تم اس خرقے کے لئے ہو اور وہ خرقہ تمہارے لئے ہے۔
امیر المومنینؑ نے پہنا۔ اور آنحضرتؐ اور صحابہ نے مبارکباد دی۔ یہی وجہ ہے کہ مشائخ رحمہم اللہ کی بیعت اور خرقہ امیر المومنینؑ سے
خاتم النبیینؐ تک پہنچتے ہیں۔ جس طرح نبوت کا کمال محمد مصطفےٰؐ کی ذات فائض البرکات پر ختم ہُوا۔ اسی طرح ولایت کا کمال
علیؑ مرتضیٰ کی ذاتِ عالی صفات پر منتہی ہُوا۔ مولف عرض کرتا ہے کہ خرقہ معراج کا قصّہ راحت القلوب ملفوظ شیخ فرید گنج شکر
قدس سرہٗ میں بھی مرقوم ہے۔ اور ہم اہلسنت وجماعت کی ایک جماعت ہیں کہ آنجنابؑ کو مقام شریعت وجہان داری میں
صحابہ کبار سے اور خلیفہ چہارم جانتے ہیں اور مقام طریقت اور معرفت میں علوم ظاہری ومعنوی کی تلقین وارشاد کے
لحاظ سے اہلِ بیت کرام سے اور خلیفہ اوّل سمجھتے ہیں۔ چنانچہ رابطہ طریقت کے شجرہ میں آپ کا اسم متبرک سیدِ کائنات کے
اسم مطہر ومقدّس کے بعد ثبت کرتے ہیں۔ یہ بات استشہاد اور ثبوت کی محتاج نہیں۔ عیاں راچہ بیان۔
وهو عيان لا يحتاج بالبيان **لوالدی۔ بیت**

بانبوت ہم نشیں چوں کف بدست در خلافت چوں نبیؐ آخر نشست

اِس طول کلام اور درازی تقریر سے غرض یہ ہے کہ جو کوئی اہلِ سنّت کے سلسلۂ سینہ کی نسبت فاسد عقیدہ
رکھتا ہو۔ وہ اپنے اعتقاد کو نسخ کردے۔ کیونکہ ہم نے مفصل اور مشرح جواب عرض کر دیا ہے۔ اِس مقام پر اس عالم
تبریزی نے کہا کہ خوارج کے باب میں تمہارا کیا عقیدہ ہے؟ مَیں نے جواب دیا۔ ان ملعون اور مردود لوگوں نے آنحضرت
کرم اللہ وجہہٗ کی خلافت میں حکمین کے واقعہ شنیعہ کے بعد خروج کیا تھا۔ خدا کا شکر واحسان ہے کہ قہار حقیقی اور جبار تحقیقی
نے اپنے عدل بے عدیل سے اِس گروہِ بے شکوہ کو خاک میں ملا دیا چنانچہ آج تمام روئے زمین پر اس ملعون فرقے کا ایک
شخص موجود نہیں۔[1] اِس گفتگو کے بعد اہل عرفان واصحاب ایقان میں سے چند بزرگواروں نے جو غریب خانے پر تشریف
رکھتے تھے۔ ارشاد فرمایا۔ جو گمانِ عبث اہلِ تشنیع کو اہلِ تسنن کے باب میں ہے اس کا رفع کرنا نہایت آسان اور بہت
ہی سہل ہے۔ مَیں نے عرض کی ارشاد فرمائیے۔ فرمایا۔ آیاتِ قرآنی اور احادیث حبیب سبحانی اور جو

---

[1] مسقط وبحرین کے نزدیک خوارج اب بھی پائے جاتے ہیں۔

فضائل کہ محبوب یعسوب المسلمین اور مطلوب الکاملین کرم اللہ وجہ کی ذات سے منسوب ہیں۔ اور ہمارے مذہب کے علماء کی تصانیف شریف ولطیف میں مرقوم اور مسطور ہیں۔ ایک صاحب شعور کو چاہیئے کہ ہر ایک کتاب سے من وعن ان کی نقل کر کے ایک مجموعہ تیار کرے۔ اور ان لوگوں کو الزام دینے اور ساکت کرنے کی غرض سے جو اہل سنت کے بارے میں اس امیر کی عداوت کو ثابت کرتے ہیں جس کی درستی بموجب حدیث شریف عنوان صحیفۃ المومن حُبّ علیؑ ابن ابیطالب تمام مومن مردوں اور مومنہ عورتوں کے دیوان ایمان کا نامۂ ہے۔ اس مجموعے کو ان کے سامنے پیش کرے۔ مَیں نے ان بزرگواروں کے جواب میں عرض کی۔ اس کار اہم کے لئے دانش کامل اور سامان مُکمّل کی ضرورت ہے۔ کیونکہ اس قسم کا مجموعہ کتب معتبرہ کے مہیا ہُوئے بغیر تیار نہیں ہوسکتا۔ بلکہ امیرالمومنین و امام الاعلین کرم اللہ وجہٗ کی روح مُقدّس کی امداد بغیر دوستوں کا مدعا سرانجام نہیں پاسکتا۔ تمام بزرگوں نے میری طرف اشارہ کر کے فرمایا۔ قادرِ حقیقی نے ذاتِ انسانی میں وہ قدرت عطا فرمائی ہے کہ جس کام کی طرف یہ متوجہ ہوجائے۔ وہ منعم مطلق اس کو اپنی عطاء شاملہ سے محروم اور معطل نہیں رکھتا۔ لازم ہے کہ تم بموجب مقولہ السعی منی والاتمام من اللہ اس سعادت عظمیٰ اور عبادت کبریٰ کی توفیق حاصل کرو۔ اور اس بیابان فصاحت و بلاغت کو عنایت صمدی کی تائید سے طے کر جاؤ۔ مَیں نے جواب دیا۔

مثنوی

گفتم کہ چنیں شگرف کارے ۔۔۔ از من ناید بہ روزگارے
من چوں بکنم قبول ایں حرف ۔۔۔ گنجائش بحر نیست در ظرف

یعنے یہ نادر کام میرے کرنے کا نہیں۔ بھلا کوزے میں دریا کب سما سکتا ہے۔ اس خاکسار کا یہ انکسار آمیز کلام سُن کر وہ حضرات بہت خوش ہُوئے۔ اور جواب میں اس طرح درافشانی اور گوہر بیانی فرمائی۔ **لمؤلفہ**

ہر کہ کر دست بارہا تصنیف ۔۔۔ نیست دشوار پیش او تالیف

الغرض جب میں نے دیکھا کہ ہر پیر و جوان اس باب میں کمال ساعی ہے۔ ناچار سورہ فاتحہ کی درخواست کی۔ سب بزرگوں نے درگاہ قاضی الحاجات میں دست مناجات بلند کر کے سورہ فاتحہ کی تلاوت فرمائی اور اپنے اپنے گھروں کو تشریف لے گئے۔ سورہ فاتحہ کی برکت سے اس حقیر کے دل میں انشراح اور شگفتگی پیدا ہوئی۔ اور تفکّر و تامّل کی نظر سے لَا تَتَحَرَّكُ ذَرَّةٌ اِلَّا بِاِذْنِ اللہ کا مطالعہ کر کے بیخود ہوگیا۔ ایک ساعت کے بعد اصلی حالت میں واپس آکر اپنے دل میں کہا۔ اے کشفی! یہ اشارۂ غیبی اور ایک بشارت لا رہی ہے۔ تجھ کو لازم ہے کہ اپنی خاطر فاتر کو ہر طرح پر تمام امور سے علیحدہ کر کے اس سعادت سرمدی اور عبادت ابدی کے حاصل کرنے میں مشغول ہو۔ اور اس امر عالی متعالی کا توفیق پانا حضرت ایزد متعالی کی خاص عنایت سے خالی نہ سمجھ۔ جب یہ امر واقعی طور پر دل نشین ہوچکا۔ تو کتب معتبرہ کے جمع کرنے میں مصروف ہُوا۔ اور خدا کی عنایت سے متقدمین

اور متاخرین کی اکثر کتابیں جمع کرکے آنحضرت کرم اللہ وجہٗ کے حالات استنباط کرنے لگا کہ اخوی و اعزی قرۃ العینی **میر محمد مومن طال اللہ عمرہٗ** نے جو نسا برادر حقیقی اور از روئے اتحاد و یگانگت محبوب تحقیقی ہے اکرمہ اللہ فی الدارین ببرکتہ صاحب قاب قوسین بزبانِ اخلاص و بہ لسانِ اختصاص مجھ سے یوں خطاب کیا اے بھائی! اگرچہ اس امر عظیم کی توفیق پانا سعادت ازلی کا ایک ثمرہ ہے۔ لیکن آپ نے سُنا ہوگا کہ شیراز کے پیر تجربہ کار نے فرمایا ہے **بیت**

کس از دستِ جور زبانہا نہ رست اگر حق پرست است ور خود پرست

میرا خیال ہے کہ اس مجموعۂ محمودہ کے جمع کرنے سے کہیں آپ کو وہی تہمت نہ لگائی جائے جس سے آپ بالذات نفرت کرتے ہیں۔ مَیں نے جواب دیا۔ اے برادر ہجان برابر! بیشک تونے یہ بات عاقلوں کی سی کہی۔ اور نہایت دُور اندیشی کا دانشمندانہ کلام زبان پر لایا۔ لیکن تونے سُنا ہوگا۔ الاعمال بالنیات۔

خدا کا شکر ہے کہ اس حقیر کا مطلب مناقب مرتضوی کے جمع کرنے سے یہ نہیں ہے کہ معاذاللہ اس کے مطالعہ کرنے سے خلفائے ثلٰثہ پر کسی قسم کا طعن وطنز وارد ہو۔ چنانچہ بعض علمائے اہل تشیع نے اسی نیت سے تالیفات و تصنیفات کی ہیں۔ اسی لئے میرے اعتقاد میں ایک کی مدح و منقبت گویا چاروں کی تعریف و توصیف ہے۔ اور اگر کوئی معترض حسب مقولہ مَنْ تَشَبَّہَ بِقَوْمٍ فَھُوَمِنْھُمْ (جو کوئی کسی قوم سے مشابہت کرے وہ انہی میں سے ہے) اعتراض کرے۔ ممکن ہے۔ لیکن ہمارے پاس اس کا وافی وشافی جواب موجود ہے کہ ہم امیرالمومنینؑ کی محبت میں ان لوگوں سے مشابہ ہیں نہ کہ خلفائے ثلٰثہ رضی اللہ عنہم کی عداوت میں۔ اور اہلِ سنّت کے اعتقاد میں خلفائے ثلٰثہ کی عداوتِ رفض ہے نہ کہ امیرالمومنینؑ کی محبت چنانچہ **صاحب تشریح** نے اس مبحث کی تشریح و تنقیح اس طرح پر کی ہے کہ مَنْ قَالَ حُبُّ عَلِیٍّ رِفْضٌ فَھُوَخَارِجِیٌّ کَافِرٌ لِاَنَّ اللہَ تَعَالیٰ اَحَبَّہٗ وَاَحَبَّہُ النَّبِیُّ وَالصَّحَابَۃُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ اَجْمَعُوْنَ۔ **یعنی** جو کوئی علیؑ کی دوستی کو رفض کہے۔ پس وہ خارجی اور کافر ہے۔ کیونکہ خدا اور رسولؐ اور صحابہ اور تمام مومنوں نے اس جناب کو دوست رکھا ہے۔ **اور** آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ اور امت کو امیرالمومنینؑ کی محبت کی ترغیب دلانے کی غرض سے مَنْ اَحَبَّ عَلِیًّا دَخَلَ الْجَنَّۃَ بِغَیْرِحِسَابٍ (جو کوئی علیؑ سے محبت کرے وُہ بیحساب جنّت میں داخل ہوگا) کی مانند بہت سی حدیثیں ارشاد فرمائی ہیں۔ **اور** قطب بحر و برّ فریدالدین گنج شکر قدس سرہٗ۔ **راحت القلوب** میں فرماتے ہیں۔ جو مرید ایک نقطہ اپنے پیر کا فرمایا ہوا لکھے۔ اس کا ثواب ایک ہزار سال کی عبادت اور طاعت سے زیادہ ہے۔ اور مرنے کے بعد اعلےٰ علیین میں اس کا مقام ہوگا پس یہاں سے قیاس کرنا چاہیئے کہ جو شخص کائنات کے **پیر پیراں** کے مناقب گرامی لکھنے کی توفیق پائے۔ اس کا درجہ آخرت میں کیا کچھ ہوگا چنانچہ و خطیب خطباء خوارزم نے کتاب مناقب میں امیرالمومنین کرم اللہ وجہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے فرمایا۔ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی جَعَلَ لِاَخِیْ عَلِیٍّ فَضَائِلَ لَا تُحْصٰی کَثْرَۃً فَمَنْ ذَکَرَ فَضِیْلَۃً مِّنْ فَضَائِلِہٖ مُقِرًّا بِھَا غَفَرَ اللّٰہُ لَہٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ وَمَا تَاَخَّرَ وَمَنْ کَتَبَ فَضِیْلَۃً مِّنْ فَضَائِلِہٖ لَمْ تَزَلِ الْمَلَائِکَۃُ تَسْتَغْفِرُ لَہٗ مَا بَقِیَ لِتِلْکَ الْکِتَابَۃِ رَسْمٌ وَمَنِ اسْتَمَعَ فَضِیْلَۃً مِّنْ فَضَائِلِہٖ غَفَرَ اللّٰہُ لَہُ الذُّنُوْبَ الَّتِیْ اکْتَسَبَھَا بِالْاِسْتِمَاعِ وَمَنْ نَظَرَ اِلٰی کِتَابٍ مِّنْ فَضَائِلِہٖ غَفَرَ اللّٰہُ لَہُ الذُّنُوْبَ الَّتِی اکْتَسَبَھَا بِالنَّظَرِ

یعنی خدائے عزّوجل نے میرے بھائی علیؑ کے لئے وہ فضائل قرار دیئے ہیں جو کثرت کی وجہ سے شمار نہیں ہو سکتے پس جو کوئی اس کی کسی ایک فضیلت کو صدق دل سے ذکر کرے۔ اللہ تعالیٰ اس کے گذشتہ اور آئندہ گناہوں کو معاف کر دیتا ہے۔ اور جو کوئی اُس کی کسی ایک فضیلت کو لکھے۔ فرشتے اس کے لئے استغفار کرتے رہتے ہیں جب تک کہ اس تحریر کا ایک نقطہ باقی رہے **اور** جو کوئی اس کی کسی ایک فضیلت کو سُنے اللہ تعالیٰ اس کے ان تمام گناہوں کو بخش دیتا ہے جو سُننے سے حاصل کئے ہیں۔ **اور** جو کوئی اس کے فضائل کی کتاب میں نظر کرے۔ خدا اس کے اُن تمام گناہوں کو معاف کر دیتا ہے جو اس نے نظر سے کسب کئے ہیں۔

نیز اسی کتاب میں عبداللہ بن عباس سے اور **مودات** میر سیّد علی ہمدانی میں عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا۔ لَوْ اَنَّ الرِّیَاضَ اَقْلَامٌ وَالْبَحْرَ مِدَادٌ وَالْجِنَّ حُسَّابٌ وَالْاِنْسَ کُتَّابٌ مَا اَحْصَوْا فَضَائِلَ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ۔ **یعنی** اگر تمام نباتات قلم بن جائیں اور تمام سمندر سیاہی ہو جائیں۔ اور جن حساب کرنے والے ہوں۔ اور انسان لکھنے والے ہوں تو بھی ہرگز علیؑ ابن ابی طالب کے فضائل شمار میں نہیں ہو سکتے۔ **بیت**

کتاب فضل ترا آب بحر کافی نیست ۔۔۔ کہ تر کنی سر انگشت و صفحہ بشماری

اگرچہ اس بے بضاعت عدیم الاستطاعت قلیل الصناعت کی کیا مجال ہے کہ اس سرور اولیائے گرامی کے مناقب سامی کو لکھ سکے۔ لیکن یہ تمنا ہے کہ علمائے اہلِ سنت وجماعت کے علوم کا خوشہ چین بنوں۔ اگرچہ بفرض محال اس مجموعہ محمودہ کا مؤلف بعض گمراہ جاہلوں کے خیالِ فاسد میں رفض سے منسوب ہوگا۔ پس اس بنا پر راویان و مولفانِ سلف کے احوال اور اقوال پر نہایت ہی افسوس ہوگا۔ عَصَمَنَا اللّٰہُ مِنَ الْمُعْتَرِضِ الزَّنِیْمِ۔ لیکن خدا کا شکر ہے کہ ملامتی کی خدا کے نزدیک بڑی منزلت اور بہت بڑا درجہ ہے۔ بزرگانِ سلف میں ایک بزرگوار اہلِ ملامت کی علامت میں فرماتے ہیں ملامتی اس شخص کو نہیں کہتے۔ جو شریعت نبوی کے برخلاف کام کرے کہ خلقت ملامت کی زبان اس کے لئے دراز کرے۔ بلکہ ملامتی وہ ہے۔ جو حق کے کام میں خالق حقیقی کی رضا پر نظر رکھ کر خلق کی پرواہ نہ کرے۔ عزیز من! است سے مریدوں اور معتقدوں نے مشائخ رحمہم اللہ اجمعین (جو اس خضر وادی ولایت کے سرچشمۂ ہدایت کے پیاسے ہیں) کے احوال گزیدہ و آمال بہ تفصیل تمام تحریر کئے ہیں جب وہ حالات کسی محفل میں مذکور ہوتے ہیں تو طالب اُن کو سُن کر

دِل و جان سے خوشی اور مسرّت کا اظہار کرتے ہیں پھر یہ کیوں کر ہو سکتا ہے کہ اس قبلہ مشائخ اور قدوۂ اقطاب کے مناقب سُن کر کدورت اور ملامت کے اسباب پیدا ہوں گے۔ ہر گز ہر گز ایسا نہیں ہو سکتا۔ اور جو لوگ اس صفت مذموم سے موصوف ہیں۔ ان کے بارے میں کیا کہہ سکتے ہیں اور کب تک اس کھُلم کھُلا نقصان کو تکلف اور تغافل کی عبارت آرائی سے چھپا سکتے ہیں۔ اس قسم کے بے تمیزوں کے باب میں ایک مثال دل میں آئی ہے۔ اس قسم کے گمراہ جاہلوں کی شرمناک حالت بعینہ اہلِ کفر کے عقیدۂ فاسدہ سے مشابہ ہے۔ چنانچہ اکثر کفار اہلِ اسلام کی طرح اولیا کی زیارت کے لئے جاتے ہیں اور حسب ظاہر نہایت عاجزی اور فروتنی سے زیارت کرتے ہیں۔ لیکن اگر ان کو کہا جائے کہ کلمہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ زبان پر جاری کرو۔ تو دل و جان سے منحرف ہو کر فضول اور بیہودہ حجتیں پیش کرتے ہیں۔ اس سے ملتی جلتی ایک حکایت ہدایت السعداؔ میں منقول ہے کہ ایک شخص سلطان شمس الدین کے زمانے میں مشہد مقدّس سے دہلی میں آیا۔ اور امیر المومنین علیؑ کے فضائل اور مناقب لکھا کرتا تھا۔ بعض طالب علموں نے اس سے بدگمان ہو کر کہا۔ یہ شخص رافضی معلوم ہوتا ہے۔ جب یہ خبر بادشاہ کو پہنچی۔ تو اس کو طلب کیا۔ اور اس مشہدی نے سلاطین اور شیوخ کے مدح ناموں میں جو اہلِ دہلی کی کتابوں کے دیباچے میں مرقوم تھے۔ ہر ممدوح کے نام کی جگہ آئمہ معصومینؑ کے نام لکھ کر پیش کئے۔ علمائے وقت نے ازروئے عداوت کہا کہ خدا کی قسم! تو اہلِ بدعت کا سردار ہے۔ اور اس کے جلانے کی ٹھان لی۔ جب اصل حقیقت معلوم ہوئی۔ تو سب شرمندہ اور نادم ہوئے۔ خدا کی قسم۔ مَیں ان لوگوں سے سخت تعجب میں ہوں جو خلفائے راشدین کی محبّت اور بندگی کا دعوٰی بڑے زور شور سے کرتے ہیں اور اُس خلیفہ کے فضائل اور مناقب کے مطالعہ کرنے سے نہایت محزون اور بیچین ہوتے ہیں۔ جس کے وجود متبرک و مقدّس پر خلافتِ نبوی کا کمال بموجب حدیث۔ الخلافۃ بعدی ثلثون سنۃ (خلافت میرے بعد تیس برس ہوگی) ختم ہوتا ہے۔ سبحان اللہ! یہ خلیفہ چہارم کس قدر رفیع القدر اور والا منزلت ہے کہ گویا خلافت رسولؐ نے روزِ اوّل میں اس سے عہد کیا تھا۔ کہ جب تک تو جہاں میں رہے گا۔ مَیں تیرے ہمراہ رہوں گی۔ اور تیری دوستی کے طفیل سے امامت کے لباس سے ملبوس ہو کر تیرے گیارہ فرزندانِ ارجمند کے ساتھ موافقت کروں گی۔ اور تیرے آخری فرزند کا رُتبہ یہاں تک بڑھاؤں گی کہ عیسٰی علیہ السّلام آسمان چہارم سے اُتر کر نہایت تمنّا اور آرزو سے اس مقتدائے دُوسرا کے مقتدیوں میں شامل ہوگا۔ الغرض اس صورت میں جامع مناقب پر کوئی تقصیر عائد نہیں ہو سکتی۔ بلکہ اس قسم کے متعصب لوگ اہلِ سنّت و جماعت کے دائرہ مذہب سے خارج ہیں اور حسب مضمون بیتِ ذیل مردود و مطرود۔ **بیت**

ہر کس کہ گزید بغض یکِ را   محروم ز لطفِ ہر چہار است

ایسے نالائقوں اور ناکسوں کو لازم ہے کہ حدیث اللھم والِ من والاہ وعاد اہ۔ اے خدا تو دوست

رکھ اس شخص کو جو علیؑ کا دوست ہو اور دشمن رکھ اس شخص کو جو علیؑ کا دشمن ہو) پر نظر کرکے خال ندامت آمال پہ علامت کے آنسو بہائیں اور حسرت و اندوہ کی خاک اپنے سر پر ڈالیں اور اپنے مرض باطنی کا جو شرک خفی کی طرح مخفی اور پوشیدہ ہے۔ علاج کریں۔ تاکہ پاک سُنّی بن کر ابیاتِ ذیل کو زبانِ فصاحت بیان سے تلاوت کریں۔

لوالدی

من محب چار یارِ مصطفٰے — خارجی گو خوں شود زیں ماجرا

ہر کرا یک ذرّہ دانش یار شد — از فراست مخلص ہر چار شد

چار عنصر ہم بہم آمد ازاں — کہ شوند ایں چار از پردہ عیاں

یہ فقیر قدوۂ ابرار شیخ عطارؒ کے عقیدۂ حمیدہ کا معتقد ہے۔ جو تذکرۃ الاولیاء میں مرقوم ہے۔ انصاف یہ ہے کہ جب تو بادشاہ دنیا و آخرت محمد مصطفٰے کو معلوم کرلے۔ لازم ہے۔ کہ آپ کے فرزندوں کو اپنے مرتبے پر پہچانے اور اقربا۔ وزرا اور صحابہ کو اپنے درجے پر تاکہ پاک سُنّی بنے۔ حقاً ثم حقاً۔ **بیت**

نہ من دل شدہ ایں راہ بخودمے پوئم — بارہا گفتہ ام و بار دگر مے گوئم

کہ اگر مرتضٰی علیؑ کے مناقب کا جمع کرنا رفض ہے۔ پس میں ایسے رفض کو سعادت ابدی اور دولت سرمدی سمجھ کر شافعی علیہ الرحمہ کا مصرعہ۔ فلیشھد الثقلان انی رافض۔ (انسان اور جن دونوں گواہ رہیں کہ میں رافضی ہوں) صدق دل و جان سے تکرار کرتا ہوں۔ اور وفورِ محبّت و اعتقاد سے اس ولایت مآب کی جناب مستطاب میں خطاب کرکے بلند آواز سے ذیل کی رباعی زبانِ قصیر البیان پر جاری کرتا ہوں۔ **رباعی لمؤلفہ**

تا جان بوتن است راہ حیدر پوئم — تا چشم بسر جمالِ حیدر جوئم

خواہم کہ بہر موئے پذیرفتہ زباں — چوں ذکر خدائے ذکر حیدر گوئم

والسلام علی من اتبع الھدیٰ **اب** ہم ابواب کی فہرست اور اس کے مضمون کو بیان کرتے ہیں۔ صاحبانِ فضل و دانش کے ضمیر منیر پر ظاہر اور واضح رہے کہ یہ مجموعہ محمورہ بارہ باب پر مشتمل ہے۔ رب یسر و تمم بالخیر۔

باب اوّل۔ ان نصوص قرآنی کے بیان میں جو امیر المؤمنین امام المتقین یعسوب الواصلین مطلوب الکاملین امام المشارق والمغارب اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کی شان میں نازل اور وارد ہوئے اور اُن کے متعلّقات۔

باب دوم۔ احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیان میں۔

باب سوم۔ مناقب و فضائل مرتضوی کے بیان میں۔

باب چہارم۔ جناب علیؑ مرتضٰے کے جناب سیّدۃ النساء سے نکاح کے بیان میں۔

باب پنجم ۔ آپ کے علم و کشف کے بیان میں ۔
باب ششم ۔ خوارق عادات اور ظہور کرامات و معجزات کے بیان میں ۔
باب ہفتم ۔ آپ کے زہد و ورع کے بیان میں ۔
باب ہشتم ۔ آنجناب کی سخاوت کے بیان میں ۔
باب نہم ۔ جناب کی قوت اور شجاعت کے بیان میں ۔
باب دھم ۔ حضرت امیرؑ کی فراست اور کیاست و دانائی کے بیان میں ۔
باب یازدہم ۔ تخت خلافت ظاہری و باطنی پر متمکن ہونے کے بیان میں ۔
باب دوازدہم ۔ امیرالمؤمنین امام المتقین علی مرتضیٰ علیہ السلام کے عالم فنا سے عالم بقا کی طرف انتقال فرمانے اور درجہ شہادت کی برکت سے ذات خداوند جل جلالہٗ میں واصل ہونے اور اس کے متعلقات کے بیان میں ۔

ابواب کی تقسیم تیمناً و تبرکاً بارہ پر کی گئی ہے ۔ ورنہ اس مجمع کمالات و فضائل کے فضائل ہزار باب میں بلکہ لاکھوں کتاب میں بھی نہیں سما سکتے ۔ **کیونکہ اول** تو کلمہ معظمہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه (جس پر اسلام کی بنا موقوف ہے) کے حروف **بارہ** ہیں ۔
دوم ۔ کلمہ مکرمہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰه (جس سے ایمان کی جڑ متعلق ہے) بھی بارہ حروف سے مرکب ہے ۔
سوم ۔ کلمہ امیرالمومنین (جو آنحضرت کا خاص خطاب مستطاب ہے) میں بھی بارہ حرف ہیں ۔
چہارم ۔ شاہ ولایت پناہ کے بھی بارہ حرف ہیں ۔
پنجم ۔ آنحضرت کا اسم متبرک علیؑ ابن ابی طالب بھی بارہ حرفوں سے مل کر بنا ہے ۔
ششم ۔ بعض مصالح عالم کا انتظام **زمان** کا محتاج ہے ۔ اور زمان سے مراد رات اور دن کے گھنٹے ہیں ۔ اور حالتِ اعتدال میں رات اور دن میں سے ہر ایک کے **بارہ** ساعت یا گھنٹے ہوتے ہیں ۔
ہفتم ۔ سبعہ سیارہ یعنی سات سیاروں کے مقام صرف بارہ برج ہیں ۔
ہشتم ۔ حسب آیۂ کریمہ ۔ اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِ سال کے بارہ مہینے ہیں ۔ (توبہ ع۵)
نہم ۔ حسب آیۂ کریمہ ۔ وَلَقَدْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَیْ عَشَرَ نَقِیْبًا ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کے نقیب بھی بارہ تھے (مائدہ ع۳)
دہم ۔ سید کائنات علیہ وآلہ افضل الصلوات واکمل التحیات نے لیلۃ العقبہ میں انصار میں سے بارہ آدمی

ان کے نقیب مقرر فرمائے۔

یازدہم۔ اسباط یعقوب علیہ السلام بمقتضائے آیہ کریمہ۔ وَمِنْ قَوْمِ مُوسٰى أُمَّةٌ يَهْدُونَ بِالْحَقِّ وَبِهِ يَعْدِلُونَ وَقَطَّعْنَاهُمُ اثْنَتَيْ عَشْرَةَ أَسْبَاطًا (اعراف) بارہ شخص تھے۔

دوازدہم۔ آئمہ معصومین علیہم السلام کی تعداد بھی بارہ ہی ہے۔ جیسا کہ احادیث نبویہ صلعم میں وارد ہوا ہے۔

چنانچہ صحیحین میں جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عليه و اله وسلم يقول يكون بعدى اثنا عشر اميراً فقال كلمة لم اسمعها فقال ابى يقول يكون انه قال كلهم من قريش **یعنی** میں نے سُنا رسول خدا صلعم سے کہ وہ فرماتے تھے کہ میرے بعد بارہ امیر ہوں گے۔ بعد ازاں ایک کلمہ فرمایا۔ جو میں نے نہ سُنا۔ میرے باپ نے کہا۔ رسولؐ خدا نے فرمایا ہے وہ بارہ امیر قریش سے ہوں گے۔ اور کتاب **اعلام الورٰی** میں مرقوم ہے کہ امام زین العابدین علیہ السلام نے اپنے آبائے طاہرین علیہم السلام سے روایت کی ہے کہ خاتم النبیینؐ نے امیر المومنینؑ سے فرمایا۔ اِثْنَا عَشَرَ مِنْ أَهْلِ بَيْتِي أَعْطَاهُمُ اللهُ عِلْمِي فَهْمِي أَوَّلُهُمْ أَنْتَ يَا عَلِيُّ وَآخِرُهُمُ الْقَائِمُ الَّذِي يَفْتَحُ اللهُ عَلَى يَدَيْهِ مَشَارِقَ الْأَرْضِ وَمَغَارِبَهَا۔ **یعنی** میری اہلبیت میں سے بارہ شخص ہیں جن کو حق تعالٰے نے میرا علم اور فہم عطا فرمایا ہے۔ یا علیؑ ان میں سے اوّل تُو ہے اور ان کا آخر وہ قائم ہے جس کے ہاتھوں پہ اللہ تعالٰی زمین کے مشرقوں اور مغربوں کو مفتوح کرے گا (امام مہدیؑ)

اور جناب امام جعفر صادق رضوان اللہ علیہ سے مروی ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اَلْأَئِمَّةُ مِنْ بَعْدِي اِثْنَا عَشَرَ أَوَّلُهُمْ عَلِيُّ ابْنُ أَبِيطَالِبٍ وَآخِرُهُمُ الْقَائِمُ هُمْ خُلَفَائِي وَأَوْصِيَائِي وَأَوْلِيَائِي وَحُجَجُ اللهِ عَلَى أُمَّتِي اَلْمُقِرُّ بِهِمْ مُؤْمِنٌ وَالْمُنْكِرُ لَهُمْ كَافِرٌ۔ **یعنی** امام میرے بعد بارہ شخص ہیں۔ ان میں پہلا علیؑ ہے۔ اور ان کا آخر قائم ہے۔ اور یہ لوگ میرے خلفاء۔ اوصیاء اور اولیاء ہیں اور میری امت پر خدا کی حجتیں ہیں۔ جو ان کا اقرار کرے وہ مومن ہے اور جو ان کا منکر ہو۔ وہ کافر ہے۔

اور ارشاد شیخ مفید میں حسن بن عباس سے ابو جعفر ثانی بن علیؑ سے مروی ہے کہ امیر المومنین علیؑ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب سے ارشاد فرمایا۔ اٰمِنُوا بِلَيْلَةِ الْقَدْرِ فَإِنَّهُ يُنْزَلُ فِيهَا أَمْرُ السَّنَةِ وَإِنَّ لِذٰلِكَ الْأَمْرِ مِنْ بَعْدِي عَلِيُّ بْنُ أَبِيطَالِبٍ وَأَحَدَ عَشَرَ مِنْ وُلْدِهِ۔ (تم شب قدر پر ایمان لاؤ۔ کیونکہ اس میں تمام سال کا حکم نازل ہوتا ہے اور اس امر کے لئے میرے بعد علیؑ بن ابی طالب اور اس کی اولاد سے گیارہ شخص ہیں۔)

اور اسی اسناد کے ساتھ امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا۔ شب قدر ہر سال میں ہوتی ہے اور اس شب میں اس سال کا کام نازل ہوتا ہے۔ اور اس کام کے لئے مصطفٰے صلعم کے بعد اولیاء ہیں۔ ابن عباسؓ نے پوچھا۔ یا امیر المومنین وہ اولیاء اور والیان کون ہیں۔ فرمایا۔ انا واحد عشر من صلبی ائمّۃ محدثون۔ وہ میں اور میری پشت سے گیارہ امام اور محدّث ہیں۔

اور جابر بن عبداللہ انصاری سے مروی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں جناب سیّدۃ النساء فاطمۃ الزہراء علیہا السلام کی خدمت میں گیا۔ ان کے دست مبارک میں ایک لوح دیکھی جس میں اوصیاء کے نام لکھے تھے میں نے شمار کئے۔ بارہ نام تھے۔ ان بارہ اوصیاء کا آخری قائم ہے (مہدیؑ) اولاد فاطمہؑ سے۔ بارہ اماموں میں سے تین کے نام تو محمدؐ ہیں اور تین کے نام علیؑ ہیں۔

اور کشف الغمہ میں احمد بن حنبل سے اور مودات میں مسروق سے منقول ہے کہ ہم عبداللہ بن مسعودؓ کے ہمراہ مسجد میں بیٹھے تھے۔ ایک شخص نے آکر کہا۔ اے ابن مسعود۔ کیا پیغمبر صلعم نے تم سے فرمایا ہے۔ کہ اس کے بعد کتنے امام ہوں گے؟ ابن مسعود نے جواب دیا۔ ہاں۔ نقبائے بنی اسرائیل کی تعداد کے موافق۔ اور کلام خدا کے موافق بنی اسرائیل کے نقیبوں کی تعداد بارہ ہے جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا۔

باب اوّل

آیات بابرکات قرآنی کے بیان میں جو امیر المومنینؑ۔ قدوۃ المتقین۔ یعسوب الواصلین مطلوب الکاملین امام المشارق المغارب اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہٗ کی شان میں نازل ہوئیں ان کے متعلقات کے ذکر میں

قَالَ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْھَہٗ نَزَلَ الْقُرْاٰنُ اَرْبَعَۃَ اَرْبَاعٍ فَرُبْعٌ فِیْنَا وَرُبْعٌ فِیْ عَدُوِّنَا وَرُبْعٌ سِیَرٌ وَّاَمْثَالٌ وَّرُبْعٌ فَرَائِضُ وَاَحْکَامُ شَرِیْعَۃٍ وَّلَنَا کَرَائِمُ الْقُرْاٰنِ یعنی امیر المومنین کرم اللہ وجہہٗ نے فرمایا ہے کہ قرآن چار حصّوں میں نازل ہوا ہے۔ ایک چوتھائی تو ہماری تعریف اور توصیف میں ہے۔ اور ایک

چوتھائی ہمارے دشمنوں کی مذمت اور منقصت ہیں۔ اور ایک چوتھائی سیر قصص و امثال میں ہے اور ایک چوتھائی میں اوامر و نواہی شریعت کے احکام و فرائض کا بیان ہے۔ اور قرآن کی آیات کریمہ و شریفہ ہمارے واسطے ہیں۔

منقبت ۱۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ قرآن شریف میں کوئی آیت مکرمہ ایسی نہیں ہے کہ امیر المومنینؑ اس آیت کے سردار اور پیشوا نہ ہوں۔

منقبت ۲۔ نیز اسی جناب سے روایت ہے کہ قرآن میں کوئی آیہ خطاب یَآ یُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا نازل نہیں ہوئی کہ امیر المومنین اس آیت کے امیر نہ ہوں یعنی امیرؑ اس خطاب کے افضل اصحاب میں سے ہیں۔

منقبت ۳۔ نیز ابن عباس سے روایت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب مستطاب پر۔ قرآن مجید کی بعض آیات میں عتاب فرمایا ہے۔ مگر امیر المومنینؑ کو خیر دینے کے سوا یاد نہیں فرمایا۔

منقبت ۴۔ نیز انہی سے مروی ہے کہ جو کچھ کہ کتاب خدا سے امیر المومنین کرم اللہ وجہہٗ کی شان میں نازل ہوا ہے وہ کسی کی شان میں نازل نہیں ہوا۔

منقبت ۵۔ حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ قرآن میں جو یَآ اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا۔ کا خطاب مذکور ہے۔ امیر المومنینؑ اس خطاب کے لُبِ لباب اور اس کا مغز ہیں۔

منقبت ۶۔ مجاہد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ امیر المومنینؑ کو وہ سابقہ حاصل ہے کہ خطاب یَآ یُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کا امیر۔ پیشوا اور سردار ہو۔ کیونکہ آنجنابؑ نے اسلام لانے میں تمام مومنوں پر سبقت کی ہے۔ اور یہ تمام روایات مناقب حافظ بن مردویہ علیہ الرحمہ سے نقل کی گئی ہیں۔ اور بعض روایتیں **اوسط طبرانی اور صواعق** محرقہ میں بھی نظر سے گذری ہیں۔ **نیز** کتب مذکورہ میں ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ نَزَلَتْ فِیْ عَلِیٍّ ثَلٰثمِائَۃ اٰیَۃٍ۔ علیؑ کی شان میں تین سو آیتیں نازل ہوئی ہیں۔

منقبت ۷۔ قولہ تعالیٰ اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ وَهُمْ رَاکِعُوْنَ۔ **یعنی** تم میں متصرف نہیں ہے۔ سوائے خدا اور رسولؐ اور ان مومنوں کے جو نماز کو قائم کرتے ہیں اور حالتِ رکوع میں صدقہ زکوٰۃ دیتے ہیں۔ **جمہور** مفسرین متفق ہیں کہ آیہ مذکورہ امیر المومنینؑ کی شان میں نازل ہوا ہے اور اس کا قصہ اس طرح پر ہے کہ ایک روز ایک سائل نے مسجد منور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آکر خیرات طلب کی۔ اور کسی شخص نے اس کو کچھ نہ دیا۔ سائل نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر یوں عرض کی۔ یا۔ خدایا! تو گواہ رہنا کہ میں نے تیرے رسولؐ کی مسجد میں آکر سوال کیا۔ اور اب میں محروم واپس جاتا ہوں۔ اس وقت امیر المومنینؑ خیر المرسلینؐ کے ساتھ نماز میں رکوع میں پہنچے ہوئے تھے۔ سائل کو چھوٹی انگلی سے اشارہ کیا۔ سائل نے آکر امیر المومنینؑ کی چھنگلیا سے انگوٹھی نکال لی۔ اسی اثنا میں جناب خیر البشر کے چہرۂ مبارک پر وحی کے آثار نمودار

ہوئے اور جبرائیل علیہ السلام آیۂ کریمہ اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ کو لے کر حضرت نبوت پناہ پر نازل ہوئے اور حسان بن ثابت انصاری نے جو رسولؐ کے مداح تھے۔ اس باب میں شعر کہے۔ منجملہ ان کے ایک بیت یہ ہے۔ **بیت**

فَاَنْتَ الَّذِیْ اَعْطَیْتَ وَکُنْتَ رَاکِعًا　　فَذٰلِکَ نَفْسُ الْقَوْمِ یَاخَیْرَ رَاکِعٍ

(پس تو وہ شخص ہے۔ جس نے رکوع کی حالت میں بخشش کی۔ اے بہترین رکوع کرنے والے یہ بات قوم کی جان اور روح ہے)۔ اور شیخ شہید نور مرقد کی امالی میں مرقوم ہے کہ حلقۂ انگشتری کا وزن چار مثقال تھا۔ اور اس کا نگینہ جو یاقوتِ سرخ کا تھا۔ پانچ مثقال تھا۔ اور اُس کی قیمت مملکت شام کا خراج تھا۔ اور شام کا خراج تین سو اونٹ کا بوجھ چاندی اور چار اونٹ کا بوجھ سونا تھا۔ اور وہ انگوٹھی طوق بن حرّان کی تھی کہ امیرالمومنینؑ اُس کو قتل کر کے رسولؐ کی خدمت میں لائے تھے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امیرؑ کو عطا فرمائی تھی۔ چنانچہ ہر سلف کے چند اکابر اس واقعہ کی خبر دیتے ہیں۔ **ناصر خسرو کہتے ہیں۔ بیت**

آنچہ علیؑ داد در رکوع فزون است　　زانچہ ہمہ عمر داد حاتم طائی

(جو کچھ علیؑ نے رکوع میں دیا۔ وہ حاتم طائی کی تمام عمر کی بخشش سے بہت زیادہ ہے)

حکیم ثنائی علیہ الرحمہ **حدیقہ** میں فرماتے ہیں۔ **بیت**

در قیام و قعود عودؔ[1] او کرد　　در رکوع و سجود جود او کرد

مولوی رومی فرماتے ہیں۔ **بیت**

پاک و منزہ از صفات محسوس گشتہ او بذات　　دادہ زکوٰۃ اندر صلوٰۃ اللہ مولانا علیؑ

قدوۂ ابرار شاہ قاسم انوار کہتے ہیں۔ **بیت**

بہ زیرِ نگینِ تو آمد دو گیتی　　چو دادی بہ درویش انگشتری را

فردوسی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔ **بیت**

شہا تراست مسلّم کرم کہ گاہِ رکوع　　کند برائے حق انگشتری نثار انگشت

ملّا عبدالرحمٰن جامی اپنے **ہشت بند** میں جو امیرالمومنین کی منقبت میں نظم کیا ہے فرماتے ہیں۔

گر معز گشت انفاس مسیحا در کلام　　در یقیمون الصلوٰۃ آمد ترا اعزاز ما

سلمان کہتے ہیں **نظم**

گر بعزت مصطفےٰ را دُرّ للہ بر کشید　　گشت منزل بہر اعزازِ تو نصِّ اِنَّمَا

در بطاعت گفت علیی را واوصافی ھذا۔ در یقیمون الصلوٰۃ آمد ولایت از خدا۔

[1] کتبہ اصل کتاب سے نقل ہے عودؔ عود کردن ماہا سوختہ کرنا۔

قاسم کاہی فرماتے ہیں۔ بیت

بسائل داد خاتم در نماز آں معدنِ احساں   دِل پاکیزہ اش چوں بود فارغ از زر و زیور

منقبت قولہ تعالیٰ۔ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِیْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ [بقرہ ۲۵]

یعنی بعض ایسے شخص ہیں جو خدا کی رضا طلب کرنے کے لئے اپنی جان کو اس کی راہ میں بیچ دیتے ہیں۔

ابن اثیر نے کتاب خلاف میں جو کاشف اور کشاف کی جامع ہے۔ اور ثعلبی نے اپنی تفسیر میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ آیۂ مذکورہ امیرالمومنینؑ کی شان میں نازل ہوا ہے اور اس کے نزول کا سبب یہ ہے کہ جب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شبِ غار بحکم پروردگار ہجرت فرمائی اور امیرالمؤمنینؑ کو اپنا قائم مقام بنایا۔ تاکہ لوگوں کا قرض جو آنحضرت کے ذمّے تھا۔ ادا کریں۔ اور لوگوں کی امانتیں واپس کریں اس لئے امیرالمؤمنینؑ نے سیّدالمرسلینؐ کے بستر مبارک پر آرام کیا۔ اور مشرکوں نے آنحضرتؐ کے دولتسرا کو گھیر رکھا تھا۔ اور وہ قتل کے درپے تھے۔ خدائے عزّوجل نے جبرئیلؑ اور میکائیلؑ کو وحی کی کہ میں نے تم دونوں کے درمیان بھائی چارا قرار دیا ہے۔ اور حکم یہ ہے کہ تم میں سے ایک کی عمر دوسرے سے بڑی ہو۔ پس تم دونوں میں سے کونسا اپنی زندگی پر بھائی کی زندگی کو ترجیح اور فوقیت دیتا ہے۔ جبرئیلؑ نے عرض کی بارِ خدایا! میں اپنی زندگی کو ترجیح دیتا ہوں۔ اور میکائیلؑ نے بھی ایسا ہی جواب دیا۔ خدا تعالیٰ نے فرمایا۔ اے جبرئیلؑ و میکائیلؑ تم کس لئے علیؑ ابن ابی طالب کی طرح نہیں ہوتے کہ میں نے محمدؐ اور اس کے درمیان بھائی چارہ قرار دیا ہے۔ اور اُس نے محمدؐ کے بستر پر لیٹ کر اپنے نفس کو محمدؐ پر قربان کر دیا ہے۔ تم دونوں زمین پر جاؤ۔ اور علیؑ کو دشمنوں کی تکالیف سے محفوظ رکھو۔ حکم خدا سے جبرئیلؑ سرہانے کی طرف اور میکائیلؑ پائنتی کی طرف کھڑے ہوئے۔ تمام رات حفاظت میں مصروف رہے۔ اور جبرئیلؑ کہتے تھے اے امیرالمؤمنینؑ تجھ کو خوشخبری ہو۔ تیری مانند کون ہے؟ کہ خدا تعالیٰ تیرے سبب آسمان اور زمین کے فرشتوں پر فخر و مباہات کرتا ہے۔ **مولف** عرض کرتا ہے کہ بیشک رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس جناب کو اپنی واجبات میں سے اپنی جگہ اختیار کیا۔ کہ شبِ غار ان کو بستر دیا۔ اور روزِ غدیر منبر عطا فرمایا۔ اور قتل کرنے کے لئے تیغ دوسر عنایت کی۔ اور اپنی دختر نیک اختر فاطمۃ الزہرا سے ان کو منسوب کیا۔ اور آخرت میں کوثر عنایت فرمایا۔ اور یہ بات کچھ پوشیدہ نہیں ہے۔ بلکہ جملہ اہلِ عالم کی نظر میں آفتاب سے بڑھ کر ظاہر اور روشن ہے۔ آپ کا جہاد فی سبیل اللہ تھا۔ اور آپ کا روٹی دینا لوجہ اللہ یعنی محض رضائے خدا کے لئے۔ اور جان دینا خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کے واسطے۔

منقبت [۹]۔ قولہ تعالیٰ اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ [بقرہ ۳۷] **یعنی** جو لوگ اپنے مالوں کو رات کو اور دن کو پوشیدہ

اور ظاہر تصدق کرتے ہیں پس ان کے لئے ان کے پروردگار کے پاس ان کا اجر ہے اور ان کو کسی قسم کا خوف اور غم نہیں ہے
تفسیر ثعلبی اسبابِ نزول واحدی۔ کشاف زمخشری۔ مناقب ابن مردویہ۔ کتاب نہج الحق۔ مسند احمد بن حنبل اور صواعق محرقہ میں عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ آیۂ مذکورہ امیرالمؤمنین کرم اللہ وجہ کی شان میں نازل ہوا۔ اس لئے کہ امیر کے پاس چار درہم کے سوا اور کچھ ملکیت نہ تھی۔ آپ نے ان میں سے ایک درہم تو رات کو تصدیق کیا۔ اور ایک درہم دوسرے روز راہ خدا میں دیا۔ اور ایک درہم پوشیدہ چھپا کر دیا۔ اور ایک درہم کھلم کھلا اور علانیہ دیا۔ آیۂ اَلَّذِیۡنَ یُنۡفِقُوۡنَ اَمۡوَالَهُمۡ۔ (بقرہ) نازل ہوا۔ **اور** صاحبِ تفسیر حسینی روضۃ الشہدا میں ناقل ہیں کہ آیۂ مذکورہ کے نزول کے بعد سیدالمرسلینؐ نے امیرالمؤمنینؑ سے پوچھا۔ اے میرے بھائی۔ تم کو اس تصدیق پر کس چیز نے آمادہ کیا۔ عرض کی۔ یا رسولؐ اللہ میں نے صدقہ دینے کے یہی چار طریقے سمجھے کہ ان میں سے کوئی سی صورت تو درگاہ رب العالمین میں مقبول ہوگی۔ اس لئے میں نے چاروں طریقوں کا التزام کیا۔ سیدکائنات علیہ وآلہ افضل الصلوٰۃ واکمل التحیات نے فرمایا۔ اے پسرِ ابوطالب جو کچھ تیرا مقصود تھا وہ حاصل ہوگیا۔
منقبت ۔ قولہ تعالیٰ۔ یَاۤ اَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِذَا نَاجَیۡتُمُ الرَّسُوۡلَ فَقَدِّمُوۡا بَیۡنَ یَدَیۡ نَجۡوٰىکُمۡ صَدَقَةً (مجادلہ) **یعنی** اے وہ لوگو! جو خدا اور رسول پر ایمان لائے ہو۔ جس وقت پیغمبر سے مناجات کرو۔ یعنی راز ہو۔ تو راز کہنے سے پہلے صدقہ ضرور دے دو۔ ثعلبی اور واحدی وغیرہ علمائے تفسیر نے روایت کی ہے کہ اغنیا اور مال دار لوگ اکثر مناجات اور راز گوئی کرتے تھے۔ چنانچہ فقرا اور اہلِ صُفہ کو بیٹھنے کا موقع نہ رہا۔ اور ان لوگوں کے زیادہ راز گوئی اور کثرتِ نشست سے جناب خیرالمرسلین کی پیشانی مبارک پر ملال اور کراہت کے آثار نمودار ہوئے۔ جو لوگ محتاج اور اہلِ صفہ تھے۔ وہ عسرت اور تنگدستی کے سبب تصدق کا کچھ سرمایہ نہ رکھتے تھے۔ اور اغنیا نے دنیائے دوں کی محبت کو آنحضرتؐ کی مناجات پر ترجیح دی۔ چند روز کے بعد آیۂ ذیل ان کی ملامت کے طور پر نازل ہوا۔ ءَاَشۡفَقۡتُمۡ اَنۡ تُقَدِّمُوۡا بَیۡنَ یَدَیۡ نَجۡوٰىکُمۡ صَدَقٰتٍ (مجادلہ) **یعنی** کیا تم اپنے راز کہنے سے پہلے صدقہ دینے سے ڈر گئے؟ **ثعلبی** نے امیرالمؤمنین علیؑ سے روایت کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ جب آیۂ مناجات نازل ہوا حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ کو بلا کر فرمایا۔ تَرٰی دِیۡنَارًا یعنی تم کیا اجتہاد کرتے ہو کہ لوگ ایک دینار صدقہ دیں۔ میں نے عرض کی۔ وہ اس کی طاقت نہیں رکھتے۔ فرمایا، پھر کس قدر۔ میں نے عرض کی۔ حبہ یا جو بھر۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ اے بھائی تم نے بہت کمی کی۔ **نیز** روایت کی ہے کہ امیرالمؤمنین نے فرمایا۔ کہ کتابِ خدا میں ایک آیت ایسی ہے کہ مجھ سے پہلے کسی نے اس آیت پر عمل نہیں کیا۔ اور میرے بعد کوئی اس پر عمل نہ کرے گا۔ اور وہ آیۂ مناجات ہے۔ کیونکہ جب وہ آیت نازل ہوئی تو میرے پاس صرف ایک دینار موجود تھا۔ اس کو میں نے چند درہم کی عوض فروخت کیا۔ جب رسولِ خدا سے مناجات کا قصد

کرتا۔ ان درہموں سے تصدق کرتا۔ جب وہ درہم ختم ہوگئے۔ توآیۂ ءَاَشۡفَقۡتُمۡ اَنۡ تُقَدِّمُوۡا (مجادلہ) سے آیۂ مناجات کا حکم منسوخ ہوگیا۔ **بیت**

نہ شد بغیر میسّر کہ از عنایتِ حق　　عمل بہ آیتِ نجویٰ شود میسّر او

اور تفسیر مدارک میں مرقوم ہے کہ آیۂ مذکورہ کے نزول کے بعد امیرالمومنینؑ نے سیدالمرسلینؐ سے دس سوال کئے منجملہ اُن کے ایک سوال یہ ہے کہ جناب امیر علیہ السلام نے عرض کی۔ یارسول اللہ مَا الْحَقُّ۔ (حق کیا ہے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اَلْخِلَافَةُ حَقَّةٌ اِذَا انْتَهَتْ اِلَيْكَ۔ **یعنی** خلافت حق ہے جس وقت کہ تم پر منتہی ہو۔

منقبت قولہ تعالیٰ۔ وَتَعِيَهَا اُذُنٌ وَّاعِيَةٌ (حاقہ)۔ **یعنی** کلمہ حق کو معلوم کرلیتا ہے اور سمجھتا ہے ایک کان جو سُننے والا اور سمجھنے والا ہے۔ **اور** صحیح ترمذی میں بہ روایت امیرالمومنین کرم اللہ وجہٗ اور مناقب ابن مردویہ اور تفسیر ثعلبی اور واحدی میں بروایت بریدہ سلمی سے منقول ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا۔ یاعلیؑ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے ارشاد فرمایا ہے کہ تجھ کو اپنے نزدیک رکھوں اور دور نہ کروں اور تجھ کو تعلیم اور تفہیم کروں۔ کیونکہ تو سمجھتا ہے اور دریافت کرلیتا اور پالیتا ہے۔ جب رسولِ خدا نے امیرؑ سے یہ بات فرمائی۔ آیۂ مذکورہ نازل ہوا۔ **اور** مکحول سے مروی ہے کہ آیۂ مذکورہ کے نازل ہونے کے بعد آنحضرتؐ نے جنابِ امیرؑ کی طرف مُنہ کرکے فرمایا۔ کہ میں نے حق تعالیٰ سے درخواست کی کہ اذن واعیہ کو تیرا کان بنائے۔ امیرالمومنین فرمایا کرتے تھے کہ اس کے بعد جس کلام کو میں نے سُنا۔ سمجھا۔ یاد کرلیا۔

منقبت۔ قولہ تعالیٰ۔ اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا لَا يَسْتَوٗنَ (سجدہ) **یعنی** حق تعالیٰ بہ سبیل انکار ارشاد فرماتا ہے۔ آیا وہ شخص جو مومن ہو۔ اس شخص کی مانند ہے۔ جو فاسق ہو۔ پس یہ برابر نہ ہوں گے۔ **کشاف**۔ اسباب نزول اور بحر المناقب میں مرقوم ہے کہ تمام مفسرین اس باب میں متفق ہیں کہ آیۂ مذکورہ کا سببِ نزول یہ تھا کہ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے مادری بھائی ولید بن عقبہ نے امیرالمومنین کرم اللہ وجہٗ سے منازعت کی۔ اور کہا اُسْكُتْ فَاِنَّكَ صَبِيٌّ وَاللّٰهِ اَنَا اَبْسَطُ مِنْكَ لِسَانًا وَاَحَدُّ سِنَانًا۔ **یعنی** خاموش رہ کہ تو لڑکا ہے۔ اور خدا کی قسم میری زبان تجھ سے زیادہ فصیح اور میرا نیزہ تجھ سے تیز تر ہے۔ جناب امیرؑ نے اس سے فرمایا۔ اُسْكُتْ فَاِنَّكَ فَاسِقٌ۔ یعنی خاموش رہ کہ تو فاسق ہے۔ پس حق تعالیٰ نے کلامِ امیرؑ کی تصدیق کے لئے آیۂ مذکورہ نازل فرمایا۔ ولید مذکور نے فتح مکّہ معظمہ میں شمشیر کی ہیبت اور خوف سے اسلام قبول کیا تھا۔ جب عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے۔ اس کو کوفہ کا والی بنایا۔ اور اس نے ہروقت شراب خوری اپنا شغل بنایا۔ یہاں تک کہ ایک دفعہ مستی کی حالت میں صبح کی فرض نماز کو چار رکعت ادا کیا۔ اور سلام پھیرنے کے بعد مومنوں سے مخاطب

ہوکر کہا۔ اگر تم چاہو۔ تو چند رکعت اور زیادہ کروں کہ توفیق میری رفیق ہوئی ہے۔ اور دوسری بار عین امامت کی حالت میں قے کی۔ اور شراب کی پلید بُو سے ولید کا فسق ظاہر ہوگیا۔ اور اسی سبب سے حکومت کوفہ سے معزول ہُوا۔ اور رقہ میں جو بغداد سے مغرب کی طرف واقع ہے۔ فوت ہُوا۔ اور حسان بن ثابت انصاری نے اس کے حسب حال نظم کہی ہے۔ **اشعار**

اَنْزَلَ الْکِتَابَ الْعَزِیْزَ فِیْ	عَلِیٍّ وَفِی الْوَلِیْدِ قُرَانَا
فَتَبَوَّ الْوَلِیْدُ مِنْ ذَاکَ فِسْقًا	وَعَلِیٌّ مُبَتَّوَ اِیْمَانَا
لَیْسَ مَنْ کَانَ مُؤْمِنًا	عَرَفَ اللّٰہُ کَمَنْ کَانَ فَاسِقًا خَوَّانًا
سَوْفَ یُجْزٰی الْوَلِیْدُ حَزَنًا وَنَارًا	وَعَلِیٌّ لَاشَكَّ یُجْزٰی جِنَانًا
فَعَلِیٌّ یَلْقٰی لَدَی الْعَرْشِ عِزًّا	وَوَلِیْدٌ یَلْقٰی هُنَاكَ هَوَانًا

معنی بیت اول۔ اللہ تعالیٰ نے کتاب خدا کو علیؑ کے باب میں اور ولید کے باب میں ساتھ ساتھ نازل فرمایا۔
" **دوم**۔ پس ولید اس سے فسق کے واسطے مہیّا ہوا۔ اور امیرالمومنینؑ ایمان کے واسطے مہیّا ہوئے۔
" **سوم**۔ جو شخص کہ مومن اور خدا کا شناسا ہو۔ وہ اس شخص کی مانند نہیں جو فاسق اور خیانت کرنیوالا ہو۔
" **چہارم**۔ ولید کو عنقریب غم اور آتش دوزخ کی جزا ملے گی۔ اور بیشک علیؑ کو بہشت جزا میں ملے گی۔
" **پنجم**۔ پس علیؑ عرش کے نزدیک عزّت سے ملاقی ہوں گے اور ولید وہاں خواری اور ذلّت سے ملاقات کریگا۔

مؤلف۔ کہتا ہے کہ ولید کی شراب خوری کا قصّہ جو ۳۰ھ ہجری میں ظاہر ہُوا۔ اکثر تاریخوں مثل اعثم کوفی اور روضۃ الاحباب میں بھی مفصل طور پہ مرقوم ہے۔

منقبت۔ قولہ تعالیٰ۔ یَا اَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ وَاللّٰهُ یَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ (مائدہ) **یعنی** اے وہ شخص کہ تو نبیؐ مرسل ہے جو کچھ تیرے پروردگار کی طرف سے تجھ پر نازل ہُوا ہے۔ اس کو پہنچا دے۔ اور اگر تو یہ کام نہ کرے تو بیشک تو نے اپنے کردگار کے پیغام اور رسالت کو نہ پہنچایا ہوگا۔ فرمان بجالا کہ حق سبحانہٗ تجھ کو لوگوں کی بدی اور ضرر سے محفوظ اور مصئون رکھے گا۔

حلیۃ الاولیاء اور تفسیر ثعلبی میں براء بن عازب سے روایت ہے کہ جب آیہ مذکورہ مقام غدیر خم میں جو مکّہ اور مدینہ کے مابین ہے۔ نازل ہُوا تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منبر پر تشریف لے جاکر فرمایا۔ مَنْ کُنْتُ مَوْلَاهُ فَهٰذَا عَلِیٌّ مَوْلَاهُ۔ **یعنی** جس شخص کا میں مولا اور خداوند ہوں۔ پس یہ علی۔ اس کا مولا اور خداوند ہے۔ اس وقت عمر بن خطاب نے کہا۔ یَا عَلِیُّ اَصْبَحْتَ مَوْلَایَ وَمَوْلٰی کُلِّ مُؤْمِنٍ وَّمُؤْمِنَةٍ **یعنی** اے علیؑ تم کو مژدہ اور بشارت ہو کہ میرے اور تمام مومن مردوں اور مومنہ عورتوں کے خداوند ہو گئے۔

اور حافظ ابن مردویہ **مناقب** میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ عبداللہ بن مسعود بیان کرتے ہیں کہ ہم عہد رسولِ خدا میں اس آیت کو اس طرح پڑھا کرتے تھے۔ یَا اَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ اَنَّ عَلِیًّا مَوْلَی الْمُؤْمِنِیْنَ **یعنی** اے رسولؐ جو کچھ تیرے پروردگار کی طرف سے تجھ پر نازل ہوا ہے کہ بیشک علیؑ مومنوں کا خداوند اور آقا ہے۔ لوگوں کو پہنچا دے۔

نیز ابن مردویہ ابن عباس اور زید بن علی سے روایت کرتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو حکم دیا۔ کہ امیر مومنان کے فضل و کمال کو ظاہر کرے۔ اور اس کے باب میں جو کچھ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ بیان کرے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عرض کی۔ اے پروردگار میری قوم امور جاہلیت کے قریب اور حدیث العہد یعنی تازہ مسلمان ہیں اس حکم کی تاب نہ لائیں گے۔ بعد ازاں اس منزل سے گذر کر مکہ معظمہ کی طرف تشریف لے گئے۔ اور حج سے فارغ ہوکر مراجعت فرمائی۔ اور غدیر خم کی منزل میں نزول فرمایا حق سبحانہٗ نے آیہ مذکورہ بھیجا پس حضرت امیرالمومنین کا بازوئے مبارک اپنے دستِ حق پرست میں تھامے باہر تشریف لائے۔ اور منبر پر تشریف لے گئے۔ اور توحید باری تعالیٰ کے ادا کرنے کے بعد اصحاب مستطاب کی طرف مخاطب ہوکر فرمایا۔ اَلَسْتُ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِکُمْ یعنی کیا میں اے مومنو! تمہارے نفسوں سے بہتر نہیں ہوں؟ انہوں نے عرض کی۔ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ آپ ہر طرح سے ہم سے اولیٰ تر ہیں۔ اس وقت زبانِ معجز بیان سے فرمایا۔ مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ اَللّٰھُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاہُ وَ عَادِ مَنْ عَادَاہُ وَاَعِنْ مَنْ اَعَانَہٗ وَاخْذُلْ مَنْ خَذَلَہٗ وَانْصُرْ مَنْ نَصَرَہٗ۔ **یعنی** جس شخص کا کہ میں مولا اور خداوند ہوں پس علیؑ اس کا مولا اور خداوند ہے۔ اے بارِ خدا تو اس شخص کو دوست رکھ جو علیؑ کو دوست رکھے۔ اور دشمن رکھ اس شخص کو جو علیؑ کو دشمن رکھے۔ اور مدد کر اس شخص کی جو علیؑ کی مدد کرے۔ اور چھوڑ دے اس شخص کو جو علیؑ کو چھوڑ دے۔ اور نصرت کر اس شخص کی جو علیؑ کی نصرت کرے۔ **راوی** بیان کرتا ہے۔ خدا کی قسم اس آیہ کریمہ اور حدیث نبویؐ کے موافق امیرالمومنین کی ولایت صحابہ اور دیگر تمام اہلِ اسلام کی گردن پر واجب اور فرض ہوگئی۔

نظم

روا ز برائے سرِ دینِ خویش تاجے ساز زخاک پائے جوانمرد وآل من والاہ

زدل عداوتِ او دور دار تا نہ خوری زتیغ لفظ نبیؐ زخم عاد من عاداہ

نیز مناقب ابن مردویہ میں ابن ہارون عبدی سے منقول ہے۔ وہ بیان کرتا ہے کہ میری رائے اور اجتہاد خوارج کی رائے کی طرف مائل تھا۔ یہاں تک کہ میں نے ابو سعید خدریؓ سے سُنا کہ وہ کہتے تھے ہیہات ہیہات۔ لوگ چھ فرضوں پر مامور ہوئے تھے۔ پانچ پر تو عمل کیا۔ اور ایک فرض کو جہالت سے ترک کرکے راہِ ضلالت پر پڑ گئے۔ ایک شخص نے پوچھا وہ پانچ فرض کون سے ہیں۔ جواب دیا۔ **کلمۂ طیبہ**۔ نماز۔ زکوٰۃ۔ حج اور ماہِ رمضان کے روزے۔ سائل نے پوچھا کہ وہ ایک فرض

کونسا ہے۔جس کو لوگوں نے ترک کر دیا ہے۔ابوسعید خدری نے جواب دیا کہ ولایت علیؑ بن ابی طالبؑ اس شخص نے کہا کہ امیر کی دوستی کیا ان پانچ فرضوں کے ساتھ فرض کی گئی ہے؟ انہوں نے فرمایا۔ہاں۔اس مرد نے کہا۔تب تو لوگ کافر ہو گئے ہوں گے۔کہ مرتضیٰ علیؑ کی ولایت کا حق بجا نہیں لائے ہیں۔ابوسعید رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔اس میں میرا کیا گناہ ہے؟ **نظم**

لمؤلفہ

سرمایۂ زندگانیم حُبِّ علیؑ است — پیرایۂ شادمانیم حُبِّ علی است!

حاجی سوئے کعبہ رفت ومن سوئے نجف — چوں کعبۂ جاودانیم حُبِّ علی است

ایضاً لہٗ

پروانۂ انوارِ جمالِ علیمؑ — دیوانۂ اسرارِ کمالِ علیمؑ

از جملہ جہانیاں بریدہ کشتی — واللہ کہ طالبِ وصالِ علیمؑ

منقبت[۱۴]۔ قولہ تعالیٰ۔اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا۔ (مائدہ)

یعنی آج میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو کامل کیا۔اور تم پر اپنی نعمت تمام کی۔اور تمہارے واسطے دینِ اسلام پر راضی ہُوا۔ **مناقب** ابن مردویہ میں ابوسعید خدری سے مروی ہے کہ آیہ کریمہ غدیرِ خم کے روز اس وقت نازل ہُوا۔جبکہ سیّد المرسلینؐ نے امیرالمومنینؑ کا ہاتھ پکڑ کر اُٹھایا پس نازل ہونے کے وقت فرمایا۔
اَللّٰہُ اَکْبَرُ باکمال الدین واتمام النعمۃ ورضا الرب برسالتی وولایۃ علیؑ۔

نظم لمؤلفہ

آنکس کہ بمصطفےٰ نخستیں یاراست — آنکس کہ دلش خزینۂ اسراراست

آنکس کہ بجمیع مومناں سرداراست — سلطانِ دوکون حیدرِ کراراست

نظم ایضاً

یکتائی و پاکی بخدا مے زیبد — سلطانی عالم بقا مے زیبد

محبوبی او بمصطفےٰ مے زیبد — شاہی جہاں بہ مرتضیٰ مے زیبد

منقبت[۱۵] قولہ تعالیٰ۔اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَاجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَجَاهَدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَوٗنَ عِنْدَ اللّٰهِ (توبہ) کیا تم نے حاجیوں کو پانی پلانا اور مسجد الحرام کو آباد کرنا اس شخص کی مانند قرار دیا ہے۔جو اللہ پر اور روزِ قیامت پر ایمان لائے اور راہِ خدا میں جہاد کرے وہ اللہ کے نزدیک برابر نہیں ہیں) واحدی نے اسبابِ نزول میں روایت کی ہے کہ امیرالمؤمنین علی اور عباس اور طلحہ بن شیبہ نے فخر کیا۔اور اپنے اپنے کارنامے بیاں کئے۔عباسؓ نے کہا۔میں صاحبِ سقایہ ہوں یعنی حاجیوں کو پانی پلانا مجھ سے متعلق ہے۔**طلحہ** نے کہا۔میں خانہ کعبہ کا مجاور ہوں۔اور اُس کی کنجی میرے ہاتھ میں ہے۔امیرالمؤمنینؑ نے فرمایا۔میں نہیں جانتا۔تم کیا کہتے ہو؟ میں نے سب لوگوں سے پہلے رسُولؐ خدا کے ساتھ نماز پڑھی ہے۔اور میں ہوں صاحب جہاد۔اس وقت حق تعالیٰ نے آیۂ مذکورہ بھیجا۔اور اس

آیہ کریمہ کی تفسیر یہ ہے۔ کہ کیا تم نے حاجیوں کو پانی دینے اور مسجد حرام کے آباد کرنے کو اس شخص کی مثل قرار دیا ہے۔ جو خدا اور روزِ آخرت پر ایمان لایا ہے۔ اور اس نے راہِ خدا میں جہاد کیا ہے۔ یہ صفتیں خدا کے نزدیک برابر نہیں ہیں۔ بعد ازاں مزید تشریح کی وجہ سے ارشاد فرمایا۔ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَھَاجَرُوْا وَجَاھَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ بِاَمْوَالِھِمْ وَاَنْفُسِھِمْ اَعْظَمُ دَرَجَۃً عِنْدَ اللّٰہِ وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْفَائِزُوْنَ یُبَشِّرُھُمْ رَبُّھُمْ بِرَحْمَۃٍ مِّنْہُ وَرِضْوَانٍ وَّجَنّٰتٍ لَّھُمْ فِیْھَا نَعِیْمٌ مُّقِیْمٌ خَالِدِیْنَ فِیْھَا اَبَدًا اِنَّ اللّٰہَ عِنْدَہٗ اَجْرٌ عَظِیْمٌ (توبہ) **یعنی** جو لوگ کہ ایمان لائے ہیں اور انہوں نے اپنے مالوں اور جانوں سے راہ خدا میں مہاجرت اور جہاد کیا ہے۔ خدا کے نزدیک ان کا درجہ دوسرے لوگوں سے عظیم تر ہے اور یہی لوگ فائز اور رستگار ہیں۔ انکا پروردگار ان کو اپنی رحمت اور خوشنودی اور بہشتوں اور لذتوں کی خوشخبری اور بشارت دیتا ہے۔ جہاں ان کے لئے قائم رہنے والی نعمتیں ہیں۔ درانحالیکہ وہ لوگ ان بہشتوں میں ہمیشہ رہیں گے۔ بیشک اللہ کے نزدیک بڑا اجر حاصل ہے۔

واحدی ان آیات مذکورہ کے درج کرنے کے بعد کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے علی مرتضیٰؑ کو اپنے دعویٰ میں سچا کیا۔ اور اس کے لئے ایمان اور مہاجرت اور جہاد کی گواہی دی۔ اور اس کو تزکیہ کر کے تعریف کی۔ اور اُس کی منزلت کو رفیع اور بلند کیا۔ کیونکہ اُس کی شان میں ایسی آیات نازل کیں۔ اور اُس کا مرتبہ اس مقام پر پہنچایا کہ نبیؐ کے بعد کوئی شخص اس درجہ پر نہیں پہنچتا۔

منقبت ۔ قولہ تعالیٰ۔ اِنِّیْ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا قَالَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ قَالَ لَایَنَالُ عَھْدِی الظّٰلِمِیْنَ۔ (بقرہ ۱۵) ۔ **یعنی** خدا حضرت ابراہیمؑ سے خطاب کرتا ہے اور اصطفا اور امتنان و احسان کے طور پر فرماتا ہے کہ میں نے تجھ کو خلائق کا امام اور پیش رو بنایا۔ ابراہیم علیہ السلام نے خالق بیچوں سے عرض کی کہ میری ذریّت اور اولاد کو بھی ایسا ہی کر۔ حق تعالیٰ نے فرمایا۔ میرا عہد و پیمان جو امامت اور خلافت ہے تیرے اُن فرزندوں کو نہ پہنچے گا۔ جو بت پرست ہوں گے۔ **حمیدی** عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہٗ سے روایت کرتا ہے۔ کہ سیّد المرسلینؐ نے اس آیت کے شانِ نزول میں فرمایا ہے کہ ابراہیمؑ کی دعا اور درخواست جو اپنی ذریّت کے لئے فرمائی تھی منتہی ہو کر اس امام کو پہنچی۔ جس نے ہرگز کسی بُت کے آگے سجدہ نہیں کیا۔ اسی سبب سے حق تعالیٰ نے مجھ کو پیغمبر مرسل بنایا۔ اور علیؑ کو میرا وصی مقرر کیا۔

منقبت ۔ قولہ تعالیٰ۔ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَکُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ (توبہ) **یعنی** اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو۔ راہِ خدا میں پرہیزگار رہو۔ اور راست گویوں کے ہمراہ رہو۔ **ابن مردویہ** اور اخطب خطبا خوارزم اپنی مناقب میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا۔ **یعنی** جناب امیر اور ان کے اصحاب کے ساتھ رہو۔ کیوں کہ حدیث نبوی کے موافق (اس آیت میں)

صادقین امیرالمؤمنین اور ان کے اصحاب عالی جناب سے کنایہ ہے۔

نظم۔ (المؤلف)　شاہنشہ اصفیا علیؑ ولی است　سر حلقۂ اولیا علیؑ ولی است

والله که بے ریا علیؑ ولی است　محبوب و محب و عین ذات احمدؐ

منقبت ۱۸۔ قوله تعالیٰ اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّ لِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ۔ **یعنی** اے محمدؐ تو صرف ڈرانے والا ہے۔ اور ہر قوم کے لئے ایک ہادی اور راہنما ہے۔ (رعد ع۱)

محدث۔ حنبلی اپنی مسند میں اور شیرویہ فردوس الاخبار میں اور ابن مردویہ اپنی مناقب میں ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں۔ حنبلی کی روایت یہ ہے کہ جب آیۂ مذکورہ نازل ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے سینہ مبارک پر ہاتھ رکھ کر فرمایا مُنذِر اور ڈرانے والا میں ہوں۔ اور اپنے ہاتھ سے علیؑ مرتضیٰ کے کندھے کی طرف اشارہ کر کے فرمایا۔ یا علیؑ خلقت کا ہادی اور رہنما تو ہے۔ اور میرے بعد تیرے سبب سے لوگ راستہ پائیں گے۔ **اور** فردوس الاخبار کی روایت یہ ہے کہ جب آیۂ مذکورہ ہوا۔ تو آنحضرتؐ نے فرمایا میں مُنذِر ہوں اور علیؑ ہادی ہے۔ اور اے علیؑ اہل ہدایت تیرے ذریعے اور واسطے سے ہدایت پائیں گے نہ کہ تیرے غیر کے واسطے سے۔ **اور** ابن مردویہ کی روایت یہ ہے کہ آنحضرت نے اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ۔ پڑھا اور اپنے ہاتھ سے اپنی طرف اشارہ فرمایا لِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ۔ پڑھ کر جناب امیرؑ کی طرف اشارہ کیا۔ اور فرمایا۔ ہدایت یافتہ لوگ میرے بعد تیرے سبب سے رستہ پائیں گے۔

نظم۔ (مولف)　که دوستی زرہ صدق با خدا دارم　اگر تمام جہان دشمن است نیست غمے

دلے چہ غم کہ شفیعے چو مصطفیٰؐ دارم　اگرچہ موئے بموئے عاصی وگنہگارم

کہ رہنما بہ حق چو مرتضیٰؑ دارم　مرا بہ خضر و بہ کس نیست حاجتے **کشفی**

منقبت ۱۹۔ قوله تعالیٰ۔ وَاِنِّيْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰى (طٰہٰ ع۴) اور بیشک میں ضرور بخشنے والا ہوں اس شخص کو جو توبہ کرے اور ایمان لائے۔ اور عمل نیک کرے پھر ہدایت پائے **صواعق محرقہ** میں امام جعفر صادق رضوان اللہ علیہ اور ثابت شیبانی سے مروی ہے کہ ثم اھتدیٰ سے اہلبیتؑ کی پیروی مراد ہے۔ **اور** مسند احمد بن حنبل۔ کتاب شفا۔ دستور الحقائق اور ہدایت السعداء میں امیرالمؤمنینؑ سے روایت ہے کہ آنجنابؑ نے فرمایا کہ آنحضرتؐ نے حسنین علیہم السلام کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا مَنْ اَحَبَّنِيْ وَاَحَبَّ هٰذَيْنِ وَاَبَاهُمَا وَاُمَّهُمَا كَانَ مَعِيَ فِيْ دَرَجَتِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ **یعنی جو شخص** مجھ کو اور ان دونوں کو اور ان کے ماں اور باپ کو دوست رکھے۔ وہ روز قیامت میرے ساتھ میرے درجے میں ہوگا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ کان معی فی درجتی (میرے ساتھ میرے درجہ میں ہوگا) سے قرب شہود کی معیت مراد ہے اور بعض نے قرب و شہود کے ساتھ مکان

اور منزل کی معیت مراد لی ہے ۔ اور ثبوت میں مَنْ اَحَبَّ قَوْماً فھو منھم (جو کوئی کسی قوم کو دوست رکھے وہ انہی میں سے ہوتا ہے) کو پیش کیا ہے ۔

منقبت۔ قولہ تعالیٰ ۔ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا (احزاب) خدا کا یہی ارادہ ہے کہ اے اہلِ بیتؑ تم سے رجس کو دور کرے اور تم کو پاک کرے جو پاک کرنے کا حق ہے ۔ **صواعق محرقہ** میں مروی ہے کہ تمام مفسرین اس پر متفق ہیں کہ آیۂ مذکورہ علیؑ مرتضیٰ سیدۃ النساؑ اور حسنین کی شان میں نازل ہُوا ہے ۔ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آیۂ مذکورہ کے نازل ہونے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی چادر ان پر اُڑھا کر یوں دُعا کی ۔ اَللّٰھُمَّ ھٰؤُلَآءِ اَھْلُ بَیْتِیْ وَخَاصَّتِیْ اِذْھَبْ عَنْھُمُ الرِّجْسَ وَطَھِّرْھُمْ تَطْھِیْرًا ۔ **یعنی** اے بارِ خدا یہ لوگ میرے اہلِ بیت اور میرے خاصہ ومخصوص ہیں ان سے رجس کو دُور کر ۔ اور ان کو پاک کر ۔ جو پاک کرنے کا حق ہے ۔ **اور** بموجب ایک روایت کے فرمایا ۔ اَلَا مَنْ اٰذٰی قَرَابَتِیْ فَقَدْ اٰذَانِیْ وَمَنْ اٰذَانِیْ فَقَدْ اٰذَی اللّٰہَ ۔ **یعنی** آگاہ اور خبردار ہو ۔ کہ جو کوئی میرے اہلِ بیت کو ایذا دے پس بیشک اس نے مجھ کو ایذا دی ۔ اور جو کوئی مجھ کو ایذا دے ۔ اس نے خدا کو ایذا دی ہے ۔ اور بموجب ایک اور روایت کے آنحضرتؐ نے فرمایا ۔ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَایُؤْمِنُ عَبْدٌ بِیْ حَتّٰی یُحِبَّنِیْ وَلَا یُحِبُّنِیْ حَتّٰی یُحِبَّ ذَوِیْ قُرْبٰی **یعنی** قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے ۔ کہ کوئی شخص ایمان نہیں لاتا جب تک کہ مجھ کو دوست نہ رکھے ۔ اور کوئی شخص مجھ کو دوست نہیں رکھتا جب تک کہ میرے اہلِ بیت کو دوست نہ رکھے ۔

اور صحیح مسلم ۔ مصابیح اور مشکوٰۃ میں ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے اور تفسیر ثعلبی اور فصل الخطاب میں ابن عباس مقاتل سے روایت ہے کہ آیۂ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ ۔ کے نازل ہونے کے بعد آنحضرتؐ سیاہ بالوں کی چادر اوڑھے تھے ۔ کہ امیرالمومنینؑ علی ۔ فاطمہ زہراؑ اور حسنینؑ آئے ۔ حضرتؐ نے ان کو اس چادر کے نیچے لے کر آیۂ مذکورہ کو تلاوت فرمایا ۔

منقبت۔ قولہ تعالیٰ ۔ فَمَنْ حَآجَّکَ فِیْہِ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَکَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَکُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَکُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَکُمْ ثُمَّ نَبْتَھِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰہِ عَلَی الْکٰذِبِیْنَ ۝ (آل عمران) پس جو کوئی اس کے باب میں تیرے پاس علم آنے کے بعد جھگڑا کرے ۔ پس تو کہہ کہ آؤ ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں اور تم اپنے بیٹوں کو بلاؤ ۔ اور ہم اپنی عورتوں کو بلائیں اور تم اپنی عورتوں کو بلاؤ ۔ اور ہم اپنے نفسوں کو بلائیں اور تم اپنے نفسوں کو بلاؤ ۔ اور پھر مباہلہ کریں اور جھوٹوں پر خدا کی لعنت کریں ۔

صحیح مسلم مصابیح اور مشکوٰۃ میں سعد وقاص سے مروی ہے ۔ وہ بیان کرتا ہے کہ جب آیۂ مذکورہ نازل ہُوا ۔ سیدِ انبیاؐ نے مرتضیٰ علیؑ ۔ فاطمہؑ اور حسنینؑ کو طلب کر کے فرمایا ۔ ھٰؤُلَآءِ اَھْلُ بَیْتِیْ ۔ **اور**

صواعق محرقہ اور کشاف زمخشری میں مرقوم ہے کہ اس آیت سے بڑھ کر آلِ عبا کے افضل ہونے پر اور کوئی قوی اور زبردست دلیل نہیں ہے۔ اور آلِ عبا سے مرتضیٰ علیؑ۔ فاطمہؑ اور حسنینؑ مراد ہیں۔ کیونکہ رسولؐ نے اس آیت کے نزول کے بعد مباہلہ کے وقت ایک پہلو میں حسنؑ کو۔ اور دوسرے پہلو میں حسینؑ کو اور مُنہ کے سامنے مرتضیٰ علیؑ کو۔ اور پیٹھ کے پیچھے فاطمہؑ کو جگہ دی[1] تھی۔ پس معلوم ہُوا۔ کہ حق سبحانہ نے مرتضیٰ علیؑ کو نفسِ پیغمبرؐ اور اُن کی اولاد اور ذرّیت کو آنحضرتؐ کے ابناء اور نساء فرمایا ہے۔

منقبت[۲۲]۔ قولہ تعالیٰ۔ اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا (احزاب) **یعنی** اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبیؐ پر صلوٰۃ بھیجتے ہیں۔ اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو تم نبیؐ پر صلواۃ و سلام بھیجو۔ **صواعق** محرقہ میں کعبؓ سے روایت ہے کہ آیۂ مذکورہ کے نازل ہونے کے بعد صحابہ نے عرض کی۔ یا رسولؐ اللہ۔ آپ تعلیم فرمائیں کہ ہم آپ پر کیوں کر صلوٰۃ و سلام بھیجیں۔ فرمایا کہو اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ۔ **اور** حاکم کی روایت میں ہے کہ صحابہ نے رسولؐ خدا سے پوچھا کہ ہم آپ پر اور آپ کے اہلِ بیتؑ پر کیوں کر صلواۃ بھیجیں۔ فرمایا کہو۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ **راوی** کہتا ہے کہ صحابہ کے سوال اور حضرت رسولؐ کے جواب کی بناء پر نصِ قطعی کے بموجب ظاہرا دلیل اس امر پر ہے کہ صلوٰۃ کا حکم اہلِ بیت اور بقیہ آل کے لئے ہے **منقول** ہے کہ صحابہ میں سے ایک شخص نے وَعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ۔ کہا۔ یہ سُن کر آنحضرتؐ نے فرمایا۔ مَنْ فَارَقَ بَیْنِیْ وَبَیْنَ اٰلِیْ بِعَلٰی فَلَیْسَ اُمَّتِیْ۔ (جو کوئی مجھ میں اور میری آل میں لفظ علی[2] سے جدائی ڈالے پس وہ میری امت سے نہیں۔)

منقبت[۲۳]۔ قولہ تعالیٰ سَلٰمٌ عَلٰٓی اٰلِ یٰسِیْنَ۔ سلام ہو آل لیس پر) **نیز** صواعق میں مرقوم ہے کہ مفسرین کی جماعت نے ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ آیۂ مذکورہ سے آلِ محمدؐ پر سلام مراد ہے۔ اور بعض قائل ہیں کہ الیاسؑ پیغمبر مراد ہے کیونکہ الیاسین بھی وارد ہُوا ہے۔ جیسے میکائیل و میکال لیکن پہلا قول اصح یعنی سب سے صحیح ہے۔

منقبت[۲۴]۔ قولہ تعالیٰ۔ وَمَا کَانَ اللّٰہُ لِیُعَذِّبَھُمْ وَاَنْتَ فِیْھِمْ (انفال) **یعنی** اللہ تعالیٰ نے اس جماعت پر عذاب نہیں کیا ہے۔ جن میں تو موجود ہو۔ **نیز** صواعق محرقہ میں منقول ہے کہ اَنْتَ فِیْھِمْ (تو ان میں ہو) سے مراد اہلبیتؑ اہلِ زمین کے لئے امان ہیں۔ **چنانچہ** آنحضرت نے فرمایا ہے۔ اَلنُّجُوْمُ اَمَانٌ لِاَھْلِ السَّمَآءِ وَاَھْلُ بَیْتِیْ۔

---

[1] اکثر روایات میں وارد ہے کہ آگے جناب رسالتمآبؐ۔ دائیں جانب حسنؑ اور بائیں جانب حسینؑ پیچھے جناب فاطمہؑ اور ان کے پیچھے علی مرتضیٰؑ مباہلہ میں تشریف لے گئے تھے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

[2] اہلِ تحقیق کے نزدیک علیٰ نہیں علیؑ ہے۔ مترجم۔

اَمَانٌ لِاُمَّتِیْ یعنی جس طرح اہلِ آسمان نجوم یعنی ستاروں کے وجود سے قائم ہیں۔ اسی طرح اہلِ زمین میرے اہلبیت کے وجود سے قائم ہیں۔ یعنی دنیا کا قائم رہنا میرے اہل بیت علیہم السلام کے وجود ذی جود سے وابستہ ہے۔

منقبت ۲۵۔ قولہ تعالیٰ۔ وَلَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰی (الضحیٰ) یعنی حق تعالیٰ اپنے حبیبؐ سے احسان کا وعدہ کرتا ہے۔ اور ارشاد فرماتا ہے۔ اے محمدؐ تیرا پروردگار تجھ کو بیشک اس قدر عطا فرمائے گا۔ کہ تو راضی ہو جائے۔ نیز صواعق محرقہ میں مرقوم ہے کہ قرطبی نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ رسول اللہؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ کہ میرے پروردگار نے مجھ سے یہ وعدہ فرمایا ہے کہ جو کوئی خدائے عزّ وجلّ کی توحید اور میری نبوّت اور علی و فاطمہ و حسن و حسین علیہم السلام (جو میرے اہلبیت ہیں) کی ولایت کا اقرار کرے بیشک اس کو قیامت کے دن عذاب نہ کیا جائے گا۔

منقبت ۲۶۔ قولہ تعالیٰ۔ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا (مریم) یعنی جو لوگ کہ ایمان لائے اور عمل صالح بجا لائے۔ جلدی ہی ایسا ہو گا کہ حضرت رحمٰن اُن کے واسطے ایک محبت پیدا کرے **مناقب** خطیب میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ یہ آیت امیرالمومنینؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ کہ پروردگار عالمین نے اس جناب کے واسطے مومنوں کے دلوں میں محبّت اور مودت پیدا کی ہے۔ **اور** ابن مردویہ نے اپنے مناقب میں براء ابن عازب سے روایت کی ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علیؑ سے فرمایا یا علیؑ۔ یوں دُعا کرو۔ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِیْ عِنْدَكَ عَهْدًا وَاجْعَلْ لِیْ عِنْدَكَ وُدًّا وَاجْعَلْ لِیْ فِیْ صُدُوْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ مَوَدَّةً۔ یعنی اے خدا اپنے نزدیک عہد اور محبّت قرار دے۔ اور میرے لئے مومنوں کے سینوں میں مودت پیدا کر۔ فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰیَةُ۔ اس وقت یہ آیۂ نازل ہُوا۔

منقبت ۲۷۔ قولہ تعالیٰ۔ وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْئُوْلُوْنَ (صٰفّٰت ع ۲) یعنی قیامت کے دِن حکم ہوگا۔ کہ خلقت کو کھڑا کرو۔ کہ اُن سے پوچھا جائے گا۔ **مناقب** ابن مردویہ میں ابن عباسؓ سے اور **مُسند** احمد بن حنبل میں ابو سعید خدریؓ سے منقول ہے۔ کہ خلائق سے علیؑ ابن ابی طالب کی دوستی کی بابت سوال کیا جائے گا۔

فردوس الاخبار میں ابن عباسؓ اور ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے کہ رسولؐ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ کہ قول حق تعالیٰ کے معنی یہ ہیں۔ یُسْئَلُوْنَ عَنِ الْاِقْرَارِ بِوَلَایَةِ عَلِیِّ بْنِ ابیطالب۔ یعنی علیؑ ابن ابی طالب کی ولایت کے اقرار کرنے کی بابت لوگوں سے سوال کیا جائے گا۔

مؤلف کہتا ہے کہ بعض کتب احادیث میں دیکھا گیا ہے کہ تمام انبیاؑ نے شب معراج میں قاب قوسین سیّد الثقلینؐ سے کہا۔ کہ ہم سب لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔ کی شہادت پر اور آپ کی نبوّت اور علیؑ بن ابی طالب کی ولایت کے اقرار کرنے پر مبعوث ہوئے۔

منقبت ۲۴ ۔ قولہ تعالیٰ ۔ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِکَ ھُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّۃِ ؁ (بیّنہ)

مناقب ابن مردویہ اور خطیب خوارزم میں زید بن شرحبیل انصاری سے جو امیر المومنین کا کاتب تھا۔ مروی ہے کہ میں نے علیٔ مرتضیٰ سے سُنا کہ فرماتے تھے کہ رسولِ خدا نے مجھ سے ارشاد فرمایا۔ درآنحالیکہ وہ جناب میرے سینہ پر تکیہ لگائے ہوئے تھے۔ اے بھائی کیا تو نے خدا تعالیٰ کا قول نہیں سُنا کہ فرمایا ہے۔ کہ جو لوگ ایمان لائے۔ اور انہوں نے اعمال صالح کئے۔ وہ گروہ بہترین مخلوقات ہیں۔ وہ تو اور تیرے محب ہیں۔ اور میرا اور تمہارا وعدہ گاہ حوض کوثر ہے۔ اور جس وقت کہ تمام اُمتیں محاسبہ کے واسطے زانو کے بل آئیں گی۔ اس وقت تم بلائے جاؤ گے درآنحالیکہ تمہارے ہاتھ پاؤں اور پیشانی نورانی ہوگی۔ اور خطیب خوارزم نے ایک اور روایت جابر بن عبداللہ انصاری سے نقل کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس صحابہ کبار کی ایک جماعت حاضر تھی۔ کہ مرتضیٰ علیؑ وہاں آئے۔ فرمایا کہ میرا بھائی تمہاری طرف آیا۔ بعد ازاں اُن کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا۔ **اس ذات کی قسم ہے۔ جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ یہ اور اس کے محب قیامت کے روز رستگار ہیں۔ اور یہ خدا پر ایمان لانے میں تم سے سابق اور اول اور خدا کے عہد و پیمان پر وفا کرنے میں تم سب سے پیشتر۔ اور خدا کے حکم پر قیام کرنے میں تم سب سے بہتر۔ اور رعیت کے حق میں تم سب سے بڑھ کر عادل۔ اور از روئے زیادتی اور مزیت خدا کے نزدیک تم سب سے نیکوتر ہے۔** جابر کہتے ہیں کہ آیۂ مذکورہ کے نازل ہونے کے بعد جب مرتضیٰ علیؑ آتے۔ اصحاب رسول کہتے جَآءَ خَیْرُ الْبَرِیَّۃِ۔ یعنی بہترین مخلوقات آیا۔ **قطعہ**

گر پرسدت کسے کہ علیؑ را نظیر ہست ۔۔۔ با او بگو کہ آب بوئے گلاب نیست!

در نزد کبد یا بجز از ختم انبیاؐ ۔۔۔ کس را مقام و منزلتِ بو تراب نیست

منقبت ۔ قولہ تعالیٰ ۔ اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَّنَھَرٍ فِیْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِیْکٍ مُّقْتَدِرٍ ؁ (قمر)

یعنی پرہیزگار لوگ بڑی قدرت والے بادشاہ کے پاس صدق کی نشستگاہ میں بہشتوں اور بہتی ندیوں میں ہیں **مناقب** ابن مردویہ میں جابرؓ انصاری سے مروی ہے کہ ایک روز رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آپ کے اصحاب نے جنّت کو یاد کیا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ کہ اہلِ جنت میں سے پہلے جو شخص جنت میں داخل ہوگا۔ وُہ علیؑ بن ابی طالب ہے۔ ابو دجانہ انصاری نے عرض کی۔ یا رسول اللہ! آپ نے ہم کو خبر دی ہے کہ جنّت انبیا پر حرام ہے جب تک میرا گذر جنت میں نہ ہو۔ اور تمام اُمتوں پر جنّت حرام ہے۔ جب تک کہ میری امامت داخل نہ ہو۔ فرمایا۔ ہاں کیا تجھ کو معلوم نہیں ہے کہ خدائے عزّوجلّ کا ایک لوا (علم) نور کا ہے اور ایک عمود (ستون) یاقوت کا ہے۔ جس پر لکھا ہے۔

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَاٰلُ مُحَمَّدٍ خَیْرُ الْبَرِیَّۃِ × وَصَاحِبُ اللِّوَآءِ وَاِمَامُ الْقِیَامَۃِ

عَلِیُّ بْنُ اَبِیْطَالِبٍ (خدا کے سوا کوئی قابلِ عبادت نہیں۔ اور محمدؐ خدا کا رسول ہے۔ اور محمدؐ کی آل تمام مخلوقات سے بہتر ہے۔ اور اس علم کا مالک اور قیامت کا امام علیؑ بن ابی طالب ہے) جابر کہتے ہیں کہ جب نبیؐ نے ولیؑ کو اس منقبت سے خوش اور شادماں فرمایا۔ تو علیؑ مرتضیٰ نے عرض کی۔ خدا کا شکر و احسان ہے۔ جس نے آپ کے طفیل سے ہم کو مکرم اور مشرف فرمایا۔ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔ اے میرے بھائی! تجھ کو بشارت ہو۔ جو شخص اپنے آپ کو تیری محبت سے منسوب کرے۔ اور تیری مودت کو ثابت اور متحقق کرے۔ حق سبحانہٗ تعالیٰ قیامت کے روز اس کو ہمارے ہمراہ محشور کرے گا۔ اس وقت یہ آیت پڑھی۔ فِیْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِیْكٍ مُّقْتَدِرٍ (قمر ۵۵)

اور مناقب خطیب میں جابر سے مروی ہے کہ رسولؐ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مرتضیٰ علیؑ سے فرمایا جو شخص تجھ کو دوست رکھے۔ اور تجھ سے تولا کرے۔ حق تعالیٰ اس کو ہمارے ہمراہ ہماری منزل میں ساکن کرے گا۔ بعد ازاں آیۂ مذکورہ تلاوت فرمایا۔

نظم (مولف)

تا چند خراب ہمچو خاشاک و خسی وز فرط ہوس بہر طرف چوں مگسی
گر قربِ الٰہ خواہی اے سالکِ راہ رو دوستی علیؑ گزیں تا بہ رسی

منقبت ۳۰۔ قولہ تعالیٰ۔ وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ فِیْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ ۝ (واقعہ ۱)

مناقب خطیب اور کشف الغمہ میں ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ میں نے رسولؐ سے اس آیۂ کریمہ کے معنی پوچھے فرمایا جبرئیلؑ نے مجھ سے کہا۔ وہ علیؑ اور اس کے محب ہیں۔ جو جنت میں سابق اور پیش رو ہیں اور خدا کے نزدیک مقرب ہیں۔ اس کرامت اور بزرگی کی وجہ سے جو ان کو حاصل ہے۔

منقبت ۳۱۔ قولہ تعالیٰ۔ اِنَّ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ عَنِ الصِّرَاطِ لَنٰكِبُوْنَ (مومنون ۲۳) **یعنی** جو لوگ کہ قیامت پر ایمان نہیں لاتے ہیں۔ وہ (صراط) سیدھی راہ سے الگ ہیں + **محدث** حنبلی فرماتے ہیں صراط سے محمدؐ اور آل محمدؐ مراد ہے۔ اور ابن مردویہ نے امیرالمومنینؑ سے روایت کی ہے۔ کہ آنجناب نے فرمایا۔ جو لوگ کہ ایمان سے بہرہ نہیں رکھتے۔ وہ ہماری ولایت سے الگ اور کنارے پر ہیں۔ کیونکہ صراطِ مستقیم سے اہلِ بیت کی محبت اور ولایت مراد ہے۔

منقبت ۳۲۔ قولہ تعالیٰ۔ قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَیْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِی الْقُرْبٰی ۝ (شوریٰ ۲۳) **یعنی** اے محمدؐ اپنی امت سے یہ کہہ دے۔ کہ میں نے تم کو ظلمتِ کفر سے نکال کر نورِ اسلام سے مشرف کیا۔ میں اس کا اجر نہیں چاہتا۔ مگر اہل بیت کی دوستی۔ **فصل الخطاب**۔ ہدایت السعداء اور کشف الغمہ میں مرقوم ہے۔ کہ اس آیۂ کریمہ کے نازل ہونے کے بعد خاتم الانبیاءؐ علیہ من الصلوٰۃ افضلھا واکملھا سے سوال کیا گیا۔ کہ وہ جماعت کونسی ہے جن کی محبت و مودت تمام خلائق پر واجب ہوئی ہے۔ حضرتؐ نے تاکید کے طور تین

دفعہ فرمایا۔ علیؑ۔ فاطمہؑ۔ حسنؑ اور حسین علیہم السلام ہیں۔

منقبت ۴۳۔ قولہ تعالیٰ۔ قُلْ کَفٰی بِاللّٰہِ شَہِیْدًا بَیْنِیْ وَبَیْنَکُمْ وَمَنْ عِنْدَہٗ عِلْمُ الْکِتَابِ ٥ (رعد ع۶)
یعنی اے محمدؐ کہہ دے کہ حق تعالیٰ اور وہ شخص جس کے پاس کتاب کا علم ہے۔ میرے اور تمہارے درمیان گواہ ہونے میں کافی ہیں۔ **محدث** حنبلی نے محمدؐ بن حنفیہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ جس شخص کے پاس کہ کتاب کا علم ہے۔ وہ شخص حدیث اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا کے بموجب علیؑ ابن ابی طالب ہے اور ثعلبی نے اپنی تفسیر میں عبداللہ بن سلام سے جو قوم یہود کا دانشمند آدمی تھا۔ اور آخر میں شرف اسلام سے مشرف ہوا۔ روایت کی ہے کہ میں نے رسولؐ خدا سے دریافت کیا۔ جس شخص کے پاس کتاب کا علم ہے کون ہے؟ حضرت نے کلمہ حصر کے ساتھ فرمایا۔ کہ وہ علیؑ کے سوا اور کوئی نہیں۔

ترجمہ منظوم
از پیمبرؐ سوال کرد یکے   کہ بگو نزد کیست علم کتاب؟
در جواب از رہِ صوابش گفت   نیست آں جز علیؑ نکو دریاب

منقبت ۴۴۔ قولہ تعالیٰ۔ وَالنَّجْمِ اِذَا ھَوٰی مَا ضَلَّ صَاحِبُکُمْ وَمَا غَوٰی وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی (نجم ع۱) **یعنی** حق سبحانہٗ تعالیٰ ستارہ زہرہ کی قسم کھا کر فرماتا ہے۔ اس ستارے کی قسم جو نیچے گرا۔ کہ تمہارا صاحب گمراہ نہیں ہوا۔ اور ہوا و ہوس کی رو سے بات نہیں کرتا۔ اس کی گویائی وحی کے سوا نہیں ہے۔ **ابن مغازلی** مالکی ابن عباسؓ سے روایت کرتا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ہم قریش کے جوانوں کی جماعت کے ساتھ مکہ معظمہ میں بیٹھے تھے اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم میں موجود تھے۔ کہ ستارہ نیچے گرا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ یہ ستارہ جس شخص کے مکان میں گرا ہے۔ وہی میرا وصی ہے۔ اس جماعت نے اُٹھ کر دیکھا۔ کہ وہ ستارہ امیرالمومنینؑ کے مکان عالیشان میں گرا ہے۔ پس ان لوگوں نے اپنی زیادتی جہالت کے سبب آنحضرتؐ سے کہا۔ تو علیؑ کی محبت کے سبب گمراہ ہو گیا ہے اس سبب سے آیۂ کریمہ وَالنَّجْمِ نازل ہوا۔ اور مناقب ابن مردویہ میں ناجیہ عرفی سے مروی ہے کہ جب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دروازوں کے بند کرنے کا حکم دیا۔ جو مسجد میں تھے۔ یہ بات صحابہ کو ناگوار گذری۔ ایک نے کہا کہ عباس۔ ابوبکر۔ عمر اور عثمان وغیرہ کو باہر کر دیا۔ اور اپنی جگہ اپنے ابن عم کو ٹھہرایا۔ دوسرے نے کہا۔ اس کی تعظیم اور بلندی منزلت میں کمی نہیں کرتا۔ جب آنحضرتؐ کو معلوم ہوا۔ کہ یہ بات صحابہ کو گراں گذری ہے تو صلواۃ جامع پڑھی۔ جب تمام صحابہ جمع ہو گئے۔ منبر پر تشریف لے گئے۔ اور خطبہ سے فارغ ہو کر اپنی زبان معجز بیان سے ارشاد فرمایا اے لوگو! نہ میں نے دروازے بند کر کے تم کو مسجد سے نکالا ہے اور نہ علیؑ کو اپنی جگہ پر ٹھہرایا ہے۔ اس وقت آیۂ وَالنَّجْمِ اِذَا ھَوٰی تلاوت فرمائی یعنی جو کچھ میں بولتا ہوں وہ سب وحی خدا سے ہوتا ہے۔ نہ کہ ہوا و ہوس سے۔

منقبت ۴۵۔ قولہ تعالیٰ۔ فَاِنَّ اللّٰہَ ھُوَ مَوْلٰہُ وَجِبْرِیْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِیْنَ ٥ (تحریم ع۱) **یعنی** اللہ تعالیٰ

پیغمبرؐ کا ناصر و مددگار ہے اور جبرئیل اور صالح المومنین بھی اس کے مددگار ہیں۔ **مسند** احمد بن حنبل میں مجاہد سے اور تحفہ اور مشارق میں عمرو عاص سے۔ اور مناقب ابن مردویہ میں ابن عباسؓ اور اسما بنت عمیس سے مروی ہے کہ میں نے مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سنا۔ کہ وہ ارشاد فرماتے تھے کہ صالح المومنین مرتضٰی علیؑ ہے۔

منقبت ۔ قولہ تعالیٰ ۔ یَوْمَ لَا یُخْزِی اللّٰہُ النَّبِیَّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَہٗ نُوْرُھُمْ یَسْعٰی بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ وَبِاَیْمَانِھِمْ (تحریم ۲) **یعنی** جس روز کہ حق تعالیٰ خوار و ذلیل نہ کرے گا۔ اپنے رسولؐ کو اور ان لوگوں کو جو اس پر ایمان لائے ہیں۔ ان کا نور ان کے آگے اور دائیں ہاتھوں کی طرف جاری ہوگا۔ **محدث** حنبلی نے روایت کی ہے کہ یہ آیت جناب امیرؑ اور اُن کے محبّوں کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ اور ابن مردویہ نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ پہلے جو شخص جنت کے لباس اور حلّوں سے آراستہ ہوگا۔ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں کیونکہ خدائے عزّ و جلّ کے خلیل (دوست) ہیں۔ بعد ازاں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ کیونکہ وہ جنابِ خدا کے برگزیدہ ہیں۔ اس کے بعد علیؑ ان کے درمیان جنت کی طرف لائے جائیں گے۔ پھر بیان کیا کہ آیہ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَہٗ نُوْرُھُمْ یَسْعٰی بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ (تحریم ۲) سے مراد علی کرم اللہ وجہٗ اور اُن کے اصحاب رضی اللہ عنہم مراد ہیں۔

منقبت ۔ قولہ تعالیٰ ۔ وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِہٖ (زمر ۳) اور وہ لوگ جو سچائی کے ساتھ آئے اور اس کی تصدیق کی) **ابن** مردویہ نے مجاہد سے اور محدث حنبلی نے امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے کہ اَلَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ سے آنحضرت محمدؐ مراد ہیں اور **صدّق بہ** سے علیؑ۔

منقبت ۔ قولہ تعالیٰ ۔ یَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ بِالْغَمَامِ وَنُزِّلَ الْمَلٰٓئِکَۃُ تَنْزِیْلًا (فرقان ۳) **یعنی** یاد کر اس روز کو جس روز آسمان شگافتہ ہو۔ ابر سفید کی وجہ سے جو ساتویں طبقہ کے اوپر ہے اور اس کی موٹائی اور غلظت سب آسمانوں کے برابر ہے اور وہ سب آسمانوں سے زیادہ بھاری ہے۔ اور قادر مختار آج اس کو اپنی قدرت کاملہ سے اپنے مقام پر قائم رکھتا ہے۔ اور قیامت کے دن اس کو آسمانوں پر ڈالے گا۔ اور جس آسمان پر پہنچے گا۔ اس کو پھاڑ دے گا۔

تفسیر حافظی اور تفسیر علی بن ابراہیم میں ابو عبداللہ سے روایت ہے کہ آنجناب نے فرمایا کہ وہ غمام (بادل) جو آسمانوں کو پھاڑ دے گا۔ وہ امیر المومنین علیؑ ہے۔ اس لئے کہ وہ جناب مظہر العجائب اور مظہر الغرائب ہے۔ جس طرح دنیا میں عجیب و غریب امور ظاہر کئے ہیں۔ اسی طرح آخرت میں بھی عجائبات ظاہر کریں گے۔

منقبت ۔ قولہ تعالیٰ ۔ وَمِمَّنْ خَلَقْنَآ اُمَّۃٌ یَّھْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِہٖ یَعْدِلُوْنَ (اعراف ۲) **یعنی** ہماری مخلوقات میں سے ایک اُمّت اور جماعت ہے۔ جو خلقت کو حق کے ساتھ راہِ راست دکھاتے اور ہدایت کرتے ہیں اور حق کی توفیق کے سبب راہِ باطل سے عدول کرتے رہتے ہیں اور حق کی ہمراہی کے سبب عدل کا طریقہ

اختیار کرتے ہیں۔ بحر المناقب اور مناقب ابن مردویہ میں مرقوم ہے۔ کہ زاذان رضی اللہ عنہ نے علی مرتضیٰؑ سے روایت کی ہے کہ آنجنابؑ نے فرمایا۔ کہ تَفْتَرِقُ هٰذِهِ الْاُمَّةُ عَلٰى ثَلٰثٍ وَسَبْعِيْنَ فِرْقَةً اِثْنَانِ وَسَبْعُوْنَ فِي النَّارِ وَوَاحِدَةٌ فِي الْجَنَّةِ وَهُمُ الَّذِيْنَ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَمِمَّنْ خَلَقْنَا اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ وَهُمْ اَنَا وَشِيْعَتِيْ **یعنی** یہ اُمت تہتر۷۳ فرقوں میں منقسم ہوگی۔ بہتّر۷۲ تو دوزخ میں جائیں گے اور ایک جنت میں۔ یہ گروہ وہ ہے۔ جن کے باب میں حق تعالیٰ آیۂ مذکورہ بالا وَمِمَّنْ خَلَقْنَا۔ الخ فرماتا ہے اور وہ میں اور میرے محب ہیں۔

نظم (مولف)

اے کہ از دل طالب حق گشتۂ — آفتاب اوجِ مطلق گشتۂ
دوستی مرتضیٰؑ را پیر ساز — نفس دوں را پائے ور زنجیر ساز
مہرِ حیدر چشم دل بینا کند — مہرِ حیدر قطرہ را دریا کند
مہرِ حیدر گر نہ باشد راہبر! — مے رود بیچارہ راہرو در سفر!
مہرِ حیدر مایۂ ایمانِ من — مہرِ حیدر زندگی و جانِ من
گشت از مہرِ علیؑ روشن دلم — ہست از مہرش منور محفلم
گوہرِ من آمد از بحرِ علیؑ — دارم امیدِ ولایت زاں ولی
بندۂ حیدر ز جان و دل شدم — زاں بنور ذاتِ حق واصل شدم
دستِ من دامانِ حیدر روزِ حشر — نامِ پاکش بر زبانم روزِ نشر

منقبت[۴۲]۔ قولہ تعالیٰ۔ وَجَنّٰتٌ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّزَرْعٌ وَّنَخِيْلٌ صِنْوَانٌ **یعنی** صنوان خرما کے اُن دو تین درختوں کو کہتے ہیں۔ جن کی جڑ بنیاد ایک ہو۔ **بحر المناقب** میں جابر بن عبداللہ انصاری سے مروی ہے کہ میں نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کہ وہ جناب علیؑ ابن ابی طالب سے فرماتے تھے۔ اَلنَّاسُ مِنْ اَشْجَارٍ شَتّٰى وَاَنَا وَاَنْتَ مِنْ شَجَرَةٍ وَّاحِدَةٍ ثُمَّ قَرَءَ الْاٰيَةَ۔ **یعنی** سب لوگ دنیا میں مختلف درختوں سے ہیں۔ اور میں اور تو (دونوں) ایک درخت سے ہیں۔ بعدازاں آیۂ مذکورہ تلاوت فرمایا۔

منقبت[۴۳]۔ قولہ تعالیٰ۔ اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ (حج ع ۲) **یعنی** اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو ایمان لائے۔ اور انہوں نے عمل نیک کئے۔ ان کو جنتوں میں داخل کریگا۔ جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔ **ابن** مردویہ نے مجاہد سے روایت کی ہے۔ وہ بیان کرتا ہے کہ آیہ مسطورہ مرتضیٰ علیؑ۔ حمزہؓ اور عبیدہ کی شان میں نازل ہوا۔ جبکہ انہوں نے عتبہ اور شیبہ سے جنگ کی۔ اور کفارِ خوار کی شان میں آیۂ ذیل نازل ہوا۔ فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِيَابٌ مِّنْ نَّارٍ ..... وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ سورہ حج ع ۲۔ **یعنی** جو لوگ کافر ہوئے۔ اُن کے واسطے آگ کے لباس قطع کئے گئے۔ تاکہ اُن کا عذاب آگ میں سخت ہو۔

منقبت[۴۲]۔ قولہ تعالیٰ۔ فَاِمَّا نَذۡهَبَنَّ بِكَ فَاِنَّا مِنۡهُمۡ مُّنۡتَقِمُوۡنَ ﴿زخرف۴﴾ **یعنی** حق سبحانہٗ بقائے سیّد انبیا سے فرماتا ہے۔ ہم اگرچہ تجھ کو عالم بقا میں لے جائیں گے۔ لیکن ان سے یعنی منافقوں سے انتقام لیں گے۔ **فردوس الاخبار** میں جابر بن عبداللہ انصاریؓ سے اور مناقب ابن مرودیہ میں ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ یہ آیۂ امیر المؤمنین علیؑ کی شان میں نازل ہُوا ہے اس لئے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ کہ وہ (علیؑ) میرے بعد بیعت توڑنے والوں اور ظالموں سے انتقام لے گا۔

منقبت[۴۳]۔ قولہ تعالیٰ۔ وَارۡكَعُوۡا مَعَ الرّٰكِعِيۡنَ۔ (البقرہ۵) **یعنی** تم نماز ادا کرو۔ اور رکوع کرو۔ نماز گذاروں اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ۔ **محدث** حنبلی اور ابن مردویہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ یہ آیۂ کریمہ محمدؐ مصطفےٰ اور علی مرتضےٰؑ کی شان میں نازل ہُوا۔ کیونکہ انہوں نے اوّل باہم مل کر نماز اور رکوع کیا ہے۔

منقبت[۴۴]۔ قولہ تعالیٰ۔ فَالۡيَوۡمَ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا مِنَ الۡكُفَّارِ يَضۡحَكُوۡنَ عَلَى الۡاَرَآئِكِ يَنۡظُرُوۡنَ ﴿مطففین﴾ **یعنی** قیامت کے دن۔ جو لوگ کہ ایمان لائے۔ کافروں کے حال کا مشاہدہ کرکے ہنسیں گے اور آراستہ تختوں پر نظر کریں گے۔ **خطیب**۔ خوارزم نے مناقب میں نقل کیا ہے کہ امیرالمؤمنین علیؑ اپنے اصحاب عالی جناب کے ہمراہ رسولؐ کی طرف آ رہے تھے۔ پس ابو جہل۔ ولید بن مغیرہ۔ اور عاص بن وائل مشرکین ان پر ہنسے۔ اِس لئے اللہ تعالیٰ نے آیۂ مذکورہ نازل فرمایا۔

نظم (مولف)

اے ساقی تشنگانِ اسرار	دے مبدءِ و ملجاءِ سلاسل
ہر کس کہ بسینہ کینہ ات داشت	یا بُغضِ ترا بخاطر و دِل
باحر بہ زدہ بہ بند گانت	دوزخ بُودش مقام و منزل
وآنکس کہ مُحبّ تو بجانش	لطف تو ہمیشہ بادشامل

منقبت[۴۵]۔ قولہ تعالیٰ۔ لَقَدۡ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ اِذۡ يُبَايِعُوۡنَكَ تَحۡتَ الشَّجَرَةِ (فتح۳) **یعنی** اللہ تعالیٰ مومنوں سے راضی ہوگیا۔ جبکہ وہ اے محمدؐ تجھ سے درخت کے نیچے بیعت کرتے تھے۔ **خطیب** خوارزم نے جابر بن عبداللہ انصاریؓ سے روایت کی ہے کہ آیۂ کریمہ اہلِ حدیبیہ کی شان میں نازل ہُوا۔ اور اس روز ہم ایک ہزار چار سو نفر تھے۔ آنحضرت صلعم نے ہم سے فرمایا۔ آج تم تمام اہلِ زمین سے بہتر ہو۔ اور ہم سب نے درخت کے نیچے مر جانے پر بیعت کی۔ یعنی ہم مارے جائیں گے اور دشمن سے منہ نہ پھیریں گے۔ لیکن خدا کی قسم ان لوگوں میں اس آیت کے سب سے بڑھ کر حق دار اور سزاوار تر امیرالمؤمنین علیؑ ہیں۔ اس لئے کہ حق تعالیٰ نے فرمایا۔ وَاَثَابَهُمۡ فَتۡحًا قَرِيۡبًا (فتح۱۸) **یعنی** ان کو قریب کی فتح کی کہ وہ فتح خیبر ہے۔ بشارت اور خوشخبری دی اور خیبر امیر علیہ السلام کے دستِ حق پرست پر فتح ہُوا۔

منقبت[۴۶] ۔ قولہ تعالیٰ ۔ یَآ اَیُّھَا النَّبِیُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ۝ (انفال ع۹)
یعنی اے پیغمبرؐ تجھ کو خدا اور وہ لوگ جنہوں نے مومنین میں سے یاری اور مددگاری کرنے میں تیری متابعت کی۔ کافی ہے۔ **محدث** حنبلی بیان کرتے ہیں کہ مفسرین اس بات پر متفق ہیں کہ اس آیت میں من اتبعك (جس نے تیری متابعت کی) سے علیؑ ابن ابی طالب مراد ہیں۔

منقبت[۴۷] ۔ قولہ تعالیٰ ۔ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖۤ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّیْقُوْنَ وَالشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ لَهُمْ اَجْرُهُمْ وَنُوْرُهُمْ (حدید ع۲) **یعنی** اور وہ لوگ جو اللہ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے یہ لوگ اپنے پروردگار کے نزدیک صدیق اور شہدا ہیں۔ اور ان کو ان کا اجر اور نور حاصل ہے۔ **محدث** حنبلی فرماتے ہیں کہ آیۂ مذکورہ مرتضیٰ علیؑ کی شان میں نازل ہوا۔ کیونکہ پہلا شخص جس نے پیغمبر صلعم کی رسالت کی تصدیق کی وہ وہی بزرگوار ہے۔ اور تمام عمر راہِ خدا میں جہاد کرنے میں گذاری اور آخرکار درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔

منقبت[۴۸] ۔ قولہ تعالیٰ ۔ وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِیْنَ الْقِتَالَ وَكَانَ اللّٰهُ قَوِیًّا عَزِیْزًا (احزاب ع۳) **حافظ ابن مردویہ** نے اپنی مناقب میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ہم عہدِ رسولؐ خدا صلعم میں اس آیت کو اس طرح پڑھا کرتے تھے۔ وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِیْنَ الْقِتَالَ بِعَلِیٍّ وَكَانَ اللّٰهُ قَوِیًّا عَزِیْزًا ۔ **یعنی** اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو علیؑ کے واسطے اور ذریعے سے عمرو بن عبدود کے ساتھ جنگ و قتال کرنے سے بچا دیا۔ بلکہ ان کو اس کے مقابلے سے چھوڑا دیا۔ اور اللہ تعالیٰ قوی اور غالب ہے۔ **مولف** عرض کرتا ہے کہ حدیث لَضَرْبَةُ عَلِیٍّ یَوْمَ الْاَحْزَابِ خَیْرٌ مِّنْ عِبَادَةِ الثَّقَلَیْنِ ۔ عمرو بن عبدود کے ساتھ علیؑ کے جنگ کرنے کے بعد واقع ہوئی ہے۔

منقبت[۴۹] ۔ قولہ تعالیٰ ۔ وَاجْعَلْ لِّیْ لِسَانَ صِدْقٍ فِی الْاٰخِرِیْنَ (شعراء ع۵) **یعنی** خدا تعالیٰ ابراہیم علیہ السلام کا ذکر کرتا ہے کہ اس نے دعا کی کہ میرے لئے آخری زمانے میں (سچائی کی زبان) نیک زبان پیدا کر۔ **مناقب** ابن مردویہ میں امام محمد باقر رضوان اللہ علیہ سے مروی ہے کہ لسان صدق علیؑ ولی ہے۔ اور اس جناب کی ولایت ابراہیم پر عرض کی گئی۔ ابراہیمؑ نے عرض کی۔ اے بارِ خدا! علیؑ کو میری ذریت بنا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی التماس کو قبول کیا۔ اور ان کی خواہش پوری کر دی۔

منقبت[۵۰] ۔ قولہ تعالیٰ یَآ اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا یُحْیِیْكُمْ
یعنی اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو۔ اللہ اور اس کے رسُول کی اطاعت کرو۔ جبکہ وہ تم کو اس چیز کی طرف دعوت کرے۔ جو تم کو زندہ کرے۔ **نیز** مناقب ابن مردویہ میں امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا یُحْیِیْكُمْ (جب تم کو اس چیز کی طرف دعوت کرے جو تم کو زندہ کرے) سے مراد علیؑ بن ابی طالب کی ولایت ہے۔ **یعنی** تم کو علیؑ ولی کی ولایت کی طرف دعوت دے۔

منقبت [۵۱] ۔ قولہ تعالیٰ۔ یَآ اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ (النساء ۵)
یعنی اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو۔ اطاعت کرو خدا کی۔ اور اطاعت کرو رسُول کی اور اولی الامر کی جو تم میں سے ہیں **مناقب** ابن مردویہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ امیرالمومنین علیؑ اصالتاً اولی الامر ہیں۔ اور باقی حکام تبعاً۔ **اور تفسیر فخر** رازی میں منقول ہے کہ مفسرین نے اولی الامر میں دو قول نقل کیے ہیں ایک جماعت کا قول ہے کہ اس سے امراء (حکام) مراد ہیں۔ اور ایک جماعت کہتی ہے کہ اس سے علما مراد ہیں۔ لیکن امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ اس سے آئمہ اثنا عشر مراد ہیں کہ حق تعالیٰ نے اُن کی اطاعت کو اپنی اور رسولؐ کی اطاعت کے ساتھ شامل کیا ہے۔ کیونکہ جائز نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ کسی کی اطاعت کو مطلقاً واجب کرے۔ جب تک اس کی عصمت ثابت نہ ہو۔ اور یہ معلوم نہ کرے کہ اس کا ظاہر اس کے باطن کی مانند ہے اور وُہ غلط اور سہو سے محفوظ ہو۔ اور امرا اور علما میں یہ صفات ثابت نہیں ہیں۔ پس بنابریں آئمہ ہدیٰ (اولی الامر) قرار پائے **اور کشف الغمہ** میں جابر بن عبداللہ انصاری سے مروی ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ جب آیۂ مذکورہ نازل ہُوا۔ تو مَیں نے عرض کی۔ یارسولؐ اللہ! کہ ہم خدا اور رسولؐ کو جانتے ہیں۔ پس اولی الامر کون لوگ ہیں؟ کہ حق تعالیٰ نے ان کی اطاعت کو اپنی اور رسولؐ کی اطاعت کے ساتھ شامل کیا ہے اور اس کا ہمسر اور قرین بنایا ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ وہ میرے بعد۔ میرے خلفا اور جانشین ہیں۔ ان کا اوّل علیؑ ہے اور اس کے بعد حسنؑ اور اور حسینؑ اور علیؑ بن الحسینؑ اور محمد بن علیؑ جو توریت میں باقرؑ کے نام سے معروف ہے۔ اور اے جابر عنقریب تو اس سے ملاقات کرے گا۔ پس جب تو اس سے ملاقات کرے میرا سلام اس کو پہنچانا۔ اور جعفر بن محمدؑ۔ اور موسیٰؑ بن جعفرؑ۔ اور علیؑ بن موسیٰؑ اور محمدؑ بن علیؑ اور علیؑ بن محمدؑ اور حسنؑ بن علیؑ۔ اور وہ شخص جو میرا ہمنام اور ہم لقب اور زمین خدا میں خدا کی حجت ہے یعنی محمدؑ بن حسنؑ (علیہم السلام) حق تعالیٰ اس کے ہاتھ پر زمین کے مشرقوں اور مغربوں کو فتح کرے گا۔ اور وہ اپنے شیعہ اور اولیا سے غائب ہوگا۔ جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ مَیں نے عرض کی یارسولؐ اللہ! آیا اس کے شیعوں کو اُس کی غیبت کے زمانے میں اس سے کچھ نفع ہوگا۔ فرمایا۔ اس ذاتِ حق کی قسم ہے۔ جس نے مجھ کو راستی کے ساتھ خلقت کی طرف بھیجا ہے کہ یہ لوگ زمانہ غیبت میں اس کے نور سے روشنی حاصل کریں گے اور اس کی ولایت سے نفع پائیں گے۔ اے جابرؓ! یہ خدا کے علم نامتناہی خزانے اور اُس کی سِرّ مکنون کا ایک راز ہے تم اس کو نامحرموں سے پوشیدہ رکھنا۔ **پس** یہ روایات اور دلائل اس امر کی مؤید ہیں کہ اولی لامر سے ائمہ ہدیٰ علیہم السلام مراد ہیں۔ جن کی امامت اور عصمت ثابت ہے ۔ اور اُن کے علو مرتبت اور عدالت پر تمام امّت متفق ہے۔

منقبت [۵۲] ۔ قولہ تعالیٰ فَلَعَلَّکَ تَارِکٌۢ بَعْضَ مَا یُوْحٰٓی اِلَیْکَ وَضَآئِقٌۢ بِہٖ صَدْرُکَ اَنْ یَّقُوْلُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَیْہِ کَنْزٌ اَوْ جَآءَ مَعَہٗ مَلَکٌ اِنَّمَآ اَنْتَ نَذِیْرٌ وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ وَّکِیْلٌ (ھود ۲) یعنی کیا

بعض امور کو جو تیری طرف وحی کیئے گئے ہیں چھوڑنے والا ہے اور منافقوں کے اس بات کے کہنے سے تنگدل ہو رہاہے کہ محمدؐ پر آسمان سے خزانہ کیوں نہ نازل کیا گیا۔ یا اس کے ہمراہ فرشتہ آسمان سے کیوں نہ آیا۔ اے محمدؐ تو فقط نذیر اور نصیحت کرنے والا ہے اور خدا ہر شے پر وکیل ہے۔ **علی بن ابراہیم علی بن عیسےٰ اور فخر رازی** کی تفسیروں اور **مناقب** ابن مردویہ علیہم الرحمہ میں امام جعفر صادق رضوان اللہ علیہ سے مروی ہے کہ مصطفےٰؐ نے مرتضےٰؑ سے فرمایا۔ کہ مَیں نے خدائے عزّ و جلّ سے درخواست کی کہ مجھ میں اور تجھ میں محبت اور موالات ڈالے۔ اور میری خواہش پوری ہوئی۔ **نیز** میں نے التماس کی کہ مجھ میں اور تجھ میں مُواخات یعنی بھائی چارہ کرے۔ وہ التماس بھی منظور ہُوئی۔ اور عرض کی کہ تجھ کو میرا وصی بنائے۔ وُہ عرض بھی قبول ہوگئی۔ پس تب سے منافقوں میں سے ایک شخص نے غیبت اور پوشیدگی میں کہا۔ خدا کی قسم۔ جو کچھ محمدؐ نے خدا سے درخواست کی ہے۔ اس سے ایک صاع خرما جو پُرانی مشک میں ہو۔ بہتر ہے۔ حق تعالیٰ سے فرشتے کی درخواست کیوں نہ کی جو دشمن کے مقابلے میں اس کی یاری اور مددگاری کرے۔ یا خزانہ کیوں نہ طلب کیا۔ جس سے فقر و فاقہ اور سخت احتیاج کے موقع پر کام لیتا۔ اس لیئے حق تعالیٰ نے آیۂ مذکورہ نازل فرمایا۔

منقبت ۵۵ ۔ قولہ تعالیٰ۔ وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا إِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّونَ (زخرف ۶)

یعنی جب ہم نے عیسیٰؑ بن مریمؑ کے لیئے مثل بیان کی تو اے محمدؐ ہم نے دیکھا کہ تیری قوم اس ضرب المثل سے اعراض اور روگردانی کرتی ہے۔ **امیرالمؤمنین** سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ اے علیؑ تجھ میں عیسیٰ علیہ السلام کی ایک مثل اور داستان ہے۔ کیونکہ عیسیٰؑ کو ایک قوم نے دوست رکھا۔ اور اُس کی محبت میں ہلاک ہوگئے۔ یعنی ابن اللہ کہا۔ اور ایک قوم نے دشمن رکھا اور اس کی دشمنی میں ہلاک ہوگئے۔ پس منافقوں نے غیبت میں کہا۔ یا رسولؐ علیؑ کے لیئے عیسیٰؑ کے سوا اور کسی مثل اور داستان پر راضی نہ ہُوا۔ اس وقت یہ آیۂ کریمہ نازل ہُوا۔

منقبت ۵۶ ۔ قولہ تعالیٰ۔ وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِمْ مِنْ غِلٍّ إِخْوَانًا عَلَىٰ سُرُرٍ مُتَقَابِلِينَ (حجر ۴)

یعنی ہم نے اہل جنّت کے سینوں میں جو کینہ اور صفات ذمیمہ تھے۔ ان کو نکال دیا۔ اس حال میں وہ بھائی بھائی ہیں جو تختوں پر ایک دوسرے کی طرف منہ کیئے بیٹھے ہیں۔

ابوہریرہ سے روایت ہے کہ مرتضیٰ علیؑ نے عرض کی۔ یا رسول اللہ! آپ مجھ کو زیادہ دوست رکھتے ہیں۔ یا فاطمہؑ کو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ فاطمہؑ مجھ کو تجھ سے زیادہ پیاری ہے اور تو اس سے زیادہ اے بھائی! مَیں تجھ کو دیکھتا ہوں کہ حوضِ کوثر پہ کھڑا ہُوا بدبخت لوگوں کو حوض کے آس پاس سے دور کر رہا ہے۔ اور اس پر پیالے ہوں گے جن کی تعداد آسمان کے ستاروں کی سی ہوگی۔ تو فاطمہؑ۔ حسنؑ اور حسینؑ۔ اور جعفرؑ

اور عقیلؑ جنّت میں تختوں پر بیٹھے ہوں گے اور سب کے منہ ایک دُوسرے کے مقابل ہوں گے۔ اور تو میرے ہمراہ ہوگا اور تیرے محب بھی اسی طرح جنّت میں ہوں گے۔ بعدازاں آیہ کریمہ اِخْوَانًا عَلٰی سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِیْنَ تلاوت فرمائی۔ اور ارشاد فرمایا۔ ان میں سے کوئی شخص اپنے ہمراہی کی پیٹھ کی طرف نظر نہ کرے گا یعنی سب کے سب جمالِ کمالِ حقانی کے مشاہدے میں مستغرق ہوں گے۔

منقبت ۵۵ ۔ قولہ تعالیٰ۔ طُوْبٰی لَھُمْ وَحُسْنُ مَاٰبٍ ؕ محمد بن سیرین کا قول ہے کہ طوبےٰ جنّت میں ایک درخت ہے۔ اور اُس کی جڑ بنیاد علیؑ ابن ابی طالب کے حجرہ میں ہے۔ اور جنّت میں کوئی حجرہ ایسا نہیں ہے۔ جس میں اس درخت کی کوئی شاخ نہ ہو۔

منقبت ۵۶ ۔ قولہ تعالیٰ۔ وَنَادٰی اَصْحٰبُ الْاَعْرَافِ رِجَالًا یَّعْرِفُوْنَھُمْ بِسِیْمٰھُمْ (اعراف) یعنی اصحاب اعراف اُن شخصوں کو آواز دیں گے۔ جن کی وہ پیشانی اور نشان سے پہچانتے ہیں۔ اور اعراف ایک پہاڑ ہے جس پر سے جنّت نظر آتی ہے۔ **امیرالمومنین** سے روایت ہے کہ اصحابِ اعراف ہم ہیں جس کو ہم پہچانتے ہوں گے۔ اس کو جنّت میں داخل کریں گے۔

منقبت ۵۷ ۔ قولہ تعالیٰ۔ ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْکِتٰبَ الَّذِیْنَ اصْطَفَیْنَا مِنْ عِبَادِنَا (فاطر) یعنی بعدازاں ہم نے کتاب کو ان لوگوں کی میراث میں دیا جن کو ہم نے اپنے بندوں سے برگزیدہ کیا۔ **امیرالمومنینؑ** نے فرمایا ہے۔ نَحْنُ اُولٰٓئِكَ یعنی وہ گروہ ہم ہیں۔

منقبت ۵۸ ۔ قولہ تعالیٰ۔ حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ (آل عمران) ابی رافع سے مروی ہے کہ آیۂ کریمہ امیرالمومنین علیؑ کی شان میں نازل ہوا ہے۔ اس لئے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب امیر کو چند نفر کے ہمراہ ابوسفیان کی تلاش میں بھیجا۔ بنی جراعہ میں سے ایک اعرابی نے ان کو دیکھ کر کہا کہ ابوسفیان کی قوم اور اُن کے پیروؤں نے تمہارے واسطے جنگ کے سامان جمع کئے ہیں۔ امیر نے فرمایا۔ حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ۔

منقبت ۵۹ ۔ قولہ تعالیٰ۔ اِنَّ الَّذِیْنَ سَبَقَتْ لَھُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰٓی اُولٰٓئِكَ عَنْھَا مُبْعَدُوْنَ (انبیاء) یعنی جن لوگوں کو ہماری طرف سے نیکیوں کا سابقہ حاصل ہے۔ وہ لوگ جہنّم سے دور کئے گئے ہیں نعمان بشیر سے مروی ہے کہ آیہ مذکورہ مرتضیٰ علی کرم اللہ وجہہ کی شان میں نازل ہوا۔ اس لئے کہ ایک رات آنجناب نے یہ آیت تلاوت کرکے فرمایا۔ میں اُن لوگوں میں سے ہوں۔ جن کو سابقہ حسنیٰ حاصل ہے۔ اور جب نماز کی اقامت کی گئی۔ تو آپ نماز کے لئے اُٹھے اور یہ آیت پڑھتے تھے۔ لَا یَسْمَعُوْنَ حَسِیْسَھَا۔ (انبیاء) یعنی وہ لوگ جن کو سابقہ حسنیٰ حاصل ہے آگ کی آواز نہ سُنیں گے۔

منقبت[۶۰]۔ قولہ تعالیٰ۔ وَاَذَّنَ مُؤَذِّنٌ اَنْ لَّعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكَافِرِيْنَ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَهْوًا وَّلَعِبًا (اعراف) **یعنی** پکارنے والے نے لوگوں کے درمیان پکارا کہ خدا کی لعنت ان کافروں پر ہو۔ جنہوں نے اپنا دین لہو و لعب سے اختیار کیا ہے۔ **امام محمد باقر** رضوان علیہ سے مروی ہے کہ یہ پکارنے والا امیرالمومنین علیؑ ہے۔

منقبت[۶۱]۔ قولہ تعالیٰ۔ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا (انعام) **یعنی** جو کوئی قیامت کے روز ایک حسنہ اور نیکی لے کر آئے گا۔ اس کے لئے دس گنا ثواب اور جزا ہوگی۔ مرتضیٰ علیؑ نے فرمایا ہے۔ اَلْحَسَنَةُ حُبُّنَا وَالسَّيِّئَةُ بُغْضُنَا یعنی حسنہ (نیکی) ہماری محبّت ہے۔ اور سیئہ (بدی) ہمارا بغض اور دشمنی ہے **شیخ** طاہابادی فرماتے ہیں

نظم

در خانۂ کعبہ گر بود منزل تو — وز زمزم گر سرشتہ باشد گِل تو !
گر مہرِ علیؑ نہ باشد اندر دل تو — مسکیں تو وسیعہائے بے حاصل تو

منقبت[۶۲]۔ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا وَهُمْ مِّنْ فَزَعٍ يَّوْمَئِذٍ اٰمِنُوْنَ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَكُبَّتْ وُجُوْهُهُمْ فِى النَّارِ (نمل) **یعنی** جو کوئی قیامت کے دِن نیکی لے کر آئے گا پس اس کو اس سے بہتر ثواب ملے گا۔ اور جو لوگ اس صفت سے موصوف ہیں۔ وہ اس روز کے خوف اور ڈر سے بے خوف اور محفوظ ہیں۔ اور جو کوئی بدی لے کر آئے گا۔ وہ دوزخ میں مُنہ کے بل گرے گا۔

امیرالمؤمنین کرم اللہ وجہٗ نے فرمایا ہے۔ اَلْحَسَنَةُ حُبُّنَا اَهْلِ الْبَيْتِ وَالسَّيِّئَةُ بُغْضُنَا مَنْ جَآءَ بِهَا اَكَبَّهُ اللّٰهُ عَلٰى وَجْهِهٖ فِى النَّارِ۔ **یعنی** حسنہ ہم اہلِ بیت رسول کی محبّت ہے۔ اور سیئہ ہماری دشمنی ہے جو کوئی اس (سیئتہ) کو لے کر آئے گا حق تعالیٰ اس کو منہ کے بل دوزخ میں ڈالے گا۔

قطعہ

ہست از بہر دوستانِ علیؑ — جنّت و خلد و شربت و کوثر
گر نبود سے از بہر اعدائش — تا فریبے خدائے نارِ سقر
دوستی علیؑ است آں حسنہ — کہ ندارد ز سئیات ضرر
دشمنی علیؑ است آں سیّئہ — کہ ہمہ خیر ہا است بادے شر

منقبت[۶۳]۔ قولہ تعالیٰ۔ وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا (احزاب)۔ (اور جو لوگ کہ مؤمنین اور مومنات کو بلا تقصیر ایذا دیتے ہیں) **مقاتل بن سلیمان** کا بیان ہے کہ یہ آیہ کریمہ امیرالمومنین کی شان میں نازل ہُوا۔ اس لئے کہ منافقوں میں چند آدمی متفق ہو کر امیرالمومنینؑ کو ایذا دینے لگے اور اِن پر جھوٹ باندھتے تھے۔

منقبت[۶۴]۔ قولہ تعالیٰ۔ وَشَآقُّوا الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ (محمد) **یعنی** انہوں نے رسولؐ کی مخالفت کی۔ جبکہ ان پر راہ ہدایت ظاہر اور واضح ہو گیا۔ **امام محمد باقر** رضوان اللہ علیہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا

شَاقُّوا الرَّسُوْلَ فِيْ اَمْرِ عَلِيٍّ - یعنی انہوں نے مرتضٰی علیٰ کرم اللہ وجہٗ کے باب میں مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت کی۔

منقبت ۶۵ - قولہ تعالیٰ - وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ اِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ (توبہ) **یعنی** لوگوں کو حج اکبر کے روز اللہ اور اس کے رسُول کی طرف سے یہ آگاہی حاصل ہوئی کہ خدا اور اس کا رسُول مشرکوں سے بیزار ہے **مناقب** ابن مردویہ میں منقول ہے کہ جمہور مفسرین اس بات پر متفق ہیں۔ کہ یہ آگاہ کرنا اس امر کی طرف اشارہ ہے۔ کہ امیرالمومنین نے چالیس آیات کے ذریعہ آگاہ کیا۔ کہ جو سورہ برات سے اس جناب نے پڑھ کر سُنائی ہیں۔ اور یہ واقعہ اسی طرح پر واقع ہُوا ہے کہ جناب مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سورہ مذکور کو ابو بکرؓ کے حوالے کر کے مکّہ معظّمہ کی طرف بھیجا کہ کافروں کو پڑھ کر سُنائے۔ تین روز گذرنے کے بعد علیؑ مرتضٰی کو اپنا اونٹ دے کر روانہ کیا۔ تاکہ سورہٗ مذکورہ کو ابو بکرؓ سے لے کر کفّار کے سامنے پڑھے۔ اور ارشاد فرمایا کہ اس سورہ کے پہنچانے کی بابت یہ حکم مجھ کو دیا گیا ہے کہ یا تو میں خود پہنچاؤں۔ یا وہ شخص پہنچائے۔ جو مجھ سے ہو۔

منقبت ۶۶ - قولہ تعالیٰ - وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِيْ لَحْنِ الْقَوْلِ (محمدؐ) ابوسعید خدریؓ کہتے ہیں کہ لَتَعْرِفَنَّهُمْ فِيْ لَحْنِ الْقَوْلِ بِبُغْضِ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ - یعنی البتہ تو منافقوں کو اُن کی بدگفتاری اور کجی قول میں شناخت کرتا ہے۔ بسبب اس خصوصیت کے جو وہ علیؑ مرتضٰی سے رکھتے ہیں۔

منقبت ۶۷ - قولہ تعالیٰ - اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْۤا اَنْ يَّقُوْلُوْۤا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ - (عنکبوت) **یعنی** کیا لوگوں نے یہ گمان کر لیا ہے کہ وہ معاف کر دیئے جائیں گے اور چھوڑ دیئے جائیں گے۔ اتنا کہنے پر کہ ہم ایمان لے آئے اور وہ آزمائے نہ جائیں گے۔ **امیرالمومنین** کرم اللہ وجہٗ سے مروی ہے کہ میں نے رسولؐ خدا سے پوچھا۔ کہ کس چیز سے آزمائش کی جائے گی۔ فرمایا۔ تیری ولایت کی تصدیق سے۔

منقبت ۶۸ - قولہ تعالیٰ - وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ - (احزاب) یعنی اولوا الارحام اور نزدیک کے رشتہ دار جو مومن ہوں اور مہاجر۔ وہ باہم کتاب خدا میں احق اور اولی ہیں۔ مفسرین کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ آیہ امیرالمومنین علیؑ کی شان میں نازل ہُوا ہے۔ اس لئے کہ رسولِ خدا کا نزدیکی رشتہ دار اور مومن اور مہاجر وہ بزرگوار تھا۔ **مثنوی**

اے سنائی بقوتِ ایماں	مدح حیدر بگو از دل وجاں
آں زفضل آفتِ سرائے فضول	آں علم دار و علم دارِ رسولؐ
ہم نبیؐ را وصی وہم داماد	چشم پیغمبرؐ از جمالش شاد
مرتضائے کہ کرد یزدانش	ہمرہِ جانِ مصطفٰےؐ جانش

ہر دو یک قبلہ و خورشاں دو | ہر دو یک روح و کالبدشاں دو
دو رونده چو اختر و گردوں | دو برادر چو موسیٰؑ و ہاروں!
نائب مصطفےٰ بروزِ غدیر | کرد بر شرع خود مرا درا امیر!
اے خوارج اگر دریت شکے است | کفر و دین نزد تو زجہل یکے است

منقبت ۹۵ ۔ قولہ تعالیٰ۔ وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ **عبداللہ** بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ سے مراد ابوجہل لعین ہے اور اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا..... سے امیرالمومنین اور سلمان مراد ہیں۔

منقبت ۹۶ ۔ قولہ تعالیٰ۔ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ (العصر) **یعنی** انہوں نے آپس میں ایک دوسرے کو حق کی وصیت کی اور باہم ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کی۔ ابن عباس سے مروی ہے کہ یہ آیت امیرالمؤمنین علیؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

منقبت ۹۷ ۔ قولہ تعالیٰ۔ وَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ کِتَابَهٗ بِیَمِیْنِهٖ (حاقہ) **قولہ تعالیٰ** هَلْ یَسْتَوِیْ هُوَ وَمَنْ یَّاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَهُوَ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ (نحل) **قولہ تعالیٰ** وَیُؤْتِ کُلَّ ذِیْ فَضْلٍ فَضْلَهٗ (ہود) **قولہ تعالیٰ** اَدْعُوْا اِلَی اللّٰهِ عَلٰی بَصِیْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِیْ (یوسف) **قولہ تعالیٰ** اَفَمَنْ یَّعْلَمُ اَنَّمَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ الْحَقُّ (رعد) **قولہ تعالیٰ**۔ وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ۔ (توبہ ۱۳) **قولہ تعالیٰ**۔ وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِیْنَ الَّذِیْنَ..... وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ امام جعفر صادق رضوان اللہ علیہ سے مروی ہے کہ آیات مذکورۂ بالا امیرالمومنین علی کرم اللہ وجہٗ کی شان میں نازل ہوئی ہیں۔ (حج ۵)

مولف عرض کرتا ہے کہ آیۂ کریمہ فَلَعَلَّکَ تَارِکٌ بَعْضَ مَا یُوْحٰی اِلَیْکَ سے لے کر یہاں تک تمام آیات مناقب طراز المحدثین احمد بن موسیٰ بن مردویہ سے نقل کی گئی ہیں۔ (ھود ۲)

منقبت ۹۸ ۔ قولہ تعالیٰ۔ اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ اجْتَرَحُوا السَّیِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ کَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَوَآءً مَّحْیَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ سَآءَ مَا یَحْکُمُوْنَ (جاثیہ ۲) **یعنی** کیا ان لوگوں نے جنہوں نے بدیوں کو حاصل کیا ہے۔ یہ گمان کرلیا ہے کہ ہم ان کو ان لوگوں کی مانند کردیں گے جو ایمان لائے اور عمل صالح بجا لائے۔ ان کی زندگی اور موت برابر ہے۔ انہوں نے کیا بُرا فیصلہ کیا ہے۔ **خطیب خوارزم** نے اپنی مناقب میں روایت کی ہے کہ آیۂ کریمہ جنگ بدر میں امیرالمومنین علیؑ۔ حمزہؓ اور عبیدہ بن حارث کی شان میں نازل ہوئی ہے جبکہ انہوں نے عتبہ اور شیبہ اور ولید بن عتبہ سے جنگ کی اور اُن کو قتل کیا۔

منقبت ۹۹ ۔ قولہ تعالیٰ۔ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَیْهِ فَمِنْهُمْ مَّنْ

قَضٰی نَحْبَہٗ وَمِنْھُمْ مَنْ یَّنْتَظِرُ یعنی مومنوں میں سے کچھ مرد ہیں۔ جو اس عہد کو جس کو انہوں نے خدا کے ساتھ باندھا تھا۔ بجالائے اور سچا کیا۔ بعض ان میں سے شہید ہو گئے۔ اور بعض ان میں سے منتظر ہیں۔ **نیز** مناقب خطیب میں مرقوم ہے۔ کہ یہ آیۂ امیرالمؤمنین علیؑ۔ حمزہؓ اور عبیدہ کی شان میں نازل ہُوا۔ اور فَمِنْھُمْ مَنْ قَضٰی نَحْبَہٗ۔ سے عبیدہؓ اور حمزہؓ مراد ہیں۔ جنہوں نے عہد کیا تھا کہ کسی جہاد میں دشمن سے پیٹھ نہ پھیریں گے اور اسی طرح ہر غزا میں جہاد کیا۔ یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔ اور مِنْھُمْ مَنْ یَّنْتَظِرُ سے علیؑ ابن ابی طالب مراد ہیں۔

منقبت ۔ قولہ تعالیٰ ۔ یُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ وَیَخَافُوْنَ یَوْمًا کَانَ شَرُّہٗ مُسْتَطِیْرًا وَ یُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّہٖ مِسْکِیْنًا وَّ یَتِیْمًا وَّ اَسِیْرًا اِنَّمَا نُطْعِمُکُمْ لِوَجْہِ اللّٰہِ لَا نُرِیْدُ مِنْکُمْ جَزَآءً وَّلَا شُکُوْرًا ۔ (دہر ۱) **یعنی** وہ اس نذر کو پورا کرتے ہیں۔ اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس کی محنت اور شدت ظاہر اور آشکار ہے۔ اور خدائے عزّوجل کی دوستی میں باوجودیکہ خود اس کھانے کی حاجت رکھتے ہیں۔ درویش بے مایہ اور بن باپ کے خوردسال بچّے اور اسیر کو کھانا دیتے اور ایثار کرتے ہیں یہ کھانا دینے والے بہ لسانِ مقال یا بزبانِ حال کہتے ہیں کہ ہم یہ کھانا تم کو محض باری تعالیٰ کی طلبِ لقا کے لئے کھلاتے ہیں اور تم سے کسی قسم کا بدلہ اور عوض نہیں چاہتے اور نہ کسی قسم کا شکر یہ طلب کرتے ہیں۔

تفسیر بحرالمواج تفسیر حافظی اور تفسیر حسینی میں مرقوم ہے کہ جمہور مفسرین سورۂ ہل اتی کی آیات بینات کے سبب نزول میں متفق ہیں کہ ایک روز سیّدالمرسلینؐ امیرالمؤمنینؑ کے گھر میں تشریف لائے۔ اور دیکھا کہ امامین علیہما السلام بیمار ہیں۔ مرتضیٰ علیؑ اور سیّدۃ النساء سے فرمایا۔ کہ کچھ نذر کرو۔ کہ تمہارے فرزند تندرست ہو جائیں۔ انہوں نے نذر کی کہ تین روزے رکھیں گے۔ حق تعالیٰ نے سبطینؑ کو شفا بخشی۔ تو انہوں نے روزہ رکھا۔ اور کچھ جَو قرضِ حسنہ کے طور پر لے کر آٹا تیار کیا۔ اور روٹی پکائی۔ جب شام کی نماز ہو چکی اور افطار کرنا چاہا۔ تو ایک مسکین نے درِ دولت پر آکر پکارا۔ یَا اَھْلَ الْبَیْتِ اَنَا مِسْکِیْنٌ۔ یعنی اے اہل بیت میں مسکین ہوں مجھے کھانا دو کہ حق تعالیٰ تم کو اپنی ملاقات کی دولت عطا فرمائے۔ امیرالمؤمنینؑ نے اپنا حصّہ اس مسکین کو دیا۔ اور باقی اہل بیت نے بھی اُن کی موافقت کی اور سب نے خالص پانی سے افطار کیا۔ اور رات طاعتِ خدا میں بسر کی۔ اور دوسرے روز روزہ رکھا۔ جب افطار کا وقت آیا۔ تو ایک یتیم نے دروازے پر آکر سوال کیا۔ جو کچھ کھانا موجود تھا۔ ایثار کیا۔ اور سب کو دے ڈالا۔ تیسری رات بھی ایک اسیر عین کھانے کے وقت آموجود ہُوا۔ جو کچھ کھانا موجود تھا۔ اس کو دے دیا۔ اور خالص پانی سے افطار کر کے تمام رات طاعت الٰہی میں بسر کی۔ اس کے بعد سورۂ ہل اتی نازل ہُوا۔ اور چند اکابر سلف بھی اس مضمون کی خبر دیتے ہیں شاہ قاسم انوار فرماتے ہیں۔ **نظم**

الا اے شہنشاہ مُلکاً کبیرًا ۔۔۔ علی الحق تو ئی مومناں را امیرا

نصِ کلامِ وحدیث پیمبرؐ — ولی ودصی خداو نبیؐ را
ترا ے نواں خواند انسانِ کامل — کہ ہستی بمعنی سَمِیعًا بصیرًا
چو کردی ادا صوم یوفون بالنذر — شدی ایمن از شوہ مستطیرًا
بود یطعمون الطعام آنکہ داری — بسکین ودیگر یتیمًا اسیرًا
زانّا نخافُ از خدا گشتی ایمن — زیَوْمًا عبوسًا و قمطریرًا

شیخ عطار فرماتے ہیں۔ **بیت**

بہ مسکین نانے از بہر خدا داد — خداوندِ جہانش ھل اتیٰ داد

پیر زادہ خواجہ عبداللہ انصاری فرماتے ہیں۔

نظم

آں شنیدی کہ حیدرِ کرّار — کافراں کشت وقلعہا بکشاد
تانہ داداو سہ نانِ قرصِ جویں — ہفدہ ایتہ خدائے نفرستاد

مولانا جامی کہتے ہیں۔

نوح را عبداً شکورًا در اسرٰی ولے — سعیکم مشکورًا آمد مرترا در ھَلْ اَتےٰ
با ملائک مرترا اندر تخافون یاد کرو — باز در اِنَّا نخافُ حمد مے گوید خدا

میر ہاشمی کہتے ہیں۔

گرچہ سہ شب قسمتِ خود را امیر — داد بہ مسکیں و یتیم و اسیر
لاجرم آمد ز نعیمِ عطا — در خورِ او مائدہ ھَلْ اَتےٰ

سلمان کہتے ہیں۔

اے برابر کردہ ایزد باخلیلت در وفا — آیت یُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ راست بر قولم گوا
بود با ایوبؑ ہمسر درگہ صبر و شکیب! — گشتہ با جبرئیلؑ ہمرہ درگہ خوف و رجا
نوح را در شکر گر عبداً شکورًا گفت گفت — از برایت سَعْیُکُمْ مشکورا اندر ھَلْ اَتیٰ

کمال کا قول ہے۔ **بیت**

دریائے علم و مطلع دیں زبدہ یقین! — خورشید ھَلْ اَتیٰ و مہ برج لافتیٰ

منقبت ۔ قولہ تعالیٰ۔ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَہُمْ تَرٰہُمْ رُکَّعًا سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰہِ وَرِضْوَانًا سِیْمَاہُمْ فِیْ وُجُوْہِہِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِکَ مَثَلُہُمْ فِی التَّوْرٰىۃِ وَمَثَلُہُمْ فِی الْاِنْجِیْلِ۔ (فتح ۲۹) یعنی محمد خدا کا بھیجا ہوا ہے اور جو مومن کہ اُس کے ہمراہ ہیں وہ کافروں پر سخت اور

غلیظ ہیں۔ اور باہمدگر ایک دوسرے کے ساتھ مہربان ہیں تو ان کو رکوع کرنے والے اور سجدے کرنے والے دیکھتا ہے یعنی اکثر اوقات نماز میں مشغول ہیں۔ اور خدا تعالیٰ سے فضل یعنی زیادتی ثواب اور اُس کی خوشنودی طلب کرتے ہیں اور اُن کی علامتیں سجدے کے نشان سے اُن کے چہروں پر ظاہر ہیں۔ یہ وصف جو مذکورہ ہُوا۔ یہ توریت اور انجیل میں ان کی صفت ہے **مولف** عرض کرتا ہے کہ آیۂ کریمہ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ میں اہل تسنن اور اہل تشیع کے درمیان اختلاف ہے بعض اہل سنت کہتے ہیں کہ آیۂ مذکورہ خلفائے اربعہ رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہوا ہے۔ بلکہ اس کو خلافت ظاہری کی ترتیب پر حجت جان کر کہتے ہیں۔ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ سے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مراد ہیں۔ اس لئے کہ سید ابرار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ شبِ غار میں رفاقت اختیار کی۔ اور اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی صفت ہے کیونکہ اہل شرک و نفاق کے ساتھ اُن کے مباحثے اور مجادلے کرنے میں علما متفق ہیں۔ اور رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی صفت ہے۔ اِس لئے کہ وہ جناب صلہ رحمی کی صفت سے موصوف تھے۔ جیسا کہ مشہور معروف ہے اور تَرٰھُمْ رُکَّعًا سُجَّدًا تا آخر آیۂ مرتضیٰ علی کرم اللہ وجہٗ کی حالت کا بیان ہے کہ اکثر اوقات وہ جناب وظائف طاعات و عباداتِ خدا میں مصروف مشغول رہتے تھے۔ یہاں تک کہ ہر رات کو ہزار تکبیر احرام کی آواز آپ کے خلوت سرا سے خادمانِ عتبۂ عالیہ کے کان میں آتی تھیں۔ اور اہل تشیع کے اعتقاد میں وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ سے لے کر مَثَلُھُمْ فِی الْاِنْجِیْلِ تک تمام آیت امیرالمومنین علیؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ **نیز** کتب معتبرہ اہل سنت سے حجت ہائے ظاہرہ اور دلائل باہرہ سند کے طور پہ لاکر ثابت کیا ہے کہ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ سے جناب امیرؑ کی ذات والاصفات سے مراد ہے۔ اس لئے کہ اول جس شخص نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز ادا کی۔ وہی بزرگوار ہے۔ چنانچہ کتاب **صفوۃ الزلال** میں جناب امیرالمومنینؑ سے مروی ہے۔ کہ آپ نے فرمایا ہے صَلَّیْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ سَبْعَ سَنَۃٍ قَبْلَ اَنْ یُّسْلِمَ اَحَدٌ وَیُصَلِّیَ اَحَدٌ میں نے رسولِ خدا کے ہمراہ سات برس نماز پڑھی ہے۔ بیشتر اس کے کہ کوئی اسلام لائے اور کوئی شخص نماز پڑھے۔ **اور** صحیح ترمذی میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں۔ اَوَّلُ مَنْ صَلّٰی مَعَ النَّبِیِّ عَلِیُّ ابْنُ اَبِیْ طَالِبٍ اول جس شخص نے پیغمبر صلعم کے ہمراہ نماز پڑھی ہے وہ علیؑ ابن ابی طالب ہے اور اس کے علاوہ قربِ میعت اور اتحاد کے جو شرف حسب ظاہر و باطن امیرالمومنینؑ کو سید المرسلینؐ کے ساتھ حاصل ہیں اہلبیت عظام اور صحابہ کرام میں سے کوئی شخص بھی ان میں سے آپ کے ساتھ مشارکت نہیں رکھتا۔ چنانچہ حدیث کُنْتُ اَنَا وَعَلِیٌّ نُوْرًا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰہِ مُطِیْعًا یُسَبِّحُ لِلّٰہِ ذٰلِکَ النُّوْرُ یُقَدِّسُہٗ قَبْلَ اَنْ یَّخْلُقَ اٰدَمَ اَرْبَعَۃَ عَشَرَ اَلْفَ عَامٍ (الی آخرہ)۔ (میں اور علیؑ خدا کے حضور میں ایک نور تھے جو مطیع پروردگار تھا اور یہ نور آدمؑ کی پیدائش سے چودہ ہزار برس پہلے خدا کی تسبیح اور تقدیس کرتا تھا) اس امر کی موید ہے۔ **اور** بیان کرتے ہیں کہ جب جناب امیرؑ پیدا ہوئے۔ تو رسولؐ نے ان کو غسل دیا۔ اور اپنی گود میں لے کر اپنی زبان معجز بیان ان کے دہان با برہان میں دی۔ اور پہلی چیز جو امیرؑ نے تناول فرمائی۔ وہ رسولِ خدا کا لعابِ دہن ہے **چنانچہ** شواہد النبوۃ

میں منقول ہے کہ ایک روز شاہ ولایت نے بر سرِ منبر فرمایا۔ مجھ سے ماورائے عرش کی بابت سوال کرو۔ کیوں کہ میرے دونوں پہلوؤں کے درمیان بیشمار علوم ہیں اور یہ خیر البشر کے لعاب کا اثر ہے۔ اور اسی طرح سیّد ابرار کے آغوشِ مُبارک میں پرورش پاتے رہے۔ یہاں تک کہ آنحضرت نے جناب سیدۃ النسا کو اُن کے نکاح میں دے کر ایک حجرہ مقرر فرمایا۔ اور تمام غزوات میں سیّد کائنات صلعم کا علم آپ کے ہاتھ میں رہا۔ اور آخرت میں بھی لوائے حمد آنجناب ہی کے دستِ مبارک میں ہوگا۔ اور شبِ معراج میں حضرت کے ہمراہ تھے۔ اور جب آنحضرت نے صحابہ کے درمیان دو دفعہ مواخاتؔ کا صیغہ منعقد فرمایا۔ دونوں دفعہ اس جناب کا عقدِ اخوت اپنے ساتھ باندھا چنانچہ ایک دفعہ فرمایا۔ اَنْتَ اَخِیْ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَۃِ۔ تو دنیا اور آخرت میں میرا بھائی ہے) اور دوسری دفعہ ارشاد فرمایا اَنَا اَخُوْکَ (میں تیرا بھائی ہوں) اور بُتوں کو توڑنے کے وقت رسولِ خدا کے دوشِ مبارک پر آپ کا مقام تھا۔ اور مباہلہ کرنے کے وقت بھی رسولؐ کے ہمراہ تھے۔ اور رحلت کے بعد سرورِ کائنات کو اسی جنابؑ نے غسل دیا۔ اور کفن پہنایا۔ اور قبر میں اُتارا اور اوّل جس شخص نے پیغمبر کے جنازے پر نماز پڑھی۔ اور آخر میں جو شخص قبرِ مبارک سے باہر آیا۔ وہ وہی جناب تھے۔ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ بھی اسی بزرگوار کی ذاتِ فائض البرکات کی صفت ہے۔ کیونکہ آیہ مذکورہ جنگ خیبر کے فتح ہونے کے بعد نازل ہُوا ہے اور اس کے نزول کا سبب تمام تفسیروں اور صحاح ستہ اور مشکوٰۃ وغیرہ میں اس طرح منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ ابوبکر صدیق کو اور دو دفعہ عمر بن الخطاب کو رایت و علم دے کر صحابہ کبار کی ایک جماعت کے ہمراہ جنگ کے لئے روانہ فرمایا اور یہ بزرگوار وہاں سے فرار کر آئے۔ تب آنحضرت نے فرمایا۔ لَاُعْطِیَنَّ الرَّایَۃَ غَدًا رَجُلًا کَرَّارًا غَیْرَ فَرَّارٍ یُحِبُّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَیُحِبُّہُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ۔ (میں کل ضرور اپنا علم ایسے مرد کو عطا کرونگا۔ جو کرار یعنی بار بار حملے کرنے والا ہے۔ اور غیر فرار یعنی فرار کرنے والا نہیں ہے اور اللہ اور اس کے رسولؐ کو دوست رکھتا ہے اور اللہ اور اس کا رسولؐ اس کو دوست رکھتے ہیں) اور رایت نصرت آیت امیر المومنینؑ کے دست حق پرست میں دے کر خیبر کی طرف روانہ فرمایا۔ اور وہ فتح امیرؑ کے ہاتھ پر ہُوئی۔ اور قصیدہ لامیہ کی شرح میں منقول ہے کہ امیرؑ کو سیّد ابرار نے کرار اس لئے فرمایا۔ کہ آپ کفار پر بہ تکرار بار بار حملہ کرتے تھے۔ اور میدان سے فرار نہ کرتے تھے۔ یہی سبب ہے۔ جو صاحب **نزہتہ الارواح** نے تحریر فرمایا ہے " وہ شیر مرد جس نے کسی جنگ میں کسی حال میں بھی پیٹھ نہ پھیری۔ وہ شیر جس نے کسی پیٹھ کی طرف رُخ نہ کیا (یعنے بھاگتے کا پیچھا نہ کیا) وہ پُردل جو ایک نعرہ میں ایک لشکرِ عظیم کو دو پارہ کر ڈالتا تھا۔ اور وہ صفدر جو ایک حملے میں نو قلعوں کو پارہ پارہ کرکے پھینک دیتا تھا۔ اور آیۂ کریمہ وَکَفَی اللّٰہُ الْمُؤْمِنِیْنَ الْقِتَالَ۔ (احزاب ۳) بھی جو جنگ عمرو عبدود میں جناب امیرؑ کی شان میں نازل ہُوا۔ اور پہلے مذکور ہو چکا ہے اسی امر کو

لہ مواخات بھائی چارہ قائم کرنا۔ ۱۲

ظاہر کرتا ہے کہ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ سے امیرالمومنین علیؑ مراد ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ بھی جناب امیرؑ کی ذاتِ والاصفات کی توصیف ہے۔ نہ کہ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا وصف۔ کیونکہ اس بزرگ وارد (عثمانؓ) کی صلہ رحمی کی زیادتی کے سبب صحابہ اور مومنوں کے درمیان اس درجہ کی مخالفت اور منازعت پھیلی کہ یزید پلید لعنت اللہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خلافت کا دعویٰ کیا۔ اور اس نے اہلِ بیت مصطفیٰ پر کیا کیا ظلم و ستم نہ کئے اور یہ تمام خرابی مروان بن حکم کی دوستی کے سبب وقوع پذیر ہوئی۔ جس کو سید الثقلین اور شیخین رضی اللہ عنہما نے جلاوطن کر دیا تھا۔ حضرت عثمان نے اس کو حضرت رسالتؐ کی خلافت کے امور کا وزیر بنایا۔ اور معاویہ کو شام کا حاکم۔ اور ولید بن عقبہ کو جو شراب خوری اور فسق و بدکاری میں مشغول رہتا تھا۔ کوفہ کا گورنر مقرر کیا۔ ایک بزرگ کا قول ہے کہ بادشاہ کو لازم ہے۔ کہ نفس پرور شخص کو لوگوں پر حاکم نہ بنائے۔ کیونکہ نفس پرور ہنر ور نہیں ہو سکتا اور بے ہنر حکومت اور سروری کے قابل نہیں ہے۔ اور مروان مذکور نے ان لوگوں کی نسبت زیادہ معاش لے کر بدعتیں اختیار کیں۔ مثلاً دربان دروازے پر مقرر کئے۔ اور بے قصور محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کے قتل پر اقدام کیا علیٰ ہذا القیاس۔ اور بہت سے فسادات برپا کئے۔ آخر کار یہاں تک نوبت پہنچی کہ اکثر صحابہ غیر متفق اور مخالف ہو گئے اور انہوں نے خلیفہ کو قتل کر دیا۔ چنانچہ مشہور و معروف ہے اور اکثر کتب معتبرہ متداولہ میں مذکور و مسطور۔

پس اس لحاظ سے رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ خاص کر امیرالمومنینؑ کا وصف ہے کہ جب نصرت و فیروزی کے ساتھ خلافت ظاہری کے تخت پر جلوس فرمایا۔ تو بدعتہائے مذکورہ کو برطرف کیا۔ اور جب تک زندہ رہے۔ جَو کے آٹے ہی سے افطار کرتے رہے۔ اور جب اہلِ بینش و دانش ان کو طعام کے تناول کرنے کی طرف مائل کرتے۔ تو جواب میں ارشاد فرماتے مجھے اس امر کا خیال ہے کہ کہیں میرے زمانہ میں کوئی شخص بھوکا نہ رہا ہو۔ اور میں سیر ہو کر کھاؤں۔ اور تفسیر حافظی میں سورہ فاتحہ کی شرح میں مرقوم ہے کہ روز جمعہ امیرالمؤمنینؑ منبر پر خطبہ فرما رہے تھے اور پُرانا لباس جو پیوندوں سے بھرا ہُوا تھا۔ پہنے تھے۔ اور ایک تلوار جس کا بند لیف خرما کا تھا۔ دست مبارک میں تھی اس وقت عبداللہ ابن عباس کے دل میں خیال گذرا کہ یہ حال امیرؑ کی شان کے شایان اور سزاوار نہیں ہے۔ آنحضرتؐ نے علم ولایت سے اس کے دلی ارادے پر خبردار ہو کر ارشاد فرمایا۔ اے ابن عباس میں نے اس قدر پیوند پر پیوند لگوائے کہ مجھ کو سینے والے سے شرم آنے لگی۔ علیؑ کو دنیا کی زینت سے کیا سروکار ہے۔ جس کا پھول کانٹا ہے اور اس کا نوش (شہد) نیش (زہریلے جانور کا ڈنک) کا اثر رکھتا ہے۔ میں اس لذّت سے کیونکر خوش ہوں۔ جو تھوڑی مدت میں ختم ہو کر فنا ہو جائے گی۔ اور میں کیوں کر پیٹ بھر کر کھاؤں۔ حالانکہ ملک حجاز میں بہت سے پیٹ گرسنہ اور بھوکے ہیں اور میں کس طرح اس بات پر رضامند ہوں کہ مومن مجھ کو امیر کہیں اور اپنا مقتدا اور پیشوا جانیں۔ اور میں سختیوں اور مشکلوں میں ان کے ساتھ شریک نہ ہوں۔ اور عدی بن ثابت سے مروی ہے کہ امیرالمومنینؑ نے

سیّد المرسلینؐ کے عہد میں دو موٹے کپڑے خریدے اور قنبرؓ کو اختیار دیا کہ جو پسند ہو لیلے۔ قنبرؓ نے ایک کپڑا پسند کر لیا۔ دوسرا خود حضرت نے زیب تن فرمایا۔ **روضۃ الشہدا** میں مرقوم ہے کہ امیرالمؤمنینؑ کے عہدِ حکومت میں بصرہ سے لے کر سُغدہ[1] سمرقند تک آپ کے تسلّط میں تھا۔ لیکن آپ اس درجہ متواضع تھے۔ کہ کوفہ کے بازار میں پیادہ چلتے تھے۔ اور جو لوگ دنیوی کاروبار میں مشغول ہوتے اور اپنے امیر سے واقف نہ ہوتے۔ جب آپ پر ہجوم کر لیتے۔ تو ارشاد فرماتے۔ اے مومنو! علیؑ کو رستہ دو۔ جب لوگ آپ کی آواز دلنواز کو سنتے۔ رستہ چھوڑ دیتے اور جب ہم آیۂ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا الخ (فتح ۲۹) کے معنی میں غور و فکر سے کام لیتے ہیں تو صاف واضح اور روشن ہو جاتا ہے کہ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ سے مَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ تک ساری آیت امیرالمؤمنینؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ کیونکہ حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ توان کو رکوع کرنے والے اور سجدہ کرنے والے دیکھتا ہے وہ خدا سے فضل طلب کرتے ہیں۔ اور اُن کی علامتیں اُن کے چہروں میں سجدہ کے نشان سے ظاہر اور آشکارا ہیں۔ اور یہ صفت مذکورہ توریت اور انجیل میں اُن کی صفت بیان کی گئی ہے۔ حالانکہ توراۃ اور انجیل میں صحابہ عظام رضی اللہ عنہم میں سے شاہِ اولیا کے نام نامی کے سوا اور کسی کا نام ثبت نہیں ہے۔ توریت میں آپ کا نام **ایلیا** ہے اور انجیل میں **شنطیا** ہے۔ اور اگر کوئی معترض یہاں پر اعتراض کرے کہ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ سے لے کر آخر تک سب جمع کے صیغے واقع ہوئے ہیں یہ ایک فرد واحد پر کیوں کر صادق آسکتے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حق سبحانہٗ نے تعظیم کی وجہ سے اپنے ولی کو اسی طرح یاد فرمایا ہے۔ جیسا کہ آیۂ کریمۂ اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ الخ (مائدہ ۵۵) میں فرمایا ہے۔ حالانکہ اس آیت میں کسی قسم کا اختلاف نہیں ہے۔ کیونکہ امیرالمومنینؑ کے سوا اور کسی شخص نے رکوع کی حالت میں صدقہ نہیں دیا۔ چونکہ الکنایۃ ابلغ من التصریح (کنایہ میں صریح کی نسبت زیادہ بلاغت پائی جاتی ہے) عرب کا دستور ہے۔ اس لئے خالق بیچوں نے بھی انہی کے محاورہ کے موافق کنایہ اور اشارہ میں کلام فرمایا۔ تاکہ جو شخص سعید ازلی ہو۔ وہ مقصد اصلی پر فائز ہو جائے۔ اور کلامِ ربانی کے حقائق کے دقائق و نکات کو معلوم کرے۔ اور جو شقی الاصل اور بدبخت ہو۔ وہ اسرارِ نہانی کے مطالب سے واقف نہ ہونے پائے۔ اور شقاوت میں مبتلا رہ کر نفس کے ظلمانی حجابوں میں گرفتار رہے۔ اور اگر ہم باوجود دلائل مذکورہ کے صیغہ جمع کی رعایت رکھنا چاہیں تو بقول اہلسنت وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ تا آخر آیۂ کیوں کر ایک ایک فرد واحد پر صادق آسکتا ہے اس لئے ہم کہتے ہیں کہ ان لوگوں کی شان میں نازل ہوئی جو اس غزا میں شریک تھے۔ اس تقدیر پر بھی امیرالمؤمنینؑ سے بالاصالہ نسبت ہو گی۔ اور باقی صحابہ سے بالتبع۔ کیونکہ حق تعالیٰ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ (فتح ۲۹) فرماتا ہے اور اس غزا

---

[1] سُغد بالضم ایک علاقہ کا نام ہے جس کو جنّت الدنیا یعنی دنیا کا بہشت کہتے ہیں اور وہ سمرقند کے قریب ہے (کشف)

میں اکثر صحابہ نے فرار اختیار کیا۔ اور خیبر امیر المؤمنینؑ ہی کے دست حق پرست پر فتح ہُوا۔ اور اس امر میں کسی شہادت اور ثبوت کی گنجائش نہیں۔ عیاں راچہ بیاں مثل مشہور ہے۔

منقبت ۔ قولہ تعالیٰ۔ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيَانِ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَا يَبْغِيَانِ ۝ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ۝ يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ ۝ **یعنی** حق تعالیٰ نے نور کے دو دریاؤں کو باہم ملایا۔ درآنحالیکہ وہ آپس میں ملے ہوئے ہیں۔ ان کے درمیان ایک برزخ ہے کہ حد سے تجاوز نہیں کرتے پس تم اپنے پروردگار کی کونسی نعمت کی تکذیب کرتے ہو۔ ان دو دریاؤں میں مروارید (موتی) اور مرجان (مونگا) نکلتے ہیں۔ **تفسیر** شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی۔ اور تفسیر عمدہ و الدرر میں سعید بن جبیر اور سلمان فارسی کی روایت سے اور سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی اسناد سے منقول ہے کہ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ سے علیؑ مرتضیٰ اور فاطمہؑ مراد ہیں اور بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ سے محمد مصطفٰے اور لؤلؤ و المرجان سے حسن اور حسین علیہم الصلوۃ والسلام مراد ہیں

مولف عرض کرتا ہے کہ اگر کوئی شخص اعتراض کرے کہ اس باب کے شروع میں یہ لکھا گیا ہے کہ جو آیات امیر المؤمنینؑ سے مخصوص ہیں۔ ان کا ذکر کیا جائے گا۔ حالانکہ بعض آیتیں امیرؑ کی ذات سے مخصوص نہیں ہیں۔ بلکہ ان میں حمزہ۔ عبیدہ اور سلمان وغیرہ بھی داخل ہیں۔ **اس** کا جواب یہ ہے کہ چونکہ امیر المؤمنینؑ امت کے مقتدا اور پیشوا ہیں۔ اس قسم کی آیات کا نزول امیرؑ کی نسبت بالاصالۃ ہے۔ اور دوسروں کے لئے بالمتابعہ۔ پس اس حالت میں بھی آنحضرت کرم اللہ وجہہ سے مخصوص ہوں گی۔

باب دوم

ان احادیث کے بیان میں جو سیّد المرسلین صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے امیر المومنین کرم اللہ وجہہ کی مناقب میں ارشاد فرمائی ہیں اور آپ کی ذات فائز البرکات کی بہ احسن وجوہ تعریف فرمائی ہے

پوشیدہ نہ رہے کہ جو حدیثیں اس مجموعہ محمودہ میں مرقوم ہیں ان کو کتب معتبرہ اور ان کے جامع اور راوی سے منسوب کیا گیا ہے۔ اگر کسی کے خاطر فاطر میں کوئی خطرہ مذمومہ خطور کرے۔ وہ ان کتابوں کو حاصل کر کے اپنے شک کو رفع کر لے۔ ہم کو ان پر یقین کامل حاصل ہے۔ جو حدیثیں کُتب مُعتبرہ متداولہ میں موجود ہیں۔

اور عرب وعجم کے تمام علما و فضلا ان کے ایراد پر متفق ہیں تو وہ بلاشک وشبہ وضعی ہونے کے شائبہ سے مبرا اور منزہ ہیں اور اصلی کا خطاب مستطاب ان پر ٹھیک ٹھیک چسپاں ہوتا ہے۔

منقبت ۱۔ قال النبی صلی اللہ علیہ و الہ وسلم۔ كُنْتُ اَنَا وَ عَلِيٌّ نُوْرًا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ مُطِيْعًا يُسَبِّحُ اللّٰهَ ذٰلِكَ النُّوْرُ وَيُقَدِّسُهٗ قَبْلَ اَنْ يَّخْلُقَ اٰدَمَ اَرْبَعَةَ عَشَرَ اَلْفِ عَامٍ فَلَمَّا خَلَقَ اللّٰهُ اٰدَمَ رَكَّبَ ذٰلِكَ النُّوْرَ فِيْ صُلْبِهٖ فَلَمْ يَزَلْ يَنْقَلِبُ مِنْ صُلْبٍ اِلٰى صُلْبٍ حَتّٰى اَقَرَّهٗ فِيْ صُلْبِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَقَسَّمَهٗ قِسْمَيْنِ فَصَيَّرَ قِسْمِيْ فِيْ صُلْبِ عَبْدِ اللّٰهِ وَ قِسْمَ عَلِيٍّ فِيْ صُلْبِ اَبِيْ طَالِبٍ فَعَلِيٌّ مِنِّيْ وَ اَنَا مِنْهُ۔ **ترجمہ**۔ ابوالمکارم الحسن الدامغانی کی کتاب اربعین۔ کتاب نزل السائرین مصنف شرف الدین ورزینی شافعی۔ مناقب خطیب خوارزم۔ مودات میر سید علی ہمدانی۔ مسند احمد بن حنبل اور بحرالانساب جعفر حجہ میں سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ میں اور علیؑ ایک نور تھے۔ اور وہ نور آدمؑ کو پیدا کرنے سے چودہ ہزار سال پیشتر خدائے عزّ وجلّ کی درگاہ میں طاعت اور تقدیس کرتا تھا۔ جب آدمؑ کو پیدا کیا۔ اس نور کو آدمؑ کے صلب میں رکھا۔ اور برابر ایک صلب سے دوسرے صلب میں منتقل کرتا رہا۔ یہاں تک کہ اس کو عبدالمطلب کے صلب میں قرار دیا۔ پھر اس نور کو دو حصّوں میں منقسم کیا۔ میرے حصّہ کو عبداللہ کی پشت میں قائم کیا۔ اور علیؑ کے حصّے کو ابوطالب کے صلب میں۔ پس علیؑ مجھ سے ہے اور میں علیؑ سے۔

منقبت ۲۔ قال النبی صلّی اللہ علیہ و الہ وسلم۔ ان اللہ تعالیٰ خَلَقَنِيْ وَ عَلِيًّا مِنْ نُوْرٍ وَّاحِدٍ بَيْنَ يَدَيِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُ اللّٰهَ تَعَالٰى وَ يُقَدِّسُهٗ قَبْلَ اَنْ يَّخْلُقَ اٰدَمَ بِاَلْفَيْ عَامٍ فَلَمَّا خَلَقَ اٰدَمَ سَكَنَّا صُلْبَهٗ ثُمَّ نَقَلْنَا مِنْ صُلْبٍ طَيِّبٍ وَ بَطْنٍ طَاهِرٍ لَا تُهْتَكُ فِيْنَا حَائِلَةٌ اِلٰى صُلْبِ اِبْرَاهِيْمَ حَتّٰى وَصَلْنَا اِلٰى صُلْبِ عبد الْمُطَّلِبِ فَصَارَ قِسْمَيْنِ قِسْمٌ فِيْ عَبْدِ اللّٰهِ وَ قِسْمٌ فِيْ اَبِيْطَالِبٍ فَخَرَجْتُ مِنْهُ وَخَرَجَ مِنْهُ عَلِيٌّ ثُمَّ اجْتَمَعَ نُوْرًا مِنِّيْ وَمِنْ عَلِيٍّ فِيْ فَاطِمَةَ وَ الْحَسَنُ وَ الْحُسَيْنُ نُوْرَانِ مِنْ نُوْرِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ **ترجمہ** صحیح بخاری اور ہدایت السعداٗ میں جابر بن عبداللہ انصاری کی روایت سے مرقوم ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ خداوند تعالیٰ نے مجھ کو اور علیؑ کو عرش کے سامنے ایک نور سے پیدا کیا۔ وہ نور آدمؑ کی پیدائش سے دو ہزار پیشتر خدا کی تسبیح اور تقدیس کرتا تھا۔ جب خدا نے آدمؑ کو پیدا کیا تو ہم آدمؑ کی پشت میں ساکن ہوئے۔ پس ہم صلب طاہر اور شکم پاک سے انتقال کرتے رہے اور ہمارے درمیان کوئی حجاب نہ تھا۔ یہاں تک کہ ہم نوح علیہ السلام کے صلب میں آئے۔ اور پھر صلب پاک اور شکم طاہر سے انتقال کیا۔ اور صلب ابراہیم علیہ السلام تک ہم میں کوئی حجاب نہ تھا۔ یہاں تک کہ ہم عبدالمطلب

کی پشت میں منتقل ہوئے ۔ پس وہ نُور دو حصّوں میں منقسم ہوگیا ۔ ایک حصّہ عبداللہ کی صلب میں قرار پایا ۔ اور دوسرا حصّہ ابوطالب کی پشت میں ۔ پس مَیں پشتِ عبداللہ سے نکلا ۔ اور علیؑ پشتِ ابوطالب سے ۔ بعدازاں میرا اور علیؑ کا نور فاطمہؑ میں جمع ہُوا ۔ اور حسنؑ اور حسینؑ پروردگارِ عالم کے نور سے دو نور ہیں ۔ اور حدیث مذکور **خزانۃ الجلالیہ** میں بایں عبارت وارد ہوئی ہے ۔ نصار نِصْفَیْنِ نِصْفٌ اِلٰی عَبْدِ اللّٰہِ وَنِصْفُہٗ اِلٰی اَبِیْطَالِبٍ فَخُلِقْتُ اَنَا مِنْ جُزْءٍ وَّعَلِیٌّ مِنْ جُزْءٍ فَالْاَ نْوَارُ کُلُّھَا مِنْ نُوْرِیْ وَنُوْرِ عَلِیٍّ پس وہ نور دو برابر حصّے ہوگیا ۔ ایک نصف تو عبداللہ کی پشت میں قائم ہُوا ۔ اور ایک نصف ابی طالب کی پشت میں پس مَیں ایک جز سے پیدا ہُوا اور علیؑ ایک جز سے ۔ پس تمام انوار میرے اور علیؑ کے نور سے ہیں ۔ اور نہید میں روایت کی گئی ہے کہ ایک دفعہ علیؑ مرتضیٰ حضرتؐ مصطفےٰ کے پاس آئے ۔ رسولؐ نے فرمایا ۔ مَرْحَبًا یَا اَخِیْ وَابْنِ عَمِّیْ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ خُلِقْتُ اَنَا وَھُوَ مِنْ نُّوْرٍ وَّاحِدٍ ۔ **یعنی** خوشی اور خرمی ہو میرے بھائی اور میرے پسرِ عم کو ۔ اور اس ذات برحق کی قسم ہے ۔ جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ مَیں اور وہ ایک نور سے پیدا کیے گئے ہیں ۔

منقبت ۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ۔ مَکْتُوْبٌ عَلٰی بَابِ الْجَنَّۃِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ عَلِیٌّ اَخُ رَسُوْلِ اللّٰہِ قَبْلَ اَنْ یَّخْلُقَ السَّمٰوٰتِ بِاَلْفَیْ عَامٍ ۔ **ترجمہ** **صحاح ستہ اور مودات** میں مسطور ہے کہ رسولؐ نے فرمایا ۔ اللہ تعالیٰ کے آسمانوں کو پیدا کرنے سے دو ہزار سال پہلے جنّت کے دروازے پر لکھا ہے ۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ..... اَخُ رَسُوْلِ اللّٰہِ یعنی خدا کے سوا اور کوئی عبادت کے قابل نہیں ہے ۔ اور محمدؐ خدا کا رسول ہے ۔ اور علیؑ رسولِ خدا کا بھائی ہے ۔

منقبت ۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اِنَّ عَلِیًّا مِنِّیْ وَاَنَا مِنْ عَلِیٍّ وَھُوَ وَلِیُّ کُلِّ مُؤْمِنٍ وَّمُؤْمِنَۃٍ بَعْدِیْ لَا یُؤَدِّیْ عَنِّیْ دَیْنِیْ اِلَّا عَلِیٌّ ۔ **ترجمہ** ۔ صحاح ستہ ۔ صواعق محرقہ ابن حجر ۔ مصابیح ۔ مسند احمد بن حنبل اور مشکوٰۃ میں حُبشی بن ضادہ سے مروی ہے کہ رسولؐ نے فرمایا ۔ کہ علیؑ مجھ سے ہے اور میں علیؑ سے ہُوں ۔ اور وہ میرے بعد ہر مومن اور مومنہ کا ولی اور حاکم ہے ۔ اور میرے دین کو میری طرف سے علیؑ کے سوا اور کوئی ادا نہ کرے گا ۔

منقبت ۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ۔ اَلصِّدِّیْقُوْنَ ثَلَاثَۃٌ حَبِیْبُ النَّجَّارِ مُؤْمِنُ اٰلِ یٰسٓ وَحِزْقِیْلُ مُؤْمِنُ اٰلِ فِرْعَوْنَ وَعَلِیٌّ وَّھُوَ اَفْضَلُھُمْ ۔ **ترجمہ** ۔ شرح مصابیح اور صواعق محرقہ میں ابن عباسؓ سے مروی ہے ۔ کہ رسولؐ نے فرمایا کہ اُمتوں کے صدیق تین ہیں ۔ **اوّل** حبیب نجار مومن آلِ یٰس ۔ **دوم** حزقیل مومن آلِ فرعون ۔ **سوم** علیؑ ابن ابی طالب ۔ اور وہ سب صدیقوں

سے افضل ہے۔ اور حدیث مذکور بعض نسخوں میں اس عبارت میں بھی وارد ہوئی ہے۔ سُبَّاقُ الْاُمَمِ ثَلَاثَةٌ لَمْ يَكْفُرُوْا بِاللهِ طَرْفَةَ عَيْنٍ عَلِیُّ ابْنُ اَبِیْطَالِبٍ وَصَاحِبُ يٰسٓ وَمُؤْمِنُ اٰلِ فِرْعَوْنَ وَهُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ وَعَلِیٌّ اَفْضَلُهُمْ۔ (تمام امتوں میں سبقت کرنے والے تین ہیں جو ایک چشم زدن بھی کافر نہیں ہوئے ۱۔ علیؑ ابن ابی طالب اور ۲۔ صاحب یٰسین اور ۳۔ مومن آلِ فرعون اور وہی صدیق ہیں اور علیؑ ان سب میں افضل ہے۔

منقبت ۵۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَا عَلِیُّ اَنْتَ اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ وَاَنْتَ اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ اِنَّمَا اَنَا وَاَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰى **ترجمہ** اربعین ابو المکارم اور نزل السائرین میں بہ روایت قدوۂ اصحاب عمر بن الخطاب اور صفوۃ الزلال المعین میں بروایت ابن عباس رضی اللہ عنہم مذکور ہے کہ رسولؐ نے فرمایا۔ اے علیؑ تو از روئے اسلام پہلا مسلمان۔ اور از روئے ایمان پہلا مومن ہے۔ اور تو مجھ سے ایسا ہے۔ جیسے ہارونؑ موسیٰؑ سے۔

منقبت ۶۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَا عَلِیُّ اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰى اِلَّا اَنَّهٗ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ **ترجمہ** ۔ صحیح ترمذی۔ مسلم۔ بخاری۔ مصابیح۔ مشکوٰۃ۔ صحائف اور ہدایۃ السعداء میں سعد ابن ابی وقاص اور زید بن ارقم سے اور **شرف النبی** میں اسما بنت عمیس سے اور **مودات** میں جابر بن عبد اللہ انصاری سے مروی ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اے علیؑ تیرا درجہ مجھ سے ایسا ہے جیسے ہارونؑ کا درجہ موسیٰؑ سے تھا۔ مگر یہ کہ میرے بعد پیغمبری نہیں ہے۔ **یعنی** جیسے حضرت ہارونؑ فضائل اور کمالات میں حضرت موسیٰؑ کی صفات سے موصوف تھا۔ تو مجھ سے ویسا ہی ہے سوائے نبوت کے مرتبہ کے کہ وہ مجھ کو حاصل ہے۔ اور تیرے واسطے نہیں۔

منقبت ۷۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مَا تُرِيْدُوْنَ مِنْ عَلِیٍّ۔ مَا تُرِيْدُوْنَ مِنْ عَلِیٍّ۔ مَا تُرِيْدُوْنَ مِنْ عَلِیٍّ۔ اِنَّ عَلِيًّا مِنِّیْ وَاَنَا مِنْهُ وَهُوَ وَلِیُّ كُلِّ مُؤْمِنٍ بَعْدِیْ **ترجمہ** مسند احمد بن حنبل۔ مسند ابن جوزی۔ مستدرک حاکم۔ صحیح ترمذی۔ مصابیح۔ مشکوٰۃ اور صواعق محرقہ میں عمران بن حصین سے روایت ہے۔ کہ رسولؐ نے فرمایا۔ تم علیؑ سے کیا چاہتے ہو۔ تم علیؑ سے کیا چاہتے ہو۔ تم علیؑ سے کیا چاہتے ہو۔ بیشک علیؑ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں۔ اور وہ میرے بعد ہر ایک کا حاکم اور ولی ہے۔ **ترجمہ منظومہ**

علیؑ آمد ولیِ ہر مومن — اقتدا کن چو مومناں بعلیؑ
سرورِ انبیاؐ چنین فرمود — کہ علیؑ از من است و من ز علیؑ

منقبت ۹ - قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ یَا عَلِیُّ اَنْتَ اَخِیْ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ - **ترجمہ** - صحیح ترمذی۔ مصابیح۔ مشکوٰۃ اور صواعق محرقہ میں قتادہ اور عبداللہ بن عمر سے منقول ہے کہ جب رسول نے اپنے اصحاب میں سے دو دو شخصوں کے درمیان برادری یعنی بھائی چارہ قائم کیا۔ اور مرتضیٰ علیؑ کا کسی شخص سے اخوت کا صیغہ منعقد نہ کیا۔ امیرالمومنینؑ نے سیّدالمرسلینؐ کی خدمت میں آکر عرض کیا۔ یا رسولؐ اللہ! آپ نے صحابہ میں باہم بھائی چارہ قائم فرمایا۔ میرا بھائی کون ہے؟ رسولؐ نے فرمایا۔ اے علیؑ تو دنیا اور آخرت میں میرا بھائی ہے۔ **اور** مسند احمد حنبل میں مرقوم ہے کہ حضرتؐ نے یہ ارشاد فرمایا۔ اِنَّمَا تَرَکْتُکَ لِنَفْسِیْ اَنْتَ اَخِیْ وَاَنَا اَخُوْکَ فَاِنْ ذَکَرَکَ اَحَدٌ فَقُلْ اَنَا عَبْدُ اللّٰہِ وَاَخُ رَسُوْلِ اللّٰہِ لَا یَدَّعِیْھَا بَعْدَکَ اِلَّا کَذَّابٌ وَالَّذِیْ بَعَثَنِیْ بِالْحَقِّ مَا اَخَّرْتُکَ اِلَّا لِنَفْسِیْ وَاَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ ھَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰی غَیْرَ اَنَّہٗ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ وَاَنْتَ وَارِثِیْ - **یعنی** اے علیؑ میں نے تجھ کو اپنے ہی لئے رکھا ہے۔ تو میرا بھائی ہے اور میں تیرا بھائی ہوں اس کے بعد اگر کوئی تجھ کو یاد کرے۔ اس سے کہہ دے کہ میں خدا کا بندہ اور رسولؐ کا بھائی ہوں۔ اور تیرے سوا کوئی اور شخص میرا بھائی ہونے کا دعوٰی نہیں کر سکتا۔ مگر وہ شخص جو کہ کذاب اور جھوٹا ہو۔ اور تیرا مرتبہ مجھ سے ایسا ہے جیسے ہارونؑ کا مرتبہ موسٰیؑ سے تھا۔ مگر اتنا فرق ہے کہ میرے بعد اور کوئی پیغمبر نہیں ہے اور تو میرا وارث وراثت پانیوالا ہے

منقبت ۱۰ - قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اَوَّلُ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ وُرُوْدًا عَلَی الْحَوْضِ وَاَوَّلُھَا اِسْلَامًا ھُوَ عَلِیُّ بْنُ اَبِیْطَالِبٍ **ترجمہ** استیعاب میں سلمان فارسی رضی اللہ عنہٗ سے مروی ہے کہ رسولِؐ خدا نے فرمایا۔ کہ اس امّت میں سب سے پہلے وہ شخص حوضِ کوثر پر وارد ہوگا۔ جو سب سے پہلے اسلام لایا۔ ہے اور وہ علیؑ ابن ابی طالب ہے۔ اور حدیث مذکور اسی کتاب استیعاب میں بایں عبارت بھی وارد ہوئی ہے:۔ اَوَّلُکُمْ وُرُوْدًا عَلَی الْحَوْضِ اَوَّلُکُمْ اِسْلَامًا ھُوَ عَلِیُّ بْنُ اَبِیْطَالِبٍ (ترجمہ بعینہٖ وہی ہے)

منقبت ۱۱ - قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ لِعَلِیٍّ اَنْتَ مِنِّیْ وَاَنَا مِنْکَ - **ترجمہ** صحیح مسلم اور صحیح بخاری میں براء بن عازب سے روایت ہے کہ رسولؐ نے علیؑ سے فرمایا۔ تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں

منقبت ۱۲ - قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ - مَنْ اٰذٰی عَلِیًّا یُبْعَثُہُ اللّٰہُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ یَھُوْدِیًّا اَوْ نَصْرَانِیًّا - **ترجمہ** مسند احمد بن حنبل میں منقول ہے کہ رسولؐ نے فرمایا۔ جو کوئی علیؑ کو ایذا پہنچائے۔ اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن یہودی یا نصرانی اٹھائے گا۔

منقبت ۱۳ - قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ - عَلِیٌّ مِنِّیْ وَاَنَا مِنْ عَلِیٍّ حَیْثُ تَکُوْنُ - **ترجمہ** اربعین میں امّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی گئی ہے کہ رسولؐ نے فرمایا۔ علیؑ مجھ سے ہے۔ اور میں

علیؑ سے ہوں جہاں کہیں کہ ہو۔

منقبت ۱۴ ۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ۔ اَنَا الْمُنْذِرُ وَعَلِیٌّ الْھَادِیْ وَبِکَ یَا عَلِیُّ یَھْتَدِی الْمُھْتَدُوْنَ **ترجمہ** ۔ فردوس الاخبار میں ابن مسعودؓ سے اور اربعین میں ابن عباسؓ سے اور مودات میں جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسولؐ نے فرمایا میں خلائق کو ڈرانے والا ہوں اور علیؑ ہادی (ہدایت کرنے والا ہے) اور اے علیؑ تیرے سبب سے ہدایت پانے والے لوگ ہدایت پائیں گے۔ **ترجمہ منظومہ**

نبیؐ آں رہبر ہدیٰ فرمود — کہ منم مُنذر و علیؑ ہادی!

بعلیؑ پے بکعبۂ مقصود — مے بردرہ نوردِ ہر وادی

مولف ۔ عرض کرتا ہے کہ حدیث مذکورہ بالا آیۂ کریمہ اِنَّمَا مُنْذِرٌ وَّ لِکُلِّ قَوْمٍ ھَادٍ۔ کے مُطابق ہے۔

منقبت ۱۵ ۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اِنِّیْ اَقُوْلُ کَمَا قَالَ اَخِیْ مُوْسٰی اِجْعَلْ لِّیْ وَزِیْرًا مِّنْ اَھْلِیْ عَلِیًّا اَخِی اشْدُدْ بِہٖ اَزْرِیْ وَاَشْرِکْہُ فِیْ اَمْرِیْ **ترجمہ** ۔ مسند احمد بن حنبل اور ہدایت السعداء میں مرقوم ہے کہ رسولؐ نے فرمایا میں اسی طرح کہتا ہوں (دُعا کرتا ہوں) جس طرح میرے بھائی موسیٰؑ نے کہا تھا (دُعا کی تھی) اے بار خدا! میرے اہل سے میرے واسطے علیؑ کو وزیر بنا۔ جو کہ میرا بھائی ہے۔ میری پشت کو اس سے قوی کر۔ اور اس کو میرے کام میں شریک بنا۔

منقبت ۱۶ ۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ لَمَّا اُسْرِیَ بِیْ اِلَی السَّمَآءِ اِذَا عَلَی الْعَرْشِ مَکْتُوْبٌ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ اَیَّدْتُّہٗ بِعَلِیٍّ **ترجمہ** کتاب شفا قاضی ابو الفضل یحصبی اور فصل الخطاب خواجہ محمد پارسا میں ابوالحمرا سے روایت ہے کہ رسولؐ نے فرمایا شب معراج جب مجھ کو آسمان پر لے گئے۔ ناگاہ میں نے عرش پر لکھا ہوا دیکھا۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ اید تہ بِعَلِیٍّ (خدا کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ اور محمدؐ اس کا رسول ہے۔ میں نے علیؑ سے اس کی مدد کی)۔

منقبت ۱۷ ۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ۔ مَثَلُ عَلِیٍّ فِی النَّاسِ کَمَثَلِ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ فِی الْقُرْاٰنِ **ترجمہ** ۔ اربعین اور فردوس الاخبار میں روایت ہے کہ رسول نے فرمایا۔ کہ علیؑ کی مثال لوگوں کے درمیان ایسی ہے جیسے سورۂ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ قرآن میں **یعنی** جس طرح سورۂ اخلاص تمام قرآنی سورتوں میں اشرف واعلیٰ ہے۔ کیونکہ وہ وحدت ذات خدا اور معرفت صفات الٰہی پر دلالت کرتا ہے۔ جو جملہ ذوات وصفات سے اشرف واعلیٰ ہے۔ اسی طرح علیؑ خلائق کے درمیان افضل اور اشرف ہے۔ اور تمام کمالات میں وحید اور یگانہ ہے۔

ترجمہ منظومہ علم قرآں علیؑ رساند بخلق — بقرآت سبعہ آمد ازاں

نسبت ذات او بہ زمرۂ خلق ہست چوں قل ھو اللہ در قرآں

منقبت ۱۸۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ۔ حُبُّ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْطَالِبٍ یَاْکُلُ الذُّنُوْبَ کَمَا تَاْکُلُ النَّارُ الْحَطَبَ۔ **ترجمہ** ۔ **اربعین اور مودات** میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ رسول نے فرمایا ہے۔ مرتضیٰ علیؑ کی دوستی گناہوں کو اس طرح کھا جاتی اور نیست کر دیتی ہے جیسے آگ ایندھن کو کھا جاتی اور نیست کر دیتی ہے۔ **ترجمہ منظومہ**

حُبِّ شاہِ ولایت آتش داد آکلِ جملہ گناہاں است!

جُرم ماہیزم است وے سوزد ہیزم از آتشے کہ سوزاں است

منقبت ۱۹۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ۔ قُسِمَتِ الْحِکْمَۃُ عَشَرَۃَ اَجْزَاءٍ فَاُعْطِیَ عَلِیٌّ تِسْعَۃَ اَجْزَاءٍ وَالنَّاسُ جُزْءً وَاحِدًا **ترجمہ** تفسیر ثعلبی میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے رسولؐ سے سوال کیا۔ کہ آپ علیؑ کے حق میں کیا فرماتے ہیں۔ فرمایا۔ حکمت کو دس حصّوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ ان میں نو حصّے علیؑ کو عطا ہوئے۔ اور ایک حصّہ کل اہل جہاں پر تقسیم ہُوا۔ **ترجمہ منظوم**

مُصطفیٰ گفت کردہ شد قسمت حکمت آں منبع ہُنر ہارا

بود وہ جُزو وادہ شدزاں وہ نہ علیؑ را۔ یکے دگر ہارا

منقبت ۲۰۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ۔ اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا فَمَنْ اَرَادَ الْعِلْمَ فَلْیَاْتِ الْبَابَ۔ **ترجمہ** ۔ صحیح ترمذی حلیۃ الاولیاء مسند بزاز اوراوسط طبرانی میں جابر انصاری سے اور مودات۔ مستدرک حاکم اور صواعق محرقہ میں امیرالمومنینؑ سے مروی ہے کہ رسولؐ نے فرمایا۔ میں علم کا شہر ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہے۔ جو شخص کہ علم کا طالب ہو۔ اس کو لازم ہے کہ شہر کے دروازہ سے آئے۔ **یعنی** بموجب آیۂ وافی الہدایہ وَاْتُوا الْبُیُوْتَ مِنْ اَبْوَابِھَا بقرہ ۲۴ (گھروں میں دروازوں سے داخل ہو) جناب امیر سے توسل کئے بغیر علوم رسولؐ سے بہرہ ور ہونا ممکن نہیں ہے۔ **ترجمہ منظومہ**

بحرِ علم و عمل چہ گفت کہ من شہر علمم علیؑ دراست ام

ہر کسے را کہ علم مے بدید گو درآید بصدق از در یا

منقبت ۲۱۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اَنَا دَارُ الْحِکْمَۃِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا **ترجمہ**۔ صحیح ترمذی مستدرک حاکم مشکوٰۃ۔ مصابیح۔ حلیۃ الاولیا اور صواعق محرقہ میں امیرالمومنینؑ سے روایت ہے کہ رسولؐ نے فرمایا کہ میں حکمت کا گھر ہوں۔ اور علیؑ اس گھر کا دروازہ ہے۔ جو شخص چاہے کہ حکمت کے گھر میں داخل ہو۔ اس کو لازم ہے کہ گھر کے دروازے سے اندر آئے۔ نہیں تو آیۂ اَلسَّارِقُ وَالسَّارِقَۃُ فَاقْطَعُوْا اَیْدِیَھُمَا۔ (چور مرد اور چور

عورت کے ہاتھ کاٹ ڈالو) کے موافق اپنے دستِ امید کو دامنِ مقصود سے کوتاہ کرے **یعنی** اپنے مقصودِ دلی سے محروم اور مایوس رہے۔

منقبت[۲۲] - قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ - حَقُّ عَلِیٍّ عَلٰی ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ کَحَقِّ الْوَالِدِ عَلٰی وَلَدِہٖ - **ترجمہ** - **اربعین** میں جابرؓ بن انصاری سے مروی ہے کہ رسولؐ نے فرمایا ہے کہ علیؑ کا حق اس امت پر ایسا ہے جیسے باپ کا حق اپنے بیٹے پر ہوتا ہے **یعنی** جس طرح باپ بیٹے کی ظاہری زندگی کا باعث ہوتا ہے اسی طرح امیر المؤمنین اس امت کی معنوی اور باطنی زندگی کا باعث ہیں جس سے علم تعبیر کیا جاتا ہے۔ پس جو نیک بخت اور خوش نصیب قدمِ اخلاص و اعتقاد جناب امیرؑ کے راہِ متابعت پر رکھے۔ اور آپ کے کلام کو جان و دل کے کان سے سنے اور ان علومِ حقائق و معارف کو جو آنجناب نے ارشاد فرمائے ہیں تحصیل کرے۔ اور ان پر عامل اور کاربند ہو۔ وہ حیاتِ ابدی اور نعیمِ مقیم پر فائز ہو کر بموجب حدیث المومن حیٌّ فی الدارین (مومن دونوں جہاں میں زندہ ہے) حیاتِ سرمدی سے مخصوص اور ممتاز ہوگا۔

منقبت[۲۳] - قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ - اَعْلَمُ اُمَّتِیْ عَلِیُّ ابْنِ اَبِیْطَالِبٍ **ترجمہ** - نیز کتاب مذکور میں سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسولؐ نے فرمایا ہے۔ میری امت میں سب سے زیادہ عالم اور دانا علیؑ بن ابی طالب ہے۔

منقبت[۲۴] - قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ - اَنَا مِیْزَانُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ کَفَّتَاہُ وَالْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ خُیُوْطُہٗ وَفَاطِمَۃُ عَلَاقَتُہٗ وَالْاَئِمَّۃُ عَمُوْدُہٗ یُوْزَنُ بِہٖ اَعْمَالُ الْمُحِبِّیْنَ وَالْمُبْغِضِیْنَ لَنَا - **ترجمہ** - **نیز** کتاب مذکور میں بروایت ابن عباس رضی اللہ عنہ منقول ہے کہ رسولؐ نے فرمایا میں علم کی ترازو ہوں۔ اور علیؑ اس کے دو پلڑے۔ اور حسنؑ اور حسینؑ اس کے ڈوڑے۔ اور فاطمہؑ اس ترازو کا علاقہ (لٹکانے کا ذریعہ) اور باقی ائمہ اس کا ستون۔ اس ترازو میں ہمارے دوستوں اور دشمنوں کے اعمال تولے جاتے ہیں۔

منقبت[۲۵] - قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ - عَلِیٌّ اَقْضٰی اُمَّتِیْ - **ترجمہ** - صحیح ترمذی میں امیر المومنینؑ حسن علیہ السلام سے اور **استیعاب** میں ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسولؐ نے فرمایا ہے کہ میری امت میں سب سے زیادہ عادل اور سب سے بڑا قاضی علیؑ بن ابی طالب ہے۔

منقبت[۲۶] - قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ - مَنْ اَحَبَّ عَلِیًّا فَقَدْ اَحَبَّنِیْ وَمَنْ اَبْغَضَ عَلِیًّا فَقَدْ اَبْغَضَنِیْ وَمَنْ اٰذٰی عَلِیًّا فَقَدْ اٰذَانِیْ وَمَنْ اٰذَانِیْ فَقَدْ اٰذَی اللّٰہَ - **ترجمہ** مسند ابویعلیٰ مسند بزاز۔ صواعق محرقہ اور استیعاب میں سعد وقاص سے روایت ہے کہ رسولؐ نے فرمایا جو شخص علیؑ کو دوست رکھے۔ وہ بیشک مجھ کو دوست رکھتا ہے۔ اور کوئی علیؑ کو دشمن رکھتا ہے۔ وہ بیشک مجھ کو دشمن رکھتا ہے۔ اور جو کوئی

علیؑ کو اذیت دیتا ہے۔ وہ بیشک مجھ کو ایذا دیتا ہے۔ اور جو کوئی مجھ کو ایذا دیتا ہے۔ وہ بیشک خدائے عزّوجلّ کو ایذا دیتا ہے۔

منقبت ۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ یَا عَلِیُّ اُوْتِیْتَ ثَلَاثًا لَمْ یُؤْتَ هُنَّ اَحَدٌ وَلَا اَنَا اُوْتِیْتَ صِهْرًا مِثْلِیْ وَلَمْ اُوْتَ اَنَا مِثْلِیْ وَ اُوْتِیْتَ صِدِّیْقَةً مِثْلَ اِبْنَتِیْ وَلَمْ اُوْتَ مِثْلَهَا وَ اُوْتِیْتَ الْحَسَنَ وَالْحُسَیْنَ مِنْ صُلْبِكَ وَلَمْ اُوْتَ مِنْ صُلْبِیْ مِثْلَهُمَا وَلٰكِنَّكُمْ مِنِّیْ وَاَنَا مِنْكُمْ

ترجمہ ۔ شرف النبی میں ابوالحمراء سے مروی کہ رسولؐ نے فرمایا۔ یا علیؑ تجھ کو تین فضیلتیں ایسی دی گئیں کہ خلقت میں سے کسی کو نہیں دی گئیں اور نہ مجھ کو عطا ہوئی ہیں۔ **اوّل** یہ کہ تجھ کو مجھ جیسا خسر دیا گیا ہے اور میرا خسر مجھ جیسا نہیں ہے **دوم**۔ میری بیٹی فاطمہؑ جیسی عورت تیری بیوی ہے۔ اور مجھ کو ایسی بیوی نہیں ملی **سوم**۔ تجھ کو اپنے صلب سے حسنؑ اور حسینؑ جیسے فرزند عطا کئے گئے ہیں اور مجھ کو ایسے فرزند اپنے صلب سے نہیں ملے۔ لیکن تم یعنی علیؑ۔ فاطمہؑ۔ حسنؑ اور حسینؑ علیہم السلام مجھ سے ہیں اور مَیں تم سے ہوں۔ **اور** حدیث مذکور بحرالدُرر میں بعبارت ذیل دیکھی گئی ہے کہ یَا عَلِیُّ اِنَّكَ اُعْطِیْتَ ثَلَاثًا وَلَمْ اُعْطَ اُعْطِیْتَ صِهْرًا مِثْلِیْ وَلَمْ اُعْطَ وَ اُعْطِیْتَ مِثْلَ فَاطِمَةَ وَلَمْ اُعْطَ وَ اُعْطِیْتَ مِثْلَ الْحَسَنِ وَ الْحُسَیْنِ وَلَمْ اُعْطَ (اے علیؑ تجھ کو تین چیزیں عطا ہوئی ہیں اور مجھ کو نہیں ملیں۔ تجھ کو مجھ سا خسر عطا ہُوا۔ اور مجھ کو عطا نہ ہوا۔ اور تجھ کو فاطمہ جیسی بیوی دی گئی اور مجھ کو نہیں ملی۔ اور تجھ کو حسنؑ اور حسینؑ جیسے فرزند عطا ہوئے اور مجھ کو نہ ملے۔)

منقبت ۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ۔ مَنْ اَرَادَ اَنْ یَّنْظُرَ اِلٰی اٰدَمَ فِیْ عِلْمِهٖ وَاِلٰی نُوْحٍ فِیْ فَهْمِهٖ وَاِلٰی یَحْیٰی فِیْ زُهْدِهٖ وَاِلٰی مُوْسٰی فِیْ بَطْشِهٖ فَلْیَنْظُرْ اِلٰی عَلِیِّ بْنِ اَبِیْطَالِبٍ۔

ترجمہ ۔ صحیح واقدی میں ابوالحمراء سے مروی ہے کہ رسولؐ نے فرمایا۔ جو شخص چاہے کہ دیکھے آدمؑ کو اس کے علم میں۔ اور نوحؑ کو اس کے فہم میں۔ اور یحییٰؑ کو اس کے زہد میں۔ اور موسیٰؑ کو اس کی ہیبت میں۔ اس کو چاہیئے کہ وہ علیؑ ابن ابی طالب کو دیکھ لے۔ اور حدیث مذکور **شرف النبیؐ** میں اُسی ابوالحمراء سے اس طرح روایت کی گئی ہے۔ مَنْ سَرَّهٗ اَنْ یَّنْظُرَ اِلٰی اٰدَمَ فِیْ عِلْمِهٖ وَاِلٰی نُوْحٍ فِیْ فَهْمِهٖ وَاِلٰی اِبْرَاهِیْمَ فِیْ حِلْمِهٖ وَاِلٰی مُوْسٰی فِیْ هَیْبَتِهٖ فَلْیَنْظُرْ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْطَالِبٍ اور بیہقی نے اپنے اسناد سے بایں عبارت روایت کی ہے۔ مَنْ اَرَادَ اَنْ یَّنْظُرَ اِلٰی اٰدَمَ فِیْ عِلْمِهٖ وَاِلٰی نُوْحٍ فِیْ تَقْوَاهُ وَاِلٰی اِبْرَاهِیْمَ فِیْ حِلْمِهٖ وَاِلٰی مُوْسٰی فِیْ هَیْبَتِهٖ وَاِلٰی عِیْسٰی فِیْ عِبَادَتِهٖ فَلْیَنْظُرْ اِلٰی عَلِیِّ ابْنِ اَبِیْ طَالِبٍ **اور** صحائف۔ ہدایت السعداء اور جواہرالاخبار میں جابرؓ سے مروی ہے کہ مَنْ اَحَبَّ اَنْ یَّنْظُرَ اِلٰی اِسْرَافِیْلَ فِیْ هَیْبَتِهٖ وَاِلٰی مِیْكَائِیْلَ فِیْ رُتْبَتِهٖ وَاِلٰی جِبْرَائِیْلَ فِیْ جَلَالَتِهٖ وَاِلٰی اٰدَمَ فِیْ سِلْمِهٖ وَاِلٰی نُوْحٍ فِیْ خَشْیَتِهٖ وَاِلٰی اِبْرَاهِیْمَ فِیْ خُلَّتِهٖ وَاِلٰی یَعْقُوْبَ فِیْ حُزْنِهٖ وَاِلٰی یُوْسُفَ فِیْ جَمَالِهٖ وَاِلٰی مُوْسٰی فِیْ

مُنَاجَاتِہٖ وَ اِلٰی اَیُّوْبَ فِیْ صَبْرِہٖ وَ اِلٰی یَحْیٰی فِیْ زُھْدِہٖ وَ اِلٰی عِیْسٰی فِیْ سُنَّتِہٖ وَ اِلٰی یُوْنُسَ فِیْ وَرْعِہٖ وَ اِلٰی مُحَمَّدٍ فِیْ حَسَبِہٖ وَ خُلُقِہٖ فَلْیَنْظُرْ اِلٰی عَلِیٍّ فَاِنَّ فِیْہِ تِسْعِیْنَ خَصْلَۃً مِّنْ خِصَالِ الْاَنْبِیَاءِ جَمَعَ اللّٰہُ فِیْہِ وَ لَمْ یَجْمَعْ اَحَدًا غَیْرَہٗ ۔ **ترجمہ** ۔ رسولؐ نے فرمایا۔ جو کوئی اس بات کو دوست رکھے کہ دیکھے اسرافیلؑ کو اس کی ہیبت میں ۔ اور میکائیلؑ کو اس کے مرتبے میں ۔ اور جبرئیلؑ کو اس کی بزرگی میں ۔ اور آدمؑ کو اس کے اسلام کی درستی میں صلح جوئی میں اور نوحؑ کو اس کے خدا تعالیٰ سے ڈرنے میں اور ابراہیمؑ کو اس کی خُلّت (درستی) میں ۔ اور یعقوبؑ کو اس کے اندوہ و حزن میں ۔ اور یوسفؑ کو اس کے حُسن میں ۔ اور موسیٰؑ کو اس کی رازگوئی میں ۔ اور ایوبؑ کو اس کے صبر میں! اور یحییٰؑ کو اس کے زہد میں ۔ اور عیسیٰؑ کو اس کی عبادت اور سنت میں ۔ اور یونسؑ کو اس کی پرہیزگاری میں ۔ اور محمدؐ کو اس کی بزرگی حسب و خلق میں پس اس سے کہدے کہ وہ علیؑ ابن ابی طالب کو دیکھ لے ۔ کیونکہ اس میں پیغمبروں کی نوّے[۹۰] خصلتیں موجود ہیں ۔ جو خدا تعالیٰ نے اس میں جمع کی ہیں اور اس کے سوا اور کسی میں نہیں ۔

منقبت[۲۹] ۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ اٰلِہٖ وَسَلَّمَ ۔ عَلِیٌّ مُھَنْدِسٌ فِیْ ذَاتِ اللّٰہِ اَیْ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ

ترجمہ ۔ استیعاب میں مذکور ہے کہ رسولؐ نے فرمایا علیؑ ذاتِ خدا میں مہندس یعنی خوب دانا اور واقف اور آگاہ ہے ۔

منقبت[۳۰] ۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ اٰلِہٖ وَسَلَّمَ اَیُّھَا النَّاسُ لَا تَشْکُوْا عَلِیًّا فَوَاللّٰہِ اِنَّہٗ لَاَخْشَنُ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ ۔ **ترجمہ** ۔ حلیۃ الاولیاء میں بہ روایت ابوسعید خدری منقول ہے کہ بعض لوگوں سے امیرالمومنین کی شکایت جناب رسولؐ سے کی ۔ حضرتؐ نے فرمایا ۔ اے لوگو! علیؑ کی شکایت نہ کرو ۔ خدا کی قسم وہ خدا کے دین میں درشت اور سخت ہے ۔ **یعنی** دین میں مضبوط اور محکم اور راہِ خدا تعالیٰ میں یگانہ اور یکتا ہے ۔ جب قواعدِ اسلام کے قائم کرنے میں کوشش کرتا ہے کسی مخلوق کی ملامت سے نہیں ڈرتا ۔ آیۂ لَا یَخَافُوْنَ لَوْمَۃَ لَائِمٍ (کسی ملامت کرنیوالے کی ملامت سے نہیں ڈرتے) اس کی صفت ہے اور اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ اُس کی شان میں ہے ۔ **اور حدیث** مذکور صواعق محرقہ اور مستدرک حاکم میں راوی مذکور سے بایں عبارت منقول ہے ۔ لَا تَشْکُوْا عَلِیًّا فَوَاللّٰہِ اِنَّہٗ لَاَخْشَنُ فِیْ ذَاتِ اللّٰہِ اَوْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ۔ **یعنی** علیؑ کا شکوہ نہ کرو ۔ خدا کی قسم ہے ۔ وہ ذاتِ خدا یا راہِ خدا میں بہت ڈرنے والا ہے ۔

منقبت[۳۱] ۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ اٰلِہٖ وَسَلَّمَ ۔ لَا یُحِبُّ عَلِیًّا مُنَافِقٌ وَّ لَا یُبْغِضُہٗ مُؤْمِنٌ ۔ **ترجمہ** مسند احمد بن حنبل ۔ صحیح ترمذی اور مشکوٰۃ میں امّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسولؐ نے ارشاد فرمایا ہے کہ منافق علیؑ کو دوست نہیں رکھتا اور مومن اس کو دشمن نہیں رکھتا اور صحیح مسلم اور صواعق محرقہ میں امیرالمومنین کرم اللہ وجہٗ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا مجھے اس ذات کی قسم ہے جس نے دانہ کو اگایا ۔ اور مخلوق کو پیدا کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مجھ سے عہد فرمایا ہے کہ مجھ کو دوست نہیں رکھتا مگر مومن ۔ اور دشمن نہیں رکھتا ۔ مگر منافق (یعنے

جو علیؑ کو دوست رکھتا ہے۔ وہ مومن ہے اور جو دشمن رکھتا ہے۔ وہ منافق ہے)

منقبت ۳۲ ۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ۔ لَا تَسُبُّوْا عَلِیًّا فَاِنَّہٗ مَمْسُوْسٌ فِیْ ذَاتِ اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ **ترجمہ** ۔ حلیۃ الاولیا میں بہ روایت کعب بن عجرہ منقول ہے کہ رسولؐ نے فرمایا کہ علیؑ کو سب نہ کرو۔ اور بُرا نہ کہو۔ کیونکہ وہ ذاتِ خدا میں ممسوس یعنی قریب بوصال ہے (فنا فی اللہ ہے)

منقبت ۳۳ ۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ۔ مَنْ سَبَّ عَلِیًّا فَقَدْ سَبَّنِیْ ۔

ترجمہ ۔ مستدرک حاکم۔ مسند احمد حنبل اور صواعق محرقہ میں بہ روایت امّ سلمہ رضی اللہ عنہا منقول ہے کہ رسولؐ نے فرمایا۔ جس شخص نے علیؑ کو سبّ کیا۔ اس میں شک نہیں کہ اس نے مجھ کو سبّ کیا (بُرا کہا گالی دی)

منقبت ۳۴ ۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ۔ اَلنَّظْرُ اِلٰی عَلِیٍّ عِبَادَۃٌ **ترجمہ** ۔ معجم طبرانی۔ مستدرک حاکم۔ صواعق محرقہ۔ بحر المعارف میں ابن مسعودؓ سے اور فصل الخطاب میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرتؐ نے فرمایا کہ مرتضیٰ علیؑ کی طرف نظر کرنا عبادت ہے۔ **ترجمہ منظومہ**

تا بکے در اطاعتِ دِگراں ــــ دست بندی بسینہ ہر ساعت

رومتاب از اطاعتِ شاہے ــــ کہ نظر بر رخش بود طاعت!

منقبت ۳۵ ۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ۔ عَلِیٌّ یَزْھَرُ فِی الْجَنَّۃِ کَکَوْکَبِ الصُّبْحِ لِاَھْلِ الدُّنْیَا۔ **ترجمہ** ۔ صواعق محرقہ اور جمع ویلمی اور بیہقی میں انس بن مالک سے روایت ہے کہ رسولؐ نے فرمایا کہ علیؑ جب بہشت میں داخل ہوگا۔ تو اس طرح درخشاں ہوگا جیسے آفتاب اہلِ دُنیا پر چمکتا ہے۔ **ترجمہ منظومہ**

مرتضیٰؑ در بہشت جاویداں ــــ چوں درآید بہ طالعِ فیروز

مے درخشد رُخش بر اہلِ جناں ــــ چوں درخشیدنِ ستارۂ روز

منقبت ۳۶ ۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ۔ ذِکْرُ عَلِیٍّ عِبَادَۃٌ **ترجمہ** ۔ جمع ویلمی۔ صواعق محرقہ اور بحر المعارف میں ام المومنین عائشہؓ سے اور فصل الخطاب میں ابوبکر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ رسولؐ نے فرمایا کہ مرتضیٰ علیؑ کا ذکر عبادت ہے۔ **ترجمہ منظومہ**

ذکرِ خیرِ علیؑ کند ہمہ روز ــــ ہر کہ ذکرِ خداش عادت شد

بعبادت گرائے کہ پیغمبرؐ ــــ گفت ذکرِ علی عبادت شد

منقبت ۳۷ ۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اَللّٰھُمَّ لَا تُمِتْنِیْ حَتّٰی تُرِیَنِیْ عَلِیًّا۔

ترجمہ ۔ صحیح ترمذی اور مشکوٰۃ میں بہ روایت امّ عطیہ مذکور ہے کہ رسولؐ نے امیر المومنینؑ کو ایک جہاد میں بھیجا۔ اور روانہ کرنے کے وقت غایت شوق اور زیادتی محبت کی وجہ سے جو اُس کی ملاقات کی آنحضرتؐ کو تھی۔ دونوں ہاتھ دُعا کے لئے اُٹھا کر

دعا فرمائی۔ اے بارِ خدا! مجھ کو نہ ماریو۔ جب تک کہ تو علیؑ کو مجھے پھر نہ دکھائے۔

منقبت ۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ عَلِیٌّ فِی الْجَنَّۃِ۔ **ترجمہ** ۔ صحیح ترمذی اور صحیح ابن ماجہ میں بہ روایت عبدالرحمٰن بن عوف سے منقول ہے کہ رسولؐ نے فرمایا۔ علی کرم اللہ وجہٗ بہشت میں ہے۔

منقبت ۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ بِعَلِیٍّ دَمُكَ دَمِیْ لَحْمُكَ لَحْمِیْ قَلْبُكَ قَلْبِیْ نَفْسُكَ نَفْسِیْ رُوْحُكَ رُوْحِیْ۔ **ترجمہ** ۔ دستور الحقائق میں منقول ہے کہ اس حدیث کا باعث ورود یہ ہے کہ ایک روز سیّد المرسلینؐ نے امیر المومنینؑ کو اپنے پیراہن میں داخل کیا کہ مصطفٰےؐ اور مرتضٰیؑ دونوں کا ایک تن ہو گیا۔ لیکن نبیؐ اور ولیؑ کا سر نظر آتا تھا۔ اس حالت میں حدیث مذکور بیان فرماتے ہیں۔ اور ہدایت السعداء اور بعض اور کتابوں میں ایسا نظر سے گذرا ہے کہ ایک روز امامین (حسنؑ اور حسینؑ) سیّد الثقلینؐ کے پاس حاضر تھے۔ ایک اعرابی نے پوچھا۔ یا رسولؐ اللہ۔ یہ کس کے بیٹے ہیں۔ فرمایا۔ میرے بیٹے ہیں۔ اس نے عرض کی کہ علیؑ کے بیٹے کہاں ہیں؟ فرمایا۔ یہی ہیں۔ پھر امیرؑ کو آغوش مبارک میں لیا۔ اور حدیث مذکور فرمائی (یعنے حضرتؐ نے علیؑ سے فرمایا۔ تیرا خون میرا خون ہے۔ تیرا گوشت میرا گوشت ہے۔ تیرا دل میرا دل ہے۔ تیرا نفس میرا نفس ہے۔ تیری روح میری روح ہے۔)

منقبت ۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ۔ لَا تَجْمَعُوْا بَیْنَ اِسْمِیْ وَكُنْیَتِیْ اَنَا اَبُوالْقَاسِمِ اللّٰہُ یُعْطِیْ وَاَنَا قَاسِمٌ ثُمَّ رَخَّصَ ذٰلِكَ لِعَلِیٍّ وَبَنِیْہِ۔ **ترجمہ** ۔ تفسیر ثعلبی میں ابوہریرہ سے مروی ہے کہ رسولؐ نے فرمایا۔ کہ میرا نام اور کنیت جمع نہ کرو۔ **یعنی** جب اپنے کسی بیٹے کا نام **محمدؐ** رکھو۔ تو اس کی کنیت **ابوالقاسم** مقرر نہ کرو۔ اور اگر کنیت ابوالقاسم کرو۔ تو نام **محمد** مت رکھو۔ کیونکہ اس نام اور کنیت کو جمع کرنا میری ذات سے مخصوص ہے کہ خدا تعالیٰ عطا فرماتا ہے اور میں تقسیم کرتا ہوں اور خدا تعالیٰ **محمود** ہے۔ میں **محمد** ہوں پس مخلوقات کو جائز نہیں ہے کہ محمد نام اور ابوالقاسم کنیت کو ایک جگہ جمع کریں۔ بعد ازاں امیر المومنین علیؑ اور ان کے فرزندوں کو اجازت دی کہ امیرؑ نے اپنے فرزند کا نام محمد رکھا اور کنیت ابوالقاسم مقرر کی۔ **اور** مستدرک حاکم میں محمد حنیفہ رضوان اللہ علیہ سے اس طرح مروی ہے کہ ایک روز طلحہ اور امیر المومنینؑ میں جھگڑا ہوا۔ طلحہ نے کہا۔ تو نے اپنے فرزند کا نام محمد رکھا ہے اور اس کی کنیت ابوالقاسم مقرر کی ہے۔ حالانکہ رسولؐ نے اس نام اور کنیت کا جمع کرنا تمام امت پر حرام کیا ہے۔ امیرؑ نے حاضرین میں سے ایک شخص کو فرمایا۔ جاکر فلاں فلاں کو بلا لاؤ۔ اصحاب کی ایک جماعت نے آکر گواہی دی کہ آنحضرتؐ نے جناب امیرؑ اور ان کے فرزندوں کو رخصت دی ہے۔ اور باقی تمام امت پر حرام فرمایا ہے۔

منقبت ۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ۔ اِنَّہٗ خَلَقَ اللّٰہُ حَلْقَۃَ بَابِ الْجَنَّۃِ

مِنْ یَاقُوْتَۃٍ حَمْرَاءَ عَلٰی صَفَائِحِ الذَّھَبِ فَاِذَا دُقَّتِ الْحَلْقَۃُ عَلَی الْبَابِ طَنَّتْ وَقَالَتْ یَا عَلِیُّ یَا عَلِیُّ۔ **ترجمہ۔** مناقب خطیب میں مرقوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ کہ حق تعالیٰ نے بہشت کے دروازے کا حلقہ یاقوت سرخ کا پیدا کیا ہے اور سونے کے پتروں پر لگایا ہے۔ جب اس حلقہ کو کھٹکھٹایا جاتا ہے۔ تو اس میں سے آواز نکلتی ہے۔ اور وہ یا علیؑ یا علیؑ کہتا ہے۔

منقبت ۲۲۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ لَمَّا خَلَقَ اللّٰہُ اٰدَمَ وَنَفَخَ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِہٖ عَطَسَ اٰدَمُ فَقَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ۔ فَاَوْحَی اللّٰہُ حَمِدَنِیْ عَبْدِیْ بِعِزَّتِیْ وَجَلَالِیْ لَوْلَا عَبْدَانِ اُرِیْدُ اَنْ اَخْلُقَھُمَا فِیْ دَارِ الدُّنْیَا مَا خَلَقْتُکَ قَالَ اِلٰھِیْ یَکُوْنَانِ مِنِّیْ قَالَ نَعَمْ یَا اٰدَمُ اِرْفَعْ رَاْسَکَ وَانْظُرْ فَرَفَعَ رَاْسَہٗ فَاِذَا مَکْتُوْبٌ عَلَی الْعَرْشِ۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ نَبِیُّ الرَّحْمَۃِ وَعَلِیٌّ مُقِیْمُ الْحُجَّۃِ۔ **ترجمہ۔** نیز کتاب مذکور میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولؐ نے فرمایا۔ جب حق تعالیٰ نے آدمؑ کو پیدا کرکے اپنی رُوح اس میں پھونکی۔ آدمؑ نے چھینکا اور کہا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ حَمِدَنِیْ عَبْدِیْ۔ میرے بندے نے میری حمد کی۔ مجھے اپنی عزّت وجلالت کی قسم ہے کہ اگر پیدائش سے دو بندے مقصود نہ ہوتے۔ جن کو مَیں دنیا میں پیدا کرنا چاہتا ہوں۔ تو تجھ کو ہرگز پیدا نہ کرتا۔ آدمؑ نے عرض کی۔ اے خدا! وہ دونوں بندے میری نسل سے ہوں گے؟ فرمایا۔ ہاں۔ اس وقت حکم ہُوا کہ اے آدمؑ! سر اُٹھا کر دیکھ آدمؑ نے سر اُٹھا کر دیکھا۔ تو عرش مجید پر لکھا ہوا تھا۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ نَبِیُّ الرَّحْمَۃِ وَعَلِیٌّ مُقِیْمُ الْحُجَّۃِ (اللہ کے سوا اور کوئی قابل عبادت نہیں ہے۔ محمدؐ رحمت کا نبی ہے اور علیؑ حجت کو قائم کرنے والا ہے۔)

منقبت ۲۳۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مَاکِیًا عَنِ اللّٰہِ تَعَالٰی مَنْ عَرَفَ عَلِیٍّ زَکٰی وَطَابَ وَمَنْ اَنْکَرَ حَقَّہٗ لُعِنَ وَخَابَ اَقْسَمْتُ بِعِزَّتِیْ اَنْ اُدْخِلَ النَّارَ مَنْ عَصَاہُ وَاِنْ اَطَاعَنِیْ وَاُدْخِلَ الْجَنَّۃَ مَنْ اَطَاعَہٗ وَاِنْ عَصَانِیْ **ترجمہ۔** اسی کتاب مذکور میں منقول ہے کہ نبی صلعم نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے مجھ سے ارشاد فرمایا ہے کہ جس شخص نے مرتضیٰ کا حق پہچانا۔ وہ پاک اور خوش ہُوا۔ اور جس نے اس کے حق کا انکار کیا۔ وہ ملعون اور زیاں کار ہُوا۔ مَیں اپنی عزّت کی قسم کھاتا ہوں کہ جو شخص اس کی نافرمانی کرے گا۔ اس کو دوزخ میں داخل کروں گا۔ اگرچہ وہ میری اطاعت کرے۔ اور جو شخص اس کی فرمانبرداری اور اطاعت کرے گا اس کو بہشت بریں میں داخل کروں گا۔ اگرچہ وہ میری نافرمانی کرے۔

منقبت ۲۴۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ جَاءَنِیْ جِبْرَائِیْلُ مِنْ عِنْدِ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ بِوَرَقَۃِ اٰسٍ خَضْرَاءَ مَکْتُوْبٌ فِیْھَا بِبَیَاضٍ اِنِّیْ اِفْتَرَضْتُ مُحَبَّۃَ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ عَلٰی خَلْقِیْ فَبَلِّغْھُمْ ذٰلِکَ عَنِّیْ۔ **ترجمہ۔** نیز کتاب مذکور اور فردوس الاخبار میں بہ روایت جابر انصاری رضی اللہ عنہ مذکور ہے کہ

رسولؐ نے فرمایا کہ جبرئیلؑ خدا تعالیٰ کی طرف سے **گل آس** کا ایک سبز پتا لے کر میرے پاس آئے۔ جس میں سفیدی سے لکھا ہوا تھا کہ میں نے علیؑ کی دوستی اپنی خلقت پر فرض کی ہے۔ پس اس بات کو میری طرف سے ان کو پہنچا دے۔

منقبت[۴۵]۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ یَا عَلِیُّ لَا یَحِلُّ لِاَحَدٍ اَنْ یَجْنُبَ فِیْ ھٰذَا الْمَسْجِدِ غَیْرِیْ وَغَیْرِكَ **ترجمہ**۔ صحیح ترمذی۔ مصابیح مشکوٰۃ طیبی اور ہدایۃ السعداء میں ابوسعید خدری سے اور مسند بزار اور صواعق محرقہ میں سعد سے مروی ہے کہ رسولؐ نے فرمایا۔ اے علیؑ کسی شخص کو جائز اور حلال نہیں ہے کہ اس مسجد میں جنب ہو۔ مگر مجھ کو اور تجھ کو جائز ہے۔

منقبت[۴۶]۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ لِعَلِیٍّ اَنْتَ وَشِیْعَتُكَ تَاْتِیْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ رَاضِیْنَ مَرْضِیِّیْنَ وَیَاْتِیْ عَدُوُّكَ غَضْبَانَ **ترجمہ**۔ صواعق محرقہ میں ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جب آیۂ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ اُولٰئِكَ ھُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّۃِ (البینہ) نازل ہوا۔ تو رسولؐ نے علیؑ مرتضیٰ سے فرمایا تو اور تیرے شیعہ قیامت کے دن ایسی حالت میں آئیں گے کہ تم خدا سے راضی ہو گے اور خدا تم سے راضی ہوگا۔ اور تمہارا دشمن اس حالت میں آئے گا۔ کہ خشمناک اور غضب آلود ہوگا۔

منقبت[۴۷]۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ عَلِیٌّ خَیْرُ الْبَشَرِ بَعْدِیْ مَنْ اَبٰی فَقَدْ کَفَرَ۔ **ترجمہ**۔ صحائف۔ ہدایۃ السعداء اور مودات میں حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہٗ سے مروی ہے۔ کہ رسولؐ نے فرمایا مرتضیٰ علیؑ میرے بعد سب آدمیوں سے بہتر ہے۔ جو شخص انکار کرے۔ بیشک وہ کافر ہے۔

منقبت[۴۸]۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ عَلِیٌّ بَابُ حِطَّۃٍ مَنْ دَخَلَ فِیْہِ کَانَ مُؤْمِنًا وَمَنْ خَرَجَ مِنْہُ کَانَ کَافِرًا **ترجمہ**۔ افراد دارقطنی صواعق محرقہ اور مودات میں ابن عباسؓ سے مروی ہے۔ کہ رسولِ خدا نے فرمایا۔ علیؑ (حطّہ) توبہ اور استغفار کا دروازہ ہے۔ جو شخص اس دروازے میں داخل ہو وہ مومن ہے۔ اور جو کوئی اس دروازے سے نکل جائے۔ وہ کافر ہے۔ **ترجمہ منظومہ**

ذاتِ سلطان اولیا باب است　　　کفر و ایمان بطوف او مصطر

ہر کہ داخل در و بود مومن !　　　و آنکہ خارج از و بود کافر !

منقبت[۴۹]۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ عَلِیٌّ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ الرَّاْسِ مِنْ بَدَنِیْ **ترجمہ**۔ مناقب خطیب میں براء بن عازب اور جمع دیلمی۔ فردوس الاخبار۔ مودات۔ صواعق محرقہ میں ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسولؐ نے فرمایا۔ کہ علیؑ مجھ سے ایسا ہے جیسے بدن سے سر۔ **ترجمہ منظومہ**

گفت سرور ہاشمی نسبت　　　نسبت مرتضیٰ علیؑ با من

نسبتے ہست با بدن سر را　　　نسبتش نسبت سر است و بدن

منقبت ۵۰۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اَنَا وَعَلِیٌّ مِنْ شَجَرَۃٍ وَّاحِدَۃٍ وَالنَّاسُ مِنْ اَشْجَارٍ شَتّٰی۔ **ترجمہ**۔ اوسط طبرانی اور صواعق محرقہ میں جابر بن عبداللہ انصاری سے اور مودات میں عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسولؐ نے فرمایا۔ کہ میں اور علیؑ ایک درخت سے ہیں اور دوسرے آدمی مختلف درختوں سے

ترجمہ منظومہ

شجرِ معرفت رسولؐ خدا — گفت درشانِ قائل کفرہ

خِلقتِ ناس ہر یک از شجریست — من واُو ہر دو از یکے شجرہ!

منقبت ۵۱۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ۔ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی جَعَلَ ذُرِّیَّۃَ کُلِّ نَبِیٍّ فِیْ صُلْبِہٖ وَجَعَلَ ذُرِّیَّتِیْ فِیْ صُلْبِ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْطَالِبٍ۔ **ترجمہ** اوسط طبرانی صواعق محرقہ۔ فردوس الاخبار اور مودات میں جابرؓ سے اور مناقب خطیب میں ابن عباسؓ سے روایت کی گئی ہے کہ رسولؐ نے فرمایا۔ کہ خدا تعالیٰ نے ہر ایک پیغمبر کی نسل کو اس کے صلب میں قرار دیا ہے۔ اور میری ذُرّیت کو علیؑ ابن ابی طالب کے صلب سے کیا ہے۔ **ترجمہ منظومہ**

ہر نبی را نبیسرۂ داور — دادہ از صلب آں خجستہ نبی

نبی ما نبیسرۂ او را — خلق کردہ خدا از صلب علیؑ

منقبت ۵۲۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ لَوْلَمْ یَخْلُقِ اللّٰہُ عَلِیًّا لَمَا کَانَ لِفَاطِمَۃَ کُفُوًا۔ **ترجمہ**۔ فردوس الاخبار اور مودات میں ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ کہ رسولؐ نے فرمایا۔ اگر خدا تعالیٰ علیؑ کو پیدا نہ کرتا۔ تو بیشک فاطمہؑ کا کوئی ہمسر و کفو نہ ہوتا۔ **ترجمہ منظومہ**

مہترِ انبیاو بہترِ خلق — گفت درشانِ شاہِ دین پرور

کہ علیؑ گر نمے شدے مخلوق! — خود نمے داشت فاطمہؑ ہمسر

منقبت ۵۳۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ۔ رَاَیْتُ لَیْلَۃَ اُسْرِیَ بِیْ مُثْبِتًا عَلٰی سَاقِ الْعَرْشِ غَرَسْتُ جَنَّۃَ عَدْنٍ لِمُحَمَّدٍ صِفْوَتِیْ مِنْ خَلْقِیْ اَیَّدْتُّہٗ بِعَلِیٍّ **ترجمہ** حلیۃ الاولیاء میں بہ روایت ابوالحمراء منقول ہے۔ کہ رسولؐ خدا نے فرمایا۔ کہ جب شب معراج مجھ کو آسمان پر لے گئے۔ تو میں نے ساقِ عرش پر لکھا ہوا دیکھا میں کہ خداوند ہوں۔ میں نے جنّت عدن جس میں انواع و اقسام کے درخت لگائے ہیں۔ محمدؐ کے لئے جو میری مخلوقات میں سے میرا برگزیدہ اور پسندیدہ ہے خلق کی۔ میں نے اس کو علیؑ سے مدد دی ہے۔

منقبت ۵۴۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ۔ لِکُلِّ نَبِیٍّ وَصِیٌّ وَّوَارِثٌ وَاِنَّ عَلِیًّا وَصِیِّیْ وَوَارِثِیْ۔ **ترجمہ**۔ فردوس الاخبار اور مودات میں بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسولؐ نے فرمایا کہ ہر ایک پیغمبر کا ایک وصی اور وارث ہوتا ہے۔ اور علیؑ میرا وصی اور وارث ہے۔ **ترجمہ منظومہ**

وصی و وارث رسولِؐ خدا — مرتضیٰؑ را شمر کہ گفت نبیؐ

ہر نبی را وصی و وارث بود! وصی و وارث من است علیؑ

منقبت ۵۵۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عُنْوَانُ صَحِیْفَۃِ الْمُؤْمِنِ حُبُّ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ۔ **ترجمہ** ۔ مناقب خطیب۔ مودات اور صواعق محرقہ میں انس بن مالک سے مروی ہے کہ رسولؐ نے فرمایا کہ مومن کے صحیفہ اعمال کا سرنامہ علیؑ ابن ابی طالب کی دوستی ہے۔ **ترجمہ منظومہ**

نامۂ مشترک آنکہ درو بنود نام سرور غالب

ہست عنوانِ نامۂ مومن دوستی علیؑ بو طالب

منقبت ۵۶۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ۔ رَحِمَ اللّٰہُ عَلِیًّا اَللّٰھُمَّ اَدِرِ الْحَقَّ مَعَہٗ حَیْثُ دَارَ **ترجمہ** ۔صحاح ستہ میں بہ روایت امیرالمومنینؑ منقول ہے۔کہ رسولِ خدا نے فرمایا۔خدا علیؑ پر رحمت کرے اسے خداحق کو علیؑ کے ساتھ دائر کر۔جہاں کہ وہ جائے۔

منقبت ۵۷۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ۔ اِنَّ الْجَنَّۃَ تَشْتَاقُ اِلٰی ثَلَاثَۃٍ عَلِیٍّ وَّ عَمَّارٍ وَّ سَلْمَانَ ۔ **ترجمہ** صحیح ترمذی وصحیح نسائی ۔مستدرک حاکم اور صواعق محرقہ میں بہ روایت انس بن مالک مرقوم ہے کہ رسولؐ نے فرمایا۔کہ جنت تین شخصوں علیؑ بن ابی طالب۔عمار یاسرؓ اور سلمان فارسی کی ملاقات کی مشتاق ہے۔

منقبت ۵۸۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ ۔ یَا عَلِیُّ اِنَّ فِیْکَ مَثَلًا مِّنْ عِیْسٰی اَبْغَضَتْہُ الْیَھُوْدُ حَتّٰی بَھَتُوْا اُمَّہٗ وَاَحَبَّتْہُ النَّصَارٰی حَتّٰی اَنْزَلُوْہُ بِالْمَنْزِلَۃِ الَّتِیْ لَیْسَتْ لَہٗ ثُمَّ قَالَ عَلِیٌّ یَھْلِکُ فِیَّ اِثْنَانِ مُحِبٌّ مُفْرِطٌ یُفْرِطُنِیْ بِمَا لَیْسَ فِیَّ وَمُبْغِضٌ یَحْمِلُہٗ شَقَاقِیْ عَلٰی اَنْ یَبْھَتُنِیْ ۔ **ترجمہ**۔ مسند احمد بن حنبل وبزار ابو یعلیٰ۔مستدرک حاکم۔مشکوٰۃ اور صواعق محرقہ میں امیرالمومنینؑ سے مروی ہے۔کہ رسولؐ نے فرمایا۔یا علیؑ تجھ میں عیسٰیؑ کی ایک مثال ہے کہ یہودیوں نے اس کو دشمن رکھا یہاں تک کہ اُس کی والدہ کو بہتان لگایا اور نصاریٰ نے اُس کو دوست رکھا۔اور افراطِ محبت کی وجہ سے ایسی منزلت اس کے لئے ثابت کی۔جو اس کے لئے شایاں اور سزاوار نہ تھی یعنے خدا کا بیٹا کہا۔**پس** امیرؑ نے فرمایا۔دو گروہ میرے باب میں ہلاک ہوئے **اول** وہ جو فرطِ محبت کے سبب میرے لئے وہ درجہ ثابت کرے۔جو مجھ میں نہیں ہے اور وہ الوہیت اور نبوت کا مرتبہ ہے۔ **دوم** وہ جس کو میری دشمنی اس بات پہ آمادہ کرے کہ میرے حق میں بُرا کہے۔

منقبت ۵۹۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ۔ لِعَلِیٍّ اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ الْاَنْبِیَاءَ مِنْ اَشْجَارٍ شَتّٰی وَخُلِقْتُ اَنَا وَاَنْتَ مِنْ شَجَرَۃٍ وَّاحِدَۃٍ فَاَنَا اَصْلُھَا وَاَنْتَ فَرْعُھَا وَالْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ اَغْصَانُھَا فَمَنْ تَعَلَّقَ بِغُصْنٍ مِّنْھَا اَدْخَلَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی **ترجمہ** ۔مسند احمد بن حنبل۔مودات اور حلیۃ الاولیاء میں جابر بن عبداللہ انصاری سے مروی ہے کہ ایک دن رسولؐ نے عرفات میں مرتضٰی سے فرمایا۔کہ حق تعالٰی نے پیغمبروں کو مختلف

درختوں سے پیدا کیا ہے۔ اور میں اور تو دونوں ایک درخت سے پیدا کیے گئے ہیں میں اس درخت کی جڑ ہوں اور تو فرع۔ اور حسنؑ اور حسینؑ شاخیں۔ پس جو کوئی اس درخت کی کسی شاخ سے لٹک جائے گا۔ اور اس سے تعلق کرلے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کو بہشت عنبر سرشت میں جگہ عنایت فرمائے گا۔

منقبت ۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ۔ مَنْ اَحَبَّ عَلِیًّا فَقَدْ اَحَبَّنِیْ وَمَنْ اَحَبَّنِیْ فَقَدْ اَحَبَّ اللّٰہَ وَمَنْ اَبْغَضَ عَلِیًّا فَقَدْ اَبْغَضَنِیْ وَمَنْ اَبْغَضَنِیْ فَقَدْ اَبْغَضَ اللّٰہَ

ترجمہ۔ سُننِ ترمذی میں سلمانؓ سے اور صواعق محرقہ میں اُم سلمہؓ سے مروی ہے۔ کہ رسولؐ نے فرمایا۔ جو کوئی کہ علیؑ کو دوست رکھے۔ بیشک اس نے مجھ کو دوست رکھا ہے۔ اور جو کوئی مجھ کو دوست رکھتا ہے۔ بیشک اس نے خدا کو دوست رکھا ہے اور جو کوئی علیؑ کو دشمن رکھے بیشک اس نے مجھ کو دشمن رکھا۔ اور جس نے مجھ کو دشمن رکھا۔ بیشک اس نے خدا کو دشمن رکھا۔

ترجمہ منظوم

مرہم سینۂ دلِ افگاراں   آنکہ آزار کس نکو نشمرد
گفت ہرنا کسے کہ آزارد   مرتضیٰ را۔ حق۔ مرا آزار

منقبت ۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ یَا عَلِیُّ اَنْتَ قَسِیْمُ النَّارِ وَالْجَنَّۃِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ۔ **ترجمہ**۔ سنن دارقطنی اور صواعق محرقہ میں مرقوم ہے۔ کہ رسولِ خدا نے فرمایا۔ اے علیؑ تو قیامت کے روز دوزخ اور بہشت کا تقسیم کرنے والا ہے۔ **اور** امام علی رضا رضوان اللہ علیہ سے منقول ہے۔ کہ قیامت کے دن دوزخ کہے گا۔ یہ تیرا ہے۔ اور وہ میرا۔

منقبت ۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ لَا یَجُوْزُ اَحَدٌ الصِّرَاطَ اِلَّا مَنْ کَتَبَ لَہٗ عَلِیُّ الْجَوَازَ۔ **ترجمہ**۔ سنن دارقطنی صواعق محرقہ اور فصل الخطاب میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسولؐ نے فرمایا۔ کہ کوئی شخص صراط سے نہ گزرے گا۔ سوا اس شخص کے جس کے واسطے علیؑ صراط سے گزرنے کا پروانہ لکھ دے۔

منقبت ۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ۔ اِنَّ اللّٰہَ افْتَرَضَ طَاعَتِیْ وَطَاعَۃَ اَھْلُ بَیْتِیْ عَلَی النَّاسِ خَاصَّۃً وَعَلَی الْخَلْقِ کَافَّۃً قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ فَمَا النَّاسُ وَمَا الْخَلْقُ قَالَ النَّاسُ اَھْلُ مَکَّۃَ وَالْخَلْقُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ تَعَالٰی مِنْ ذِیْ رُوْحٍ۔ **ترجمہ**۔ فردوس الاخبار میں ابن عباسؓ سے مروی ہے۔ کہ رسولؐ نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے میری اور میرے اہلبیتؑ کی فرمانبرداری کو آدمیوں پر علی الخصوص فرض کیا ہے۔ اور تمام مخلوقات پر علی العموم۔ اصحاب نے عرض کی۔ یارسولؐ اللہ! آدمیوں سے کیا مراد ہے۔ اور مخلوقات سے کیا منشا؟ فرمایا۔ آدمیوں سے اہلِ مکّہ مراد ہیں۔ اور مخلوقات سے مراد تمام ذی رُوح ہیں۔ جو حق تعالیٰ نے پیدا کیے ہیں۔

منقبت ۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ حُبُّ عَلِیٍّ حَسَنَۃٌ لَا یَضُرُّ مَعَھَا سَیِّئَۃٌ وَبُغْضُہٗ سَیِّئَۃٌ لَا یَنْفَعُ مَعَھَا حَسَنَۃٌ۔ **ترجمہ**۔ **نیز فردوس الاخبار** میں ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسولؐ

نے فرمایا کہ علیؑ کی دوستی ایسی نیکی ہے۔ کہ اس نیکی کے ہوتے کوئی بدی ضرر نہیں پہنچاتی۔ اور علیؑ کی دشمنی ایسا گناہ ہے۔ کہ اس گناہ کے ہوتے کوئی نیکی بھی فائدہ نہیں دیتی۔

منقبت[۶۵]۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ۔ سَیَکُوْنُ مِنْ بَعْدِیْ فِتْنَۃٌ فَاِذَا کَانَ ذٰلِكَ فَالْزِمُوْا عَلِیَّ بْنِ اَبِیْطَالِبٍ فَاِنَّہٗ فَارُوْقٌ بَیْنَ الْحَقِّ وَالْبَاطِلِ۔ **ترجمہ**۔ نیز فردوس الاخبار میں ابوالعلیٰ غفاریؓ سے مروی ہے۔ کہ رسولؐ نے فرمایا عنقریب میرے بعد فتنہ و آشوب برپا ہوگا۔ پس جب وہ فتنہ برپا ہو وے۔ تو تم علیؑ بن ابی طالب کو لازم پکڑو یعنی اس کی متابعت اور پیروی کو نہ چھوڑو۔ کیونکہ وہ حق اور باطل میں فرق کرنے والا ہے۔ **ترجمہ منظومہ**

قائل لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ گفت ۔۔۔ بعد من فتنۂ شود حاصل

بعلیؑ بگرویدآں ساعت ۔۔۔ او جُدا مے کند حق از باطل

منقبت[۶۶]۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ عَلِیٌّ بَابُ عِلْمِیْ وَمُبَیِّنٌ لِاُمَّتِیْ مَا اُرْسِلْتُ بِہٖ مِنْ بَعْدِیْ حُبُّہٗ اِیْمَانٌ وَبُغْضُہٗ نِفَاقٌ وَالنَّظْرُ اِلَیْہِ رَأْفَۃٌ وَمَوَدَّتُہٗ عِبَادَۃٌ۔ **ترجمہ**۔ حلیۃ الاولیاء میں ابوذرغفاری رضی اللہ عنہٗ سے مروی ہے کہ رسولؐ نے فرمایا۔ کہ علیؑ میرے علم کا دروازہ ہے اور میرے بعد میری امّت کے واسطے اس چیز کو بیان کرنے والا ہے۔ جس کے ساتھ مجھ کو بھیجا گیا ہے۔ یعنی وہ میرے بعد احکامِ آلہٰی کے پہنچانے والا ہے۔ اس کی دوستی ایمان ہے۔ اور اس کی دشمنی نفاق ہے۔ اور اس کی طرف نظر کرنا مہربانی ہے اور اس کی مودت اور دوستی عبادت ہے۔

منقبت[۶۷]۔ مسند احمد بن حنبل۔ مستدرک حاکم اور صواعق محرقہ میں ابوسعید خدری رضی اللہ عنہٗ سے مروی ہے کہ ایک روز میں صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ رسولؐ کی خدمت میں جا تا تھا کہ آنحضرتؐ کے نعلین مبارک کا تسمہ ٹوٹ گیا۔ امیر المومنینؑ اس کو لے کر درست کر رہے تھے۔ پس پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ یَا اَیُّھَا النَّاسُ اِنَّ مِنْکُمْ مَنْ یُقَاتِلُ عَلٰی تَاْوِیْلِ الْقُرْاٰنِ کَمَا قَاتَلْتُ عَلٰی تَنْزِیْلِہٖ۔ فَقُلْنَا مَنْ ھُوَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ فَقَالَ ذَاكَ خَاصِفُ النَّعْلِ فَخَرَجْتُ فَبَشَّرْتُہٗ بِمَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ فَلَمْ یَلْتَفِتْ بِہٖ کَاَنَّہٗ سَمِعَہٗ۔ **ترجمہ**۔ اے لوگو! تم میں سے ایک شخص ہے کہ وہ تاویل قرآن پر جنگ کرے گا۔ جیسا کہ میں نے تنزیل قرآن پر جنگ کی ہے۔ ہم نے عرض کی۔ یا رسول اللہ! وہ شخص کون ہے۔ فرمایا۔ وہ شخص جو میری جوتی درست کر رہا ہے۔ ابوسعیدؓ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امیرؑ کے پاس جا کر خوشخبری دی۔ وہ بالکل میری بات کی طرف متوجہ نہ ہوئے۔ گویا کہ وہ پہلے ہی سن چکے تھے۔

منقبت[۶۸]۔ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ صَعِدَ الْمِنْبَرَ فَحَمِدَ اللّٰہَ وَاَثْنٰی عَلَیْہِ

وَقَالَ بَعْدُ مَا قَالَ اَیْنَ عَلِیُّ بْنُ اَبِیْطَالِبٍ فَوَثَبَ اِلَیْهِ عَلِیٌّ فَقَالَ اَنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ فَقَالَ اُدْنُ مِنِّیْ فَدَنٰی مِنْہُ فَضَمَّہٗ اِلٰی صَدْرِہٖ وَقَبَّلَ عَیْنَیْہِ وَرَاَیْنَا دُمُوْعَ عَیْنَیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ تَجْرِیْ وَقَالَ بِاَعْلٰی صَوْتِہٖ یَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِیْنَ ھٰذَا عَلِیُّ بْنُ اَبِیْطَالِبٍ ھٰذَا شَیْخُ الْمُهَاجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ ھٰذَا اَخِیْ وَابْنُ عَمِّیْ وَخَتَنِیْ وَلَحْمِیْ وَشَعْرِیْ ھٰذَا اَبُوالسِّبْطَیْنِ الْحَسَنِ وَالْحُسَیْنِ سَیِّدَیْ شَبَابِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ ھٰذَا مُفَرِّجُ الْکَرْبِ عَنِّیْ ھٰذَا اَسَدُ اللّٰہِ فِیْ اَرْضِہٖ وَسَیْفُہٗ عَلٰی اَعْدَائِہٖ فَعَلٰی مُبْغِضِیْہِ لَعْنَۃُ اللّٰہِ وَلَعْنَۃُ اللَّاعِنِیْنَ وَاللّٰہُ مِنْہُ بَرِیْءٌ وَاَنَا مِنْہُ بَرِیْءٌ فَمَنْ اَحَبَّ اَنْ یَّتَبَرَّءَ مِنَ اللّٰہِ وَمِنِّیْ فَلْیَتَبَرَّءْ مِنْہُ فَلْیُبَلِّغِ الشَّاھِدُ مِنْکُمُ الْغَائِبَ ۔ **ترجمہ** ۔ شرف النبی میں مذکور ہے کہ رسولؐ نے منبر پر جا کر حمد و ثنائے الٰہی کے بعد چند باتیں فرمائیں۔ بعد ازاں ارشاد فرمایا۔ علیؑ ابن ابی طالب کہاں ہے؟ امیرالمومنینؑ نے بہت جلدی سے آگے بڑھ کر عرض کی یا رسول اللہ! میں حاضر ہوں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا میرے پاس آؤ۔ جناب امیرؑ نزدیک گئے۔ رسولؐ خدا نے آپ کو بغل میں لیا۔ اور ان کا سینہ اپنے سینے سے لگا لیا۔ اور اُن کی پیشانی پر بوسہ دیا۔ اور آنسو جنابؐ کی دونوں آنکھوں سے بہہ کر سینۂ مبارک پر جاری ہوئے۔ بعد ازاں بآوازِ بلند فرمایا۔ اے گروہ مسلماناں! یہ علیؑ بن ابی طالب ہے۔ یہ مہاجرین و انصار کا پیشوا اور مقتدا ہے۔ یہ میرا بھائی ہے۔ یہ میرا پسر عمؑ اور داماد ہے۔ یہ میرا خون اور گوشت اور بال ہے۔ یہ سبطین حسنؑ اور حسینؑ کا باپ ہے۔ جو بہشتی جوانوں کے سردار ہیں۔ یہ وہ شخص ہے۔ جو غموں کو مجھ سے دور کرتا ہے۔ خدا کا شیر اور خدا کے دشمنوں پر خدا کی تلوار ہے خدا کی لعنت اور تمام لعنت کرنے والوں کی لعنت اس شخص پر ہو۔ جو اس کو دشمن رکھے۔ اللہ تعالیٰ اس کے دشمنوں سے بیزار ہے۔ اور مَیں بھی ان سے بیزار ہوں۔ پس جو شخص خدا تعالےٰ اور مجھ سے بیزار ہونا چاہے۔ وہ اس سے بیزار ہو۔ لازم ہے کہ حاضرین اس بات کو ان لوگوں تک پہنچا دیں۔ جو اس مجلس میں موجود نہیں ہیں۔

منقبت[۷۹] ۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ لِوَفْدِ ثَقِیْفٍ حِیْنَ جَاءُوْہُ لَتُسْلِمُنَّ اَوْلَاَبْعَثَنَّ رَجُلًا مِّنِّیْ اَوْ قَالَ مِثْلَ نَفْسِیْ فَلَیَضْرِبَنَّ اَعْنَاقَکُمْ وَلَیَسْبِیَنَّ ذَرَارِیْکُمْ وَلَیَاْخُذَنَّ اَمْوَالَکُمْ قَالَ عُمَرُ فَوَاللّٰہِ مَا تَمَنَّیْتُ الْاِمَارَۃَ اِلَّا یَوْمَئِذٍ وَجَعَلْتُ اَنْصِبُ صَدْرِیْ لَہٗ رَجَاءَ اَنْ یَّقُوْلَ ھُوَ ھٰذَا قَالَ فَالْتَفَتَ لِعَلِیٍّ فَاَخَذَ بِیَدِہٖ ثُمَّ قَالَ ھُوَ ھٰذَا ۔ **ترجمہ** ۔ استیعاب میں مطلب بن عبداللہ اخطب سے مروی ہے کہ جب گروہِ ثقیف جنگ حنین سے بھاگ کر بعض تو طائف میں چلے گئے اور بعض اوطاس میں۔ اور کچھ لوگ رسولؐ خدا کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت نے فرمایا۔ تم مسلمان ہو جاؤ۔ ورنہ مَیں ایک شخص کو جو مجھ سے یا میری مانند ہوگا۔ تمہارے گروہ پر بھیجوں گا۔ تاکہ تم سب کو قتل کرکے تمہاری اولاد کو اسیر کرے اور تمہارا مال غنیمت میں لے لے۔ عمر بن الخطاب فرماتے ہیں۔ خدا کی قسم۔ مَیں نے کبھی سرداری اور امارت کی آرزو نہیں کی۔ مگر اُس روز

اور مَیں اپنے سینے کو آگے کو ابھارتا تھا۔ اس امید پر کہ شاید پیغمبر ارشاد فرمائیں کہ وہ مرد یہ ہے۔ اسی اثنا میں امیرالمومنینؑ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ هُوَ هٰذَا یعنی وہ مرد یہ ہے۔ جو مجھ سے ہے اور میری مانند ہے۔

منقبت ۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ هٰذَا عَلِیٌّ اَقْدَمُکُمْ سِلْمًا اَوْ اِسْلَامًا

ترجمہ ۔ مناقب ابن مَردویہ میں ابوذر غفاریؓ سے مروی ہے کہ ہم نے آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی۔ آپ کے نزدیک تمام اصحاب میں پیارا کون ہے۔ کہ اگر کوئی موقع آپڑے۔ تو ہم اس کے ساتھ رفاقت کریں۔ اور اگر حادثہ رونما ہو۔ تو اس سے جُدائی اختیار نہ کریں۔ فرمایا۔ یہ علیؑ ہے جو طاعت اور اسلام میں تم سب سے مقدم ہے۔

منقبت ۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ۔ عَلِیٌّ یَعْسُوْبُ الْمُسْلِمِیْنَ وَالْمَالُ یَعْسُوْبُ الْمُنَافِقِیْنَ ۔ **ترجمہ** ۔ صواعق محرقہ میں امیرالمومنینؑ کرم اللہ وجہٗ سے روایت ہے کہ رسُول نے فرمایا کہ علیؑ مسلمانوں کا بادشاہ ہے۔ اور مال منافقوں کا بادشاہ ہے ۔ **ترجمہ منظومہ**

گفت با ابنِ عم خویش نبیؐ آنکہ مطلوب طالباں باشد
گر تو یَعسُوبِ اہلِ ایمانی مال یَعسُوبِ ظالماں باشد

منقبت ۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ یَا فَاطِمَةُ اِنَّ کَرَامَةَ اللّٰہِ اِیَّاكِ زَوَّجْتُكِ مِنْ اَقْدَمِهِمْ سِلْمًا وَاَکْثَرِهِمْ عِلْمًا وَاَفْضَلِهِمْ حِلْمًا اِنَّ اللّٰہَ اطَّلَعَ عَلٰی اَهْلِ الْاَرْضِ اِطِّلَاعَةً فَاخْتَارَنِیْ مِنْهُمْ وَبَعْلَكِ فَاَوْحٰی اِلَیَّ اَنْ اُزَوِّجَهٗ اِیَّاكِ وَاَتَّخِذَهٗ وَصِیًّا ۔

ترجمہ ۔ وسیلۃ المتعبدین میں ابن عباسؓ سے۔ اور مناقب خطیب میں سلمان فارسی سے مروی ہے۔ کہ ایک دفعہ حضرت رسولؐ بیمار ہوئے اور سیدۃ النساء علیہا التحیۃ والثنا عیادت کو آئیں۔ اور رونے لگیں آنحضرتؐ نے فرمایا اے فاطمہؑ اس کرامت و بزرگی کی وجہ سے جو خدا کی طرف سے تجھ کو حاصل ہے۔ مَیں نے تجھ کو ایسے شخص کی زوجیت میں دیا ہے۔ جو سب صحابہ سے پہلے اسلام لایا۔ اور جس کا علم ان سب سے زیادہ ہے۔ اور اس کا حلم ان سب سے بڑھ کر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمام اہلِ زمین کی طرف توجہ فرمائی۔ اور ان کو دیکھا۔ اور ان میں سے مجھ کو اور تیرے شوہر کو برگزیدہ کیا۔ اور مجھ پر وحی نازل کی کہ اس کا نکاح تجھ سے کروں اور اس کو اپنا وصی بناؤں۔

منقبت ۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ۔ اِنَّ اَخِیْ وَوَزِیْرِیْ وَخَیْرَ مَنْ اَتْرُكُ بَعْدِیْ یَقْضِیْ دَیْنِیْ وَخَیْرَ مَنْ اَخْلُفُ بَعْدِیْ عَلِیُّ بْنُ اَبِیْطَالِبٍ ۔ **ترجمہ** ۔ مناقب ابن مردویہ اور ہدایۃ السعداء میں سلمان فارسی اور انس بن مالک رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ کہ رسول نے فرمایا۔ کہ میرا بھائی اور میرا وزیر اور ان لوگوں میں سب سے بہتر جو میرے بعد باقی رہیں گے۔ جو میرا قرض ادا کرے گا۔ اور ان سب سے بہتر جو میرے بعد پیچھے رہیں گے علیؑ ابن ابی طالب ہے ۔

منقبت - قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ۔ یَآاَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ تَرَکْتُ فِیْکُمْ مَا اِنْ اَخَذْتُمْ بِہٖ لَنْ تَضِلُّوْا کِتَابَ اللّٰہِ وَعِتْرَتِیْ اَھْلَ بَیْتِیْ۔ **ترجمہ** - صحیح ترمذی اور مشکوٰۃ میں جابرؓ انصاری سے اور مصابیح اور ہدایۃ السعداء میں حسان بن ثابت سے مروی ہے۔ کہ روز عرفہ رسولؐ منبر پر تشریف لے گئے۔ اور توحید اور تمجید الٰہی کے بعد فرمایا۔ اے لوگو! میں نے تمہارے درمیان ایسی چیز چھوڑی ہے۔ کہ اگر تم اس کی طرف مائل ہو۔ تو ہرگز گمراہ نہ ہو۔ اور وہ کتاب خدا اور میری عترت و اہل بیت ہیں۔

منقبت - قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ۔ اَلَا یَآاَیُّھَا النَّاسُ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ یُوْشِکُ اَنْ یَّاْتِیَنِیْ رَسُوْلُ رَبِّیْ نَاُجِیْبُ وَاَنَا تَارِکٌ فِیْکُمُ الثَّقَلَیْنِ اَوَّلُھُمَا کِتَابُ اللّٰہِ فِیْہِ الْھُدٰی وَالنُّوْرُ فَخُذُوْا بِکِتَابِ اللّٰہِ وَالثَّانِیْ اَھْلُ بَیْتِیْ اُذَکِّرُکُمُ اللّٰہَ فِیْ اَھْلِ بَیْتِیْ مَنِ اتَّبَعَھُمَا کَانَ عَلَی الْھُدٰی وَمَنْ تَرَکَھُمَا کَانَ عَلَی الضَّلَالَۃِ۔

ترجمہ - صحیح مسلم۔ مصابیح۔ مشکوٰۃ مشارق الانوار اور ہدایۃ السعداء میں زید بن ارقم سے مروی ہے کہ موضع غدیر خم میں جو مکّہ اور مدینہ کے مابین ایک مقام ہے۔ رسولؐ نے خطبہ پڑھنے کے بعد ارشاد فرمایا۔ اے لوگو! خبردار اور آگاہ ہو کہ میں بھی تم جیسا ایک بشر ہی ہوں۔ قریب ہے کہ خدا کا رسول یعنی ملک الموت میرے پاس آئے اور میں دُنیا سے انتقال اور ارتحال کے باب میں اس کا کہنا قبول کروں۔ حالانکہ مَیں نے تم میں دو عظیم الشان اور گراں بہا چیزیں چھوڑی ہیں۔ **اوّل** قرآن ہے جس میں ہدایت اور نور ہے۔ پس تم کتاب خدا پر عمل کرو۔ **دوم** میرے اہلبیّت۔ اور میں اپنے اہل بیت کے باب میں خدا کی طرف سے تم کو بیان کرتا ہوں۔ جو شخص کہ عمل۔ ولا اور پیروی میں ان دونوں کا تابع ہو۔ وہ شخص ہدایت پر ہے۔ اور جو کوئی ان دونوں کو ترک کرے۔ وُہ گمراہی پر ہے۔

منقبت - قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ۔ اِنَّ اللّٰہَ لَہُ الْحَمْدُ عَرَضَ حُبَّ عَلِیٍّ وَّفَاطِمَۃَ وَذُرِّیَّتِھِمَا عَلَی الْبَرِیَّۃِ فَمَنْ بَادَرَ مِنْھُمْ لِاِجَابَتِہٖ جَعَلَ مِنْھُمُ الرُّسُلَ وَمَنْ اَجَابَ بَعْدَ ذٰلِکَ جَعَلَ مِنْھُمُ الشِّیْعَۃَ وَاِنَّ اللّٰہَ جَمَعَھُمْ فِی الْجَنَّۃِ۔ **ترجمہ** - خلاصۃ المناقب میں منقول ہے کہ رسولؐ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے کہ تمام محامد اُس کی ذات سے مختص ہیں۔ علیؑ اور فاطمہؑ اور اُن کی ذرّیت کی دوستی کو تمام مخلوق پر پیش کیا۔ پس جنہوں نے مخلوقات میں سے اُن کی محبّت کے قبول کرنے کی طرف سبقت کی۔ ان میں سے اللہ تعالیٰ نے پیغمبر بنائے۔ اور جنہوں نے ان کے بعد اس محبّت کو قبول کیا۔ ان میں سے شیعہ بنائے گئے۔ جن میں سے اولیاء مراد ہیں۔ حق تعالیٰ ان سب کو بہشت میں ایک جگہ جمع کرے گا۔

منقبت - قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مَنْ اَحَبَّ اَنْ یَّحْیٰی حَیَاتِیْ وَیَمُوْتَ مَوْتِیْ وَیَدْخُلَ الْجَنَّۃَ الَّتِیْ وَعَدَنِیْ رَبِّیْ فَلْیَتَوَلَّ عَلِیَّ ابْنَ اَبِیْ طَالِبٍ وَذُرِّیَّتَہُ الطَّاهِرِیْنَ اَئِمَّۃَ

الْهُدٰی وَمَصَابِیْحُ الدُّجٰی مِنْ بَعْدِہٖ فَاِنَّهُمْ لَنْ یُّخْرِجُوْکُمْ مِنْ بَابِ الْهُدٰی اِلٰی بَابِ الضَّلَالَةِ۔ **ترجمہ**۔ کتاب مذکور میں منقول ہے کہ رسولؐ نے فرمایا کہ جو شخص یہ چاہے کہ میری زندگی کی مانند زندگانی کرے۔ اور میری موت کی طرح مرے اور اس بہشت میں داخل ہو جس کا میرے پروردگار نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے۔ اس کو لازم ہے کہ وہ علیؑ ابن ابی طالب اور اس کی اولادِ پاک کو جو اس کے بعد ہدایت کے امام اور تاریکی کفر کے دُور کرنے والے چراغ ہیں۔ دوست رکھے۔ کیونکہ یہ لوگ ہرگز تم کو راستی کی راہ سے ہٹا کر گمراہی کی طرف نہ لائیں گے۔

منقبت۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ۔ اَوَّلُ مَنِ اتَّخَذَ عَلِیَّ بْنَ اَبِیْطَالِبٍ اِذًا مِنْ اَهْلِ السَّمَاۗءِ اِسْرَافِیْلُ ثُمَّ مِیْکَائِیْلُ ثُمَّ جِبْرَئِیْلُ اَوَّلُ مَنْ اَحَبَّهٗ مِنْهُمْ حَمَلَةُ الْعَرْشِ ثُمَّ رِضْوَانُ خَازِنُ الْجَنَّةِ ثُمَّ مَلَكُ الْمَوْتِ وَاِنَّ مَلَكَ الْمَوْتِ یَتَرَحَّمُ عَلٰی مُحِبِّ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْطَالِبٍ کَمَا یَتَرَحَّمُ عَلَی الْاَنْبِیَاۗءِ۔ **ترجمہ**۔ نیز کتاب مذکور میں مرقوم ہے کہ اہلِ آسمان میں سے پہلے جس شخص نے علیؑ ابن ابی طالب کو بھائی بنایا۔ وہ اسرافیلؑ ہے۔ بعد ازاں میکائیلؑ۔ پھر جبرئیلؑ۔ اور اہلِ آسمان میں سے اوّل جس نے علیؑ کو دوست رکھا۔ وہ حاملانِ عرش ہیں۔ بعد ازاں رضوان خازنِ بہشت۔ پھر ملک الموت عزرائیلؑ۔ اور ملک الموت محبانِ علیؑ پر اس طرح رحم کرتا ہے۔ جیسے انبیاء پر ترحم کیا کرتا ہے۔

منقبت۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ۔ فُضِّلَ عَلِیُّ بْنُ اَبِیْطَالِبٍ عَلٰی جَمِیْعِ الصَّحَابَةِ بِسَبْعِیْنَ مَرْتَبَةٍ۔ **ترجمہ**۔ نیز کتاب مذکور میں مروی ہے۔ کہ رسولؐ نے فرمایا۔ کہ علیؑ بن ابی طالب کو تمام صحابہ پر ستّر گنی فضیلت دی گئی ہے۔

منقبت۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ۔ عَاهَدَنِیْ رَبِّیْ اَنْ لَّا یَقْبَلَ اِیْمَانُ عَبْدٍ اِلَّا بِمُحَبَّةِ اَهْلِ بَیْتِیْ۔ **ترجمہ**۔ نیز کتاب مذکور میں مرقوم ہے کہ رسولؐ نے فرمایا۔ کہ میرے پروردگار نے مجھ سے یہ عہد کیا ہے کہ میرے اہلِ بیتؑ کی محبت کے بغیر کسی شخص کا ایمان قبول نہ کیا جائے گا۔

منقبت۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ۔ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَا تَزُوْلُ قَدَمُ عَبْدٍ یَوْمَ الْقِیَامَةِ حَتّٰی یَسْأَلَهُ اللّٰهُ عَنْ حُبِّنَا اَهْلَ الْبَیْتِ فَقَالَ عُمَرُ وَمَا اٰیَةُ حُبِّکُمْ مِنْ بَعْدِکُمْ فَوَضَعَ یَدَهٗ عَلٰی رَأْسِ عَلِیِّ ابْنِ اَبِیْطَالِبٍ فَقَالَ حُبِّیْ مِنْ بَعْدِیْ حُبُّ هٰذَا **ترجمہ**۔ نیز کتاب مذکور میں مسطور ہے۔ کہ رسولؐ نے فرمایا۔ مجھے اس ذاتِ اقدس کی قسم ہے جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ قیامت کے دن کسی بندے کا قدم اپنی جگہ سے نہ ہلے گا۔ یہاں تک کہ حق تعالےٰ ہم اہلِ بیتؑ کی محبت سے سوال کرے عمر رضی اللہ عنہٗ نے عرض کی۔ یا رسولؐ اللہ! آپ کی محبت کی نشانی آپ کے بعد کیا ہے؟ پس رسولؐ نے اپنا ہاتھ علیؑ بن ابی طالب کے سر پر رکھ کر فرمایا۔ میرے بعد میری محبت اس شخص کی محبت ہے۔

منقبت ۸۲۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ ۔ یَا عَلِیُّ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ غَفَرَلَكَ وَلِذُرِّیَّتِكَ وَلِوُلْدِكَ وَلِاَهْلِكَ وَلِشِیْعَتِكَ وَمُحِبِّیْ شِیْعَتِكَ فَاَبْشِرْ وَاِنَّكَ لَاتُنْزَعُ الْبَاطِنَ ۔

ترجمہ ۔ جمع دیلمی اور صواعق محرقہ میں منقول ہے ۔ کہ رسولؐ نے فرمایا ۔ اے علیؑ اللہ تعالیٰ نے تجھ کو اور تیرے فرزندوں کو اور تیرے اہل بیت کو اور تیرے دوستوں کو ۔ اور تیرے دوستوں کے دوستوں کو بخش دیا ہے ۔ پس تو خوش ہو ۔ اور تو تیرہ باطن نہیں ہے ۔

منقبت ۸۳۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ ۔ اِنِّیْ تَارِكٌ فِیْکُمُ الثَّقَلَیْنِ اَحَدُهُمَا اَعْظَمُ مِنَ الْاٰخَرِ کِتَابُ اللّٰهِ حَبْلٌ مَمْدُوْدٌ مِنَ السَّمَآءِ اِلَی الْاَرْضِ وَعِتْرَتِیْ اَهْلُ بَیْتِیْ وَلَنْ یَتَفَرَّقَا حَتّٰی یَرِدَا عَلَیَّ الْحَوْضَ فَانْظُرُوْا کَیْفَ تَخْلُفُوْنِیْ فِیْهِمَا **ترجمہ** ۔ تفسیر ثعلبی ۔ مشکوٰۃ المصابیح کتاب الشفا ۔ نصاب الاخبار ۔ اور اربعین میں زید بن ارقم سے روایت کی گئی ہے کہ جب رسولؐ حجۃ الوداع میں غدیر خم کی منزل پر پہنچے فرمایا ۔ میں نے تم میں دو چیزیں چھوڑی ہیں کہ ان میں سے ایک دوسری سے بڑھ کر ہے ۔ **ایک** کتاب خدا ہے جو آسمان سے زمین تک کھنچی ہوئی رسی ہے ۔ اور **دوسری** چیز میری عترت اور میرے اہلبیتؑ ہیں اور یہ دونوں ہرگز ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گی یہاں تک کہ حوضِ کوثر پر وارد ہوں ۔ پس تم دیکھو کہ تم ان دونوں کے باب میں میرے بعد کیسا سلوک کرتے ہو ۔

منقبت ۸۴۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَلَا اِنَّ مَثَلَ اَهْلِ بَیْتِیْ فِیْکُمْ مَثَلُ سَفِیْنَةِ نُوْحٍ مَنْ رَکِبَهَا نَجٰی وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْهَا هَلَكَ ۔ **ترجمہ** ۔ مسند احمد بن حنبل ۔ مشکوٰۃ شرف النبوۃ ۔ اور ہدایۃ السعداء میں ابوذر غفاری سے مروی ہے کہ وہ کعبہ کا دروازہ پکڑے کہتے تھے میں نے رسولؐ کو سنا کہ وہ فرماتے تھے ۔ تمہارے درمیان میرے اہل بیتؑ کی مثال کشتی نوحؑ کی سی ہے ۔ جو کوئی اس کشتی پر سوار ہوا ۔ اس نے خلاصی پائی اور جس نے مخالفت اور روگردانی کی ۔ وہ ہلاک ہوا

منقبت ۸۵۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ لِکُلِّ شَیْءٍ اَسَاسٌ وَاَسَاسُ الدِّیْنِ حُبُّ اَهْلِ بَیْتِیْ **ترجمہ** ۔ تشریح اور ہدایت السعداء میں منقول ہے کہ رسولؐ نے فرمایا ۔ کہ ہر چیز کی ایک بنیاد ہوتی ہے اور دین کی بنیاد میرے اہل بیت کی دوستی ہے ۔

منقبت ۸۶۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ لِعَلِیٍّ وَفَاطِمَةَ وَالْحَسَنِ وَالْحُسَیْنِ اَنَا حَرْبٌ لِمَنْ حَارَبَهُمْ وَسِلْمٌ لِمَنْ سَالَمَهُمْ **ترجمہ** ۔ صحیح ترمذی ۔ مصابیح اور مشکوٰۃ میں زید بن ارقمؓ سے روایت کی گئی ہے کہ رسولؐ نے علیؑ مرتضیٰ ۔ سیدۃ النساء اور حسنینؑ کے لئے فرمایا کہ میں جنگ کرنے والا ہوں اس شخص سے جو ان سے جنگ کرے ۔ اور میں صلح کرنے والا ہوں اس شخص سے جو ان سے صلح کرے ۔ اور صواعق محرقہ میں منقول ہے کہ آیۂ کریمہ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَیُطَهِّرَکُمْ تَطْهِیْرًا نازل ہوا ۔ تو رسولؐ نے فرمایا ۔ اَنَا حَرْبٌ لِمَنْ حَارَبَهُمْ وَسِلْمٌ لِمَنْ سَالَمَهُمْ ۔

منقبت ۸۷ ۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اَحِبُّوا اللّٰہَ لِمَا اَرْفَدَکُمْ مِنْ نِعْمَۃٍ وَاَحِبُّوْنِیْ بِحُبِّ اللّٰہِ وَاَحِبُّوْا اَھْلَ بَیْتِیْ بِحُبِّیْ۔ **ترجمہ**۔ شرح مشکوٰۃ۔ نصاب الاخبار فصل الخطاب۔ ہدایۃ السعداء اور خلاصۃ المناقب میں منقول ہے کہ رسولؐ نے فرمایا ہے۔ اے مومنو! خدا کو دوست رکھو اس سبب سے کہ اس نے تم کو نعمت سے پرورش کیا ہے۔ اور خدا کی محبت کے سبب مجھ کو دوست رکھو اور میری دوستی کے سبب میرے اہلبیتؑ کو دوست رکھو۔

منقبت ۸۸ ۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ یَا فَاطِمَۃُ اَمَا تَرْضِیْنَ اِنَّ اللّٰہَ اَطَّلَعَ اَھْلَ الْاَرْضِ فَاخْتَارَ اَبَاکِ وَزَوْجَکِ۔ **ترجمہ**۔ فردوس الاخبار میں منقول ہے کہ رسولؐ نے فرمایا اے فاطمہؑ کیا تو راضی نہیں ہے کہ خدا تعالےٰ نے اہل زمین پر نظر کی۔ اور اُن میں سے تیرے باپ اور تیرے شوہر کو برگزیدہ کیا اور چُنا۔

منقبت ۸۹ ۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ۔ یَا عَلِیُّ اَنْتَ وَشِیْعَتُکَ تَرِدُوْنَ عَلَی الْحَوْضِ رِوَاءً مَرْوِیِّیْنَ مُبْیَضَّۃً وُجُوْھُکُمْ وَاِنَّ اَعْدَاءَکُمْ یَرِدُوْنَ عَلَی الْحَوْضِ ظِمَاءً مُقْبِحِیْنَ۔ **ترجمہ**۔ جمع ویلمی اور صواعق محرقہ میں منقول ہے کہ رسولؐ نے فرمایا۔ کہ اے علیؑ تو اور تیرے محب حوض کوثر سے سیر و سیراب شدہ وارد ہوں گے۔ درآنحالیکہ تمہارے چہرے سفید ہوں گے اور تمہارے دشمن حوض کوثر پر پیاسے اور بہت بُری صورتوں کے ساتھ وارد ہوں گے۔

منقبت ۹۰ ۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ یَا عَلِیُّ اَمَا تَرْضٰی اِنَّکَ مَعِیْ فِی الْجَنَّۃِ وَالْحَسَنَ وَالْحُسَیْنَ وَذُرِّیَّاتِنَا خَلْفَ ظُھُوْرِنَا وَاَزْوَاجُنَا خَلْفَ ذُرِّیَّتِنَا وَاَشْیَاعُنَا عَنْ اَیْمَانِنَا وَشَمَائِلِنَا۔ **ترجمہ**۔ مناقب ابن مردویہ اور صواعق محرقہ میں مرقوم ہے کہ رسولؐ نے فرمایا۔ اے علیؑ کیا تو اس بات پر راضی نہیں ہے کہ میرے ساتھ بہشت میں ہو۔ اور حسنؑ اور حسینؑ اور ہماری اولاد ہماری پیٹھ کے پیچھے ہوں اور ہماری بیویاں ہمارے فرزندوں کے پیچھے اور ہمارے شیعہ ہمارے دائیں اور بائیں ہوں۔

منقبت ۹۱ ۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ۔ مَعْرِفَۃُ اٰلِ مُحَمَّدٍ بَرَاءَۃٌ مِّنَ النَّارِ وَحُبُّ اٰلِ مُحَمَّدٍ جَوَازٌ عَلَی الصِّرَاطِ الْمُسْتَقِیْمِ وَوَلَایَۃُ اٰلِ مُحَمَّدٍ اَمَانٌ مِنَ الْعَذَابِ **ترجمہ**۔ معانی الاخبار اور فصل الخطاب میں مرقوم ہے کہ رسولؐ نے فرمایا کہ آلِ محمدؐ کی معرفت آتشِ دوزخ سے نجات کا باعث ہے اور آلِ محمدؐ کی دوستی صراط سے گذرنے کا ذریعہ ہے۔ اور آلِ محمدؐ کی ولا تمام عذابوں سے امان ہے۔

منقبت ۹۲ ۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ لَوْ یَعْلَمُ النَّاسُ مَتٰی سُمِّیَ عَلِیٌّ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ مَا اَنْکَرُوْا فَضْلَہٗ سُمِّیَ بِذٰلِکَ وَاٰدَمُ بَیْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ قَالَ اللّٰہُ اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ قَالُوْا بَلٰی فَقَالَ تَعَالٰی اَنَا رَبُّکُمْ وَمُحَمَّدٌ نَبِیُّکُمْ وَعَلِیٌّ اَمِیْرُکُمْ۔

ترجمہ ۔ فردوس الاخبار میں حذیفہ بن الیمان رضؓ سے مروی ہے کہ رسولؐ نے فرمایا۔ اگر آدمیوں کو معلوم ہوتا کہ علیؑ کا نام امیرالمومنینؑ کب رکھا گیا تو ہرگز اُس کی فضیلت کا انکار نہ کرتے علیؑ کو اس نام سے اس وقت پکارا گیا۔ جبکہ آدمؑ روح اور بدن کے درمیان تھا۔ اللہ تعالےٰ نے آدمؑ اور اُس کی اولاد کی روحوں سے مخاطب ہوکر فرمایا۔ کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں؟ انہوں نے عرض کی۔ ہاں تو ہمارا پروردگار ہے۔ پس فرمایا میں تمہارا پروردگار ہوں۔ اور محمدؐ تمہارا نبیؐ ہے۔ اور علیؑ تمہارا امیر اور ولی ہے۔

منقبت ۹۳ ۔ عن جابر بن عبد اللہ الانصاری قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ یَوْمَ الْحُدَیْبِیَّۃِ وَھُوَ اٰخِذٌ بِیَدِ عَلِیٍّ قَالَ ھٰذَا اَمِیْرُ الْبَرَرَۃِ قَاتِلُ الْکَفَرَۃِ مَنْصُوْرٌ مَنْ نَصَرَہٗ مَخْذُوْلٌ مَنْ خَذَلَہٗ یَمُدُّ بِھَا بِصَوْتِہٖ ۔ **ترجمہ** ۔ مستدرک حاکم، صواعق محرقہ۔ اور مودات میں جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہٗ سے مروی ہے کہ میں نے رسولؐ خدا سے مقام حدیبیہ میں سُنا جبکہ سید المرسلینؐ امیرالمومنینؑ کا ہاتھ پکڑے تھے۔ فرمایا۔ یہ علیؑ نیکوکاروں کا بادشاہ اور کافروں کا قاتل ہے۔ اور جو شخص کی نصرت کرے۔ اُس کی نصرت کی جائے گی اور جو کوئی علیؑ کو ترک کرے۔ وہ ترک کر دیا جائے گا۔ اور اس کلام کو فرماتے ہوئے اپنی آواز کو بلند کر رکھا تھا۔

منقبت ۹۴ ۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ لَمَّا اُسْرِیَ بِیْ اِلَی السَّمَآءِ ثُمَّ مِنَ السَّمَآءِ اِلٰی سِدْرَۃِ الْمُنْتَھٰی وَقَفْتُ بَیْنَ یَدَیْ رَبِّیْ فَقَالَ یَا مُحَمَّدُ قُلْتُ لَبَّیْکَ وَسَعْدَیْکَ لَقَدْ بَلَوْتُ خَلْقِیْ وَاَنْعَمْتُ فَاَیُّھُمْ رَاَیْتَ اَطْوَعَ لَکَ قُلْتُ رَبِّیْ عَلِیًّا قَالَ قَدْ صَدَقْتَ یَا مُحَمَّدُ فَھَلْ اتَّخَذْتَ لِنَفْسِکَ خَلِیْفَۃً یُؤَدِّیْ عَنْکَ اَحْکَامَکَ وَیُعَلِّمُ عِبَادِیْ مِنْ کِتَابِیْ مَا لَا یَعْلَمُوْنَ قُلْتُ اِخْتَرْ فَاِنَّ خِیَرَکَ خَیْرِیْ قَالَ اِخْتَرْتُ لَکَ عَلِیًّا فَاتَّخِذْہُ لِنَفْسِکَ خَلِیْفَۃً وَّوَصِیًّا وَھُوَ نَحْلَۃُ عِلْمِیْ وَحِکْمِیْ وَھُوَ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ حَقًّا لَمْ یَنَلْھَا اَحَدٌ قَبْلَہٗ وَلَیْسَتْ لِاَحَدٍ بَعْدَہٗ یَا مُحَمَّدُ عَلِیٌّ رَایَۃُ الْھُدٰی وَاِمَامُ مَنْ اَطَاعَنِیْ وَنُوْرُ اَوْلِیَآئِیْ وَھُوَ الْکَلِمَۃُ الَّتِیْ اَلْزَمْتُھَا الْمُتَّقِیْنَ مَنْ اَحَبَّہٗ فَقَدْ اَحَبَّنِیْ وَمَنْ اَبْغَضَہٗ فَقَدْ اَبْغَضَنِیْ فَبَشِّرْہُ بِذٰلِکَ یَا مُحَمَّدُ قُلْتُ لَقَدْ بَشَّرْتُہٗ ۔

ترجمہ ۔ بحر المعارف۔ خلاصۃ المناقب اور مناقب خطیب میں امیرالمومنینؑ سے اور حلیۃ الاولیاء میں ابوہریرہؓ سے مروی کہ رسولؐ خدا نے فرمایا۔ کہ جب حق تعالیٰ شبِ معراج مجھ کو آسمان پر لے گیا۔ اور آسمان سے سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچایا۔ میں اپنے پروردگار کے حضور میں کھڑا ہوا۔ فرمایا۔ اے محمدؐ۔ میں نے عرض کی۔ لبیک وسعدیک۔ فرمایا۔ میں نے اپنی مخلوق کو آزمایا۔ اور ان کو نعمت دی۔ پس ان میں سے کون شخص تیرا زیادہ تر مطیع و فرمانبردار ہے۔ میں نے عرض کی۔ اے میرے پروردگار علیؑ۔ فرمایا۔ اے محمدؐ۔ تو نے سچ کہا۔ اور فرمایا۔ کیا تو نے اپنے لیے کسی کو خلیفہ نہیں بنایا؟ جو تیرے احکام کو تیری طرف سے ادا کرے۔ اور میرے بندوں کو میری کتاب سے وہ چیز تعلیم کرے جس کو وہ نہیں جانتے۔ میں نے عرض

کی۔ تو انتخاب کر۔ کیونکہ تیرا پسندیدہ میرا پسندیدہ ہے۔ فرمایا۔ میں نے تیرے لئے علیؑ کو اختیار کیا۔ پس تو بھی اس کو اپنے نفس کے لئے خلیفہ اور وصی مقرر کر۔ اور وہ میرے علم اور حکمتوں کا نخل ہے۔ اور مومنوں کا برحق امیر ہے۔ کوئی شخص اس سے پہلے اس امارت کو نہیں پہنچا۔ اور نہ اس کے بعد پہنچے گا۔ اے محمدؐ علیؑ ہدایت کا علم (نشان) اور فرمانبرداروں کا امام اور میرے اولیا کا نور ہے۔ اور وہ کلمہ ہے۔ جو میں نے متقیوں کے لئے لازم کیا ہے۔ جو شخص اس کو دوست رکھے بیشک وہ مجھ کو دوست رکھتا ہے۔ اور جو کوئی اس کو دشمن رکھے۔ بیشک وہ مجھ سے دشمنی رکھتا ہے۔ پس اے محمدؐ علیؑ کو اس کرامت و بزرگی کی بشارت دے۔ میں نے عرض کی۔ اے خدا میں علیؑ کو بشارت دوں گا۔

منقبت ۹۵۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی فِیْ لَیْلَۃِ الْمِعْرَاجِ مَنْ تُحِبُّ مِنَ الْخَلْقِ یَا مُحَمَّدُ فَقُلْتُ عَلِیًّا فَقَالَ الْتَفِتْ اِلٰی یَسَارِکَ فَالْتَفَتُّ فَاِذَا عَلِیٌّ مِنْ یَسَارِیْ قَائِمٌ۔ **ترجمہ**۔ نیز کتاب بحر المعارف اور خلاصۃ المناقب میں منقول ہے کہ رسولؐ نے فرمایا کہ شبِ معراج خداتعالیٰ نے مجھ سے فرمایا۔ کہ اے محمدؐ۔ تو تمام مخلوقات میں کس کو دوست رکھتا ہے؟ میں نے کہا علیؑ کو۔ فرمایا اپنی بائیں طرف نظر کر۔ جب دیکھا۔ تو علیؑ کو اپنی بائیں طرف کھڑا ہُوا پایا۔

منقبت ۹۶۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ خَاطَبَنِیْ لَیْلَۃَ الْمِعْرَاجِ بِلُغَۃِ عَلِیٍّ قُلْتُ یَا رَبِّ خَاطَبْتَنِیْ اَمْ عَلِیٌّ قَالَ یَا مُحَمَّدُ اَنَا شَیْءٌ لَسْتُ کَالْاَشْیَآءِ اُقَاسُ بِالنَّاسِ وَ اُوْصَفُ بِالشُّبُہَاتِ خَلَقْتُکَ مِنْ نُوْرِیْ وَخَلَقْتُ عَلِیًّا مِنْ نُوْرِکَ فَاطَّلَعْتُ عَلٰی سَرِیْرِ قَلْبِکَ فَلَمْ اَجِدْ فِیْ قَلْبِکَ اَحَدًا اَحَبَّ اِلَیْکَ مِنْ عَلِیِّ ابْنِ اَبِیْ طَالِبٍ فَخَاطَبْتُکَ بِلُغَتِہٖ وَ لِسَانِہٖ لِیَطْمَئِنَّ قَلْبُکَ۔ **ترجمہ**۔ مناقب خطیب۔ بحر المناقب اور خلاصۃ المناقب میں مرقوم ہے کہ رسولؐ نے فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے شبِ معراج مجھ سے علیؑ کی زبان میں خطاب فرمایا۔ میں نے عرض کی اے پروردگار تو نے مجھ سے بات کی ہے یا علیؑ نے؟ فرمایا۔ اے محمدؐ۔ میرا وجود اشیاء کی طرح نہیں ہے۔ جو آدمیوں پر مجھے قیاس کیا جائے۔ اور تشبیہات سے میرا وصف بیان کیا جائے۔ میں نے تجھ کو اپنے نور سے پیدا کیا ہے۔ اور علیؑ کو تیرے نور سے۔ اور میں تیرے دل کے اسرار پر واقف ہُوا۔ پس تیرے نزدیک علیؑ سے بڑھ کر کسی کو دوست نہ پایا۔ اس لئے اس کی لغت اور زبان میں گفتگو کی۔ تاکہ تیرا دل تسلّی پائے اور انس پکڑے۔

منقبت ۹۷۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مَنْ اَرَادَ اَنْ یَتَمَسَّکَ بِحَبْلِ الْمَتِیْنِ فَلْیُحِبَّ عَلِیًّا وَ ذُرِّیَّتَہٗ **ترجمہ**۔ دستور الحقائق میں زید بن ارقم سے روایت ہے کہ رسولؐ نے فرمایا کہ جو کوئی حبل المتین یعنی مضبوط رسّی سے تمسک کرنا چاہے۔ اس پر لازم ہے کہ وہ علیؑ اور اُس کی ذرّیت کو دوست رکھے۔

منقبت ۹۸۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ خَلَقَ اللّٰہُ عَزَّ وَ جَلَّ مِنْ نُوْرِ وَجْہِہٖ

عَلِیّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ سَبْعِیْنَ اَلْفَ مَلَكٍ یَسْتَغْفِرُوْنَ لَهٗ لِمُحِبِّیْهِ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ۔

ترجمہ ۔ نیز کتاب بحر المناقب اور مناقب خطیب میں منقول ہے کہ رسولؐ نے فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے علیؑ بن ابی طالب کے روئے مبارک کے نور سے ستر ہزار فرشتے پیدا کیے ہیں جو قیامت تک اس کے لئے اور اس کے دوستوں کے لئے طلبِ مغفرت کرتے رہیں گے۔

منقبت ۹۹ ۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اِذَا کَانَ یَوْمُ الْقِیَامَةِ یَصْعَدُ عَلِیُّ ابْنُ اَبِیْطَالِبٍ عَلَی الْفِرْدَوْسِ وَهُوَ جَبَلٌ عَالٍ فِی الْجَنَّةِ وَفَوْقَهٗ عَرْشُ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَمِنْ سَفْحَتِهٖ یَتَفَجَّرُ اَنْهَارُ الْجَنَّةِ وَتَتَفَرَّقُ فِی الْجِنَانِ وَهُوَ جَالِسٌ عَلٰی کُرْسِیٍّ مِنْ نُوْرٍ یَجْرِیْ بَیْنَ یَدَیْهِ التَّسْنِیْمُ لَایَجُوْزُ اَحَدٌ عَلَی الصِّرَاطِ الْمُسْتَقِیْمِ اِلَّا وَمَعَهٗ بَرَاءَةٌ بِوَلَایَتِهٖ وَوَلَایَةِ اَهْلِ بَیْتِهٖ وَهُوَ یُشْرِفُ عَلَی الْجَنَّةِ فَیُدْخِلُ مُحِبِّیْهِ الْجَنَّةَ وَمُبْغِضِیْهِ النَّارَ۔

ترجمہ ۔ نیز بحر المعارف اور خلاصۃ المناقب میں منقول ہے کہ رسولؐ نے فرمایا۔ جب قیامت قائم ہوگی۔ تو علیؑ فردوس کے اوپر جائیں گے۔ اور وہ بہشت میں ایک پہاڑ ہے۔ اور اس کے اوپر عرشِ پروردگار ہے اور اس کے دامن سے نہریں جاری ہو کر بہشت میں بہتی ہیں۔ اور وہ نور کی کرسی پر جلوہ افروز ہوگا۔ اور اس کے سامنے سے تسنیم کا چشمہ جاری ہوگا۔ اور کسی شخص کو صراط سے گذرنے کی اجازت نہ ہوگی سوا اس شخص کے جس کے پاس علیؑ اور اُس کی اہلبیت کی دوستی کا پروانہ ہو۔ اور جنّت کو اوپر سے دیکھتا ہوگا۔ اپنے دوستوں کو جنّت میں داخل کرے گا۔ اور دشمنوں کو دوزخ میں۔

منقبت ۱۰۰ ۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ یَا عَلِیُّ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی اَشْرَفَ عَلَی الدُّنْیَا فَاخْتَارَنِیْ عَلٰی رِجَالِ الْعَالَمِیْنَ ثُمَّ اَطَّلَعَ الثَّانِیَةَ فَاخْتَارَكَ عَلٰی رِجَالِ الْعَالَمِیْنَ ثُمَّ اَطَّلَعَ الثَّالِثَةَ فَاخْتَارَ الْاَئِمَّةَ مِنْ وُلْدِكَ عَلٰی رِجَالِ الْعَالَمِیْنَ ثُمَّ اَطَّلَعَ الرَّابِعَةَ فَاخْتَارَ فَاطِمَةَ عَلٰی نِسَآءِ الْعَالَمِیْنَ **ترجمہ** ۔ مودات میں امیر المومنینؑ سے روایت کی گئی ہے کہ رسولؐ نے فرمایا۔ اے علیؑ۔ خدا تعالیٰ دُنیا سے آگاہ اور خبردار ہوا۔ پس مجھ کو تمام عالم کے مردوں میں سے برگزیدہ کیا۔ پھر دوسری دفعہ ان میں نظر کی اور تجھ کو تمام جہان کے مردوں میں سے انتخاب کیا۔ بعد ازاں تیسری دفعہ ان میں نظر کی۔ اور تیری اولاد میں سے آئمہ معصومینؑ کو تمام مردانِ عالم پر اختیار کیا۔ اور پھر چوتھی دفعہ توجہ فرمائی۔ اور فاطمہؑ کو جملہ اہلِ عالم کی عورتوں پر فوقیت دی۔

منقبت ۱۰۱ ۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ یَا عَلِیُّ اَنْتَ خَیْرُ الْبَشَرِ فَمَنْ شَكَّ فِیْهِ فَقَدْ کَفَرَ۔ **ترجمہ** ۔ نیز امیر المومنین سے روایت ہے۔ اے علیؑ تو سب آدمیوں سے بہتر ہے جو اس میں شک کرے۔ بیشک وہ کافر ہے۔

نظم (مولف)

بہترین البشر علیؑ را دان کایں چنیں گفت بہترین البشر۔

بر نہ گردی از وکہ در رہِ دین ! ہر کہ برگشت از و بود کافر

منقبت ۱۰۲ ۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ لَا یُحِبُّ عَلِیًّا اِلَّا مُؤْمِنٌ وَلَا یُبْغِضُہٗ اِلَّا کَافِرٌ۔ **ترجمہ** ۔ نیز امیرالمومنینؑ سے مروی ہے کہ رسولؐ نے فرمایا۔ علیؑ کو دوست نہیں رکھتا مگر مومن اور اس کو دشمن نہیں رکھتا مگر کافر۔

منقبت ۱۰۳ ۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ بُغْضُ عَلِیٍّ کُفْرٌ وَبُغْضُ بَنِیْ ھَاشِمٍ نِفَاقٌ۔

ترجمہ ۔ نیز امیرالمومنینؑ سے مروی ہے کہ رسولؐ نے فرمایا کہ علیؑ کی دشمنی کفر ہے اور سائر بنی ہاشم کی دشمنی نفاق ہے۔

منقبت ۱۰۴ ۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ جَعَلَ لِکُلِّ نَبِیٍّ وَصِیًّا فَشِیْثُ وَصِیُّ اٰدَمَ وَیُوْشَعُ وَصِیُّ مُوْسٰی وَشَمْعُوْنُ وَصِیُّ عِیْسٰی وَعَلِیٌّ وَصِیِّیْ وَھُوَ خَیْرُ الْاَوْصِیَاءِ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَاَنَا الدَّاعِیْ وَھُوَ الْمُضِیْ **ترجمہ** ۔ نیز امیرالمومنین سے مروی ہے کہ رسولؐ نے فرمایا۔ کہ حق تعالیٰ نے ہر ایک نبی کے لئے ایک وصی مقرر کیا ہے۔ **پس** آدمؑ کا وصی شیثؑ تھا۔ اور موسٰیؑ کا وصی یوشعؑ اور عیسٰیؑ کا وصی شمعونؑ تھا۔ اور میرا وصی علیؑ ہے۔ اور وہ دنیا اور آخرت میں تمام اوصیا سے بہتر اور افضل ہے۔ **اور** میں راہِ راست کی طرف دعوت کرنے والا ہوں۔ اور وہ اس راہ کی روشنی ہے۔

منقبت ۱۰۵ ۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ یَا عَلِیُّ اَنْتَ تُبْرِءُ ذِمَّتِیْ وَاَنْتَ خَلِیْفَتِیْ عَلٰی اُمَّتِیْ۔ **ترجمہ** ۔ نیز امیرالمومنینؑ سے مروی ہے کہ رسولؐ نے فرمایا۔ یا علیؑ تو لوگوں کا حق میری گردن سے ادا کرے گا۔ اور تو میری اُمت کے اُوپر میرا خلیفہ اور جانشین ہے۔

منقبت ۱۰۶ ۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ لَمَّا اُسْرِیَ بِیْ اِلَی السَّمَاءِ تَلَقَّانِی الْمَلَائِکَۃُ بِالْبِشَارَۃِ فِیْ کُلِّ سَمَاءٍ حَتّٰی لَقِیَنِیْ جِبْرَئِیْلُ فِیْ مَحْفِلِہٖ مِنَ الْمَلَائِکَۃِ فَقَالَ یَا مُحَمَّدُ لَوِاجْتَمَعَتْ اُمَّتُکَ عَلٰی حُبِّ عَلِیٍّ مَا خُلِقَ النَّارُ **ترجمہ** ۔ نیز امیرالمومنینؑ سے مروی ہے۔ کہ رسولؐ نے فرمایا۔ کہ جب معراج میں مجھ کو آسمان کی طرف لے گئے۔ تو ہر ایک آسمان میں فرشتوں نے مجھ سے مُلاقات کرکے بشارت دی۔ یہاں تک کہ جبرئیلؑ اپنی مجلس میں ملائکہ کی ایک جماعت کے ہمراہ مجھ سے ملے اور کہا اے محمدؐ۔ اگر آپ کی امت علیؑ بن ابی طالب کی دوستی پر جمع ہوتی تو دوزخ کی آگ پیدا نہ کی جاتی۔

منقبت ۱۰۷ ۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ یَا عَلِیُّ لَا یُبْغِضُکَ مِنَ الْاَنْصَارِ اِلَّا مَنْ کَانَ اَصْلُہٗ یَھُوْدِیًّا۔ **ترجمہ** ۔ نیز امیرالمومنین کرم اللہ وجہٗ سے مروی ہے کہ رسولؐ نے فرمایا۔ یا علیؑ تجھ کو انصار میں سے کوئی شخص دشمن نہیں رکھتا سوا اس شخص کے جس کی اصل یہودی ہو۔

منقبت ۱۰۸ ۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ یَا عَلِیُّ مَنْ اَطَاعَنِیْ فَقَدْ

فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ وَمَنْ اَطَاعَكَ فَقَدْ اَطَاعَنِیْ وَمَنْ عَصَانِیْ فَقَدْ عَصَی اللّٰهَ وَمَنْ عَصَاكَ فَقَدْ عَصَانِیْ

ترجمہ۔ نیز امیرالمومنینؑ سے روایت کی گئی ہے۔ کہ رسولؐ نے فرمایا۔ اے علیؑ جو کوئی میری فرمانبرداری کرے۔ پس بیشک اس نے خدا کی فرمانبرداری کی۔ اور جس کسی نے تیری فرمانبرداری کی۔ بیشک اس نے میری فرمانبرداری کی۔ اور جو کوئی میری نافرمانی کرے۔ بیشک اس نے خدا کی نافرمانی کی۔ اور جس نے تیری نافرمانی کی۔ بیشک اس نے میری نافرمانی کی۔

منقبت۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ یَا عَلِیُّ الْاَئِمَّةُ مِنْ وُلْدِكَ فَمَنْ اَطَاعَهُمْ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ وَمَنْ عَصِیَهُمْ فَقَدْ عَصَی اللّٰهَ وَهُمْ عُرْوَةُ الْوُثْقٰی وَهُمُ الْوَسِیْلَةُ اِلَی اللّٰهِ تَعَالٰی۔ **ترجمہ۔ نیز** امیرالمومنینؑ سے روایت کی گئی ہے۔ کہ رسولؐ نے فرمایا۔ اے علیؑ۔ آئمہ تیرے فرزندوں میں سے ہیں جس شخص نے اُن کی فرمانبرداری کی۔ بیشک اس نے حق تعالیٰ کی فرمانبرداری کی۔ اور جس نے اُن کی نافرمانی کی۔ بیشک اس نے خدا کی نافرمانی کی اور وہ درست اور مضبوط رسی ہے۔ اور وہ حق تعالیٰ کی طرف سے وسیلہ اور واسطہ ہیں۔

منقبت۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ لَوْ اَنَّ عَبْدًا عَبَدَ اللّٰهَ مِثْلَ مَا قَامَ نُوْحٌ فِیْ قَوْمِهٖ وَكَانَ لَهٗ مِثْلُ اُحُدٍ ذَهَبًا فَاَنْفَقَهٗ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَمُدَّ فِیْ عُمْرِهٖ حَتّٰی یَحُجَّ اَلْفَ عَامٍ عَلٰی قَدَمَیْهِ ثُمَّ بَیْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ قُتِلَ مَظْلُوْمًا ثُمَّ لَمْ یُوَالِكَ یَا عَلِیُّ لَمْ یَشُمَّ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ وَلَمْ یَدْخُلْهَا۔ **ترجمہ۔ نیز** امیرالمومنینؑ سے مروی ہے کہ رسولؐ نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص اتنی مُدّت تک خدا کی عبادت کرے جتنی مُدّت کہ نوح اپنی قوم میں رہا۔ اور اس شخص کے پاس کوہِ اُحد کے برابر سونا ہو۔ اور وہ اس سونے کو راہِ خدا میں خرچ کر دے۔ اور اس بندے کی عمر اتنی دراز ہو۔ کہ ہزار سال کی مُدّت میں ہزار حج پیادہ پا بجا لائے۔ بعد ازاں صفا اور مروہ کے مابین ظلم سے قتل کیا جائے۔ اے علیؑ۔ وہ بندہ تیری دوستی نہ رکھتا ہو۔ وہ بہشت کی بُو تک نہ سونگھے گا۔ اور اس میں داخل نہ ہوگا۔

مترجم۔ حقیر عرض کرتا ہے کہ کسی ہندی شاعر نے اس حدیث کو نظم کیا ہے جس کا درج کرنا لطف سے خالی نہ ہوگا

نظم

بندہ ہزار سال عبادت اگر کرے ۔۔۔ اور زر بقدر کوہِ اُحد راہِ حق میں دے
حج بھی ہزار بار پیادہ ہوں گر کئے ۔۔۔ اور بے گنہ شہید بھی ہو ظلم و جور سے
حُبِّ علیؑ کی ہے نہیں گر دل کے جام میں ۔۔۔ جنّت کی بُو نہ پہنچے گی اس کے مشام میں

منقبت۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ لَا تَسْتَخِفُّوا الشِّیْعَةَ فَاِنَّ الرَّجُلَ مِنْهُمْ لَیَشْفَعُ فِیْ مِثْلِ رَبِیْعَةَ وَمُضَرَ۔ **ترجمہ۔ نیز** امیرالمومنین کرم اللہ وجہہٗ سے مروی ہے۔ کہ رسولؐ نے فرمایا کہ علیؑ کے پیروؤں کو خفیف اور سُبک مت سمجھو۔ کیونکہ ان میں سے ایک مرد ایسی جماعت کے گناہوں کے بارے میں معافی

کی سفارش کرے گا۔ جس کی تعداد قبیلۂ ربیعہ و مضر کی تعداد کے برابر ہو۔

مؤلف عرض کرتا ہے کہ بظاہر اس مرد سے مراد اویس قرنی علیہ الرحمۃ ہے۔ اس لئے کہ محرم اسرار شیخ عطار تذکرۃ الاولیا میں لکھتے ہیں کہ جنگ صفین میں جو امیر المومنینؑ اور معاویہ کے مابین ہوئی۔ اویس رضی اللہ عنہ نے حاضر ہوکر امیرؑ سے بیعت کی۔ اور درجۂ شہادت پر فائز ہوئے۔ لیکن تفاوت اس امر میں ہے کہ شیخ فرماتے ہیں کہ اویس کی التماس سے قبیلہ ربیعہ و مضر کی بھیڑ بکریوں کے بالوں کی تعداد کے برابر اُمت محمدی کی بخشش ہوگی اور حدیث شریف میں بالوں کی قید نہیں ہے۔ بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اختلاف روایات کی وجہ سے یہ اختلاف واقع ہوگیا ہے۔ واللہ اعلم بحقائق الامور۔

منقبت[۱۱۲]۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ یَا عَلِیُّ اِنَّکَ تَقْرَعُ بَابَ الْجَنَّةِ فَتَدْخُلُهَا بِلَاحِسَابٍ۔ **ترجمہ۔ نیز** امیر المومنینؑ سے مروی ہے کہ رسولؐ نے فرمایا۔ یا علیؑ، تو بہشت کا دروازہ کھٹکھٹائے گا۔ اور بے حساب اس میں داخل ہوگا۔

منقبت[۱۱۳]۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مَنْ کَانَ اٰخِرُ کَلَامِهِ الصَّلٰوةَ عَلَیَّ وَعَلٰی عَلِیٍّ یَدْخُلُ الْجَنَّةَ۔ **ترجمہ۔ نیز** امیر المومنینؑ سے روایت ہے کہ رسولؐ نے فرمایا۔ جس کا آخری کلام مجھ پر اور علیؑ پر درود و صلوٰۃ ہو۔ وہ بہشت میں داخل ہوگا۔

منقبت[۱۱۴]۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مَنْ اَحَبَّ اَنْ یَّرْکَبَ سَفِیْنَةَ النَّجَاةِ وَیَسْتَمْسِکَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰی وَیَعْتَصِمَ بِحَبْلِ اللّٰهِ الْمَتِیْنِ فَلْیُوَالِ عَلِیًّا بَعْدِیْ وَلْیُعَادِ عَدُوَّهٗ وَالْیَأْتَمَّ بِالْاَئِمَّةِ الْهُدٰی مِنْ وُلْدِهٖ فَاِنَّهُمْ خُلَفَائِیْ وَاَوْصِیَائِیْ وَحُجَجُ اللّٰهِ عَلَی الْخَلْقِ بَعْدِیْ وَسَادَةُ اُمَّتِیْ وَقَائِدُ الْاَتْقِیَا اِلَی الْجَنَّةِ حِزْبُهُمْ حِزْبِیْ وَحِزْبِیْ حِزْبُ اللّٰهِ وَحِزْبُ اَعْدَآئِهِمْ حِزْبُ الشَّیْطٰنِ۔ **ترجمہ۔ نیز** امیر المومنینؑ سے روایت ہے کہ رسولؐ نے فرمایا۔ جو کوئی چاہے کہ نجات کی کشتی پر سوار ہو اور مضبوط دستے سے متمسک ہو اور خدا کی مضبوط رسّی کو ہاتھ میں پکڑے۔ اس کو لازم ہے کہ میرے بعد علیؑ کو دوست رکھے۔ اور اس کے دشمن سے دشمنی کرے اور اس کی اولاد کے اماموں کا جو ہدایت کے پیشوا اور خدا کی طرف راہ دکھانے والے اور امام ہیں۔ پیرو اور مطیع ہو۔ کیونکہ یہ میرے وصی اور خلیفہ اور میرے بعد خدا کی مخلوقات پر خدا کی حجتیں اور میری اُمت کے رئیس اور سردار اور پرہیزگاروں کو بہشت کی طرف لے جانے والے ہیں۔ ان کا گروہ میرا گروہ ہے۔ اور میرا گروہ خدا کا گروہ ہے۔ اور ان کے دشمنوں کا گروہ شیطان کا گروہ ہے۔

منقبت[۱۱۵]۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ یَا عَلِیُّ اِنِّیْ رَاَیْتُ اِسْمَکَ مَقْرُوْنًا بِاِسْمِیْ فِیْ اَرْبَعَةِ مَوَاطِنَ فَاَنِسْتُ بِالنَّظْرِ اِلَیْهِ لَمَّا بَلَغْتُ بَیْتَ الْمُقَدَّسِ فِیْ مِعْرَاجِیْ اِلَی السَّمَاءِ وَجَدْتُ

صَخْرَۃٌ بِھَا مَکْتُوْبٌ عَلَیْھَا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ اَیَّدْتُّہٗ بِوَزِیْرِہٖ وَنَصَرْتُہٗ بِوَزِیْرِہٖ فَقُلْتُ لِجِبْرَئِیْلَ وَمَنْ وَزِیْرِیْ فَقَالَ عَلِیُّ بْنُ اَبِیْطَالِبٍ فَلَمَّا انْتَھَیْتُ اِلٰی سِدْرَۃِ الْمُنْتَھٰی وَجَدْتُ مَکْتُوْبًا عَلَیْھَا اِنِّیْٓ اَنَا اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا وَحْدِیْ وَمُحَمَّدٌ صَفْوَتِیْ مِنْ خَلْقِیْ اَیَّدْتُّہٗ بِوَزِیْرِہٖ وَنَصَرْتُہٗ بِوَزِیْرِہٖ فَقُلْتُ لِجِبْرَئِیْلَ وَمَنْ وَزِیْرِیْ قَالَ عَلِیُّ بْنِ اَبِیْطَالِبٍ فَلَمَّا جَاوَزْتُ سِدْرَۃَ الْمُنْتَھٰی وَانْتَھَیْتُ اِلٰی عَرْشِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَجَدْتُّ مَکْتُوْبًا عَلٰی قَوَائِمِہٖ اِنِّیْٓ اَنَا اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا وَمُحَمَّدٌ حَبِیْبِیْ مِنْ خَلْقِیْ اَیَّدْتُّہٗ بِوَزِیْرِہٖ فَلَمَّا ھَبَطْتُّ اِلَی الْجَنَّۃِ وَجَدْتُّ مَکْتُوْبًا عَلٰی بَابِ الْجَنَّۃِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ حَبِیْبِیْ مِنْ خَلْقِیْ اَیَّدْتُّہٗ بِوَزِیْرِہٖ وَنَصَرْتُہٗ بِوَزِیْرِہٖ۔

ترجمہ۔ نیز امیرالمومنین کرم اللہ وجہٗ سے مروی ہے کہ رسولؐ نے فرمایا۔ اے علیؑ میں نے تیرا نام اپنے نام کے ساتھ چار مقام پر دیکھا۔ اور اُس کے دیکھنے سے مانوس ہوا جب مَیں آسمان کی طرف اپنی معراج کی رات بیت المقدس میں پہنچا۔ تو وہاں ایک پتھر پر لکھا ہوا پایا۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ اَیَّدْتُّہٗ بِوَزِیْرِہٖ وَنَصَرْتُہٗ بِوَزِیْرِہٖ۔ **یعنی** اللہ کے سوا اور کوئی قابل عبادت نہیں ہے محمدؐ خدا کا بھیجا ہوا ہے۔ مَیں نے اُس کے وزیر سے اس کی مدد کی۔ اور اُس کی اس کے وزیر سے نصرت کی۔ میں نے جبرئیلؑ سے پوچھا کہ میرا وزیر کون ہے؟ جواب دیا۔ کہ علیؑ ابن طالب۔ پس جب میں سدرۃ المنتہٰی پر پہنچا۔ تو اس پر لکھا ہُوا پایا۔ اِنِّیْٓ اَنَا اللّٰہُ۔۔۔ بِوَزِیْرِہٖ۔ کہ میں ہُوں خدا جو قابل پرستش ہے۔ اور مجھ واحد و یکتا کے سوا اور کوئی خدا نہیں ہے۔ اور محمدؐ میری مخلوق میں سے میرا برگزیدہ ہے۔ اور مَیں نے محمدؐ کو اس کے وزیر سے قوّت اور مدد دی۔ مَیں نے جبرئیلؑ سے کہا کہ میرا وزیر کون ہے؟ اس نے جواب دیا کہ علیؑ بن ابی طالب۔ اور جب مَیں سدرۃ المنتہٰی سے گذر کر عرش پروردگار عالمیان کے پاس پہنچا۔ تو عرش کے پاؤں پر لکھا ہُوا پایا۔ اِنِّیْٓ اَنَا اللّٰہُ ۔۔۔ اَیَّدْتُّہٗ بِوَزِیْرِہٖ۔ **یعنی** مَیں خدا ہوں اور میرے سوا کوئی خدا نہیں ہے اور محمدؐ میری مخلوق میں سے میرا حبیب ہے اور مَیں نے محمدؐ کو اس کے وزیر سے قوّت اور مدد دی ہے۔ جب مَیں اُتر کر بہشت میں آیا۔ تو بہشت کے دروازے پر لکھا ہُوا پایا۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ بِوَزِیْرِہٖ **یعنی**۔ میرے سوا کوئی خدا نہیں ہے اور محمدؐ میری مخلوق میں سے میرا حبیب ہے اور مَیں نے اس کو اس کے وزیر سے قوّت اور مدد دی ہے۔

منقبت[۲۶۰]۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مَنْ کُنْتُ وَلِیَّہٗ فَعَلِیٌّ وَلِیُّہٗ وَمَنْ کُنْتُ اِمَامَہٗ فَعَلِیٌّ اِمَامُہٗ۔ **ترجمہ**۔ جناب سیدۃ النسا فاطمۃ الزہرا علیہا التحیۃ والثنا سے مروی ہے کہ رسولؐ نے فرمایا۔ جس شخص کا کہ مَیں ولی ہوں۔ پس علیؑ بھی اس کا ولی ہے۔ اور جس شخص کا کہ مَیں امام ہُوں پس علیؑ بھی اُس کا امام اور پیشوا ہے۔

منقبت[۲۶۱]۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اَعْلَمُ اُمَّتِیْ مِنْ بَعْدِیْ عَلِیُّ بْنُ

اَبِیْطَالِبٍ - **ترجمہ** - سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسولؐ نے فرمایا۔ کہ میری اُمت میں سب سے زیادہ عالم اور دانا میرے بعد علیؑ بن ابی طالب ہے۔

منقبت [۱۱۸] - قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ - یَا اَبَابَکْرٍ کَفِّیْ وَکَفُّ عَلِیٍّ فِی الْعَدْلِ سَوَآءٌ **ترجمہ** - ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسولؐ نے فرمایا۔ اے ابوبکر میرا ہاتھ اور علیؑ کا ہاتھ عدل میں برابر ہے۔ **نظم** (مولف)

پیشوائے عملِ امین خدائے — آنکہ در عدل برسرآمدہ است

گفت کف من و کفِ حیدر — درعدالت برابر آمدہ است

منقبت [۱۱۹] - قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ لَوِاجْتَمَعَ النَّاسُ عَلٰی حُبِّ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْطَالِبٍ لَمَّا خَلَقَ اللّٰہُ النَّارَ - **ترجمہ** - عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسولؐ نے فرمایا۔ کہ اگر سب آدمی علیؑ کی دوستی پہ جمع ہوتے۔ تو خدا ہرگز دوزخ کو پیدا نہ کرتا۔

منقبت [۱۲۰] - قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ یَا عَلِیُّ اَنْتَ سَیِّدٌ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ مَنْ اَحَبَّكَ فَقَدْ اَحَبَّنِیْ وَحَبِیْبِیْ حَبِیْبُ اللّٰہِ وَعَدُوُّكَ عَدُوِّیْ عَدُوُّ اللّٰہِ وَالْوَیْلُ لِمَنْ اَبْغَضَكَ مِنْ بَعْدِیْ **ترجمہ** - عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ کہ رسولؐ نے امیرؑ کی طرف دیکھ کر فرمایا۔ اے علیؑ تو دنیا اور آخرت میں سید اور بزرگ ہے۔ جو کوئی تجھ کو دوست رکھے۔ بیشک اس نے مجھ کو دوست رکھا۔ اور تیرا دوست میرا دوست ہے۔ اور میرا دوست خدا کا دوست ہے۔ اور تیرا دشمن میرا دشمن ہے۔ اور میرا دشمن خدا کا دشمن ہے۔ اور وائے ہو اس شخص پر جو میرے بعد تجھ کو دشمن رکھے۔

منقبت [۱۲۱] - قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ لَنْ تَضِلُّوْا وَلَنْ تَهْلِکُوْا وَاَنْتُمْ تَحْتَ کَفِّ عَلِیٍّ وَاِذَا خَالَفْتُمُوْہُ فَقَدْ ضَلَلْتُمْ طُرُقَ الْهُدٰی وَوَقَعْتُمْ فِی الْغَیِّ فَاتَّقُوا اللّٰہَ فِیْ ذِمَّۃِ اللّٰہِ عَلِیِّ ابْنِ اَبِیْطَالِبٍ - **ترجمہ** - اسی بزرگوار سے روایت ہے کہ رسولؐ نے فرمایا۔ کہ تم گمراہ اور ہلاک نہ ہوگے جبکہ تم علیؑ کے ماتحت رہو۔ اور جب تم اُس کی مخالفت کروگے۔ پس اس وقت تم بیشک سیدھی راہ کو گم کروگے اور گمراہی میں پڑ جاؤگے۔ پس تم علیؑ بن ابی طالب کی نافرمانی کرنے کے سبب اپنی گردن پر حقِ خدا رکھنے میں خدا سے ڈرو۔

منقبت [۱۲۲] - قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اَفْضَلُ رِجَالِ الْعَالَمِیْنَ فِیْ زَمَانِیْ هٰذَا عَلِیٌّ وَاَفْضَلُ نِسَآءِ الْعَالَمِیْنَ مِنْ نِسَآءِ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ فَاطِمَۃُ - **نیز** انہی سے مروی ہے کہ رسولؐ نے فرمایا کہ میرے زمانہ میں جملہ عوالم کے مردوں سے بہتر اور افضل علیؑ ہے اور اولین اور آخرین کی عورتوں سے جملہ عوالم کی عورتوں میں سے بہتر اور افضل فاطمہؑ ہے۔

منقبت ۱۲۳۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ یَا ابْنَ عَبَّاسٍ عَلَیْکَ عَلِیًّا فَاِنَّ الْحَقَّ عَلٰی لِسَانِہٖ وَالنِّفَاقَ مُجَانِبَہٗ وَاِنَّ ھٰذَا قُفْلُ الْجَنَّۃِ وَمِفْتَاحٌ بَابِہٖ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّۃَ وَبِہٖ یَدْخُلُوْنَ النَّارَ۔ **ترجمہ**۔ اسی بزرگوار سے مروی ہے کہ رسولؐ نے فرمایا کہ اے ابن عباسؓ! تجھ پر علیؑ کی پیروی لازم ہے کیونکہ حق اُس کی زبان پر ہے۔ اور نفاق اس سے دُور رہے۔ اور یہ علیؑ جنّت کا قفل اور اُس کی کنجی ہے اس کی دوستی سے لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور اس کی دشمنی کے سبب دوزخ میں جائیں گے۔

منقبت ۱۲۴۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ۔ عَلِیٌّ وَّشِیْعَتُہُ الْفَائِزُوْنَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ۔ **ترجمہ**۔ اُسی جنابؓ سے مروی ہے کہ رسولؐ نے فرمایا۔ کہ علیؑ اور اس کا گروہ قیامت کے دن بہشت کی نعمتوں میں پہنچنے والے ہیں۔

منقبت ۱۲۵۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ۔ یَا عَبْدَ اللّٰہِ اُبَشِّرُکَ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی اَیَّدَنِیْ بِسَیِّدِ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ وَالْوَصِیِّیْنَ عَلِیٍّ فَجَعَلَہٗ کُفْرِیْ فَاِنْ اَرَدْتَ اَنْ تَرْعُوْعَ وَتَنْفَعَ فَاتَّبِعْہُ۔ **ترجمہ۔ نیز**۔ اسی بزرگوار سے روایت ہے کہ رسولؐ نے فرمایا اے عبداللہ! میں تجھے بشارت دیتا ہوں کہ حق تعالیٰ نے مجھ کو پہلوں پچھلوں کے سردار اور تمام اوصیا کے سرتاج یعنی علیؑ کے ساتھ قوت اور طاقت عطا فرمائی ہے۔ پس حق تعالیٰ نے علیؑ کو میرا کفو یعنی ہمسر بنایا ہے۔ اگر تو چاہے کہ سردار اور بزرگ ہے اور فائدہ اُٹھائے تو علیؑ کی پیروی اور متابعت کر۔

منقبت ۱۲۶۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ رَأَیْتُ عَلٰی بَابِ الْجَنَّۃِ مَکْتُوْبًا لَااِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ عَلِیٌّ اَخُ رَسُوْلِ اللّٰہِ۔ **ترجمہ**۔ جابر انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسولؐ نے فرمایا کہ میں نے بہشت کے دروازے پر لکھا ہُوا دیکھا۔ لا الہ ...... الخ اللہ کے سوا اور نہ کوئی قابل عبادت نہیں اور محمدؐ خدا کا رسولؐ ہے۔ اور علیؑ رسولِ خدا کا بھائی ہے۔

منقبت ۱۲۷۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ لَوْاَنَّ اَحَدًا عَبَدَ اللّٰہَ حَقَّ عِبَادَتِہٖ ثُمَّ شَکَّ فِیْکَ وَاَھْلِ بَیْتِکَ وَھُوَ اَفْضَلُ النَّاسِ کَانَ فِی النَّارِ۔ **ترجمہ۔ نیز**۔ جابر سے روایت ہے کہ رسولؐ نے مہاجر و انصار کے سامنے ارشاد فرمایا کہ اے علیؑ اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے جیسا کہ اُس کی عبادت کا حق ہے۔ بعد ازاں تیرے اور تیرے اہلِ بیت کے باب میں شک کرے۔ حالانکہ وہ تمام آدمیوں سے افضل اور بہتر ہو۔ دوزخ میں جائے گا۔

منقبت ۱۲۸۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ لَاخَیْرَ فِیْ اُمَّۃٍ لَیْسَ فِیْھَا اَحَدٌ مِّنْ وُلْدِ عَلِیٍّ یَاْمُرُ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْھٰی عَنِ الْمُنْکَرِ **ترجمہ۔ نیز** جابرؓ سے مروی ہے کہ رسولؐ نے فرمایا۔

اُس وقت میں کوئی نیکی اور بھلائی نہیں ہے۔ جس میں فرزندانِ علیؑ میں سے کوئی شخص موجود نہ ہو۔ جو نیکی کا حکم دے اور بدی سے منع کرے۔

منقبت ۱۲۹ ۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ وَالَّذِیْ بَعَثَنِیْ بِالْحَقِّ نَبِیًّا اِنَّ الْمَلٰٓئِکَۃَ یَسْتَغْفِرُوْنَ لِعَلِیٍّ تَشْفُقُ عَلَیْہِ وَشِیْعَتِہٖ اَشْفَقُ مِنَ الْوَالِدَیْنِ عَلٰی وَلَدِہٖ۔

ترجمہ ۔ **نیز** جابرؓ سے مروی ہے کہ رسولؐ نے فرمایا۔ مجھے اُس خُدا کی قسم ہے جس نے مجھ کو راستی کے ساتھ پیغمبر بنا کر بھیجا ہے کہ فرشتے علیؑ کے لئے مغفرت اور بخشش طلب کرتے ہیں۔ اور اس پر اور اس کے پیروؤں پر زیادہ تر مہربان ہیں۔ ماں باپ سے جو اپنی اولاد پر مہربان ہوں۔

منقبت ۱۳۰ ۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اِذَا کَانَ یَوْمُ الْقِیَامَۃِ یَأْتِیْنِیْ جِبْرَئِیْلُ بِحُزْمَتَیْنِ مِنَ الْمَفَاتِیْحِ حُزْمَۃٍ مِّنْ مَّفَاتِیْحِ النَّارِ وَحُزْمَۃٍ مِّنْ مَّفَاتِیْحِ الْجَنَّۃِ عَلٰی مَفَاتِیْحِ الْجَنَّۃِ اَسْمَآءُ الْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ شِیْعَۃِ اٰلِ مُحَمَّدٍ وَعَلٰی مَفَاتِیْحِ النَّارِ اَسْمَاءُ الْمُبْغِضِیْنَ مِنْ اَعْدَائِہٖ فَیَقُوْلُ یَا اَحْمَدُ ھٰذَا الْمُبْغِضِیْکَ وَھٰذَا الْمُحِبِّیْکَ فَادْفَعْھَا اِلٰی عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ فَیَحْکُمُ فِیْہِمْ بِمَا یُرِیْدُ فَوَالَّذِیْ قَسَّمَ الْاَرْزَاقَ لَا یَدْخُلُ مُبْغِضُہُ الْجَنَّۃَ وَلَا مُحِبُّہُ النَّارَ اَبَدًا۔ **ترجمہ** ۔ **نیز** جابرؓ سے مروی ہے کہ رسولؐ نے فرمایا۔ کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو جبرئیلؑ کنجیوں کے دو گچھے لے کر آئے گا۔ ایک گچھا بہشت کی کنجیوں کا ہوگا۔ اور ایک گچھا دوزخ کی کنجیوں کا۔ بہشت کی کنجیوں پر آلِ محمدؐ کے پیرو مومنین کے نام ہوں گے۔ اور دوزخ کی کنجیوں کے اوپر ان کے دشمنوں کے نام ثبت ہوں گے۔ اور جبرئیلؑ مجھ سے کہے گا۔ کہ اے محمدؐ یہ گچھا کنجیوں کا آپ کے دوستوں کے لئے ہے۔ اور یہ دستہ آپ کے دشمنوں کے واسطے۔ پس یہ دونوں گچھے علیؑ بن ابی طالب کے سپرد کر دو۔ تاکہ لوگوں کے درمیان جیسا چاہے حکم کرے۔ اس خدا کی قسم ہے جس نے رزقوں کو تقسیم کیا ہے۔ کہ علیؑ کے دشمن ہرگز بہشت میں داخل نہ ہوں گے اور اس کے دوست کبھی دوزخ میں نہ جائیں گے۔

منقبت ۱۳۱ ۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اَوَّلُ ثُلْمَۃٍ فِی الْاِسْلَامِ مُخَالَفَۃُ عَلِیٍّ۔

ترجمہ ۔ **نیز** جابر رضی اللہ عنہٗ سے مروی ہے کہ اسلام میں پہلا رخنہ علیؑ کی مخالفت اور اُس کی پیروی نہ کرنا ہے۔

منقبت ۱۳۲ ۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ۔ اَیُّھَا النَّاسُ اَحِبُّوْا عَلِیًّا فَاِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّہٗ وَاسْتَحْیُوْا مِنْہُ فَاِنَّ اللّٰہَ یَسْتَحِیْ مِنْہُ۔ **ترجمہ** ۔ عقبہ بن عامر سے روایت ہے کہ رسولؐ نے فرمایا۔ اے لوگو! علیؑ کو دوست رکھو۔ کیونکہ حق تعالیٰ اس کو دوست رکھتا ہے۔ اور اس سے شرم کرو۔ کیونکہ حق تعالیٰ اس سے شرم کرتا ہے۔

منقبت ۱۳۳ ۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی اِصْطَفَانِیْ عَلَی الْاَنْبِیَآءِ وَاخْتَارَنِیْ وَاصْطَفَا عَلَی الْاَوْصِیَاءِ وَصِیًّا وَصَیَّرَہٗ مِنْ عَمِّیْ وَصِھْرَنِیْ لَہٗ وَشَدَّ بِہٖ

عَضُدِیْ کَمَا شَدَّ عَضُدَ مُوْسیٰ بِاَخِیْهِ هَارُوْنَ وَ هُوَ خَلِیْفَتِیْ وَزِیْرِیْ وَلَوْ کَانَ بَعْدِیْ نَبِیٌّ لَکَانَتِ النَّبُوَّۃُ لَهٗ ۔ **ترجمہ۔** انس بن مالک سے مروی ہے کہ رسولؐ نے فرمایا۔ کہ حق تعالےٰ نے مجھ کو پیغمبروں پر برگزیدہ کیا۔ اور مجھ کو مختار بنایا۔ اور تمام اوصیا سے ایک وصی کو برگزیدہ کیا۔ اور اس برگزیدہ وصی کو میرا ابن عم کیا۔ اور مجھ کو اس کا خسر بنایا۔ اور اس وصی سے میرے بازو کو مضبوطی اور قوت بخشی۔ جیسا کہ موسٰیؑ کا بازو اس کے بھائی ہارون سے مستحکم اور قوی بنایا تھا۔ اور وہ (پسر عم) میرا خلیفہ اور میرا وزیر ہے۔ اور اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا۔ تو بے شک نبوت اس کے لئے ہوتی۔

منقبت ۱۳۴۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ حَدَّثَنِیْ جِبْرَئِیْلُ عَنِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالیٰ یُحِبُّ عَلِیًّا مَالَا یُحِبُّ الْمَلٰٓئِکَةَ وَلَا النَّبِیِّیْنَ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَمَا مِنْ تَسْبِیْحَةٍ یُسَبِّحُ اللّٰهَ اِلَّا وَ یَخْلُقُ اللّٰهُ مِنْهُ یَسْتَغْفِرُ لِمُحِبِّیْهِ وَشِیْعَتِهٖ اِلیٰ یَوْمِ الْقِیَامَةِ۔ **ترجمہ۔** نیز انس بن مالک سے روایت ہے۔ کہ رسولؐ نے فرمایا۔ کہ جبرئیلؑ نے مجھ سے خدا تعالیٰ کی طرف سے بیان کیا کہ خدا علیؑ کو دوست رکھتا ہے۔ ایسی دوستی سے کہ اس سے نہ تو فرشتوں کو دوست رکھتا ہے اور نہ نبیوں کو اور نہ رسولوں کو۔ اور علیؑ جو تسبیح خدا کے لئے کرتا ہے اللہ تعالےٰ اس تسبیح سے ایک فرشتہ پیدا کرتا ہے جو قیامت تک اس کے دوستوں اور پیرووں کے لئے مغفرت طلب کرتا رہے گا۔

منقبت ۱۳۵۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مَنْ اَحَبَّكَ یَا عَلِیُّ کَانَ مَعَ النَّبِیِّیْنَ فِیْ دَرَجَتِهِمْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ وَمَنْ مَّاتَ بِبُغْضِكَ فَلَا یُبَالِیْ مَاتَ یَهُوْدِیًّا اَوْ نَصْرَانِیًّا۔ **ترجمہ۔** عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے کہ رسولؐ نے فرمایا۔ کہ اے علیؑ جو کوئی تجھ کو دوست رکھے۔ وہ قیامت کے دن پیغمبروں کے ساتھ ان کے درجات میں ہوگا۔ اور جو کوئی تیری دشمنی پر مر جائے۔ پس خدا پرواہ نہیں کرتا۔ کہ وہ یہودی مرے یا نصرانی۔

منقبت ۱۳۶۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ خَیْرُ رِجَالِکُمْ عَلِیُّ بْنُ اَبِیْطَالِبٍ وَخَیْرُ شَبَابِکُمُ الْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ وَخَیْرُ نِسَآئِکُمْ فَاطِمَةُ بِنْتُ مُحَمَّدٍؐ۔ **ترجمہ۔** ابن عمر سے مروی ہے کہ رسولؐ نے فرمایا۔ تمہارے مردوں میں سب سے بہتر علیؑ بن ابی طالب ہے۔ اور تمہارے جوانوں میں سے سب سے افضل اور بہتر جوان حسنؑ اور حسینؑ ہیں اور تمہاری عورتوں میں سب سے بہتر اور افضل عورت فاطمہؑ دختر محمدؐ ہے۔

منقبت ۱۳۷۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اِنَّ اَخِیْ وَ وَزِیْرِیْ وَخَلِیْفَتِیْ فِیْ اَهْلِیْ وَخَیْرُ مَنْ اَتْرُكُ بَعْدِیْ یَقْضِیْ مَوْعُوْدِیْ عَلِیُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ۔ **ترجمہ۔** انس بن

مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولؐ نے فرمایا۔ کہ میرا بھائی اور میرا وزیر اور میرے اہل میں میرا خلیفہ اور ان سب سے بہتر جن کو میں اپنے بعد چھوڑوں گا۔ میرے وعدے کو ادا کرے گا۔ علیؑ بن ابی طالب ہے۔

منقبت ۱۳۸۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ عَهِدَ اِلَیَّ اَنَّ مَنْ خَرَجَ عَلٰی عَلِیٍّ فَهُوَ کَافِرٌ وَاَجْدَرُ النَّارِ۔ **ترجمہ**۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسولؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے عہد کیا ہے کہ جو شخص علیؑ پر خروج (چڑھائی) کرے وہ کافر ہے۔ اور آتش دوزخ کا زیادہ ترسزاوار اور مستحق ہے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ کہ نَسِیْتُ هٰذَا الْحَدِیْثَ یَوْمَ الْجَمَلِ حَتّٰی ذَکَرْتُهٗ بِالْبَصْرَةِ وَاَنَا اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَعَسٰی اَنْ تَکُوْنَ۔ **یعنی** میں اس حدیث کو جنگ جمل کے دن بھول گئی تھی۔ یہاں تک کہ بصرہ میں جا کر مجھ کو یاد آئی۔ اور میں حق تعالیٰ سے امرزش چاہتی ہوں۔ اور دور نہیں کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو معاف کرے اور میری بخشش ہو جائے۔

منقبت ۱۳۹۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اِنَّ فِی اللَّوْحِ الْمَحْفُوْظِ تَحْتَ الْعَرْشِ مَکْتُوْبًا عَلِیُّ ابْنُ اَبِیْطَالِبٍ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ **ترجمہ**۔ محمد بن الحسن بن علیؑ سے مروی ہے کہ رسولؐ نے فرمایا کہ لوح محفوظ میں عرش کے نیچے لکھا ہوا ہے کہ علیؑ بن ابی طالب مومنوں کا امیر اور حاکم ہے۔

منقبت ۱۴۰۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی جَعَلَ عَلِیًّا قَائِدَ الْمُسْلِمِیْنَ اِلَی الْجَنَّةِ بِهٖ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَبِهٖ یَدْخُلُوْنَ النَّارَ وَبِهٖ یُعَذَّبُوْنَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ قُلْنَا کَیْفَ ذٰلِكَ قَالَ بِمَحَبَّتِهٖ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَبِبُغْضِهٖ یَدْخُلُوْنَ النَّارَ۔ **ترجمہ**۔ محمد حنفیہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسولؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے علیؑ کو مسلمانوں کا پیش رَو اور ان کو بہشت میں لے جانے والا بنایا ہے کہ اس کے سبب سے بہشت میں داخل ہوں گے اور اس کے سبب سے دوزخ میں جائیں گے اور اس کی وجہ سے قیامت کے دن عذاب میں مبتلا ہوں گے۔ ہم نے عرض کی۔ یا رسولؐ اللہ یہ بات کیوں کر ہے؟ فرمایا علیؑ کی دوستی کے وسیلے سے بہشت میں داخل ہوں گے اور اُس کی دشمنی کی وجہ سے دوزخ میں جائیں گے۔

منقبت ۱۴۱۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اِذَا فَرَغَ اللّٰهُ تَعَالٰی مِنَ الْحِسَابِ الْمُعْتَادِ یَاْمُرُ لِلْمَلَکَیْنِ فَیَقِفَانِ عَلَی الصِّرَاطِ فَلَا یَجُوْزُ اَحَدٌ اِلَّا بِبَرَاءَةٍ وِلَایَةٍ مِنْ عَلِیٍّ فَمَنْ لَمْ یَکُنْ مَعَهٗ اَکَبَّهُ اللّٰهُ فِی النَّارِ۔ **ترجمہ**۔ ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسولؐ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ حساب مقرر شدہ سے فارغ ہوگا۔ دو فرشتوں کو حکم دے گا کہ وہ صراط پر جا کر کھڑے ہوں گے۔ تاکہ کوئی شخص جس کے پاس علیؑ کی دوستی کے حکم نامہ اور برات (پروانہ راہداری) نہ ہو۔ وہ صراط پر نہ گذرنے پائے۔ پس جس شخص کے پاس برات یعنی حکمنامہ نہ ہوگا۔ اس کو حق تعالیٰ سر کے بل دوزخ میں ڈالے گا۔

منقبت ۱۴۲۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اِیْمَانُ اَھْلِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِنْ وُضِعَ فِیْ کَفَّۃٍ وَوُضِعَ اِیْمَانُ عَلِیٍّ فِیْ کَفَّۃٍ لَرَجَحَ عَلِیُّ ابْنُ اَبِیْ طَالِبٍ

ترجمہ۔ عبداللہ بن خولیشیفہ بن مرغبری اپنے پدر کلاں سے روایت کرتا ہے کہ دو شخص بن الخطابؓ کے پاس آئے اور کنیزک (لونڈی) کے طلاق کی بابت سوال کیا۔ عمرؓ نے یہ مسئلہ ایک مرد سے جو اس جگہ موجود تھا۔ دریافت کیا۔ اس مرد نے اپنی دو انگلیوں سے اس مسئلے کا جواب دیا پس عمرؓ نے ان دو شخصوں کے پاس آکر کہا۔ دو طلاق ہیں۔ ان میں سے ایک شخص نے عمرؓ سے کہا۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ ہم تو تجھ کو مومنوں کا امیر سمجھ کر تیرے پاس آئے تھے۔ اور تجھ سے یہ مسئلہ پوچھا تھا۔ اور تو نے دوسرے شخص سے متوسل ہو کر اس کا جواب دیا۔ حالانکہ خدا کی قسم اس شخص نے تجھ سے بات تک نہ کی۔ اور اشارے سے جواب دیا۔ عمرؓ نے کہا۔ کیا تجھ کو معلوم ہے کہ یہ شخص کون ہے؟ یہ رسولؐ خدا کا بھائی ہے۔ مَیں کہ عمرؓ ہوں۔ گواہی دیتا ہوں۔ کہ مَیں نے رسولؐ سے سُنا ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ اگر آسمانوں اور زمین کے رہنے والوں کا ایمان ترازو کے ایک پلّے میں رکھا جائے۔ اور علیؑ کا ایمان دُوسرے پلّے میں۔ تو بیشک علیؑ بن ابی طالب کا ایمان آسمانوں اور زمین والوں کے ایمان سے (وزن میں) بڑھ جائے گا۔

منقبت ۱۴۳۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سُمِّیَ النَّاسُ مُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَجْلِ عَلِیٍّ وَلَوْ لَمْ یُؤْمِنْ عَلِیٌّ لَمْ یَکُنْ مُؤْمِنٌ فِیْ اُمَّتِیْ وَسُمِّیَ مُخْتَارًا لِاَنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی اِخْتَارَہٗ وَسُمِّیَ الْمُرْتَضٰی لِاَنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی اِرْتَضَاہُ وَسُمِّیَ عَلِیًّا لِاَنَّہٗ لَمْ یُسَمِّ اَحَدًا قَبْلَہٗ بِاِسْمِہٖ وَسُمِّیَتْ فَاطِمَۃُ بَتُوْلًا لِاَنَّھَا تَبَتَّلَتْ وَتَقَطَّعَتْ عَمَّا ھُوَ مُعْتَادُ الْعَوْرَاتِ فِیْ کُلِّ شَھْرٍ اَوْ لِاَنَّھَا تَرْجِعُ کُلَّ لَیْلَۃٍ بِکْرًا وَسُمِّیَتْ مَرْیَمُ بَتُوْلًا لِاَنَّھَا وَلَدَتْ عِیْسٰی بِکْرًا۔

ترجمہ۔ امّ سلمیٰ رضی اللہ عنہٗ سے مروی ہے کہ رسولؐ نے فرمایا۔ آدمی محض علیؑ کی وجہ سے مومنین کے لقب سے ملقب ہُوئے۔ اگر علیؑ ایمان نہ لاتا۔ تو میری اُمت میں سے کوئی شخص بھی مومن نہ ہوتا۔ اور علیؑ کا نام **مختار** رکھا گیا۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو برگزیدہ کیا۔ اور اس کا نام **مرتضیٰ** اس لئے ہُوا کہ اللہ تعالیٰ اس سے راضی اور خوشنود ہے اور وہ خدائے عزّوجلّ سے راضی وخوش ہے۔ اور اس کا نام **علیؑ** اس لئے رکھا گیا کہ ربّ العزّت نے اس سے پہلے کسی شخص کو اس نام سے نامزد نہیں فرمایا۔ اور فاطمہؑ کا نام **بتول** اس لئے ہُوا کہ وہ اس تکلیف سے جو عورتوں کی ماہواری عادت ہے۔ بَری اور منقطع تھیں۔ **یا** یہ کہ وہ رضی اللہ عنہا ہر رات باکرہ ہو جاتی تھیں۔

مؤلف عرض کرتا ہے کہ **بتل** دراصل **قطع** کے معنی میں ہے۔ چنانچہ صراح کی عبارت اس پر دلالت کرتی ہے۔ اَلْبَتْلُ اَلْقَطْعُ وَیُقَالُ ھِیَ الْعَذْرَآءُ الْمُنْقَطِعَۃُ عَنِ الْاَزْدَوَاجِ وَیُقَالُ ھِیَ الْمُنْقَطِعَۃُ عَنِ الدُّنْیَا اِلَی اللّٰہِ وَھِیَ نَعْتُ فَاطِمَۃَ بِنْتُ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ (**بتل** کے معنی میں قطع۔ اور کہتے ہیں

کہ بتول کے معنے عذرا ہے یعنی ازواج سے جدا (کواری) اور کہتے ہیں کہ دنیا سے الگ ہوکر خدا کی طرف مائل ہونے والی اور یہ فاطمہ بنت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفت ہے) پس اس بنا پر فاطمہ کو بتول کے نام سے اس لئے نامزد کیا گیا کہ وہ جناب دنیا سے منقطع ہوکر خدا کی طرف مائل تھیں اور مریمؑ کو اس لئے بتول کہا گیا۔ کہ وہ بیاہ سے جدا اور کواری رہیں۔ اور اسی حالت میں عیسیٰؑ کو جنا۔

منقبت[۱۴۴]۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ یَا عَلِیُّ بَخٍ بَخٍ مَنْ مِثْلُکَ وَالْمَلَائِکَۃُ تَشْتَاقُ اِلَیْکَ وَالْجَنَّۃُ لَکَ اِنَّہٗ اِذَا کَانَ یَوْمُ الْقِیَامَۃِ یُنْصَبُ لِیْ مِنْبَرٌ مِنْ نُوْرٍ وَلِاِبْرَاہِیْمَ مِنْبَرٌ مِنْ نُوْرٍ وَلَکَ مِنْبَرٌ مِنْ نُوْرٍ فَتَجْلِسُ عَلَیْہَا وَاِذْ مُنَادٍ یُنَادِیْ بَخٍ بَخٍ مِنْ وَصِیٍّ بَیْنَ حَبِیْبٍ وَخَلِیْلٍ ثُمَّ اُوْتِیَ بِمَفَاتِیْحِ الْجَنَّۃِ وَالنَّارِ فَادْفَعُہَا اِلَیْکَ.... **ترجمہ**۔ زید بن اسلمؓ سے روایت ہے کہ رسولؐ نے فرمایا۔ اے علیؑ۔ تجھ کو مبارک ہو۔ مبارک ہو۔ تیری مانند کون شخص ہے؟ کہ فرشتے تیرے مشتاق اور آرزومند ہیں۔ اور بہشت تیرے واسطے ہے۔ جب قیامت کا دن ہوگا۔ تو میرے واسطے نور کا ایک منبر نصب کیا جائے گا۔ اور نور کا ایک منبر حضرت ابراہیمؑ کے واسطے۔ اور نور کا ایک منبر تیرے واسطے نصب ہوگا۔ پس ہم ان منبروں پر بیٹھیں گے۔ اس وقت ایک ندا کرنے والا ندا کرے گا کہ خوشا حال خوشا حال وصی کا جو حبیب اور خلیل کے درمیان بیٹھا ہے۔ پھر بہشت اور دوزخ کی کنجیاں وہاں لائی جائیں گی اور میں وہ کنجیاں تیرے ہاتھ میں دیدونگا۔

منقبت[۱۴۵]۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اَنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی اَیَّدَ ھٰذَا الدِّیْنَ بِعَلِیٍّ وَاَنَا مِنْہُ وَفِیْہِ اُنْزِلَ اَفَمَنْ کَانَ عَلٰی بَیِّنَۃٍ مِّنْ رَّبِّہٖ اَلْاٰیَۃ **ترجمہ**۔ ابوذر غفاری رضی اللہ عنہٗ سے مروی ہے کہ رسولؐ نے فرمایا۔ خدا تعالیٰ نے اس دین کو علیؑ کے ذریعہ سے قوت دی ہے۔ اور میں اس سے ہوں اور اس کی شان میں آیۂ ذیل نازل ہوا ہے۔ اَفَمَنْ کَانَ عَلٰی بَیِّنَۃٍ مِّنْہُ۔ الآیہ (اس آیت کا ذکر مع ترجمہ پہلے آچکا ہے۔ مترجم)

منقبت[۱۴۶]۔ عَنِ الْاِمَامِ الْمُحَمَّدِ الْبَاقِرِ عَنْ اٰبَائِہٖ اَنَّہٗ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ عَنِ النَّاسِ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ خَیْرُہَا وَاَرْدَاَ اَتْقَاہَا وَاَفْضَلُہَا وَاَعْلَمُہَا وَاَقْرَبُہَا اِلَی الْجَنَّۃِ وَاَقْرَبُہَا مِنِّیْ وَلَا فِیْکُمْ اَتْقٰی وَلَا اَقْرَبُ اِلَیَّ مِنْ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْطَالِبٍ۔

ترجمہ۔ امام محمد باقر رضوان اللہ علیہ نے اپنے آبائے بزرگوار سے روایت کی ہے کہ رسولؐ خدا سے النّاس یعنی آدمیوں کی بابت سوال کیا گیا۔ پس آنحضرتؐ نے فرمایا۔ جو شخص کہ آدمیوں میں سب سے بہتر۔ زیادہ پرہیزگار۔ زیادہ تر فاضل۔ زیادہ تر دانا۔ اور سب سے زیادہ بہشت کے قریب۔ اور سب سے بڑھ کر مجھ سے نزدیک ہو۔ اور تمہارے درمیان جو سب سے زیادہ پرہیزگار (متقی) اور مجھ سے سب سے زیادہ نزدیک ہے وہ علیؑ بن ابی طالب ہے۔

منقبت[۱۴۷] ۔ عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ کُنْتُ مَعَ النَّبِیِّ فَاَقْبَلَ عَلِیٌّ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ۔ ھٰذَا حُجَّۃٌ عَلٰی اُمَّتِیْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ عِنْدَ اللّٰہِ۔ **ترجمہ** ۔ انسؓ بن مالک سے روایت ہے کہ میں پیغمبر کے ساتھ تھا۔ کہ سامنے سے مرتضیٰ علیؑ نمودار ہوئے۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ یہ مرد قیامت کے روز میری امت پر خدائے عزّ وجلّ کی حجت ہے۔

منقبت[۱۴۸] ۔ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَتٰی وَجَبَتْ لَکَ النُّبُوَّۃُ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ قَبْلَ اَنْ یَّخْلُقَ اللّٰہُ اٰدَمَ وَنَفَخَ فِیْہِ الرُّوْحَ وَقَالَ وَاِذْ اَخَذَ رَبُّکَ مِنْۢ بَنِیْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُھُوْرِھِمْ ذُرِّیَّتَھُمْ وَاَشْھَدَھُمْ عَلٰٓی اَنْفُسِھِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ قَالُوْا بَلٰی فَقَالَ اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی وَ مُحَمَّدٌ نَبِیُّکُمْ وَ عَلِیٌّ اَمِیْرُکُمْ۔ **ترجمہ** ۔ ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ کی خدمت میں عرض کیا گیا یا رسول اللہ! آپ کی نبوّت کب واجب کی گئی؟ فرمایا۔ اس سے پہلے کہ حق تعالیٰ آدمؑ کو پیدا کرے ۔ اور اس میں روح پھونکے۔ اور فرمایا۔ آنحضرتؐ نے۔ کہ جب تیرے پروردگار نے اولادِ آدمؑ کی پشتوں سے اُن کے فرزندوں کو لیا۔ اور ان کو اس باب میں خود اُن کے نفسوں پر گواہ بنایا۔ کہ کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہاں تو ہمارا پروردگار ہے تب اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں سب سے بلند و برتر تمہارا پروردگار ہوں۔ اور محمدؐ تمہارا نبی ہے اور علیؑ تمہارا امیر ہے۔

مؤلف کتاب عرض کرتا ہے کہ امیرالمومنین کرم اللہ وجہہ کا قول کُنْتُ وَلِیًّا وَّ اٰدَمُ بَیْنَ الْمَآءِ وَالطِّیْنِ (میں ولی تھا۔ جبکہ آدمؑ پانی اور مٹی کے درمیان تھا) بالکل حدیث مذکورہ بالا کے مطابق تھا۔ کیونکہ **ولی** بمعنی والی (حاکم و امیر) بھی آیا ہے۔

منقبت[۱۴۹] ۔ عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ یَا اَنَسُ اِنْطَلِقْ فَادْعُ لِیْ سَیِّدَ الْعَرَبِ یَعْنِیْ عَلِیًّا فَقَالَتْ عَائِشَۃُ اَنْتَ سَیِّدُ الْعَرَبِ فَقَالَ اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ وَلَا فَخْرَ وَ عَلِیٌّ سَیِّدُ الْعَرَبِ فَلَمَّا جَآءَ اَرْسَلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اِلَی الْاَنْصَارِ فَاَتَوْہُ فَقَالَ لَھُمْ یَا مَعْشَرَ الْاَنْصَارِ اَلَا اَدُلُّکُمْ عَلٰی مَا اِنْ تَمَسَّکْتُمْ بِہٖ لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدِیْ قَالُوْا بَلٰی یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ ھٰذَا عَلِیٌّ فَاَحِبُّوْہُ بِحُبِّیْ وَاَکْرِمُوْا بِکَرَامَتِیْ فَاِنَّ جِبْرَائِیْلَ اَمَرَنِیْ بِالَّذِیْ قُلْتُ لَکُمْ عَنِ اللّٰہِ۔ **ترجمہ** ۔ انسؓ بن مالک سے مروی ہے کہ رسولؐ نے فرمایا۔ اے انسؓ! جا کر سیّد العرب یعنی عرب کے سردار علیؑ مرتضیٰ کو میرے پاس بُلا لا۔ پس عائشہؓ نے عرض کی کہ کیا آپ عرب کے سردار نہیں ہیں۔ **فرمایا** میں اولادِ آدمؑ کا سردار ہوں اور اس میں کوئی فخر نہیں ہے۔ اور علیؑ عرب کا سردار ہے۔ جب علیؑ تشریف لائے۔ تو آنحضرتؐ نے انصار کو بلوایا۔ جب وہ حاضر ہوئے۔ تو آنحضرتؐ نے ان سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ اے گروہ انصار! کیا میں تم کو اس چیز کی طرف رہنمائی کروں۔ کہ اگر تم اس سے تمسّک کرو۔ تو میرے بعد ہرگز گمراہ نہ ہو۔

انہوں نے عرض کی۔ یا رسولؐ اللہ بیشک۔ فرمایا۔ یہ علیؑ ہے اس کو میری دوستی کی وجہ سے دوست رکھو۔ اور میری کرامت اور بزرگی کی وجہ سے اُس کی عزّت اور تکریم کرو۔ کیونکہ جبرئیلؑ نے خدا کی طرف سے اس بات کا جو میں نے تم سے کہی۔ مجھ کو حکم دیا ہے۔

منقبت[۱۵۰] ۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ یَاْتِی النَّاسُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ بِالْاَعْمَالِ فَلَا یَنْفَعُھُمْ اِلَّا مَنْ قَبِلْتُ اَنَا وَعَلِیُّ بْنُ اَبِیْطَالِبٍ عَمَلَہٗ بَعْدَ قَبُوْلِ اللّٰہِ

ترجمہ ۔ ابواُمامہ باھلی سے مروی ہے۔ کہ رسولؐ نے فرمایا۔ کہ لوگ قیامت کے دِن اپنے اعمال لے کر آئیں گے پس اُن کے اعمال ان کو کچھ نفع نہ دیں گے۔ سوا ان لوگوں کے جن کے اعمال کو میں اور علیؑ خدا کے قبول کرنے کے بعد قبول کرلیں۔

منقبت[۱۵۱] ۔ عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی النَّھْدِیْ قَالَ کُنْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ فِیْ بَقِیْعِ الْغَرْقَدِ وَمَعَہٗ اَبُوْبَکْرٍ وَعُثْمَانُ وَعُمَرُ وَنَفَرٌ مِّنْ اَصْحَابِہٖ وَعَلِیٌّ فَالْتَفَتَ اِلٰی اَبِیْ بَکْرٍ فَقَالَ یَا اَبُوْبَکْرٍ ھٰذَا الَّذِیْ تَرَاہُ وَزِیْرِیْ فِی الْاَرْضِ یَعْنِیْ عَلِیَّ بْنَ اَبِیْطَالِبٍ فَاِنْ اَحْبَبْتَ اَنْ تَلْقَی اللّٰہَ وَھُوَ عَنْکَ رَاضٍ فَاَرْضِ عَلِیًّا فَاِنَّ رَضَاہُ رِضَآءُ اللّٰہِ وَغَضَبَہٗ غَضَبُ اللّٰہِ

ترجمہ ۔ ابوموسیٰ نہدی سے مروی ہے کہ موضع بقیع غرقد میں ابوبکرؓ۔ عثمانؓ۔ عمرؓ۔ کچھ صحابہ اور امیرالمومنین علیؑ رسولؐ کے ہمراہ تھے پس رسولؐ نے ابوبکر کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ اے ابوبکر یہ شخص جس کو تو دیکھتا ہے۔ یعنی علیؑ آسمان اور زمین میں میرا وزیر ہے۔ پس اگر تو چاہے کہ خدا سے ایسی حالت میں ملاقات کرے کہ وہ تجھ سے راضی ہو پس تو علیؑ کو خوش اور راضی کر۔ کیونکہ اُس کی رضا مندی خدا کی رضا مندی ہے اور اس کا غضب و غصّہ خدا کا غضب و غصّہ۔

منقبت[۱۵۲] ۔ عَنْ اَبِیْ ذَرِّ الْغِفَارِیْ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی اِطَّلَعَ الْاَرْضَ اِطِّلَاعَۃً مِّنْ عَرْشِہٖ بِلَا کَیْفٍ وَلَا زَوَالٍ فَاخْتَارَنِیْ وَجَعَلَنِیْ سَیِّدَ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ مِنَ النَّبِیِّیْنَ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَاَعْطَانِیْ مَا لَمْ یُعْطِ لِاَحَدٍ وَھُوَ الرُّکْنُ وَالْمَقَامُ وَالْحَوْضُ وَالزَّمْزَمُ وَالْمَشْعَرُ الْاَعْلٰی وَالْجَمَرَاتُ الْعِظَامُ یَمِیْنُہُ الصَّفَا وَیَسَارُہُ الْمَرْوَۃُ وَاَعْطَانِیَ اللّٰہُ مَا لَمْ یُعْطِ اَحَدًا مِّنَ النَّبِیِّیْنَ وَالْمَلَآئِکَۃِ الْمُقَرَّبِیْنَ قُلْنَا وَمَاذَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ اَعْطَانِیْ عَلِیًّا وَاَعْطَاہُ اللّٰہُ الْعَذْرَاءَ الْبَتُوْلَ تُرْجِعُ کُلَّ لَیْلَۃٍ بِکْرًا وَلَمْ یُعْطَ ذٰلِکَ مِنَ النَّبِیِّیْنَ وَالْحَسَنَ وَالْحُسَیْنَ وَلَمْ یُعْطَ اَحَدٌ مِّثْلَھُمَا وَاَعْطَاہُ صِھْرًا مِّثْلِیْ وَلَیْسَ لِاَحَدٍ مِثْلِیْ وَاَعْطَاہُ الْحَوْضَ وَجَعَلَ اِلَیْہِ قِسْمَۃَ الْجَنَّۃِ وَالنَّارِ وَلَمْ یُعْطَ ذٰلِکَ الْمَلَآئِکَۃَ وَجَعَلَ شِیْعَتَہٗ فِی الْجَنَّۃِ وَاَعْطَاہُ اَخًا مِثْلِیْ وَلَیْسَ لِاَحَدٍ اَخٌ مِّثْلِیْ اَیُّھَا النَّاسُ مَنْ اَرَادَ اَنْ یُّطْفِیَٔ غَضَبَ اللّٰہِ وَاَنْ یَّقْبَلَ اللّٰہُ عَمَلَہٗ فَلْیَنْظُرْ اِلٰی عَلِیٍّ فَاِنَّ النَّظَرَ اِلَیْہِ یَزِیْدُ

فِی الْاِیْمَانِ وَاِنَّ حُبَّہٗ یُذِیْبُ السَّیِّاٰتِ کَمَا تُذِیْبُ النَّارُ الرَّصَاصَ۔ **ترجمہ**۔ ابوذرغفاری رضی اللہ عنہٗ سے مروی ہے کہ رسولؐ نے فرمایا کہ خدائے عزّوجلّ نے اپنے عرش سے دنیا کی طرف بلاکیف و بے زوال غور سے نگاہ کی۔ اور مجھ کو برگزیدہ کیا اور اگلے اور پچھلے پیغمبروں اور رسولوں کا سردار اور بزرگ بنایا۔ اور مجھ کو وہ چیزیں عطا فرمائیں جو جملہ اہل عوالم میں سے کسی کو عطا نہیں فرمائیں۔ اور وہ رکن۔ مقام ابراہیمؑ۔ حوض کوثر۔ چاہ زمزم اور مشعر اور بڑے مینار جس کے دائیں طرف صفا اور بائیں طرف مروہ ہے۔ اور مجھ کو ایک وہ چیز عطا فرمائی ہے۔ جو پیغمبروں اور مقرب فرشتوں میں سے کسی کو بھی عطا نہیں فرمائی۔ ہم نے عرض کی۔ یا رسول اللہ! وہ کیا چیز ہے؟ فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھ کو علیؑ عطا فرمایا ہے۔ اور اس کو فاطمہؑ دوشیزہ عطا ہوئی ہے۔ کہ جو کچھ عورتوں کو ماہوار عادت ہے۔ وہ اس سے بَری ہے۔ اور ہر رات کو دوشیزگی اور کنوارپن کی طرف رجوع کرتی ہے۔ اور ایسی زوجہ کسی پیغمبر کو نہیں ملی اور اس کو دو فرزند حسنؑ اور حسینؑ عطا ہوئے ہیں کہ ایسے دو فرزند کسی پیغمبر کو عطا نہیں ہوئے اور اس کو مجھ جیسا خسر دیا ہے۔ اور مجھ جیسا خُسر اور کسی کو نہیں ملا۔ اور اس کو حوضِ کوثر عطا فرمایا ہے اور بہشت اور دوزخ کی تقسیم اس کے حوالے کی ہے اور یہ مرتبہ فرشتوں کو بھی عطا نہیں ہُوا۔ اور اس کے پیروؤں کو بہشت عطا فرمایا ہے۔ اور اس کو مجھ جیسا بھائی دیا ہے اور کسی کا بھائی مجھ جیسا نہیں ہے! جو کوئی چاہے کہ خدا کے غضب کی آگ کو بجھائے اور خدا تعالیٰ اس کے اعمال وافعال کو قبول کرے۔ اس کو چاہیئے کہ علیؑ کی طرف نظر کرے۔ کیونکہ اس کی طرف نظر کرنا ایمان کو زیادہ کرتا ہے۔ اور اُس کی دوستی گناہوں اور بدیوں کو اس طرح گلاتی اور پگھلاتی ہے۔ جس طرح آگ سیسے کو گلا دیتی ہے۔

منقبت ۱۵۳۔ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اِنَّهٗ قَالَ مَنْ صَامَ یَوْمَ الثَّامِنَ عَشَرَ مِنْ ذِی الْحِجَّةِ کَانَ لَهٗ سِتِّیْنَ شَهْرًا وَهُوَ یَوْمُ الَّذِیْ اَخَذَ فِیْهِ النَّبِیُّ بِیَدِ عَلِیٍّ بِغَدِیْرِ خُمٍّ فَقَالَ مَنْ کُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاهُ اَللّٰهُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاهُ وَعَادِ مَنْ عَادَاهُ **ترجمہ**۔ ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ میں نے رسولؐ سے سُنا کہ آپؐ نے فرمایا کہ جو کوئی ذی الحجہ کی اٹھارہویں تاریخ کے دن روزہ رکھے۔ اس کو ساٹھ ماہ کے روزوں کا ثواب ملے گا۔ اور ماہ مذکورہ کی اٹھارہویں تاریخ وہ دن ہے۔ جس دن پیغمبر صلعم نے غدیر خم کے مقام پر علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا جس شخص کا میں حاکم اور امیر ہوں علیؑ بھی اس کا حاکم اور امیر ہے۔ اے خدا! اس شخص کو دوست رکھ جو علیؑ کو دوست رکھے اور اس شخص کو دشمن رکھ جو علیؑ کو دشمن رکھے۔

منقبت ۱۵۴۔ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ نَصَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ لِعَلِیٍّ عَلَمًا فَقَالَ مَنْ کُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاهُ اَللّٰهُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاهُ وَعَادِ مَنْ عَادَاهُ وَاخْذُلْ مَنْ خَذَلَهٗ وَانْصُرْ مَنْ نَصَرَهٗ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ شَهِیْدِیْ عَلَیْهِمْ فَقَالَ کَانَ فِیْ جَنْبِیْ شَابٌّ حَسَنُ الْوَجْهِ طَیِّبُ الرِّیْحِ فَقَالَ یَا عُمَرُ لَقَدْ عَقَدَ رَسُوْلُ اللّٰهِ عَقْدًا لَا یَحِلُّهٗ

كَذَا وَكَذَا اِلَّا مُنَافِقٌ فَاحْذَرْ اَنْ تَحِلَّهٗ فَقَالَ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّكَ حَيْثُ قُلْتُ فِيْ عَلِيٍّ كَانَ فِيْ جَنْبِيْ شَابٌّ حَسَنُ الْوَجْهِ طَيِّبُ الرَّائِحَةِ فَقَالَ كَذَا وَكَذَا قَالَ نَعَمْ يَا عُمَرُ اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ وُلْدِ اٰدَمَ لٰكِنَّهٗ جِبْرَائِيْلُ اَرَادَ اَنْ يُؤَكِّدَ عَلَيْكُمْ مَا قُلْتُهٗ فِيْ عَلِيٍّ

ترجمہ ۔ عمر بن الخطابؓ سے مروی ہے ۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسولؐ نے علیؑ کے واسطے ایک علم نصب کیا ۔ اور ارشاد فرمایا ۔ کہ جس شخص کا میں حاکم اور امیر ہوں ۔ علیؑ بھی اس کا حاکم اور امیر ہے ۔ اے خدا ! تو دوست رکھ ۔ اس شخص کو جو علیؑ کو دوست رکھے ۔ اور دشمن رکھ اس شخص کو جو علیؑ کو دشمن رکھے اور چھوڑ دے اس شخص کو جو علیؑ کو چھوڑ دے اور مدد و نصرت کر اس شخص کی جو علیؑ کی مدد اور نصرت کرے ۔ اے خدا ! تو ان پر میرا شہید اور گواہ ہے ۔ عمر رضی اللہ عنہٗ بیان کرتے ہیں کہ میرے پہلو میں ایک جوان ۔ خوشرو اور خوشبو تھا ۔ اس جوان نے مجھ سے مخاطب ہو کر کہا ۔ اے عمرؓ بیشک رسولؐ نے ایک ایسا عہد باندھا ہے کہ اس کو اس طرح نہ کھولے گا ۔ مگر منافق (یعنی منافق کے سوا کوئی اس عہد کو نہ توڑے گا) اے عمرؓ تو اس عہد کو توڑنے سے بچنا ۔ عمر رضی اللہ عنہٗ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہؐ کی خدمت میں عرض کی یا رسولؐ اللہ ! جب آپ نے علیؑ کے حق میں وہ باتیں فرمائیں ۔ اس وقت میرے پہلو میں ایک خوشرو ۔ خوش بو موجود تھا ۔ اس نے مجھ سے ایسا اور ایسا کہا ۔ یہ سُن کر حضرتؐ نے فرمایا ۔ اے عمرؓ وہ جوان آدمؑ کی اولاد سے نہ تھا ۔ بلکہ جبرئیلؑ تھا ۔ اس نے چاہا ۔ کہ جو کچھ میں نے علیؑ کے باب میں کہا ۔ اس کو تم پر مضبوط اور پختہ کرے ۔

مؤلف حقیر عرض کرتا ہے کہ حدیث مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ ۔ صحیح ترمذی ۔ صحیح مسلم مصابیح مسند احمد بن حنبل مشکوٰۃ اور صواعق وغیرہ کتابوں میں بھی مرقوم اور منقول ہے ۔ چنانچہ مشکوٰۃ کی عبارت یہ ہے

عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ وَزَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ لَمَّا نَزَلَ بِغَدِيْرِ خُمٍّ اَخَذَ بِيَدِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَالَ اَلَسْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اَنِّيْ اَوْلٰى بِكُلِّ مُؤْمِنٍ مِنْ نَفْسِهٖ قَالُوْا بَلٰى فَقَالَ اَللّٰهُمَّ مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ اَللّٰهُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاهُ وَعَادِ مَنْ عَادَاهُ فَلَقِيَهٗ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ بَعْدَ ذٰلِكَ فَقَالَ لَهٗ هَنِيْئًا يَا ابْنَ اَبِيْ طَالِبٍ اَصْبَحْتَ وَاَمْسَيْتَ مَوْلٰى كُلِّ مُؤْمِنٍ وَمُؤْمِنَةٍ **ترجمہ** ۔ براء بن عازب اور زید بن ارقم سے روایت ہے کہ رسولِ خدا جب مقامِ غدیر خم میں فروکش ہوئے تو علی رضی اللہ عنہٗ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا ۔ کیا تم نہیں جانتے کہ میں ہر شخص کا اس کے نفس سے بڑھ کر والی اور مالک ہوں ۔ حاضرین نے عرض کیا ۔ بیشک آپ زیادہ مختار ہیں ۔ تب آپ نے یوں ارشاد فرمایا ۔ اے خدا ! میں جس کا مولا اور مختار ہوں ۔ علیؑ بھی اس کا مولا اور مختار ہے ۔ اے خدا ۔ تو دوست رکھ اس کو جو علیؑ کو دوست رکھے اور تو دشمن رکھ اس شخص کو جو اس کو دشمن رکھے ۔ پس اس کے بعد عمرؓ نے علیؑ سے ملاقات کی ۔ اور یوں کہا ۔ اے پسر ابوطالب ! تجھ کو مبارک ہو ۔ اور گوارا ہو ۔ کہ تو نے صبح اور شام کی اس حالت میں کہ ہر مومن اور مومنہ کا مولا اور مختار ہوگا ۔ اور صواعق محرقہ

میں یوں منقول ہے۔ رَوَاہُ عَنِ النَّبِیِّ ثَلٰثُوْنَ صَحَابِیًّا وَاِنَّ کَثِیْرًا مِنْ طُرُقِہٖ صَحِیْحٌ وَّحَسَنٌ یعنی اس حدیث کو تیس اصحاب نے آنحضرتؐ سے روایت کیا ہے اور اس کے بہت سے طریق صحیح اور حسن ہیں۔

منقبت ۱۵۵ ۔ عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لِعَلِیٍّ حَسْبُکَ اَنْ لَیْسَ لِمُحِبِّکَ حَسْرَۃٌ عِنْدَ مَوْتِہٖ وَلَا وَحْشَۃٌ فِیْ قَبْرِہٖ وَلَا فَزَعٌ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ۔ **ترجمہ** ۔ امّ المؤمنین عائشہؓ سے مروی ہے کہ میں نے رسولؐ خدا کو سُنا کہ علی بن ابی طالب سے فرماتے تھے۔ اے علیؑ تجھ کو یہ بات بہرے واسطے کافی ہے کہ تیرے دوست کے واسطے مرنے کے وقت افسوس اور پشیمانی نہیں اور قبر میں اس کو کسی قسم کی وحشت اور خوف نہیں اور قیامت کے دن اس کو کسی قسم کا اضطرار اور گھبراہٹ نہیں۔

منقبت ۱۵۶ ۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ کُنَّا نُصَلِّیْ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ فَالْتَفَتَ اِلَیْنَا فَقَالَ اَیُّہَا النَّاسُ ھٰذَا وَلِیُّکُمْ بَعْدِیْ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ فَاحْفَظُوْہُ یَعْنِیْ عَلِیًّا **ترجمہ** ۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسولؐ خدا کے ساتھ نماز پڑھتے تھے پس حضرت نے ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا اے لوگو! یہ مرد یعنے امیرالمومنین علیؑ میرے بعد دنیا اور آخرت میں تمہارا امیر اور حاکم ہے۔ پس تم اس کے ادب کو نگاہ رکھو۔

منقبت ۱۵۷ ۔ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ۔ اَنَا سَیِّدُ النَّبِیِّیْنَ وَعَلِیٌّ سَیِّدُ الْوَصِیِّیْنَ وَاِنَّ اَوْصِیَائِیْ بَعْدِیْ اِثْنَا عَشَرَ اَوَّلُہُمْ عَلِیٌّ وَّاٰخِرُہُمُ الْقَائِمُ الْمَھْدِیْ۔ **ترجمہ** ۔ ابانہ بن ربعی سے مروی ہے کہ رسولؐ نے فرمایا۔ کہ میں تمام نبیوں کا سردار ہوں۔ اور علیؑ تمام وصیوں کا سردار ہے اور میرے بعد میرے وصی بارہ ہوں گے۔ ان میں سے پہلا علیؑ ہے اور آخری قائم مہدیؑ۔

منقبت ۱۵۸ ۔ عَنْ عُمَرَ قَالَ مَرَّ سَلْمَانُ الْفَارِسِیُّ وَھُوَ یُرِیْدُ اَنْ یَّعُوْدَ رَجُلًا وَّ نَحْنُ جُلُوْسٌ فِیْ حَلْقَۃٍ وَفِیْنَا رَجُلٌ قَالَ لَوْ شِئْتُمْ لَاُنَبِّئُکُمْ بِاَفْضَلِ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ بَعْدَ نَبِیِّہَا وَاَفْضَلِ مِنْ ھٰذَیْنِ الرَّجُلَیْنِ اَبِیْ بَکْرٍ وَعُمَرَ فَقَامَ سَلْمَانُ فَقَالَ وَاللّٰہِ لَوْ شِئْتُ لَاُنَبِّئَنَّکَ بِاَفْضَلِ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ بَعْدَ نَبِیِّہَا وَاَفْضَلَ مِنْ ھٰذَیْنِ الرَّجُلَیْنِ اَبِیْ بَکْرٍ وَعُمَرَ ثُمَّ مَضٰی سَلْمَانُ فَقِیْلَ لَہٗ یَا اَبَا عَبْدِ اللّٰہِ مَا قُلْتَ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ وَھُوَ فِیْ غَمَرَاتِ الْمَوْتِ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ھَلْ اَوْصَیْتَ قَالَ یَا سَلْمَانُ اَتَدْرِیْ مَنِ الْاَوْصِیَاءُ قُلْتُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ قَالَ اِنَّ اٰدَمَ وَصّٰی شِیْثَ وَکَانَ اَفْضَلَ مَنْ تَرَکَہٗ بَعْدَہٗ مِنْ وُّلْدِہٖ وَوَصّٰی نُوْحٌ سَامَ وَکَانَ اَفْضَلَ مَنْ تَرَکَہٗ بَعْدَہٗ وَوَصّٰی مُوْسٰی یُوْشَعَ وَکَانَ اَفْضَلَ مَنْ تَرَکَہٗ بَعْدَہٗ وَوَصّٰی سُلَیْمَانُ اٰصِفَ بَرْخِیَا وَکَانَ اَفْضَلَ مَنْ تَرَکَہٗ بَعْدَہٗ وَوَصّٰی عِیْسٰی شَمْعُوْنَ

بِنْ بَرْخِیَا وَکَانَ اَفْضَلُ مَنْ تَرَکَہٗ بَعْدَہٗ وَاِنِّیْ وَصَّیْتُ عَلِیًّا وَھُوَ اَفْضَلُ مَنْ اَتْرُکُہٗ بَعْدِیْ۔

ترجمہ ۔ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہٗ سے مروی ہے ۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ سلمان کا ہم پر سے گذر ہوا۔ اور وہ کسی بیمار کی عیادت کو جارہے تھے ۔ اور ہم ایک حلقہ میں بیٹھے تھے ۔ اور ہم میں ایک شخص موجود تھا۔ اس نے کہا۔ کہ اگر تم چاہو۔ تو میں تم کو ایسے شخص کا پتہ دوں جو اس امت کے پیغمبر کے بعد اس امت میں سب سے بہتر ہے اور ان دو مردوں (ابوبکرؓ اور عمرؓ) سے افضل ہے ۔ پس سلمان نے اُٹھ کر کہا۔ خدا کی قسم اگر میں چاہوں ۔ تو میں ایسے شخص سے خبر دوں ۔ جو نبیؐ کے بعد اس اُمت میں سب سے بہتر اور ابوبکرؓ اور عمرؓ سے افضل ہے ۔ بعد ازاں چل دیئے ۔ پس کسی شخص نے ان (سلمانؓ) سے کہا۔ اے ابا عبداللہ! یہ تم نے کیا کہا۔ اور کہاں سے کہا۔ جواب دیا۔ کہ میں آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جبکہ وہ جناب سکرات موت میں مبتلا تھے ۔ میں نے عرض کی یا رسولؐ اللہ! کیا آپ نے کسی کو اپنا وصی مقرر فرمایا؟ فرمایا ۔ اے سلمان کیا تجھ کو معلوم ہے ۔ کہ انبیاء کے وصی کون کون سے ہیں؟ میں نے عرض کی خدا اور اس کا رسول خوب جانتے ہیں! فرمایا ۔ آدم نے شیث کو اپنا وصی بنایا۔ اور شیث ان سب سے بہتر تھا۔ جو آدمؑ کے بعد اُس کی اولاد سے باقی رہے ۔ اور نوح علیہ السلام نے سام کو اپنا وصی بنایا۔ اور سام ان سب سے بہتر تھا۔ جو حضرت نوحؑ کے بعد باقی رہے ۔ اور موسیٰ علیہ السلام نے یوشع کو اپنا وصی بنایا۔ اور یوشع ان سب سے بہتر تھا۔ جو حضرت موسیٰؑ کے بعد باقی رہے ۔ اور سلیمان علیہ السلام نے آصف برخیا کو اپنا وصی مقرر کیا۔ اور آصف اُن سب سے بہتر تھا۔ جو سلیمانؑ کے بعد باقی رہے ۔ اور عیسیٰ علیہ السلام نے شمعون بن برخیا کو اپنا وصی بنایا ۔ اور شمعون ان سب آدمیوں سے بہتر تھا۔ جو حضرت عیسیٰؑ نے اپنے بعد چھوڑے ۔ اور میں نے علیؑ کو اپنا وصی مقرر کیا ہے ۔ اور علیؑ ان سب آدمیوں سے بہتر ہے ۔ جن کو میں اپنے بعد چھوڑے جاتا ہوں ۔

منقبت ۱۵۹ ۔ عَنْ عُمَرَ قَالَ لَمَّا عَقَدَ رَسُوْلُ اللّٰہِ عَقْدَ مُؤَاخَاتٍ بَیْنَ اَصْحَابِہٖ قَالَ ھٰذَا عَلِیٌّ اَخِیْ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَخَلِیْفَتِیْ فِیْ اَھْلِیْ وَوَصِیِّیْ فِیْ اُمَّتِیْ وَوَارِثُ عِلْمِیْ وَقَاضِیْ دَیْنِیْ مَالُہٗ مِنِّیْ وَمَالِیْ مِنْہُ نَفْعُہٗ نَفْعِیْ وَضَرُّہٗ ضَرِّیْ مَنْ اَحَبَّہٗ فَقَدْ اَحَبَّنِیْ وَمَنْ اَبْغَضَہٗ فَقَدْ اَبْغَضَنِیْ

ترجمہ ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ سے مروی ہے کہ جب رسولؐ نے اپنے اصحاب کے درمیان عقد اخوت یعنی برادری کا عقد یا بھائی چارہ قائم کیا۔ تو ارشاد فرمایا یہ علیؑ دنیا اور آخرت میں میرا بھائی ۔ اور میرے اہل میں میرا جانشین اور میری اُمت میں میرا وصی اور میرے علم کا وارث اور میرے دَین کا ادا کرنے والا ہے ۔ اس کا مال میرا مال ہے ۔ اور میرا مال اس کا مال ہے ۔ اس کا نفع میرا نفع ہے ۔ اور اس کا نقصان میرا نقصان ہے ۔ جو شخص اس کو دوست رکھتا ہے ۔ وہ بیشک مجھ کو دوست رکھتا ہے ۔ اور جو شخص اس کو دشمن رکھتا ہے ۔ وہ بیشک مجھ کو دشمن رکھتا ہے ۔

منقبت ۱۶۰ ۔ عَنْ سَلْمَانَ الْفَارِسِیْ قَالَ دَخَلْتُ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ وَاِذَا الْحُسَیْنُ عَلٰی فَخِذِہٖ وَھُوَ یُقَبِّلُ عَیْنَیْہِ وَفَاہُ وَیَقُوْلُ اَنْتَ سَیِّدٌ بْنُ سَیِّدٍ اَنْتَ اِمَامُ بْنُ

اِمَامٍ اَنْتَ حُجَّۃُ بْنُ حُجَّۃٍ اَبُوْحُجَجٍ تِسْعَۃٍ مِنْ صُلْبِكَ تَاسِعُھُمْ قَائِمُھُمْ۔ **ترجمہ**۔ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہُوا۔ اور اس وقت امیرالمومنین حسینؑ آنحضرت کی ران پر بیٹھے تھے۔ اور رسولؐ ان کی دونوں آنکھوں اور مُنہ کے بوسے لیتے تھے اور فرماتے تھے۔ تو سیّد ہے اور سیّد کا بیٹا ہے۔ اور امام ہے۔ اور امام کا بیٹا ہے۔ اور خدا کی حجت ہے اور حجت خدا کا بیٹا ہے اور نو حجتوں کا باپ ہے جو تیری پشت سے ہوں گے جن کا نواں ان کا قائم ہے۔ جو دین خدا کا قائم کرنے والا ہے۔

منقبت [۱۶۱]۔ عَنْ زَيْدِ بْنِ خَارِجَۃَ مَوْلٰى رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ قَالَ لَمَّا كَانَ اللَّيْلَۃُ الَّتِىْ اَخَذَ فِيْھَا رَسُوْلُ اللّٰہِ عَلَى الْاَنْصَارِ بَيْعَۃَ الْاُوْلٰى فَقَالَ اَخَذْتُ عَلَيْكُمْ بِمَا اَخَذَ اللّٰہُ عَلَى النَّبِيِّيْنَ مِنْ قَبْلِىْ اَنْ تَحْفَظُوْنِىْ بِمَا تَحْفَظُوْا اَنْفُسَكُمْ وَتَمْنَعُوْنِىْ فِيْمَا تَمْنَعُوْا اَنْفُسَكُمْ وَتَحْفَظُوْا اَنْفُسَكُمْ وَتَحْفَظُوْا اَنْفُسَكُمْ وَتَحْفَظُوْا اَنْفُسَكُمْ وَتَحْفَظُوْا عَلِىَّ بْنَ اَبِيْطَالِبٍ بِمَا تَحْفَظُوْا اَنْفُسَكُمْ فَاِنَّہٗ الصِّدِّيْقُ الْاَكْبَرُ يُرِيْدُ اللّٰہُ بِہٖ دِيْنَكُمْ وَاِنَّ اللّٰہَ اَعْطٰى مُوْسٰى الْعَصَا وَاِبْرَاھِيْمَ النَّارَ الْمُطْفِيَّۃَ وَعِيْسٰى الْكَلِمَاتِ الَّتِىْ كَانَ يُحْيِىْ بِھَا الْمَوْتٰى وَاَتَانِىْ ھٰذَا وَلِكُلِّ نَبِىٍّ اٰيَۃُ رَبِّىْ وَالْاَئِمَّۃُ الطَّاھِرُوْنَ اٰيَتِىْ مِنْ وُلْدِہٖ لَنْ تَخْلُوَ الْاَرْضُ مِنْ اِيْمَانٍ مَا بَقِىَ اَحَدٌ مِنْ ذُرِّيَّتِہٖ وَعَلَيْھِمْ تَقُوْمُ الْقِيَامَۃُ۔ **ترجمہ**۔ زید بن خارجہ رضی اللہ عنہ سے جو رسولؐ خدا کا غلام ہے۔ روایت ہے کہ جب وہ رات ہوئی۔ جس میں رسولؐ خدا نے اپنی پہلی بیعت انصار سے لی پس پیغمبر نے فرمایا میں نے تم سے بیعت لی جس طرح خدا تعالیٰ نے مجھ سے پہلے پیغمبروں سے بیعت لی تھی۔ کہ تم میری حفاظت رکھو۔ اور مجھ کو ان چیزوں سے بچاؤ۔ جن سے اپنی جانوں کو بچاتے ہو۔ اور علیؑ کو محفوظ رکھو۔ ان چیزوں سے۔ جن سے اپنی جانوں کو محفوظ رکھتے ہو کیوں کہ علیؑ صدیق اکبر ہے۔ خدا تعالیٰ علیؑ کے ذریعہ تمہارے دین کو بڑھاتا اور زیادہ کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے موسیٰؑ کو عصا عنایت فرمایا ہے۔ اور ابراہیمؑ کو سرد کی ہوئی آگ عطا فرمائی ہے۔ اور عیسیٰؑ کو وہ کلمات عطا فرمائے۔ جن سے مُردوں کو زندہ کرتا تھا۔ اور خدا تعالیٰ نے مجھ کو یہ **یعنی** علیؑ عنایت فرمایا ہے اور ہر ایک پیغمبر کے لئے میرے پروردگار کی طرف سے اس کی صداقت اور بزرگی پر ایک نشان ہوتا ہے۔ اور امامان پاکیزہ جو اس کی اولاد میں سے ہیں۔ میرے پروردگار کی طرف سے میری نشانیاں ہیں۔ اور زمین ایمان سے خالی نہ ہوگی۔ جب تک کہ اس کی اولاد سے ایک شخص باقی رہے گا۔ اور اس کی ذریّت پر قیامت قائم ہوگی۔

مؤلف کتاب عرض کرتا ہے کہ حدیث [۱۴۱] یا علی ان اللہ تعالیٰ اشرف علی الدنیا فاختارنی علی رجال العالمین ثم اطلع الثانیۃ فاختارک علی رجال العالمین ...... الخ یہاں تک یعنی [۱۶۱] تک تمام حدیثیں عارف ربانی میر سیّد علی ہمدانی کی مولفہ کتاب مودات کی مودت ثالثہ سے لے کر ترجمہ کی گئی ہیں۔

اگرچہ احادیث مذکورہ اکثر کتب معتبرہ میں دیکھنے میں آئی ہیں۔ لیکن چونکہ سید مذکورہ قدس سرہٗ کی تالیف پر پورا اعتماد تھا۔ اس لئے دوسری کتابوں کے نام نہیں درج کئے گئے۔

افضل اصفیا اول اولیأ امیر المومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ کے بعض فضائل اور ان کے متعلقات کے بیان میں

ارباب دانش اور اصحاب بینش پر ظاہر و باہر ہے کہ خدائے عزّ وجلّ و علا کے کلام اور مُصطفٰے علیہ التحیّۃ والثنا کی حدیث کے بعد کوئی کلام امیر المومنین کرم اللہ وجہہٗ کے کلام سے زیادہ فصیح اور شریف نہیں ہے۔ اس لئے آیاتِ بابرکاتِ قرآنی اور احادیث حبیب سبحانی کے بیان کرنے کے بعد اس باب کو تبرکاً و تیمناً اس امام معلی مقام کے کلامِ معجز نظام سے شروع کیا گیا۔ اور یہ کل کلماتِ مکرّمہ ایک سَو چار ہیں۔ جن کو منظور نظر آفریدگار خواجہ محمّد وہدار نُور مُضجعہٗ نے شرح کر کے **خطبۃ البیان** کے نام سے موسوم کیا ہے۔ مؤلف حقیر اس کے مطالعہ سے مشرف ہُوا ہے انصاف یہ ہے کہ شارح طیب اللہ انفاسہ نے متانت عبارت اور رسائی معانی میں شرح کی واد دی ہے رسالہ مذکور کو من وعن پورا نقل کرنا باعث طوالت ہے۔ اس لئے اپنی دانش کوتہ اندیش کے موافق تحت اللفظ معنی تحریر کئے جاتے ہیں۔ امید کہ آنحضرت کرم اللہ وجہہٗ کی رائے جہاں آرائے کے مطابق اور آپ کی رضائے مرضیہ کے موافق ہوں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

منقبت ۱۔ قَالَ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْھَہٗ۔ اَنَا الَّذِیْ مَفَاتِیْحُ الْغَیْبِ لَا یَعْلَمُھَا بَعْدَ مُحَمَّدٍ غَیْرِیْ۔ **یعنی** میں وہ شخص ہوں کہ میرے پاس غیب کی کنجیاں ہیں کہ ان کنجیوں کو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد میرے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔

منقبت ۲۔ قَالَ اِمَامُ الْمُتَّقِیْنَ کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْھَہٗ اَنَا بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ۔
یعنی میں ہر چیز کی حقیقت سے خبردار اور آگاہ ہوں۔

منقبت ۳۔ قَالَ اِمَامُ الْمُسْلِمِیْنَ کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْھَہٗ اَنَا الَّذِیْ قَالَ فِیْہِ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی

اللہُ علَیہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُہَا یعنی مَیں وہ شخص ہوں جس کی شان میں رسولؐ خدا نے فرمایا ہے کہ میں علم کا شہر ہوں اور علیؑ اس دشہر علم، کا دروازہ ہے۔

منقبت ۴۔ قَالَ اِمَامُ الْعَارِفِیْنَ کَرَّمَ اللہُ وَجْہَہٗ اَنَا ذُوالْقَرْنَیْنِ الْمَذْکُوْرُ فِی الصُّحُفِ الْاُوْلٰی **یعنی** میں ذوالقرنین ہوں جس کا ذکر کتب سماوی میں مذکور ہے۔ جو اس سے پہلے نازل ہوئیں۔

منقبت ۵۔ قَالَ اِمَامُ الْوَاصِلِیْنَ کَرَّمَ اللہُ وَجْہَہٗ اَنَا الْحَجَرُ الْمُکَرَّمُ الَّذِیْ تَفَجَّرُ مِنْہُ اثْنَتَا عَشَرَۃَ عَیْنًا **یعنی** میں ہوں حجر مکرم دبزرگ پتھر، جس سے بارہ چشمے جاری ہوئے یعنی دوازدہ امام کی امامت۔

منقبت ۶۔ قَالَ اِمَامُ الْمُوَحِّدِیْنَ کَرَّمَ اللہُ وَجْہَہٗ اَنَا الَّذِیْ عِنْدِیْ خَاتَمُ سُلَیْمَانَ۔ **یعنی** مَیں ہوں وہ شخص جس کے پاس سلیمانؑ کی انگوٹھی موجود ہے۔ یعنی میں تمام مخلوقات جن و انس وغیرہ میں متصرف اور حاکم ہوں۔

مولوی معنوی فرماتے ہیں ؎

حکم سلیمانؑ نبی میرفت بر دیو و پری بود بش زتو انگشتری اللہ مولا ناعلیؑ

منقبت ۷۔ قَالَ اِمَامُ الْمُحَقِّقِیْنَ کَرَّمَ اللہُ وَجْہَہٗ اَنَا الَّذِیْ اَتَوَلّٰی حِسَابَ الْخَلَائِقِ **یعنی** مَیں ہوں وہ شخص جو خلائق کے حساب کا متکفل اور ذمہ دار ہو۔

منقبت ۸۔ قَالَ اِمَامُ السَّالِکِیْنَ کَرَّمَ اللہُ وَجْہَہٗ اَنَا اللَّوْحُ الْمَحْفُوْظُ۔ **یعنی** مَیں لوح محفوظ ہوں کہ میرے ضمیر مہر تنویر میں تمام حقائق کونی و الٰہی کی صورتیں ثابت اور قائم ہیں۔

منقبت ۹۔ قَالَ اِمَامُ الْمُحْسِنِیْنَ کَرَّمَ اللہُ وَجْہَہٗ اَنَا مُقَلِّبُ الْقُلُوْبِ وَالْاَبْصَارِ اِنَّ اِلَیْنَا اِیَابَہُمْ ثُمَّ اِنَّا عَلَیْنَا حِسَابَہُمْ **یعنی** مَیں لوگوں کے دلوں اور ظاہر اور باطن کی آنکھوں کو خیر و شر کی طرف پھیرنے والا ہوں۔ ان کا مرجع اور بازگشت ہماری طرف ہے اور ان کا حساب ہم پر اور ہمارے ذمہ ہے۔

منقبت ۱۰۔ قَالَ اِمَامُ الصَّادِقِیْنَ کَرَّمَ اللہُ وَجْہَہٗ اَنَا الَّذِیْ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ یَا عَلِیُّ الصِّرَاطُ صِرَاطُکَ وَالْمَوْقِفُ مَوْقِفُکَ۔ **یعنی** مَیں ہوں وہ شخص جس سے رسولؐ نے فرمایا۔ اے علیؑ صراط مستقیم تیرا رستہ ہے۔ اور موقف تیرا موقف۔ یعنی جس چیز پر تو ثابت اور راسخ ہے اسی پر ثابت اور قائم ہونا چاہئے۔ **یا** یہ کہ پلصراط تیرا صراط ہے۔ اور تو اس کا صاحب اور متصرف ہے۔ جس کو تو چاہے برقِ خاطف چمکنے والی بجلی کی طرح گذار دے اور رحباب نعیم میں اس کو پہنچا دے۔ اور جس کو چاہے اوندھے مُنہ درکات جہنم میں بھیجے۔ اور بعض عبور و مرور کی سختیوں اور رنج والام میں گرفتار کرے۔ اس اخلاص اور مراتب اعتقاد کے تفاوت کے موافق جو تجھ سے رکھتے ہیں اور اسی طرح قیامت کے موقف تیرے موقف ہیں اور تجھ سے متعلق ہیں۔ جس کو چاہے اپنی

حمایت کے سایہ میں لے کر وہاں کی سختی اور محنت اس پر آسان کر دے اور بعض کو ایّام حساب کے درجو پچاس ہزار سال ہیں، گذرنے کے انتظار کی عقوبت اور عذاب میں مبتلا کرے۔

منقبت [۱۱] ۔ قَالَ اِمَامُ الْعَالَمِیْنَ کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْھَہٗ اَنَا الَّذِیْ عِنْدَہٗ عِلْمُ الْکِتَابِ عَلٰی مَا کَانَ وَمَا یَکُوْنُ ۔ **یعنی** میں ہوں وہ شخص جس کے پاس گذشتہ اور آئندہ کے موافق کتاب خدا کا علم ہے۔

منقبت [۱۲] ۔ قَالَ اِمَامُ الْاَوَّلِیْنَ کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْھَہٗ اَنَا اٰدَمُ الْاَوَّلُ ۔ اَنَا نُوْحُ الْاَوَّلُ اَنَا اِبْرَاھِیْمُ الْخَلِیْلُ حِیْنَ اُلْقِیَ فِی النَّارِ اَنَا مُوْنِسُ الْمُؤْمِنِیْنَ **یعنی** میں ہوں آدمؑ اوّل ۔ میں ہوں نوحؑ اوّل ۔ میں ہوں ابراہیمؑ خلیل جبکہ آگ میں ڈالا گیا ۔ میں ہوں مومنوں کا مونس اور غم گسار

مؤلف عرض کرتا ہے کہ مراۃ الطالبین میں مرقوم ہے کہ حق سبحانہٗ تعالیٰ نے بہشت اور دوزخ کے بعد چھ لاکھ سال کے عرصے میں آدم صفی کی پیدائش سے پہلے دس ہزار آدم پیدا کئے۔ اور ہر ایک آدم کو دس ہزار سال عمر عنایت ہوئی ۔ اور پھر اس کو موت دی ۔ اور ان کے بعد پھر ان کی طرح دس ہزار آدم پیدا کئے ۔ اور آدم کو بدستور سابق دس ہزار سال کی عمر عطا فرمائی ۔ اور مرتبہ اوّل و دوم کے آدموں کے بعد آدم صفی کو خلق فرمایا ۔ اس بنا پر ہر آدم کے زمانے میں ایک نوح ہوا ۔ پس نوحِ اوّل اس معنی میں صادق آیا ۔ **مُلّا جامی** قدس سرہٗ السامی فرماتے ہیں:- **نظم**

عالمِ لُطفی و عینِ جود از روئے یقین	ذات تو مقصود ایجادِ دو عالم آمدہ
بود بر آدم مقدم معینت اندر ازل	نام سبقت کردہ بر حوّا و آدم آمدہ
آدمِ اوّل توئی گر راست مے پُرسی زمن	گرچہ آدم از رہِ صورت مقدم آمدہ
صدق دعویٰ را دریں معنی خطابِ بوتراب	شاہد است اما زہرا عیاں مبہم آمدہ

منقبت [۱۳] ۔ قَالَ اِمَامُ الْفَاتِحِیْنَ کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْھَہٗ اَنَا فَتَّاحُ الْاَسْبَابِ ۔ **یعنی** میں ہوں سببوں کا کھولنے والا اور سبب بنانے والا۔

منقبت [۱۴] ۔ قَالَ اِمَامُ الْمُتَعَبِّدِیْنَ کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْھَہٗ اَنَا مُنْشِئُ السَّحَابِ ۔ **یعنی** میں ہوں بادلوں کا پیدا کرنے والا۔

منقبت [۱۵] ۔ قَالَ اِمَامُ السَّابِقِیْنَ کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْھَہٗ اَنَا مُوْرِقُ الْاَشْجَارِ **یعنی** میں ہوں درختوں کو پتے دینے والا اور ان کو سرسبز کرنے والا۔

منقبت [۱۶] ۔ قَالَ اِمَامُ الْمَسْبُوْقِیْنَ کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْھَہٗ اَنَا مُفَجِّرُ الْعُیُوْنِ اَنَا مُطَّرِدُ الْاَنْھَارِ ۔ **یعنی** میں ہوں چشمے نکالنے والا ۔ اور نہروں اور ندیوں کا جاری کرنے والا ۔

منقبت [۱۷] ۔ قَالَ اِمَامُ الْمَخْلُوْقِیْنَ کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْھَہٗ اَنَا دَاحِی الْاَرْضِیْنَ اَنَا سَمَّاکُ

السَّمٰوٰتِ۔ یعنی میں ہوں زمینوں کا پھیلانے والا۔ اور آسمانوں کا بلند کرنے والا۔

منقبت ۱۸۔ قَالَ اِمَامُ الْعَادِلِیْنَ کَرَّمَ اللّٰہ وَجْھَہٗ عِنْدِیْ فَصْلُ الْخِطَابِ اَنَا قَسِیْمُ الْجَنَّۃِ وَالنَّارِ۔ **یعنی** میں ہوں وہ شخص کہ میرے پاس فصل خطاب ہے (یعنی وہ خطاب جو حق اور باطل کو جدا جدا کرے اور درست اور غلط میں تمیز کردے۔ یا ایسا کلام جو حقائق کے کھولنے اور معارف کے سمجھنے اور سمجھانے میں نہایت واضح اور ظاہر ہو۔ میں ہوں اہل بہشت پر بہشت کے درجات اور اہل جہنم پر جہنم کے درکات تقسیم کرنے والا۔

منقبت ۱۹۔ قَالَ اِمَامُ الْمَعْصُوْمِیْنَ کَرَّمَ اللّٰہ وَجْھَہٗ اَنَا تَرْجُمَانُ وَحْیِ اللّٰہِ اَنَا مَعْصُوْمٌ مِنْ عِنْدِ اللّٰہِ۔ **یعنی** میں ہوں وحی خدا کی تفسیر و بیان۔ میں صغائر و کبائر اور خطرات و شکوک سے عمداً اور سہواً معصوم ہوں۔ جس کی عصمت خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے۔

منقبت ۲۰۔ قَالَ اِمَامُ الْمُرْشِدِیْنَ کَرَّمَ اللّٰہ وَجْھَہٗ اَنَا حُجَّۃُ اللّٰہِ عَلٰی مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَفَوْقَ الْاَرْضِیْنَ **یعنی** میں ان لوگوں پر جو ملائکہ اور نفوس قدسی کی جنس سے آسمانوں میں ہیں اور طبقاتِ زمین کے رہنے والے انس و جن اور ملائکہ ارضی وغیرہ پر خدا کی وحدانیت اور کمال قدرت کی حجت قاطع اور برہان ساطع ہوں۔

منقبت ۲۱۔ قَالَ اِمَامُ الْمُبَشِّرِیْنَ کَرَّمَ اللّٰہ وَجْھَہٗ اَنَا خَازِنُ عِلْمِ اللّٰہِ اَنَا قَائِمٌ بِالْقِسْطِ۔ **یعنی** میں ہوں علم الٰہی کا خزانچی۔ میں ہوں عدل و عدالت سے موصوف اور قائم۔

منقبت ۲۲۔ قَالَ اِمَامُ الْمُنْذِرِیْنَ کَرَّمَ اللّٰہ وَجْھَہٗ اَنَا دَآبَّۃُ الْاَرْضِ۔ **یعنی** میں ہوں دابۃ الارض جو قیامت کے علامات و نشانات میں سے ہے۔

منقبت ۲۳۔ قَالَ اِمَامُ الْمُقْسِطِیْنَ کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْھَہٗ اَنَا الرَّاجِفَۃُ اَنَا الرَّادِفَۃُ۔ **یعنی** میں ہوں وہ **نفخۂ اولیٰ** جو زمین کو زور سے ہلانے والے اور جنبش میں لانے والا ہے۔ اور میں ہوں **رادفہ** یعنی **نفخۂ دوم** اور رادف اس لئے نام رکھا گیا۔ کہ پہلے کے بعد آنے والا ہے۔ جو رُدُوف سے لیا گیا ہے۔ اور **راجفہ** رجف سے بنا ہے۔ جس کے معنی شدّت تحریک ہیں۔

منقبت ۲۴۔ قَالَ اِمَامُ الْعَاشِقِیْنَ کَرَّمَ اللّٰہ وَجْھَہٗ اَنَا الصَّیْحَۃُ بِالْحَقِّ یَوْمُ الْخُرُوْجِ الَّذِیْ لَا یُکْتَمُ عَنْہُ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ **یعنی** میں ہوں صیحہ۔ چیخ برحق جو کہ خلقت کے باہر نکلنے اور محشور ہونے کے دن ہوگا۔ وہ دن جس سے آسمانوں اور زمین کی مخلوقات پوشیدہ نہیں۔

منقبت ۲۵۔ قَالَ اِمَامُ الْمُقَرَّبِیْنَ کَرَّمَ اللّٰہ وَجْھَہٗ اَنَا عَلِیُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ صَوْتُہٗ فِی الْحُرُوْبِ کَاَصْوَاتِ الرَّعْدِ۔ **یعنی** میں ہوں علیؑ بن ابی طالب جس کی آواز جنگوں میں بجلی کی آوازوں کی طرح ہے۔

منقبت ۲۶ - قَالَ اِمَامُ الرَّاشِدِیْنَ کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْہَہٗ اَنَا اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ حُجَّتَہٗ وَکَتَبَ عَلٰی حَوَاشِیْہِ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ عَلِیٌّ وَلِیُّ اللّٰہِ وَوَصِیُّہٗ **یعنی** میں وہ پہلا شخص ہوں جس کو اللہ تعالیٰ نے اوّل اپنی حجت پیدا کیا۔ اور اس کے اطراف پر لکھا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ عَلِیٌّ وَلِیُّ اللّٰہِ وَوَصِیُّہٗ اور فرمایا۔ ثُمَّ خَلَقَ الْعَرْشَ وَکَتَبَ عَلٰی اَرْکَانِہِ الْاَرْبَعَۃِ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ عَلِیٌّ وَلِیُّ اللّٰہِ وَوَصِیُّہٗ۔ **یعنی** پھر عرش کو پیدا کیا۔ اور اس کے چاروں ارکان پر کلمات مذکور لَا اِلٰہَ ..... وَوَصِیُّہٗ لکھا۔ وَقَالَ ثُمَّ خَلَقَ الْاَرَضِیْنَ فَکَتَبَ عَلٰی اَطْرَافِہَا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ..... وَوَصِیُّہٗ **نیز** فرمایا۔ آنحضرت کرم اللہ وجہٗ نے کہ پھر خدا نے طبقات زمین کو پیدا کیا۔ اور اس کے اطراف وجوانب پر کلمات مذکورہ بالا تحریر فرمائے۔ وَقَالَ ثُمَّ خَلَقَ اللَّوْحَ فَکَتَبَ عَلٰی حُدُوْدِہٖ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ عَلِیٌّ وَلِیُّ اللّٰہِ وَوَصِیُّہٗ **نیز** آنحضرت کرم اللہ وجہٗ نے فرمایا۔ کہ اس کے بعد لوح کو پیدا کیا۔ اور اس کے کناروں پر کلمات مذکورہ بالا قلم قدرت سے تحریر فرمائے۔

منقبت ۲۷ - قَالَ اِمَامُ الْمُتَوَکِّلِیْنَ کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْہَہٗ اَنَا السَّاعَۃُ الَّتِیْ لِمَنْ کَذَّبَ بِہَا سَعِیْرًا **یعنی** میں وہ ساعت ہوں کہ جو شخص اس کو جھٹلائے۔ اور اُس کا منکر ہو۔ اس کے لئے دوزخ واجب ہے۔ اور اس ساعت سے مراد روزِ قیامت ہے۔

منقبت ۲۸ - قَالَ اِمَامُ الشَّاھِدِیْنَ کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْہَہٗ اَنَا ذٰلِکَ الْکِتَابُ لَا رَیْبَ فِیْہِ۔ **یعنی** میں وہ کتاب ہوں جس میں کسی قسم کا شک و ریب نہیں ہے جس سے مراد قرآن مجید ہے۔

منقبت ۲۹ - قَالَ اِمَامُ الرَّاکِعِیْنَ کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْہَہٗ اَنَا الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی الَّتِیْ اَمَرَ اللّٰہُ اَنْ یُّدْعٰی بِہٖ **یعنی** میں وہ خدا کے اسماء حسنیٰ ہوں جن کے بارے میں خدا نے ارشاد فرمایا ہے کہ اس کو ان اسماء سے پکارا جائے۔ مولوی معنوی فرماتے ہیں۔ **نظم**

اے مرغ خوش الحان بخوان اَللّٰہُ مولانا علیؑ ۔۔۔ تسبیح خود کن بر زبان اَللّٰہُ مولانا علیؑ
اسمش عظیم و اعظم است غفار فرد عالم است ۔۔۔ مولا حق آدم است اَللّٰہُ مولانا علیؑ
خواہی کہ یابی زو نشان جان ذرہ او بر نشان ۔۔۔ کو جانِ دہ است او جان ستان اَللّٰہُ مولانا علیؑ
سلطانِ بے مثل و نظیر پروردگار بے وزیر ۔۔۔ دارندہ برنا و پیر اَللّٰہُ مولانا علیؑ

منقبت ۳۰ - قَالَ اِمَامُ السَّاجِدِیْنَ کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْہَہٗ اَنَا النُّوْرُ الَّذِیْ اِقْتَبَسَ مِنْہُ مُوْسٰی فَھَدٰی **یعنی** میں وہ نور ہوں جس سے موسیٰؑ نے روشنی طلب کی۔ تو ہدایت پائی۔

منقبت ۳۱ - قَالَ اِمَامُ الْمُکَرَّمِیْنَ کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْہَہٗ اَنَا ھَادِمُ الْقُصُوْرِ۔

یعنی دنیا کے محلوں اور عالم کی عمارتوں کو منہدم کرنے والا میں ہوں۔

منقبت ۳۲۔ قَالَ اِمَامُ الْمُجْتَهِدِیْنَ کَرَّمَ اللّٰهُ وَجْهَهٗ اَنَا مُخْرِجُ الْمُؤْمِنِیْنَ مِنَ الْقُبُوْرِ۔
یعنی مومنوں کو اُن کی قبروں سے نکالنے والا میں ہوں۔

منقبت ۳۳۔ قَالَ اِمَامُ الْمُحْتَسِبِیْنَ کَرَّمَ اللّٰهُ وَجْهَهٗ اَنَا الَّذِیْ عِنْدِیْ اَلْفُ کِتَابٍ مِنْ کُتُبِ الْاَنْبِیَاۗءِ یعنی مَیں ہوں وہ شخص جس کے پاس انبیا علیہم السلام کی کتابوں میں سے ہزار کتابیں موجود ہیں۔

منقبت ۳۴۔ قَالَ اِمَامُ الْمُتَکَلِّمِیْنَ کَرَّمَ اللّٰهُ وَجْهَهٗ اَنَا الْمُتَکَلِّمُ بِکُلِّ لُغَتٍ فِی الدُّنْیَا۔
یعنی مَیں ہوں وہ شخص جو دنیا کی ہر لغت و زبان میں کلام کرتا ہے۔

منقبت ۳۵۔ قَالَ اِمَامُ الْمُتَعَالِیْنَ کَرَّمَ اللّٰهُ وَجْهَهٗ اَنَا صَاحِبُ نُوْحٍ وَمُنْجِیْهِ اَنَا صَاحِبُ اَیُّوْبَ الْمُبْتَلٰی وَمُنْجِیْهِ وَشَافِیْهِ اَنَا صَاحِبُ یُوْنُسَ وَمُنْجِیْهِ۔ یعنی میں ہوں نوحؑ کا صاحب و رفیق اور اس کا نجات دینے والا۔ اور مَیں ہوں ایوبؑ کا صاحب جو انواع و اقسام کے رنج و بلا میں مبتلا تھا اور اس کو ان بلاؤں سے نجات دینے والا۔ اور اس کو شفا عطا کرنے والا اور میں یونسؑ کا صاحبؑ اور نجات دہندہ ہوں۔

منقبت ۳۶۔ قَالَ اِمَامُ الْقَادِرِیْنَ کَرَّمَ اللّٰهُ وَجْهَهٗ اَنَا اَقَمْتُ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ بِنُوْرِیْ وَالْقُدْرَةِ الْکَامِلَةِ۔ یعنی مَیں ہوں جس نے ساتوں آسمانوں کو اپنے نور اور خدا کی قدرت سے قائم کیا ہے۔

منقبت ۳۷۔ قَالَ اِمَامُ الْغَالِبِیْنَ کَرَّمَ اللّٰهُ وَجْهَهٗ اَنَا الَّذِیْ بِیْ اَسْلَمَ اِبْرَاهِیْمُ الْخَلِیْلُ لِرَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَاَقَرَّ بِفَضْلِهٖ۔ یعنی مَیں وہ شخص ہوں کہ میرے سبب سے ابراہیمؑ خلیل پروردگار عالمین پہ اسلام لائے اور اُس کی بزرگی اور فضل کا اقرار کیا۔

منقبت ۳۸۔ قَالَ اِمَامُ الْقَانِتِیْنَ کَرَّمَ اللّٰهُ وَجْهَهٗ اَنَا عَصَاءُ الْکَلِیْمِ وَبِهٖ اٰخِذٌ بِنَاصِیَةِ الْخَلْقِ اَجْمَعِیْنَ۔ یعنی موسیٰؑ کلیم اللہ کا عصا میں ہوں۔ اور مَیں اس کے ذریعہ سے تمام مخلوق کی پیشانی کے بالوں کو پکڑنے والا ہوں۔ اور ان میں قابض اور متصرف ہوں۔

منقبت ۳۹۔ قَالَ اِمَامُ الْمَعْطُوْفِیْنَ کَرَّمَ اللّٰهُ وَجْهَهٗ اَنَا الَّذِیْ نَظَرْتُ فِیْ عَالَمِ الْمَلَکُوْتِ فَلَمْ اَجِدْ غَیْرِیْ شَیْئًا وَقَدْ غَابَ۔ یعنی مَیں وہ شخص ہوں کہ مَیں نے عالمِ ملکوت میں نظر کی۔ پس اپنے سوا اور کوئی چیز نہ پائی۔ اور وہ غیر بیشک غائب تھا۔

منقبت ۴۰۔ قَالَ اِمَامُ الْاٰمِرِیْنَ کَرَّمَ اللّٰهُ وَجْهَهٗ اَنَا الَّذِیْ اُحْصِیْ هٰذَا الْخَلْقَ وَاِنْ کَثُرُوْا حَتّٰی اُؤَدِّیَهُمْ اِلَی اللّٰهِ۔ یعنی مَیں وہ شخص ہوں کہ خلقت کے اعداد اور گنتی کو شمار کرنا اور

معلوم کرتا ہوں اگرچہ وہ بہت ہیں۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کی طرف ان کو پہنچاؤں۔

منقبت[۴۱]۔ قَالَ اِمَامُ الطَّاهِرِيْنَ كَرَّمَ اللهُ وَجْهَهٗ اَنَا الَّذِیْ لَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَیَّ وَمَا اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ۔ **یعنی** میں وہ شخص ہوں کہ قول اور کلام میرے پاس متغیر اور متبدل نہیں ہوتا۔ اور مَیں بندگانِ خدا پر ظلم کرنے والا نہیں ہوں۔

منقبت[۴۲]۔ قَالَ اِمَامُ الْمُقَدَّسِيْنَ كَرَّمَ اللهُ وَجْهَهٗ اَنَا وَلِیُّ اللهِ فِی الْاَرْضِ وَالْمُفَوَّضُ اِلَيْهِ اَمْرُهٗ وَاَحْكُمُ فِیْ عِبَادِهٖ **یعنی** مَیں زمین میں خدا کا ولی ہوں۔ اور امرِ خدا میرے سپرد کیا گیا ہے۔ اور مَیں اس کے بندوں پر حکم کرتا ہوں جیسا کہ فرمایا ہے **یا** جیسا میں چاہتا ہوں۔

منقبت[۴۳]۔ قَالَ اِمَامُ الْمُلْهَمِيْنَ كَرَّمَ اللهُ وَجْهَهٗ اَنَا الَّذِیْ دَعَوْتُ السَّمٰوٰتِ السَّبْعَ فَاَجَابُوْنِیْ فَاَمَرْتُهَا فَيَنْتَصِبُوْنَ۔ **یعنی** مَیں وہ شخص ہوں کہ مَیں نے ساتوں آسمانوں کو بُلایا انہوں نے میرے حکم کو قبول کیا۔ پس مَیں نے ان کو حکم دیا۔ اور وہ قائم ہو گئے۔

منقبت[۴۴]۔ قال امام المخبرین کرم اللہ وجہہٗ اَنَا الَّذِیْ بَعَثْتُ النَّبِيِّيْنَ وَالْمُرْسَلِيْنَ۔ **یعنی** مَیں وہ شخص ہوں کہ مَیں نے نبیوں اور رسولوں کو مبعوث کیا ہے۔

منقبت[۴۵]۔ قال امام الحاکمین کرم اللہ وجہہٗ اَنَا الَّذِیْ دَعَوْتُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ فَاَجَابَانِیْ **یعنی** مَیں وہ شخص ہوں کہ مَیں نے سورج اور چاند کو بُلایا۔ اور ان سے اطاعت طلب کی پس انہوں نے میرا کہنا قبول کیا۔ مولوی معنوی ارشاد فرماتے ہیں۔

خواجۂ خیر البشر بابِ شبیر و شبر — راجع شمس و قمر شاہ سلام علیک!
حیدرِ لشکر شکن بابِ حسینؑ و حسنؑ — شیرِ خدا بوالحسن شاہ سلام علیک

منقبت[۴۶]۔ قَالَ اِمَامُ الْمُهَاجِرِيْنَ كَرَّمَ اللهُ وَجْهَهٗ اَنَا فَطَرْتُ الْعٰلَمِيْنَ۔ **یعنی** مَیں نے جملہ عوالم کو پیدا کیا ہے۔

منقبت[۴۷]۔ قال امام المجاهدین كَرَّمَ اللهُ وَجْهَهٗ اَنَا دَاحِی الْاَرَضِيْنَ وَعَالِمٌ بِالْاَقَالِيْمِ **یعنی** مَیں ہوں زمینوں کا بچھانے والا۔ اور تمام ولایتوں کے حالات سے خبردار ہوں۔

منقبت[۴۸]۔ قال امام الشهیدین کرم اللہ وجہہ اَنَا اَمْرُ اللهِ وَالرُّوْحُ۔ **یعنی** مَیں ہوں امرِ خدا اور اُس کی رُوح۔ چنانچہ ارشاد فرمایا ہے۔ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ۔ (کہہ دے اے محمدؐ کہ رُوح میرے پروردگار کے امر سے ہے۔

منقبت[۴۹]۔ قَالَ اِمَامُ الْمُبَادِرِيْنَ كَرَّمَ اللهُ وَجْهَهٗ اَنَا الَّذِیْ قَالَ اللهُ

لِاَعْدَآئِہٖ اَلْقِیَافِیْ جَھَنَّمَ کُلَّ کَفَّارٍ عَنِیْدٍ۔ یعنی مَیں وہ شخص ہوں کہ خدا تعالیٰ نے اس کے دشمنوں کے لیئے فرمایا کہ تم دونوں ہر کافر گردن کش کو دوزخ میں ڈالو۔

منقبت۵۰۔ قَالَ اِمَامُ الْاَفْصَحِیْنَ کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْھَہٗ اَنَا الَّذِیْ لَوْ سَیَّتُ الْجِبَالَ وَبَسَطْتُ الْاَرْضِیْنَ۔ اَنَا مُخْرِجُ الْعُیُوْنِ وَمُنْبِتُ الزُّرُوْعِ وَمُشْرِفُ الْاَشْجَارِ وَمُخْرِجُ الثِّمَارِ۔ یعنی مَیں وہ شخص ہوں کہ میں نے پہاڑوں کو زمین کی حفاظت کے لیئے لنگر کیا ہے اور مخلوقات کی سکونت کے لیئے میں نے زمینوں کو بچھایا ہے۔ اور میں ہوں چشموں کو نکالنے والا۔ اور کھیتوں کو اُگانے والا۔ اور درختوں کو بلند کرنے والا اور میووں کو نکالنے والا۔

منقبت۵۱۔ قَالَ اِمَامُ الْمُقَاتِلِیْنَ اَنَا الَّذِیْ اُقَدِّرُ اَقْوَاتَھَا وَمُنْزِلُ الْمَطَرِ وَمُسْمِعُ الرَّعْدِ وَالْبَرْقِ۔ یعنی میں ہوں وہ شخص جو لوگوں کے کھانوں کا اندازہ کرتا ہے۔ اور مَیں بارش برساتا ہوں۔ اور مَیں رعد اور برق کی آوازیں سُنواتا ہوں۔

منقبت۵۲۔ قَالَ اِمَامُ الْمُتَقَدِّمِیْنَ کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْھَہٗ اَنَا مُضِیْءُ الشَّمْسِ وَمُطْلِعُ الْفَجْرِ وَمُنْشِئُ النُّجُوْمِ۔ وَمُنْشِئُ الْفُلْکِ فِی الْبُحُوْرِ۔ یعنی مَیں ہوں سورج کو روشن کرنے والا اور صبح کو نکالنے والا اور ستاروں کو پیدا کرنے والا۔ اور کشتیوں کو سمندر میں چلانے والا ہے

توحاکمِ ہفت اختری ہم سالکاں را رہبری ہم مومناں را غم خوری اللہ مولانا علیؑ

منقبت۵۳۔ قَالَ اِمَامُ الْمُتَفَاخِرِیْنَ کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْھَہٗ اَنَا الَّذِیْ اُقُوْمُ السَّاعَۃَ اَنَا الَّذِیْ اِنْ اَمُتْ فَلَمْ اَمُتْ وَاِنْ قُتِلْتُ فَلَمْ اُقْتَلْ۔ یعنی مَیں ہوں وہ شخص کہ قیامت کو برپا کروں گا اور مَیں ہوں وہ شخص کہ اگر مجھے موت دی جائے۔ تو نہیں مروں گا۔ اور اگر میں قتل کیا جاؤں۔ تو مَیں قتل نہ ہوں گا اور در حقیقت)

منقبت۵۴۔ قَالَ اِمَامُ الشَّاھِدِیْنَ کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْھَہٗ اَنَا الَّذِیْ اَعْلَمُ مَا یُحْدِثُ اٰنًا بَعْدَ اٰنٍ وَسَاعَۃً بَعْدَ سَاعَۃٍ اَنَا الَّذِیْ اَعْلَمُ خَطَرَاتِ الْقُلُوْبِ وَلَمْحَ الْعُیُوْنِ وَمَا یُخْفِی الصُّدُوْرُ۔ یعنی مَیں وہ شخص ہوں۔ کہ ہر ساعت اور آن میں جو چیز پیدا ہوتی ہے اس کو جانتا ہوں۔ اور میں وہ شخص ہوں کہ ان چیزوں کو جو دلوں میں گذرتی ہیں۔ جانتا ہوں۔ اور آنکھوں کے جھپکنے کا حال مجھے معلوم ہے۔ اور جو کچھ لوگوں کے سینوں میں پوشیدہ ہے۔ اس کا مجھے علم ہے۔

منقبت۵۵۔ قَالَ اِمَامُ الْخَطِیْبِیْنَ کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْھَہٗ اَنَا صَلوٰۃُ الْمُؤْمِنِیْنَ وَزَکوٰتُھُمْ وَحَجُّھُمْ وَجِھَادُھُمْ۔ یعنی مَیں مومنوں کی نماز اور اُن کی زکوٰۃ اور ان کا حج اور ان کا جہاد ہوں

مولوی معنوی فرماتے ہیں :- **بیت**

سُبْحَانَ حَیٌّ لَایَنَامُ پیدا ازدہر صبح وشام حج ونماز است وصیام اللہ مولانا علیؑ

منقبت ۵۶ ۔ قَالَ اِمَامُ الْوَارِثِیْنَ کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْھَہٗ اَنَا النَّاقُوْرُ الَّذِیْ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی فَاِذَا نُقِرَ فِی النَّاقُوْرِ اَنَا صَاحِبُ النَّشْوِ الْاَوَّلِ وَالْاٰخِرِ اَنَا اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ وَاَنَا وَعَلِیٌّ مِنْ نُوْرٍ وَاحِدٍ۔ **یعنی** میں ہوں وہ ناقور جس کا ذکر حق تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے۔ فَاِذَا نُقِرَ فِی النَّاقُوْرِ **یعنی** جبکہ صور میں پھونکا جائے گا۔ اور نشر اوّل یعنی اوّل قبر سے اٹھانے اور برانگیختہ کرنے کا حساب میں ہوں۔ اور یہ زندہ کرنے سے کنایہ ہے اور اسی طرح نشر آخر یعنی عرصات کی طرف زمین کے اٹھانے کا صاحب میں ہوں۔ **اور میں** وہ پہلا شخص ہوں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے میرے نور کو پیدا کیا ہے۔ اور میں اور علیؑ ایک نور سے ہیں۔

منقبت ۵۷ ۔ قَالَ اِمَامُ الْمُعَظَّمِیْنَ کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْھَہٗ۔ اَنَا صَاحِبُ الْکَوَاکِبِ وَمُزِیْلُ الدَّوْلَۃِ اَنَا صَاحِبُ الزَّلْزَالِ وَالرَّاجِفَۃِ وَاَنَا صَاحِبُ الْبَلَایَا وَفَصْلُ الْخِطَابِ۔ **یعنی** میں ہوں صاحب کواکب۔ اور دولت کا دور کرنے والا۔ میں ہوں صاحب زلزلہ وراجفہ۔ اور میں ہوں صاحب مقاصد ومطالب اور صاحب بلایا۔ اور وہ کلام جو حق اور باطل میں تمیز اور فرق کر دیتا ہے۔

منقبت ۵۸ ۔ قَالَ اِمَامُ الْبَاذِلِیْنَ کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْھَہٗ اَنَا صَاحِبُ اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ الَّتِیْ لَمْ یُخْلَقْ مِثْلُھَا فِی الْبِلَادِ وَاَنَا نَازِلُھَا۔ اَنَا الْمُنْفِقُ الْبَاذِلُ بِمَا فِیْھَا۔ **یعنی** میں ہوں اس ارم کا صاحب اور مالک جو بڑے عمودوں اور ستونوں والا ہے۔ ایسا ارم کہ جس کی مثل کسی شہر میں پیدا نہیں ہوا۔ اور وہ میرا ہے۔ اور جو نفیس جواہرات وغیرہ اس ارم میں ہیں ان کو بذل اور خرچ کرنے والا میں ہوں۔

منقبت ۵۹ ۔ قَالَ اِمَامُ الْاَشْجَعِیْنَ کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْھَہٗ اَنَا اَھْلَکْتُ الْجَبَابِرَۃَ الْمُتَقَدِّمِیْنَ بِسَعْیِ ذِی الْفِقَارِ۔ **یعنی** میں وہ شخص ہوں کہ میں نے ذوالفقار کی سعی وکوشش سے پہلے سرکشوں اور جباروں کو ہلاک کیا ہے مولوی معنوی فرماتے ہیں۔

نظم

سر دفتر ہر انجمن۔ علامہ مصر ویمن آں پُر دل دشمن شکن اللہ مولانا علیؑ
اے بندۂ شیریں زباں از وے اگر یابی اماں ہر دم بگو از صدق جاں اللہ مولانا علیؑ
گر عاشقی وارہ بیں فرہ مشو خود رامبیں وانگہ جان ودل گزیں اللہ مولانا علیؑ
اے شمس دیں جاں بازجاں دُرِّ معانی برفشاں تا ایدت در گوش جاں اللہ مولانا علیؑ

منقبت ۶۰ ۔ قَالَ اِمَامُ الْمُعَلِّمِیْنَ کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْھَہٗ اَنَا الَّذِیْ حَمَلْتُ النُّوْحَ فِی السَّفِیْنَۃِ اَنَا الَّذِیْ اَنْجَیْتُ اِبْرَاھِیْمَ وَمُؤْنِسُہٗ اَنَا مُوْنِسُ یُوْسُفَ فِی الْجُبِّ وَمُخْرِجُہٗ اَنَا

صَاحِبُ مُوسٰی وَالْخِضْرِ وَمُعَلِّمُهُمَا۔ **یعنی** مَیں وہ شخص ہوں کہ میں نے نوحؑ کو اس کشتی میں سوار کیا جو اس نے تیار کی تھی میں وہ شخص ہوں جس نے ابراہیمؑ کو آگ سے نجات دی اور عالم غربت میں اس کا مونس رہا۔ مَیں ہوں جو کنوئیں میں یوسف کا مونس تھا۔ اور اس کو کنوئیں سے نکالا۔ موسیٰؑ اور خضرؑ کا صاحب اور ان کا تعلیم دینے والا مَیں ہوں جس نے اسرارِ الٰہی کے غوامض اور حکمتوں کی ان کو تعلیم دی۔

منقبت[۶۱]۔ قَالَ اِمَامُ الْمُحِبِّیْنَ كَرَّمَ اللّٰهُ وَجْهَهٗ اَنَا مَنْشَأُ الْمَلَكُوْتِ وَالْكَوْنِ۔ **یعنی** ملکوت اور عالم کون کے پیدا کرنے کا باعث اور سبب مَیں ہوں یا ان دونوں کا پیدا کرنے والا مَیں ہوں۔

منقبت[۶۲]۔ قَالَ اِمَامُ الْمُمَجِّدِیْنَ كَرَّمَ اللّٰهُ وَجْهَهٗ اَنَا الْبَارِئُ اَنَا الْمُصَوِّرُ فِي الْاَرْحَامِ۔ **یعنی** میں نقصانوں سے مبرّا اور منزّہ ہوں۔ رحموں میں بچوں کو صورت دینے والا مَیں ہوں۔

منقبت[۶۳]۔ قَالَ اِمَامُ الْمُفَسِّرِیْنَ كَرَّمَ اللّٰهُ وَجْهَهٗ اَنَا الَّذِیْ اُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَاَرْفَعُ الْاَبْرَصَ وَاَعْلَمُ مَا فِي الضَّمَائِرُ اُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ فِيْ بُيُوْتِكُمْ۔ **یعنی** میں وہ شخص ہوں۔ کہ مادرزاد اندھوں کو بینا کرتا ہوں۔ اور برص اور پیسی کے مرض کو دور کرتا ہوں۔ اور جو کچھ دلوں میں ہے اس سے واقف ہوں اور مَیں وہ شخص ہوں کہ تم کو اس چیز سے آگاہ و خبردار کرتا ہوں۔ جو تم کھاتے ہو۔ اور جو کچھ اپنے گھروں میں ذخیرہ کرتے ہو۔

منقبت[۶۴]۔ قَالَ اِمَامُ الْمُطِیْعِیْنَ كَرَّمَ اللّٰهُ وَجْهَهٗ اَنَا الْبَعُوْضَةُ الَّتِیْ ضَرَبَ اللّٰهُ بِهَا مَثَلًا۔ **یعنی** میں وہ بعوضہ ہوں جس کی مثال اللہ تعالیٰ نے قرآن میں بیان فرمائی ہے کہ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَسْتَحْیٖۤ اَنْ یَّضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوْضَةً فَمَا فَوْقَهَا (خدا حیا نہیں کرتا۔ اس بات سے کہ وہ مثل بیان کرے مچھر کی۔ یا اس سے بڑی چیز کی۔ یعنی اُس کی قدرت کی ایک آیت۔

منقبت[۶۵]۔ قَالَ اِمَامُ الْمُطِیْبِیْنَ كَرَّمَ اللّٰهُ وَجْهَهٗ اَنَا الَّذِیْ اَطَاعَنِيَ اللّٰهُ فِي الظُّلْمَةِ۔ **یعنی** میں وہ شخص ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے ظلمت اور تاریکی میں میری اطاعت اور فرمانبرداری کی یعنی اس وقت میں میری درخواست اور التماس کو قبول فرمایا۔

منقبت[۶۶]۔ قَالَ اِمَامُ الْاَجْوَدِیْنَ كَرَّمَ اللّٰهُ وَجْهَهٗ اَنَا الَّذِیْ اَقَامَنِيَ اللّٰهُ وَالْخَلْقُ فِي الظُّلْمَةِ وَدَعٰی اِلٰی طَاعَتِیْ فَلَمَّا ظَهَرَتْ اَنْكَرُوْهُ قَالَ جَلَّ وَعَلَا فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ۔ **یعنی** مَیں ہوں وہ شخص کہ اللہ تعالیٰ نے میری حقیقت کو قائم اور مہیا کیا۔ جبکہ تمام مخلوقات ظلمت اور نیستی کے بھنور میں گرفتار تھی۔ اور اس مخلوق کو میری اطاعت کی طرف دعوت دی پس جب وہ ظلمت روشن اور ظاہر ہوگئی اور وہ مخلوقات عالم وجود میں آگئی۔ انہوں نے میری اطاعت

اور فرمانبرداری سے انکار کر دیا۔ چنانچہ حق تعالیٰ خود اپنے کلام پاک میں اس طرف اشارہ فرماتا ہے۔ فَلَمَّا جَاءَهُمْ ..... الخ۔ یعنی پس جس وقت وہ ان کے پاس آیا۔ انہوں نے اس کی قدر و منزلت نہ پہچانی اور اس کے منکر اور کافر ہو گئے۔

منقبت[۶۷]۔ قال امام المکملین کرّم اللہ وجہہٗ اَنَا الَّذِیْ کَسَوْتُ الْعِظَامَ لَحْماً۔ **یعنی** مَیں وہ شخص ہوں کہ مَیں نے ہڈیوں کو گوشت کا لباس پہنایا ہے۔

منقبت[۶۸]۔ قال امام الاعلمین کرّم اللہ وجہہٗ اَنَا الَّذِیْ هُوَ حَامِلُ عَرْشِ اللّٰهِ مَعَ الْاَبْرَارِ مِنْ وُلْدِیْ وَحَامِلُ الْعِلْمِ اَنَا الَّذِیْ اَعْلَمُ تَأْوِیْلَ الْقُرْاٰنِ وَالْکُتُبِ السَّالِفَةِ۔ اَنَا الْمَرْسُوْخُ فِی الْعِلْمِ۔ **یعنی** میں وہ شخص ہوں جو اپنی اولاد کے نیکوکاروں کے ساتھ عرشِ خدا کا اٹھانے والا ہے۔ اور میں وہ شخص ہوں جو علم لو احمد کا اٹھانے والا ہے۔ میں وہ شخص ہوں جو معانی قرآن اور کتب گذشتہ کی تاویل سے خوب واقف۔ مَیں راسخ کیا گیا ہوں۔

منقبت[۶۹]۔ قَالَ اِمَامُ الصَّائِمِیْنَ کرم اللہ وجہہٗ اَنَا وَجْهُ اللّٰهِ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کُلُّ شَیْءٍ هَالِکٌ اِلَّا وَجْهَهٗ۔ اَنَا صَاحِبُ الْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ۔ **یعنی** مَیں آسمانوں اور زمین میں وجہ اللہ سے سوا ہر چیز ہلاک اور فنا ہونے والی ہے۔ میں ہوں جبت اور طاغوت کا صاحب اور ان کا ہلاک کرنے والا جو مشرکوں کے بت اور معبود ہیں۔

منقبت[۷۰]۔ قَالَ امام الر[illegible]خین کرّم اللہ وجہہ اَنَا بَابُ اللّٰهِ الَّذِیْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی اِنَّ الَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَاسْتَکْبَرُوْا عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَلَا یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰی یَلِجَ الْجَمَلُ فِیْ سَمِّ الْخِیَاطِ کَذٰلِکَ نَجْزِی الْمُجْرِمِیْنَ۔ **یعنی** مَیں وہ باب اللہ (خدا کا دروازہ) جس کا ذکر آیۂ اِنَّ الَّذِیْنَ کَذَّبُوْا۔ الخ میں کیا گیا ہے۔ یعنی جن لوگوں نے ہماری آیات کی تکذیب کی۔ اور ان سے سرکشی اور استکبار اختیار کیا۔ ان کے لئے آسمانوں کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے۔ اور وہ بہشت میں داخل نہ ہوں گے۔ جب تک کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں داخل نہ ہو جائے اور یہ بات محال عادی ہے پس ان کا بہشت میں داخل ہونا بھی محال ہوگا۔ ہم مجرموں کو اسی طرح بدلا دیتے ہیں۔

منقبت[۷۱]۔ قال امام المخدومین کرّم اللہ وجہہٗ اَنَا الَّذِیْ خَدَمَنِیْ جِبْرَئِیْلُ وَمِیْکَائِیْلُ اَنَا الَّذِیْ رُدَّ لِیَ الشَّمْسُ مَرَّتَیْنِ اَنَا الَّذِیْ خَصَّ اللّٰهُ جِبْرَئِیْلُ وَمِیْکَائِیْلَ بِالطَّاعَةِ لِیْ۔ **یعنی** مَیں وہ شخص ہوں کہ جبرئیلؑ اور میکائیلؑ نے میری خدمت کی ہے۔ مَیں وہ شخص ہوں کہ میرے لئے آفتاب کو دو دفعہ لوٹایا گیا۔ یعنی واپس لایا گیا۔ مَیں وہ شخص ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے جبرئیلؑ اور میکائیلؑ

کو میری طاعت اور فرمانبرداری کے لئے خاص کیا۔

منقبت۶۷۔ قال امام المتبرئین کرّم اللہ وجہہٗ انا صاحب الطُّوْرِ۔ وَاَنَا صَاحِبُ الْکِتَابِ الْمَسْطُوْرِ اَنَا بَیْتُ اللّٰہِ الْمَعْمُوْرِ۔ اَنَا الْحَرْثُ وَالنَّسْلُ۔ اَنَا الَّذِیْ فَرَضَ اللّٰہُ طَاعَتِیْ عَلٰی کُلِّ ذِیْ رُوْحٍ مُتَنَفِّسٍ مِنْ خَلْقِ اللّٰہِ۔ **یعنی** مَیں ہوں صاحب طور۔ اور وہ ایک مشہور پہاڑ ہے۔ جو مدائن میں واقع ہے۔ اور میں ہوں کتاب مسطور یعنی قرآن یا لوح محفوظ کا صاحب۔ اور میں ہوں بیت معمور۔ اور وہ ایک مکان ہے جو آسمان میں کعبہ کے مقابل واقع ہے۔ اور اس کی عمارتیں اس کے زیارت اور طواف کرنے والوں کے تعداد کے موافق ہیں اور اخبار میں وارد ہُوا ہے کہ بیت المعمور میں ہر روز ستّر ہزار فرشتے طواف کے واسطے داخل ہوتے ہیں اور ان کو طواف کی نوبت نہیں آتی۔ **یا** بیت المعمور سے خانہ کعبہ مراد ہے۔ جو حاجیوں اور زائرین سے بھرا ہُوا ہے۔ جیساکہ مدارک میں مرقوم ہے۔ میں ہی وہ حرث اور نسل ہوں۔ جس کو تباہ اور برباد کیا گیا۔ **اور** مَیں وہ شخص ہوں۔ کہ خدا تعالیٰ نے میری طاعت اپنی مخلوق میں سے ہر ذی روح اور ہر متنفس پر فرض کی ہے۔

منقبت۶۸۔ قَالَ اِمَامُ الْغَازِیْنَ کَرَّمَ اللّٰہُ وجہہٗ اَنَا الَّذِیْ اَنْشُرُ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ اَنَا قَاتِلُ الْاَشْقِیَاءِ بِسَعْیِ ذِی الْفَقَارِ وَمُحْرِقُھُمْ بِالنَّارِ۔ **یعنی** مَیں وہ شخص ہوں جو مخلوق اوّلین و آخرین کو نشر اور برانگیختہ کروں گا۔ میں ذوالفقار کی کوششوں سے بدبختوں اور بدکاروں کو قتل کرنے والا ہوں اور اُن کے خرمن حیات کو آتش غضب سے جلانے والا ہوں۔ مولوی معنوی فرماتے ہیں۔

نظم

آں ساعد دینِ حق و ینبوع معالی — کز مین دے آدم شد مسعود علیؑ بُود
آں شہ کہ بشمشیر وے از آئینہ دیں — زنگ ستم و بدعت بزدود علیؑ بُود
آں فاتحہ دولت و مفتاح سعادت — کو قفل در مصطبہ بکشود علیؑ بُود

منقبت۶۹۔ قال امام الکاملین کرّم اللہ وجہہٗ اَنَا الَّذِیْ اَظْھَرَنِیَ اللّٰہُ عَلَی الدِّیْنِ۔ اَنَا الْمُنْتَقِمُ مِنَ الظَّالِمِیْنَ اَنَا الَّذِیْ اِلَیَّ دَعْوَۃُ الْاُمَمِ۔ اَنَا الَّذِیْ اَذُوْدُ الْمُنَافِقِیْنَ مِنْ حَوْضِ رَسُوْلِ اللّٰہِ۔ **یعنی** مَیں وہ شخص ہوں کہ مجھ کو حق تعالیٰ نے دین پر غالب کیا۔ اور مَیں ظالموں سے بدلا لینے والا ہوں میں ہی وہ شخص ہوں کہ جس کی طرف تمام امّتوں کو دعوت دی گئی ہے۔ اور مَیں وہ شخص ہوں کہ منافقوں کو حوضِ کوثر سے رد کروں گا۔

منقبت۷۰۔ قال امام المومنین کرّم اللہ وجہہٗ اَنَا بَابُ فَتَحَ اللّٰہُ مَنْ دَخَلَہٗ کَانَ اٰمِنًا۔ اَنَا الَّذِیْ بِیَدِہٖ مَفَاتِیْحُ الْجِنَانِ وَمَقَالِیْدُ النِّیْرَانِ۔ **یعنی** مَیں وہ دروازہ ہوں جس کو خدا نے کھولا ہے۔ جو کوئی اس دروازے سے داخل ہوگا۔ دونوں جہان کے ہر قسم کے مکروہات سے محفوظ

اور امن میں رہے گا۔ میں وہ شخص ہوں کہ بہشت اور دوزخ کی کنجیاں جس کے ہاتھ میں ہیں۔

منقبت۔ قَالَ اِمَامُ الْمُظَفَّرِیْنَ کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْہَہٗ اَنَا الَّذِیْ جَھَدَ الْجَبَابِرَۃُ بِاِطْفَاءِ نُوْرِ اللّٰہِ وَاِدْحَاضِ حُجَّتِہٖ فَیَاْبَی اللّٰہُ اِلَّا اَنْ یُّتِمَّ نُوْرَہٗ وَوِلَایَتَہٗ اَعْطَی اللّٰہُ نَبِیَّہٗ نَھَرَ الْکَوْثَرِ وَاَعْطَانِیْ نَھَرَ الْحَیٰوۃِ اَنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ فِی الْاَرْضِ فَعَرَّفَنِیَ اللّٰہُ مَنْ یَّشَاءُ وَیَمْنَعُنِیْ مَنْ یَّشَاءُ۔ **یعنی** میں وہ شخص ہوں کہ جباروں نے نورِ خدا کے بجھانے اور اس کی حجت کے باطل کرنے کی کوشش کی۔ پس اللہ تعالیٰ نے انکار کیا۔ مگر یہ کہ اس کی ولایت اور اس کا نور کامل ہو۔ خدا نے اپنے پیغمبرؐ کو دریائے کوثر عطا فرمایا۔ اور مجھ کو دریائے حیات عنایت فرمایا۔ میں زمین میں رسولِ خدا کے ساتھ ہوں پس جس کو چاہا۔ میرا شناسا اور عارف بنایا۔ اور جس کو نہ چاہا۔ شناسا اور عارف نہ بنایا۔

منقبت۔ قَالَ اِمَامُ الْوَاصِفِیْنَ کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْہَہٗ اَنَا قَائِمٌ فِیْ خُضْرٍ حَیْثُ الْاَرْوَاحُ تَتَحَرَّکُ وَلَا نَفْسٌ یَتَنَفَّسُ غَیْرِیْ۔ **یعنی** میں وہ شخص ہوں کہ سبزیِ ملکوت میں کھڑا ہوں جہاں رُوحیں حرکت کرتی ہیں۔ وہاں میرے سوا کوئی سانس لینے والا نہیں۔

منقبت۔ قَالَ اِمَامُ الصَّامِتِیْنَ کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْہَہٗ اَنَا عَالِمٌ صَامِتٌ وَّمُحَمَّدٌ عَالِمٌ نَاطِقٌ۔ **یعنی** میں خاموش عالم ہوں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بولنے والے عالم ہیں۔

منقبت۔ قَالَ اِمَامُ الْمُقَادَنِیْنَ کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْہَہٗ اَنَا صَاحِبُ الْقَرْنِ الْاُوْلٰی۔ اَنَا حَاوَرْتُ مُوْسَی الْکَلِیْمَ وَاَغْرَقْتُ الْفِرْعَوْنَ۔ اَنَا عَذَابُ یَوْمِ الظُّلَّۃِ۔ **یعنی** میں ہوں قرنِ اولیٰ کا صاحب کہ حدیث میں وارد ہوا ہے۔ خَیْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِیْ یعنی سب قرنوں سے بہتر میرا قرن ہے۔ موسیٰؑ سے مکالمہ اور گفتگو کی ہے۔ اور فرعون کو غرق کیا ہے۔ اور یومِ ظلہ کا عذاب میں ہوں جو بنی اسرائیل پر بھیجا گیا۔

منقبت۔ قَالَ اِمَامُ الْکَاظِمِیْنَ کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْہَہٗ اَنَا اٰیَاتُ اللّٰہِ وَاَمِیْنُ اللّٰہِ اَنَا اُحْیِیْ وَاُمِیْتُ اَنَا اَخْلُقُ وَاَرْزُقُ اَنَا السَّمِیْعُ اَنَا الْعَلِیْمُ اَنَا الْبَصِیْرُ اَنَا الَّذِیْ اَجُوْزُ السَّمٰوٰتِ السَّبْعَ وَالْاَرَضِیْنَ السَّبْعَ فِیْ طُرْفَۃِ عَیْنٍ اَنَا الْاَوَّلُ اَنَا الثَّانِیْ۔ **یعنی** میں ہوں رحمت خدا کی آیات۔ اور خدا کا راز دار۔ اور میں زندہ کرتا ہوں اور مارتا ہوں۔ اور میں پیدا کرتا ہوں اور رزق دیتا ہوں۔ میں ہوں سننے والا۔ میں ہوں دانا۔ میں ہوں بینا ظاہر و باطن اشیا کا۔ میں ہوں وہ شخص جو ساتوں آسمانوں اور زمین کے ساتوں طبقوں کی ایک چشم زدن میں سیر کرتا ہے۔ میں ہوں اولیٰ یعنی نفخہ اولیٰ۔ اور میں ہوں ثانی یعنی نفخۂ ثانیہ۔

منقبت۔ قَالَ اِمَامُ الْمَالِکِیْنَ کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْہَہٗ اَنَا ذُوالْقَرْنَیْنِ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ

یعنی مَیں اس اُمت کا ذوالقرنین ہوں۔

منقبت[۸۲]۔ قال امام الوصیّین کرّم اللہ وجہہٗ اَنَا الَّذِیْٓ اَنْفُخُ فِی النَّاقُوْرِ یَوْمٌ عَسِیْرٌ عَلَی الْکَافِرِیْنَ غَیْرُ یَسِیْرٍ۔ یعنی مَیں وہ شخص ہوں کہ صور پھونکوں گا۔ اس روز جو کہ کافروں پر بہت سخت ہے۔ اور جس میں بالکل آسانی کا احتمال نہیں ہے۔

منقبت[۸۳]۔ قال امام المعشوقین کرّم اللہُ وجہہٗ اَنَا الْاِسْمُ الْاَعْظَمُ وَھُوَ کٓھٰیٰعٓصٓ۔ یعنی مَیں ہوں اسمِ اعظم کہ وہ کہٰیٰعص ہے۔

منقبت[۸۴]۔ قال امام المصلین کرّم اللہ وجہہٗ اَنَا الْمُتَکَلِّمُ فِیْ لِسَانِ صَبَآءِ عِیْسٰیؑ۔ اَنَا یُوْسُفُ الصِّدِّیْقُ۔ اَنَا الَّذِیْ تَابَ اللہُ لِیْ۔ اَنَا الَّذِیْ یُصَلِّیْ فِیْٓ اٰخِرِ الزَّمَانِ عِیْسٰیؑ فِیْ خَلْفِیْ اَنَا الْمُنْقَلِبُ فِی الصُّوَرِ۔ یعنی مَیں ہوں وہ شخص کہ عیسٰی کی بچپن کی زبان میں گویا ہُوا۔ میں ہوں یوسفؑ صدیق میں ہوں وہ شخص جس کی توبہ اللہ نے قبول کی۔ مَیں وہ شخص ہوں۔ کہ آخری زمانے میں عیسٰی میرے پیچھے نماز پڑھے گا۔ میں مختلف صورتوں میں پلٹنے والا ہوں۔ مولوی معنوی ارشاد فرماتے ہیں:۔

نظم

آں نکتۂ تحقیقِ حقائق بہ حقیقت — کز روئے یقیں مظہرِ حق بود علیؑ بُود
آں نقطۂ توحیدِ خدا کز دمِ احمدؐ — جز او نفسِ وحدتے نشنود علیؑ بُود
آں بود وجود دو جہاں کز رہِ معنیٰ — بے او نہ شُدے عالمِ موجود علیؑ بُود
آں نورِ مجرد کہ بُدا او در ہمہ حالت — با یوسف و با عیسٰی و با ہود علیؑ بُود
با مُلکِ سلیمانی و با عصمتِ یحییٰؑ — با منزلتِ آدمؑ و داود علیؑ بُود
آں روحِ مصطفےٰ کہ خداوند بہ قرآں — بنواخت بچند آیۂ دلبستو د علیؑ بُود
ہم صابر و ہم صادق و ہم قانت متفق — ہم ہادی و ہم شاہد و مشہود علیؑ بُود
ہم اول و ہم آخر و ہم ظاہر و باطن — ہم وعدہ و ہم موعد و موعود علیؑ بُود
ایں سر بشنو باز ز شمس الحق تبریز — کز نقدِ وجود دو جہاں سود علیؑ بُود

منقبت[۸۵]۔ قال امام الحافظین کرّم اللہ وجہہٗ اَنَا الْاٰخِرَۃُ وَالْاُوْلٰی اَنَا اُبْدِءُ وَاُعِیْدُ اَنَا فَرْعٌ مِّنْ فُرُوْعِ زَیْتُوْنَ وَقِنْدِیْلٌ مِّنْ قَنَادِیْلِ النُّبُوَّۃِ۔ یعنی مَیں ہوں آخرت۔ اور اولٰے یعنی دنیا۔ مَیں ہوں چیزوں کا پیدا کرنے والا۔ اور ان کو ظاہر کرنے والا میں ہوں ان کا اعادہ کرنے والا اور ان کا حشر کرنے والا۔ مَیں زیتون کی شاخوں میں سے ایک شاخ ہوں جس کی قسم خدا تعالیٰ نے قرآن مجید میں کھائی ہے۔ وَالتِّیْنِ وَالزَّیْتُوْنِ اور میں نبوت کی قندیلوں میں سے ایک قندیل ہوں کہ شمع رسالت

کو آفات کی ہواؤں سے محفوظ رکھتا ہوں۔

منقبت[۸۶]۔ قال امام الزّکیّین کرّم اللہ وجہہٗ اَنَا مُظْھِرُ الْاَشْیَآءِ کَیْفَ اَشَاءُ۔ **یعنی** میں ہوں چیزوں کا ظاہر کرنے والا اور موجودات کا پیدا کرنے والا جس طرح چاہوں۔

منقبت[۸۷]۔ قال امام النّاظرین کرّم اللہ وجہہٗ اَنَا الَّذِیْ اَرٰی اَعْمَالَ الْعِبَادِ لَا یَعْزُبُ عَنِّیْ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ **یعنی** مَیں ہوں وہ شخص کہ بندوں کے عملوں کو دیکھتا ہے مجھ سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں نہ زمین میں نہ آسمان میں۔

منقبت[۸۸]۔ قَالَ اِمَامُ الْخَاشِعِیْنَ کَرَّمَ اللہُ وجہہٗ اَنَا مِصْبَاحُ الْھِدَایَۃِ۔ اَنَا مِشْکٰوۃٌ فِیْھَا نُوْرُ الْمُصْطَفٰی اَنَا الَّذِیْ لَیْسَ شَیْءٌ مِنْ عَمَلِ عَامِلٍ اِلَّا بِمَعْرِفَتِیْ۔ **یعنی** مَیں ہوں چراغِ ہدایت میں ہوں وہ مشکوٰۃ (چراغ دان) جس میں محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور ہے۔ مَیں وہ شخص ہوں کہ کسی عمل کرنے والے کا عمل میری معرفت کے بغیر معتبر نہیں۔ اور پایۂ اعتبار سے ساقط ہے۔

منقبت[۸۹]۔ قال امام الرافعین کرّم اللہ وجہہٗ اَنَا خَازِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَنَا قَآئِمٌ بِالْقِسْطِ۔ اَنَا عَالِمٌ بِتَغَیُّرِ الزَّمَانِ وَحَدَثَانِہٖ اَنَا الَّذِیْ اَعْلَمُ عَدَدَ النَّمْلِ وَوَزْنَھَا وَمِقْدَارَ الْجِبَالِ وَوَزْنَھَا وَعَدَدَ قَطَرَاتِ الْاَمْطَارِ۔ **یعنی** میں ہوں آسمانوں اور زمین کا خزانچی کہ سب میری قدرت کے تصرف میں ہے۔ مَیں ہوں عدل کا قائم کرنے والا۔ میں زمانے کے ایک حال سے دُوسرے حال میں تبدیل ہونے اور اس کے حوادث سے خبردار اور آگاہ ہوں میں ہوں وہ شخص کہ چیونٹیوں کی تعداد اور اُن کے وزن اور پہاڑوں کی مقدار اور اُن کے وزن کو اور بارش کے قطروں کی شمار کو جانتا ہے۔

منقبت[۹۰]۔ قال امام الخاضعین کرّم اللہ وجہہٗ۔ اَنَا اٰیٰتُ اللہِ الْکُبْرٰی الَّتِیْ اَرٰھَا اللہُ فِرْعَوْنَ وَعَصٰی۔ **یعنی** مَیں اللہ تعالیٰ کی آیاتِ کبریٰ ہوں۔ جو اللہ نے فرعون کو دکھائیں اور اس فرعون نے عصیان اور نافرنی کی۔

منقبت[۹۱]۔ قَالَ اِمَامُ الْمُسَبِّحِیْنَ کَرَّمَ اللہ وجہہٗ اَنَا الَّذِیْ اَقْبَلَ اِلَی الْقِبْلَتَیْنِ وَاُحْیِیْ مَرَّتَیْنِ وَاُظْھِرُ الْاَشْیَاءَ کَیْفَ اَشَاءُ۔ **یعنی** مَیں ہوں وہ شخص جس نے دو قبلوں یعنی بیت المقدس اور کعبہ کی طرف مُنہ کیا ہے اور مَیں دو دفعہ زندہ کرتا ہوں۔ یہ نصیر کے مشہور و معروف قِصّے کی طرف اشارہ ہے۔ چنانچہ **آصفی** ذیل کے شعر میں اس مقولے کی خبر دیتا ہے ؎

زغمزہ ولب آں فتنۂ عجم دیدم ‏ ‏ ‏ زشہسوارِ عرب آنچہ بر نصیر گذشت

اور قصّۂ مذکورہ معجزات وخارق عادات کے باب میں انشاءاللہ اسانید صحیحہ کے ساتھ مفصّل طور پر ذکر کیا جائے گا۔

اور مَیں وہ شخص ہوں کہ چیزوں کو جس طرح چاہتا ہوں ظاہر کرتا ہوں۔

منقبت[۹۲]۔ قال امام المفلجین کرّم اللّٰہ وجہہٗ اَنَا الَّذِیْ رَمَیْتُ وَجْہَ الْکُفَّارِ کَفَّ تُرَابٍ فَرَجَعُوْا وَاَھْلَکُوْا اَنَا الَّذِیْ جَحَدَ وِلَایَتِیْ اَلْفُ اُمَّۃٍ فَمَسَخَھُمْ۔ **یعنی** مَیں وہ شخص ہوں کہ مَیں نے کفّار کے مُنہ پر خاک کی مُٹھی ڈالی پس وہ واپس ہوئے اور ہلاک ہوگئے۔ اور مَیں ہوں وہ شخص کہ پہلی اُمتوں میں سے ہزار امت نے میری ولایت کا انکار کیا۔ پس اللّٰہ تعالیٰ نے ان کو مسخ کردیا۔

منقبت[۹۳]۔ قال امام المشفّعین کرّم اللّٰہ وجہہٗ اَنَا الَّذِیْ سَالِفُ الزَّمَانِ وَخَارِجٌ وَظَاھِرٌ فِیْ اٰخِرِ الزَّمَانِ۔ **یعنی** مَیں وہ شخص ہوں کہ زمانے سے پہلے ہوں اور خروج کرنے والا ہوں۔ اور آخری زمانے میں ظاہر ہونے والا ہوں۔

منقبت[۹۴]۔ قال امام الورعین کرّم اللّٰہ وجہہٗ اَنَا قَاصِمُ فَرَاعِنَۃِ الْاَوَّلِیْنَ وَمُخْرِجُھُمْ وَمُعَذِّبُھُمْ فِی الْاٰخِرِیْنَ اَنَا مُعَذِّبُ الْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ مُخْرِجُھُمْ وَمُعَذِّبُ یَغُوْثَ وَیَعُوْقَ وَنَسْرًا وَقَدْ اَضَلُّوْا کَثِیْرًا۔ **یعنی** مَیں پہلے مشرکوں (فرعونوں) کی گردنیں توڑنے والا اور ان کی سلطنت سے ان کو نکالنے والا اور قیامت صغریٰ میں عذاب دینے والا ہوں۔ اور مَیں ہوں جبت اور طاغوت کو سزا دینے والا۔ اور ان کو خانہ کعبہ سے نکالنے والا۔ اور مَیں یغوث، یعوق اور نسر کو جو مشرکوں کے بت ہیں۔ عذاب دینے والا ہوں۔

منقبت[۹۵]۔ قال امام العالمین کرّم اللّٰہ وجہہٗ اَنَا مُتَکَلِّمٌ بِسَبْعِیْنَ لِسَانًا وَّمُفْتِیْ کُلِّ شَیْءٍ عَلٰی سَبْعِیْنَ وَجْھًا اَنَا الَّذِیْ اَعْلَمُ مَا یَحْدُثُ فِی اللَّیْلِ وَالنَّھَارِ اَمْرًا بَعْدَ اَمْرٍ وَشَیْئًا بَعْدَ شَیْءٍ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ۔ **یعنی** مَیں ہوں ستّر زبانوں میں بولنے والا۔ اور ہر چیز کا ستّر طور پر فتویٰ دینے والا۔ مَیں ہوں وہ شخص کہ جانتا ہوں ہر چیز کو جو رات اور دن میں ایک چیز کے بعد پیدا اور ظاہر ہوتی ہے۔ اور یہ تمام امور سے کنایہ ہے۔ یعنی میں ہر ایک امر کو جو قیامت تک واقع ہوگا۔ جانتا ہوں۔ **مولوی معنوی** فرماتے ہیں: **نظم**

قیومی و ہم اکرمی سلطانی و ہم اعظمی — بر جملہ عالم اعلیٰ اللّٰہ مولانا علیؑ

ہم انبیا گویا ز تو ہم اولیا دانا ز تو — ہم عارفاں شیدا ز تو اللّٰہ مولانا علیؑ

احساں ز تو ارکان تو برہان تو ایمان تو — ہم شمع و ہم ریحان ز تو اللّٰہ مولانا علیؑ

منقبت[۹۶]۔ قال امام العالمین کرّم اللّٰہ وجہہٗ اَنَا الَّذِیْ اَرٰی اَعْمَالَ الْخَلَائِقِ فِیْ مَشَارِقِ الْاَرْضِ وَمَغَارِبِھَا وَلَا یَخْفٰی عَلَیَّ شَیْءٌ مِّنْھُمْ **یعنی** مَیں وہ شخص ہوں کہ مشرقوں اور مغربوں میں مخلوقات کے عملوں کو دیکھتا ہوں اور اُن کی کوئی چیز مجھ پر پوشیدہ نہیں ہے۔ **مولوی معنوی** فرماتے ہیں۔ **نظم**

اے رہنمائے مومناں اللّٰہ مولانا علیؑ — اے ستر پوش غیب داں اللّٰہ مولانا علیؑ

دانندۂ راز ہمہ۔ انجام وآغاز ہمہ لے قدر واعزاز ہمہ اللہ مولا علیٰ

منقبت ۹۷۔ قال امام المکبرین کرّم اللہ وجہہٗ اَنَا الَّذِیْ عِنْدِیْ اِثْنَانِ وَسَبْعُوْنَ اِسْمًا مِنَ الْعِظَامِ۔ **یعنی** مَیں وہ شخص ہوں کہ میرے پاس اسمائے اعظم الٰہی سے بہتّر اسم ہیں۔

منقبت ۹۸۔ قال امام الاطہرین کرّم اللہ وجہہٗ اَنَا الْکَعْبَۃُ الْحَرَامُ وَالْبَیْتُ الْحَرَامُ وَالْبَیْتُ الْعَتِیْقُ اَنَا الَّذِیْ یُمَلِّکُنِیَ اللہُ شَرْقَ الْاَرْضِ وَغَرْبَہَا مِنْ طَرْفَۃِ عَیْنٍ وَلَمْحِ الْبَصَرِ۔ **یعنی** مَیں ہوں کعبۃ الحرام اور بیت الحرام اور بیت العتیق کہ تینوں نام کعبہ شریف کے ہیں۔ اور مَیں وہ شخص ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو ایک چشم زدن میں مشرق اور مغرب یعنی تمام روئے زمین کا مالک کریگا۔

منقبت ۹۹۔ قال امام الافضلین کرّم اللہ وجہہٗ اَنَا مُحَمَّدُ الْمُصْطَفٰے۔ اَنَا عَلِیُّ الْمُرْتَضٰی کَمَا قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ عَلِیٌّ ظَہَرَ مِنِّیْ اَنَا الْمَمْدُوْحُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ اَنَا الْمَعْنِیُّ الَّذِیْ لَا یَقَعُ عَلَیَّ اِثْمٌ وَّ شُبْہَۃٌ۔ **یعنی** مَیں ہوں محمد مصطفےٰ۔ مَیں ہوں علیؑ مرتضیٰ چنانچہ آنحضرت نے فرمایا ہے کہ علیؑ مجھ سے ظاہر ہُوا ہے۔ مَیں وہ شخص ہوں کہ رُوح القدس سے میری مدح کی گئی ہے۔ مَیں وہ صاحب فراست ہوں کہ کوئی گناہ اور اشتباہ مجھ پر واقع نہیں ہوتا۔

منقبت ۱۰۰۔ قَالَ امام الاکملین کرّم اللہ وجہہٗ اَنَا اُظْہِرُ الْاَشْیَآءَ الْوُجُوْدِیَّۃَ کَیْفَ اَشَاءَ فِیْہَا۔ **یعنی** مَیں وہ شخص ہوں کہ اشیاء وجودیہ کو جس طرح چاہتا ہوں ظاہر کرتا ہوں۔

صَدَقَ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ اِمَامُ الْمُتَّقِیْنَ وَخَیْرُ الْوَصِیِّیْنَ وَ اَفْضَلُ النَّاسِ بَعْدَ خَیْرِ النَّبِیِّیْنَ صَلٰوۃُ اللہِ عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْنَ ؂

مولوی معنوی فرماتے ہیں۔

نظم

آں امام مبین وَلیِ خدا — آفتابِ وجود اہلِ صفا
آں امامے کہ قائم است بحق — در زمین و زماں و ارض وسما
ذات او ہست واجب العصمت — او منزّہ ز شرک و کفر و ریا
عالم وحدت است مسکن او — اُو بروں از صفات ما فیہا
اوست جان حقیقت انساں — جملہ فانی شوند او بر جا
جُنبش او بود ز حیؑ قدیم — گردش او بود بہ مُلکِ بقا۔
ذاتِ سبحان است باقی وبیچوں — داں صفاتش علیؑ عالی را
نیست خالی صفاتِ او از ذات — ہست ممسوس او بذاتِ خدا

اُوست آں گنج مخفی لاہُوت — کہ زحق اُو بحق شدہ پیدا
نقدِ آن گنج علم بے پایاں — نیست دیگر بجز علیؑ عُلیٰ
حکمتِ او جز اوند اندکس — کو حکیم است و عالم اشیا
اوّلِ حق بود بلا اوّل — آخرِ حق بود بلا اخرٰی
ناصرِ انبیا است او آلحق — اولیا راست دیدۂ بینا
اُو بحق حاضر است در کونین — بہ یقین داں کہ اوست بدرِ دُجیٰ
او بحق است و حق ازو ظاہر — او بحق است جا وداں بہ بقا
لمعۂ نورِ روئے او کردہ — آفتاب از ضیائے خود شیدا
بود از نورِ او دل آدمؑ — کہ شدہ تاجِ مظہرِ اسما
بے ولائے علیؑ بحقِ خدا — ننہد در بہشت آدمؑ پا
مُطلع گشتہ است بر ہمہ شے — آدم از علم آں امام بقا
سجدہ کردند مَر ورا ملکوت — زانکہ بد نورِ خالقِ یکتا
ذررہِ قدسِ عالمِ جبروت — انبیا را دلیل و راہنما
شیثؑ در خم بدید نورِ علیؑ — گشت ازاں نورِ عالمِ اعلیٰ
نوحؑ ازو یافت ہرچہ مے طلبید — تا رسیدش بمنزلِ عُلیا
کرد ذکرش خلیل در پلّہ — شد بر و نار لالہ حمرا
جملہ نسرین و سنبل و گُل شد — نارِ نمرود بر خلیلِؑ خدا
و بہ او کرد بے شک اسمٰعیلؑ — گشت قرباں کبش او بصفا
بس کہ نالید پیش او یعقوبؑ — بوئے یوسفؑ شنید و شد بینا
نورِ او دید موسٰے عمران — گشت والہ در آں شبِ یلدا
اربعینے فتادہ بُد بے خود — گشتہ مستغرقِ وصال و لقا
گفت یارب مرا نشانے دِہ — گفت داوم ترا یدِ بیضا
بود با جملہ انبیاء در سِرّ — گشت با ذاتِ مصطفٰے پیدا
در شریعت در مدینۂ علم — در حقیقت امیرِ ہر دُوسرا
لطفِ او بود ہمدمِ مریمؑ — گشت عیسٰی ازاں سبب پیدا

سِرّ او دید سیدِ کونین | در شبِ قرب در مقامِ دنے
از علیؑ مے شنید نطق علیؑ | بعلیؑ جز علیؑ بنود آنجا
او علیؑ است و ابنِ عمِ رسولؐ | اُوست والی و شوہر زہراؑ
رہرواں طالبند اُو مطلوب | عارفاں صامت اند اُو گویا
خلق جہال اُو بُود عالِم | غیر ناداں داو بود دانا
عِلمِ جاوید شد برش روشن | کرو تحقیق رمزِ ما اَوحیٰ
اُوست مقصودِ کل موجودات | اوست واقف زگنج ہائے خدا
ذرّۂ نیست بے مشیّت اُو | تا ثریّا ز فوقِ تحتِ ثریٰ
خاصۂ عِلم واحدیت اُوست | کردہ اُو قصرِ دین و شرع بنا!
اوّل و آخر او بود در دیں | ظاہر و باطن اُو بُود بخدا
تا نہ دانی تو سرِّ ایں معنی | نہ رسی در ولایت والا!
گر تولّا کنی بہ حیدر کن | تا برندت بہ جنۃ الماویٰ
روحِ اعظم بہ گِردِ مرقدِ اُو | دائماً در طواف و ذکر و دُعا
گفت احمدؐ خود از سرِ تحقیق | بو تراب است شاہِ ہر دو سرا
گر شود ر دشنت کہ والی اُوست | بامن اے خواجہ کم کُنی غوغا!
مومناں جملہ رو بہ اُو دارند | کہ امیر است وہادیِ والا!
ماہمہ ذرّہ ایم واُو خورشید | ماہمہ قطرہ ایم و او دریا!
ماہمہ مُردہ ایم اُو زندہ | ماہمہ پست ایم وا و اعلےٰ
ماہمہ غافلیم و او آگاہ | ماہمہ فانی ایم و او بہ بقا
شمس دیں چونکہ صادقی در عشق | جان فدا کن برائے مولانا
تا شود جانب واصلِ جاناں | تا رسد قطرہ ات سوئے دریا
بندۂ خاندان بجاں مے باش | گر بخواہی رسی بہ تحتِ لوا

منقبت۔ مسند احمد حنبل میں ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ مَیں نے امیر المومنینؑ سے سُنا کہ فرماتے تھے۔

اَنَا عَبْدُ اللّٰہِ وَاَخُ رَسُوْلِ اللّٰہِ وَاَنَا الصِّدِّیْقُ الْاَکْبَرُ لَا یَقُوْلُھَا غَیْرِیْ اِلَّا کَاذِبٌ مُفْتَرٍ۔ یعنی مَیں ہوں عبداللہ یعنی قطبِ زماں۔ اور برادرِ رسولِ خدا یعنی قائم مقام حبیب رحمان

اور مَیں ہوں صدیق اکبر۔ میرے سوا اس کلمے کو کوئی شخص زبان پر نہ لائے گا۔ مگر یہ کہ وہ مفتری اور کاذب ہوگا۔

مولف کتاب عرض کرتا ہے کہ عبداللہ کا نام اقطاب (جمع قطب) سے مخصوص ہے۔ اسی لئے بڑے بڑے انبیا علیہم السلام کو جو اقطاب زماں تھے۔ قرآن میں جہاں ذکر کیا ہے۔ عبداللہ کے نام سے نامزد فرمایا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ عیسیٰ علیہ السلام کی نقل قول کرتے ہوئے فرماتا ہے۔ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰہِ اٰتٰنِیَ الْکِتٰبَ وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا (یعنی میں عبداللہ ہوں۔ خدا نے مجھ کو کتاب عطا فرمائی ہے اور مجھ کو نبی بنایا ہے)

منقبت [۱۲]۔ مصابیح القلوب۔ سیر النبی اور کفایۃ المومنین میں امام حسین علیہ السلام سے مروی ہے کہ ایک روز میرے والد بزرگوار دریائے فرات کے کنارے پر غسل کرنے کے لئے پانی میں اترے۔ ناگاہ ایک موج اٹھی اور آپ کے پیراہن مبارک کو بہا کر لے گئی۔ جب پانی سے باہر تشریف لائے۔ تو ایک ہاتف غیبی نے آواز دی۔ اُنْظُرْ عَنْ یَمِیْنِكَ وَخُذْ مَا تَرٰی۔ (یعنی اپنی دائیں طرف نظر کر اور جو ملے لے لے) جب حضرتؑ نے دائیں طرف نگاہ کی۔ تو دیکھا کہ ایک پیراہن دیبا کے پارچے میں لپٹا ہوا ہے۔ آپ نے اس کو لے لیا۔ ایک پارچہ اس کے گریبان سے گرا۔ جس پر لکھا تھا۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ هٰذِهٖ هَدِیَّةٌ مِّنَ اللّٰہِ الْعَزِیْزِ الْحَكِیْمِ اِلٰی عَلِیِّ بْنِ اَبِیْطَالِبٍ هٰذَا قَمِیْصُ یُوْرَثُ عِمْرَانَ كَذٰلِكَ اَوْرَثْنَاهَا قَوْمًا اٰخَرِیْنَ۔ **یعنی** یہ تحفہ خداوند عزیز حکیم کی طرف سے علیؑ بن ابی طالب کی طرف ہے۔ یہ ہدیہ قمیص ہے۔ جو عمران کو میراث میں دی گئی ہے اسی طرح ہم اس کو دوسرے لوگوں کو میراث میں دیتے ہیں۔

منقبت [۱۳]۔ حبیب السیر جلد دوم اور مناقب ابن مردویہ میں انسؓ بن مالک سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ بہشت میری امت کے چار شخصوں کی مشتاق ہے۔ **راوی** کہتا ہے کہ میں نے چاہا کہ معلوم کروں کہ وہ چار کون کون ہیں۔ یہ سوچ کر میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس گیا۔ اور اس سے کہا۔ کہ رسولِ خدا نے فرمایا ہے کہ:۔ اِنَّ الْجَنَّةَ تَشْتَاقُ اِلٰی اَرْبَعَةٍ مِّنْ اُمَّتِیْ۔ جنت میری امت کے چار شخصوں کی مشتاق ہے۔ آنحضرتؐ سے پوچھو کہ وہ چار شخص کون کون سے ہیں؟ ابوبکرؓ نے جواب دیا۔ مجھے اس بات کا خیال ہے کہ اگر میں ان چار شخصوں میں سے نہ ہُوا۔ تو بنو تیم مجھ کو ملامت کریں گے۔ تب عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس گیا۔ اور حدیث مذکور بیان کی۔ اس بزرگوار نے بھی وہی جواب دیا کہ مجھے یہ خیال ہے کہ اگر میں ان چاروں میں نہ ہُوا۔ تو بنی امیہ مجھے طعن اور ملامت کریں گے۔ تب میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گیا۔ اور حدیث مذکور ان سے بیان کر کے وہی درخواست کی۔ اس بزرگ نے بھی یہ جواب دیا۔ کہ مجھے خوف ہے کہ اگر میں ان چار میں داخل نہ ہُوا۔ تو بنی عدی مجھ پر آوازے کسیں گے۔ اور رمز وکنایہ سے طعن وملامت کریں گے۔ یہ جواب سُن کر امیر المومنین علیؑ کی خدمت میں جا کر سارا حال عرض کیا۔ امیر نے فرمایا۔ خدا کی قسم میں رسولِ خدا سے ضرور دریافت کروں گا۔ اگر میں ان چار میں داخل ہُوا۔ تو حمدِ الٰہی بجا لاؤں گا۔ اور اگر نہ ہُوا تو خدائے بزرگ و برتر سے درخواست

کروں گا کہ مجھ کو بھی ان میں داخل کرے۔ یہ کہہ کر رسولِ خدا کی طرف روانہ ہوئے۔ مَیں بھی آپ کے ہمراہ چلا۔ یہاں تک کہ آنحضرتؐ کے دولت سرا میں داخل ہُوئے۔ اس وقت سَرِ مبارک وحیہؓ کلبی کی گود میں تھا۔ جب وحیہ کلبی نے امیرؑ کو دیکھا۔ سلام کر کے عرض کی۔ اپنے پسرِعم کا سَرِ مبارک لیجئے۔ کیونکہ آپ مجھ سے زیادہ اس کے حق دار ہیں۔ جب رسولؐ خدا بیدار ہُوئے۔ تو اپنا سر علیؑ مرتضیٰ کی آغوش میں پایا۔ ارشاد فرمایا۔ اے بھائی اس وقت ایک حاجت تم کو میرے پاس لائی ہے۔ عرض کی۔ یا رسولؐ اللہ! جب مَیں دولت خانۂ والا میں داخل ہُوا۔ تو آپ کا سرِ مبارک وحیہ کلبی کے زانو پر تھا۔ اس نے مجھ پر سلام کر کے کہا۔ اپنے پسرِعم کا سرِ مبارک لیجئے۔ کیونکہ آپ میری نسبت اس کام کے زیادہ حق دار اور سزاوار ہیں۔ فرمایا۔ اے بھائی! تم نے اس کو پہچانا؟ عرض کی رسولؐ خدا بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا۔ وہ جبرئیلؑ تھے۔ امیرؑ نے عرض کی یا رسولؐ اللہ۔ انس نے مجھ کو آگاہ کیا کہ رسولؐ خدا نے فرمایا ہے کہ بہشت امّتِ محمدی میں سے چار شخصوں کی آرزومند اور مشتاق ہے۔ یا حضرتؐ! وہ چار شخص کون کون سے ہیں۔ آنحضرتؐ نے دستِ حق پرست سے تین دفعہ امیرالمؤمنین کرم اللہ وجہہٗ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا۔ خدا کی قسم! تو ان چاروں شخصوں میں اوّل ہے۔

منقبت ۱۰۱۔ مناقب حافظ ابن مردویہ میں ابن عباس اور ابن مسعود رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ ایک دن علیؑ محمدؐ مصطفےٰ کے دولت سرا میں داخل ہوئے۔ اس وقت عائشہ رضی اللہ عنہا آنحضرتؐ کے پاس تھیں۔ پس امیرالمؤمنینؑ سیّدالمرسلینؐ اور امّ المسلمینؓ کے بیچ میں بیٹھ گئے۔ عائشہؓ نے کہا۔ اے علیؑ یہ تمہارا مقام نہیں ہے آنحضرتؐ نے فرمایا۔ اے عائشہ۔ اس بات کو چھوڑ دے۔ اور خاموش ہو جا۔ اور میرے بھائی کو رنجیدہ کر کے مجھے رنجیدہ نہ کر۔ یہ مؤمنوں کا امیر اور مسلمانوں میں سب سے بہتر اور ان لوگوں کا سردار اور پیشوا ہے۔ جن کے ہاتھ پاؤں اور چہرے نورانی ہیں۔ یہ قیامت کے روز صراط پر مقیم ہوگا۔ اور اپنے اولیا اور دوستوں کو بہشت میں داخل کرے گا اور دشمنوں کو دوزخ میں ڈالے گا۔ شافعی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ **شعر**

علی حُبّہٗ جُنّہ ۔۔۔ قَسِیْمُ النَّارِ وَالْجَنَّہ
وَصِیُّ الْمُصْطَفٰے حَقًّا ۔۔۔ اِمَامُ الْاِنْسِ وَالْجِنَّہ

حکیم سنائی فرماتے ہیں:۔

نائب کردگار حیدر بود ۔۔۔ صاحب ذوالفقار حیدر بود
مہر و کینش دلیلِ منبر و دار ۔۔۔ حلم و خشمش قسیم جنّت و نار

منقبت ۱۰۲۔ اوسط طبرانی۔ مستدرک حاکم اور صواعق محرقہ میں امّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے وہ فرماتی ہیں کہ۔ کَانَ رَسُوْلُ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اِذَا غَضِبَ لَمْ یَجْتَرِءْ اَحَدٌ یُکَلِّمُہٗ اِلَّا عَلِیٌّ۔

یعنی جب رسولِ خدا غضب ناک ہوتے تھے تو علیؑ مرتضٰی کے سوا اور کوئی آنحضرت سے کلام کرنے کی دلیری نہ کرسکتا تھا۔

منقبت ۱۶۰۔ مصابیح۔ مشکوٰۃ۔ روضۃ الاحباب۔ حبیب السیر اور معارج النبوۃ میں جابر بن عبداللہ انصاری رضؓ سے مروی ہے کہ طائف کے محاصرے میں رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علیؑ مرتضٰی سے راز کے طور پر باتیں کر رہے تھے۔ جب راز بیانی میں بہت طول ہو گیا۔ تو لوگوں نے کہا۔ عجب لمبا چوڑا راز اپنے پسرِ عم سے بیان کیا جا رہا ہے۔ رسولؐ دلوں کے حالات پر واقف ہو کر ارشاد فرمایا۔ مَا انْتَجَيْتُهٗ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ انْتَجَاهُ یعنی میں نے خود اس سے راز بیان نہیں کیا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ اس سے راز بیان کر رہا تھا۔ اسی وجہ سے حکیم سنائی فرماتے ہیں۔ مثنوی

محرمِ او بود کعبۂ جاں را — محرمِ او گشتہ سرِّ یزداں را

کاتبِ نقشِ خانۂ تنزیل — خازنِ گنج نامۂ تاویل

راز دادِ خدائے پیغمبر — راز دارِ پیمبرش حیدر

منقبت ۱۶۱۔ کنز العباد اور ہدایۃ السعداء میں منقول ہے کہ ایک روز جناب سرورِ کائنات علیہ افضل الصلوات واکمل التحیات نے پانچ دفعہ سجدہ کیا۔ اصحاب نے عرض کی۔ یا رسولؐ اللہ! آپ کے سجدوں کا کیا باعث ہے۔ فرمایا جبرئیلؑ نے آکر بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ علیؑ کو دوست رکھتا ہے۔ مَیں نے سجدہ کیا۔ جب سجدہ سے سر اٹھایا۔ تو کہا کہ فاطمہؑ کو دوست رکھتا ہے۔ یہ سُن کر مَیں نے پھر سجدہ کیا۔ جب سجدہ دوم سے فارغ ہُوا۔ تو کہا کہ حسنؑ اور حسینؑ کو دوست رکھتا ہوں یہ سُنتے ہی میں نے سجدہ کیا۔ جب سجدے سے فراغت پائی۔ تو کہا خدا ان لوگوں کو دوست رکھتا ہے جو ان کے دوست ہیں۔ مَیں نے پھر سجدہ کیا۔ جب سجدہ کر چکا۔ تو جبرئیلؑ نے کہا کہ خدا ان کے دوستوں کے دوستوں کو دوست رکھتا ہے۔ یہ سُن کر میں نے پھر سجدہ کیا۔

منقبت ۱۶۲۔ مسند احمد بن حنبل اور صحاح ستہ میں انس بن مالک سے مروی ہے کہ جب عبداللہ بن عباس کو نزع کا وقت پہنچا۔ تو بارگاہِ الٰہی میں متوجہ ہو کر عرض کی۔ اے خدا! مَیں علیؑ بن ابی طالب کی دوستی سے تیری جناب میں تقرب چاہتا ہوں۔

منقبت ۱۶۳۔ کشف الغمہ۔ مناقب خوارزمی اور حبیب السیر میں امام حسن عسکری رضوان اللہ علیہ سے مروی ہے کہ شاہِ ولایت پناہ جناب سیدالمرسلین کی حیات میں امیرالمومنین کے لقب سے ملقب تھے۔ اور اس کا قصہ یوں ہے کہ ایک دن رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اے بھائی آفتاب جہانتاب سے کلام کر کہ وہ بھی تجھ سے کلام کریگا۔ امیرالمومنین آفتاب سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا الْعَبْدُ الْمُطِيْعُ لِلّٰهِ۔ سلام ہو تجھ پر اے خدا کے فرمانبردار بندے) آفتاب نے جواب میں کہا۔ عَلَيْكَ السَّلَامُ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِمَامَ الْمُتَّقِيْنَ وَقَائِدَ الْغُرِّ الْمُحَجَّلِيْنَ۔ (تجھ پر بھی سلام ہو اے مومنوں کے حاکم اور پرہیزگاروں کے امام

اور نیکوکار سفید رو نورانی لوگوں کے پیشوا اور رہبر) بعد ازاں کہا۔ یا علیؑ تو اور تیرے دوست بہشت میں ہوں گے اور قیامت کے دن پہلے پہل وہ زمین شق ہوگی۔ جس میں محمدؐ مصطفٰے مدفون ہوں گے بعد ازاں تیری قبر شگافتہ ہوگی۔ اور پہلے پہل جو شخص لباسِ حیات سے آراستہ ہوگا۔ محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوں گے۔ بعد ازاں تجھ کو زندہ کیا جائے گا۔ جب آفتاب نے یہ مژدہ اور بشارت سُنائی۔ تو امیرالمومنین قبلہ رو ہو کر سجدہ بجا لائے۔ اور چشم مبارک سے آنسو جاری ہوئے رسول نے فرمایا۔ یَا اَخِیْ وَحَبِیْبِیْ اِرْفَعْ رَأْسَكَ فَقَدْ بَاہَی اللّٰہُ بِكَ اَهْلَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ۔ **یعنی** اے بھائی اور دوست اپنا سر اٹھا کہ اللہ تعالیٰ تیری وجہ سے ساتوں آسمانوں والوں کو رُلا رہا ہے۔

مولف۔ عرض کرتا ہے کہ احسن الکبار میں مرقوم ہے کہ آفتاب نے امیرالمومنینؑ سے سات دفعہ کلام کیا۔

منقبت[۱۱۰]۔ مناقب خطیب خوارزمی۔ مناقب ابن مردویہ۔ بحر المناقب۔ حلیۃ الاولیاء اور احسن الکبار میں انس بن مالک سے روایت ہے۔ کہ رسولؐ نے مجھ سے ارشاد فرمایا۔ کہ اے انس میرے لیئے پانی تیار کر جب میں نے تعمیلِ ارشاد کی۔ وضو کر کے نماز پڑھی۔ بعد ازاں ارشاد فرمایا پہلے پہل جو کوئی آج کے دن میرے پاس آئے وہ امیرالمومنین اور سید المسلمین اور خاتم الوصیین اور امام الغر المحجلین ہے۔ مَیں نے عرض کی میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔ وہ کون شخص ہوگا؟ فرمایا۔ ابھی اسی وقت آتا ہے۔ اسی اثناء میں امیرالمومنینؑ نے آکر آنحضرت صلعم کے دروازہ پر ہاتھ مارا۔ فرمایا۔ یہ ہے امیرالمومنین۔ خیر الوصیین۔ اور خاتم النبیین کے بعد سب آدمیوں سے اولیٰ اور افضل۔ **بیت** (مولف)

بود زیبندہ بفرقش تاج دین! زانکہ بے شک بود امیرالمومنینؑ

بعد ازاں۔ حضرتؐ نے اُٹھ کر امیرالمومنینؑ سے معانقہ فرمایا۔ اور اپنے روئے مبارک کا عرق آپ کے چہرۂ انور پر ملا۔ اور اُن کے روئے پُر نور کا عرق اپنے مُنہ پر۔ یہ شفقت اور مرحمت دیکھ کر امیرؑ نے عرض کی۔ یا رسولؐ اللہ! اس مہربانی اور التفات کا باعث کیا ہے فرمایا۔ اے بھائی! مَیں کس طرح تجھ سے مہربانی سے پیش نہ آؤں حالانکہ تو میرے دین کے احکام جانتا ہے۔ اور میری بات امت کو پہنچانے والا ہے۔ اور اس معنی کو بیان کرنے والا ہے۔ جس میں میرے بعد اختلاف کریں گے۔

منقبت[۱۱۱]۔ صحیح ترمذی۔ صحائف۔ مشکوٰۃ۔ ہدایۃ السعداء اور حبیب السیر جلد دوم میں انسؓ سے مروی ہے۔ کہ ایک روز بھنا ہُوا پرندہ نبی آخر الزمان علیہ صلوات الرحمٰن کی خدمت بابرکت میں پیش کیا گیا۔ آنحضرتؐ نے آسمان کی طرف مُنہ کر کے یوں دُعا فرمائی۔ اَللّٰهُمَّ ائْتِنِیْ بِاَحَبِّ خَلْقِكَ اِلَیْكَ یَأْكُلُ مَعِیَ هٰذَا الطَّیْرَ۔ **یعنی** اے خدا اپنی مخلوقات میں سے جو تیرے نزدیک سب سے زیادہ تیرا دوست ہو۔ اس کو میرے پاس بھیج دے تاکہ وہ اس پرندے کو میرے ساتھ مِل کر تناول کرے۔ اسی وقت امیرالمومنینؑ جناب سید المرسلینؐ کے پاس حاضر

ہوئے اور سر دارِ ابرار نے حیدرِ کرار کے ساتھ مل کر اس مرغِ بریاں کو تناول فرمایا۔

منقبت ۱۱۲۔ شرح خافقیہ میں مرقوم ہے کہ جناب امیرؑ کو مرتضیٰ اس سبب سے کہتے ہیں کہ ہمیشہ حق تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی میں تھے۔ اور آنحضرتؐ بھی ان سے راضی اور شاکر تھے۔

منقبت ۱۱۳۔ صحاح ستہ۔ مشکوۃ۔ مصابیح۔ دستور الحقائق۔ صحائف۔ صواعق محرقہ۔ مسند احمد بن حنبل۔ اوسط طبرانی۔ مسند بزاز۔ تشریح۔ شرح لامیہ۔ ہدایۃ السعداء (بزبان عربی) حبیب السیر۔ روضۃ الاحباب اور معارج النبوۃ (بعبارت فارسی) میں اسانید صحیحہ کے ساتھ اس طرح منقول ہے کہ تواتر وارد ہوا ہے کہ امیر المومنینؑ کو **کرار** کا خطاب مستطاب اس روز عطا ہوا۔ جبکہ جنگِ خیبر میں آنحضرتؐ نے عمر رضی اللہ عنہ کو سردارِ لشکر بنا کر بھیجا۔ جب وہ بزرگوار فرار کر آئے۔ تو ابو بکر صدیقؓ کو امیرِ لشکر مقرر کرکے بھیجا۔ اس بزرگ نے بھی شکستِ عظیم کھائی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمرؓ کی التماس کے موافق پھر ان کو امیرِ لشکر بنا کر روانہ کیا۔ جب پھر بھی لشکرِ اسلام نے شکست کھائی۔ اور حضرت عمرؓ دوبارہ بھی ناکام واپس تشریف لائے۔ تو آنحضرتؐ نے اپنی زبان معجز بیان سے ارشاد فرمایا۔ لَاُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ غَدًا رَجُلًا كَرَّارًا غَيْرَ فَرَّارٍ يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيُحِبُّهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ۔ **یعنی** کل میں ضرور علم ایسے مرد کو عطا کروں گا۔ جو بار بار اور بتکرار حملے کرتا ہے۔ اور فرار کرنے والا اور بھاگ کر آنے والا نہیں۔ اور وہ خدا اور اُس کے رسولؐ کو دوست رکھتا ہے۔ اور خدا اور اس کا رسولؐ اس کو دوست رکھتے ہیں۔ **نیز** شرح لامیہ میں منقول ہے کہ امیر المومنینؑ کو **کرار** اس وجہ سے کہتے ہیں کہ کافروں پر بار بار اور بتکرار حملہ کیا کرتے تھے۔ اور کسی جنگ اور معرکے میں فرار نہیں کیا۔

نیز صاحب **نزہۃ الارواح** فرماتے ہیں وہ سرورِ مطلبی۔ وہ ابنِ عم نبیؐ۔ وہ شجرۂ ولایت۔ وہ فرع ثمرہ نہایت وہ جس کے بغیر شہر علم کو دروازے کی ضرورت ہے۔ وہ جس کے ہوتے قصرِ دین کو کسی در کی حاجت نہیں۔ وہ شیر مرد جس نے کسی معرکے میں کسی طرح بھی پیٹھ نہ دکھائی۔ وہ شیر جس نے کسی موقع پر بھی کسی کی پیٹھ کی طرف رُخ نہ کیا۔ وہ پُر دل جو ایک نعرۂ مردانہ سے لشکرِ عظیم کو دوپارہ کرتا۔ وہ صفدر دلاور جو ایک حملے میں نو قلعوں کو اُلٹ پلٹ کر دیتا تھا۔ اس کی بات یک رُویہ تھی۔ اس سبب سے دوستوں کے دلوں میں بیٹھ جاتی تھی۔ اور اس کی تلوار دو رویہ تھی اس سبب سے دشمنوں کو شکست دیتی تھی۔

قطعہ

شیرِ یزداں کز نہیب خنجرش — خصم را افسردہ خون در حنجرہ
بود آسیب او بیش از اجل — جان از غریٰ در غرغرہ!
اوست قلب لشکرِ اسلام از آں — مُہر دیں بے مہر او نامد سرہ
بر فرازِ قدرِ عالی منظرش — من نہ گویم آسماں را کنگرہ

چوں کم از یک نقطہ موہوم شد　　در محیطِ مرکزشش نہ دائرہ

اور متوجہ جمال ازلی شاہ نعمت اللہ ولی ارشاد فرماتے ہیں۔

احمدؐ مرسل امامِ انبیاست　　حیدرِ کرّار قطب اولیاست

از چہ رو کرّار خوانند شاہ را　　کج نہ گویم من بگویم با تو راست

بارہا درکسوتِ پیغمبراں!　　آمد و شد این دلیل منتہاست

بارہا پوشیدہ دلق آدمی　　آں علیؑ کہ شہسوارِ لافتی ست

منقبت ۱۱۴۔ دستور الحقائق اور گنج الاسرار میں مرقوم ہے کہ امیرالمومنینؑ اس وقت اسداللہ الغالب کے لقب سے ملقب ہوئے کہ جب سیّدِ کائنات معراج کو تشریف لے گئے۔ تو بارگاہِ کبریا میں ایک شیر دیکھا۔ جو نور کی زنجیروں سے بندھا ہوا ہے۔ حضرتؐ ہر بار آگے بڑھنا چاہتے تھے۔ مگر شیر حملہ کرتا تھا۔ جبرئیلؑ سے پوچھا۔ اے بھائی! یہ شیر کیا چاہتا ہے؟ عرض کی یا رسولؐ اللہ! ذرا غور فرمائیے۔ شاید دنیا کے مال میں سے کوئی زائد چیز آپ کے ہمراہ ہے؟ جب آپ نے غور سے دیکھا۔ آپ کے دستِ حق پرست میں ایک انگوٹھی تھی۔ وہ نکال کر شیر کی طرف ڈال دی۔ جب حضرتؐ معراج سے واپس تشریف لائے۔ امیرالمومنینؑ نے مبارکباد عرض کرنے کے بعد انگوٹھی سامنے دھر دی۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ جَزَاكَ اللّٰهُ فِی الدَّارَیْنِ خَیْرًا یَا اَسَدَ اللّٰهِ الْغَالِبِ۔ (اے اسداللہ الغالب خدا تجھے دونوں جہاں میں جزائے خیر دے)۔ **بیت**

علیؑ مرتضیٰ گر نیست شیرِ حضرت یزداں　　شبِ معراج چوں خاتم گرفت از دستِ آں سرورؐ

منقبت ۱۱۵۔ صحیح بخاری، صحیح مسلم، صواعق محرقہ، روضۃ الاحباب۔ روضۃ الشہداء اور معارج النبوۃ میں منقول ہے کہ غزوۂ ذوالعشیرہ میں جب سیّد کائناتؐ صلح اور معاہدہ کر کے مدینہ سکینہ میں واپس تشریف لائے۔ اس سفر ظفر اثر میں آپ نے امیرالمومنینؑ کی کنیت ابوتراب مقرر فرمائی۔ عمار یاسرؓ کہتے ہیں کہ میں اور امیرالمومنینؑ ایک درخت خرما کے نیچے سو کر گرد میں آلودہ ہو رہے تھے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے سرہانے تشریف لائے اور امیرؑ سے فرمایا۔ قُمْ یَا اَبَا تُرَابِ (اے ابوتراب اُٹھ) اور فرمایا۔ اے بھائی! میں تجھ کو اس شخص سے خبردار کروں؟ جو سب آدمیوں سے زیادہ تر بدبخت اور شقی ہے۔ عرض کی۔ ہاں فرمائیے۔ فرمایا۔ وہ شخص ہیں۔ **ایک** وہ شخص جس نے ناقۂ صالح کو پے کیا **دوسرا** وہ شخص جو تیری داڑھی کو تیرے خون سے رنگین کرے گا۔ حضرت یہ فرماتے تھے اور اپنا دستِ حق پرست امیرالمومنینؑ کے سر اور منہ پر پھیرتے تھے۔ اور **ملا عبدالرحمٰن جامی** نے **شواہد النبوۃ** میں روایت کی ہے کہ ایک روز سیّد کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب سیّدۃ النساء علیہا التحیۃ والثناء کے دولت سرا میں تشریف لا کر پوچھا۔ کہ اے فاطمہؑ میرے چچا کا بیٹا کہاں ہے؟ عرض کی۔ مجھ میں اور اس میں کچھ

بات چیت ہوئی تھی۔ اس پر اس بزرگوار نے گھر میں قیلولہ نہ فرمایا۔ آنحضرت باہر تشریف لے گئے۔ اور تلاش میں مصروف ہوئے۔ ایک شخص نے عرض کی کہ امیرالمومنینؑ فلاں جگہ سو رہے ہیں سیّدالمرسلینؐ وہاں تشریف لے گئے دیکھا کہ ردائے مبارک آپ کے کندھے سے گر پڑی ہے۔ حضرتؐ اپنے دستِ مبارک سے مٹی بدن شریف امیرالمومنینؑ سے جھاڑتے تھے اور فرماتے تھے۔ قُمْ یَا اَبَا تُرَابٍ (اے ابوتراب اُٹھ) **کہتے** ہیں کہ اس روز سے امیرالمومنینؑ کو کوئی کنیت اور نام ابوتراب سے بڑھ کر بھلا معلوم نہ ہوتا تھا۔

مولف عرض کرتا ہے۔ چونکہ دونوں روایتوں میں بڑا فرق تھا۔ اس لئے دونوں کو درج کر دیا گیا۔ اور بعید نہیں ہے کہ سیّدالمرسلینؐ کو امیرالمومنینؑ کی نسبت دوبار ایسا واقعہ پیش آیا ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم بحقائق الامور۔

منقبت دستورالحقائق میں مرقوم ہے۔ کیا وجہ ہے؟ کہ جب صحابہ میں سے کسی کا نام ذکر کیا جاتا ہے۔ تو رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ اور امیرالمومنینؑ کا نام سُن کر کرم اللہ وجہہ کہا جاتا ہے۔ **روایت** ہے کہ ایک روز سیّد کائناتؐ بعثت سے پہلے ابو طالب کے گھر میں تشریف لائے۔ اور فاطمہ بنت اسد نے جو امیر کی والدہ تھیں۔ کہا کہ یا محمدؐ جب تم میرے گھر میں آتے ہو۔ تو میرے رحم کا بچّہ اس طرح اپنا مُنہ میرے پیٹ میں مارتا ہے۔ کہ میں بے اختیار ہو کر کھڑی ہو جاتی ہوں۔ حضرتؐ نے اپنی زبان معجز بیان سے ارشاد فرمایا۔ کرم اللہ وجہہٗ **اور** ایک روایت میں آیا ہے کہ جب والدۂ امیرؓ کو جمالِ محمدی کے مشاہدے سے بیٹھنے کی طاقت نہ رہتی۔ تو تعظیم کے طور پر کھڑی ہو جاتیں۔ ایک دن ابو طالب نے کہا۔ کہ محمدؐ تمہارے بیٹے کی مانند ہے تم اس قدر تعظیم و تکریم کیوں کرتی ہو؟ اس معظمہ نے جواب دیا۔ کہ یہ تعظیم و تواضع جو میری طرف سے ظاہر ہوتی ہے اختیاری نہیں ہے۔ جس وقت محمدؐ میری طرف آتا ہے۔ اگر میں کھڑی نہ ہوں۔ تو میرے رحم کا بچّہ نہایت بیقراری اور اضطرار کی وجہ سے ہلاک ہو جائے۔ ابو طالب نے کہا۔ یہ بات بغیر دلیل و برہان کے قبول نہیں کی جا سکتی۔ پس ابو طالبؑ اور حمزہؓ نے متفق ہو کر اپنے ہاتھ اسداللہ الغالب کی والدہ ماجدہ کے کندھے پر خوب جما لئے۔ اور سیّدِ کائنات کو باہر سے بُلایا۔ جوں ہی جناب مصطفےٰ نے اس طرف توجہ فرمائی۔ اور ان کے نورِ جمال پر والدۂ امیر کی نظر پڑی۔ وہ معظمہ بتائیدِ صمدی و قوّتِ مرتضوی سیدھی کھڑی ہو گئیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ کرّم اللہ وجہہٗ **اور** ایک روایت میں ہے کہ جب آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے چچا کے گھر میں تشریف لاتے۔ تو روئے مبارک والدہ امیرالمومنینؑ کے رحم کی طرف کر کے فرماتے۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا اَخِیْ۔ (اے بھائی تجھ پر میرا سلام ہو) اور امیرالمومنینؑ شکم مادر سے جواب دیتے۔ علیک السلام یا رسولؐ اللہ۔ جس طرف آنحضرتؐ ہوتے اپنا رُخ اسی طرف کر لیتے۔ اس بات سے مطلع ہونے کے بعد آنحضرت نے فرمایا۔ کرم اللہ وجہہٗ **یعنی** حق تعالیٰ اس کی ذات کو بزرگ اور معزز کرے۔

منقبت **نیز** کتاب مذکور میں والدہ امیرالمومنینؑ سے مروی ہے کہ جب امیرؑ سات مہینے رحم میں پرورش

پاچکا۔ ایک روز میں لیٹی ہوئی تھی۔ اور سیدِ کائنات دونوں ہاتھ ٹیکے میرے پاس بیٹھے ہُوئے تھے کہ ابوطالب باہر سے آئے۔ اور خفا ہوکر مجھ سے کہا۔ محمدؐ جوان ہے۔ تجھے شرم نہیں آتی۔ کہ تو لیٹی ہوئی ہے۔ اور حمیّت اور غیرت میں آکر تلوار کھینچ لی۔ اور میرے قتل کا ارادہ کیا۔ میں نے کہا۔ مجھ کو ناحق قتل نہ کیجئے۔ اور اپنے آپ کو بلاوجہ قوم اور قبیلے میں بدنام نہ کیجئے۔ کیونکہ محمدؐ معصوم ہے۔ اور میرے فرزند کی جگہ ہے۔ وہ میری خاطر سے اس طرح میرے قریب نہ بیٹھا تھا۔ بلکہ میرے رحم کے بچے سے گفتگو کرنے میں مصروف تھا۔ اور یہ راز آج میں تجھ پر آشکار اور ظاہر کرتی ہوں۔ کہ جب محمدؐ باہر سے آکر السلام علیک یا اخی کہتا ہے۔ تو یہ فرزند میرے پیٹ کے اندر سے علیك السّلام یا رسول اللہ جواب میں کہتا ہے۔ اور جس طرف کہ محمدؐ پھرتا ہے۔ یا بیٹھتا ہے۔ یہ فرزند اپنا رُخ اسی طرف پھیر لیتا ہے ابوطالب نے کہا۔ کہ میں جب تک نہ دیکھ لوں۔ یقین نہ کروں گا۔ اور اس وقت وہ جناب یہ باہمی مناقشہ اور جھگڑا دیکھ کر کثرت حیا کے سبب باہر تشریف لے گئے تھے۔ فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا نے آدمی اُن کے بلانے کو بھیجا۔ جب تشریف لائے تو اس معظمہ نے کہا۔ اے محمدؐ بدستور سابق اس فرزند پر سلام کرو۔ آنحضرتؐ نے سلام کیا۔ اور امیر نے سلام کا جواب دیا۔ ابوطالب نے خوش ہوکر کہا۔ میرا برادر زادہ محمدؐ یقیناً خاتم الانبیا ہے۔

منقبت[۱۱۸]۔ حکایات ناصری میں مذکور ہے۔ کیا سبب ہے کہ جب امیرالمومنینؑ علی کا نام ذکر کیا جاتا ہے تو کرّم اللہ وجههٗ کہتے ہیں؟ اس کا سبب یہ ہے کہ آنجنابؑ نے کسی وقت اور کسی موقع پر روئے مبارک کفار کی جنگ سے نہیں پھیرا۔ اور کبھی کسی بُت کے آگے سجدہ نہیں کیا۔ **بیت**

تنافت روئے زحق جبہ پیش بُت نہ نہاد مکرّم است بہر وجہ روئے اطہر اُو

روایات مذکورۂ بالا کے تسلیم کرنے کے بعد سالکانِ طریقت کا قول یہ ہے "چونکہ ارشاد و بیعت کا تسلسل خرقۂ معراج کے بموجب مرتضیٰ علی کی ذات فائض البرکات کے سبب قیام قیامت تک پائدار اور باقی رہے گا۔ اس وجہ سے آنجناب کو کرّم اللہ وجههٗ کہتے ہیں۔

منقبت[۱۱۹]۔ فوحات المقدس میں مرقوم ہے کہ جب امیرؑ کی والدہ حاملہ ہوئیں۔ تو شاہِ رُسل اور ہادیٔ سُبل اکثر تشریف لاتے۔ اور والدۂ امیرؑ کے شکمِ مبارک کی طرف منہ کرکے زبان معجز بیان کھولتے اور اپنے ابنِ عم سے باتیں کرتے۔ اور شاہِ ولایت شکمِ مادر میں سلطانِ نبوّت کے جواب میں زبان کھولتے۔ والدہ امیر نے اس حال وقال کی حقیقت سے ابوطالب کو آگاہ خبردار کیا۔ وہ سُن کر نہایت حیران ہُوئے۔ اور سیّدِ کائنات سے پوچھا۔ کہ حقیقت حال کیا ہے۔ اور تم کس سے ہم کلام ہوتے ہو؟ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ میں اپنے بھائی سے باتیں کرتا ہوں۔ اور اپنے وصی سے ہم کلام ہوتا ہوں۔ ابوطالب نے کہا۔ تمہارا بھائی کون ہے؟ فرمایا۔ میرا بھائی شاہ اولیا ہے۔ ہم دونوں ایک نور تھے جبکہ نہ عرش تھا اور نہ کرسی۔ اور نہ آسمان تھا۔ اور نہ زمین۔ ہم دونوں حق تعالیٰ کی تسبیح و تقدیس کرتے تھے۔ وُہ ابتدا میں میرا

رفیق اور شفیق تھا۔ اور انتہا میں بھی میری رفاقت کرے گا۔ ابوطالبؓ نے جب یہ بات سُنی۔ تو جانا کہ یہ دونوں بھائی راہِ ہدایت کی مشعل ہوں گے۔ ایک مسندِ رسالت پر جلوہ گر ہوگا۔ اور دوسرا منصبِ ولایت پائے گا۔ جب وہ وقت آیا کہ آفتابِ ولایت مطلع غیب سے طلوع کرکے ظلمتِ کفر کو نورِ ہدایت سے دور کرے۔ والدۂ امیرالمومنین دردِ زہ سے بے قرار ہوکر کعبہ کی طرف روانہ ہوئیں اور اپنے درد کی دوا طلب کی۔ غیب سے آواز آئی کہ اے معظمہ باہر نہ رہ اور گھر کے اندر چلی جا۔ نشانِ آشنا داری چرا بیگانہ مے گردی۔ جب جناب فاطمہ کعبہ کے اندر گئیں۔ تو ایک پردہ نظر آیا اس پردہ میں پوشیدہ ہوگئیں۔ جناب امیر کی ذاتِ مقدس نے اس پردے کے اندر پردۂ غیب سے عالم شہادت میں ظہور فرمایا۔ اسی اثنا میں ایک سفید پرندے نے چھت کی طرف سے آکر اپنی چونچ سے جناب امیر کے سینہ منور پر اسم علیؑ تحریر کیا۔ اور اس سے پہلے عالم شہود میں کسی کا نام علیؑ نہ تھا۔ اور اس وقت یہ دستور تھا کہ جب کسی کے ہاں بچہ پیدا ہوتا تو ابوجہل بتوں کی پاؤں کی خاک کا سرمہ اس بچے کی آنکھوں میں لگاتا۔ جب سلطان ولایت کی ولادت کی خبر اُس لعین کو پہنچی سنتے ہی ادھر کا رُخ کیا۔ جب امیرؑ کو دیکھا۔ تو دستور کے موافق اُن کی آنکھوں میں بھی سرمہ لگانا چاہا۔ ہرچند زور لگایا مگر حضرتؑ کو نہ اٹھا سکا۔ آخر لاچار ہوکر اپنی انگلیاں امیرالمومنینؑ کی چشم بین وحدت پر رکھیں تاکہ کھول کر بتوں کی خاکِ پا کا سرمہ لگائے۔ ہرچند زور لگایا۔ مگر آنکھ کو نہ کھول سکا۔ اس وقت شاہِ ملک رشاد نے بازوئے ولایت کی قوّت سے ایک طپانچہ اس کے مُنہ پر مارا۔ کہ پیچھے کو پھر گیا۔ اور اس کی گردن کج ہوگئی اور وہ کجی اس ناراست کی گردن میں آخر عمر تک بدستور قائم رہی۔ اور اس لعین پُرکین کی ناراستی وکجروی خلقِ عالم پر ظاہر کرتی رہی۔ **الغرض** والدۂ امیرالمومنینؑ نے اس بات سے محزون وغمگین ہوکر کہا۔ اے فرزند دلبند! تو آنکھ کیوں نہیں کھولتا۔ اور کس لئے عالم کا مشاہدہ نہیں کرتا۔ کہیں تو نابینا تو نہ ہو۔ اور مجھے تمام عمر اس رنج وغم میں گھلائے۔ اس وقت ملک علام کی طرف سے سیّدِ انام علیہ الصلوٰۃ والسلام کو الہام ہُوا کہ تیرا ابنِ عم پیدا ہوچکا ہے۔ جلد جاکر اس کی خبرگیری کر۔ آفتاب سپہر رسالت نے اپنے احباب کی جماعت کے ساتھ اُدھر کا رُخ کیا۔ اور جاکر ماہِ آسمانِ ولایت کو اٹھا کر احترام تمام اور اعزاز مالا کلام سے اپنے دامن عاطفت میں بٹھایا۔ جب محبوب آفریدگار کے گیسوئے مشکبار کی خوشبو مشامِ حیدر کرار میں پہنچی آپ کے جمال جہاں آرا کی زیارت کے لئے آنکھیں کھول دیں۔ اور سلام وتحیت کی رسم ادا فرماکر آپ کے مدح وثنا میں زبان کھولی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سرمہ مازاغ البصر اس چشم وچراغ دین کی آنکھوں میں لگا کر اس جناب کی بینائی کو کحلِ ماطغیٰ سے روشن فرمایا۔ **بیت**

بجز رسول بروئے کسے نظر نہ کشاد　　　کہ از ازل نظرے داشتہ بہ منظر او

منقبت ۱۱۔ روضۃ الشہدا میں منقول ہے کہ شاہ ولایت کی ولادت واقعہ فیل کے تیس سال بعد روز جمعہ تیرھویں ماہ رجب کو بیت اللہ شریف کے اندر وقوع میں آئی۔ **بیت**

شد او دُرّ و بیت الحرامش صدف کسے را میسر نہ شد ایں شرف

شیخ مفید رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے۔ کہ یمن میں ایک شخص تھا۔ جو ہر وقت محرابِ عبادت میں قیام رکھتا۔ اور ورع و زہد کی مدد سے دُنیائے دنی اور امتعہ فانی سے روگرداں رہتا تھا۔ گویا مولف مناقب مرتضوی کی مندرجہ ذیل چند بیتیں خصوصاً اسی شخص کی مدح میں ہیں۔ **مثنوی**

واصلِ حق از دو عالم رستہ وز تعلقہائے ہستی جستہ

روز و شب سر در گریباں داشتے دیدہ بر دیدار جاناں داشتے

گر بہ پیشش جلوہ کردے مہر و ماہ سوئے مہر و مہ نمے کردے نگاہ

رو بسوئے قبلہ اش بودے مدام غیرِ حق کس را نہ کردے احترام

اس کا نام مرثم ابن وعیب الشیقام اور زاہد یمن کے خطاب سے مشہور و معروف تھا۔ اس کی عمر ایک سو نوّے سال کی ہو چکی تھی۔ اور اتنی مدّت میں کبھی طاعتِ الٰہی سے ملول اور آزردہ خاطر نہ ہوا۔ ایک روز روئے نیاز درگاہِ قاضی الحاجات کی طرف متوجہ کر کے مناجات میں یہ التماس کی۔ اے خداوندا اے بادشاہِ دوجہاں! اپنے حرم محترم کے کسی سردار کی ملاقات سے شاد کام اور فائز المرام کر۔ اُس کی بے ریا دعا فوراً قبول ہوئی۔ اور ابو طالب جو سفر یمن کو تشریف لے گئے تھے۔ اس زاہد کی زیارت کو گئے۔ جب زاہد کی نظر ان پر پڑی۔ تو نہایت تعظیم و تکریم سے پیش آیا۔ اور سر اور داڑھی کے بوسے لے کر اپنے پہلو میں بٹھایا۔ اور پوچھا۔ کہاں کے باشندے ہو؟ حضرت ابو طالب نے جواب دیا۔ تہامہ مکّہ کا۔ پوچھا۔ کس قبیلے سے؟ بولے۔ بنی ہاشم بن عبد مناف سے۔ یہ سُن کر دوبارہ حضرت ابو طالب کے سر اور چہرے کے بوسے لئے۔ اور زبان پہ یہ کلمات جاری کئے۔ اُس حق سبحانہٗ تعالیٰ کا شکر ہے۔ جس نے میری دُعا کو ردّ نہ کیا۔ اور اپنے حرم شریف کے ایک مجاور کی زیارت سے مجھے مشرف فرمایا۔ پھر پوچھا۔ آپ کا نام اور آپ کے پدرِ عالی مقدار کا کیا نام ہے؟ جواب دیا ابو طالب بن عبد المطلب۔ زاہد نے کہا۔ خدا کی قسم۔ میں نے انجیل میں پڑھا ہے کہ عبد المطلب کے دُو پوتے ہوں گے۔ ایک **اکمل انبیا** ہوگا۔ اس بزرگوار کے والد ماجد کا نام عبد اللہ ہوگا۔ اور دوسرا **افضل الاولیا** ہوگا۔ اس ولی خدا کے باپ کا نام ابو طالب ہوگا۔ جب وہ نبی خدا تیس سال کا ہوگا۔ تو ولی خدا پیدا ہوگا۔ پھر پوچھا اے ابو طالب! کیا وہ نبی خدا پیدا ہو چکا ہے۔ حضرت ابو طالب نے جواب دیا۔ ہاں۔ محمدؐ پیدا ہو چکا ہے اور اس کی عمر انتیس سال کی ہو چکی ہے۔ بولا۔ تم کو بشارت ہو۔ کہ اس سال تمہارے صلب سے ایک فرزند پیدا ہوگا۔ جو مقتدائے اولیا اور پیشوائے اتقیا ہوگا۔ اے ابو طالب جب تم مکّہ معظمہ واپس جاؤ۔ تو اپنے بھتیجے سے کہنا کہ مرثم نے آپ کو بہت نیاز مندانہ سلام عرض کیا ہے۔ اور وہ گواہی دیتا ہے کہ خدائے عزّ و جلّ وحدہٗ لا شریک

ہے۔ تو اے محمدؐ رسول خدا اور خاتم الانبیاء ہے۔ اور جب تمہارا بیٹا پیدا ہو۔ اس کو میرا سلام عرض کرنا۔ اور کہنا۔ کہ ایک بڈھا تیرا دوست اور ہوا خواہ تھا۔ اس نے کہا ہے کہ تو محمدؐ کا وصی ہے۔ آنحضرت پر نبوت ختم ہو گی۔ اور تمہارے وجود مبارک سے ولایت کا آغاز ہوگا۔ اور وہ جناب خاتم نبوت ہوں گے اور تم فاتح (آغاز کرنیوالا) ولایت۔ ابوطالب نے فرمایا۔ اے شیخ! جو کچھ تم کہہ رہے ہو۔ میں اس کی حقیقت کو نہیں پا سکتا۔ جب تک کہ اس کی برہان مبرہن اور دلیل بین مجھ پر ظاہر و آشکار نہ کرو۔ زاہد نے کہا۔ تم کیا برہان چاہتے ہو؟ کہ میں اللہ تعالیٰ سے اس نبی اور ولی کی محبت کا واسطہ دے کر درخواست کروں۔ زاہد کے دروازے پر ایک انار کا درخت تھا جو خشک ہو گیا تھا۔ ابوطالب نے فرمایا۔ میں انار کے اس سوکھے درخت سے تازہ انار چاہتا ہوں۔ زاہد نے دُعا کے لئے ہاتھ بلند کئے۔ کہ اے خدائے پاک و قادر توانا! جو کچھ میں نے تیرے نبی اور ولی کے اسرار سے بیان کیا۔ اگر درست ہے۔ تو اس انار کے خشک درخت سے تازہ انار مرحمت فرما۔ زاہد کی دُعا فوراً بارور ہوئی۔ اور وہ درخت انار فوراً ایزد متعال کی قدرت سے سر سبز اور ہرا بھرا ہو گیا۔ اور اس میں تازہ گل انار پیدا ہو کر نہایت لطیف اور تر و تازہ دو انار بستہ ہوئے اور اسی وقت پختہ ہو کر زمین پہ آ پڑے۔ زاہد نے دونوں انار اٹھا کر ابوطالب کے سامنے دھر دیئے۔ جب چیرا گیا۔ تو اندر سے لعل رُمانی کی طرح سُرخ دانے نکلے۔ حضرت ابوطالبؑ نے ان میں سے چند دانے تناول فرمائے۔ اُن کے رنگ نے نطفہ میں اثر کیا۔ **منقول** ہے کہ امیرالمومنین کرم اللہ وجہہ کے روئے مبارک کی سُرخی اسی وجہ سے تھی۔ **الغرض** حضرت ابوطالب نہایت خوش و خورم زاہد کے خلوت سرائے سے باہر نکلے اور اپنے وطن کو روانہ ہوئے رجب مکہ معظمہ میں پہنچے۔ ایمان کی پشت سے فاطمہ بنت اسد کے رحم میں منتقل ہوئے۔ اور جب حمل کی مدت پوری ہو گئی۔ تو والدۂ امیرؑ روایت کرتی ہیں کہ میں بیت اللہ کا طواف کر رہی تھی کہ درد زہ کا اثر مجھ پر ظاہر ہُوا۔ جب محمدؐ مصطفےٰ نے مجھ کو دیکھا۔ تو کہا۔ اے مادر گرامی! کیا حال ہے؟ کہ میں آپ کے رنگ میں تغیر دیکھ رہا ہوں۔ میں نے صورت حال عرض کی۔ فرمایا۔ طواف خانہ کعبہ ختم کیجئے۔ میں نے عرض کی کہ مجھ میں طاقت و تواں باقی نہیں رہی۔ فرمایا۔ خانہ کعبہ کے اندر تشریف لے جائیے۔ کہ یہ راز الٰہی ہے۔

اور بشارۃ المصطفےٰ میں بریدہ بن قعنب سے مروی ہے کہ میں عباس بن عبدالمطلب کے ہمراہ تھا۔ اور بنی عبدالعزیٰ کی ایک جماعت وہاں موجود تھی۔ کہ فاطمہ بنت اسد مسجد میں داخل ہوئیں۔ اور عین طواف کی حالت میں درد زہ کا اثر معظمہ پر ظاہر ہُوا۔ جب باہر جانے کی طاقت نہ رہی۔ یوں دعا کی۔ اے خدا! اس خانہ متبرک حرمت کا واسطہ ولادت مجھ پر آسان کر۔ **راوی** کہتا ہے۔ میں نے دیکھا کہ خانہ کعبہ کی دیوار شق ہو گئی فاطمہ اندر داخل ہوئیں اور چوتھے روز امیرؑ کو ہاتھوں میں لئے باہر تشریف لائیں۔

داوٗد الطائی کا قول ہے کہ امیرؑ سے پہلے اور نہ ان کے بعد کسی شخص کو یہ شرف نصیب نہیں ہُوا کہ خانۂ کعبہ میں پیدا ہُوا ہو۔ اس واقعہ کو عربیہ کے ایک فصیح شاعر نے نظم کیا ہے۔

شعر

وَلَدَتْهُ فِی الْحَرَمِ الْمُعَظَّمِ اُمُّهٗ طَابَتْ وَطَابَ وَلِیْدُهَا وَالْمُوْلَدُ

یعنی اس کی ماں نے اس کو حرم محترم میں جنا ہے۔ وہ ماں اور اس کا فرزند دونوں پاک اور طیب ہیں۔ اور جائے ولادت بھی پاک اور طاہر ہے۔

نظم

جوہر چو پاک بود و صدف نیز پاک بود آمد میانہ حرم کعبہ در وجود
کعبش زنیض کعبہ صفا داشت لاجرم بر دوشش سید دو جہاں جلوہ مے نمود

مولوی معنوی فرماتے ہیں۔

اے شحنۂ دشتِ نجف از تو نجف دیدہ شرف تو دُرّی و کعبہ صدف مستان سلامت میکنند

ملّا عبدالرحمٰن جامی نے فرمایا ہے۔

بسوئے کعبہ رود شیخ و من براہِ نجف بربِ کعبہ کہ اینجا مراست حق بطرف
تفاوتے کہ میان من است واو این است کہ من بسوئے گہر رفتم او بسوئے صدف

القصہ جب فاطمہ بنت اسد حرم محترم سے اپنے گھر میں تشریف لائیں امیرؑ کو گھوارہ میں لٹا کر ابوطالب کو بشارت دی۔ وہ نہایت خوشی اور مسرت کی وجہ سے دلیرانہ آگے بڑھے۔ کہ اپنے فرزند دلبند کے روئے مبارک کو دیکھیں۔ امیر کرم اللہ وجہٗ نے ان کا ہاتھ پکڑ کر چھیل ڈالا۔ جب سید کائناتؐ نے دریافت فرمایا کہ اس بچے کا کیا نام رکھا ہے۔ جواب دیا کہ باپ نے زید اور ماں نے اسد کے نام سے نامزد کیا ہے۔ حضرتؐ نے اپنی زبانِ معجز بیان سے ارشاد فرمایا۔ اس کا نام عالی **علیؑ** عالی ہمّت رکھنا چاہیئے۔ فاطمہ نے کہا۔ خدا کی قسم میں نے بھی کعبہ کے اندر ایک ہاتفِ غیبی کو سُنا۔ کہ یہ کہہ رہا تھا۔ کہ اس بچے کو **علیؑ** کے نام نامی سے نامزد کرو۔ لیکن میں اس کو راز خیال کر کے چھپاتی تھی۔ اور ایک روایت میں ہے کہ نام رکھنے کے باب میں ماں اور باپ میں مجادلہ ہُوا۔ آخر فیصلے کے لئے حرم کعبہ کے دروازے پر حاضر ہُوئے۔ اور امیرالمومنینؑ کی والدہ گرامی نے آسمان کی طرف مُنہ کر کے ایک رجز شروع کی۔ جس کا ایک شعر یہ ہے:۔ ؎

بَیِّنْ لَنَا بِحُکْمِكَ الْمَرْضِیِّ مَاذَا تَرٰی مِنْ اِسْمِ هٰذَا الصَّبِیِّ

یعنی اے خدا اس بچے کے نام رکھنے کے بارے میں جو تیری رضا ہے۔ حکم کیجئے۔

ناگاہ خانہ کعبہ کے کوٹھے کی طرف سے ایک رجز سُنی کہ ہاتف غیبی پڑھ رہا تھا منجملہ ان کے ایک شعر یہ ہے:۔

فَاسْمُهٗ مِنْ شَامِخٍ عَلِیٌّ عَلِیٌّ اُشْتُقَّ مِنَ الْعُلیٰ

(یعنی اِس کا نام بلند چوٹی سے علیؑ ہے جو کہ عُلیٰ سے مشتق ہے) **بیت**

کامِ دہن و کامِ زبان است ایں نام آرامِ دل و راحتِ جان است ایں نام

آنحضرتؐ نے دریافت فرمایا کہ وہ بچّہ کہاں ہے؟ جب آپ کی نظر کیمیا اثر میں پیش کیا گیا تو انتہائے محبّت اور نہایت مہربانی اور شفقت کے سبب گہوارہ سے باہر نکال لیا۔ اور لگن اور آفتابہ منگا کر اپنے دستِ حق پرست سے غسل دینا شروع کیا۔ جب دائیں طرف دھو چکے۔ تو جناب امیرؑ خود بخود بائیں پہلو کی طرف پھر گئے۔ اور آنحضرتؐ کو پہلو بدلنے کی زحمت نہ کرنی پڑی۔ **بیت**

بوقتِ غسل ازاں گشت از برے بہ برے کہ زحمتے نہ کشد دستِ حضرتؐ از بر او

آنحضرت نے جب یہ حال دیکھا۔ تو آپ پر رقّت طاری ہوئی۔ اور اس قدر گریہ فرمایا کہ ریش مبارک آنسوؤں سے تر ہو گئی۔ والدۂ امیرؑ نے پوچھا۔ اے محمّدؐ! رونے کا کیا سبب ہے؟ فرمایا۔ مَیں دیکھ رہا ہوں کہ یہ بچّہ مجھ کو غسل دے رہا ہے۔ اور مَیں بھی اس کے آگے اسی طرح سے ایک پہلو سے دوسرے پہلو پر خود بخود پلٹ رہا ہوں۔ اور اس کو کروٹ بدلنے کی زحمت نہیں دیتا۔ مَیں نے اس کو پہلے دن غسل دیا ہے۔ یہ مجھ کو آخری روز غسل دے گا۔ جب غسل سے فارغ ہوئے۔ تو روئے مبارک امیرؑ کے سامنے رکھا اور اپنی زبان معجز بیان ان کے مُنہ میں رکھی۔ امیرالمومنینؑ جناب سیّدالمرسلینؐ کی زبان کو چوستے تھے۔ چنانچہ اخبارِ صحیحہ میں بتواتر وارد ہُوا ہے۔ کہ امیرؑ نے پہلے پہل جو چیز تناول فرمائی۔ وہ آنحضرتؐ کا لعاب مبارک تھا۔ **اور** ایک روایت میں ہے کہ غسل کے بعد ان کی والدہ کے گود میں دے دیا۔ جب ماں نے اپنی چھاتی اُن کے مُنہ میں دینی چاہی۔ قبول نہ کی اور رونا شروع کر دیا۔ اور کچھ مدّت یہی حال رہا۔ جب آنحضرتؐ کو اس بات کی خبر ہُوئی۔ تشریف لائے۔ اور گود میں لے کر زبان مبارک ان کے مُنہ میں دی۔ جناب امیرؑ نے زبانِ اقدس کو چوسنے کے بعد اپنی ماں کا دودھ پیا۔

الغرض بہر حال جناب امیرؑ نے اول جو چیز تناول فرمائی وہ آنحضرت کا لعابِ دہن تھا۔ اور اس دہن مبارک کے لعاب کی برکت سے جو اسرار وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی کا سرچشمہ تھا۔ اس قدر عالم و دانا ہو گئے کہ برسرِ منبر ارشاد فرمایا۔ سَلُوْنِیْ عَمَّا دُوْنَ الْعَرْشِ (عرش کے ماسوا جس چیز کی بابت چاہو۔ مجھ سے سوال کرو)۔ اور یہ نقل مذکور **کتاب اسفار موسیٰ** مولفہ شیخ محسن احمد منفعت شانز دہم **منافع الاولاد** مولفہ مُلّا ضیاء الدین سنامی اور ہدایۃ السعداء میں بھی مذکور و مسطور ہے۔

نیز بشارۃ المصطفیٰ میں منقول ہے کہ آنحضرت امیر کی تربیت فرماتے تھے اور ہمیشہ خبر گیری کرتے تھے گویا اپنی گود میں پرورش فرماتے تھے۔ جب جناب امیر قریبًا پانچ سال کے ہو گئے۔ اس وقت قریش میں تنگی

اور بے سروسامانی پیدا ہوئی۔ اور خشک سالی کی وجہ سے ان کی عشرت تنگی اور عسرت سے بدل گئی۔ اور ابو طالب چونکہ عیالدار تھے۔ ایک روز آنحضرتؐ نے اپنے چچا عباسؓ سے فرمایا۔ کہ تم مالدار ہو۔ اور ابو طالب محتاج اور کثیر العیال اور قحط کی بلا میں مبتلا ہیں۔ آؤ ہم دونوں مل کر ایک ایک بچہ اس سے لے لیں تاکہ اس کا بوجھ کچھ ہلکا ہو جائے۔ عباسؓ نے آنحضرت کی یہ بات قبول کرلی۔ اور دونوں مل کر ابو طالب کے گھر گئے اور صورتِ حال بیان کی۔ ابو طالب نے جواب دیا۔ کہ میرے بیٹوں میں سے عقیل کو تو میرے پاس رہنے دو۔ اور باقی کا تم کو اختیار ہے۔ آنحضرتؐ نے جناب امیرؑ کو قبول کیا۔ اور عباسؓ نے جعفر کو لیا۔ اس وقت سے امیرالمومنینؑ برابر سیدالمرسلینؐ کی کفالت اور تربیت میں رہے۔ یہاں تک کہ آنحضرتؐ رسالت پر مبعوث ہوئے۔ اور جناب سیدۃ النساء فاطمہ زہراؑ کو نکاح میں دے کر ایک حجرہ الگ مقرر فرمایا۔

مثنوی

نظم (مولف)

بہ ایّامِ طفلی امام البشر	بسر بُرد اندر سرائے پدر
بہ سنِّ صبیٰ نزدِ خیرالانام	بہ کسبِ کمالات کرد اہتمام
در فضائل بے نظیر آمد علیؑ	بر ہمہ عالم امیر آمد علیؑ
آں علیؑ کہ با محمدؐ در شکم	داشت ایماں بلکہ در بطنِ قدم
آں علیؑ کہ مادرش در کعبہ زاد	آنکہ بر دوشِ پیمبرؐ پا نہاد
آں علیؑ کہ چوں بیامد در جہاں	شست او را سرورِ پیغمبراں
آں علیؑ کہ نامش از غیب آمدہ	ہر چہ از غیب است بے عیب آمدہ
آں علیؑ کہ عارفِ رازِ خدا است	آں علیؑ کہ سرورِ اہلِ صفا است
آں علیؑ کز علم بر سر تاج یافت	آں علیؑ کہ خرقۂ معراج یافت
آں علیؑ کہ انس و جاں را رہ نمود	گوئے میدانِ سَلُونی در ربود
آں علیؑ کہ خاتم خود در نماز	کرد با سائل زبہرِ حق نیاز
آں علیؑ کہ اِنّما در شانِ اوست	ہر دو عالم تابعِ فرمانِ اوست
آں علیؑ کہ شیرِ یزداں شہ خطاب	آں علیؑ کہ قدوۂ ہر شیخ و شاب
آں علیؑ کہ مجتبےٰ و مرتضیٰ است	آں علیؑ کہ رازدارِ مصطفےٰ است
آں علیؑ کہ ہست امیرالمومنینؑ	آں علیؑ کہ ہست امام العارفین
آں علیؑ کہ اولین اولیا ست	آں علیؑ کہ بہترین اوصیا ست
آں علیؑ کہ قطبِ اہلِ خویش بود	در ہمہ وادی زجملہ پیش بود

آں علیؑ کہ ساقیٔ کوثر بود — رتبہ او از ہمہ برتر بود
آں علیؑ کہ را اُویسؓ آمد مُرید — آں اُویسے کہ بہ صفیں شد شہید
آں علیؑ کہ شاہ دِل درویش بود — مدحتِ او در دلم مستی فزود
کرم اللہ وجہہٗ در شان اوست — بے شک افزوں از ہمہ ایمان اوست

منقبت ۱۲۔ اَوَّلُ مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ کے بیان میں **یعنی** اس امر کا بیان کہ سب سے پہلے کون شخص آنحضرتؐ پر ایمان لایا)۔

روضۃ الاحباب کے دوسرے دفتر میں منقول ہے کہ اہلِ سیر و تواریخ میں اس باب میں اختلاف ہے کہ صحابہ میں سے اوّل جو شخص آنحضرتؐ پر ایمان لایا۔ کون تھا۔ اگرچہ بعض قائل ہیں کہ وہ ابوبکر رضی اللہ عنہ تھا۔ اور یہ قول عمرو بن عبسہ۔ ابوسعید اور حسّان بن ثابت سے منقول ہے۔ لیکن صحابہ عظام اکرام کی ایک جماعت کا یہ قول ہے۔ کہ وُہ امیرالمومنین کرم اللہ وجہٗ تھے۔ جو سب سے پہلے آنحضرتؐ پر ایمان لائے۔ اور یہ قول ابوذر غفاریؓ۔ سلمان فارسی مقداد بن اسود کندی۔ خباب بن الارت۔ جابر بن عبداللہ انصاری۔ خزیمہ بن ثابت انصاری۔ زید بن ارقم۔ انس بن مالک اور آنحضرت کے چچا عباس رضی اللہ عنہٗ سے منقول ہے۔ **اور** ایک روایت ابن عباس سے یہ ہے کہ اَلْاُسْبَقُ ثَلٰثَةٌ اَلسَّابِقُ اِلٰى مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ يُوْشَعُ بِنُ نُوْن۔ اَلسَّابِقُ اِلٰى عِيْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ صَاحِبُ يٰسٓ۔ اَلسَّابِقُ اِلٰى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وسلم عَلِيُّ ابْنِ اَبِيْ طَالِبٍ۔ (ایمان میں سب سے سبقت کرنے والے تین شخص ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام کی طرف سبقت کرنے والا یوشع بن نون ہے۔ اور عیسیٰ علیہ السلام کی طرف سبقت کرنے والا صاحب یٰسین ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سبقت کرنے والا علیؑ بن ابی طالبؑ) اور ابوذر غفاریؓ اور سلمانؓ فارسی دونوں سے مروی ہے کہ آنحضرت نے امیر کا ہاتھ اپنے دستِ حق پرست میں لے کر فرمایا۔ اِنَّ هٰذَا اَوَّلُ مَنْ اٰمَنَ بِیْ۔ یعنی یہ شخص سب سے پہلے مجھ پر ایمان لایا ہے **نیز** سلمان سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔ اَوَّلُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ وَرَدَ عَلَى الْحَوْضِ اَوَّلُهَا عَلِيُّ بْنُ اَبِيْ طَالِبٍ۔ (اس امت میں سے سب سے پہلے وہ شخص حوضِ کوثر پر وارد ہوگا۔ جو سب سے پہلے اسلام لایا ہے۔ اور وہ علی بن ابی طالب ہے) **اور** کتاب مذکور کے مقصدِ اوّل میں حضرت علیؑ مرتضیٰ کے ساتھ سیدۃ النساء فاطمہ زہراؑ کے نکاح کی حکایت کے ضمن میں منقول ہے۔ کہ آنحضرتؐ نے فاطمہ زہراؓ سے فرمایا۔ میں نے تیرا نکاح ایسے شخص کے ساتھ کیا ہے۔ جس کا عرفان و معرفت سب سے زیادہ ہے۔ اور وہ سب سے پہلے ایمان لایا ہے **اور** خزیمہ بن ثابت انصاری سے حضرت امیرالمومنینؑ کی مدح میں اس امر کی بشارت کے متعلق یہ دو شعر منقول ہیں۔ شاعر کہتا ہے۔

۵ مَا كُنْتُ اَحْسِبُ هٰذَا الْاَمْرَ مُنْصَرِفًا عَنْ هَاشِمٍ ثُمَّ مِنْهَا عَنْ اَبِیْ حَسَنٍ
اَلَیْسَ اَوَّلُ مَنْ صَلّٰی بِقِبْلَتِهِمْ وَاَعْلَمُ بِالْقُرْاٰنِ وَالسُّنَنِ

(میں یہ گمان نہ کرتا تھا کہ یہ امر خلافت ہاشم سے علیحدہ ہوگا۔ بعدازاں حضرت ابوالحسن سے جدا ہوگا۔ کیا وہ وہ شخص نہیں ہے۔ جس نے پہلے پہل مسلمانوں کے قبلے کی طرف نماز پڑھی ہے اور قرآن اور سنّت ہائے نبوی کا سب سے بڑھ کر عالم ہے) اور فصحائے عرب میں سے ایک شخص جناب امیر کی سبقت اسلامی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتا ہے۔

قُلْ لِابْنِ مُلْجِمٍ وَالْاَقْدَارُ غَالِبَةٌ هَدَمْتَ وَذٰلِكَ لِلْاِسْلَامِ اَرْكَانًا
قَتَلْتَ اَفْضَلَ مَنْ يَّمْشِیْ عَلٰی قَدَمٍ وَاَوَّلَ النَّاسِ اِسْلَامًا وَّاِيْمَانًا

(ابن ملجم ملعون سے کہہ دے۔ درآنحالیکہ مقدرات الہیہ غالب ہیں تو نے اسلام کے ارکان کو ڈھا دیا۔ اور ایسے شخص کو قتل کیا۔ جو قدموں پر چلنے والوں یعنی انسانوں میں سب سے افضل تھا اور از روئے اسلام و ایمان سب آدمیوں سے اوّل تھا) اور امیرالمؤمنین کرم اللہ وجہہ کے کلام معجز نظام میں سے یہ بیت اس مضمون پر نہایت قوی دلیل ہے۔

بیت

سَبَقْتُكُمْ اِلَى الْاِسْلَامِ طُرًّا غُلَامًا مَا بَلَغْتُ اَوَانَ حُلُمِیْ

یعنی میں نے لڑکپن میں اسلام کی طرف تم سب سے سبقت کی ہے۔ حالانکہ میں ابھی بلوغ کو بھی نہ پہنچا تھا۔

مولف عرض کرتا ہے کہ صاحب روضۃ الاحباب نے تمام مومنوں پر جناب امیر کی سبقتِ اسلامی کے ثبوت میں اسی بیت پر اکتفا کی ہے۔ لیکن شرح وقایہ۔ فصل الخطاب صواعق محرقہ اور اربعین امام الخدابادی میں پانچ اور ابیات بھی دیکھنے میں آئی ہیں جو فضائل امیرالمؤمنین پر مشتمل ہیں۔ اور وہ یہ ہیں۔

(۱) مُحَمَّدُنِ النَّبِیُّ اَخِیْ وَصِهْرِیْ وَحَمْزَةُ سَيِّدُ الشُّهَدَآءِ عَمِّیْ

یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرا بھائی اور میرا خسر ہے اور سیّد الشہدا حمزہؓ میرا چچا ہے۔

(۲) وَجَعْفَرُنِ الَّذِیْ يُضْحِیْ وَيُمْسِیْ يَطِيْرُ مَعَ الْمَلَآئِكَةِ ابْنُ اُمِّیْ

یعنی اور جعفر طیار جو صبح اور شام فرشتوں کے ساتھ بہشت میں اڑتا پھرتا ہے میرا ماں جایا ہے۔

(۳) وَبِنْتُ مُحَمَّدٍ سَكَنِیْ وَعِرْسِیْ مَنُوْطٌ لَحْمُهَا بِدَمِیْ وَلَحْمِیْ

یعنی محمد مصطفےٰ کی بیٹی میری دلارام اور میری دلہن ہے اور اس کا گوشت میرے گوشت سے اور اس کا خون میرے خون سے ملا ہوا ہے۔

(۴) وَسِبْطَا اَحْمَدَ وَلَدَایَ مِنْهَا فَمَنْ مِنْكُمْ لَهٗ سَهْمٌ كَسَهْمِیْ

یعنی اور احمدؐ کے دونواسے اُن کی بیٹی کے شکم سے میرے بیٹے ہیں۔ پس تم میں سے کون ہے جس کا حصّہ میرے حصّے کے برابر ہو۔

(۵) وَ اَوْجَبَ لِیْ وَلَایَتَهٗ عَلَیْکُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ یَوْمَ غَدِیْرِ خُمٍّ
یعنی اور میرے لئے اپنی ولایت رسولِ خدا نے غدیرِ خم کے دن تم سب پر واجب کی۔

صاحب روضۃ الاحباب مقدمات مذکورہ کے آخر میں فرماتے ہیں کہ محققین اہلِ سیر و تواریخ کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ اوّل خدیجۃ الکبریٰؑ اور علیؑ مرتضیٰ ایمان لائے۔ ان کے بعد زید بن حارثہ۔ پھر ابوبکرؓ۔ بعد ازاں بلال رضی اللہ عنہم اور ابن عبدالبر نے کتاب استیعاب میں روایت کی ہے کہ محمد بن قرطبی سے دریافت کیا گیا کہ امیر المومنینؑ علی کا اسلام پہلے ہے یا ابوبکرؓ کا اسلام؟ اس نے جواب دیا سبحان اللہ! امیرؑ اوّل اس دولت سے مشرف ہوئے۔ لیکن اپنے باپ کی رعایت اور خاطر داری سے خلقت کے سامنے ظاہر نہ کرتے تھے اور ابوبکرؓ نے آپ کے بعد اس دولت پر فائز ہو کر اسلام کا اظہار کیا۔ اس سبب سے نادان لوگ اشتباہ میں پڑ گئے۔ اور حبیب السیر کی دوسری جلد میں امیر المومنین حیدر کی سبقت اسلامی کے باب میں منقول ہے کہ بہت سی معتبر کتابوں میں روایات صحیحہ سے مرقوم ہے کہ خیر البشرؐ روزِ دوشنبہ مبعوث ہوئے۔ اور امیر المومنینؑ نے سہ شنبہ کے روز سنتے ہی آپ کی رسالت کی تصدیق کی۔ اور صحیح ترمذی میں انس بن مالک سے روایت کی گئی ہے۔ بُعِثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ یَوْمَ الْاِثْنَیْنِ وَصَلّٰی عَلِیٌّ یَوْمَ الثُّلٰثَا۔ یعنی پیغمبرؐ روزِ دوشنبہ (پیر) کو رسالت پر مبعوث ہوئے۔ اور امیر المومنین علیؑ نے سہ شنبہ (منگل) کے روز نماز پڑھی اور ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ اَوَّلُ مَنْ صَلّٰی مَعَ النَّبِیِّ عَلِیُّ ابْنِ اَبِیْطَالِبِ۔ یعنی اوّل جس شخص نے پیغمبرؐ کے ساتھ نماز پڑھی وہ امیر المومنین علیؑ تھے۔ اور زید بن ارقم سے روایت ہے کہ اَوَّلُ مَنْ اَسْلَمَ عَلِیٌّ (اوّل جو شخص ایمان لایا وہ علیؑ ہے) اور کتاب یواقیت مولفہ ابوعمر زاہد میں عبداللہ بن عباس سے منقول ہے کہ امیر المومنینؑ میں چار خصلتیں ایسی ہیں کہ اہلِ بیت اطہار اور صحابہ کبار میں سے کسی کو بھی ان میں کوئی خصلت نصیب نہیں ہوئی۔ اوّل جس شخص نے پہلے رسولِ خدا کے ساتھ نماز پڑھی۔ وہ وہی بزرگوار ہے۔ دُوسرے یہ کہ آنحضرت کا علم لشکر تمام غزوات میں اس بزرگوار کے ہاتھ میں رہا۔ تیسرے یہ کہ تمام معرکوں میں خصوصاً جنگ مہراس یعنی جنگِ حُنین میں نہایت صبر و شکیبائی سے ثابت قدم رہے۔ اور میدانِ جنگ سے فرار نہیں کیا۔ چوتھے یہ کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو غسل و کفن دے کر قبر میں اُتارا۔ اور سیر النبی مولفہ امام گازرونی اور حبیب السیر میں عفیف کندی پسرِ عم اشعث بن قیس سے منقول ہے۔ وہ بیان کرتا ہے کہ ظہورِ اسلام سے پہلے میں ایک دفعہ بیت اللہ کا طواف کرنے کی نیت سے مکہ معظمہ میں گیا۔ ایک روز منےٰ میں عباس کے پاس بیٹھا تھا۔ ناگاہ ایک شخص ایک خلوت خانے سے جو اس قرب و جوار میں تھا۔ باہر آیا۔ اور سورج کی طرف نگاہ کی۔ جب دیکھا کہ آسمان کے وسط سے ڈھل گیا ہے۔ نماز میں کھڑا ہو گیا۔ پھر ایک عورت بھی اسی جگہ سے نکل کر پیچھے آ کھڑی ہوئی۔ بعد ازاں ایک لڑکا جو بلوغ کے قریب پہنچا ہوا تھا۔ اسی گھر سے نکلا۔ اور نماز میں شریک ہو گیا۔ میں نے

عباس رضی اللہ عنہ اسے پوچھا۔ یہ مرد بزرگ کون ہے۔ اور اس کام سے اس کا کیا مقصد ہے؟ جواب دیا کہ یہ مرد محمدؐ بن عبداللہ میرا بھتیجا ہے۔ اور یہ عورت اس کی بیوی خدیجہ بنت خویلد ہے۔ اور یہ لڑکا علیؑ بن ابی طالب اس کا چچیرا بھائی ہے۔ اور میرا گمان یہ ہے کہ محمدؐ شرفِ نبوت سے مشرف اور ممتاز ہو چکا ہے اور کسریٰ اور قیصر کے خزانے اس پر کھولے جائیں گے۔ اور یہ نماز ہے جس کو وہ ادا کر رہا ہے۔ اور اب تک ان شخصوں کے سوا کسی نے محمدؐ کی متابعت نہیں کی۔ کہتے ہیں کہ عفیف مسلمان ہونے کے بعد ہمیشہ اس حکایت کو نقل کرتا اور افسوس سے کہا کرتا تھا کہ آہ! اگر میں بھی اس روز ایمان لے آتا۔ تو سبقت اسلامی میں امیر کا ثانی یعنی دُوسرے درجے پر ہوتا۔ نیز سیرالنبی میں محمد بن اسحاق سے روایت ہے کہ اوّل جو شخص رسول پر ایمان لایا۔ اور آپ سے بیعت کی۔ عورتوں میں خدیجہ الکبریٰ اور مَردوں میں امیرالمومنین علیؑ تھے۔ اور اس وقت آپ کی عمر دس سال تھی۔ ان کے بعد زید بن حارثہ نے اسلام اختیار کیا۔ بعد ازاں ابو بکر مسلمان ہُوئے۔ کتاب درج الدرر میں منقول ہے کہ اس باب میں ارباب سیر و اصحاب خبر اور محدثین ثقات کا اتفاق ہے کہ اوّل جو شخص شرف اسلام سے مشرف ہوا۔ عورتوں میں خدیجۃ الکبریٰ اور مردوں میں علیؑ مرتضیٰ تھے۔ چنانچہ روایات صحیحہ سے ثابت ہو چکا ہے کہ جب سرورِ کائنات علیہ افضل الصلوات و اکمل التحیات امت کے ڈرانے اور قواعد رسالت کے قائم کرنے پر مامور اور مبعوث ہُوئے تو خدیجۃ الکبریٰ اور علیؑ مرتضیٰ کو مطلع فرمایا ان دونوں بزرگواروں نے بے تامل اور بلا توقف کہا۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ اس کے بعد آپ ان دونوں کو پانی کے ایک چشمے پر لے گئے۔ اور جس طرح جبرئیلؑ سے سیکھا تھا۔ ان کو وضو اور نماز کی تعلیم دی۔ اور ان دو شخصوں سے پہلے کسی اور نے نماز میں آنحضرت کی پیروی نہ کی تھی۔ اور نقطہ دائرہ مطالب علیؑ بن ابی طالب آنحضرت کی کفالت اور ذِمّہ داری کے سایہ میں گذران کرتے تھے۔ اور رات دن اس جناب کی خدمت میں بسر فرماتے تھے۔ اور اس وقت آپ کی عمر شریف دس سال کی تھی۔ اور ابو بکر چند سال کے بعد معجزہ طلب کر کے اور مکاشفہ کا مشاہدہ کر کے ایمان لائے۔ چنانچہ روایت میں ہے کہ وہ مرکز دائرۂ توفیق ابو بکر صدیق تجارت کے طور پر یمن تشریف لے گئے تھے۔ اور یمن میں ایک بڈھا نہایت صاحب فراست و ریاضت تھا۔ جس کی عمر تین سَو نوّے سال کی تھی۔ جب اس نے ابو بکر کو دیکھا۔ تو تمام حالات اور واقعات بیان کئے۔ اور یہاں تک بتایا کہ ناف پہ ایک سیاہ تل اور ران پہ ایک نشان ہے اور کہا کہ اے ابو بکر جلد وطن کو واپس جا۔ کہ مدت ہوئی۔ پیغمبر آخرالزمان مبعوث ہو چکے ہیں۔ اور اب خُدا کے حکم سے خاص و عام میں اپنی نبوّت کا اظہار کر رہے ہیں۔ اور ابھی تک ان کی بیوی اور پسرِ عم کے سوا اور کوئی شخص ان کی طرف مائل نہیں ہُوا۔ جلد جا کر اُن کی بیعت کا شرف حاصل کر۔ تاکہ تو بھی سابقین کی شمار میں داخل ہو جائے۔ اور ایک رجز جس میں بارہ بیتیں تھیں۔ ابو بکر کو یاد کرایا۔ اور کہا کہ جب آنحضرتؐ کی خدمت میں مشرف ہو۔ تو میرا اسلام عرض کرنے کے بعد اس رجز کو بزبان عجز و نیاز میری طرف سے پڑھنا۔ ابو بکرؓ نے دنیوی کاروبار سے

فارغ ہو کر حرم محترم کی طرف رخ کیا۔ جب مکہ معظمہ میں وارد ہوئے۔ تو عتبہ بن ربیعہ۔ ابوالبختری۔ عقبہ بن ابی معیط اور ابوجہل سے جو آنجناب کے احباب اور مصاحبین میں تھے۔ ملاقات کی اور پوچھا۔ اے میرے دوستو! کیا کوئی جدید اور عجیب و غریب حادثہ وقوع پذیر ہوا ہے۔ وہ بولے۔ ہاں محمدؐ بن عبداللہ یتیم ابوطالب نبوّت کا دعویٰ کرتا ہے۔ اگر تم کو بھی اس سے محبت اور صداقت کا تعلق ہے۔ تو نصیحت سے دریغ نہ کرنا۔ اور اس بات پر اس کو باقی نہ رہنے دینا۔ ابوبکرؓ اس گمراہ جماعت کو تسلّی اور تسکین دے کر حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے دولت سرا کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور اسی وقت آنحضرتؐ سے ملاقات کی۔ جب وہ علیؑ مرتضیٰ سے گفتگو فرما رہے تھے۔ اور اسلام اور شرائع کے جو قواعد جبرئیلؑ سے حاصل کئے تھے۔ اپنے برادر جان برابر کو تعلیم کر رہے تھے۔ جب فارغ ہو چکے تو روئے مبارک ابوبکرؓ کی طرف کر کے فرمایا۔ اے پسر ابوقحافہ آگاہ اور خبردار رہو۔ کہ میں خدا کا رسولؐ اور خلق عالم کے لئے دعوت کنندہ اور رہنما ہوں۔ وقت کو غنیمت جان۔ اور بلغائے امت سے پہلے نہایت اختصاص و اخلاص کے ساتھ بیعت اختیار کر۔ ابوبکرؓ نے کہا۔ اے محمدؐ! تم جو پہلے پیغمبروں کی طرح نبوّت اور رسالت کا دعویٰ کرتے ہو۔ تو یہ فرمائیے۔ آپ کا معجزہ کیا ہے؟ اور تیرے اس حال اور قول کا گواہ کون ہے؟ فرمایا۔ وہ بڈھا آدمی جو شہر یمن میں تجھ کو ملا۔ اور تیرے پوشیدہ نشانات کا تجھ کو پتہ دیا۔ اور مواعظ وافرہ اور نصائح باہرہ سے غفلت اور ضلالت کا رنگ تیرے آئینہ دل سے صاف کیا۔ اور یہ رجز جس میں بارہ بیت ہیں۔ خود نظم کر کے تجھ کو سکھایا۔ اور ارشاد و ہدایت کا مشعل تیرے رستے پر روشن کیا۔ اور وہ رجز تمام و کمال پڑھ کر سنایا۔ ابوبکرؓ یہ حالات سُن کر نہایت حیرت زدہ ہوا۔ اور عرض کی۔ میرے حالات و واقعات جو آپ نے بیان کئے۔ بالکل درست اور مطابق واقع ہیں۔ یہ آپ کو کہاں سے معلوم ہوئے؟ اور یہ حکایت بے کم و بیش کس طرح بیان کی۔ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔ جبرئیلؑ امین نے بحکم ربّ جلیل مجھ کو یہ خبر پہنچائی ہے اور تمام حال اور صورتِ واقعہ سے آگاہ کیا ہے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بزبان اعتقاد مبین اور لسانِ صدق و یقین عرض کی کہ جب آپ کا یہ حال ہے۔ تو میں نے آپ کی رسالت کا اقرار و اعتراف کیا۔ اور جان و دل سے آپ کی نبوّت کا قائل ہوا۔ پس حضرت کی خدمت گذاری پر مستعد ہوئے۔ اور مخالفت سے باز آ کر متابعت اور متابعت اختیار کی۔ واللہ ولی التوفیق اور اس وقت حضرت ابوبکرؓ کی عمر پینتالیس یا چوالیس سال کی تھی۔ چنانچہ اس کا کچھ ذکر شواہد النبوہ اور روضۃ الاحباب میں بھی مذکور ہے۔ **اور صفوۃ الزلال المعین در شرح احادیث سیدالمرسلین** مولفہ حافظ ابو یقظانی میں بروایت ابوجبہ عرنی یوں منقول ہے۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے امیرالمومنین علیؑ سے سُنا کہ فرماتے تھے۔ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ سَبْعَ سِنِيْنَ قَبْلَ اَنْ يُّسْلِمَ اَحَدٌ وَيُصَلِّيْ اَحَدٌ۔ **یعنی** میں نے رسولِ خدا کے ساتھ سات سال تک نماز پڑھی۔ پیشتر اس کے کہ کوئی شخص مسلمان ہو۔ اور کوئی آدمی نماز پڑھے۔ اور جامع الاصول میں بھی مرقوم ہے کہ امیرالمومنین علیؑ وہ پہلا شخص ہے جو

آنحضرت پر ایمان لایا۔ اور اس وقت آپ کی عمر میں اختلاف ہے بعض کا قول ہے کہ آپ کی عمر پندرہ سال کی تھی اور بعض تیرہ۔ اور بعض دس سال کہتے ہیں لیکن آخری قول سب سے زیادہ صحیح ہے کیونکہ اکثر کتب معتبرہ میں بہ تواتر وارد ہوا ہے کہ آپ بالغ ہونے سے پہلے ایمان لائے۔ اور آپ کا کلام معجز نظام جو اوپر مذکور ہوا ہے۔ اس پر شاہد ہے **نیز** آنجناب نے ارشاد فرمایا۔ کہ اَنَا الصِّدِّیْقُ الْاَکْبَرُ اٰمَنْتُ قَبْلَ اَنْ اٰمَنَ اَبُوْ بَکْرٍ۔ یعنی میں صدیق اکبر ہوں میں ابوبکرؓ کے ایمان لانے سے پہلے ایمان لایا۔ **ابوعبداللہ** نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ارباب تواریخ و اصحاب سیر اور محدثین ثقات میں اس امر میں کوئی اختلاف اور خلاف نہیں ہے۔ کہ مرتضیٰ علیؑ وہ پہلا شخص ہے۔ جو آنحضرتؐ پر ایمان لایا۔ اور نماز میں آنحضرتؐ کی اقتدا اور پیروی کی۔ اور کتاب استیعاب میں حبۃ عرنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ مَیں نے امیرالمومنین سے سُنا کہ فرماتے تھے کہ مَیں نے پانچ سال تک خدائے عزّ و جلّ کی عبادت کی پیشتر اس کے کہ اس امت سے کوئی اور شخص عبادت کرے۔

مولف کتاب عرض کرتا ہے کہ ان دونوں قولوں میں یہ فرق ہے کہ پہلے ارشاد فرمایا کہ مَیں نے رسولؐ خدا کے ساتھ سات سال تک نماز پڑھی ہے۔ قبل اس کے کہ دوسرا شخص اسلام لائے اور نماز پڑھے۔ اس قول کی بنا پر اس زمانے میں جناب امیرالمومنینؑ اسلام اور نماز پڑھنے کی جامعیّت کا شرف رکھتے تھے۔ اور اس باب میں آپ متفرد اور تنہا تھے۔ اور دوسرا شخص ان دونوں صفات کا جامع آپ کا شریک نہ تھا۔ پس یہ ہوسکتا ہے کہ اس مدت میں کوئی دوسرا شخص اسلام لایا ہو۔ مگر نماز نہ پڑھی ہو۔ **اور** دوسرے قول میں اس امر کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ میں نے دُوسروں سے پہلے پانچ سال تک خدا کی عبادت کی ہے جس سے شرائع کا پورا پورا استعمال کما حقہ کرکے اور باطن کو اخلاق محمودہ و اوصافِ حمیدہ سے آراستہ کرکے ظاہر کی تہذیب اور درستی کو نام مراد ہے۔

پس ان دونوں قولوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ امیرالمومنینؑ نے فضیلتِ اسلام اور اقامتِ نماز کی جامعیّت میں دوسرے لوگوں پر سبقت کی۔ اور پانچ سال کی مدت میں پیشتر اس کے کہ اصحاب رضی اللہ عنہم میں سے کوئی شخص خواہ اسلام کامل کی حالت میں۔ یا بغیر اس حالت کے خدا کی عبادت کرے۔ امیرالمومنین بر وجہ اتم و اکمل مراتب عبادت و معرفت کے جامع تھے۔

مناقب خطیب وغیرہ کتابوں میں سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے محمّد مصطفٰےؐ سے سُنا کہ ارشاد فرماتے تھے کہ میں اور علیؑ خدا تعالیٰ کے حضور میں ایک نور تھے۔ اور وہ نور خلقت آدم علیہ السلام سے چار ہزار سال پہلے (بسال الوہیت کہ اس سال کا ایک روز اس دنیا کے ہزار سال کے برابر ہے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنَّ یَوْمًا عِنْدِیْ کَاَلْفِ سَنَةٍ ۔ (ایک دن میرے نزدیک تمہارے ہزار سال کے برابر ہے) خدا کی تسبیح و تقدیس کرتا تھا۔ اور جب حق تعالیٰ نے آدم کو پیدا کیا۔ اس نور کو اس کی پُشت

میں رکھا۔ پس ہم عبدالمطلب کی پشت تک ہمیشہ ایک جگہ اور اکٹھے رہے۔ پھر ہم ایک دوسرے سے جدا ہوئے پس اس بنا پر ایک حصّہ میں ہوں اور ایک حصّہ علیؑ ہے۔ ارباب دانش اور صاحبان بینش پر واضح رہے کہ جب عالم غیب و اطلاق میں امیرالمومنینؑ کا سیّدالمرسلینؐ کے ساتھ یگانگی اور اتحاد کا تعلّق ایسا تھا جیسا کہ آنحضرت صلعم نے ارشاد اور اظہار فرمایا ہے۔ اور اس عالم شہادت میں بالکل عینیت کی نسبت تھی۔ چنانچہ حضور سرورِ عالم ارشاد فرماتے ہیں۔ یَا عَلِیُّ لَحْمُكَ لَحْمِی دَمُكَ دَمِی رُوحُكَ رُوحِی قَلْبُكَ قَلْبِی نَفْسُكَ نَفْسِی۔ (اے علیؑ تیرا گوشت میرا گوشت ہے۔ تیرا خون میرا خون ہے۔ تیری روح میری روح ہے اور تیرا قلب میرا قلب ہے۔ تیرا نفس میرا نفس ہے) اور حدیث نبوی کے مطابق حق سبحانہٗ آیہ **مباہلہ** میں امیرالمومنینؑ کو نفس سیّدالمرسلینؐ فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرماتا ہے۔ قُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ۔ (کہہ دے اے محمدؐ! اے نصاریٰ آؤ ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں۔ تم اپنے بیٹوں کو ہم اپنی عورتوں کو بلائیں تم اپنی عورتوں کو۔ اور ہم اپنے نفسوں کو بلائیں تم اپنے نفسوں کو) چنانچہ اس آیۂ کریمہ کی شان نزول بابِ آیات میں مذکور ہوئی۔ پس یہاں دوئی کہاں رہی۔ جو ہم اس بات کو سند میں پیش کریں۔ کہ امیرالمومنینؑ وہ شخص ہیں۔ جو پہلے اسلام لائے۔ اور آنحضرتؐ کے ساتھ نماز پڑھی۔ کیونکہ حدیث نبوی کے مطابق ابھی اسلام کتم عدم سے میدان وجود میں بھی نہ آیا تھا۔ کہ سیّدالمرسلینؐ اور امیرالمومنینؑ دونوں ایک نور تھے اور وہ نور تسبیح اور تقدیس سے موصوف تھا۔ خدا کی قسم اس فقیر کے اعتقاد میں اسلام ان کی ذات فائض البرکات کے آفتاب کی ایک شعاع ہے۔ کیونکہ وہ درحقیقت ایک نور تھے۔ اور شعاع نور سے منفک اور الگ نہیں ہوسکتی۔ لیکن یہ مقدمات مذکور اور تمہیدات مسطورہ جو صدر میں ذکر کئے گئے۔ محض عوام کے سمجھانے کی غرض سے مذکور ہوئے ورنہ ان دونوں بادشاہانِ کونین کے مابین اتحاد بلکہ عینیت کی نسبت اس درجہ کی نہیں ہے کہ کسی شخص کو تفکر اور تذکر کی مجال ہو۔ اگر یہ دونوں بھائی باہم ایک دوسرے سے مخاطب ہو کر ذیل کی یہ بیت زبان پر جاری فرمائیں تو کچھ عجب نہیں، بلکہ سزاوار و عین مناسب ہے۔ **والد** مولف فرماتے ہیں۔ **بیت**

اتحادیست میان من و تو	من و تو نیست میانِ من و تو
آں بہتر دو عالم و ایں مہتر دو کون	آں سرورِ رسالت و ایں صفدر وغا
آں ختم انبیاست کز و یافت زیب و فر	ہم ملکت نبوّت و ہم تختِ اصطفا
دیں شاہ اولیاست کہ از قدر و احترام	ذاتش مشرف است بہ تشریف اِنّما
آں مظہر فتوت و ایں مجمع کرم	آں مطلع کرامت و ایں منبعِ سخا
آں عارف حقیقت و ایں ہادی طریق	آں حاکمِ شریعت و ایں والی ولا

آں آسمانِ رفعت وایں آفتابِ دیں — آں صاحب لَعَمْرُكَ ویں نصِّ هَلْ اَتٰی

آں شاہ من عرف شد و سلطان لوکشف — ایں ماہ یاد سین شد و خورشید طا و ھا

آں پیشوائے اُمت وایں رہنمائے خلق — آں قامع ضلالت و ایں دافع بلا

آں بحرِ رستگاری۔ وایں کشتیٔ نجات — آں جرم را شفاعت وایں رنج را شفا

آں کعبۂ سعادت وایں قبلۂ مراد — آں ملجاءِ مروّت وایں مامن رجا

آں رحمتِ الٰہی وایں فضل ذوالمنن! — آں عالم لدنی و ایں عالم بقا

محکوم آں دو حکم قضا آمد از قدر — مامورِ ایں دو امرِ قدر آمد از قضا

آں راست چرخ تابع و اجرام زیرِ حکم — ایں راست سدرہ منزل و عرش است متکا

ایں ہر دو شاہ گوہر دریائے رحمت اند — با گوہر نفیس میآمیز کہربا

دانی حدیثِ لَحْمُكَ لَحْمِی زہر کیست — کیں ہر دو تن یکےست یکے رامبین دوتا

بعض مجتہدیں اور علمائے دیں کا قول ہے۔ ہاں اگرچہ اس میں شک نہیں کہ امیرالمومنین علیؑ اسلام لانے میں تمام مومنوں اور صدیقوں پر سبقت رکھتے ہیں۔ لیکن چونکہ سیّدالانام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کے وقت بالغ نہ ہُوئے تھے۔ اس لئے اس اعتراض کی گنجائش ہے۔ اور **فقیر مؤلف** اس مسئلے کا منکر ہے۔ کیوں کہ آپ کا قبل از بلوغ ایمان لانا ہنر ہے۔ نہ کہ عیب۔ اور اگر بچّے کا اسلام لانا شریعت کے نزدیک جائز نہ ہوتا۔ امیرالمومنینؑ جو علم محمدی کے شہر کا دروازہ ہیں۔ کیوں کر فخریہ یہ شعر فرماتے ؎

سَبَقْتُكُمْ اِلَى الْاِسْلَامِ طُرًّا — غُلَامًا مَا بَلَغْتُ اَوَانَ حُلُمِی (ترجمہ اوپر گذرا)

بلکہ جو دولت اور سعادت بعض صحابہ کبار کو چالیس سال جہالت میں بسر کرنے کے بعد میسّر ہوئی۔ امیرالمومنینؑ کو ماں کے رحم میں اس سے لاکھوں درجے زیادہ میسّر اور حاصل تھی۔ اور وہ کیا ہے؟ سیّد کائنات علیہ افضل الصلوات و اکمل التحیات والتسلیمات کے ساتھ عشقِ مادرزاد۔ بیشک کیوں کر عشق نہ ہو۔ جبکہ آدم علیہ السلام کی پیدائش سے چودہ ہزار سال (الوہیت) پہلے آنحضرتؐ کے ساتھ عینیت کی نسبت رہی۔ اور یقین ہے کہ ارباب معارف و عرفان اور اصحاب حقائق وایقان کے نزدیک عشق۔ اور زاد اور اسلام لانے میں بہت بڑا فرق اور کامل تفاوت ہوگا۔ اور **مؤلف** یہ بات کچھ اپنی طرف سے نہیں کہتا۔ بلکہ اکثر کتب معتبرہ میں صحیح اور متواتر روایات سے وارد ہُوا اور پایۂ ثبوت کو پہنچ چکا ہے کہ امیرالمومنینؑ بعثت سیّدالمرسلینؐ سے پہلے اپنی ماں کے رحم میں آنحضرتؐ کے ساتھ ہم کلام ہوتے اور آپ کی نبوت اور رسالت کا اقرار اور اظہار فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ اوپر نہایت تفصیل کے ساتھ اس کا بیان ہو چکا ہے۔

منقبت ۱۲۲۔ احسن الکبار میں مرقوم ہے کہ ایک روز شاہِ ولایت و نورِ ہدایت ستائیس سال کی عمر میں

بالاخانے پر بیٹھے خرما تناول فرما رہے تھے۔ سلمانؓ اس بالاخانے کے نیچے خرقہ سینے اور فقر و فنا کی تعلیم پانے میں مصروف تھے۔ شاہ ولایت پناہ نے ایک گٹھلی اوپر سے ڈال کر سلمانؓ کو اس دولت سے مشرف فرمایا۔ سلمانؓ بولے میں پرانا بڈھا عالم آخرت کی طرف راہی ہوں۔ اور آپ ابھی بچہ ہیں۔ آپ کا مجھ سے اس طرح پیش آنا مناسب معلوم نہیں ہوتا۔ امیر المومنین کرم اللہ وجہہ نے فرمایا۔ اے سلمانؓ تم اپنے آپ کو بڑا سمجھتے ہو۔ اور مجھ کو چھوٹا کہتے ہو شاید فراموشی اور بھول غائب ہو گئی ہے۔ اور دشت اژرنہ کے خوفناک حالات تمہارے دل سے محو ہو گئے ہیں۔ اور تم کو یہ معلوم نہیں رہا۔ کہ کس شخص نے نجات اور خلاصی کا دروازہ کھول کر تم کو شیر کی شرارت سے بچایا اور از سر نو تازہ زندگی عطا کی تھی؟ سلمان نے حیرت زدہ ہو کر عرض کی۔ یا امیر المومنینؑ! دشت اژرنہ اور شیر کا قصہ بیان فرمائیے۔ اور اپنی تقریر خوش آئند کے صیقل سے غفلت کا زنگ میرے دل سے صاف کیجئے۔ فرمایا سلمان تم پانی کے اندر شیر کے خوف سے جزع و فزع کر رہے تھے۔ اور اس وقت تم نے نہایت گریہ زاری سے درگاہ باری تعالیٰ میں اپنی رہائی کے لئے دُعا کی تھی۔ تمہاری دعا قبول ہوئی۔ میں اس وقت اس جنگل سے گذر رہا تھا۔ میں ہی تھا وہ سوار جس کے کندھے پر زرہ پڑی تھی۔ اور ہاتھ میں تلوار لئے تھا۔ اور شیر کو دو ٹکڑے کر کے تم کو اس کے پنجہ سے نجات دی سلمانؓ نے عرض کی۔ کوئی اور نشان بھی ذکر فرمائیے۔ اور میری حیرت کو زیادہ کیجئے۔ امیر المومنینؑ نے ایک نہایت تر و تازہ پھولوں کا گلدستہ آستین مبارک سے نکال کر ارشاد فرمایا۔ یہ تھا تمہارا تحفہ اور نذرانہ۔ جو تم نے اس سوار کو دیا تھا۔ سلمانؓ اور بھی متحیر ہوئے۔ اور کچھ سوچتے رہے۔ ناگاہ ایک ہاتف نے غیب سے آواز دی اے پیر متقی! پیشوائے انبیا اور مقتدائے اصفیا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت بابرکت میں جا کر سارا حال عرض کیجئے۔ یہ آواز غیب سُن کر سلمانؓ سید الثقلین اور مقتدائے خافقین کی خدمت میں روانہ ہوئے وہاں جا کر سارا حال یوں عرض کیا کہ میں نے انجیل میں آپ کی تعریف پڑھی۔ اور دل سے حضور کا شائق اور عاشق ہو گیا۔ سب دینوں سے دست بردار ہو کر آپ کا دین اختیار کیا۔ اور اس کو اپنے باپ سے پوشیدہ رکھا اور اس کے سامنے اس کا ذکر تک نہ کیا۔ لیکن میرا باپ کسی طرح اس حال سے واقف ہو گیا۔ اور میرے قتل کے درپے ہو گیا اور مجھ کو دُکھ دینے شروع کئے۔ لیکن میری ماں کی خاطر سے میرے قتل کرنے سے پرہیز کیا۔ اور اسی تدبیر میں رہا۔ کہ کسی بہانے سے مجھ کو قتل کر ڈالے۔ اور اپنے دل کو اس خرخشے سے نجات دے۔ اس لئے مشکل مشکل کاموں پر مجھ کو مقرر کرتا۔ اور اور ان مشکلات کے حل کرنے کا مجھ کو حکم دیتا۔ آخر تنگ ہو کر میں نے وطن چھوڑ دیا۔ اور سفر اختیار کیا اسی اثنا میں میرا گذر دشت اژرنہ میں ہوا۔ وہاں کچھ دیر تک میں سوتا رہا۔ اتفاقاً خواب میں احتلام ہو گیا۔ اور نہانے کی ضرورت ہوئی۔ تو غسل کرنے کے لئے ایک چشمے پر گیا۔ جب میں نہا رہا تھا۔ تو یکایک ایک شیر مردم خوار نمودار ہُوا۔ اور میری طرف آیا۔ اور چشمے کے کنارے آ کر میرے کپڑوں کے پاس کھڑا ہو گیا۔ میں نے اس حال میں

قاضی الحاجات کی طرف توجہ کی اور نہایت تضرع وزاری کے ساتھ یوں دُعا کی کہ اے ارحم الراحمین مجھ کو اس شیر کے پنجے سے نجات عطا فرما۔ اتنے میں ایک سوار نمودار ہوا۔ اور اپنی تیغ آبدار سے اس شیر کو دو ٹکڑے کر ڈالا میں نے پانی سے باہر آکر اس کی رکاب کو بوسہ دیا۔ چونکہ بہار کا موسم تھا۔ اور جنگل گلزار بنا ہوا تھا۔ پھولوں کا ایک گلدستہ تیار کرکے اس سوار کی نظر کیا۔ اتنے میں وہ سوار نظروں سے غائب ہوگیا۔ اور ہر طرف تلاش کیا۔ اور بہت دوڑ دھوپ کی لیکن کہیں پتہ نہ لگا۔ اس واقعہ کو تین سو سال سے زیادہ کا عرصہ گذر چکا ہے۔ اور اب تک میں نے کسی سے اس کا ذکر تک نہیں کیا۔ اب آپ کے پسر عم نے اس واقعہ کو مجھ پر ظاہر کیا۔ اور مجھ کو حیرت کے دریا میں ڈال دیا۔ یا رسول اللہ اس نے علم غیب کس سے سیکھا ہے؟ اور یہ اسرار لاریب کہاں سے حاصل کیئے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اے سلمان! ایسی باتیں میرے بھائی سے عجیب نہ جان۔ کیونکہ میں نے اس سے بھی زیادہ عجیب باتیں اس سے مشاہدہ کی ہیں۔ اے سلمان جب میں معراج کو گیا۔ اور سدرۃ المنتہیٰ سے گذر کر اس مقام پر پہنچا کہ جبرئیل امین میرا ساتھ دینے سے عاجز رہ گئے میں اکیلا عرش مجید کی طرف روانہ ہوا۔ اور عالم وجود سے بالکل الگ ہوگیا۔ خدا سے راز کہتا۔ اور جواب سُنتا تھا۔ اسی عالم میں ایک شیر اپنے سامنے کھڑا دیکھا۔ جب غور سے نگاہ کی۔ تو کیا دیکھتا ہوں کہ اسد اللہ الغالب علی بن ابی طالب ہے جب میں معراج سے واپس آکر اپنے بستر پر پہنچا۔ تو علیؑ نے نہایت احترام اور تحیت وسلام کے ساتھ اندر آکر کہا اے خیر الانام عنایات ملک علام آپ کو مبارک ہوں۔ بعد ازاں کہ جو راز کہ مجھ میں اور پروردگار میں ہوئے تھے۔ لفظاً لفظاً بیان کردے۔ اے سلمانؓ آدمؑ کے زمانے سے لیکے اب تک انبیاء۔ اولیاء صلحا اور اتقیا میں سے جو کوئی کسی بلا یا تکلیف میں مبتلا ہوتا تھا۔ علیؑ ان کو نجات دیتا تھا۔ اور اس بلا ورنج سے ان کو رہا کرتا تھا۔ چنانچہ حدیث قدسی اس بیان کی شاہد ہے۔ یَا اَحْمَدُ اَرْسَلْتُ عَلِیًّا مَعَ کُلِّ نَبِیٍّ سِرًّا وَمَعَکَ سِرًّا وَّ عَلَانِیَۃً (اے احمدؐ میں نے علیؑ کو ہر ایک نبی کے ساتھ پوشیدہ طور پر بھیجا ہے اور تیرے ساتھ پوشیدہ اور ظاہر دونوں طرح)

قاسم کاہی فرماتے ہیں۔

نظم ۵

آدمؑ و نوحؑ بودہ و ادریسؑ — ہم براہیمؑ و پور عمرانؑ نست

گاہ اسحاقؑ۔ گاہ اسماعیلؑ — گاہ داؤدؑ و گاہ سلیماںؑ نست

گفت بر مصطفےٰ شب معراج — سخنانے کہ عقل حیرانست

مؤلف عرض کرتا ہے کہ دشت اژدرنہ کا قصہ اگرچہ آفتاب سے بھی زیادہ تر مشہور اور واضح ہے۔ لیکن اگر کسی کے دل میں کسی قسم کا خلجان اور شک واقع ہو۔ تو عارف ربانی شیخ علاؤالدولہ سمنانی کی کتاب **چہل مجلس** کو مطالعہ کرے۔ نیز قاسم کاہی نے فرمایا ہے۔ **بیت**

جوئے بغض علیؑ ہر کس کہ کارد در زمین دل — ندارد قصۂ سلمان و دشت ارژنہ باور!

اور معراج کا قصّہ دستور الحقائق اور گنج اسرار میں بھی مرقوم ہے۔ جیسا کہ اوپر مذکور ہوا۔ اسی مضمون کو مولوی معنوی قدس سرہٗ نے نظم فرمایا۔ ؎

آں شاہ سرافراز کہ اندر شبِ معراج ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ با احمد مختار یکے بود علی بود

شیخ سعدی قدس سرہٗ فرماتے ہیں ؎

چتر دار مصطفٰے درصورتِ باز سفید ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ درشب معراج سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی علیؑ

با محمدؐ ہمچو نور و بدہ با دیدہ قدیں ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ درگذشتہ پائے او از حدِّ اَوْ علیؑ

برگذشت از نہ فلک آں سرور صاحب قرآن ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ با محمدؐ شد قرآں بر عالم بالا علیؑ

گشت ہم معراج با احمدؐ علیؑ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ زیں سخن واقف بود روح ولیؑ

زیں دو تن شد نورِ وحدت آشکار ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ زیں دو تن گشتہ حقیقت پائدار

زیں دو تن یزداں شناسی شد پدید ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ زیں دو تن دریافت گنجِ دل کلید

زیں دو تن انوار دار و معرفت ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ زیں دو تن در فخر برتر از صفت

ذاتِ ایں ہر دو زیک نور آمدہ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ خارجی زین رشک رنجور آمدہ

اور خواجہ حافظ شیرازی بھی اپنے ایک شعر میں اشارۃً اُس واقعہ کی خبر دیتے ہیں کہ حق سبحانہٗ تعالیٰ نے جو اسرار آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شب معراج بیان فرمائے تھے۔ امیرالمومنینؑ نے جو حدیث نبوی کے موافق ساقی کوثر ہیں۔ ان تمام اسرار کو آنحضرت صلعم کے روبرو نہایت تفصیل اور بسط کے ساتھ ایک ایک کرکے بیان کیا ہے وہ شعر یہ ہے۔ **بیت**

سرِّ خدا کہ عارف سالک بکس نہ گفت ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ درحیرتم کہ بادہ فروش از کجا شنید

حافظ فرماتے ہیں کہ وہ اسرار جو خدا نے عارفِ سالک یعنی پیغمبرؐ کو شب معراج تعلیم فرمائے۔ اور آپ نے کسی کو نہیں بتائے۔ مگر تعجب کی بات ہے۔ کہ جب آپ معراج سے واپس آئے۔ تو بادہ فروش یعنی ساقی کوثر علیؑ مرتضیٰ نے وہ تمام راز آنحضرتؐ کے روبرو تمام وکمال بیان کر دیئے۔ حالانکہ حضرت نے بیان نہیں فرمائے تھے حافظ صاحب تعجب کرتے ہیں کہ جب حضرت نے بیان نہیں کئے۔ تو آپ کو کہاں سے معلوم ہو گئے اور کس سے سُن لئے مترجم مناقب ۱۲)

ملّا جامی صاحب فرماتے ہیں ؎

وز سقاھم ہر کہ در حق علیؑ انکار کرد ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ از کف ساقی جنّت شربت کوثر نیافت

آنکہ چوں ما آبرو از خاک درگاہش نجست ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ جز لباں خشک و چشم تر و خشک و تر نہ یافت

منقبت[۱۲۳] ۔ وسیلۃ المتعبدین میں ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہٗ سے مروی ہے کہ میں نے رسول صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم سے سُنا کہ فرماتے تھے ۔ کہ حق تعالیٰ کسی فریضہ کو قبول نہیں کرتا ۔ جب تک کہ وہ علیٰ مرتضیٰ کی دوستی سے ملا ہوا نہ ہو ۔ جو کہ میرا بھائی ۔ داماد اور بازو ہے ۔ بعدازاں میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا ۔ اے ابو ذرؓ جب شبِ معراج مجھ کو آسمان پر لے گئے ۔ تو میں نے ایک فرشتہ دیکھا کہ نور کے تخت پہ بیٹھا ہے ۔ اور اس کے سر پہ نور کا تاج رکھا ہے ۔ اس کا ایک پاؤں مشرق ہے ۔ اور ایک پاؤں مغرب میں ۔ اور اس کے آگے ایک لوح دھری ہے ۔ کہ تمام دنیا کو اس میں مشاہدہ کرتا تھا ۔ اور تمام مخلوقات اس کے دونوں زانوؤں کے درمیان تھی ۔ اس کے دونوں ہاتھ بھی مشرق اور مغرب میں پہنچے تھے ۔ میں نے جبرئیلؑ سے پوچھا ۔ اس فرشتے کا کیا نام ہے ؟ جواب دیا ۔ عزرائیلؑ ۔ میں نے اس کے آگے جا کر سلام کیا ۔ اس نے جواب میں کہا عَلَیْكَ السَّلَامُ اے خاتم الانبیا اور اے برادر علیٰ مرتضیٰ میں نے کہا ۔ تو اس کو پہچانتا ہے ۔ عزرائیلؑ نے کہا ۔ میں کیوں کر نہ پہچانوں ۔ کہ حق تعالیٰ نے مجھ کو تمام مخلوقات کی روحوں کے قبض کرنے پہ مقرر فرمایا ہے ۔ سوائے آپ کی اور علیؑ کی روح پُر فتوح کے ۔ کہ آپ دونوں حضرات کی روحوں کو پروردگار عالم اپنی مشیت اور ارادے کے موافق قبض فرمائے گا ۔

منقبت[۱۲۴] ۔ کفایت المومنین میں سعید بن ابی خالد سے روایت کی گئی ہے کہ ایک دن سیدِ کائنات علیہ الصلوٰۃ کو تپ محرقہ عارض ہوا ۔ جب امیر المومنینؑ سید المرسلینؐ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے ۔ تو آنحضرت نے فرمایا ۔ اے بھائی ! مجھ کو تپ نے پریشان کر رکھا ہے ۔ امیر المومنینؑ نے اپنا دایاں ہاتھ حضرتؐ کے سینہ مبارک پہ رکھ کر یہ کلمات فرمائے ۔ یَادَاءُ اُخْرُجِیْ فَاِنَّہٗ عَبْدُ اللّٰہِ وَرَسُوْلُہٗ (اے بیماری نکل جا کیونکہ آنحضرتؐ خدا کے بندے اور اس کے رسولؐ ہیں)

راوی کہتا ہے کہ آنحضرتؐ اٹھ کر بیٹھ گئے ۔ اور فرمایا ۔ اے بھائی ! اللہ تعالیٰ نے جو فضائل تم کو عطا فرمائے ہیں ۔ ان میں سے ایک فضیلت یہ ہے کہ تمام دردوں اور بیماریوں کو تمہارا مطیع و فرمانبردار بنایا ہے ۔

منقبت[۱۲۵] ۔ کتاب مذکور میں محمد بن سنانؓ سے مروی ہے کہ میں ایک روز امام جعفر صادق رضوان اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر تھا ۔ ایک شخص چین سے آیا ۔ امام نے فرمایا ۔ کیا چین کے آدمی ہم کو پہچانتے ہیں ؟ اس نے عرض کی ۔ اے فرزندِ رسولؐ ۔ ہاں پہچانتے ہیں ۔ ہمارے ملک میں ایک درخت ہے ۔ جس کو فصلِ بہار میں ہر روز دو دفعہ پھول نکلتے ہیں اور کلیاں کھِلتی ہیں ۔ ہم دن کے شروع میں اس کے پھول پر لکھا ہوا دیکھتے ہیں ۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ اور شام کے وقت پھول پر لکھا ہوا دیکھتے ہیں ۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ عَلِیٌّ خَلِیْفَۃُ رَسُوْلُ اللّٰہِ ۔

منقبت[۱۲۶] ۔ احسن الکبار میں امیر المومنین حسن رضوان اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ایک رات میرے

والد بزرگوار نے فرمایا۔ اے بیٹا گھر میں پانی موجود ہے۔ اور مجھے غسل کی ضرورت ہے۔ رات بہت اندھری تھی۔ میں اُٹھ کر پانی کی تلاش میں نکلا۔ اسی اثنار میں ایک ہاتف نے آواز دی۔ اے امام المتعبدین پانی کا طشت لیجئے کہ میں بہشت عنبر سرشت سے لایا ہوں۔ پس حضرت نے اس پانی سے طہارت کی۔ اور نماز تہجد میں مصروف ہوئے۔ جب میں پانی لے کر واپس آیا۔ دیکھا کہ آپ نماز میں مشغول ہیں۔ میں نے عرض کی اے پدر بزرگوار پانی کہاں سے ہاتھ آیا۔ فرمایا۔ حق تعالیٰ نے پانی کا طشت بھیجا تھا۔ اور جب میں غسل سے فارغ ہوا۔ تو ایک منادی یوں پکار رہا تھا۔ اے علیؑ! تیری مانند کون ہو سکتا ہے۔ کہ جبرئیلؑ امین تیرے غسل کرنے کے لئے پانی بہشت سے لاتا ہے۔ نیز جبرئیلؑ نے مجھ سے کہا۔ اس عمل سے مجھ کو فرشتوں کے درمیان بڑا فخر حاصل ہوا۔ اور میں قیامت تک اس شرف پر فخر و مباہات کرتا رہوں گا۔

منقبت[۱۲۰]۔ مصابیح القلوب میں ابن عباس سے روایت ہے کہ ایک روز سیّد کائنات نماز عصر سے فارغ ہو کر اٹھے۔ اور فرمایا۔ جو کوئی مجھ کو دوست رکھتا ہے۔ وہ میرے پیچھے پیچھے چلا آئے۔ ہم سب روانہ ہوئے یہاں تک کہ زہرۂ فلکِ نبوّت۔ بقعۂ خطۂ رسالت۔ چراغ اہل بیت مصطفیٰؐ فاطمہ زہرا علیہا التحیۃ والثنا کے در دولت پر پہنچے۔ اسی اثنا میں تاج دارِ هَلْ اَتیٰ۔ شہسوار میدان لَا فَتیٰ۔ مشرف بہ تشریف۔ اِنَّمَا مخصوص بہ عنایت قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى یعنی امیر المومنین علیؑ مرتضیٰ۔ ایک کمبل لپیٹے ہاتھ گارے میں بھرے ہوئے باہر تشریف لائے۔ مہتر و بہتر عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے بھائی! جو کچھ تم نے کل دیکھا ہے اس سے ان لوگوں سے خبردار کرو۔ عرض کی یا رسولؐ اللہ میں نماز ظہر کے وقت چاہتا تھا کہ طہارت کر کے نماز فرض کو ادا کروں۔ پانی موجود نہ تھا۔ حسنؑ اور حسینؑ کو پانی کی تلاش میں بھیجا۔ ابھی ایک ساعت نہ گذری تھی کہ ایک ہاتف نے غیب سے آواز دی۔ اے ابوالحسن۔ اپنی دائیں طرف نگاہ کرو۔ جب میں نے دیکھا۔ تو ایک سنہری طشت ہوا میں معلّق نظر آیا۔ اس میں پانی بھرا تھا۔ جو برف سے زیادہ سفید۔ اور شہد سے زیادہ شیریں۔ اور گلاب سے زیادہ خوشبودار تھا۔ میں نے اس پانی سے وضو کیا۔ کچھ پیا۔ اور ایک قطرہ میرے سر پر ٹپکا کہ اس کی خنکی میرے بدن میں پہنچی۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ اے بھائی! وہ طشت بہشت کا تھا۔ اور اس کا پانی طوبیٰ کے نیچے کا۔ اور وہ قطرہ جو تمہارے سر پر ٹپکا۔ وہ عرش کے نیچے سے تھا۔ بعد ازاں حضرت سے خوب بغل گیر ہوئے۔ اور دونوں بھوؤں کے درمیان بوسہ دے کر فرمایا۔ میرا دوست اور میرا نور چشم وہ شخص ہے جس کا خادم کل کے روز جبرئیلؑ امین تھا۔

منقبت[۱۲۱]۔ نیز کتاب مذکور میں واقدی سے منقول ہے۔ وہ بیان کرتا ہے کہ میں ایک روز ہارون رشید کے پاس گیا۔ شافعی۔ محمد یوسف اور محمد اسحاق بھی وہاں موجود تھے۔ ہارون نے شافعی سے کہا تم کو فضائل علیؑ کی کتنی حدیثیں یاد ہیں؟ اُس نے جواب دیا کہ پانسو تک۔ پھر یوسف سے دریافت کیا۔ کہ تجھے کتنی حدیثیں یاد ہیں۔ اس نے جواب دیا

کہ ہزار تک بلکہ زیادہ۔ پھر اسحاق سے کہا۔ تو کتنی حدیثیں روایت کرتا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ اس جناب کے بیشمار فضائل متواتر احادیث کے ذریعے ہم کو پہنچے ہیں۔ اگر خوف مانع نہ ہوتا۔ تو بیان کرتا۔ ہارون نے کہا۔ کس کا ڈر ہے؟ وہ بولا۔ تیرا اور تیرے عاملوں کا۔ ہارون نے کہا۔ بیان کر۔ اور دل میں کچھ اندلیشہ نہ کر۔ اسحاق نے جواب دیا کہ پندرہ ہزار حدیث مسند اور پندرہ ہزار حدیث مرسل مجھ کو یاد ہیں۔ ہارون نے کہا۔ میں تم کو حضرت کی وہ فضیلت بتاؤں۔ جو مَیں نے اپنی آنکھ سے دیکھی ہے۔ اور تم کو بھی دکھاتا ہوں۔ اور جو کچھ تم کو یاد ہے۔ اس سے بہتر ہے۔ انہوں نے عرض کی۔ فرمایئے۔ ہارون نے کہا۔ کہ مجھ کو دمشق کے عامل نے لکھا کہ یہاں پر ایک خطیب ہے جو امیرالمومنین علیؑ کو گالیاں دیتا ہے۔ اور نا سزا کہتا ہے۔ مَیں نے اس ملعون کو دمشق سے طلب کر کے کہا۔ تو کس لئے گالیاں دیتا ہے وہ بولا۔ اس لئے کہ اس نے میرے باپ دادوں کو قتل کیا ہے۔ میں نے کہا۔ اس جناب نے جس کسی کو قتل کیا ہے۔ خدا اور رسولؐ کے حکم سے قتل کیا ہے۔ وہ ملعون بولا۔ اگرچہ ایسا ہی ہے۔ لیکن مَیں اس کا دشمن ہوں۔ پس مَیں نے جلّاد کو حکم دیا۔ اور اس نے سو کوڑے اس کو لگائے۔ اور ایک مکان میں اس کو بند کر کے قفل لگا دیا۔ جب رات ہوئی تو مَیں نے دل میں سوچا کہ اس کو کس طریق سے قتل کروں۔ آگ میں جلاؤں یا پانی میں غرق کروں یا تلوار سے اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالوں۔ اسی خیال میں میری آنکھ لگ گئی۔ کیا دیکھتا ہوں کہ آسمان کے دروازے کھل گئے ہیں اور رسولؐ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نیچے تشریف لائے ہیں اور پانچ حُلّے آپ کے زیب تن ہیں اور امیرالمومنینؑ بھی پانچ حُلّے پہنے نیچے آئے ہیں اور امام حسنؑ اور حسینؑ بھی دو حُلّے زیب تن کئے نیچے آئے اور ایک پیالہ صاف پانی سے بھرا ہُوا ساتھ ہے۔ رسولؐ نے وہ پیالہ جبرئیلؑ سے لیا۔ اور میرے مکان میں پچاس ہزار آدمی کے قریب اس وقت جمع تھے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ جو شخص شیعیان علیؑ سے یہاں موجود ہے۔ وُہ اس مجمع سے اُٹھ کھڑا ہُوا۔ کل چالیس آدمی اُٹھے۔ آنحضرتؐ نے ان کو پانی پلا دیا۔ اور فرمایا کہ اس دمشقی کو لاؤ۔ جب اس کو مکان سے باہر لائے۔ امیرالمومنین علیؑ کی نظر جب اس پر پڑی۔ فرمایا۔ اے ملعون! تو مجھ کو گالیاں کیوں دیتا ہے؟ اور دُعا کی۔ اے خدا! تو اس کو مسخ کر دے۔ وُہ ملعون فوراً کتّے کی شکل میں ہو گیا۔ اور آپ کے حکم سے اس کتّے کو پھر اس گھر میں بند کر دیا۔ میری آنکھ کُھل گئی۔ مَیں نے کہا اس گھر کا دروازہ کھول کر دمشقی کو میرے پاس لاؤ۔ جب لائے۔ تو ایک کتا تھا۔ اور اب بھی وہ اس مکان میں موجود ہے۔ پھر ہارون کے حکم سے اس کتّے کو باہر لائے لیکن اس کے کان آدمی کے کانوں سے کچھ مشابہت رکھتے تھے۔ انہوں نے اس کتّے سے کہا کہ تو نے خدا کے عذاب کو کیسے پایا؟ اس نے سر جُھکا دیا۔ اور آنسو اُس کی آنکھوں سے جاری ہُوئے۔ شافعی نے کہا کہ اس کو اس جگہ سے بہت دور لے جا۔ کیونکہ یہ مسخ ہے۔ عذاب خدا سے امن میں نہیں رہ سکتا۔ جب اس کو اس گھر میں لے گئے بجلی اس گھر میں داخل ہُوئی۔ اور اس گھر میں دمشقی کتّے سمیت جو کچھ موجود تھا۔ سب جلا دیا۔

منقبت ۱۲۹ ۔ مسند احمد بن حنبل ۔ مناقب خطیب ۔ بحر المناقب اور معارج النبوۃ میں منقول ہے کہ قیامت کے کے روز جو انعامات خدا کی طرف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا ہوں گے ۔ ان میں سے ایک **لوائے حمد** ہے ۔ جو آپ کے ہاتھ میں ہوگا ۔ اور تمام انبیا اور رسول اس **لوا** کے سایہ میں ہوں گے چنانچہ آنحضرت نے ارشاد فرمایا ہے ۔ لِوَاءُ الْحَمْدِ يَوْمَئِذٍ بِيَدِي (لوائے حمد اُس دن میرے ہاتھ میں ہوگا) اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا ۔ اَنَا سَيِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا فَخْرَ بِيَدِي لِوَاءُ الْحَمْدِ وَلَا فَخْرَ وَمَا مِنْ نَّبِيٍّ يَوْمَئِذٍ اٰدَمَ وَمَنْ سِوَاهُ اِلَّا وَهُوَ تَحْتَ لِوَائِي ۔ (میں قیامت کے روز اولاد آدمؑ کا سردار ہوں گا ۔ اور یہ کچھ فخر کی بات نہیں ۔ میرے ہاتھ میں لوائے حمد ہوگا ۔ اور اس میں کوئی فخر نہیں ۔ اور آدمؑ اُن کے سوا جتنے پیغمبر ہوں گے ۔ سب کے سب میرے علم کے نیچے ہوں گے) اور وہ لوا یعنی علم ہزار سال کی راہ اونچا ہوگا ۔ اور اس کا قبضہ سفید چاندی کا ہوگا ۔ اور اس کی بھال یاقوت سُرخ کی ۔ اور اس کا نچلا سرا سبز زمرد کا ہوگا ۔ اور اس کے تین پھریرے نور کے ہوں گے ۔ پہلا مشرق میں ۔ دوسرا مغرب میں اور تیسرا مکہ میں ہوگا ۔ اور اس میں تین سطریں لکھی ہوں گی ۔ پہلی سطر میں بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ **دُوسری** میں اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ اور **تیسری** میں لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ تحریر ہوگا ۔

مؤلف عرض کرتا ہے کہ مودات سیدعلی ہمدانی میں بہ روایت عبداللہ بن سلام منقول ہے ۔ کہ تیسری سطر میں عَلِيٌّ وَّلِيُّ اللّٰهِ ۔ بھی لکھا ہے اور ہر ایک سطر کی لمبائی ہزاروں برس کی راہ کے برابر ہے ۔ جب اس علم کو میدانِ قیامت میں لائیں گے ۔ تو ایک منادی ندا کرے گا ۔ اَيْنَ النَّبِيُّ الْاُمِّيُّ الْعَرَبِيُّ الْقَرَشِيُّ الْمَكِّيُّ الْحَرَمِيُّ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ وَسَيِّدُ الْمُرْسَلِيْنَ وَرَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۔ (کہاں ہے پیغمبر اُمی عربی قرشی مکی حرمی تہامی محمد بن عبداللہ جو خاتم النبیین اور سید المرسلین اور پروردگار عالمین کا رسول ہے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آگے بڑھ کر اس علم کو اپنے دستِ مبارک میں لیں گے بعد ازاں تمام انبیا آدمؑ سے لے کر عیسٰیؑ مریم تک اور تمام صدیق ۔ شہدا ۔ صالحین اور تمام اہلِ عرفان اس علم کے اردگرد جمع ہوں گے اور حضرت مقدس نبوی صلوات اللہ وسلامہ علیہ کے لئے نور کا ایک تاج لا کر اس سلطان انس وجان کے سر مبارک پر رکھیں گے ۔ اور حریر سبز کا ایک لباس آپ کے بدن مبارک میں پہنائیں گے ۔ اور ستر ہزار علم اور ستر ہزار لواء (نشان) آنحضرت کے حضور پیش کریں گے ۔ **پس** آنحضرتؐ لواء حمد کو شاہِ مرداں علیؑ مرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ کے دستِ مبارک میں دے کر مذکورہ بالا فوجوں اور علموں اور نشانوں کو لواء حمد کے سائے میں داخل کریں گے اور جس جس نے سنتِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت اور پیروی اختیار کی ہوگی ۔ وہ آنحضرتؐ کے ہمراہ صحیح سالم اور خوش وخرم جنات عدن میں فروکش ہوں گے ۔ اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا بِفَضْلِكَ مُتَابَعَةَ هٰذَا السَّيِّدِ الْاَمِيْنِ وَالنُّوْرِ الْمُبِيْنِ عَلَيْهِ

الصلوۃ والسلام الی یوم الدین دلے خدا اپنے فضل وکرم سے اس سید امین اور نور مبین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت اور پیروی نصیب کر۔ آمین) اور لواء الحمد کی وجہ تسمیہ تفسیر بحر العلوم اور بعض کتب تذکرہ میں اس طرح دیکھنے میں آئی ہے کہ جب آدم کو بدن میں روح داخل ہوتے وقت چھینک آئی اور الحمد للہ کے جواب میں یَرْحَمُكَ رَبُّكَ سَبَقَتْ رَحْمَتِيْ غَضَبِيْ (تیرا پروردگار تجھ پر رحم کرے۔ میری رحمت نے میرے غضب پر سبقت کی ہے) سُنا۔ اس وقت نور محمدی آدمؑ نے پیشانی میں متحرک تھا۔ کہتے ہیں کہ چھینکتے وقت اس میں سے ایسی آواز نکلی جیسے موتی پیستے ہیں۔ آدمؑ نے عرض کی اے خدا یہ کس چیز کی آواز ہے؟ خطاب ہوا یہ تیرے فرزند محمد نبی آخر الزمان کا نور ہے۔ آدم کو نور محمدی کے مشاہدہ کرنے کی آرزو پیدا ہوئی۔ اور یہ آرزو ان کے دل میں بہت ترقی کر گئی۔ وہ آپ کی پیشانی سے منتقل ہو کر کلمے کی انگلی میں جلوہ گر ہوا۔ آدم علیہ السلام نے کلمے کی انگلی اٹھا کر شہادتین کی تلاوت کی۔ اور یہ سنّت اپنی اولاد میں قیامت تک باقی چھوڑی۔ اور اُس کی مہر و محبّت کا نقش صفحۂ دل پر صدق و یقین کی رقم سے تحریر کیا۔ اور اس نور کے انتقال کرنے کی برکت سے آدم علیہ السلام کے دائیں پہلو میں یمن و برکت اور خیر سعادت پیدا ہوئی۔ اور جو اولاد کہ دائیں طرف قیام پذیر تھی۔ سعادت مند اور کامگار اور اصحاب الیمین کے لقب سے معزز ہوئی۔ اور جو آدمؑ کے بائیں طرف تھی اس سعادتمندی اور خوشحالی سے محروم رہی۔ القصّہ جب آدمؑ نے نور محمدی انگشت شہادت کے آئینہ میں مشاہدہ کیا۔ اس وقت غیب سے خطاب ہُوا کہ اے آدمؑ جس شخص کا فرزند غائب ہو۔ اور وہ حاضر ہو جائے۔ وہ شخص اس فرزند کو کچھ ہدیہ دیا کرتا ہے۔ اب تیرا ہدیہ اس فرزند ارجمند کے لئے کیا ہوگا؟ عرض کی اے میرے خدا! تیرے خزانہ کرم سے جو کچھ مجھ کو مرحمت ہُوا ہے۔ وہ صرف کلمہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ۔ ہے جو میری زبان پر جاری کرایا گیا ہے۔ میں نے اس حمد کا ثواب اس فرزند اقبالمند کو عطا کیا۔ حق تعالیٰ نے اس حمد کے ثواب سے یہ لوا (علم) پیدا کیا اور اس کو لواء الحمد کے نام سے نامزد کر کے سیّد انبیا علیہ وآلہ الصلوۃ والسلام سے مخصوص فرمایا۔ یہ بھی ثابت ہو چکا ہے کہ اس لواء پر جلاجل نور قبوں کے ساتھ لٹکے ہوں گے۔ اور ہر قبہ میں خوش جمال اور خوبرو حوریں بیٹھی ہوں گی اور ہر ایک حور کے ہاتھ میں ایک ایک برات (پروانہ) ہوگی۔ اور ان براتوں میں ان کے شوہروں کا تعیّن ہوگا۔ اور حوریں ان قبوں کے غرفوں میں اپنے شوہروں کی منتظر ہوں گی۔ تاکہ جو حور اپنے شوہر کو میدان قیامت میں دیکھے۔ وہ اپنا ہاتھ دراز کر کے اپنے نامزد کو نہایت اعزاز و اکرام کے ساتھ تختِ ناز پر لا بٹھائے۔ بعد ازاں فرشتوں کو حکم ہوگا کہ اس علم کو اٹھائیں جب فرشتے اس کے اٹھانے سے عاجز رہ جائیں گے تو حق تعالیٰ کا حکم ہوگا۔ اَيْنَ اَسَدُ اللّٰهِ الْغَالِبُ۔ **یعنی** ہماری درگاہ کا شیر علیؑ بن ابی طالب کہاں ہے؟ امیر المومنینؑ حاضر ہوں گے اور اس لواء حمد کو گلدستے کی طرح ہاتھ پر لے کر پل صراط سے گذار دیں گے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ حق تعالیٰ ایک نسیم جنّت کو بھیجے گا تاکہ

تاکہ علیؑ عالی علم کو لوائے حمد سمیت اُٹھا کر جنت کے میدان میں پہنچا دے۔ اور وہ علم اس روز شاہِ مرداں کے سر پر ایک تاج کی مانند ہوگا۔ اور اولیا اس علم میں ایسے معلوم ہوں گے۔ گویا جواہر آب دار تاج میں جڑے ہیں۔ بیت

لوائے حمد بیں بر سرش بروزِ قیام مبین بتاجِ سلیمانؑ و مرغ بر سر او

اور وہ علم جب تک میدانِ قیامت میں قائم رہے گا۔ اہلِ دوزخ کے عذاب میں تخفیف رہے گی۔ اور جب اس کو عرصۂ محشر سے اٹھا کر عرصۂ جنت میں لے جائیں گے۔ دوزخیوں پر سخت عذاب ہو جائیگا۔ اور جہنم کے طبقوں کو باہم منطبق کر دیں گے۔ اس وقت لوگوں کو لوائے الحمد کی قدر و منزلت معلوم ہو گی اور اس کی تعریف کرنے لگیں گے۔

منقبت ۱۱۱۔ نیز معارج النبوت میں سیّدالانام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اہتمام سے بیت الحرام کو نجاست اصنام اور آلائش ازلام سے پاک کرنے کا حال اس طرح پر مذکور ہے کہ تمام کتب سِیَر اس خبر سے بھری پڑی ہیں۔ کہ مشرکوں نے تین سو ساٹھ بُت خانہ کعبہ کے اطراف و نواحی میں نصب کر رکھے تھے۔ اور ابلیس نے ان بتوں کے قدموں کو شیشے کے ساتھ زمین کے اندر مضبوط کر رکھا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ نیزہ یا لکڑی سے جو آپ کے دستِ مبارک میں تھی۔ ان بتوں کی طرف اشارہ کرکے فرماتے تھے۔ قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَمَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيدُ (کہہ دے اے محمدؐ کہ حق آگیا۔ اور باطل نہ پیدا کر سکتا ہے اور نہ دوبارہ زندہ کر سکتا ہے) وہ بُت لکڑی لگتے ہی گر پڑتے تھے۔ حالانکہ ان کے پاؤں سیسے سے مضبوط جڑے ہوئے تھے۔ اور اسی طرح جو بُت مشرکوں کے گھروں میں تھے۔ اس روز سب کے سب اوندھے گر پڑے۔ اور سیّدالمرسلینؐ نے امیرالمومنینؑ سے فرمایا۔ اور آنجناب نے **اساف** اور **نائلہ** کو توڑ ڈالا۔ **اور ایک** روایت میں ہے کہ اساف صفا پر نصب کیا ہوا تھا۔ اور نائلہ مروہ پر۔ کہتے ہیں کہ ان دو بتوں کی اصل یہ ہے کہ اساف بن عمرو ایک مرد تھا۔ قبیلہ بنی جرہم سے۔ اور نائلہ بنت سہل ایک عورت تھی۔ اسی قبیلے سے دونوں نے خانہ کعبہ کے اندر زنا کیا۔ اور خدائے عزّوجل نے ان کو مسخ کر دیا۔ اور وہ پتھر بن گئے۔ اور قریش نے اپنی کمالِ جہالت اور زیادتی حماقت و ضلالت کے سبب ان مسخ شدہ بتوں کی پوجا کرنی شروع کر دی۔ جب اس بُت کو جس کا نام نائلہ تھا۔ توڑ اگیا۔ تو اس کے اندر سے ایک کالی اور ننگی عورت نکلی۔ آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ یہ نائلہ ہے۔ اور عبداللہ بن عباس سے منقول ہے کہ اس روز آنحضرتؐ جس بت کی طرف اشارہ فرماتے تھے۔ وہ پیٹھ کے بل گر پڑتا تھا۔ اور یہ بات صحیح طور پر ثابت ہو چکی ہے کہ چند بُت ایک اونچی جگہ میں رکھے ہوئے تھے۔ جہاں ہاتھ نہیں پہنچتا تھا۔ جب مصطفےٰ مرتضیٰ کے ہمراہ کعبہ میں داخل ہوئے۔ امیرالمومنینؑ نے عرض کی۔ یا رسول اللہؐ! آپ اپنا پائے مبارک میرے کندھے پر رکھ کر ان بتوں کو اپنی جگہ سے پھینک دیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ اے بھائی! تم میرا بوجھ اُٹھانے کی طاقت

نہیں رکھتے۔ تم ہی اپنا پاؤں میرے کندھے پر رکھو۔ اور اس کام میں مشغول ہو۔ امیرالمومنینؑ نے حضور کے حکم کی تعمیل کی۔ **بیت**

قدم بدوشِ سرافرازِ دیں نہاد بحکم   شکستِ گردنِ بُت، ہمچو فرق بت گراو

منقول ہے کہ جس وقت امیرالمومنین کا پائے مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دوش متبرک پر تھا۔ اس وقت آنحضرت نے پوچھا۔ اے بھائی! تم اپنے آپ کو کس حالت میں پاتے ہو۔ عرض کی یا رسولؐ اللہ! میں ایسا دیکھتا ہوں کہ حجاب اٹھا دیئے گئے ہیں۔ اور میرا سر ساق عرش پر پہنچ گیا ہے۔ جس چیز کی طرف ہاتھ پھیلاتا ہوں۔ اگرچہ وہ سارا آسمان ہی کیوں نہ ہو۔ آسانی سے میرے قبضہ میں آجاتی ہے۔ فرمایا۔ اے بھائی! خوشا بحال تو۔ کہ حق کا کام کرتے ہو۔ اور میری حالت بھی بہت اچھی ہے۔ کہ میں حق کا بوجھ اُٹھا رہا ہوں۔

اور ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت نے فرمایا۔ اے بھائی! تم اپنے مقصود اور مطلوب کو پہنچ گئے۔ **بیت**

زہے نقش پائے کہ بردوشِ احمدؐ   زمہر نبوت مقدم نشیند

کہتے ہیں کہ جب امیرالمومنینؑ بتوں کو زمین پر پھینک کر دوشِ مبارک سے زمین پر کود پڑے تو مسکرائے آنحضرتؐ نے مسکرانے کا سبب پوچھا۔ عرض کی۔ یا رسولؐ اللہ میرے مُسکرانے اور تبسم کرنے کا سبب یہ ہے کہ میں اتنی بلندی سے کود کر زمین پر آیا۔ اور کسی قسم کا صدمہ مجھ کو نہیں پہنچا۔ فرمایا۔ اے بھائی! تم کو صدمہ کیونکر پہنچتا۔ جبکہ محمدؐ نے تم کو اٹھایا۔ اور جبرئیل نے نیچے اُتارا۔

لطیفہ۔ گویا حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ اے میرے بندے! آج کے روز میں تیرا اٹھانے والا ہوں چنانچہ قرآن میں فرماتا ہے۔ وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ۔ (اور ہم نے خشکی اور تری میں ان کو اٹھایا) اور کل روزِ قیامت کو تجھ کو بہشت میں پہنچاؤں گا۔ وَنُدْخِلُهُم مُّدْخَلًا كَرِيمًا (اور ہم کو بزرگ مقام میں داخل کریں گے) اور جس جگہ کہ اٹھانے والا محمدؐ تھا۔ اور اتارنے والا جبرئیلؑ۔ وہاں کسی قسم کی تکلیف علیؑ کو نہیں پہنچی۔ اور جہاں پر کہ اٹھانے والا اور اتارنے والا خود میں ہی ہوں گا۔ امید رکھ کہ تجھ کو کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچے گی۔ أُولَٰئِكَ لَهُمُ الْأَمْنُ وَهُم مُّهْتَدُونَ (ان ہی لوگوں کے لئے امن ہے اور یہی ہدایت یافتہ ہیں) **اور** اس باب میں اہلِ اشارت نے بہت سے نکتے پیدا کئے ہیں۔ **اوّل** امیرالمومنینؑ کے دوشِ سیّدالمرسلینؐ پر چڑھنے میں تین حکمتیں تھیں پہلی حکمت یہ ہے کہ نبوت کی قوت ولایت سے بڑھ کر ہے۔ ولی نبی کا بوجھ نہیں اٹھا سکتا۔ لیکن نبی ولی کا بوجھ اُٹھا سکتا ہے۔ چنانچہ اس مطلب کا ایک شمہ آنحضرتؐ نے خود بھی ارشاد فرمایا ہے۔ **دوسری حکمت** یہ ہے کہ حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ إِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ (الانبیاء) (تم اور جن کی تم خدا کے سوا پوجا کرتے ہو۔ جہنم کے پتھر ہیں) اس حکم خداوندی کے موافق بُت دوزخ کا ایندھن اور جہنم کی آگ بھڑکانے اور مشتعل کرنے والے ہیں۔ اور آنحضرتؐ

کی ایک یہ خاصیت تھی کہ آپ کا دستِ حق پرست جس چیز کو لگ جاتا۔ آگ اس پر اثر نہ کرتی تھی۔ چنانچہ بعض روایات میں وارد ہوا ہے۔ کہ ایک روز آنحضرتؐ جناب فاطمہ زہراؑ کے گھر میں تشریف رکھتے تھے۔ اتفاقاً اس وقت جناب سیّدہ تنور میں روٹیاں لگا رہی تھیں۔ اور آگ کی گرمی سے اس جگر گوشۂ رسولؐ کا تن مبارک تپ والوں کی طرح تپ رہا تھا۔ آنحضرتؐ نے اپنی نورِ نظر کی رعایت کی غرض سے ان کے ساتھ ہی چند روٹیاں اپنے دستِ مبارک سے تنور میں لگائیں۔ جو روٹیاں جناب فاطمہؑ نے لگائی تھیں۔ پختہ ہو کر نکلیں اور جو روٹیاں آنحضرت نے لگائی تھیں کچی رہیں۔ جناب فاطمہؑ حیرت زدہ ہو کر نہایت متعجب ہوئیں۔ کہ اس میں کیا حکمت ہے جس جماعت کے حق میں هُنَّ نَاقِصَاتُ الْعَقْلِ۔ (عورت ناقص العقل ہوتی ہیں) ارشاد ہوا ہے ان کے ہاتھ کی روٹیاں تو پختہ ہو کر نکلیں۔ اور ان پختہ کاروں کی پکائی ہوئی روٹیاں کچی کی کچی رہیں۔ جن کے باب میں یہ ارشاد ہوا ہے۔ اَیُّکُمْ مِثْلِیْ اَبِیْتُ عِنْدَ رَبِّیْ (تم میں سے کوئی شخص میری مانند ہو سکتا ہے کہ میں اپنے پروردگار کے پاس رات بسر کرتا ہوں) عجب مشکل مقام ہے کہ پختہ کار کی پکائی ہوئی روٹی کچی ہو۔ اور خام کاروں کی پکائی ہوئی پکی۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ اے نور دیدہ! تعجب نہ کر۔ کہ یہ بھی ہمارا کمال معجزہ ہے کہ اس روٹی کو میرے ہاتھ سے مس کرنے کا شرف حاصل ہوا تھا۔ جس چیز کو ہمارا ہاتھ لگ جاتا ہے۔ آگ اس پر اثر نہیں کرتی۔

اور اس مدعا کی صداقت پر ابو درداؓ کا دستر خوان بھی شاہد صادق ہے کہ ایک دفعہ آنحضرت صلعم کا دستِ مبارک اس کو لگ گیا تھا۔ جب وہ دستر خوان میلا ہو جاتا۔ تو ابو درداؓ آگ جلاتے اور اس کو آگ پر دھر دیتے۔ اس کا میل کچیل آگ میں جل جاتا۔ اور دستر خوان سفید ہو کر آگ سے باہر نکل آتا۔ **اسی طرح** یہاں پر بھی اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امیر المومنینؑ کے دوش مبارک پر چڑھ کر اپنے دستِ مبارک سے بتوں کو گراتے۔ تو وہ بیشک و شبہ آتش دوزخ سے محفوظ و سلامت رہتے۔ اور آیۂ اِنَّکُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ حَصَبُ جَهَنَّمَ کا حکم ان پر جاری اور نافذ نہ ہوتا۔ **اور** اس باب میں نکتہ یہ ہے کہ جس روٹی کو ایک دفعہ آنحضرت صلعم کا ہاتھ ایک دفعہ لگ جائے۔ آگ اس پر اپنا اثر نہیں کر سکتی اور بندۂ مومن کا دل جو پچاس یا ساٹھ سال تک خدا کے قبضۂ قدرت میں بموجب حدیث شریف قَلْبُ الْمُؤْمِنِ بَیْنَ اِصْبَعَیْنِ مِنْ اَصَابِعِ الرَّحْمٰنِ یُقَلِّبُهَا کَیْفَ یَشَاءُ (مومن کا دل خدا کی دو انگلیوں میں ہے۔ جس طرح چاہتا ہے۔ اس کو الٹ پلٹ کرتا ہے) الٹ پلٹ ہوتا رہتا ہے۔ اگر آتش دوزخ سے محفوظ رہے اور جدائی کی آگ سے بچا رہے تو کیا تعجب ہے۔

دوسرا۔ اشارہ (نکتہ) یہ ہے کہ کافروں نے سب بُت خانہ کعبہ میں رکھے۔ چونکہ وَاَنْ طَهِّرَا بَیْتِیَ.. کے فرمان واجب الاذعان سے شرف اضافت و نسبت رکھتا تھا۔ اس لئے بُت خانہ نہ بنا۔ بندہ مومن کا دل چونکہ وَلٰکِنْ یَسَعُنِیْ قَلْبُ عَبْدِیَ الْمُؤْمِنِ۔ (لیکن میرے بندۂ مومن کا دل میری گنجائش رکھتا ہے) کے شرف

سے مشرف اور ممتاز ہے۔ اگرچند گناہوں کی وجہ سے بیگانہ ہو جائے۔ تو کیا تعجّب ہے۔

تیسرا اشارہ یہ ہے کہ کفار نے خانہ کعبہ میں تین سو ساٹھ بت رکھے تھے۔ وہ اس گھر کی نسبت کو حق تعالیٰ سے ساقط نہ کر سکے۔ یہاں کہ ہر رات اور دن میں تین سو ساٹھ نظر سے اپنے بندے کے دل کو تقویت بخشتا ہو کیوں کر اُس کی اضافت اور خصوصیّت ساقط ہو سکتی ہے۔ ایک حکایت اس بات میں سُنو۔ **کہتے** ہیں کہ جس روز موسیٰ علیہ السّلام کی قوم دریا پر سے گذر رہی تھی۔ موسیٰؑ آگے آگے جاتے تھے۔ اور ہارون قوم کے پیچھے۔ بنی اسرائیل دونوں کے بیچ میں تھے۔ مقدمہ اور ساقہ کی برکت سے پانی کو یہ مجال نہ تھی کہ کسی کا بال تک بھی تر کر سکے۔ **اسی طرح** یہاں اشارہ یہ ہے کہ جب قیامت کا دن ہوگا۔ تو جناب باری تعالیٰ کی طرف سے ندا آئے گی۔ اے محمّدؐ تو نے خود علیؑ سے یہ نہ کہا تھا کہ انت منی بمنزلۃ ھارونؑ من موسیٰؑ الا انہ لا نبی بعدی (تو مجھ سے اس درجہ پہ ہے جیسے موسیٰ سے ہارونؑ تھے۔ مگر یہ فرق ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا) آنحضرتؐ عرض کریں گے۔ بیشک۔ پروردگار فرمائیگا جب اُمت کو آتشِ دوزخ کے دریا پر سے گذرنا ہو۔ تو تم دونوں میں سے کوئی سا ایک مقدمہ یعنی آگے ہو جائے۔ اور **ایک** ساقہ یعنی پیچھے ہو جائے۔ اور امت کو اپنے درمیان جگہ دو۔ تاکہ آتش دوزخ کی یہ مجال نہ ہو۔ کہ وہ کسی کے بدن پر سے ایک بال بھی جلا سکے۔

منقبت [۱۳۱]۔ صحیح واقدی۔ تبعیات ابو نصر ہمدانی۔ روضۃ الاحباب۔ حبیب السیر۔ روضۃ الصفا اور معارج النبوۃ میں مرقوم ہے کہ مقدمات ہجرت کے بارے میں علمائے فن سیر نے یہ نقل کیا ہے کہ جب مشرکان قریش نے دارالندوہ میں آنحضرتؐ کے باب میں مشورہ کیا۔ اور آخر کار یہ صلاح قرار پائی۔ کہ آپ کو قتل کیا جائے۔ اور اس پر عہد و پیمان مرتب ہو گیا۔ خدا تعالیٰ نے اپنے حبیب کو ان کے مکر سے خبردار فرمایا۔ اور ان کے مکروفریب کو باطل کر دیا۔ چنانچہ ارشاد فرمایا ہے۔ وَمَكَرُوا وَمَكَرَ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ (العمران ع۵) اور جبرئیلؑ نے بحکم ربّ جلیل حاضر خدمت ہو کر ان کی مجلس نجس کے تمام واقعات اور اس گروہ بے شکوہ کے سارے منصوبے ایک ایک کر کے عرض کئے۔ اور یہ آیہ پڑھا۔ وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِيْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّيْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا (بنی اسرائیل ع۹) اور کہو کہ اے رسولؐ کہ "اے میرے پروردگار! کہ مجھ کو صدق و راستی کے مقام میں داخل کر۔ اور صدق و راستی کے ساتھ باہر نکال" اپنی طرف سے میرے واسطے سلطان نصیر (سلطنت غالبہ و ناصرہ) قرار دے) اور کفار کا قصد و ارادہ مفصّل طور پر بیان کرنے کے بعد عرض کی کہ یا رسول اللّٰہ۔ خدا کا حکم یہ ہے کہ آپ آج کی رات اپنے بستر پر آرام نہ فرمائیں۔ دُوسرے روز اسباب سفر تیار کر کے مدینہ سکینہ کی طرف متوجّہ ہوں۔ **الغرض** جب رات ہوئی

تو روسائے قریش مثل ابوجہل۔ ابولہب۔ ابی بن خلف اور دیگر اشقیا حضرت مصطفےٰؐ کے درِ دولت پر اپنے منصوبے کے موافق آ کر جمع ہو گئے۔ اور انتظار کرنے لگے کہ جب آنحضرتؐ سو جائیں۔ تو وہ ملعون اس جناب رسالت مآبؐ کو قتل کر ڈالیں۔ ابولہب نے کہا کہ آج رات ہم اس کو صبح تک روکے رہیں تاکہ بنی ہاشم کو معلوم ہو جائے۔ کہ ہم نے اس کو بہیئت مجموعی یعنی سب نے مل جُل کر قتل کیا ہے۔ آنحضرتؐ نے ان گمراہوں کے اس باطل ارادے سے واقف ہو کر امیرالمومنینؑ سے فرمایا۔ اے بھائی! مجھ کو مدینے کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دیا ہے۔ اور کل کو سفر کی تیاری کروں گا۔ جو امانتیں لوگوں کی میرے پاس ہیں تمہارے سپرد کرتا ہوں کہ ان کے مالکوں کو پہنچا کر جلد تر مدینہ میں پہنچ جاؤ۔ اور مشرکوں کا ارادہ ہے۔ کہ آج کی رات مجھ کو قتل کر ڈالیں۔ تم سبز چادر اوڑھ کر میرے بستر پر لیٹ رہو۔ انشاء اللہ تم کو کسی قسم کا آسیب نہیں پہنچے گا۔ امیرالمومنینؑ نے نہایت فارغ البالی اور دلجمعی سے تکیہ لگا کر اپنے نفس نفیس کو آنحضرتؐ کی ذات مُقدّس کا فدیہ بنایا۔ اور یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ اس رات امیرالمومنینؑ نے سیّد المرسلینؐ کے بسترِ خاص پر تکیہ لگایا۔ حق تعالیٰ نے جبرئیلؑ اور میکائیلؑ پر وحی کی۔ کہ میں نے تم دونوں میں عقدِ مؤاخات یعنی بھائی چارہ قائم کیا ہے۔ اور ایک کی عمر کو دوسرے سے بڑا کیا ہے۔ تم میں سے کونسا اپنی زندگی کو اپنے بھائی کی زندگی پر ایثار اور قربان کرتا ہے۔ دونوں نے جدا جدا عرض کی کہ میں اپنی زندگی کو زیادہ دوست رکھتا ہوں۔ اور دوسرے کی زندگی کو اپنی زندگی پر ترجیح نہیں دیتا۔ وحی ہوئی کہ اے جبرئیلؑ و میکائیلؑ تم علیؑ کی مانند کیوں نہیں ہو تے۔ کہ میں نے اس کے محمدؐ کے درمیان عقدِ مواخات قائم کیا ہے اس نے اپنی جان کو محمدؐ کے نفس گرانمایہ کا محافظ بنایا ہے۔ اور محمدؐ کی زندگی کو اپنی زندگی پر ترجیح اور فوقیت دی ہے۔ لہٰذا تم پر لازم ہے کہ دونوں آسمان سے زمین پر جاؤ۔ اور دشمنوں کے شرّ سے علیؑ کی حفاظت کرو یہ دونوں سلطانِ بیچوں کے حکم سے آسمان سے پرواز کر کے زمین پر نازل ہوئے۔ جبرئیلؑ امیرالمومنینؑ کے سرہانے اور میکائیلؑ پائنتی کی طرف کھڑے ہوئے۔ جبرئیلؑ کہتے تھے۔ بَخٍ بَخٍ لَکَ یَا عَلِیُّ۔ یعنی یا علیؑ آپ کو مبارک ہو۔ کون شخص آپ کی مثل ہو سکتا ہے کہ حق تعالیٰ آپ کے وجود اقدس کے سبب ملاءِ اعلیٰ کے فرشتوں پر فخر و مباہات فرماتا ہے۔

بیت

ہر آنکہ بہر خدا راہِ نفس بر بندد ملک زعرش بفرمان او کمر بندد

بعدازاں امیرالمومنینؑ کی شان میں آیۂ کریمہ۔ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّشْرِیْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ۔ (بقرہ ۲۵) نازل ہوا۔ امیرالمومنینؑ نے بھی اس باب میں چند بیتیں ارشاد فرمائی ہیں۔

ابیات

وَقَیْتُ نَفْسِیْ خَیْرَ مَنْ وَطِیَ الْحَصٰی وَمَنْ طَافَہٗ بِالْبَیْتِ وَبِالْحَجَرِ

یعنی مَیں نے اپنے نفس کو اس شخص کا محافظ اور سپر بنایا جو پیٹ پر پتھر باندھنے والوں اور جو خانہ کعبہ اور حجرالاسود کے طواف کرنے والوں میں سب سے بہتر اور افضل ہے۔

رَسُوْلُ اِلٰہٍ خَافَ اَنْ یَّمْکُرُوْا بِہٖ فَنَجّٰی ذُوالطَّوْلِ الْاِلٰہُ مِنَ الْمَکْرِ

یعنی خدا کے رسولؐ کا جس نے یہ اندیشہ کیا کہ کفار اس سے مکروفریب سے پیش آئیں گے پس خدائے بزرگ وبرتر نے ان کے مکر سے اس بزرگوار کو نجات بخشی۔

وَبَاتَ رَسُوْلُ اللّٰہِ فِی الْغَارِ اٰمِنًا مُوَقًّی فِیْ حِفْظِ الْاِلٰہِ وَفِیْ سَتْرٖ

یعنی رسولؐ خدا نے امن وامان کے ساتھ خدا کی حفاظت اور اس کے پردے میں غار کے اندر رات بسر کی۔

وَبِتُّ اُرَاعِیْہِمْ وَمَا یُثْبِتُوْنَنِیْ فَقَدْ وَطَّنْتُ نَفْسِیْ عَلَی الْقَتْلِ وَالْاَسْرِ

یعنی اور مَیں نے اس حال میں رات بسر کی کہ مَیں مشرکوں کی حفاظت کروں حالانکہ انہوں نے مجھ کو شناخت نہیں کیا اور مَیں نے اپنے نفس کو قتل اور قید ہو جانے پر مطمئن اور تیار کر رکھا تھا۔

اور تمام کتب سیر میں منقول ہے کہ جب امیرالمومنینؑ سید المرسلینؐ کے بستر مبارک پر تکیہ لگا چکے۔ تو آنحضرتؐ دولت سرا سے باہر تشریف لائے۔ اوّل سورہ یٰسین فَاَغْشَیْنٰہُمْ فَھُمْ لَا یُبْصِرُوْنَ ط تک تلاوت فرمائی اور خاک کی ایک مٹھی لے کر ان ملاعنہ کفار کے سروں پر پھینک دی۔ اور بیان کرتے ہیں۔ کہ اس خاک کی گرد جس جس ملعون کے سر پر پہنچی، وہ جنگ بدر میں جہنّم واصل ہُوا۔ اور آنحضرتؐ صحیح سلامت ان کے درمیان سے گذر گئے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ابلیس لعین وہاں سے نمودار ہوا۔ اور پوچھا۔ کہ تم لوگ یہاں کس کام کے لئے جمع ہُوئے ہو۔ اور کس کے منتظر ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم محمدؐ کا انتظار کر رہے ہیں۔ بولا۔ خدا کی قسم محمدؐ گھر سے باہر نکل گیا ہے۔ اور تمہارے سروں پر خاک ڈال کر چلا گیا۔ یہ سُن کر انہوں نے اپنے سَروں پہ ہاتھ مارا۔ اور اپنے سَروں کو خاک آلود پایا۔ پھر دروازے کے سُوراخ سے نگاہ کی۔ دیکھا کہ ایک شخص آنحضرتؐ کے بستر پر سو رہا ہے۔ یہ دیکھ کر کہنے لگے کہ یہ تو محمدؐ سو رہا ہے۔ جب ان ملاعنہ نے دست درازی کی نیت سے گھر میں قدم رکھا۔ تو امیرالمومنینؑ اپنی جگہ سے اُٹھ کھڑے ہُوئے۔ جب کفار کو معلوم ہُوا کہ محمدؐ رسولِ خدا یہاں سے چلا گیا ہے۔ امیر سے پُوچھا۔ محمدؐ کہاں ہے؟ فرمایا تم نے مجھے اس کا محافظ مقرر نہیں کیا۔ اور اس کا ذمہ دار نہیں بنایا۔ مجھے کیا معلوم کہاں ہے؟ تم کو خوب طرح معلوم ہو گا کہ تمام رات اس کی تلاش میں لگے رہے ہو۔ یہ سُن کر کفّار ناہنجار نہایت نادم اور شرمسار ہوئے۔ اور کچھ دیر امیرالمومنینؑ کو بند رکھا۔ آخر کار ابولہب کے اشارے سے

ان کو چھوڑ دیا۔

مؤلف عرض کرتا ہے کہ اگرچہ مذکورہ باب آیات میں آیۂ کریمہ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ کے بیان میں پہلے لکھا گیا ہے۔ لیکن چونکہ کتب مذکورہ بالا میں مفصّل طور پر مذکور ہے لہٰذا دوبارہ درج کیا گیا۔

منقبت[۱۳۲]۔ وسیلۃ المتعبدین۔ مناقب خطیب۔ کشف الغمہ۔ معارج النبوۃ۔ روضۃ الاحباب اور حبیب السیر میں مرقوم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل مکہ اور مدینہ کے درمیان عقد اخوت منعقد فرمایا۔ اور ان کو آپس میں بھائی بھائی بنایا۔ مہاجرین مکہ اور انصار مدینہ میں سے پنتالیس پنتالیس شخصوں میں اور بروایت دیگر پچاس پچاس شخصوں میں آنحضرتؐ نے سلسلہ مواخات کو مضبوط کیا۔ منجملہ ان کے سلمانؓ فارسی کو ابو درداء کا۔ اور ابوبکر صدیق کو خارجہ بن زید کا۔ اور عمر بن الخطاب کو غسان بن مالک کا۔ اور عثمان بن عفان کو اوس بن ثابت کا۔ اور ابو عبیدہ جراح کو سعد بن معاذ کا۔ اور زبیر بن العلوم کو سلمہ بن سلامہ کا۔ اور طلحہ بن عبید اللہ کو کعب بن مالک کا۔ اور عبد الرحمٰن بن عوف کو سعد بن الربیع کا۔ اور مصعب بن عمیر کو ایوب انصاری کا۔ اور ابو حذیفہ بن عتبہ کو عباد بن بشر انصاری کا اور عمار یاسر کو ثابت بن قیس کا۔ اور عبد اللہ بن جحش کو عاصم بن ثابت کا۔ اور ارقم بن ابی ارقم کو ابو طلحہ انصاری کا بھائی بنایا۔ علیٰ ہذا القیاس۔ اور اس باب میں تحریریں لکھی گئیں کہ ایک دوسری کی امداد اور ہمدردی کریں گے۔ اور ایک دوسرے سے میراث پائیں گے اور اس عقدِ مواخات کی وجہ سے آپس میں ایک دوسرے سے میراث لیتے رہے۔ یہاں تک کہ غزوہ بدر کے بعد آیۂ کریمہ۔ اُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ (انفال) (بعض ذوی الارحام کتاب خدا میں بعض سے اولیٰ اور احق ہیں) نازل ہوا۔ اور عقدِ مواخات کی وجہ سے میراث پانا منسوخ ہوگیا۔ اور شرح صحیح بخاری میں عبد البر سے نقل کیا گیا ہے کہ انصار کے سلسلہ اصحاب میں داخل ہونے سے اس موخات کے سوا ایک اور مواخات کا بھی باہم مہاجرین کے درمیان منعقد ہوا تھا۔ اور حاکم ابو عبد اللہ نیشاپوری نے بھی ایک حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ نے ابوبکر اور عمر۔ اور طلحہ اور زبیر۔ عثمان بن عفان اور عبد الرحمٰن بن عوف کے درمیان عقدِ برادری قائم کیا۔ تب امیر المومنین علیؑ نے عرض کی۔ یا رسولؐ اللہ! آپ نے یاروں میں باہم بھائی چارہ قائم کیا۔ اور مجھ کو کسی کا بھائی نہ بنایا۔ فرمائیے میرا بھائی کون ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اَنَا اَخُوْكَ۔ یعنی میں ہوں تمہارا بھائی **اور** ایک روایت کی بنا پر فرمایا۔ اَنْتَ اَخِيْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ **یعنی** تم دنیا اور آخرت میں میرے بھائی ہو۔ یہ جماعت سب کے سب مہاجر ہی تھے۔ **پس** معلوم ہوا کہ عقدِ مواخات دو دفعہ قائم کیا گیا ہے۔ اور

دونوں دفعہ امیرالمومنینؑ کو آنحضرتؐ نے اپنا بھائی فرمایا ہے۔ **بیت**

بلے زمادر دوہرش نہ زاد طفل نظیر　　کسے کہ ہمچو پیمبر بود برادر او

منقبت ۱۳۳ مودات۔ روضۃ الاحباب۔ روضۃ الصفا۔ حبیب السیر اور معارج النبوۃ میں منقول ہے کہ علمائے سیر و اخبار نے روایت کی ہے کہ ہجرت کے نویں سال آخر ماہ ذیقعدہ میں آنحضرتؐ نے حج کرنے کی خواہش کی۔ لیکن جب سُنا کہ مشرکین رسم جاہلیت کے موافق موسم حج میں مکہ معظمہ میں آکر ننگے خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہیں۔ اُن کے ساتھ شریک ہونا مکروہ خیال کر کے اس ارادے کو فسخ کیا۔ اور ابوبکر صدیقؓ کو تین سو نفر اصحاب کا سردار مقرر کر کے فرمایا کہ مکہ میں جاکر لوگوں کو مناسک حج تعلیم کرے۔ اور سورہ برات کی ابتدائی چالیس آئتیں سب کے سامنے پڑھ کر سُنائے۔ جب ابوبکرؓ مقام ذوالحلیفہ سے احرام باندھ کر روانہ ہوگئے۔ اسی اثناء میں جبرئیل علیہ السلام نے حاضر خدمت ہو کر خدائے عزّ وجلّ کا یہ پیغام پہنچایا کہ کوئی شخص تبلیغ رسالت اور ادائے پیغام نہ کرے۔ لیکن تو خودؐ یا علیؑ۔ اور ایک روایت میں ہے لیکن تو یا وہ شخص جو تجھ سے ہو۔ چونکہ امیرالمومنینؑ تمام قوم میں من کل الوجوہ قرب و قرابت کی زیادتی کے سبب آنحضرتؐ سے شرف اختصاص و اتحاد رکھتے تھے۔ آنحضرتؐ نے سارا حال ان کو سُنا کر حکم دیا کہ ابوبکرؓ کے پیچھے جائیے۔ اور سورۂ برات اس سے لے کر حج کے موقع پر لوگوں کو پڑھ کر سُنائیے۔ اور یہ چار کلمے بھی خلقت کو پہنچائیے۔ **اوّل** یہ کہ بہشت میں وہی شخص داخل ہوگا۔ جو زیور اسلام سے مزیّن اور آراستہ ہوگا۔ **دُوسرے** کوئی شخص کعبہ کا طواف ننگا ہو کر نہ کرے **تیسرے** کوئی مشرک اور گمراہ اس سال کے بعد حج نہ کرے۔ **چوتھے** مشرکوں اور کفار میں سے جن لوگوں نے خدا و رسولؐ سے عہد موقت (میعادی عہد) رکھا ہے۔ اگر وہ مدت مقررہ کے ختم تک مسلمان نہ ہوں گے۔ ان کا خون اور مال ہدر اور مباح ہوگا۔

جابر انصاریؓ کہتے ہیں ہم تین سو شخص ابوبکر رضی اللہ عنہٗ کے ہمراہ آئے تھے۔ جب منزل عرج پر پہنچے۔ اور صبح کی نماز کا وقت ہُوا۔ ابوبکرؓ امامت کے ارادہ سے آگے گئے۔ ابھی نماز شروع نہ کی تھی کہ آنحضرتؐ کے ناقۂ خاص کی آواز۔ اس کے کان میں آئی۔ توقف کر کے کہا کہ یہ رسولؐ خدا کے ناقہ کی آواز ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ حج پر مامور ہوگئے ہیں۔ ذرا توقف کرو۔ تاکہ ہم آنحضرتؐ کے ساتھ مل کر نماز ادا کریں اتنے میں علیؑ آنحضرتؐ کے ناقہ پر سوار وہاں آپہنچے۔ ابوبکرؓ نے امیرالمومنینؑ سے پوچھا کہ آمر (حاکم) بن کر آئے ہو۔ یا مامور (محکوم و ماتحت) ہوکر۔ امیر نے فرمایا۔ کہ فرمان واجب الاذعان یہ صادر ہُوا ہے کہ تم سورۂ برات میرے حوالے کر دو تاکہ میں لے جاکر لوگوں کو سُناؤں۔ اور یہ چار کلمات بھی ان کو پہنچاؤں۔ ابوبکرؓ نے

آیات بنیات امیرالمومنینؑ کے سپرد کر دیں اور امیرؑ کے پیچھے نماز ادا کی۔ بعد ازاں امیرالمومنینؑ نے اُٹھ کر سورۂ برأت کی چالیس ابتدائی آیتیں لوگوں کے سامنے پڑھ کر سُنائیں۔ اور وہ چاروں کلمے ان کو پہنچائے اور موافقِ حج میں سے ہر ایک موقف میں خطبہ پڑھا۔ اور احکام بیان فرمائے۔ اور جس امر پر مامور ہوئے تھے اسکو ادا کیا۔ کہتے ہیں کہ جب امیرالمومنینؑ نے وہ چاروں کلمات لوگوں کو سُنائے۔ اس وقت ایک شخص نے ان میں سے پکار کر کہا کہ اگر ہمارے اور تیرے ابن عم کے درمیان جو عہد ہے۔ وہ قسم پر قطع نہ ہو چکا ہوتا۔ تو میں ضرور تجھ سے تلوار کے ساتھ ابتدا کرتا۔ امیرؑ نے فرمایا۔ کہ اگر رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر دشوار اور ناگوار نہ ہوتا کہ انہوں نے مجھ سے ارشاد فرمایا ہے کہ اپنے واپس آنے تک ان سے کچھ نہ کہنا۔ تو میں بیشک پیش قدمی کرتا۔ **بیان** کرتے ہیں کہ جب امیرالمومنینؑ مکہ معظّمہ میں پہنچے" تلوار کھینچ کر فرمایا۔ خدا کی قسم اکوئی شخص ننگا ہو کر طواف نہ کرے۔ نہیں تو میں تلوار سے اُس کی تادیب کروں گا۔ یا ایسا لباس پہنے جس میں سوئی کا استعمال کیا گیا ہو۔

الغرض جب امیرالمومنینؑ ان معاملات سے فارغ ہو کر واپس آئے۔ ابو بکرؓ نے رسولِ خداؐ کی خدمت میں عرض کی۔ یا رسولؐ اللہ! مجھ سے کیا چیز صادر ہوئی۔ جو آپ نے مجھ کو سورۂ برات کے پڑھ کر سُنانے سے منع فرمایا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ اے ابو بکرؓ! تجھ سے کوئی امر سرزد نہیں ہُوا۔ اور نہ تیری حالت میں کسی قسم کی منقصت اور کسی واقعہ ہُوئی ہے۔ تو غار میں میرا مصاحب ہے۔ لیکن جبرئیلؑ نے آکر بیان کیا کہ خدا کا یہ فرمان ہے کہ اس کام کو کوئی ادا نہ کرے لیکن تو خود یا وہ شخص جو تجھ سے ہو۔

منقبت[۱۳۴]۔ صحیح ترمذی اور مشکوٰۃ میں ابن عباسؓ سے۔ اور مسند احمد بن حنبل صحیح نسائی اور ہدایۃ السعداء میں ابن عباس۔ زید بن ارقم اور براء بن عازب سے مروی ہے۔ وُہ بیان کرتے ہیں کہ اصحاب رسولؐ میں سے چند اشخاص نے مسجد میں دروازے کھول لئے تھے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ کہ علیؑ بن ابی طالب کے دروازے کے سوا سب اپنے دروازے بند کریں پس بعض اشخاص نے اس باب میں (اعتراضاً) باتیں کیں۔ جب یہ تذکرہ آنحضرتؐ کے گوش مبارک تک پہنچا۔ تو آپ نے اُٹھ کر حمد و ثنائے باری تعالیٰ بجا لانے کے بعد فرمایا۔ **امّا بعد** میں نے علیؑ کے دروازے کے سوا باقی سب کے دروازے بند کرنے کا حکم دیا۔ پس تم میں سے ایک شخص نے اس باب میں کچھ کہا ہے۔ خدا کی قسم! جب تک میں خدا کی طرف سے مامور نہیں ہُوا۔ نہ میں نے کچھ بند کیا۔ اور نہ کھولا۔ **بیت**

کشائش از در دیگر مجو بغیر علیؑ ۔ کہ غیر باب علیؑ را بہ گل بر آوردند

منقبت[۱۳۵]۔ **نیز** مسند احمد بن حنبل میں ابن عمر سے مروی ہے کہ مرتضیٰ علیؑ کو تین فضیلتیں ایسی دی گئی ہیں کہ اگر ان میں سے ایک فضیلت بھی مجھ کو حاصل ہو۔ تو میں اس کو سُرخ بال والے اونٹوں سے زیادہ

عزیز سمجھوں۔ **اوّل** رسولؐ نے بتولِ عذرا اس کو عنایت فرمائی۔ **دوسرے** رسولؐ نے اس کو مسجد میں جگہ دی کہ اس کو جو کچھ مسجد میں حلال ہے مجھ کو حلال نہیں۔ **یعنی** رسولؐ نے اس کو حالتِ جنابت میں مسجد کے اندر جانے کی اجازت دی۔ **تیسرے** یہ کہ خیبر کے روز اپنا علم عطا فرمایا۔

مؤلف کتاب عرض کرتا ہے کہ روایت مذکورہ صواعق محرقہ میں عمر بن الخطاب سے بھی منقول ہے۔

منقبت [۱۳۶] روضۃ الاحباب۔ روضۃ الصفا۔ حبیب السیر اور معارج النبوۃ میں مرقوم ہے۔ کہ اہل سیر رحمہم اللہ نے روایت کی ہے کہ ہجرت کے دسویں سال میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نجران کے نصاریٰ سے مصالحت فرمائی۔ **منقول** کہ جب آنحضرتؐ نے ایک خط بھیج کر ان کو اسلام کی طرف تبلیغ فرمائی۔ تو انہوں نے اپنی قوم کے رؤسا میں سے چودہ آدمی انتخاب کر کے مدینہ کی طرف روانہ کئے۔ کہ آنحضرتؐ کا حال تحقیق کر کے ہم کو خبر دیں۔ اس وفد کا سرگروہ ایک شخص بنی کندہ سے تھا۔ جس کا نام عبدالمسیح اور لقب عاقب تھا۔ دوسرے شخص کا نام ابہم اور لقب سیّد تھا۔ اور عاقب اہل نجران کا امیر اور صاحب رائے شخص تھا۔ اور سیدان کے درمیان قبیلہ والا آدمی تھا۔ اور ایک شخص بنی ربیعہ سے ابوالحارث بن علقمہ تھا۔ جو اس گروہ میں دانشمند اور اعلیٰ مدرس تھا باقی اپنی قوم کے مشاہیر اور اعلیٰ روسا میں سے تھے۔ اور اس ابوالحارث کا ایک بھائی کرز بن علقمہ تھا۔ وہ بھی ان چودہ اشخاص میں شامل تھے۔ رستے میں ابوالحارث کا خچر ٹھوکر کھا کر سر کے بل گر پڑا۔ اس کے بھائی کرز نے کہا سر کے بل گرے وہ شخص جو ہمارے دین سے بہت دور ہے۔ یعنی (معاذ اللہ) آنحضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ ابوالحارث نے کہا۔ بلکہ تو سر کے بل گرے۔ کرز بولا۔ اے بھائی! تو یہ کیوں کہتا ہے۔ اس نے جواب دیا۔ خدا کی قسم! محمدؐ درحقیقت خاتم الانبیا ہے۔ اور ہم اُن کی تشریف آوری کے منتظر تھے۔ کرز نے کہا جبکہ واقعی امر اس طرح پر ہے۔ تو اس کا دین کس لئے قبول نہیں کرتا۔ وہ بولا کہ محمدؐ سے موافقت کرنے میں قوم سے مخالفت لازم آتی ہے۔ اگر ہم سے ایسا ظہور میں آئے۔ تو نصاریٰ کے نزدیک ہمارا اعتبار جاتا رہے۔ اور جو نفیس نفیس مال اور بیش بہا قیمتی اسباب ہمارے حوالے کر رکھے ہیں سب ہم سے واپس لے لیں۔ یہ سُن کر کرز کے دل میں اسلام کی محبت پیدا ہوئی۔ اور اپنا اونٹ تیزی سے ہنکانا شروع کیا۔ آنحضرت سے مصافحہ کیا۔ تو آپ کی رسالت پر ایمان لایا۔ اور کلمہ پڑھا۔

منقول ہے کہ جب وہ مدینہ منورہ میں پہنچے۔ تو سفر کے کپڑے اتار ڈالے۔ اور ریشمی لباس پہن اور سنہری انگوٹھیاں ہاتھوں میں ڈال کر مسجد مقدس میں حاضر ہوئے۔ اور حضرتؐ کو سلام کیا۔ سرور کائنات نے ان کے سلام کا جواب نہ دیا۔ اور اُن کی طرف سے مُنہ پھیر لیا۔ اور ذرا بھی متوجہ نہ ہوئے۔ ہر چند باتیں کیں مگر کچھ بھی جواب نہ ملا۔ آخر کار مسجد سے باہر نکلے۔ اور عثمان بن عفان اور عبدالرحمٰن بن عوف کو جو ان کے پہلے سے واقف کار

اور تنا سا تھے تلاش کر کے کہا۔ تمہارے پیغمبرؐ نے خط لکھ کر ہم کو اسلام کی طرف دعوت دی تھی۔ جب ہم نے آ کر سلام و آداب عرض کیا۔ تو کچھ بھی جواب نہ ملا۔ اور ہر چند ہم نے بات کرنی چاہی۔ مگر اُدھر سے سکوت و خاموشی کے سوا اور کچھ نہ دیکھا۔ اب کہئے۔ کیا صلاح ہے۔ واپس چلے جائیں یا توقف کریں؟ عثمانؓ اور عبدالرحمٰنؓ نے ہر چند غور کیا۔ مگر اس قوم کو کچھ جواب نہ دے سکے۔ امیرالمومنین علیؑ بھی اس جگہ تشریف رکھتے تھے۔ عثمانؓ اور عبدالرحمٰنؓ نے عرض کی۔ یا اباالحسنؑ اس باب میں آپ کی کیا رائے ہے۔ فرمایا۔ میری رائے یہ ہے کہ ریشمی کپڑے اور سنہری انگوٹھیاں اُتار دو۔ اور معمولی اور سادے لباس پہن کر حضور میں حاضر ہو۔ انہوں نے امیرالمومنینؑ کے ارشاد کی تعمیل کر کے آنحضرتؐ کو سلام کیا۔ آنحضرتؐ نے ان کے سلام کا جواب دے کر فرمایا مجھ کو اس ذات کی قسم ہے جس نے مجھ کو حق اور راستی کے ساتھ پیغمبری پر مبعوث کیا ہے۔ جب یہ لوگ پہلی دفعہ میرے پاس آئے تو شیطان اُن کے ساتھ تھا۔ اسی سبب سے مَیں نے اُن کے سلام کا جواب نہ دیا۔ اور کلام کرنے کے لئے زبان نہ کھولی۔ یہ ارشاد فرما کر ان کو اسلام کی طرف دعوت فرمائی۔ انہوں نے انکار کیا۔ اور براہِ انکار و عناد عیسٰیؑ کے باب میں سوال کیا۔ آنحضرتؐ نے جواب دیا۔ کہ وہ خدا کا بندہ اور اس کا رسولؐ تھا۔ اس گروہ کے اُسقف نے پوچھا آپ کو معلوم ہے کہ عیسٰیؑ کا کوئی باپ تھا؟ حضرتؐ نے فرمایا۔ نہیں۔ وہ بولا۔ پھر کیوں کر وہ بندۂ مخلوق ہوا۔ فرمایا۔ آج اس سوال کا جواب نہیں دیتا توقف کرو۔ تاکہ اپنے سوال کا جواب سُنو۔ دوسرے روز حق تعالیٰ نے یہ آیۂ کریمہ بھیجا۔ اِنَّ مَثَلَ عِیۡسٰی عِنۡدَ اللّٰہِ کَمَثَلِ اٰدَمَ خَلَقَہٗ مِنۡ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَہٗ کُنۡ فَیَکُوۡنُ اَلۡحَقُّ مِنۡ رَّبِّکَ فَلَا تَکُنۡ مِّنَ الۡمُمۡتَرِیۡنَ فَمَنۡ حَآجَّکَ فِیۡہِ مِنۡۢ بَعۡدِ مَا جَآءَکَ مِنَ الۡعِلۡمِ فَقُلۡ تَعَالَوۡا نَدۡعُ اَبۡنَآءَنَا وَ اَبۡنَآءَکُمۡ وَ نِسَآءَنَا وَ نِسَآءَکُمۡ وَ اَنۡفُسَنَا وَ اَنۡفُسَکُمۡ ثُمَّ نَبۡتَہِلۡ فَنَجۡعَلۡ لَّعۡنَتَ اللّٰہِ عَلَی الۡکٰذِبِیۡنَ (اٰل عمران) عیسٰیؑ کی مثال خدا کے نزدیک آدمؑ کی مثال ہے کہ اس نے اس کو مٹّی سے پیدا کیا۔ پھر اس سے کہا کہ ہو جا۔ پس وہ ہو گیا۔ یہ حق تیرے رب کی طرف ہے پس تو شک کرنے والوں میں سے نہ ہو۔ پس جو کوئی اس کے باب میں تیرے پاس یہ علم آنے کے بعد تجھ سے جھگڑا کرے۔ پس تو ان سے کہہ دے کہ ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں۔ تم اپنے بیٹوں کو بلاؤ۔ اور ہم اپنی عورتوں کو بلائیں تم اپنی عورتوں کو بلاؤ۔ اور ہم اپنے نفسوں کو بلائیں تم اپنے نفسوں کو بلاؤ۔ پھر ہم آپس میں مباہلہ کریں۔ پس ہم جھوٹوں پر خدا کی لعنت کریں) آنحضرتؐ نے ان لوگوں کو بُلا کر یہ آیات سُنائیں۔ انہوں نے اس آیت کے مضمون کا اقرار نہ کیا۔ اور اپنے عقیدے پر اصرار کرتے رہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا اگر تم یقین نہیں کرتے۔ تو آؤ ہم آپس میں مباہلہ کریں یعنی ایک دُوسرے کے حق میں دعا کریں اور کہیں کہ جھوٹوں پر خدا کی لعنت ہو۔ نصارٰی نے کہا کہ ہم کو مہلت دیجئے کہ اس بارے میں غور کر کے کل کو مباہلہ کریں گے۔ وہاں جا کر اپنے سردار عاقب سے کہا کہ اس باب میں تمہاری کیا رائے ہے؟ اس نے کہا کہ اے گروہ نصارٰی! خدا کی قسم۔ تم

اپنی زبان پر جاری کئے۔ اور اُن کی برکت سے حق تعالیٰ نے اُن کی توبہ قبول کرلی۔ فرمایا۔ سَاءَلَ اٰدَمُ عَنْ رَبِّہٖ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ وَّعَلِیٍّ وَّفَاطِمَۃَ وَحَسَنٍ وَّحُسَیْنٍ اَنْ تُبْتَ عَلَیَّ۔ یعنی آدمؑ نے حق تعالیٰ سے سوال کیا کہ اے میرے پروردگار محمدؐ و علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ یعنی ان پنجتن کا واسطہ میری توبہ کو قبول فرما اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کی توبہ قبول فرمائی۔

رباعی

یارب بہ محمدؐ و علیؑ و زہراؑ یارب بہ حسینؑ و حسنؑ و آلِ عبا
کز لطف برآر حاجتم در دو سرا بے منتِ خلق یا علیؑ الاعلیٰ

منقبت ۱۴۱ مودات میں جمیع بن عمیر سے مروی ہے کہ مَیں نے ام المومنینؑ عائشہؓ سے پوچھا کہ امیرالمومنین علیؑ کی منزلت سیّد المرسلینؐ کے نزدیک کس درجے پر تھی؟ فرمایا۔ اَکْرَمُ رِجَالِنَا عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ۔ یعنی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک تمام مردوں سے زیادہ اکرم و معظم تھے۔

منقبت ۱۴۲ نیز مودات میں ابو سالم سے مروی ہے کہ میں نے جابر انصاری رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ کہ تم کو رسولؐ خدا سے جو علیؑ مرتضیٰ کے فضائل معلوم ہوئے ہیں۔ مجھ سے بیان کرو۔ جابرؓ نے کہا کہ امیرالمومنینؑ جناب خیر النبیینؐ کے بعد نصوص قرآنی اور احادیث حبیب سبحانی کے موافق خیر البشر ہیں۔ پس میں نے کہا کہ تم ان لوگوں کے حق میں کیا کہتے ہو۔ جو اس بزرگوار کی بغض و عداوت دل میں رکھتے تھے۔ جابرؓ نے جواب دیا۔ کہ وہ بیشک کافر ہو گئے۔ اور علیؑ کو دشمن نہیں رکھتا مگر کافر۔

منقبت ۱۴۳ نیز مودات میں ہاشم بن بدیر سے منقول ہے۔ وہ بیان کرتا ہے کہ میں نے یہ کہتے ہوئے سُنا کہ مَیں نے قرآن کی ستر سورتوں کو تو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مستند کیا اور باقی کو بہترین اُمت سے۔ مَیں نے کہا۔ وہ بہترین امت کون ہے؟ جواب دیا۔ علیؑ بن ابی طالب۔

منقبت ۱۴۴ مودات۔ مناقب خطیب اور بحر المناقب میں علقمہ بن قیس اور اسود بن برید سے نقل کیا گیا ہے کہ جن دنوں حضرت امیرالمومنینؑ معاویہ سے جنگ کرنے جا رہے تھے ہم نے ابوایوب انصاری سے کہا کہ اے ابو تراب حالانکہ تو پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت کا شرف پا چکا ہے۔ پھر باوجود اس کے کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے قائلین پر تلوار اٹھاتا ہے۔ اس نے جواب دیا اے علقمہ اور اسود! ایک روز میں جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بیٹھا تھا۔ اور انس بن مالک کھڑا تھا کہ گھر کا دروازہ ہلا۔ رسولؐ نے انس سے فرمایا۔ دیکھو۔ دروازے کے پیچھے کون ہے؟ اس نے کہا۔ عمارؓ ہے۔ فرمایا۔ بلاؤ۔ جب وہ اندر آیا۔ تو فرمایا۔ اے عمارؓ! عنقریب میری امت میں فساد اور قبائح ظاہر ہوں۔ چنانچہ ایک دُوسرے پر تلوار کھینچیں گے۔ اور بعض تو ان میں سے بہشت میں جائیں گے۔ اور بعض دوزخ میں۔ جب تم یہ واقعہ معائنہ

کرو۔ لازم ہے کہ علیؑ کا ساتھ دو۔ اور اس کی رفاقت اختیار کرو۔ اگرچہ تمام اہلِ عالم اس کی مخالفت کریں۔ اس لئے کی علیؑ سیدھی راہ سے برگشتہ اور منحرف نہیں کرتا۔ اور اس کی فرمانبردار میری فرمانبرداری ہے اور میری فرمانبرداری خدا کی فرمانبرداری ہے۔

منقبت ۱۴۵۔ نیز مودات میں رافع خادم سیّدالمرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے۔ کہ جو کوئی امیرالمومنین علیؑ کا حق نہ پہچانے۔ وہ تین حال سے خالی نہیں ہے (۱) یا تو منافق ہے (۲) یا ولدالزنا (۳) یا اس کی ماں نے حیض کی حالت میں اس کو حاملہ ہوکر اس کو جنا ہے۔

منقبت ۱۴۶۔ نیز مودات میں ابو وائل سے منقول ہے کہ میں نے عبداللہ بن عمر کو سنا کہ وہ پیغمبرؐ کے اصحابِ کبار کو اس ترتیب سے شمار کرتا تھا۔ ابوبکرؓ۔ عمرؓ۔ عثمانؓ۔ اور امیرالمومنینؑ کو ان میں شمار نہ کیا۔ ایک شخص نے اس سے کہا۔ اے عبداللہ! آیا علیؑ مرتضیٰ اصحابِ کبار میں داخل نہیں ہے۔ جو تو اس بزرگوار کو شمار نہیں کرتا۔ اس نے جواب دیا کہ مرتضیٰ علیؑ اہلِ بیت پیغمبر میں سے ہیں۔ اور رسولِ خدا کے ساتھ مرتبہ اور نسبت میں صحابہ میں سے کسی کا قیاس اس بزرگوار پر نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّیَّتُهُمْ بِاِیْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ۔ (طور)۔ یعنی جو لوگ کہ ایمان لائے ہم نے ان کے ایمان لانے اور ہماری طرف گرویدہ اور راغب ہونے کی وجہ سے ان کی ذرّیات کو ان کے ہمراہ کیا۔ پس فاطمہ علیہا السلام رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہے اور مرتضیٰؑ بھی رسولؐ اور بتولؑ کے ہمراہ ہے۔

منقبت ۱۴۷۔ نیز مودات میں عبداللہ بن احمد حنبل سے منقول ہے۔ عبد کہتا ہے کہ میں نے اپنے باپ سے سوال کیا کہ بہترین صحابہ کون کون ہیں۔ اس نے جواب دیا۔ کہ ابوبکرؓ۔ عمرؓ اور عثمانؓ اور خاموش ہوگیا۔ میں نے کہا۔ اے باپ تو نے مرتضیٰ علیؑ کا نام اپنی زبان پر جاری نہ کیا۔ اس نے جواب دیا کہ اے فرزند! مرتضیٰ علیؑ بحکم آیۂ مباہلہ نفس پیغمبر ہیں اور بحکم آیۂ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ اہلبیت رسولؐ میں سے ہیں۔ اور آیہ اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ۔ اور حدیث مَنْ کُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاهُ۔ کے موافق مومنوں کے امیر اور مختار ہیں۔ صحابہ میں سے کوئی شخص ان کی برابری اور ہمسری نہیں کر سکتا۔

منقبت ۱۴۸۔ نیز مودات میں امام محمد باقر رضوان اللہ علیہ سے منقول ہے کہ ایک روز مرض الموت کی حالت میں رسولؐ کا سرِ مبارک امیرالمومنین علیؑ کی آغوش متبرک میں تھا۔ اور مہاجر و انصار سیدالمرسلینؐ کے دولت سرا میں جمع تھے۔ اس وقت جناب امیر کی طرف مخاطب ہوکر فرمایا۔ اے بھائی! کیا تم میری وصیّت قبول کرتے ہو۔ اور میرے وعدے بجا لاؤ گے؟ امیر نے عرض کی۔ یا رسول اللہ! ہاں۔ یہ کہہ کر رقت طاری ہوئی اور اس قدر روئے۔ کہ کثرت گریہ سے بیہوش ہوگئے۔ بعد ازاں رسولِ خدا نے بلالؓ سے فرمایا۔ اے بلال! میری تلوار۔ خود۔ زرہ۔

سچ جانو کہ محمدؐ خدا کا بھیجا ہوا ہے اور عیسیٰؑ کے باب میں روشن اور ظاہر دلیل لایا ہے۔ اور تم اس سے مباہلہ کرتے ہو۔ خدا کی قسم۔ جس قوم نے کسی پیغمبرؐ سے مباہلہ کیا۔ وہ کبھی زندہ نہیں رہی۔ بہتر یہ ہے کہ تم اس سے مصالحہ کر کے جزیہ دینا قبول کر لو۔ اور اپنے ملک کو واپس چلے جاؤ۔

دوسرے روز صبح کو جب صباغان قدرت نے آفتاب کے زرِ خالص کو فلک بوقلموں کی سیماب گوں کٹھالی میں ڈالا۔ اور مذہبانِ حکمت نے اس صفحۂ لاجوردی پیکر زبرجدی منظر پر خورشید انور کے ذہب احمر سے قرصِ آفتاب کے چہرۂ منوّر کا مدوّر شمسہ اوپر کو ابھارا۔ تو آنحضرتؐ نے حجرہ مبارک سے نکل کر امام حسنؑ کا ہاتھ ایک ہاتھ میں پکڑا اور امام حسینؑ کو گود میں لیا۔ اور سیدۃ النسا فاطمہ زہراؑ اور سلطان الاولیا علی مرتضیٰؑ زہرہ اور چاند کی طرح اس آفتابِ فلکِ رسالت کے پیچھے پیچھے روانہ ہوئے۔ اور آنحضرتؐ اپنی اولاد امجاد سے فرماتے تھے۔ جب میں دعا کروں تو تم آمین کہنا۔ نصاریٰ نے جب یہ پانچ تن دیکھے۔ اور ان کی دعا اور آمین کا تذکرہ سُنا۔ تو نہایت خوفزدہ ہوئے ابوالحارث نے جو ان میں بڑا دانشمند اور عالم تھا۔ کہا اے دوستو! میں وہ چند صورتیں دیکھ رہا ہوں اگر خداتعالیٰ سے دعا کریں۔ تو پہاڑ اپنی جگہ سے ٹل جائے۔ خبردار! ان سے مباہلہ نہ کیجیو۔ ورنہ ایک نصرانی بھی روئے زمین پر باقی نہ رہے گا۔ یہ سُن کر وہ حضرتؐ کی خدمت میں آ کر یوں ملتجی ہوئے اے ابوالقاسم! ہم آپ سے مباہلہ نہیں کرتے۔ فرمایا مسلمان ہو جاؤ۔ عرض کی۔ یہ کام بھی ہم سے نہیں ہو سکتا۔ فرمایا۔ تو پھر لڑائی کے لئے تیار ہو جاؤ۔ بولے۔ ہم کو عرب سے لڑنے اور مقابلہ کرنے کی تاب و طاقت نہیں ہے۔ لیکن ہم اس طرز پر آپ سے مصالحہ کرتے ہیں کہ ہر سال دو ہزار حُلّے ہزار ماہ صفر میں اور ہزار ماہ رجب میں دیا کریں گے۔ اور ہر حُلّہ چالیس درہم قیمت کا ہوگا۔ اور آپ کا ایلچی جو ہمارے علاقے سے گذرے گا۔ اس کی مہمانداری کریں گے۔ مگر شرط یہ ہے کہ ہم کو اپنے ہی مذہب پر رہنے دیجئے۔ اور ہم سے لڑائی نہ کیجئے۔ اور ایک روایت کے موافق انہوں نے یہ شرط کی۔ کہ تیس گھوڑے۔ تیس اونٹ۔ تیس زرہیں اور تیس نیزے دیا کریں گے۔ بعد ازاں اس باب میں صلحنامہ لکھا گیا۔ اور چند اصحاب رضی اللہ عنہم کی گواہی اس پر ثبت کر کے اُن کے حوالے کر دیا گیا۔

مؤلف عرض کرتا ہے کہ اگرچہ باب آیات میں آیۂ مباہلہ لکھا جا چکا ہے لیکن چونکہ کتب مذکورہ میں تفصیل کے ساتھ مذکور ہے۔ اس لئے اس کا یہاں پر دوبارہ ذکر کیا گیا۔

منقبت[۱۳۱]۔ وسیلۃ المتعبدین۔ مناقب خوارزمی میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز سفر حجۃ الوداع میں آنحضرتؐ جنگل کی طرف تشریف لے گئے۔ میں بھی خدمت میں حاضر تھا۔ میں نے دیکھا کہ سرورِ کائنات نے ایک سرد آہ بھری۔ میں نے عرض کی۔ اے محبوبِ ربّ العالمین آپ سرد آہ کیوں بھرتے ہیں۔ فرمایا۔ اے ابن مسعود! مجھ کو میری موت کی خبر دی گئی ہے۔ اور میں دیکھتا ہوں کہ میری اکثر امت گمراہی

اور ضلالت میں گرفتار رہے۔ میں نے عرض کی یا شفیع المذنبین کسی شخص کو اپنا خلیفہ کر دیجئے۔ فرمایا۔ کس کو خلیفہ کروں؟ میں نے عرض کی کہ ابو بکر کو۔ آنحضرتؐ نے کچھ جواب نہ دیا۔ اور پھر ایک سرد آہ بھری۔ میں نے گذارش کی کہ عمرؓ کو خلیفہ مقرر فرمائیے۔ آنحضرتؐ نے پھر ایک سرد آہ بھری۔ پھر تیسری دفعہ میں نے عرض کیا۔ یا سیّد المرسلینؐ علیؑ مرتضیٰ کو اپنا خلیفہ کر دیجئے۔ اس کے جواب میں نہایت دردمند ہو کر فرمایا۔ افسوس تم ہرگز یہ کام نہ کرو گے اور جب میں اس کو اپنا قائم مقام کروں گا۔ مَیں جانتا ہوں کہ تم قبول نہ کرو گے۔ خدا کی قسم! اگر تم یہ کام کرتے۔ میں تم کو ضرور بہشت میں داخل کرتا۔

منقبت ۱۳۸ ۔ نیز کتاب وسیلۃ المتعبدین اور مناقب خطیب خوارزمی میں ام المومنین عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ جب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کا وقت قریب آیا۔ تو ارشاد فرمایا۔ اُدْعُوْا اِلٰی حَبِیْبِیْ یعنی میرے حبیب کو میرے پاس بُلالاؤ۔ مَیں نے ابو بکرؓ کو بلایا۔ رسولؐ نے سر مبارک اٹھا کر پھیری اور ابو بکر دونوں کی طرف دیکھا۔ اور سر تکیہ پر رکھ کر فرمایا۔ اُدْعُوْا اِلٰی حَبِیْبِیْ مَیں نے عمرؓ کو بُلایا حضرتؐ نے اُس کی طرف نظر کی۔ اور سر تکئے پر ٹیک کر فرمایا۔ اُدْعُوْا اِلٰی حَبِیْبِیْ۔ مَیں نے کہا! وائے ہو۔ تم پر اے لوگو! تم علیؑ بن ابی طالب کو بُلاؤ۔ کہ رسولؐ اس کے سوا اور کسی کو نہیں چاہتے۔ جب علیؑ مرتضیٰ آئے۔ ان کو اپنے سینے سے لگا کر اپنے پیراہن میں لے لیا۔ کہ دونوں بھائیوں نے ایک گریبان سے سر نکالا۔ اور برابر اسی طرح علیؑ مرتضیٰ سے ہم آغوش رہے۔ یہاں تک کہ رُوح پاکؐ نے جنت کی طرف پرواز کی۔

منقبت ۱۳۹ ۔ صحیح ترمذی۔ مشکوٰۃ اور مصابیح میں جمیع بن عمیر سے روایت ہے کہ ایک روز میں اپنی پھوپھی کے ساتھ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر گیا۔ اور پوچھا۔ یَا اُمَّ الْمُؤْمِنِیْنَ مَنْ کَانَ اَحَبَّ النَّاسِ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ یعنی رسولؐ اللہ سب سے زیادہ کسے دوست رکھتے تھے۔ عائشہؓ نے فرمایا۔ فاطمہؑ فَقُلْتُ اِنَّمَا اَسْئَلُکَ عَنِ الرِّجَالِ یعنی میں نے کہا۔ مَیں مردوں کی بابت پوچھتا ہوں۔ عائشہؓ نے فرمایا۔ اس کا شوہر۔

مؤلف عرض کرتا ہے ۔ زمخشری نے کتاب ربیع الابرار میں نقل کیا ہے کہ ام المومنینؓ نے سوال وجواب مذکورہ بالا کے بعد فرمایا کہ وہ (یعنی شوہر فاطمہؑ) سب مردوں سے بڑھ کر کیونکر دوست نہ ہو کہ ہمیشہ روزہ دار اور شب بیدار رہتے۔ خدا کی قسم مَیں نے دیکھا ہے کہ وفات کے وقت سرورِ کائنات کا لعاب دہن مرتضیٰ علیؑ کے ہاتھ میں جاری ہوتا تھا۔ اور وہ اس کو پیتے تھے۔ **راوی** بیان کرتا ہے کہ مَیں نے حضرت عائشہؓ سے کہا کہ جب یہ حال تھا۔ تو تم نے اس سے جنگ کیوں کی؟ اُم المومنینؓ اپنے سر پہ ایک چادر ڈال کر بہت روئیں اور کہا مجھ پر ایسا ہی مقدر ہو چکا تھا۔

منقبت ۱۴۰ ۔ روضۃ الشہدا میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب نے سوال کیا۔ یا شفیع المذنبین وخیر النبیین وہ کون سے کلمات تھے جو آدم علیہ السلام نے

اپنی زبان پر جاری کیئے۔ اور اُن کی برکت سے حق تعالیٰ نے اُن کی توبہ قبول کر لی۔ فرمایا۔ فَسَاَلَ اٰدَمُ عَنْ رَبِّہٖ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ وَّعَلِیٍّ وَّفَاطِمَۃَ وَحَسَنٍ وَّحُسَیْنٍ اَنْ تُبْتَ عَلَیَّ۔ یعنی آدمؑ نے حق تعالیٰ سے سوال کیا کہ اے میرے پروردگار محمدؐ و علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ یعنی ان پنجتن کا واسطہ میری توبہ کو قبول فرما اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کی توبہ قبول فرمائی۔

رباعی

یارب بہ محمدؐ و علیؑ و زہراؑ یارب بہ حسینؑ و حسنؑ و آلِ عبا

کز لطف برآر حاجتم در دو سرا بے منتِ خلق یا علیؑ الاعلےٰ

منقبت ۱۴۱ ۔ مودات میں جمیع بن عمیر سے مروی ہے کہ میں نے ام المومنین عائشہؓ سے پوچھا کہ امیر المومنین علیؑ کی منزلت سیّد المرسلینؐ کے نزدیک کس درجے پر تھی؟ فرمایا۔ اَ اَکْرَمُ رِجَالُنَا عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ۔ **یعنی** رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے نزدیک تمام مَردوں سے زیادہ اکرم و معظم تھے۔

منقبت ۱۴۲ ۔ نیز مودات میں ابو سالم سے مروی ہے کہ میں نے جابر انصاری رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ کہ تم کو رسولؐ خدا سے جو علیؑ مرتضیٰ کے فضائل معلوم ہوئے ہیں۔ مجھ سے بیان کرو۔ جابرؓ نے کہا کہ امیر المومنینؑ جناب خیر النبیینؐ کے بعد نصوص قرآنی اور احادیث حبیب سبحانی کے موافق خیر البشر ہیں۔ پس میں نے کہا کہ تم ان لوگوں کے حق میں کیا کہتے ہو۔ جو اس بزرگوار کی بغض و عداوت دل میں رکھتے تھے۔ جابرؓ نے جواب دیا۔ کہ وہ بیشک کافر ہو گئے۔ اور علیؑ کو دشمن نہیں رکھتا مگر کافر۔

منقبت ۱۴۳ ۔ نیز مودات میں ہاشم بن بدیر سے منقول ہے۔ وہ بیان کرتا ہے کہ میں نے یہ کہتے ہُوئے سُنا کہ مَیں نے قرآن کی ستّر سورتوں کو تو رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے مستند کیا اور باقی کو بہترین اُمت سے۔ مَیں نے کہا۔ وہ بہترین امت کون ہے؟ جواب دیا۔ علیؑ بن ابی طالب۔

منقبت ۱۴۴ ۔ مودات۔ مناقب خطیب اور بحر المناقب میں علقمہ بن قیس اور اسود بن برید سے نقل کیا گیا ہے کہ جن دنوں حضرت امیر المومنینؑ معاویہ سے جنگ کرنے جا رہے تھے ہم نے ابو ایوب انصاری سے کہا کہ اے ابو تراب حالانکہ تو پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی صحبت کا شرف پا چکا ہے۔ پھر باوجود اس کے کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے قائلین پر تلوار اٹھاتا ہے۔ اس نے جواب دیا اے علقمہ اور اسود! ایک روز میں جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں بیٹھا تھا۔ اور انس بن مالک کھڑا تھا کہ گھر کا دروازہ ہلا۔ رسولؐ نے انس سے فرمایا۔ دیکھو۔ دروازے کے پیچھے کون ہے؟ اس نے کہا۔ عمارؓ ہے۔ فرمایا۔ بلاؤ۔ جب وہ اندر آیا۔ تو فرمایا۔ اے عمارؓ! عنقریب میری امت میں فساد اور قبائح ظاہر ہوں۔ چنانچہ ایک دُوسرے پر تلوار کھینچیں گے۔ اور بعض تو ان میں سے بہشت میں جائیں گے۔ اور بعض دوزخ میں۔ جب تم یہ واقعہ معائنہ

کرو۔ لازم ہے کہ علیؑ کا ساتھ دو۔ اور اس کی رفاقت اختیار کرو۔ اگرچہ تمام اہلِ عالم اس کی مخالفت کریں۔ اس لئے کہ علیؑ سیدھی راہ سے برگشتہ اور منحرف نہیں کرتا۔ اور اس کی فرمانبردار میری فرمانبرداری ہے اور میری فرمانبرداری خدا کی فرمانبرداری ہے۔

منقبت ۱۴۵۔ نیز مودات میں رافع خادم سیدالمرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے۔ کہ جو کوئی امیرالمومنین علیؑ کا حق نہ پہچانے۔ وہ تین حال سے خالی نہیں ہے (۱) یا تو منافق ہے (۲) یا ولدالزنا (۳) یا اس کی ماں نے حیض کی حالت میں اس کو حاملہ ہو کر اس کو جنا ہے۔

منقبت ۱۴۶۔ نیز مودات میں ابو وائل سے منقول ہے کہ میں نے عبداللہ بن عمر کو سنا کہ وہ پیغمبرؐ کے اصحابِ کبار کو اس ترتیب سے شمار کرتا تھا۔ ابوبکرؓ۔ عمرؓ۔ عثمانؓ۔ اور امیرالمومنینؑ کو ان میں شمار نہ کیا۔ ایک شخص نے اس سے کہا۔ اے عبداللہ! آیا علیؑ مرتضیٰ اصحابِ کبار میں داخل نہیں ہے۔ جو تو اس بزرگوار کو شمار نہیں کرتا۔ اس نے جواب دیا کہ مرتضیٰ علیؑ اہلِ بیت پیغمبرؐ میں سے ہیں۔ اور رسولِ خدا کے ساتھ مرتبہ اور نسبت میں صحابہ میں سے کسی کا قیاس اس بزرگوار پر نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِیْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ۔ (طور) یعنی جو لوگ کہ ایمان لائے ہم نے ان کے ایمان لانے اور ہماری طرف گرویدہ اور راغب ہونے کی وجہ سے ان کی ذرّیات کو ان کے ہمراہ کیا۔ پس فاطمہ علیہا السلام رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہے اور مرتضیٰؑ بھی رسولؐ اور بتولؑ کے ہمراہ ہے۔

منقبت ۱۴۷۔ نیز مودات میں عبداللہ بن احمد حنبل سے منقول ہے۔ عبد کہتا ہے کہ میں نے اپنے باپ سے سوال کیا کہ بہترین صحابہ کون کون ہیں۔ اس نے جواب دیا۔ کہ ابوبکرؓ۔ عمرؓ اور عثمانؓ اور خاموش ہو گیا۔ میں نے کہا۔ اے باپ تو نے مرتضیٰ علیؑ کا نام اپنی زبان پر جاری نہ کیا۔ اُس نے جواب دیا کہ اے فرزند! مرتضیٰ علیؑ بحکم آیۂ مباہلہ نفسِ پیغمبر ہیں اور بحکم آیۂ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ اہلبیت رسولؐ میں سے ہیں۔ اور آیہ اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰهُ۔ اور حدیث مَنْ کُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاهُ ۔ کے موافق مومنوں کے امیر اور مختار ہیں۔ صحابہ میں سے کوئی شخص ان کی برابری اور ہمسری نہیں کر سکتا۔

منقبت ۱۴۸۔ نیز مودات میں امام محمد باقر رضوان اللہ علیہ سے منقول ہے کہ ایک روز مرض الموت کی حالت میں رسولؐ کا سر مبارک امیرالمومنین علیؑ کی آغوش متبرک میں تھا۔ اور مہاجر و انصار سیدالمرسلینؐ کے دولت سرا میں جمع تھے۔ اس وقت جناب امیر کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا۔ اے بھائی! کیا تم میری وصیت قبول کرتے ہو۔ اور میرے وعدے بجالاؤ گے؟ امیر نے عرض کی۔ یا رسول اللہ! ہاں۔ یہ کہہ کر رقت طاری ہوئی اور اس قدر روئے۔ کہ کثرتِ گریہ سے بیہوش ہو گئے۔ بعد ازاں رسولِ خدا نے بلالؓ سے فرمایا۔ اے بلال! میری تلوار۔ خود۔ زرہ۔

اور میرا گھوڑا اور ناقہ اور وہ پارچہ (کپڑا) جس کو فاقہ کے دِنوں میں عبادتِ خدا کے وقت پیٹ پر باندھا کرتا تھا۔ لے آؤ۔ جب بلال نے حسب ارشاد سب چیزیں لا کر سامنے حاضر کر دیں۔ تو حضرتؐ نے اپنی انگوٹھی انگشت مبارک سے نِکال کر فرمایا۔ اے بھائی! یہ میرا خاص اسباب سب تم سے تعلق رکھتا ہے۔ ان چیزوں کو لے جا کر اپنے گھر رکھ آؤ۔ تاکہ کسی شخص کو میرے بعد ان امور میں تم سے مضائقہ نہ ہو۔ امیرالمومنینؑ نے ان متبرک چیزوں کو سر اور آنکھوں سے لگایا۔ اور مہاجرا اور انصار کے روبرو اپنے گھر لے لئے۔

منقبت ۱۴۹ مسند احمد بن حنبل میں ابن عمر رضی اللہ عنہ کے غلام نافع سے روایت ہے۔ وہ ناقل ہے کہ میں نے ایک روز ابن عمر سے پوچھا کہ سرورِ کائنات کے بعد خَیْرُ النَّاس (سب آدمیوں سے بہتر) کون ہے اس نے جواب دیا۔ وہ شخص ہے۔ جس پر حلال ہے۔ جو کچھ کہ پیغمبرؐ پہ حلال ہے۔ اور اس پر حرام ہے جو کچھ کہ پیغمبرؐ پر حرام ہے۔ میں نے کہا۔ وہ کون ہے؟ وہ بولا کہ تو کہاں اور یہ سوال کہاں؟ بعد ازاں استغفار پڑھ کر کہا۔ وہ شخص علیؑ بن ابی طالب ہے کہ پیغمبرؐ نے مسجد میں سے سب کے دروازے بند کر دیئے۔ مگر اس کے دروازے کو بند نہ کیا۔ اور فرمایا۔ یا علیؑ میرے اور تیرے سوا دومرے شخص کو جائز نہیں ہے کہ حالتِ جنابت میں اس مسجد میں آئے۔ اور جو کچھ مجھ پہ واجب ہے۔ وہی تم پہ واجب ہے اور تم میرے وصی اور وارث ہو۔ اور تم میرے قرض کو ادا کرو گے۔ اور میرے وعدوں کو پورا کرو گے، اور میری سنّت پر شہید ہو گے۔

منقبت ۱۵۰۔ صواعق محرقہ میں مرقوم ہے کہ ایک روز علی مرتضیٰؑ اور ابوبکر رضی اللہ عنہما آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرقدِ مقدّس کے طواف کو جا رہے تھے۔ امیر نے فرمایا۔ تقدم یَا اَبَا بَکْرٍ۔ یعنی اے ابوبکرؓ۔ آگے ہو۔ ابوبکرؓ نے کہا۔ مَا کُنْتُ اُقَدِّمُ رَجُلاً سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ یَقُوْلُ فِیْہِ عَلِیٌّ مِّنِّیْ وَاَنَامِنْہُ۔ **یعنی** میں اس مرد سے کیوں کر آگے ہو جاؤں۔ جس کی شان میں رسولِ خدا کو یہ فرماتے ہوئے میں نے سُنا ہے۔ کہ علیؑ مجھ سے ہے۔ اور میں علیؑ سے ہوں۔

منقبت ۱۵۱۔ نیز صواعق محرقہ میں شعبی سے مروی ہے کہ ایک روز ابوبکرؓ اپنی خلافت کے زمانے میں ایک جماعت کے ساتھ بیٹھے تھے۔ کہ علیؑ مرتضیٰ تشریف لائے۔ ابوبکرؓ نے آپ کا استقبال کیا۔ اور یہ کہا مَنْ اَرَادَ اَنْ یَّنْظُرَ اِلٰی اَعْظَمِ النَّاسِ مَنْزِلَۃً وَّاَقْرَبِہٖ قَرَابَۃً وَّ اَفْضَلِہٖ حَالَۃً عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ فَلْیَنْظُرْ اِلٰی ھٰذَا الطَّالِعِ **یعنی** جو کوئی ایسے شخص کو دیکھنا چاہے۔ جو مرتبہ میں سب آدمیوں سے بڑھ کر ہے اور ان کی نسبت رسولِ خدا سے زیادہ تر قریب اور بلحاظ حالت کے ہم سب سے افضل ہو۔ اس کو چاہیئے کہ وہ اس آنے والے یعنی علیؑ مرتضیٰ کی طرف نظر کرے۔

منقبت ۱۵۲۔ نیز صواعق محرقہ اور مستدرک حاکم میں ابن مسعود سے منقول ہے کہ عمر بن خطاب فرماتے تھے نَتَعَوَّذُ بِاللّٰہِ مِنْ مُعْضَلَۃٍ لَیْسَ لَھَا اَبُوْحَسَنٍ یعنی ہم پناہ مانگتے ہیں اس مشکل قضیے سے جس کے حل کرنے کے واسطے ابوالحسنؑ موجود نہ ہوں۔ نیز سعدؓ سے مروی ہے۔ وہ بیان کرتا ہے کہ لَمْ یَکُنْ اَحَدٌ مِنَ الصَّحَابَۃِ یَقُوْلُ سَلُوْنِیْ عَمَّا دُوْنَ الْعَرْشِ اِلَّا عَلِیٌّ یعنی صحابہ میں علیؑ کے سوا اور کوئی ایسا نہ تھا۔ جو یہ کہے کہ تم مجھ سے عرش کے سوا جو چاہو۔ سوال کرو۔ اور ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے۔ کہ وہ فرماتی تھیں۔ اِنَّہٗ اَعْلَمُ مَنْ بَقِیَ بِالسُّنَّۃِ یعنی مرتضیٰ علیؑ آنحضرتؐ کے بعد باقیماندہ لوگوں میں سنت رسولؐ کے سب سے بڑھ کر عالم ہیں۔ اور عبداللہ بن عباسؓ کا قول ہے۔ کَانَ لِعَلِیٍّ مَا شِئْتُ مِنْ ضِرْسٍ قَاطِعٍ فِی الْعِلْمِ وَکَانَ لَہُ الْقِدَمُ فِی الْاِسْلَامِ وَالصِّحْرِ رَسُوْلِ اللّٰہِ وَالْفِقْہُ فِی السُّنَّۃِ وَالنَّجْدَۃُ فِی الْحَرْبِ وَالْجُوْدُ فِی الْمَالِ۔ یعنی علم میں کاٹنے والے دانت جس کی میں خواہش کرتا تھا علیؑ کو حاصل تھے یعنی ہر مشکل سے مشکل مسئلے کا جواب دے دیتے تھے۔ اور اس جناب کو اسلام میں سبقت حاصل تھی۔ اور آپ کے خسر رسولؐ خدا تھے۔ اور سنت رسولؐ میں علم و دانائی۔ اور لڑائی میں دلیری اور دلاوری اور مال میں بخشش اور سخاوت آپ کو حاصل تھی

اور اوسط طبرانی اور صواعق محرقہ میں ابن عباسؓ ہی سے منقول ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں۔ کَانَتْ لِعَلِیٍّ ثَمَانِیَ عَشَرَ مَنْقَبَۃً مَا کَانَتْ لِاَحَدٍ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ یعنی علیؑ مرتضیٰ میں اٹھارہ صفات ایسی تھیں۔ کہ اُمت میں سے کسی شخص میں وہ صفات نہ تھیں اور نہ ہیں۔

منقبت ۱۵۳۔ بحر المعارف میں مرقوم ہے کہ ایک روز رسولؐ رب العالمین نے جناب امیر المومنینؑ کی طرف مُنہ کرکے گریہ فرمایا۔ امیرؑ نے پوچھا۔ یا رسول الثقلین آپ کے رونے کا کیا باعث ہے؟ آنحضرتؐ نے اسی حالت گریہ میں فرمایا۔ اے بھائی۔ میرا رونا اُمت کے ان لوگوں کی گمراہی پر ہے۔ جن کے سینوں میں تمہارا بغض قائم ہو گیا ہے۔ اب تو اس کو ظاہر نہیں کرتے۔ مگر میرے انتقال کے بعد اس کا اظہار کریں گے۔ حالانکہ حق تعالیٰ نے ان پر لعنت کی ہے۔ اور اس حال سے جبرئیلؑ نے مجھ کو خبر دی ہے کہ یہ گمراہ لوگ تیرے حق میں ظلم کریں گے اور تجھ سے لڑائی کریں گے اور تجھ کو اور تیری اولاد کو ذلتیں پہنچائیں گے۔ اور تیری اولاد کا حال بدستور اسی طرح پر رہے گا۔ جب تک کہ تیری اولاد میں سے ایک شخص محمدؐ نام امت کا حاکم اور والی ہو۔ اس وقت میری امت اور باقی تمام مخلوقات تیری اولاد کی محبت پر جمع ہو گی۔ اور ان کے دشمن مغلوب اور مقہور ہو جائیں گے۔ اور دوست خوشحال اور رشادہوں گے۔ اور اس زمانے میں شر متغیر ہو جائیں گے۔ اور آدمی کم ہو جائیں گے۔ اور فرح و سرور لوگوں کو حاصل ہو گا۔ بعدازاں حضرتؐ نے خوشحال ہو کر فرمایا۔ اے مومنوں کی جماعت! تم بہت کوشش کرو۔ کہ علیؑ اور اس کی آل کی دشمنی تمہارے دل میں قرار نہ پکڑے۔ اور پھر دونوں ہاتھ اُٹھا کر یوں دُعا کی اے خدا علیؑ کی آل میری آل ہے

توان سے رجس اور پلیدی کو دور کر۔ اوران کو پاک کر۔ اوران کا یار ومددگار ہو۔ اوران کو ذلیل وخوار نہ کر۔ قیام قیامت تک اُن کی نسل کو قطع نہ کر۔ اور اپنے قرب سے ان کو معزز فرما۔ اوران کے ساتھ حق کو دائر رکھ۔ جہاں کہیں کہ وہ ہوں۔ بیت

قطعہ

سعدی گر عاشقی کنی وجوانی! عشقِ محمدؐ بس است وآلِ محمدؐ

سادات نورِ دیدہ واشراف عالمند ازعزّتِ محمدؐ وازعزّتِ علیؑ

فردا طعام معدۂ دوزخ بود وسے کاموز زار محبّت شان نیست ممتلی

گر خوردۂ ازایشاں صادر شود مریخ نتواں شکست قیمت جوہر بجاہلی

ازبہر آنکہ سیّد کونین گفتہ است الصّالحُونَ لِلّٰہِ وَالصّالحُونَ لِی

منقبت ۱۵۴ ۔ کتاب بشارۃ المصطفٰی میں اسناد طویل کے ساتھ آئمہ معصومین علیہم السلام سے منقول ہے کہ ایک روز جناب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خوش خوش امیرالمومنینؑ کے گھر میں تشریف لائے۔ اور فرمایا۔ اے بھائی! مَیں تم کو بشارت دینے کے لئے آیا ہوں۔ اے بھائی! اس وقت جبرئیلؑ امین یہ پیغام ربّ العالمین لے کر میرے پاس آئے۔ کہ حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ اے محمدؐ علیؑ کو یہ بشارت دے کہ تیرے دوست مطیع و نافرمان سب بہشت میں داخل ہوں گے۔ امیرالمومنینؑ یہ مژدہ سن کر نہایت خوش ہوئے اور شکر کا سجدہ بجالائے۔ اور بارگاہ خداوندی میں یوں عرض کی۔ اے خداوند عالم تو گواہ رہنا کہ مَیں نے اپنی آدھی نیکیاں اپنے دوستوں اور محبّوں کو بخش دیں۔ پھر جناب سیّدالنساء فاطمہ زہرا نے بارگاہ پروردگار میں یہ التماس کی کہ اے خدائے دوجہاں مَیں نے بھی اپنی آدھی نیکیاں علیؑ کے محبّوں کو بخش دیں۔ بعدازاں امامین یعنی حسنؑ اور حسینؑ نے بھی خدا کو گواہ کر کے کہا۔ کہ ہم نے بھی اپنی آدھی نیکیاں علیؑ کے محبّوں کو بخش دیں۔ تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ کہ تم لوگ مجھ سے زیادہ کریم اور سخی نہیں ہو۔ مَیں نے بھی اپنی آدھی نیکیاں علیؑ کے دوستوں کو بخش دیں۔ اس وقت جبرئیلؑ امین نے آکر عرض کی کہ اے محمدؐ حق سُبحانہٗ آپ کو اور آپ کے اہلبیت کو سلام کہتا ہے۔ اور فرماتا ہے۔ تم مجھ سے بڑھ کر کریم نہیں ہو۔ مَیں نے علیؑ کے دوستوں کے تمام گناہ بخش دیئے۔ اور بہشت اور اس کی نعمتیں اور اپنا دیدار ان کے لئے مقسوم کیا۔

منقبت ۱۵۵ ۔ ہدایۃ السعداء میں امام جعفر صادق رضوان اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ایک روز سرورِ انبیاء محمدؐ مصطفٰی مسجد مدینہ میں ایک جماعت صحابہ کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ شاہ اولیا علیؑ مرتضٰی وہاں آئے۔ آنحضرت نے فرمایا۔ کہ جو شخص چاہے کہ آدمؑ کو اس کی صفوت کے ساتھ۔ اور نوحؑ کو اس کی برکت کے ساتھ۔ اور سلیمانؑ کو اس کی مملکت یسلطنت کے ساتھ۔ اور ابراہیمؑ کو اُس کی خُلّت کے ساتھ۔ اور ایوبؑ کو اس کے صبر کے ساتھ۔ اور یوسفؑ کو اُس کے حُسن کے ساتھ اور داؤدؑ کو اُس کی خلافت کے ساتھ۔ اور موسٰیؑ کو اُس کی مناجات کے ساتھ۔ اور عیسٰیؑ کو اس کے زہد کے ساتھ۔ اور محمدؐ کو اس کی اطاعت کے ساتھ دیکھے اس کو چاہیئے کہ وہ میرے بھائی علیؑ کو دیکھ لے صحابہ میں سے ایک شخص نے عرض کی

یا رسولُ اللہ! کیا یہ تمام فضائلِ علیؑ میں جمع ہیں؟ سرورِ کائناتؐ نے فرمایا۔ ہاں بیشک! اور میں یہ بات اپنی طرف سے نہیں کہتا۔ بلکہ حق تعالیٰ نے اپنے کلام مجید میں علیؑ کو بارہ پیغمبروں کے ساتھ برابر کیا ہے۔ چنانچہ حضرت آدمؑ کے لئے فرمایا۔ اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰی اٰدَمَ (اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو برگزیدہ کیا۔) اور علیؑ کے باب میں فرمایا۔ ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْکِتَابَ الَّذِیْنَ اصْطَفَیْنَا مِنْ عِبَادِنَا۔ (پھر ہم نے کتاب کا وارث ان لوگوں کو بنایا۔ جن کو ہم نے اپنے بندوں سے برگزیدہ کیا ہے) اور نوحؑ کے لئے ارشاد فرمایا۔ اِنَّہٗ کَانَ عَبْدًا شَکُوْرًا۔ (وہ شکرگذار بندہ تھا) اور علیؑ کے بارے میں فرمایا۔ اِنَّا ھَدَیْنٰہُ السَّبِیْلَ اِمَّا شَاکِرًا وَّ اِمَّا کَفُوْرًا۔ (اور ہم نے اس کو راہِ خدا کی طرف ہدایت کی۔ یا شکرگذار ہو جائے۔ یا کفرانِ نعمت اختیار کرے۔ اور سلیمانؑ کے لئے فرمایا۔ وَاٰتَیْنٰہُ مُلْکًا عَظِیْمًا۔ (اور ہم نے اس کو ملکِ عظیم دیا) اور علیؑ کے باب میں ارشاد فرمایا۔ اِذَا رَاَیْتَ ثَمَّ رَاَیْتَ نَعِیْمًا وَّ مُلْکًا کَبِیْرًا (جب تو دیکھے گا۔ تو وہاں نعمت ابدی اور ملک کبیر دیکھے گا) اور ابراہیمؑ کے واسطے فرمایا۔ وَاِبْرَاھِیْمَ الَّذِیْ وَفّٰی۔ (وہ ابراہیمؑ جس نے وعدہ کو وفا کیا) اور علیؑ کے لئے ارشاد کیا۔ یُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ وَیَخَافُوْنَ یَوْمًا کَانَ شَرُّہٗ مُسْتَطِیْرًا۔ (وہ نذر کو پورا کرتے ہیں اور اس دن سے خوف کرتے ہیں جس کی برائی ظاہر اور فاش ہے) اور اسمٰعیلؑ کے لئے فرمایا۔ فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّہٗ لِلْجَبِیْنِ (جب وہ دونوں رضامند ہوئے اور ابراہیمؑ نے اسمٰعیلؑ کو پیشانی کے بل لٹایا) اور علیؑ کے واسطے ارشاد فرمایا۔ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّشْرِیْ نَفْسَہُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰہِ۔ اور آدمیوں میں سے بعض وہ ہیں۔ جو اپنے نفس کو خدا کی خوشی حاصل کرنے کے لئے فروخت کرتے ہیں) اور ایوبؑ کے لئے فرمایا۔ اِنَّا وَجَدْنٰہُ صَابِرًا نِعْمَ الْعَبْدُ اِنَّہٗ اَوَّابٌ (ہم نے اس کو صابر پایا۔ اور وہ اچھا بندہ ہے۔ کیونکہ وہ ہماری طرف بہت رجوع کرنے والا ہے) اور علیؑ کے بارے میں فرمایا۔ وَجَزَاءُھُمْ بِمَا صَبَرُوْا جَنَّۃً وَّحَرِیْرًا (اور ان کو صبر کرنے کی وجہ سے جنّت اور حریر بدلے میں عطا فرمایا۔) اور موسیٰ کے لئے فرمایا۔ اِنَّہٗ کَانَ رَسُوْلًا نَّبِیًّا۔ کیونکہ وہ رسول اور نبی تھا) اور علیؑ کے لئے ارشاد فرمایا۔ اِنَّ الْاَبْرَارَ یَشْرَبُوْنَ مِنْ کَاْسٍ کَانَ مِزَاجُھَا کَافُوْرًا۔ (ابرار اور نیک بندے اس پیالے سے پئیں گے جس میں کافور ملا ہوا ہے) اور داؤدؑ کے لئے فرمایا۔ اِنَّا جَعَلْنٰکَ خَلِیْفَۃً فِی الْاَرْضِ (ہم نے تجھ کو زمین میں خلیفہ بنایا ہے) اور علیؑ کے باب میں فرمایا۔ وَلَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ۔ (اور خدا ضرور ان کو خلیفہ بنائے گا۔ جس طرح اُن سے پہلوں کو خلیفہ بنایا ہے) اور ادریسؑ کے لئے فرمایا۔ وَرَفَعْنٰہُ مَکَانًا عَلِیًّا۔ (اور ہم نے اس کو مکانِ علی و بلند پر بلند کیا) اور علیؑ کے باب میں فرمایا۔ وَسُنْدُسٌ خُضْرٌ وَّ اِسْتَبْرَقٌ وَّحُلُّوْا اَسَاوِرَ مِنْ فِضَّۃٍ وَسَقٰھُمْ رَبُّھُمْ شَرَابًا طَھُوْرًا (اور سندس سبز اور استبرق کے لباس ملبس گے اور چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے۔ اور انکا پروردگار ان کو شرابِ طہور سے سیراب کریگا) اور عیسیٰؑ کے لئے فرمایا۔ اَوْصَانِیْ بِالصَّلٰوۃِ وَالزَّکٰوۃِ۔ (خدا نے مجھ کو نماز اور زکوٰۃ کی وصیّت فرمائی ہے) اور علیؑ کے باب میں ارشاد فرمایا ہے،

وَالَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ وَھُمْ رَاکِعُوْنَ۔ (وہ لوگ جو نماز کو قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ درآنحالیکہ وہ رکوع میں ہوتے ہیں) اور محمدؐ کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے۔ اِنَّآ اَعْطَیْنٰكَ الْكَوْثَرَ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ۔ (ہم نے تجھ کو کوثر عطا فرمایا ہے۔ پس تو اللہ کے واسطے نماز پڑھ۔ اور قربانی کر) اور علیؑ کے باب میں فرمایا ہے۔ عَیْنًا یَّشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ یُفَجِّرُوْنَهَا تَفْجِیْرًا (وہ چشمہ جس کا خدا کے بندے پانی پیتے ہیں۔ اور شگافتہ کرتے ہیں۔ جو شگافتہ کرنے کا حق ہے) نیز اس کے بیان میں فرماتا ہے، وَیُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّهٖ مِسْكِیْنًا وَّیَتِیْمًا وَّاَسِیْرًا۔ (اور خدا کی دوستی میں مسکین۔ یتیم اور اسیر کو کھانا کھلاتے ہیں۔ مولف کے والد فرماتے ہیں۔ **نظم**

اے نازل بہر بزرگی گہر کز تو ابدر اعلم کبریا

گر دو جہاں خاک شود بر درت نیست عجب مرد خرد مندرا

زانکہ خداوند جہاں آنچناں داد ترا عزّت بے منتہا!

عزّتِ ذاتِ تو اگر کلکِ فکر نقش نگار و مثلاً بر سما !

مہ شود آں نقش بانوار مہر کا ئنہ گرد دبجہاں از ضیا

چرخ چو پیش نظرت آورد زیں ہمہ تمکیں کہ بود مرترا

ہم تو شوی شیفتہ اش گاہ دید ہم تو تنظیم نخیزی زجا

مولوی معنوی ارشاد فرماتے ہیں :۔

اے سرورِ مرداں علیؑ مستاں سلامت میکنند اے صفدرِ میدانِ علیؑ مستاں سلامت میکنند

اے شحنۂ دشتِ نجف از تو نجف دیدہ شرف تو دُری و کعبہ صدف مستاں سلامت میکنند

اے دلبر و دلدار تو اے مونس غم خوار تو اے محرمِ اسرار تو مستاں سلامت میکنند

اے طالب و مطلوب ما اے مقصد و مقصودِ ما اے عابد و معبود ما مستاں سلامت میکنند

اے قُلْ تَعَالَوْا تاج تو دوشِ نبیؐ معراج تو تاجِ شہاں تاراجِ تو مستاں سلامت میکنند

اے نورِ پاک مصطفیٰ با مصطفیٰ در یک عبا اے مجتبیٰؑ اے مرتضیٰؑ مستاں سلامت میکنند

اے میر و شاہِ محتشم در دین و دنیا محترم! بحرِ سخا کانِ کرم مستاں سلامت میکنند

اے زہمہ عصیاں بری مرداں عالم را سری علمِ محمدؐ را دری مستاں سلامت میکنند

اندر سما نامت علیؑ و اندر زمیں نامت ولیؑ در علمِ دیں تو کاملی مستاں سلامت میکنند

مستاں سلامت میکنند جاں را غلامت میکنند مستی زجامت میکنند مستاں سلامت میکنند

اے بادِ صبح شکبو سوئے نجف آور تو رُد — بآں امامِ دیں بگو مستاں سلامت میکنند
آں نورِ اخضر را بگو آں روئے احمر را بگو — آں حیّ حیدر را بگو مستاں سلامت میکنند
مفتاحِ دلہا را بگو مصباحِ جانہا را بگو — آں حوض و سقّا را بگو مستاں سلامت میکنند
باتین و با زیتون بگو یا قل کفیٰ با نون بگو — با لُولُوے مکنوں بگو مستاں سلامت میکنند
آں شیرِ یزداں را بگو آں مردِ میداں را بگو — آں شاہِ مرداں را بگو مستاں سلامت میکنند
آں شمعِ ایماں را بگو آں بحرِ عُماں را بگو — آں جمعِ قرآں را بگو مستاں سلامت میکنند
آں آیت اللہ را بگو آں قدرت اللہ را بگو — آں حجۃ اللہ را بگو مستاں سلامت میکنند
معشوق و عاشق را بگو آں شاہِ صادق را بگو — قرآنِ ناطق را بگو مستاں سلامت میکنند
با خواجۂ قنبر بگو با صاحبِ منبر بگو — با ساقیِ کوثر بگو مستاں سلامت میکنند
با قاتلِ کفار گو با آں دلِ دلدار گو — با حیدرِ کرار گو مستاں سلامت میکنند
با عارفِ تقدیر گو با آیت تطہیر گو — با شبّرؑ و شبیرؑ گو مستاں سلامت میکنند
با زینِ دیں عابدؑ بگو با نورِ دیں باقرؑ بگو — با جعفرِؑ صادق بگو مستاں سلامت میکنند
با موسیٰؑ کاظم بگو با طوسیؑ عالم بگو — با صائم دائم بگو مستاں سلامت میکنند
با تقیؑ گو د نقیؑ با سیّد آں متقی! — کائے شاہ تو نورِ حق مستاں سلامت میکنند
با میرِ دیں ہادی بگو با عسکری مہدی بگو — با والی عہدی بگو مستاں سلامت میکنند

نظم مؤلف

اے شاہِ دیں پرور علیؑ مستاں سلامت میکنند — اے ساقیِ کوثر علیؑ مستاں سلامت میکنند
اے سرفراز اولیاء بدر الدجیٰ درد و سرا — اے جانشینِ مصطفیٰ مستاں سلامت میکنند
شاہنشہ پیر و جواں دارندۂ کون و مکاں — اے جانِ جانانِ جہاں مستاں سلامت میکنند
تکویں زتو تمکین زتو آئینِ تلقین ہم زتو — اعلائے علیّین زتو مستاں سلامت میکنند
ہاں اے نسیمِ مشکبو سوئے نجف آور تو رُو — با ساقیِ کوثر بگو مستاں سلامت میکنند
با قدوۂ اصحاب گو با زبدۂ احباب گو — با قبلۂ اقطاب گو مستاں سلامت میکنند
با سرورِ ابرار گو با رہبرِ احرار گو — با حیدرِ کرّار گو مستاں سلامت میکنند
با قاتلِ کفار گو با ہازمِ اشرار گو — با سیّدِ مختار گو مستاں سلامت میکنند
با مبدءِ اسرار گو با مبدعِ آثار گو — با زبدہ اطہار گو مستاں سلامت میکنند

با خازنِ جنّت بگو با مخزنِ حکمت بگو — با معدنِ ہمّت بگو مستاں سلامت میکنند
با رایتِ عزّت بگو با آیتِ رحمت بگو — با ماحیِ زحمت بگو مستاں سلامت میکنند
با حاکمِ عادل بگو با واصلِ کامل بگو — با عالمِ عامل بگو مستاں سلامت میکنند
با قابل ومقبول گو با قاتل ومقتول گو — با عاقل ومعقول گو مستاں سلامت میکنند
با واصل وموصول گو با حاصل ومحصول گو — با ناقل ومنقول گو مستاں سلامت میکنند
با عارف ومعروف گو با واصف وموصوف گو — با کاشف ومکشوف گو مستاں سلامت میکنند
با حامد ومحمود گو با قاصد و مقصود گو — با عابد ومعبود گو مستاں سلامت میکنند
با ناطق ومنطوق گو باسابق ومسبوق گو — با عاشق ومعشوق گو مستاں سلامت میکنند
با ناطق صادق بگو با عاشق شائق بگو — با حاذق فائق بگو مستاں سلامت میکنند
با آیتِ بخشے بگو با رازِ اَوْ ادنےٰ بگو — با رایت اعلیٰ بگو مستاں سلامت میکنند
با حیدر صفدر بگو با سرورِ رہبر بگو — با مظہر منظہر بگو مستاں سلامت میکنند
آں جانِ عالم را بگو جانانِ آدم را بگو — برہانِ خاتم را بگو مستاں سلامت میکنند
آں فتح ونصرت را بگو اقبال وشوکت را بگو — عشق ومحبّت را بگو مستاں سلامت میکنند
سلطان دینا را بگو جانانِ زیبا را بگو — بستان رعنا را بگو مستاں سلامت میکنند
شاہِ مکرّم را بگو ماہ معظم را بگو — راہ مسلم را بگو مستاں سلامت میکنند
ینبوعِ حیواں را بگو مطبوع خلقاں را بگو — مجموع قرآں را بگو مستاں سلامت میکنند
شاہِ ولایت را بگو راہ ہدایت را بگو! — گاہ حمایت را بگو مستاں سلامت میکنند
مقصودِ ایماں را بگو معبود وعرفاں را بگو — مسجودِ مستاں را بگو مستاں سلامت میکنند
باسر درمخفی بگو با رہبر وصفی بگو — بادلبر کشفی بگو مستاں سلامت میکنند

منقبت [۱۵۶] ۔ حبیب السیر جلد دوم میں امام ناطق امام جعفر صادق رضوان اللہ علیہ سے مروی ہے کہ ایک روز امیرالمومنین کرم اللہ وجہہٗ نے مسجد کوفہ میں بر سرِ منبر فرمایا۔ اے لوگو! مجھ کو رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دس عطیئے عطا ہوئے ہیں کہ وہ فضائل میرے نزدیک ان تمام اشیا سے زیادہ تر محبوب ہیں جن پر آفتاب چمکتا ہے۔ **اوّل** یہ کہ رسولِ خدا نے فرمایا۔ یا علیؑ۔ تم دُنیا اور آخرت میں میرے بھائی ہو۔ **دوسرے** فرمایا۔ اے علیؑ۔ تم قیامت کے دن تمام مخلوقات کی نسبت مجھ سے زیادہ تر نزدیک ہوگے۔ **تیسرے** فرمایا۔ تمہاری منزل بہشت میں میری منزل کے برابر ہوگی۔ جس طرح بھائیوں کی منزلیں

ایک دوسرے کے آمنے سامنے ہوا کرتی ہیں۔ **چوتھے** ارشاد فرمایا۔ تم میرے اہل بیت اور خواص میں میرے وارث ہو۔ **پانچویں** فرمایا۔ تم روز قیامت تک میرے اصحاب اور میرے اہل بیت پر میرے قائم مقام اور امام ہو۔ **چھٹے** فرمایا۔ تم میرے سامنے اور میرے پیچھے میرے اہلِ بیت کے محافظ اور رکھوالے ہو۔ **ساتویں** ارشاد فرمایا۔ اے علیؑ۔ تم میری رعیت میں عدل کو قائم کرنے والے ہو۔ **آٹھویں** فرمایا۔ تم میرے ولی عہد ہو۔ اور میرا ولی خدا کا ولی ہے۔ **نویں**۔ ارشاد فرمایا۔ یا علیؑ تمہارا دشمن میرا دشمن ہے۔ اور میرا دشمن خدا کا دشمن ہے۔ **دسویں**۔ فرمایا۔ تم تمام اُمتوں پر بہشت اور دوزخ کے تقسیم کرنے والے ہو۔

منقبت ۱۵۷۔ کتاب مذکور اور مناقب ابوالموید خوارزمی میں جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب صانع بیچوں نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا۔ میری اس نبوت اور علیؑ بن ابی طالب کی ولایت کو آسمان اور زمین پر پیش کیا۔ دونوں نے قبول کیا۔ اور دین کا کام ہم دونوں کے حوالے ہوا۔ پس صاحبِ سعادت وہ شخص ہے جو ہماری متابعت کے وسیلے سے سعید ہو اور شقی اور بدبخت وہ شخص ہے جو ہماری متابعت اور پیروی نہ کرنے کے سبب شقاوت میں مبتلا ہو۔

منقبت ۱۵۸۔ اس امر کے بیان میں کہ سید کائنات علیہ الصلوٰۃ نے اپنی حیات و ممات کے زمانے میں اپنی ازواج مطہرات کا اختیار امیر المومنینؑ کے ہاتھ میں دیا تھا۔ اور یہ بات پوشیدہ نہ رہے۔ کہ جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے کسی شخص نے اپنی زوجہ کے طلاق کا اختیار کسی دوسرے شخص کے ہاتھ میں نہیں دیا۔

تاریخ اعثم کوفی۔ روضۃ الاحباب کے دوسرے دفتر اور حبیب السیر کی جلد اول میں مرقوم ہے کہ جنگ جمل کے ختم ہونے کے بعد جناب ولایت شعار ہدایت دثار۔ وصابت آثار خود بنفس نفیس عائشہؓ کے مکان پر تشریف لے گئے۔ اور اجازت لے کر اندر آئے۔ اس وقت بصرے کی کچھ عورتیں عائشہؓ کے ساتھ مل کر رو رہی تھیں امیر المومنینؑ نے نہایت رفق اور نرمی سے فرمایا کہ پیغمبر آخر الزمان کی بیویوں کے باب میں خدا کا یہ خطاب ہے۔ وَ قَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ (اور تم اپنے گھروں میں قرار پکڑو) اور اے عائشہؓ تو خطا کے شبہ میں ایسے امور کی مرتکب ہوئی۔ جو تیرے حال کے مناسب اور شایان نہ تھے۔ حالانکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے میری قرابت نزدیکی کا حال تجھ کو معلوم تھا۔ اور آنحضرتؐ سے سُنے ہوئے تھی۔ کہ فرمایا۔ مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ اَللّٰھُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاہُ وَعَادِ مَنْ عَادَاہُ۔ تو نے میرے ساتھ عداوت اور دشمنی کا طریق اختیار کیا۔ اور میرے معاندوں اور مخالفوں سے موافقت اور رفاقت کی اور جبکہ دین میں امیر المومنینؑ کا مرتبہ تجھ کو حاصل تھا۔ پھر کس لئے پردۂ عصمت کے دائرہ سے روگردانی کی اور آیۂ فَسْئَلُوْھُنَّ مِنْ وَّرَاءِ حِجَابٍ (پیغمبر کی بیویوں سے پردہ کے پیچھے سوال کرو) سے کیوں منحرف ہوئی۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ خیر گذرا سو گذرا ہُوا سو ہُوا۔ اب بہتر اور مناسب یہ ہے کہ اپنی خطا پر اصرار نہ کرو

اور مدینہ منورہ کی طرف جلد روانہ ہو۔ اور وہاں جا کر اس مکان میں حضرت مُقدّس نبوی صلعم نے تجھ کو چھوڑا تھا۔ قبلہ کر اور مرتے دم تک اس سے باہر نہ نکل۔ یہ فرما کر اس کے پاس سے اُٹھ کر چلے گئے۔

اور فتوح ابن اعثم کوفی میں مروی ہے کہ بیشتر اس کے جناب امیرالمومنینؑ ام المومنینؓ سے کلام کریں۔ صفیہ بنت الحارث ثقفیہ نے جو عبداللہ بن خلف کی زوجہ تھی۔ فریاد اور نوحہ کرنے لگی۔ اور باقی تمام مصیبت زدہ عورتوں نے کہا۔ یَا قَاتِلَ الْاَحْبَابِ وَیَا مُفَرِّقَ الْجَمْعِ یعنی اے دوستوں کو قتل کرنے والے اور جمعیت کے پریشان کرنے والے اور بیہودہ بکنا شروع کیا۔ اور عبداللہ بن خلف کی بیوی نے کہا۔ تو نے عبداللہ بن خلف کے بچوں کو یتیم کر دیا۔ خدا تعالیٰ تیرے بچّوں کو یتیم کرے۔ امیرالمومنینؑ نے اس کی طرف نظر اٹھا کر فرمایا۔ اے صفیہ مَیں تجھ کو اس بات پر ملامت نہیں کرتا۔ کہ تو مجھ کو دشمن رکھے اور ملامت کرے اور بُرا کہے۔ کیونکہ میں نے تیرے جد کو جنگِ بدر میں اور تیرے چچا کو جنگِ اُحد میں اور تیرے شوہر کو جنگِ جمل میں قتل کیا ہے۔ اور اگر میں جیسا کہ تیرا گمان ہے۔ تمہارے دوستوں کا قاتل ہوتا۔ تو میں ان شخصوں کو جو اس گھر میں ہیں ضرور قتل کرڈالتا۔ پھر عائشہؓ کی طرف مُنہ کر کے فرمایا۔ مَیں نے یہ قصد کیا کہ اس گھر کا دروازہ کھولوں اور جو لوگ اس گھر میں ہوں۔ ان کو تہ تیغ کروں۔ اور اس گھر کی طرف اشارہ فرمایا۔ جس میں عبداللہ بن زبیر اور وہ لوگ چُھپے ہوئے تھے۔ جو جنگِ جمل میں تلوار کی زد سے بچ رہے تھے۔ لیکن میں مسلمانوں کی سلامتی اور ان کے آرام و چین کا خواہاں ہوں۔ عائشہؓ اور باقی مصیبت زدہ عورتوں نے اس خطاب پُر عتاب کی ہیبت سے ڈر کر رونا اور سخت گوئی کرنا چھوڑ دیا۔ اور بالکل خاموش ہوگئیں۔ اور عائشہؓ کو نصیحتیں کر کے اور حکایات گذشتہ بیان فرما کر وہاں سے باہر تشریف لے گئے۔

منقول کہ دوسرے روز غنچہ نبوّت رسالت اور سروِ بوستان جلالت و بسالت یعنی شاہزادہ حسنؑ کو برسم رسالت عائشہؓ کے گھر بھیجا۔ امامؑ نے آ کر فرمایا۔ امیرالمومنینؑ ارشاد فرماتے ہیں اس خدا کی قسم! جس نے دانہ کو شگافتہ کیا۔ اور آدم فرزانہ کو پیدا کیا اگر اے عائشہؓ! تو اسی وقت مدینہ کو کوچ کی تیاری نہ کرے گی۔ تو میں تجھ کو ایک پیغام بھیجوں گا! اور تجھ کو اس امر پر متنبہ کروں گا۔ جس کی کیفیت تو اچھی طرح جانتی ہے **راوی** کہتا ہے کہ عائشہؓ اس وقت اپنے سر میں کنگھی کر رہی تھی۔ اور دائیں طرف کو گوندھ چکی تھی اور بائیں طرف کو گوندھنا چاہتی تھی۔ لیکن جب شاہزادہ حسنؑ نے یہ پیغام پہنچایا۔ بائیں طرف کو بن گندھا چھوڑ فوراً اس جگہ سے اٹھی۔ اور اپنے خواص اور خدمت گاروں سے کہا کہ میرا اسباب اونٹوں پر لادو۔ اور مدینہ جانے کی تیاری کرو۔ کہ مدینہ جانے کے سوا اب کچھ چارہ نہیں۔ اور اس وقت کمال تشویش اور اضطراب اس کے چہرہ پر نمایاں ہوا۔ روسائے بصرہ کی عورتوں میں سے بنی ہلب کی ایک عورت نے عائشہؓ سے پوچھا اے ام المومنینؓ! عبداللہ ابن عباس تمہارے پاس آئے۔ اور یہی پیغام پہنچایا۔ اور تم نے نہایت بلند آوازی کے ساتھ اس سے کلام کیا۔ کہ ہم سب نے تمہاری آواز سوال و جواب کے وقت سُنی

چنانچہ وہ غضبناک ہوکر یہاں سے اُٹھ کر چلے گئے۔ اور پھر اس جوان کے والد ماجد یعنی امیرالمومنینؑ بنفس نفیس خود تشریف لائے۔ اور تم سے اسی بارے میں گفتگو فرمائی۔ لیکن تم نے ان کے قول پر بھی توجہ نہ کی۔ اب کیا ہوا۔ کہ ان کے فرزند ارجمند کے قول سے اس قدر اضطراب اور گھبراہٹ تم کو لاحق ہوئی۔ عائشہؓ نے جواب دیا کہ یہ جوان سبطِ رسولؐ۔ فرزند بتول اور نور دیدہ اہل قبول ہے جو کوئی پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چشم ہائے مبارک کی زیارت کرنا چاہے۔ اس کو چاہیئے کہ اس فرزند ارجمند کی آنکھوں کی طرف نظر کرے۔ اور میں نے خود دیکھا ہے کہ رسولؐ اس فرزند کے بوسے لیتے اور بار بار سونگھتے اور اپنے سینہ اطہر سے چسپاں کیا کرتے تھے۔ اور اس کے باپ نے اس کے ہاتھ پیغام بھیج کر ایک ایسے امر سے خبردار کیا ہے کہ مدینے کی طرف کوچ کرنے کے سوا اور کچھ چارہ ہی نہیں اس عورت نے اس امر کی کیفیت دریافت کی۔ ام المومنینؓ نے جواب دیا کہ ایک دفعہ حضرت رسالت پناہ کی خدمت میں کچھ مال غنیمت آیا تھا اور حضرت اپنے ذوی القربٰی میں اس کو تقسیم فرما رہے تھے۔ ہم یعنی آنحضرتؐ کی زوجات مطہرات نے بھی اس مال میں سے حصہ طلب کیا۔ اور اس باب میں ہمارا الحاح و مبالغہ حد اعتدال سے بڑھ گیا۔ علیؑ بن ابی طالب نے ہم کو ملامت کرنی شروع کی۔ اور فرمایا۔ اے زوجات پیغمبرؐ تم نے بہت مبالغہ کیا۔ اور اپنا الحاح و اصرار حد سے بڑھا کر آنحضرتؐ کو رنجیدہ خاطر اور پریشان کر دیا۔ اور ہم کو بہت ہی سرزنش اور ملامت کی۔ ہم نے بھی ہر طرف سے ان پر ہجوم کر لیا۔ اور نہایت سخت اور درشت کلمات ان کی شان میں کہے۔ اس جناب نے آیۂ ذیل کو ہمارے لئے تلاوت فرمایا۔ عَسٰى رَبُّهٗۤ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ يُّبْدِلَهٗۤ اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ (التحریم) یعنی ہو سکتا ہے کہ اگر وہ (پیغمبرؐ خدا) تم سے دستبردار ہو جائے اور تم کو طلاق دیدے۔ تو اس کا پروردگار تم سے بہتر اور برتر بیویاں اس کو تمہارے عوض میں عطا فرمائے۔ اس پر بھی ہم نے آپ کے ساتھ سختی اور خشونت میں زیادتی کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس جنابؑ کے ساتھ ہماری سختی اور درشت کلامی سے پیش آنے کے سبب نہایت غضبناک ہوئے۔ اور علیؑ کی طرف نظر کر کے فرمایا۔ اے علیؑ میں نے ان (زوجات نبویؐ) کا طلاق تمہارے قبضۂ اختیار میں دیا۔ اور تمہارے سپرد کیا۔ اور تم کو اپنا وکیل کیا۔ کہ ان میں سے جس کو تم میری طرف سے طلاق دے دوگے اس کا نام نساء النبی (نبی کی عورتوں) کے دفتر سے محو ہو جائے گا، چونکہ آنحضرتؐ ہمارے طلاق کا معاملہ مطلقاً اس بزرگوار کے حوالے فرمایا ہے۔ اور حیات اور ممات میں کچھ فرق نہیں کیا۔ اس وقت علیؑ بن ابی طالب مجھ کو اسی امر پر متنبہ فرماتے ہیں۔ اب میں آنحضرتؐ کے فراق کلی سے ڈرتی ہوں کہ کہیں ایسا نہ ہو۔ اس جناب کی زبان پر کوئی ایسا کلمہ جاری ہو جائے۔ جس کی تلافی اور تدارک ممکن نہ ہو۔ میں ڈرتی ہوں کہ رسولِ خدا سے جُدا ہو جاؤں اور اس جہاں میں آنحضرتؐ کی خدمت کی سعادت اور ملاقات کی دولت سے محروم اور بے بہرہ رہوں۔ سے

لِكُلِّ شَيْءٍ عَدِمْتَهٗ خَلَفٌ　　وَمَا يَفْقِدُ الْحَبِيْبُ مِنْ خَلَفِ

(ہر چیز کا جو تجھ سے جالی رہے۔ عوض اور بدلہ ممکن ہے۔ لیکن حبیب اور دوست کا بدلا ممکن نہیں) **بیت**

برخاستن از جان و جہان مشکل نیست مشکل از سر کوئے تو برخاستن است

منقبت ۱۰۵۔ شواہد النبوۃ میں حبّہ عرنی سے منقول ہے کہ معاویہ کی جنگ کے دنوں میں جناب شاہ ولایت مآب ایک دریا کے کنارے پر اترے ہوئے تھے۔ یکایک ایک شخص نے آکر کہا اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ اِمَامُ الْمُتَّقِیْنَ جناب امیرؑ نے جواب میں فرمایا۔ عَلَیْكَ السَّلَامُ۔ اس شخص نے عرض کی۔ میں شمعون بن یوحنّا اس دیر (عبادت خانہ) کا مالک ہوں۔ اور ایک دیر کی طرف اشارہ کیا۔ جہاں وہ سکونت رکھتا تھا۔ پھر عرض کیا کہ ہمارے پاس کتاب انجیل ہے۔ جو اصحاب عیسٰی ایک دوسرے سے میراث میں لیتے رہے ہیں۔ اگر آپ فرمائیں تو میں اس کتاب کو آپ کے پاس لا کر پڑھوں۔ فرمایا۔ لاؤ۔ وہ شخص کتاب لایا۔ اور رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نعت اور آپ کی اُمت کے اوصاف اور کمالات پڑھ کر سُنائے۔ اور اس کے آخر میں لکھا تھا۔ کہ ایک روز اس دریا کے کنارے پر ایک شخص اُترے گا۔ جو قرابت اور نسب میں خاتم النبیینؐ سے قریب تر ہو گا۔ اور اہل مشرق کے دین کو آراستہ کرے گا۔ اور اہل مغرب کے ساتھ جنگ کرے گا اور یہ چند کلمات بھی امیر کی منقبت میں لکھے تھے اَلدُّنْیَا اَهْوَنُ عِنْدَهٗ مِنْ رَمَادٍ اشْتَدَّتْ بِهِ الرِّیْحُ فِیْ یَوْمٍ عَاصِفٍ وَ الْمَوْتُ فِیْ حُبِّ اللّٰهِ اَهْوَنُ عَلَیْهِ مِنْ شَرْبَةِ مَآءٍ یَّشْرَبُهُ الظَّمْاٰنُ۔ اَلْعَوْنُ رِضْوَانُ اللّٰهِ وَ الْقَتْلُ مَعَهٗ شَهَادَةٌ۔ **یعنی** دنیا اس کے نزدیک اس خاکستر سے بھی زیادہ خوار اور ذلیل تر ہے۔ جس پر آندھی کے دن سخت ہَوا چل رہی ہو۔ اور خدا کی محبت میں مرجانا اس کے نزدیک پانی کے پینے سے بھی زیادہ تر آسان ہے۔ جس کو پیاسا پیئے۔ اور اس کی یاری اور مدد کرنا۔ خدا تعالیٰ کی رضامندی اور خوشنودی ہے اور اس کے ہمراہی میں قتل ہونا شہادت ہے۔

بعدازاں اس شخص دیرانی نے کہا کہ جب نبیؐ مبعوث ہوئے۔ تو مَیں ان پر ایمان لایا۔ اور جب آپ یہاں آکر اُترے۔ آپ کی خدمت میں مشرف ہو کر عہد کیا۔ کہ زندگی اور موت دونوں حال میں آپ کے ہمراہ رہوں گا۔ یہ سُن کر جناب امیرالمومنینؑ پر رقت طاری ہوئی۔ اور حاضرین بھی رونے لگے۔ اس وقت یہ کلمات آپ کی زبان بلاغت بیان پر جاری ہُوئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَمْ یَجْعَلْ لِیْ عِنْدَهٗ مَنْسِیًّا وَ اَحْمَدُهُ الَّذِیْ ذَكَرَنِیْ فِیْ كِتَابِ الْاَبْرَارِ۔ **یعنی** اس خدا کا شکر ہے جس نے اپنے نزدیک مجھ کو فراموش نہیں فرمایا۔ اور میں شکر کرتا ہوں اس ذاتِ اقدس کا جس نے مجھ کو اپنے ابرار کی کتاب میں یاد فرمایا ہے۔ **بعدازاں** حبّہ عرنی سے ارشاد فرمایا اس مردِ مومن کو اپنے ساتھ رکھو۔ جب شام اور دوپہر کا کھانا لوگوں کو کھلاتے۔ اس کو طلب فرماتے۔

آخر کار لیلۃ الہریر میں جب معاویہؓ کے ساتھ لڑائی ہوئی۔ شہید ہُوا۔ رحمۃ اللہ علیہ۔ اور امیرالمومنینؑ نے اس کے جنازے پر نماز ادا کی۔ اور اس کی قبر میں خود اتر کر اس کو سپردِ خاک کیا۔ اور فرمایا۔ هٰذَا رَجُلٌ مُؤْمِنٌ وَ مِنْ اَهْلِ بَیْتِیْ

یعنی یہ مردِ مومن ہے اور میرے اہلبیت سے ہے۔
شواہد النبوۃ۔ روضۃ الاحباب۔ روضۃ الصفا۔ حبیب السیر اور معارج النبوۃ میں لکھا ہے کہ ناقلان آثارِ سلف نے یہ بیان کیا ہے کہ شرائط صلح (حدیبیہ) کے طے ہونے کے بعد جب سہیل بن عمرو کو آنحضرتؐ کی خدمت میں لائے۔ اور دوات اور قلم تیار ہوگئے۔ حضرت مقدس نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اوس بن خولی انصاری کو طلب فرمایا کہ آ کر عہدنامہ تحریر کرے۔ سہیل نے کہا اے محمدؐ لازم ہے۔ تمہارا پسرِ عم علیؑ عہدنامہ کو تحریر کرے۔ سہیل کی التماس کے موافق آنحضرتؐ نے امیرالمومنینؑ سے فرمایا۔ لکھو۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ سہیل نے کہا خدا کی قسم" **رحمان** کو نہیں پہچانتے کہ وہ کون ہے؟ بلکہ یوں لکھو۔ بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ۔ مسلمانوں نے کہا ہم بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ کے سوا اور کچھ نہیں لکھتے۔ رسولؐ نے فرمایا۔ اے بھائی لکھو۔ بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ امیرالمومنینؑ نے آنحضرتؐ کے ارشاد کی تعمیل کی۔ بعد ازاں آنحضرتؐ نے فرمایا۔ هٰذا ما قضى مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ یہ وہ ہے۔ جس پر محمدؐ رسول اللہ نے فیصلہ کیا ہے) سہیل نے کہا۔ اے محمدؐ۔ ہم تیری رسالت کا اقرار نہیں کرتے۔ اگر ہم جانتے کہ تو خدا کا رسولؐ اور اس کا بھیجا ہوا ہے۔ تو ہم تجھ کو خانۂ خدا کی زیارت سے منع نہ کرتے۔ یہ سن کر آنحضرتؐ نے فرمایا۔ اے بھائی! لفظ رسولؐ اللہ کو چھیل ڈالو۔ اور اس کی جگہ محمدؐ بن عبداللہ لکھ دو۔ جب آنحضرتؐ نے جناب امیرؑ کو لفظ رسولؐ اللہ کے چھیل ڈالنے کا حکم فرمایا۔ تو جناب امیرالمومنینؑ نے عرض کی۔ خدا کی قسم۔ یہ مجھ سے نہیں ہو سکتا کہ مَیں صفتِ رسالت کو مٹا دوں۔ اور ایک روایت میں ہے کہ سہیل بن عمرو نے کہا۔ اے علیؑ لفظ رسولؐ اللہ کو مٹا دیجئے۔ ورنہ مَیں اس مصالحت سے بیزار ہوں۔ امیرالمومنینؑ نے اس عہدنامہ کو چھوڑ تلوار کے قبضہ پر ہاتھ رکھا تاکہ اس مشرک کو اس حکومت سے معزول کر کے جہنم واصل فرمائیں۔ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔ اے بھائی امیرالمومنینؑ جانے دو۔ عرض کی یا رسولؐ اللہ! مجھ کو آپ کی تعظیم اور ادب کی پاسداری لفظ رسولؐ اللہ کے محو کرنے سے مانع ہے یہ سن کر جناب رسولؐ اللہ نے وہ کاغذ خود اپنے دستِ مبارک میں لے کر لفظ رسولؐ اللہ کو مٹا دیا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ حالانکہ حضرتؐ نے کبھی تحریر کا کام نہ کیا تھا۔ لیکن بطریق اعجاز ابن عبداللہ تحریر فرمایا۔ اور بعض کا قول ہے کہ خود لفظ رسولؐ اللہ کو محو کر کے امیرالمومنینؑ کو حکم دیا۔ کہ یہ کلمہ درج کر دو۔ مسلمانوں میں سے ابوبکر بن ابوقحافہ عمر بن خطاب۔ عبداللہ بن عوف۔ سعد وقاص۔ عثمان عفان۔ ابوعبیدہ جراح۔ محمد بن مسلمہ۔ اور ابوجندل بن سہیل رضی اللہ عنہم نے اپنے اپنے اسمائے شریفہ اس عہدنامے پر درج کئے۔ اور کفّار کی طرف سے خویطب بن عبدالعزی۔ بکر بن حفص وغیرہ چند لوگوں نے اس پر اپنے دستخط کئے اور بنی خزاعہ پیغمبرؐ کے عہد میں داخل ہوگئے اور بنی بکر نے قریش کو اپنا وسیلہ بنایا۔ اور جب صلحنامہ مرتب ہو چکا۔ اور اس تحریر سے فارغ ہوئے۔ تو آنحضرتؐ نے جناب امیرؑ سے مخاطب ہو کر فرمایا اے بھائی! ایک روز تم کو بھی ایسا ہی واقعہ پیش آئے گا **چنانچہ** جب

جنگ صفین میں امیرالمومنینؑ اور معاویہ کے درمیان جنگ و جدل کی مُدت بہت دراز ہوگئی۔ آخر کار صلح قرار پائی۔ جب عہدنامہ لکھا جا رہا تھا کہ یہ صلحنامہ امیرالمومنین علیؑ بن ابی طالب کی طرف سے ہے۔ معاویہؓ نے کہا کہ لفظ امیرالمومنینؑ محو کر کے صرف علیؑ بن ابی طالب لکھو کیونکہ اگر میں جانتا کہ علیؑ مومنوں کا امیر ہے۔ تو میں اس سے جنگ نہ کرتا۔ اور اس کی متابعت اور بیعت کرتا۔ تب امیرالمومنینؑ نے فرمایا۔ صَدَقَ رَسُوْلُ اللّٰہِ رسولؐ خدا نے سچ فرمایا ہے ا لکھو۔ جس طرح معاویہ کہتا ہے۔ بابِ شجاعت میں مفصّل طور پر اس کو بیان کریں گے۔

منقبت[۱۶۰]۔ ہدایۃ السعدا اور زاہدیہ میں بریدہ اسلمی سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک لشکر امیرالمومنینؑ کی ماتحتی میں یمن کو بھیجا۔ اور میں بھی آپؐ کے ہمرکاب تھا۔ جب ہم واپس آئے۔ تو آنحضرتؐ نے مجھ سے دریافت فرمایا کہ سفرِ یمن اور اپنے امیر اور سردار کی صحبت کے حالات بیان کرو۔ میں نے آپ کی شکایت کی۔ اور میرے سوا اور کسی نے شکایت نہیں کی۔ آنحضرتؐ نے کمال غضبناک ہو کر مجھ سے مُنہ پھیر لیا۔ اور فرمایا اے بریدہ! کیا میں مومنوں کے نفسوں کا ان کے نفسوں سے بڑھ کر مختار اور والی نہیں ہوں۔ مَیں نے عرض کی۔ یا رسول اللہ! بیشک آپ مختار اور والی ہیں۔ فرمایا جس کا میں والی ہوں۔ علیؑ بھی اس کا والی ہے۔

منقبت[۱۶۱]۔ شرف النبوۃ۔ دُر و اور ہدایۃ السعدا میں اسحاق بن سلیمان ہاشمی سے منقول ہے کہ ایک روز ہارون الرشید کی مجلس میں امیرالمومنینؑ کرم اللہ وجہہ کے فضائل و مناقب کا ذکر تھا۔ ہارون نے کہا۔ عام لوگ میری نسبت یہ گمان رکھتے ہیں کہ علیؑ اور ان کی اولاد کو دوست نہیں رکھتا۔ خدا تعالیٰ۔ میری فرطِ محبّت سے خوب واقف ہے جو مَیں جناب امیر اور ان کی اولاد امجاد سے رکھتا ہوں۔ اور وہ خوب جانتا ہے کہ میں اُن کی افضیلت کا قائل اور معترف ہوں۔ اور خدا کی قسم ایک صحیح حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مجھ کو پہنچی ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک روز سیّد کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ کی خدمت بابرکت میں حاضر تھا کہ جناب سیّدۃ النسا علیہا التحیۃ والثنا آتی ہوئی وہاں تشریف لائیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ اے میرے فرزند! میرے ماں باپ تم پر سے فدا ہوں۔ تم کیوں روتی ہو؟ عرض کی اے والد گرامی میرے دونوں نورِ چشم حسنؑ اور حسینؑ گھر سے باہر چلے گئے ہیں۔ میں نے ہر چند تلاش کیا۔ مگر نہیں ملے۔ فرمایا۔ اے فرزند! غمگین نہ ہو۔ جس نے ان کو پیدا کیا ہے۔ وہ میری اور تیری نسبت ان پر زیادہ مہربان ہے۔ پھر دست ہائے مبارک اُٹھا کر بارگاہ الٰہی میں یوں عرض کی۔ یَا جَامِعَ الْمُتَفَرِّقِیْنَ جہاں میرے یہ دونوں فرزند ارجمند ہیں تو ان کا نگہبان اور محافظ ہو۔ اسی وقت روح الامین حاضر ہوئے۔ اور عرض کی یا سیّد المرسلینؐ! آپ غمگین نہ ہوں کہ یہ (دونوں) دنیا اور آخرت میں فاضل اور صاحبِ فضیلت ہیں اور ان کا باپ ان دونوں سے افضل ہے اور وہ دونوں صاحبزادے خطیرۂ بنی النجار میں ہیں۔ خیر البشرؐ اُس بشارت غیبی کو سن کر اپنے اصحاب مستطاب کے ہمراہ خطیرہ مذکور کی طرف روانہ ہوئے۔ جب وہاں پہنچے۔ تو کیا

دیکھتے ہیں کہ یہ دونوں صاحبزادے ایک دوسرے سے بغلگیر ہوکر سو رہے ہیں۔ اور ایک فرشتے نے اپنا ایک بازو ان کے نیچے بچھایا ہوا ہے۔ اور دوسرے بازو سے ان پر سایہ کر رکھا ہے۔ آنحضرتؐ ان کے سرہانے بیٹھ گئے۔ اور نہایت محبت اور پیار سے بوسے لینے لگے۔ یہاں تک کہ دونوں صاحبزادے جاگ اُٹھے۔ امام حسنؑ کو اپنے دائیں کندھے پر اور امام حسینؑ کو بائیں کندھے پر بٹھایا۔ اور گھر کو روانہ ہوئے۔ جبرئیل علیہ السلام آپ کے برابر برابر اور صحابہ پیچھے پیچھے چلے آرہے تھے۔ اس وقت آنحضرتؐ اپنی زبان معجز بیان سے بیان فرماتے تھے۔ خدا کی قسم! میں تم کو شرف اور بزرگی دوں جیسی کہ خدا تعالیٰ نے تم کو بزرگی عطا فرمائی ہے۔ اسی اثنا میں ابوبکرؓ نے آکر عرض کی یا رسول اللہ ان دونوں کو شوارہ عرش خدا میں سے ایک کو مجھے دیجئے۔ کہ میں اٹھاؤں۔ حضرتؐ نے فرمایا۔ اے ابوبکرؓ میں نہیں دیتا۔ ان کی سواری بہت اچھی سواری ہے۔ اور یہ بہت اچھے سوار ہیں۔ اور ان کا باپ ان دونوں سے بہتر ہے۔ **الغرض** جب اسی طرح مسجد میں تشریف لائے۔ بلالؓ کو حکم دیا۔ کہ آواز دو کہ مومنین حاضر ہوں جب خورد و کلاں۔ ادنےٰ اور اعلےٰ سب وہاں آکر حاضر ہو گئے۔ تو بدستور سابق دونوں صاحبزادوں (حسنؑ اور حسینؑ) کو اپنے کندھوں پر بٹھا کر منبر پر تشریف لے گئے۔ اور حاضرین سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ اے لوگو! میں ان لوگوں سے آگاہ کروں۔ جو جد و جدہ۔ ماں باپ۔ چچا پھوپھی۔ اور ماموں اور خالہ کی رو سے تمام مخلوقات سے بہتر ہیں حاضرین نے عرض کی۔ بیشک ارشاد فرمائیے۔ فرمایا۔ وہ حسنؑ اور حسینؑ ہیں کہ ان کا جد محمدؐ ہے جو خدا کا رسولؐ ہے۔ اور ان جدہ خدیجہؓ بنت خویلد ہے۔ جو میری ازواج مطہرات میں سب سے افضل ہے۔ اور ان کی والدہ میری دختر فاطمہؑ ہے۔ جو دُنیا اور آخرت میں تمام عورتوں کی سردار ہے۔ اور ان کا باپ علیؑ ابن ابی طالب ہے۔ جو میرے بعد خیر البشر یعنی تمام آدمیوں سے بہتر ہے۔ اور ان کا چچا جعفر طیار اور ان کی پھوپھی امّ ہانی دختر ابوطالب ہے۔ اور ان کا ماموں میرا بیٹا قاسمؑ اور ان کی خالہ میری بیٹی زینبؓ ہے۔ بعد ازاں بارگاہ الٰہی میں مخاطب ہو کر یوں عرض کی۔ اے خداوند! میں جانتا ہوں کہ حسنؑ اور حسینؑ اور ان کے ماں باپ اپنے دوستوں سمیت بہشت میں ہوں گے میری تجھ سے یہ دُعا ہے کہ جو شخص ان کو دشمن رکھے۔ (ابدالآباد) تک جہنم میں رہے۔

راوی کہتا ہے کہ ہارون الرشید روتا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ اس حکایت کو حاضرین مجلس کے روبرو بیان کرتے ہوئے شدّتِ گریہ کی وجہ سے اس کی آواز گلے میں رُک گئی تھی۔ اور وہ بول نہ سکتا تھا۔

منقبت ۱۶۷ فصل الخطاب میں ابن عباس رضی اللہ عنہما ہی سے منقول ہے کہ جب حق تعالےٰ نے عمر بن الخطابؓ کے زمانہ حکومت میں اصحابِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مدائن کی فتح نصیب کی۔ اور حضرت عمرؓ نے غنیمت کے تقسیم کرنے کا حکم دیا تو امام حسن اور حسین علیہما السّلام نے آکر کہا۔ اے عمر حق تعالیٰ نے جو مسلمانوں کو فتح دی ہے اس میں سے ہمارا حق دے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے نہایت تعظیم و تکریم کے ساتھ دو ہزار

درہم دونوں بزرگواروں کے سامنے رکھ دیئے۔ بعد ازاں عبداللہ بن عمرؓ نے آکر عرض کی۔ اے باپ! اس مال میں سے جو خدا نے مومنوں کو عطا فرمایا ہے۔ میرا حق دیجئے۔ عمرؓ نے اپنے بیٹے کو پانسو درہم عطا کئے۔ فرزند ارجمند نے عرض کی عجب عدل و انصاف ہے کہ حسنین علیہما السلام کو تو مجھ سے دُگنا دیتے ہو۔ حالانکہ میں رسولؐ خدا کے زمانہ سے صاحبِ شمشیر وجہاد ہوں۔ اور یہ دونوں بچے ہیں کہ ابھی تک مدینے سے باہر قدم نہیں رکھا۔ عمرؓ نے کہا کہ بیشک ایسا ہی ہے۔ جیسا کہ تو بیان کرتا ہے۔ لیکن تجھ کو اور تیرے باپ کو ان کی برابری اور ہمسری کی مجال کہاں ہے؟ ہاں ذرا ان کے باپ جیسا باپ اور ماں جیسی ماں۔ اور ان کے جد جیسا جد۔ اور اُن کی جدہ جیسی جدہ اور ان کے چچا جیسا چچا۔ اور ان کے ماموں جیسا ماموں اور خالہ جیسی خالہ تو بھی لا۔ اور اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ تو نہیں لاسکتا۔ کیونکہ ان کا باپ علیؑ مرتضٰی۔ اور ان کی ماں فاطمہؑ زہرا۔ اور جد محمدؐ مصطفٰے اور جدہ خدیجۃ الکبریٰ اور چچا جعفرؓ طیار۔ اور پھوپھی ام ہانی دختر ابو طالب زوجۂ رسولِ خدا ہے۔ جس کے گھر میں آنحضرتؐ کو معراج ہوئی اور ان کا ماموں ابراہیم بن رسولِ خدا۔ اور ان کی خالائیں رقیہ اور ام کلثوم ہیں۔ ان بزرگواروں کے یہ فضائل سُن کر عبداللہ بن عمرؓ بہت پشیمان ہُوا۔ اور خاموش ہو رہا۔

منقبت ۱۶۳:- نیز کتاب مذکور میں مسطور ہے کہ آیۂ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (العمران ع) (کہہ دے اے محمدؐ اگر تم خدا کو دوست رکھتے ہو۔ تو میری متابعت اور پیروی کرو۔ اللہ بھی تم کو دوست رکھے گا۔) کی تفسیر میں شیخ ابو علی موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ جب آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے شب معراج میں ملاء اعلیٰ کے معصوموں کی ایک جماعت دیکھی۔ جو محمدؐ محمدؐ کہتے تھے۔ اور کوئی ان میں سے دُوسرے سے مقدم اور آگے بڑھا ہوا نہ تھا۔ جبرئیلؑ سے پوچھا۔ یہ کون لوگ ہیں۔ عرض کی۔ یا سیّد المرسلین! یہ تو عالم علوی کے مُقدّس اور علوی ہیں۔ جس طرح آپ کی آل پاک کے علوی تمام اہل زمین سے اشرف اور اعلیٰ ہیں۔ فرمایا۔ اے بھائی جبرئیلؑ! انہوں نے یہ درجۂ عالی کیوں کر اور کس وجہ سے پایا۔ عرض کی کہ آپ کے نام مبارک کی تسبیح سے۔ کہ ہر وقت ان کی عبادت یہی ہے۔

مؤلف عرض کرتا ہے کہ حدیث مذکور اور حدیثِ ذیل کی بنا پر کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ نُوْرِ وَجْهِ عَلِيِّ ابْنِ اَبِيْطَالِبِ سَبْعِيْنَ اَلْفَ مَلَكٍ يَسْتَغْفِرُوْنَ لَهٗ وَ لِمُحِبِّيْهِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔ اللہ تعالیٰ نے علیؑ بن ابی طالب کے روئے انور کے نور سے ستر ہزار فرشتے پیدا کئے ہیں۔ جو اس بزرگ کے لئے اور آنجناب کے دوستوں اور محبوں کے لئے روزِ قیامت تک استغفار کرتے رہیں گے) چنانچہ شیخ عطار قدس سرہٗ نے مثنوی مظہر جوہر میں اس حدیث کو نظم فرمایا ہے۔ **نظم**

اگر فضل علیؑ گوئی بہ تفضیل — بہ قول ناصبی اش کن تو تعطیل

خدا از نورِ روئے مرتضیٰ کرد سرشتہ چند ملک ہارا نداکرد
عدو مفتاد وشاں باشد ہزارے کہ ایشاں برسماں دارند قرارے

ثابت ہوگیا کہ ملائکہ مذکورہ علوی ہیں اور اس تقدیر من وجہٍ کی بنا پر فرقۂ مذکور کو آل علیؑ کہہ سکتے ہیں۔ اس لئے کہ باپ صرف پیدائش کا واسطہ ہے۔ اور حقیقی اور اصلی خالق پیدا کرنے والا حق سبحانہٗ تعالیٰ ہے۔ عالم علوی اور عالم سفلی دونوں کا مالک اور خالق وہی ہے۔ یَفْعَلُ مَا یَشَآءُ وَیَحْکُمُ مَا یُرِیْدُ۔ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اور جو چاہتا ہے حکم دیتا ہے۔ پس جس طرح کہ سادات کو اس عالم شہود (ظاہر) میں علیؑ کے صلب سے پیدا کرکے زمین کی تمام مخلوقات سے افضل اور اشرف بنایا ہے۔ اسی طرح اس جناب کے روئے انور کے نور سے ایک جماعت ملائکہ پیدا کرکے عالم بالا کے مقدسین اور پاک و پاکیزہ روحانیین سے اشرف اور اعلیٰ مرتبہ پر معزز فرمایا ہے۔

ع قادر است او ہرچہ خواہد مے کُند

اسی لئے حدیث شریف میں وارد ہوا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو عطسۂ آدم یعنی حضرت آدمؑ کی چھینک سے پیدا کیا۔ اور ان کو چوتھے آسمان پر بٹھایا۔ چنانچہ میر خسرو دہلوی نعت میں فرماتے ہیں۔ **مثنوی**

یافت تخت آدم زاں نور تاب عطسہ زد از دیدن آں آفتاب
چشمش ازاں نور چو بینا شدہ عطسۂ آں نور مسیحا شدہ

اور اس قسم کے امورِ غریبہ پروردگار عالمین سے کچھ عجیب معلوم نہیں ہوتے۔ اور ان کا امیرالمومنینؑ کی ذات مجمع الصفات سے منسوب کرنا کچھ مقام تعجب نہیں۔ کیونکہ آنجناب کا ایک لقب معلیٰ مظہر العجائب اور مظہر الغرائب ہے۔ چنانچہ تفسیر حافظی میں آیۂ کریمہ یَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ بِالْغَمَامِ۔ (فرقان[۳] (جس روز آسمان بادل سے شگافتہ ہوگا) کے بیان میں مرقوم ہے کہ وہ بادل جو قیامت کے دن آسمان کو شگافتہ کردے گا۔ وہ مرتضیٰ علیؑ ہے۔ اس لئے کہ مظہر العجائب اور مظہر الغرائب ہے۔ جس طرح دنیا میں عجیب عجیب امور ظاہر کئے ہیں اسی طرح آخرت میں بھی امور غریبہ کا اظہار کرے گا اور ہوسکتا ہے کہ بموجب حدیث۔ کُنْتُ اَنَا وَعَلِیٌّ نُوْرًا بَیْنَ یَدَیِ اللهِ مُطِیْعًا یُسَبِّحُ اللهُ ذٰلِکَ تُنَوِّرُ وَ یُقَدِّسُہٗ قَبْلَ اَنْ یَّخْلُقَ اٰدَمَ اَرْبَعَۃَ عَشَرَ اَلْفَ عَامٍ۔ (میں اور علیؑ دونوں اللہ کے سامنے ایک نور تھے اور مطیع پروردگار تھے۔ یہ نور آدمؑ کی پیدائش سے چودہ[۱۴] ہزار سال پہلے تسبیح اور تقدیس الٰہی میں مصروف تھا، مذکورہ بالا فرشتے اس کے نور کے پرتو سے پیدا ہوئے ہوں۔ اور بموجب مقولہ۔ کُلُّ شَیْءٍ یَرْجِعُ اِلٰی اَصْلِہٖ (ہر ایک چیز اپنی اصل کی طرف رجوع کرتی ہے) محمد محمد کہتے ہوں گے۔ لیکن اس صورت میں لازم ہے کہ وہ علیؑ علیؑ کہتے ہوں گے۔ اگرچہ فصل الخطاب میں سہو کاتب سے علیؑ کا نام نہیں لکھا لیکن جو کچھ اس آخر شب میں اس فقیر کے دل پر بطور الہام وارد ہوا ہے اور میں اس تقریر کے لکھنے پر مامور ہوں۔ وہ یہ ہے کہ علوی فرشتے ان دو متبرک ناموں کا ذکر کرتے ہیں۔

چنانچہ مولوی معنوی اپنے کلام میں اس مطلب کا اظہار کرتے ہیں۔ **نظم**

شیر دولی خداشاہ سلامٌ علیک　　معدنِ جود و سخاشاہ سلامٌ علیک

نام تو بر آسماں زمرۂ قدوسیاں　　راحتِ روحانیاں شاہ سلامٌ علیک

اور یہ بات کسی طرح مقام تعجب بھی نہیں ہے۔ کیونکہ جب آیۂ کریمہ اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ (اللہ اور اس کے فرشتے پیغمبرؐ پر درود بھیجتے ہیں) اے ایمان والو! تم بھی اس پہ درُود و سلام بھیجو! نازل ہُوا تو اصحاب پیغمبرؐ رضی اللہ عنہم نے دریافت کیا۔ یارسولؐ اللہ! ہم آپ پر کیوں کر صلوٰۃ اور سلام بھیجیں۔ فرمایا۔ تم کہو اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ (اے خدا تو محمدؐ و آل محمدؐ پہ رحمت بھیج) صحابہؓ نے عرض کی کہ **آل** سے کون لوگ مراد ہیں۔ فرمایا۔ علیؑ۔ فاطمہؑ۔ حسنؑ اور حسینؑ علیہم السلام مراد ہیں، چنانچہ باب آیات میں صواعق محرقہ اور مستدرک حاکم سے مُفصّل طور پہ ذکر کر چکے ہیں۔ **جب** یقینی طور پر یہ بات معلوم ہو چکی کہ آسمان اور زمین کے تمام فرشتے محمدؐ اور علیؑ اور ان کی آلِ پاک پہ درود و سلام بھیجتے ہیں۔ اگر کسی جماعت نے محمدؐ اور علیؑ کے نام کو اپنی تسبیح بنایا۔ تو اہلِ ایمان اور صاحبانِ ایقان کے لئے کسی طرح شک و شبہ کا مقام نہیں ہو سکتا۔ **نیز** باب احادیث میں لکھا جا چکا ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا ہے کہ بہشت کے دروازے پہ ایک حلقہ یاقوت سُرخ کا ہے۔ جب اس کو ہلائیں۔ تو وہ یا علیؑ۔ یا علیؑ کی آواز دیتا ہے۔

اور کتاب کفایۃ الطالب میں انس بن مالک سے مروی ہے کہ آنحضرت صلعم فرماتے تھے کہ جب معراج کی رات کو آسمانوں کی طرف سے میرا گذر ہُوا۔ تو مَیں نے ایک فرشتے کو دیکھا۔ کہ نور کے منبر پہ بیٹھا ہے۔ اور فرشتے اُس کے گرد جمع ہیں مَیں نے روح الامین سے پوچھا۔ کہ یہ فرشتہ کون ہے؟ اُس نے عرض کی۔ یارسولؐ اللہ! آپ اس کے پاس جا کر سلام کریں۔ جب میں گیا۔ تو کیا دیکھتا ہوں کہ علیؑ بن ابی طالب ہے۔ مَیں نے کہا۔ اے جبرئیلؑ علیؑ مجھ سے پہلے آسمان چہارم پہ آ گئے۔ جبرئیلؑ نے جواب دیا۔ کہ نہیں لیکن حق سُبحانہٗ تعالیٰ نے علیؑ کے نور سے یہ فرشتہ پیدا کیا ہے۔ اور تمام ملائکہ کو حکم دیا ہے کہ ہر جمعہ کی رات اور دن کو ستر ہزار دفعہ اس کی زیارت کرتے رہیں۔

نیز کتاب کفایۃ الطالب اور وسیلۃ المتعبدین میں جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہٗ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب مجھ کو آسمانوں پر لے گئے۔ اور میں حجابوں سے باہر آیا۔ اس وقت مَیں نے سُنا کہ ایک منادی یہ ندا کرتا تھا۔ تیرا باپ ابراہیمؑ بہت اچھا باپ ہے۔ اور تیرا بھائی علیؑ بہت اچھا بھائی ہے۔

الغرض اس قسم کے اسرار بے ریب عالم غیب و شہود میں بہت سے ہیں کہ عنایت صمدی کی تائید بغیر

ان کا درک کرنا اور پانا مشکل ہے۔ **نظم** (مولف)

ہر کسے کے داند ایں اسرار را　　کیست آں کو فہمد ایں گفتار را
کے بیاید سرِّ حق در فہم کس　　کے بگنجد رازِ حق در وہم کس
مے نویسم ہر چہ مے زاید او　　حیرتے رُو وادہ ازایں گفت و گو
مستیِ عشقش مرا از من ربود　　نیستم آگاہ زیں گفت و شنود
اے منزّہ وصفش از اقوالِ ما　　کُندِ رازش برتر از احوالِ ما
وصف ذاتش را بیاں باشد سکوت　　اَیْنَ مَوْتِیْ وَصْفُ حَیٍّ لَا یَمُوْت

منقبت[۱۶۴]۔ مناقب خطیب میں انسؓ بن مالک سے روایت ہے کہ میں نے ایک رات سیّد کائنات علیہ افضل الصّلوٰۃ کو خواب میں دیکھا۔ کہ از روئے غضب میری طرف خطاب کر کے فرمایا۔ اے انسؓ! تجھ کو کس چیز نے اس بات پر آمادہ کیا۔ کہ جو کچھ تو نے مجھ سے علیؑ کے فضل و کمال کے بارے میں سُنا تھا۔ اس کو ادا نہ کیا۔ کہ آخر کار برص کے مرض میں مبتلا ہُوا۔ اگر علیؑ کا استغفار کرنا تیرے تقصیرات کی تلافی نہ کرتا۔ تو بیشک تو جنّت کی بُو بھی نہ سونگھتا۔ اب اپنی باقی زندگی میں اس حدیث کو ظاہر کرنا رہ کہ علیؑ اور اس کی آل کے موالی اور دوست جنت کی طرف سبقت کرنے والوں کے پیشرو اور پیشوا ہیں۔ اور حسنؑ حسینؑ۔ حمزہؓ اور جعفرؓ کے ہمسایہ ہیں۔ اور علیؑ صدیق اکبرؓ ہے۔ جو شخص اس کو دوست رکھے تو اس کو بشارت دے کہ خاتم الانبیاءؐ فرماتے ہیں کہ تو قیامت کے ہول سے نہ ڈر۔

منقبت[۱۶۵]۔ **مؤلف** عرض کرتا ہے کہ اس کتاب کی تالیف کے زمانے میں بشارت مذکورہ بالا کے موافق ایک رات ہاتف غیبی نے عالم لاریب سے اس فقیر کو مژدہ دیا۔ اور بظاہر اس کا باعث یہ ہُوا کہ ایک شخص نے میرے پاس آکر کہا۔ تم کس کام میں مشغول ہو؟ میں نے جواب دیا کہ **مناقب امیرالمومنین** کی تالیف میں مصروف ہوں۔ اس نے کہا کہ خلفائے ثلٰثہ کی نسبت بھی کچھ اس کتاب میں درج کیا ہے۔ میں نے کہا۔ نہیں۔ مگر ہاں جو کچھ کسی تقریب اور مناسب سے ذکر آ گیا ہے۔ درج کر دیا گیا ہے۔ یہ سُن کر وہ شخص بولا معلوم ہوتا ہے کہ تم ائمہ اثنا عشر کے مذہب پر ہو۔ میں نے کہا۔ کون سا مومن ان بزرگواروں کے مذہب و ملّت کے دائرہ سے باہر ہے اور اسی سبب سے شیخ عطار تذکرۃ الاولیا میں لکھتے ہیں کہ امام اعظمؒ امام جعفر صادقؑ کے شاگردوں میں سے ہے۔ اور شافعی اہل بیت کی مداحی پر فخر کیا کرتے تھے۔ چنانچہ امام مذکور کا قول ہے۔ **شعر**

لَوْ کَانَ رِفْضًا حُبُّ اٰلِ مُحَمَّدٍ　　فَلْیَشْھَدِ الثَّقَلَانِ اَنِّیْ رَافِضٌ

(اگر آلِ محمدؐ کی محبّت رفض ہے۔ تو دونوں عالم جن و انس، گواہ رہیں کہ میں رافضی ہوں)

اور حنبل اور مالک کی یہ کیفیت ہے کہ اگر وہ ان کے پاؤں کی خاک پا لیتے۔ تو اس کو اپنی آنکھوں کا سرمہ بناتے

یہ باتیں سُن کر اس شخص نے کہا کہ میں سیّد محی الدین رضؓ کا مرید ہوں۔ جو مذہب اس بزرگ کا ہے۔ وہ برحق اور درست ہے۔ میں نے کہا اے شخص تو اگران کا مرید ہے۔ تو میں سات واسطوں سے ان کا خلیفہ ہوں۔ اور جس طرح خرقہ اور مثال (فرمان) خواجگان چشت قُدِّسَ اَسْرَارُھُمْ سے رکھتا ہوں۔ خدا کا شکر ہے۔ اس سلسلۂ متبرک سے بھی یہ چیزیں مجھ کو ملی ہیں۔ **معروف کرخی** جو سیّد محی الدین کے پیروں کا پیر ہے۔ اور کئی ہزار کامل ولی اس کے دامن دولت سے بہرہ یاب ہوئے ہیں۔ خود حضرت امام علیؑ موسیٰ رضا کا دربان ہے۔ چنانچہ شاعر کہتا ہے ؎

بحقِّ شیخِ دین معروفِ کرخی　　　که دربانِ علیؑ موسیٰ رضا بود

اور اگر تجھ کو اس پر اعتماد نہ ہو۔ تو **شجرۂ ارادت** جس کو صوفیوں کی اصطلاح میں **رابطِ صوری** کہتے ہیں۔ اور تیرے پیر نے تجھ کو دیا ہوگا۔ لکھا ہوگا۔ اسے کھول کر دیکھ لے۔ اتفاقاً وہ شجرۂ اس کی گردن میں حمائل کے طور پر لٹکا ہوا تھا۔ جب اس کو نکال کر پڑھا۔ تو دیکھا کہ سیّد محی الدین نو واسطوں سے امام علی موسیٰؑ رضا کا مرید ہے۔ اور امام رضا علیہ التحیۃ والثنا پانچ واسطوں سے سرورِ اولیا علیؑ مرتضیٰ کا فرزند اور خلیفہ ہے۔ تب میں نے کہا۔ اے عزیز باتمیز! اس کا نام ارادت نہیں ہے کہ اپنے پیروں کے پیر سے غافل ہے اور اس کی مریدی کا دعویٰ کرتا ہے۔ بولا۔ میں اس کا جواب نہیں دے سکتا۔ لیکن میں اتنا ضرور جانتا ہوں کہ جو شخص صرف مرتضیٰ علیؓ کے مناقب بیان کرے یا لکھے۔ وہ البتہ خلفائے ثلثہ سے کچھ نفرت اپنے دل میں رکھتا ہے۔ میں نے کہا۔ یہ کیا بُرا عقیدہ ہے۔ جو تو رکھتا ہے۔ اور کیوں اہلِ تسنن کو بدنام کرتا ہے۔ اس لیے کہ میں نے اس کتاب میں جناب سیّدۃ النساؓ امام حسنؓ و حسینؓ، حمزہؓ اور جعفر طیارؓ وغیرہ کے مناقب بھی نہیں لکھے۔ اس مقام پر کہا جاسکتا ہے کہ میرے دل میں ان حضرات سے بھی کچھ غبار ضرور ہے۔ وُہ بولا۔ کہ نہیں۔ لیکن چونکہ خلفائے اربعہ میں باہم مخالفت اور مخاصمت تھی۔ جیسا کہ ملّا عبدالرحمٰن جامی نے اپنے کتاب اعتقادیہ میں اس امر کا ذکر کیا ہے۔

مثنوی

ہر خصومت کہ بود شان باہم　　　بتعصب مزن در آنجا دم
حکم آں قصہ باخدائے گذار　　　بندگی کن ترا بحکم چہ کار

اس بنا پر جو شخص کہ جناب امیر کی تعریف اور توصیف میں مشغول ہو ظن غالب یہ ہے۔ کہ وہ شیعہ ہوگا۔ میں نے جواب دیا۔ ان بزرگواروں میں ہرگز ہرگز باہم مخالفت نہ تھی۔ کیونکہ اگر ان میں باہم مخالفت ہوتی تو قدوۂ اصحاب عمر بن الخطابؓ مشکل مسائل میں امیرالمومنینؓ کی طرف رجوع نہ کیا کرتے۔ اور نَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنْ مُعْضَلَۃٍ لَیْسَ لَھَا اَبُو حَسَنٍ (ہم خدا کی پناہ مانگتے ہیں اس مشکل سے جس کے حل کرنے کیلئے ابوالحسن علی موجود نہ ہو) اور لَوْلَا عَلِیٌّ لَھَلَكَ عُمَرُ۔ (اگر علیؓ موجود نہ ہوتے تو عمرؓ ضرور ہلاک ہوگیا ہوتا) اپنی زبان سے ارشاد نہ فرماتے۔ اور منقول ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جناب امیرالمومنینؓ کی طرف بہت دیکھا کرتے تھے۔ ایک روز حاضرین سے ایک شخص نے اس کی وجہ پوچھی۔ حضرت ابوبکرؓ

نے جواب دیا۔ میں نے پیغمبرؐ سے سُنا کہ وہ فرماتے تھے۔ اَلنَّظْرُ اِلٰی عَلِیٍّ عِبَادَۃٌ (علیؓ کی طرف نظر کرنا عبادت ہے)
ان حدیثوں کی بنا پر اس فقیر کو یقین کامل حاصل ہے کہ ان حضرات کے درمیان محبت تھی نہ کہ عداوت چنانچہ اپنے عقیدے
کے مطابق اہل تعصب سے مخاطب ہو کر یہ چند ابیات **شاہد قدسی** میں کہی ہیں۔ **نظم** (مؤلف)

ہر کہ بد با صحبہ پیغمبرؐ است — نزد من بے شبہ آنکس کافر است
مرتضیٰؓ بیزار ازاں زندیق ہست — کہ عدوئے حضرت صدیق ہست
آنکہ صدیق است مقبول خداست — ہمنشین بادشاہ انبیاؑ ست
صدرِ دینِ احمدؐ آمد از ازل — یافت نور از روئے بہ رُخ علم و عمل
ذاتِ پاکش صدق را سرمایہ دہ — نوعروس حلم را پیرایہ دہ
خاطرش دریائے عرفاں بودہ است — ہائے تا سر قالبش جاں بودہ است
سینہ اش گنجینۂ اسرارِ حق — سر بسر آئینۂ دیدارِ حق
یارِ غارِ احمدِ مختار اوست — ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْهُمَا فِی الْغَارِ اوست
حق تعالیٰ ہر کرا گوید ثنا — کے برآید وصفِ او از دستِ ما
دوستی مرتضیٰؓ را ایں صفت — نیست اے نادان! اندری معرفت
بکس دشمن شوی از جہل خویش — دشمنی ظن دانی دین و کیش
سبِ اصحاب محمدؐ روز و شب — پیشۂ خود سازی از بغض و غضب
چوں روا داری بخود ایں ظلم را — حَاشَ لِلّٰہِ نیست راضی مرتضیٰؓ
مہرِ حیدر را چنیں آمد صفت — گر کند در جانت منزل معرفت
گر بہ جانت مہرِ حیدر جا کند — قدرِ تو از نہ فلک بالا کند
حق تعالیٰ بہر انیت آفرید — تا بگوئی روز و شب لعن یزید
گاہ گوئی گر درا یا بم کشم — زانکہ لیس در کشتن او سر خوشم
چوں یزید ثانی آمد نفس تو — گر کشی او را لیسے باشد نکو
دشمن آلِ رسولؐ آمد یزید — خاک بر فرقش بگو ھَلْ مِنْ مَّزِیْدٍ
دشمنِ حق نفس آمد از ازل — من ہمے گویم زگفتِ لم یزل
زشتِ باشد دشمن حق از یزید — گر کشی زیبا شوی چوں بایزید
گر تو ہستی مرتضیٰ را دوست دار — دشمنِ حق را مکن قتل اختیار

گاہ عثمانؓ را بگوئی ناسزا مرتضےٰ کے دارد ایں مذہب روا
گر بہ پُرسم از تو ہرگز دیدۂ یا ز کس در عمرِ خود بشنیدۂ
گر بہ عالم یک مسلماں بیکسے دخترِ خود را دہد با کافرے
بالیقیں گوئی کہ زنیساں چوں شود از چنیں امرے ہزاراں خوں شود
پس تو خود انصاف دہ اے یارِ من دِل مکن آزردہ از گفتارِ من
شاہِ دیں دختر بہ کافر چوں دہد کے خلافِ شرع در خاطر نہد
آنکہ او عثمانِ عفّاں آمدہ مُقبلِ درگاہِ سبحاں آمدہ
جامعِ قرآن ست ذاتِ پاکِ او مدرکِ رازِ نہاں ادراکِ او
از جبینش موج زن دریائے حلم ابرِ جود و کانِ خُلق و بحرِ علم
وصفِ او بیروں بود از فہمِ ما عِزِّ او کے گنجد اندر وہمِ ما
بہتر از عثمانؓ عمرؓ را مے شناس کز وجودش یافت دیں محکم اساس
او چو تاجِ سروری بر سر نہاد یک ہزار و شصت و شش منبر نہاد
شد بسے در عہدِ او دیں را رواج خانۂ دیں را بود ذاتش سراج
چو عمر بر مسندِ عزّت نشست آفتاب از شرم بر رُخ پردہ بست
وجہِ تو تشنعِ مالی بودہ است مستِ جامِ لایزالی بودہ است
ہر کدامیں پیشوائے عالم اند خضرِ راہ و رہنمائے عالم اند
ہر یکے را کار دنیا درد سر بُود وآگہ نیستی اے بے خبر
چوں تو دنیا را طلبگاری بجاں سر جاں را ہیچو خود داری گماں
دوستی کاں عمر را با علیؑ است آں علیؑ کہ معدنِ آلِ نبیؐ است
کے بُود ما و ترا اے جانِ من دوستی چار یار ایمانِ من
مخلص ہر چار از جان و دلم حل شدہ از مہرِ ایشاں مشکلم
مہرِ ایشاں ہادیِ راہِ صواب مہرِ شاں مقصد نمائے بے حجاب
لطفِ شاں کعبہ رسانِ بے سفر قہرِ ایشاں آتش افروزِ سقر
بالیقیں آں سینہ اش بے گینہ است ہر کرا مہرِ علیؑ در سینہ است
مہرِ تقلیدی نہ دارد اعتبار مہرِ تقلیدی نمے آید بکار

ہمچو من مہرِ علیؓ در سینہ دار سینۂ خود را تہی از کینہ دار

در ہمہ انوارِ ربّانی پدید رائے بر آنکس کہ از کوری ندید

مذہب صوفیہ را کن اختیار تا شوی در ہر دو عالم بختیار

ابیات مذکورہ بالا سُن کر وہ شخص بولا۔ اگر حال مطابق مقال ہے۔ تو عین کمال ہے۔ مَیں نے کہا اے عزیز! تو اپنے حال کی فکر کر۔ تاکہ ظَنُّوْا بِالْمُؤْمِنِیْنَ خَیْرًا (مومنین کے حق میں نیک گمان کرو) کی خوبی سے محروم اور بے بہرہ ہوکر آخرت کے عذاب میں گرفتار اور مبتلا نہ ہو۔ نیز میں نے بیان کیا۔ کہ یہ جو مُلّا عبدالرحمٰن جامی نے کہا ہے کہ خلفائے اربعہ میں باہم خصومت تھی۔ آیا چاروں ایک دوسرے کے مخالف تھے یا خلفائے ثلاثہ امیرالمومنینؓ سے خصومت رکھتے اور وہ قصّہ کونسا ہے؟ جس کا حکم خدا پر موقوف اور منحصر ہے۔ وہ بولا کہ وہ خلافت کا قصّہ ہے! اور ظاہرًا اس وجہ سے امیر کے دل میں خصومت ہوگی۔ مَیں نے جواب دیا کہ مُلّا کے اس عقیدے سے ایسا مستفاد ہوتا ہے کہ خلفائے ثلاثہ نے خلافت جناب امیرؓ سے غصب کر کے لیا ہے۔ جب حقیقت حال یہ ہو تو لازم اور ضروری ہے کہ تمام اولیا جن کی بیعت کا سلسلہ جناب امیرؓ پر منتہیٰ ہوتا ہے۔ معاذ اللہ! خلفائے ثلاثہ کے دوست نہ ہوں کیونکہ دشمن کا دوست بھی دشمن ہی ہوتا ہے اور جو مُرید کہ اپنے پیر کا دشمن ہو۔ وہ مرید (سرکش) ہے نہ کہ مُرید۔

المختصر ہر چند مَیں نے دلائل معقولہ اور اقوال منقولہ بیان کئے۔ لیکن اس تعصب کی وجہ سے جو اس کے دل میں جاگزین ہوئے تھے کہ ؏ باشیر اندر آمد و باجان بدر شود

ذرا بھی اثر نہ ہُوا۔ اور بددل اور رنجیدہ خاطر ہو کر وہاں سے چلا گیا۔ اور رستے میں میرا ایک دوست اس سے ملا اس سے سارا قصّہ بیان کرنے کے بعد کہا۔ کہ میں چاہتا ہوں فلاں شخص کو اگلے جمعہ کے روز مسجد جامع میں قتل کر ڈالوں۔ اگر اس میں مارا گیا۔ تو شہید ہوگا۔ اور اگر میں نے قتل کر دیا۔ تو اپنے آپ کو غازی سمجھوں گا۔ میرے اس دوست نے اس سے کہا کہ میں ایک مدّت سے فلاں شخص سے اخلاص اور اختصاص رکھتا ہوں۔ خدا کی قسم اس کے دل میں کسی قسم کا بھی تعصب نہیں پایا جاتا۔ کیونکہ کئی سال ہو گئے ہیں کہ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْطٌ کے مطالعہ اور فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ دُمُلْکُہٗ کے مشاہدے سے توحید کی نسبت حاصل ہوگئی ہے۔ اور میرے اس قول کی تصدیق مجالس عرس کے دنوں میں اس کے وجد اور حال سے پُورے طور پر ظاہر اور باہر ہو جاتی ہے۔ اور بموجب مولوی معنوی کہ جو کوئی میرا طالب ہو۔ وہ مجھ کو مثنوی میں تلاش کرے۔ لازم ہے کہ ان چند غزل بے بدل کے مضمون میں جو فلاں شخص کی تصنیف ہیں ذرا غور کر کے کہ ان سے شوق کا غلبہ اور حضور اور ذوق کے علامات و نشانات نہایت واضح طور پر ظاہر ہوتے ہیں۔

غزل

کُدام دیدہ کہ بر طلعتِ تو شیدا نیست کدام دِل کہ وصالِ تو اش تمنا نیست

کدام تن کہ براہِ تو پائمال نہ شد ۔۔۔ کدام سر کہ زعشقت انیس سودا نیست
کدام کس کہ نہ چوں خضر زندۂ ابدست ۔۔۔ کدام دم کہ در معجزۂ مسیحا نیست
کدام گل کہ زعشقش نہ بلبلے بفغاں ست ۔۔۔ کدام سبزہ کہ صد گونہ و تماشا نیست
کدام ذرہ کہ دردے نہ آفتاب نہاں ست ۔۔۔ کدام قطرہ کہ دروے نہفتہ دریا نیست
بہر کجا کہ نظر افگنی جمالِ حق است ۔۔۔ عیاں بعین یقیں ہیں جز او ہویدا نیست
مرا چہ باک ز رسوائی ہست اے ناصح ۔۔۔ کدام عاشقِ برگشتہ بخت رسوا نیست
کدام چیز کہ کشفی نہ عاشق است بر د ۔۔۔ ازانکہ دلبر ہر جائیش بیک جا نیست

ایضًا لہ

آں شاہدے کہ مارا از مار بُود مائیم ۔۔۔ ذاتے کہ در دو عالم یکتا نمود مائیم!
آں نشۂ کہ از جاں مستی جاں رُبُودہ ۔۔۔ وآں بادۂ کہ بر دل مستی فزود مائیم
آں کہ رہِ طریقت پوید بہ جاں ہمیشہ ۔۔۔ واں کہ درِ حقیقت بر دل کشود مائیم
اے زاہد مذبذب تا چند غیر بینی! ۔۔۔ باطن حق است بنگر گر در نمود مائیم
بشناس صورت ما تا پے بری معنی ۔۔۔ آئینہ جمال ربّ الودود مائیم
مرآتِ ذوالجلالیم خورشید لایزالیم ۔۔۔ غرق محیط عالیم اوج و فرود مائیم
دو ہر دو کون جز ما یک ذرہ نیست موجود ۔۔۔ بنگر بچشم کشفی بود و نبود مائیم

ولہ ایضًا

ما در دنِ خویشتن نورِ تجلّی یافتیم! ۔۔۔ مست گشتیم و مقام خود معلّیٰ یافتیم
تا بنورِ آفتابِ اصل روشن شد ضمیر ۔۔۔ عاشق و معشوق را در خویشتن ما یافتیم
چوں ز اسرارِ حقیقت جان و دل آگاہ گشت ۔۔۔ ذاتِ حق را در ہمہ عالم ہویدا یافتیم
در تنِ خود تا نفس آسا ممتباری شدیم ۔۔۔ نہ فلک را مضمر اندر ہفت اعضا یافتیم
قطرۂ بودیم از بحر ازل جوشے زدیم ۔۔۔ نیک چوں دیدیم خود را عینِ دریا یافتیم
برگِ گلے صد بوستاں را مست و شیدا یافتیم ۔۔۔ در غمے صد مشعل را پنہاں و پیدا یافتیم
تا بزلفِ یار دِل بستیم رستیم از جہاں ۔۔۔ کشفیا کامِ دل خود بر تمنّا یافتیم

ولہ ایضا

اے مہ ہر جائم تا در دلم جا کردۂ ۔۔۔ در جہاں چوں آفتابم فرد و یکتا کردۂ

کیست جز تو آنکہ آرد تاب دیدارت بہ دہر | تو بچشمِ خود جمال خود تماشا کردۂ!
گیسوئے مشکیں لیلیٰ راست از تو پیچ و تاب | حلقۂ زنجیر مجنوں را تو بر پا کردۂ!
تا گُلِ حُسنِ تو بشگفت در بستانِ عشق! | عالمے را ہمچو بُلبل مست و شیدا کردۂ
اے سپہرِ دلبری را ماداز سودائے خویش | ہر زماں خلقے دگر را او بصحرا کردۂ!
زاں دو گیسو پائے در زنجیر داری جان خلق | زاں دو عارض آتش اندر ملکِ دلہا کردۂ
ہم بمن گفتی کہ مہر من نہ سازی آشکار | ہم مرا چوں اشکِ من در خلق رُسوا کردۂ
تو بہ عشرت بادہ پیمائی زمستی در خلا | بر ملا گو از چہ مارا بادپیما کردۂ!
غُلغلِ کوس عنایت بر شد از عرش بریں | کشفیا تا از دل و جاں ترک دنیا کردۂ

ولہ ایضًا

خود بینی و خود پرستی است آئینم | شیدائے خودم کہ سر بسر تزئینم!
گر مومن صادقم و گر بے دینم | اینم اینم ہر چہ ہستم اینم!

نیز کتاب **مجموعہ راز** میں جو کہ مؤلف کتاب کی تصنیف ہے۔ چند ابیات ذیل اس کی معرفت کے حال کی شہادت دیتی ہیں۔ **ابیات**

آئینہ روئے کائناتم! | بیروں زجہاں و از جہاتم
دریائے روانم و ہم امواج | چوں عینِ صفات و عینِ ذاتم
ہم خندہ و ذوقِ اہلِ عیشم | ہم گریہ و دردِ اہلِ ماتم
با من بکنید عرضِ احوال | حلالِ جمیع مشکلاتم!
چوں غنچہ نہاں بخویش بودم | اکنوں گلِ باغِ کائناتم
ایں جملہ صفت کہ کردم اثبات | با ایں ہمہ صف بے صفاتم

الغرض میری اس تمام تقریر کا خلاصہ یہ ہے کہ اس (مؤلف کتاب مناقب) کو اہل تشیع کے ساتھ امیر المومنینؑ کی محبت اور امام المسلمین کرم اللہ وجہہٗ کی مودت کے سوا اور کسی قسم کی مناسبت اور مشابہت نہیں ہے۔ اور یہ کہ جناب امیرؑ کی محبت کا اظہار کرنا اصحاب کے بغض اور تعصب کی وجہ سے نہیں ہے۔ بلکہ پیر پرستی کی رُو سے ہے۔ جو اربابِ طریقت اور اصحاب سلوک کے نزدیک فرض اور واجب ہے۔ چنانچہ منقول ہے کہ شبلی نے اپنے ایک مُرید سے کہا کہ کہہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ شِبْلِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ جب اس نے اس حکم کی تعمیل کی۔ تو شیخ نے اشعار ذیل کا مضمون اپنی زبان پر جاری کیا۔

مثنوی

اے کہ قدمت ورائے افلاک   از شائبۂ ریا دلت پاک

انیست نہایت مریدی   اینجا بہ مقام خود رسیدی

بعدازاں فرمایا۔ استغفر اللہ! شبلی آنحضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آستانِ مبارک کا ایک ادنےٰ خادم ہے۔ اس کی کیا مجال ہے۔ جو یہ بات کہے۔ اور وہ کیونکر کفر و زندقہ کا مرتکب ہو سکتا ہے لیکن اس کلمے سے محض تیرے اعتقاد کا امتحان مقصود تھا۔ سو خدا کا شکر ہے کہ تیرے اخلاص میں کسی قسم کی کمی نہیں ہے۔ اب جا تیرا کام درست اور مکمل ہو گیا۔

اور کتاب **فوائد الفوائد** میں سلطان المشائخ نظام الدین اولیا سے منقول ہے کہ آپ نے کسی موقع پر **حسن** دہلوی سے فرمایا۔ **یک درگیر و محکم**۔ یعنی ایک دروازہ پکڑ۔ مگر خوب مضبطی کے ساتھ۔ اور آج امیر المومنینؑ کی محبت میں صرف فلاں شخص ہی زیادتی نہیں کرتا۔ بلکہ جو شخص بزرگانِ سلف کے احوال اور اقوال سے واقف ہے۔ اور ان کی تالیف اور تصنیفات پر پوری پوری نظر رکھتا ہے۔ وہ خوب جانتا ہے کہ تمام اولیائے کرام کا رجوع آں ولایت مآب ہی کی طرف ہے۔ اور سب کے مرجع و ماوا آپ ہی ہیں۔ **بیت**

حال خاصاں رانمیدانم حامم   خاص بیدار ند و عام اندر منام

پس نہایت تعجب اور حیرانی کا مقام کہ تجھ کو مسلمانی اور خدا پرستی کا دعویٰ ہے اور پھر ایسے کریم الطرفین سیّد کے قتل کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ جو اسم بامسمیٰ ہے۔ اور بہت سے لوگ حسب ظاہر و باطن اس سے مستفید اور بہرہ ور ہو رہے ہیں۔ اس لئے تجھ کو لازم ہے کہ اس بدارادے سے باز آئے اور اپنے آپ کو عقوبت ابدی اور ہلاکت سرمدی میں گرفتار نہ کرے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی اولاد اخفاد امجاد کے احترام و اکرام کے باب میں بہت ہی تاکید فرمائی ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا ہے۔ مَنْ صَافَحَ مَعَ اَوْلَادِیْ فَقَدْ صَافَحَنِیْ وَمَنْ جَلَسَ مَعَ اَوْلَادِیْ فَقَدْ جَلَسَ مَعِیْ وَمَنْ زَارَ قَبْرِیْ فَکَاَنَّمَا زَارَنِیْ فِیْ حَیَاتِیْ۔ (جو کوئی میری اولاد سے مصافحہ کرے۔ (ہاتھ ملائے)، اس نے گویا مجھ سے مصافحہ کیا۔ اور جو کوئی میری اولاد کے ساتھ بیٹھے پس وہ میرے ساتھ بیٹھا۔ اور جو کوئی میری قبر کی زیارت کرے گویا اس نے میری زندگی میں میری زیارت کی) اے شخص تو ذرا غور تو کر۔ کہ اس حدیث شریف میں اپنی اولاد امجاد کو اپنی قبر مطہر بہ شرف امتیاز و افتخار عطا فرمایا ہے۔ اس لئے کہ آپ ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ جو شخص میری اولاد امجاد کے ساتھ بیٹھے اور ان سے مصافحہ کرے۔ اس نے مجھ سے مصافحہ کیا۔ اور میرے ساتھ مجالست اور مصاحبت کی اور جو کوئی میری قبر کی زیارت کرے۔ گویا ایسا ہے۔ کہ اس نے حالت زندگی میں میری زیارت کی۔ نیز ارشاد فرمایا ہے۔ اَکْرِمُوْا اَوْلَادِیْ الصَّالِحُوْنَ لِلّٰہِ وَالطَّالِحُوْنَ لِیْ۔ (میری اولاد کی عزت کرو۔ اُنکے نیک خدا

کے واسطے ہیں اور بد میرے لئے ۔) اور آیۂ قُلْ لَّآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّۃَ فِی الْقُرْبٰی (شوریٰ ۳)
(کہہ دے اے محمدؐ! کہ میں اس تبلیغ رسالت پر تم سے کوئی اُجرت نہیں چاہتا۔ مگر یہ کہ تم میرے قریبوں سے مودت اور محبّت کرنا) کی رُو سے سادات کی محبّت تمام اہلِ اسلام پر فرض عین اور عین فرض ہے۔ کیا تو نہیں دیکھتا کہ نماز کے دوسرے جلسے میں تشہد پڑھنے کے بعد جب تک پیغمبر اور ان کی آل اطہار پر صلوات نہ بھیجی جائے۔ نماز صحیح نہیں ہوتی۔ پس اہل ایمان کو مناسب اور سزاوار ہے۔ کہ آلِ مصطفٰے و مرتضٰی کی محبت کو اپنا بہترین فرض جانیں۔ کیونکہ یہ فرض دیگر فرائض معبودہ کی طرح نقصان پذیر نہیں ہے۔ اور اس میں کسی وقت اور کسی حالت میں کمی کی گنجائش نہیں۔ چنانچہ کلمہ طیبہ کہنا تمام عمر میں ایک دفعہ فرض ہے۔ اور روزے تمام سال میں ایک مہینہ اور نماز رات دن میں پانچ وقت اور اگر نمازی مسافر ہو۔ تو قصر ہو جاتی ہے۔ اور زکوٰۃ جب تک صاحب نصاب نہ ہو فرض نہیں ہوتی۔ اسی طرح حج جب تک کہ زادِ راہ اور سواری کی استطاعت اور مقدور نہ ہو۔ فرض نہیں ہوتا ہے خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَعَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْہِ سَبِیْلًا (العمران ۴) لوگوں پر حج بیت اللہ ہے۔ جو شخص کہ اس کی طرف جانے کی استطاعت رکھتا ہو)۔ **لیکن** اہل بیت کی محبّت ایک ایسا دائمی فرض ہے۔ کسی صورت اور کسی حالت میں اور کسی وجہ سے بھی اہل ایمان کے ذمے سے ساقط نہیں ہوتا۔ اس لئے حکم وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّہْلُکَۃِ (بقرہ ۲۴) اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو) کو مدِ نظر رکھ کر اس خیال ندامت مآل سے درگذر اور اس ارادۂ فاسد سے باز آ۔ جب اس نے اس عزیز صاحب تمیز سے اس قسم کے پندونصائح سُنے۔ تو قساوت قلبی اور سخت دلی کی وجہ سے ذرا بھی نرم نہ ہوا۔ اور اس گرامی منش کو بھی اہلِ تشیع سے گمان کرکے بہت رنجیدہ ہُوا۔

الغرض۔ اس دوست نے نہایت اضطراب اور اضطرار کی حالت میں میرے پاس آکر کہا۔ کہ اے دوست میں اپنی دیرینہ محبت اور اخلاص کی وجہ سے تجھ کو خبردار کرتا ہوں۔ مناسب ہے کہ اگلے جمعہ کو اپنی طرف سے خبردار اور ہوشیار رہو۔ اس لئے کہ فلاں شخص نے تمہارے حق میں ایسا ارادہ کیا ہے۔ میں نے اس کے جواب میں یہ شعر پڑھا ؎

مژدہ باد اے دل! کہ دلدار آمدہ جاں بکف نہ وقتِ ایثار آمدہ

پھر میں نے اس سے کہا کہ اے عزیز! جبکہ میں نے دوستوں کی فرمائش سے اس کتاب کی تالیف شروع کی تو چونکہ جس طرح علم باطنی سے بے بہرہ تھا۔ اسی طرح علم ظاہری سے بھی خالی تھا۔ اس لئے رنجیدہ اور متالم ہو کر رونے لگا۔ اور کچھ دیر سر جھکا کر سوچتا اور فکر کرتا رہا۔ آخر کار بے خود ہو کر رہ گیا۔ اسی اثنا میں ولی یزد متعال یعنی سلطان الاولیا علیٰ مرتضٰی کی روح پرفتوح نے اس اپنے خاکسار پر گزر کیا۔ اور وَلَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَۃِ اللّٰہِ (اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو) کی بشارت مجھے دی۔ اس وقت اس خاکسار نے بانکسار تمام اس معدن جود و احسان سے

التماس کی کہ اے سردارِ ابرار اس کام کے صلے میں مجھ کو درجۂ شہادت مرحمت ہو۔ اور آپ کی ذات قدسی آیات کی صحبت اس دولت سے مالا مال ہونے کا باعث ہوجائے۔ اُمید ہے کہ اس نیاز مند کی التماس کو قبولیت کا شرف پاجائے۔ رُباعی

از لطفِ تو ہیچ بندہ نومید نشد   مقبولِ تو جز مقبل جاوید نشد
لطفت بکدام بندہ پیوست دمے   کاں ذرہ بہ از ہزار خورشید نشد

اور اس پیشوائے اسخیا اور مقتدائے اصفیا سے بعید نہیں ہے کہ اس خدمت کے ختم ہونے سے پہلے امداد کے طور پہ اُجرت اور مزدوری عطا فرمائیں۔ خبردار! اس کی ذرا بھی فکر نہ کر۔ اور قسم دے کر کہا کہ میرے دوستوں اور محبوں پہ بھی اس امر کا اظہار نہ کر۔ کہ کہیں ایسا نہ ہو۔ کہ اس شخص کے قصد کرنے سے پہلے ہی اس کے قتل کا ارادہ کریں۔ اور اس حقیر کو مقصد اصلی اور مقصود کلی سے محروم کر دیں۔ جب میں نے اس باب میں بہت ہی مبالغہ کیا۔ تب اس نے اس راز کے مخفی رکھنے کا وعدہ کیا۔ اور چپ چاپ اپنے گھر چلا گیا جب جمعہ کی رات آئی۔ تو میں شاہد شہادت کی طلب میں مراقبے میں گیا۔ اور عالم کون و مکان سے فی الجملہ فراموشی حاصل ہوئی۔ اس حالت میں ایک منادی کی ندا میرے سننے میں آئی۔ کہ وہ کہہ رہا تھا۔ مَنْ مَاتَ عَلٰی حُبِّ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ فَیُحْشَرُ وَ اَنَا اَکُوْنُ یَمِیْنَہٗ وَ یَسَارَہٗ (جو کوئی علی بن ابی طالب کی محبت پر مرے۔ اس کا حشر اس حال میں ہوگا۔ کہ میں اس کے دائیں اور بائیں ہوں گا) اور اس ہاتف غیبی نے اس کلام رحمت انجام کو دوبارہ دہرایا۔ جب اس حالت سے مجھے افاقہ ہوا۔ تو مسرت اور شادمانی کی وجہ سے میری حالت میں ایک قسم کا تغیر پیدا ہوا۔ اور مجھ پر بہت رقت طاری ہوئی سجدہ شکر بجالایا اور انتظار کرنے لگا کہ کب صبح طلوع کرے اور کس وقت میں اس شاہد سعادت کی زیارت سے کامیاب ہوں۔ جب دن چڑھا۔ تو اشراق اور چاشت کی نماز سے فارغ ہو کر غسل کیا اور سفید لباس پہنا۔ اور عبیر و عود سے اپنا بدن خوشبودار کر کے تمام سردار اور کمال اشتیاق سے ذیل کی چند ابیات پڑھ کر جامع مسجد کی طرف روانہ ہوا۔ نظم مؤلف

صنم سنی پاک دبیر و شرح رسول اللہ   زعشق مرتضیٰ ناداں بر فضم متہم دارد
اگر عشق علیؑ رفض است پس رفض است ایمانم   خدا زیں شیوہ در محشر مرا بس محترم دارد
امیر المومنین حیدر علیؑ ابن ابی طالب   چو دارد حامی خود کشتیٔ زد شمن چہ غم دارد

الغرض جب خطیب نے منبر پر جاکر خطبہ پڑھنا شروع کیا تو وہ دوست اس عاصی کو معاصی سے پاک کرنا چاہتا تھا۔ ایک چھری جو ماوراء النہر سے سوغات میں اس کو آئی تھی۔ کمر میں لگائے اس ذرہ بیمقدار کے بائیں طرف جو مقام دل ہے آکر بیٹھ گیا۔ اور جب تک خطیب خطبہ خوانی میں مشغول رہا۔ برابر۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ

وَاٰلِ مُحَمَّدٍ۔ پڑھتا رہا۔ اور تسبیح پڑھتے ہوئے اپنے دائیں بائیں دیکھتا رہا۔ یہاں تک کہ مومنین نے نماز سے فراغت پائی۔ نماز سے فارغ ہو کر بے نیل مرام اس طالب کی طرح جو اپنے مطلوب پہ فائز نہ ہو۔ مہموم ومحزون اپنے گھر کو روانہ ہوا۔ یہ درویش دارلیش اثنائے راہ میں اس کے آگے جا کر بغلگیر ہوا۔ اور خوب زور سے اس کو دبایا۔ اس کا بدن لرزنے لگا۔ اور زمین پر جا گرا۔ جب ہوش میں آیا تو اس شہید شہادت اور شاہد سعادت کے طالب کے قدموں پر سر رکھا۔ اور زبان استغفار کھول کر تائب ہوا۔ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ۔ (خدا جس کو چاہتا ہے۔ سیدھی راہ کی طرف رہبری کرتا ہے۔) شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ **نظم**

منم کز جاں شدم مولائے حیدر — امیر المومنینؑ آں شاہِ صفدر
علیؑ کو را خدا بیشک ولی خواند — بہ امرِ حق وصی کردش پیمبر
بحقّ پادشاہِ ہر دو عالم — خدائے بے نیاز و فردِ اکبر
بحقِّ آسمانہا و ملائک — کز آنجا ہیچ جائے نیست برتر
بہ پنج ارکان شرع و ہفت اقلیم — با فلاک و دہ ز برج دیگر
بکرسی و بہ عرش و لوح محفوظ — بحق جبرئیلؑ آں خوب منظر
بمیکائیلؑ و اسرافیلؑ و صورش — بہ عزرائیلؑ و ہولِ گور و منکر
بہ توریت و زبور و صحف انجیل — بحق حرمت ہر چار دفتر
بحق آیۃ الکرسی و یاسین — بحق سورۂ طٰہٰ سراسر
بحقِ آدمؑ و نوحؑ ستودہ — بحق ہودِ و شیثؑ داد گستر
بہ دردِ یحییٰؑ و درمانِ لقمان! — بہ ذوالقرنین و لوطؑ نیک محضر
بہ ابراہیمؑ و قربان کردن او — بہ اسحاقؑ و بہ اسمٰعیلؑ ہاجر
بہ ختم انبیاء احمدؐ کہ باشد — شفیع عاصیاں در روزِ محشر
بحق مکّہ و بطحا و زمزم — بحق مروہ در کنِ و مشعر!
بہ تعظیمِ رجب با قدرِ شعباں — بحق روزہ و تصدیق دادر
بہ رنج اہلِ بیتؑ و آہِ زہراؑ — بخوں ناحقِ شبیرؑ و شبرؑ
بہ آبِ دیدۂ طفلانِ مرحوم — بہ سوزِ سینۂ پیرانِ غم خور
کہ بعد از مصطفیٰؐ و جملہ عالم — نہ بد فاضل تر و برتر ز حیدر
مسلّم بد سلونی گفتن او را — کہ علم مصطفیٰؐ را بُود او در

یقین اندر سخا و علم و عصمت | ز پیغمبر بنودا و ہیچ کمتر
اگر دانی نگوئی جز علی کیست | کہ و لدل زیر رانش بود در خود
چہ گویم وصف آں شاہے کہ جبرئیلؑ | گہے بُد مدح گویش گاہ چاکر
بداں گفتم کہ تا خلقاں بدانند | کہ سعدی زیں سعادت نیست بے بر
ایا سعدی تو نیکو اعتقادی | ز دین و اعتقادِ خویش برخور

باب چہارم

جناب سیدۃ النسا فاطمۃ الزہراءؑ کے ساتھ سلطان الاولیا علی المرتضیٰؑ کے عقدِ نکاح کے بیان میں

ارباب دانش اور اصحاب بینش کے ضمیر پُرتنویر پر پوشیدہ نہ رہے۔ کہ یہ عقد مبارک باتفاق مؤرخین ہجرت کے دوسرے سال ماہ رجب المرجب میں منعقد ہُوا۔ اور اس احسن القصص کے بیان میں اہلِ سیر نے متعدد روایات نقل کی ہیں بعض تو مجمل ہیں اور بعض مفصل۔ لیکن جو روایت مؤلف کے نزدیک سب سے بڑھ کر جامع ہے۔ یہاں پر اس کا ترجمہ کیا جاتا ہے۔ اور وہ کتاب صفوۃ الصفوۃ مولفہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت ہے۔ جو ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب فاطمۃ الزہرا علیہا التحیۃ والثنا حد بلوغ کو پہنچیں۔ تو اکابر قریش نے اس کا خطبہ کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی بات کی طرف توجہ نہ فرمائی۔ یہاں تک کہ ایک روز ابو بکر صدیقؓ نے اس مطلب کا اظہار کیا۔ آنحضرتؐ نے جواب میں فرمایا اس کا معاملہ حکم الٰہی سے تعلق رکھتا ہے۔ اور ایک روایت کے موافق فرمایا کہ میں وحی خدا کا منتظر ہوں۔ پھر عمر بن الخطابؓ نے التماس کی۔ اور وہی جواب سُنا۔

سلمان فارسی سے منقول ہے۔ کہ ایک روز ابو بکرؓ عمر اور سعد معاذ رضی اللہ عنہم مسجد میں بیٹھے جناب سیدہؓ کا ذکر کر رہے تھے۔ کہ بزرگانِ قریش نے جناب سرورِ کائناتؐ سے اس مطلب کا اظہار کیا۔ مگر کسی کی التماس قبول نہ ہوئی۔ اور مرتضیٰ علیؓ نے ابھی اس امر کا اظہار نہیں کیا۔ ابو بکرؓ نے کہا۔ ظن غالب یہ ہے کہ فقر و تنگدستی اس کی مانع ہے۔ اور سیدۃ النساءؑ کا کام جو تعویق اور تاخیر میں پڑا ہُوا ہے۔ وُہ علیؑ مرتضیٰ کی خاطر

سے ہے۔ کیونکہ خدا اور رسولؐ اس کی ترویج پر رضامند ہیں۔ بعدازاں حاضرین سے خطاب کر کے کہا۔ کہ تم میرا ساتھ دیتے ہو۔ کہ سب مل کر اس کے پاس چلیں۔ اور فاطمہؑ کے خطبہ کرنے کی ترغیب دلائیں اگر وہ فقر و تنگدستی کا عذر پیش کریں تو اس کی مدد کریں۔ سعد نے کہا۔ اے ابوبکرؓ اللہ تعالیٰ آپکو ہمیشہ امورِ خیر کی توفیق عطا فرماتا ہے۔ بہت درست ہے آؤ چلیں۔ یہ کہہ کر تینوں یار بزرگوار جناب حیدر کرار کی تلاش میں نکلے۔ اس وقت جناب امیرالمومنینؑ ایک نخلستان میں اونٹ کو پانی پلا رہے تھے۔ جب آپ کی نظر ان بزرگواروں پر پڑی۔ تو چند قدم بطور استقبال آگے آ کر حال دریافت کیا۔ ابوبکرؓ نے کہا۔ اے ابوالحسن! خصائلِ محمودہ میں سے کوئی خصلت ایسی نہیں ہے۔ جس میں تم کو تمام مومنوں پہ سبقت نہ ہو۔ اور سیدِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نزدیک تم کو وہ مرتبہ حاصل ہے۔ جس میں کوئی شخص بھی تمہارا شریک اور ہمسر نہیں ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ تم فاطمہؓ کا خطبہ (درخواست) نہیں کرتے۔ امیرالمومنینؑ نے آبدیدہ ہو کر فرمایا۔ اے ابوبکر! تم اس آگ کو بھڑکاتے ہو۔ جس کو میں نے بہت محنت اور تکلیف کے ساتھ ساکن کیا ہے اور اس چیز کو یاد دلاتے ہو جو میں نے قصداً فراموش کی ہے۔ اس امر میں جس قدر رغبت مجھ کو ہے۔ اس سے بڑھ کر تصور اور خیال میں نہیں آسکتی۔ لیکن حیا اور فقر اس کے مانع ہیں۔ ابوبکر نے کہا۔ اے ابوالحسنؑ تم خوب جانتے ہو۔ کہ دُنیا خدا اور رسولؐ کی نگاہیں کچھ وقعت نہیں رکھتی۔ اس لئے مفلسی اور کم مائگی اس امر کی مانع نہ ہونی چاہیئے پس امیرالمومنینؑ کرم اللہ وجہہٗ آنحضرتؐ کی زیارت کو گئے۔ اور اس وقت آپ امّ سلمہ رضی اللہ عنہا کے مکان میں تشریف رکھتے تھے۔ جب امیرالمومنینؑ نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ تو امّ سلمہؓ نے کہا۔ کون ہے؟ آنحضرتؐ نے فرمایا اُٹھ کر دروازہ کھولو۔ هٰذَا رَجُلٌ يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيُحِبُّهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ یہ وہ شخص ہے جو خدا اور اُس کے رسُول کو دوست رکھتا ہے۔ اور خدا اور اس کا رسولؐ اس کو دوست رکھتے ہیں۔ امّ سلمہؓ نے عرض کی۔ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں یہ شخص کون ہے جس کے بارے میں آپ ایسی شہادت دیتے ہیں۔ فرمایا۔ میرا بھائی اور ابن عم علیؑ بن طالب۔ امّ سلمہؓ ناقل ہیں کہ میں نے بہت جلد دوڑ کر دروازہ کھولا۔ خدا کی قسم! آنجناب نے قدم اندر نہ رکھا۔ جب تک کہ میں اپنے حرم سرا میں داخل نہ ہوگئی۔ اس وقت سیّد المرسلینؐ نے ان کو بُلا کر اپنے پاس بٹھایا۔ امیرالمومنینؑ سر جھکائے زمین کو دیکھتے رہے جیسے کوئی شخص کسی حاجت کے لئے آتا ہے۔ اور شرم و حیا کے مارے اس کو ظاہر نہیں کرسکتا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ اے بھائی! ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم کسی ضرورت کے لئے آئے ہو۔ اور شرم کے مارے اس کو ظاہر نہیں کرتے۔ جو کچھ تمہارے دل میں ہو۔ بیان کرو۔ کیونکہ تمہاری حاجت پُوری کی جائے گی۔ امیرالمومنینؑ نے عرض کی۔ یا رسول اللہ! آپ کو معلوم ہے کہ حضرتؐ نے مجھ کو بچپن ہی سے ماں باپ سے جُدا کر کے اپنی خدمتِ خاص کا شرف عطا فرمایا ہے۔ اور

ظاہری اور باطنی تربیتوں سے آراستہ اور پیراستہ کیا ہے۔ اور جو احسان اور مہربانیاں آپ کے اس حقیر پر فرمائی ہیں۔ والدین کی طرف سے اس کا عشر عشیر بھی ظہور میں نہیں آیا۔ خلاصہ کلام یہ کہ میری عمر و زندگانی کا ذخیرہ اور عیش و کامرانی کا سرمایہ آپ ہی ہیں۔

اب جبکہ آنجناب کی برکت سے سعادت و تمکین مجھ کو حاصل ہوئی۔ اور فوز و فلاح اور خیر و نجاح دارین سے مشرف ہوا۔ دلی تمنا اور آرزوئے قلبی یہ ہے۔ کہ مجھ کو دامادی میں قبول فرمائیں۔ اور مدت سے فاطمہؑ کے خطبہ کرنے کی خواہش دل میں رکھتا ہوں۔ لیکن گستاخی کے خیال سے تاخیر میں ڈال رہا ہوں اور زبان پر نہیں لاتا۔ یا رسولؐ اللہ! کیا یہ صورت کسی طرح ممکن ہوسکتی ہے ؟ ام سلمہؓ بیان کرتی ہیں۔ کہ میں دُور سے تک رہی تھی۔ میں نے دیکھا کہ اس بات کے سُنتے ہی سیّدالمرسلینؐ کی پیشانی مبارک آفتاب کی طرح روشن اور منوّر ہوگئی۔ اور نہایت مسرور اور فرحناک ہوکر فرمایا۔ اے بھائی! ضروریات خانگی میں سے کوئی چیز تمہارے پاس موجود ہے۔ جو بروقت تمہارے کام میں آئے۔ عرض کی یا رسولؐ اللہ! آپ کی نظر فیض اثر سے پوشیدہ نہیں۔ اور خوب طرح معلوم ہے کہ میری بساط میں ایک تلوار۔ اور ایک زرہ اور ایک اونٹ ہے۔ جیسا ارشاد فرمائیں عمل میں لاؤں۔ فرمایا۔ کہ تلوار تمہارے لئے ضروری ہے۔ کیونکہ جہاد میں جاتے ہو۔ اور اونٹ تمہاری سواری اور باربرداری کے لئے ہے۔ اس کا ہونا بھی لازمی ہے لیکن میں صرف تمہاری زرہ پہ کفایت کرتا ہوں۔ اور تم کو ایک بشارت بھی دیتا ہوں۔ اے ابوالحسن! حق تعالیٰ نے آسمانوں پر فاطمہؑ کے ساتھ تمہارا عقد کر دیا ہے۔ اور تمہارے آنے سے پہلے ایک فرشتہ آسمان سے مبارکباد دینے بھیجا گیا تھا جس کے مُنہ اور بازو بکثرت تھے۔ مجھ کو سلام کرکے بولا۔

اُبْشِرْ یَا مُحَمَّدُ بِجَمْعِ الشَّمْلِ وَطَهَارَةِ النَّسْلِ (اے محمدؐ میں آپ کو جمعیت تفرق اور طہارتِ نسل کی بشارت دیتا ہوں) میں نے اس سے پوچھا۔ اے فرشتے! اس طہارت نسل سے کیا مراد ہے ؟ وہ بولا میں سبطائیل فرشتہ ہوں۔ اور ایک قائمۂ عرش پر موکل ہوں۔ مجھ کو حق تعالیٰ نے اجازت دی کہ حاضر خدمت ہو کر بشارت پہنچاؤں۔ اور ابھی جبرئیلؑ حاضر خدمت ہوتے ہیں۔ اور تمام واقعہ کی کیفیت وہ بیان کریں گے ابھی میں سبطائیل سے یہ بات کر ہی رہا تھا۔ کہ جبرئیلؑ بہشت کے حریر سفید کا ایک پارچہ لے کر آئے۔ جس میں نور کی دو سطریں لکھی تھیں۔ میں نے کہا اے بھائی جبرئیلؑ! یہ نامہ کیسا ہے اور اس کا مضمون کیا ہے۔ جبرئیلؑ بولے۔ یا رسولؐ اللہ حق تعالیٰ نے آپ کو برگزیدہ کیا۔ اور آپ کے لئے ایک بھائی اور رفیق اختیار کر کے فاطمہؑ کو اس کے حوالے کیا۔ اس کو اپنی دامادی میں قبول کرو۔ میں نے کہا۔ وہ شخص کون ہے ؟ جو میرا بھائی ہے۔ کہا وہ دین میں آپ کا بھائی اور از روئے نسب آپ کا ابن عم۔ علیؑ ابن ابی طالب ہے۔ اور حق تعالیٰ

نے آسمان میں ان کا عقد منعقد کر دیا۔ اس طرح پر کہ اول بہشتوں نے بحکم خداوندی اپنے آپ کو تمام آرائشوں اور زینتوں سے مزیّن کیا۔ پھر حوران بہشتی نے بہ وحی الٰہی اپنے زیورات سے اپنے آپ کو آراستہ کیا۔ اور شجرۂ طوبیٰ پیغام خداوندی کے موافق پتوں کی جگہ حلہ ہائے بے بہا سے فریب ہوا۔ بعدازاں ملائکہ کرام امر اسی کے مطابق آسمان چہارم میں بیت المعمور کے پاس جمع ہوئے۔ اور وہاں ایک نور کا منبر ہے جس کا نام منبر کرامت ہے۔ جس پر آدم صفی اللہ نے خطبہ پڑھا تھا۔ اس کو بیت المعمور کے آگے رکھا۔ پھر حق تعالیٰ نے راحیل نام ایک فرشتے کو جو فرشتوں میں حسن صورت۔ فصاحت زبان اور لطافت نطق و گویائی میں اپنا مثل و نظیر نہیں رکھتا خطیب مقرر فرمایا۔ اور اُس نے اس منبر نور پر جا کر اوّل حمد و ثنائے حق تعالیٰ کو اپنی زبان پر جاری کیا۔ اور اس کی خوش آوازی اور سلاست لسانی سے فرشتگانِ سموات اور تمام افلاک خوشی کے مارے جھومنے لگے۔ بعدازاں مجھ پر وحی نازل ہوئی۔ کہ اے جبرئیلؑ! میں نے اپنی پیاری کنیز فاطمہؓ بنت محمدؐ کا عقد اپنے بندۂ خاص علیؑ ابن ابی طالب سے کیا۔ تو بھی ملائکہ کے درمیان اس عقد کے انعقاد کو موکد کر۔ میں نے حکم الٰہی کے موافق ان دونوں بزرگواروں کا عقد نکاح کر کے ملائکہ کو اس پر گواہ کیا۔ اور صورت واقعہ اس پارچہ حریر پر ثبت کی گئی۔ اور ملائکہ کی شہادت اس پر درج کر کے حضور کی خدمت میں لایا ہوں۔ مجھے حکم یہ ہے کہ اس پر مشک کی مہر کر کے رضوان خازن جنّت کے سپرد کر دوں اور جب یہ عقد منعقد ہُوا تو حکم الٰہی کے موافق درخت طوبیٰ نے حلّے اور زیورات نچھاور کئے۔ اور ملائکہ حوروں اور غلمان و ولدان بہشتی میں سے ہر ایک نے بہ تلاش تمام حلے اور زیور حاصل کئے اور جو ہدیئے اور تحفے باہم ایک دُوسرے کو سوغات میں دیئے ہیں۔ وہ قیامت تک تبرک سمجھے جائیں گے۔ بعد ازاں مجھ کو حکم ہوا کہ آنحضرتؐ کو اس عقد نکاح کی بشارت دوں۔ اور مبارکباد پہنچاؤں۔ اور آپ بھی ان دونوں بزرگواروں (علیؑ و فاطمہؓ) کو دو فرزند ارجمند کی بشارت دیں۔ جو دنیا و آخرت میں طیب و طاہر اور فاضل ہوں گے۔ تب خواجۂ کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ نے فرمایا۔ اے ابوالحسنؑ؟ خدا کی قسم ابھی جبرئیلؑ نے واپس ہو کر بلندی افلاک پر قدم بھی نہ رکھا تھا۔ اور فضائے سکوت میں وہ ابھی اُڑ ہی رہا تھا کہ تم نے آکر دروازہ پر دستک دی۔ اب پروردگار بزرگ و برتر کا حکم اس باب میں یہ جاری ہُوا ہے کہ میں مسجد میں جاؤں اور بطور شہادت کے اس عقد مبارک کو منعقد کر کے تمہارے چند فضائل و مناقب اصحاب کو سُناؤں۔ کہ تمہاری آنکھیں اس سے روشن اور دل خوش ہو جائے۔ امیرالمومنینؑ مسرور و فرحناک آنحضرتؐ کے پاس سے باہر آکر جلد جلد مسجد کی طرف روانہ ہوئے۔ رستے میں اتفاقاً ابوبکرؓ اور عمرؓ رضی اللہ عنہما سے ملاقات ہُوئی۔ اُنہوں نے حال دریافت کیا۔ فرمایا۔ سرور کائناتؐ اور خلاصہ موجودات نے

میری التماس کو قبول فرمایا۔ اور آنجناب ابھی تشریف لاتے ہیں۔ اور آپؐ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اصحاب مسجد میں آکر جمع ہوں تاکہ وہ عقد شہادت کے طریق پر سب کے روبرو منعقد کیا جائے۔ پس شیخین امیرالمومنین علی کرم اللہ وجہہ کے ہمراہ مسجد کی طرف روانہ ہوئے۔ ابھی مسجد میں داخل نہ ہوئے تھے کہ آنحضرتؐ پیچھے سے تشریف لے آئے۔ اور امیرالمومنینؑ کو حکم دیا۔ کہ جاکر اپنی زرہ کو فروخت کرو۔ اور اس کی قیمت لاکر مجھ کو دو امیرؑ نے وہ زرہ چار سو درہم کو اور ایک روایت کے موافق چار سو اسی درہم کو عثمانؓ بن عفان کے ہاتھ فروخت کی۔ جب زرہ عثمانؓ کے حوالے کرکے قیمت وصول کر چکے۔ عثمانؓ نے کہا۔ اے ابوالحسنؑ! میں اس زرہ کا تمہاری نسبت اولیٰ ہوں۔ یعنی جو تصرف چاہوں کروں۔ فرمایا۔ بے شک۔ درحقیقت تم میری نسبت اس کے اولیٰ تر اور زیادہ تر مختار ہو۔ عثمانؓ نے کہا۔ میں نے یہ زرہ شرعی طور پر تم کو ہبہ کی۔ شاہِ ولایت پناہ نے بموجب حکم لَا رَدَّ[1] ... کے منعم حقیقی کا شکر ادا کیا اور زرہ اور درہم دونوں چیزیں خدمت میں پیش کرکے سارا حال عرض کیا۔ آنحضرتؐ نے عثمانؓ کے حق میں دعائے خیر فرمائی اور ایک مٹھی بھر درہم اس میں سے لے کر ابوبکرؓ کے حوالے کئے۔ تاکہ ضروریات عروسی کا انتظام کیا جائے۔

سلمانؓ فارسی بیان کرتے ہیں کہ حضرتؐ نے مجھ کو اور بلالؓ کو امداد کے طور پر ابوبکرؓ کے ساتھ بھیجا۔ جب باہر آکر وہ درہم گنے گئے۔ تو تین سو ساٹھ درہم تھے۔ ان سے ہم نے جہیز کا سامان خریدا۔ ایک بستر خیش[2] مصری کا جس میں پشم بھری ہوئی تھی۔ اور ایک چمڑا۔ اور ایک تکیہ دھوڑی کا اس میں لیف خرما بھرا ہوا تھا۔ اور ایک عبادہ خیبری۔ اور چند مٹی کے برتن۔ اور ایک پشمی پردہ۔ اور سب کو لاکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا۔ حضرتؐ نے آبدیدہ ہوکر اسی طرح دعا فرمائی۔ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لِقَوْمٍ اَعْلٰى اٰنِيَتِهِمُ الْخَزَفُ۔ یعنی اے خداوندا! اس قوم کو برکت دے۔ جن کے اعلیٰ ترین برتن مٹی کے کوزے اور پیالے ہوں اور باقی درہم ام سلمہؓ کے سپرد کرکے فرمایا کہ ان کو دیگر ضروریات میں صرف کریں۔ اور ایک روایت کے موافق خوشبو کے لئے دیئے۔ امیرالمومنینؑ سے روایت ہے کہ ایک مہینے تک آنحضرتؐ کی مجلس مبارک میں اس امر کا تذکرہ نہ ہوا۔ اور میں شرم کی وجہ سے اس کا ذکر نہ کرسکتا تھا۔ لیکن جب کبھی خلوت میں آنحضرتؐ سے ملاقات کا موقع ہوتا۔ تو ارشاد فرماتے۔ نِعْمَ الزَّوْجَةُ زَوْجَتُكَ الَّتِيْ اَنَّهَا سَيِّدَةُ نِسَآءِ الْعَالَمِيْنَ یعنی تمہاری بیوی بہت اچھی بیوی ہے۔ میں تم کو بشارت دیتا ہوں کہ وہ تمام عالموں کی عورتوں سے بہتر اور

[1] یعنی سلمان کا ہبہ رد نہ کرنا چاہیئے ۱۲

[2] خیش بروزن جیش ایک کتانی کپڑے کا نام ہے جو موٹے سوت کا بنا ہوتا ہے۔ ۱۲

افضل ہے۔

جب اس نکاح کو ایک مہینہ گزر گیا۔ تو امیرالمومنینؑ کے بھائی عقیل نے کہا۔ اے بھائی ہم لوگ اس نکاح کی وجہ سے نہایت خوش وقت اور مرفہ الحال ہوئے۔ لیکن ہم چاہتے ہیں کہ ان دو کوکب اقبال کا برج وصال میں بہت جلد قران ہو جائے۔ تاکہ ہماری آنکھیں روشن ہوں۔ امیر نے فرمایا میں بھی یہی چاہتا ہوں لیکن ظاہر کرتے شرم آتی ہے۔ عقیل امیرالمومنینؑ کا ہاتھ پکڑے سیدالمرسلینؐ کے در دولت پر حاضر ہوئے۔ اور آنحضرتؐ کی خادمہ ام ایمن سے اس امر کا اظہار کیا۔ اس نے جواب دیا کہ تم نے خبر کر دی ہے۔ آئندہ اس معاملہ میں ذرا فکر نہ کرو۔ ہم عورتیں خود ہی ازواج طاہرات سے مل کر اس کام کو سرانجام دے لیں گی۔ کیونکہ عورتوں کی بات اس کام میں زیادہ تر مفید ہوتی ہے۔ امّ سلمہؓ بیان کرتی ہیں کہ ام ایمن نے اوّل اس بات کا مجھ سے ذکر کیا۔ بعد ازاں دیگر ازواج پیغمبرؐ کو خبر دی۔ اور ہم سب مل کر عائشہؓ کے گھر میں آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ اوّل حیرت آمیز اور حسرت خیز باتوں کا ذکر کر کے خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا تذکرہ کیا۔ اور ان کی سلیقہ شعاری اور امور کلّی و جزئی کے انتظام کا ذکر کرتے ہوئے کہا۔ کہ اگر آج فاطمہؑ کے کام میں وہ مخدومہ زندہ ہوتیں۔ تو ہماری آنکھیں روشن اور دل خوش ہوتے۔ یہ تذکرہ سن کر آنحضرتؐ آبدیدہ ہوئے۔ اور فرمایا خدیجہ کا مثل و نظیر کہاں سے مل سکتا ہے۔ اس نے میری تصدیق اس وقت میں کی۔ جبکہ سب لوگ میری تکذیب کرتے اور جھٹلاتے تھے اور اپنا تمام مال و اسباب میری خوشنودی اور رضامندی کے لئے صرف کر دیا۔ دینِ خدا کی مدد کی۔ اور میں نے خدا تعالیٰ کے حکم سے اس کو زندگی ہی میں ایک گھر کی بشارت دی جو حق تعالےٰ نے اس کے لئے بہشت میں چاندی اور زمرد سے خلق فرمایا ہے۔ اس وقت میں نے بات چیت کرنے میں سبقت کی۔ اور عرض کی۔ کہ یا رسولؐ اللہ! خدیجۃ الکبریٰؓ کے جو اوصاف حضرتؐ بیان فرما رہے ہیں۔ وہ معظمہ اسی قابل اور ان اوصاف کی سزاوار اور اہل ہیں۔ اب حضرت کے ابنِ عم خواہش کرتے ہیں کہ آپ ان کو ان کی حلیلۂ جلیلہ کے پاس آنے کی اجازت دیں۔ اور دریائے نبوت و ولایت کے ان دو گوہروں کو رشتۂ اتصال میں پروئیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ اے ام سلمہؓ علیؑ نے تو اس امر کا ذکر مجھ سے نہیں کیا۔ میں نے عرض کی یا رسولؐ اللہ! وہ ایک شرم و حیا والا مرد ہے۔ اس لئے شرم کے مارے آپ کی خدمت میں عرض نہیں کر سکا۔ اس وقت آنحضرتؐ نے اُم ایمن سے فرمایا۔ کہ علیؑ کو بلاؤ۔ امیرالمومنینؑ رستے میں انتظار کر رہے تھے۔ اُم ایمن نے وہاں آ کر عرض کی۔ آئیے رسولِ خداؐ آپ کو یاد فرماتے ہیں۔ امیرالمومنینؑ اندر آئے۔ اور شرم و حیا کے مارے سر جھکا کر بیٹھ گئے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ اے بھائی! تم اپنی اہلیہ سے ملاقات کرنا چاہتے ہو؟ امیر نے عرض کی۔ یا رسولؐ اللہ! ہاں سیّدالمرسلینؐ

نے کل رات کا وعدہ کرکے حکم دیا۔ کہ فاطمہؑ کے جہیز کی تیاری کی جائے۔ اور بستر اور برتنوں وغیرہ کو درست کیا جائے۔ اور اس کی تزئین وتحسین کی جائے۔ اور جو درہم ام سلمہ کے سپرد کئے تھے۔ ان میں سے دس درہم امیرالمومنینؑ کے حوالے کئے۔ کہ خرما۔ روغن اور پنیر خرید لائیں۔ وہ جاکر پانچ درہم کا روغن چار درہم کے خرما اور ایک درہم کا پنیر خرید کر لائے۔ اور لاکر حضرت خیرالبشرؐ کی خدمت میں پیش کیا۔ رسولؐ نے چمڑے کا دستر خوان منگایا۔ اور اپنے دستہائے مبارک سے سب چیزوں کو باہم ملاکر حَیس تیار کیا۔ اور وہ ایک کھانا ہے۔ جو ان تینوں سے تیار کیا جاتا ہے۔ جب حَیس تیار ہوچکا۔ تو امیرالمومنینؑ سے فرمایا۔ کہ باہر جاؤ۔ اور جو کوئی ملے۔ اس کو اپنے ہمراہ لے آؤ۔ امیرالمومنینؑ باہر آئے۔ دیکھا کہ جمعیت کثیر درِ دولت پر جمع ہے۔ واپس جاکر عرض کی یارسول اللہ! بہت سے آدمی موجود ہیں۔ فرمایا۔ ایک ایک جماعت کو اندر لاؤ۔ کہ کھانا کھاکر باہر چلے جائیں۔ آنحضرتؐ کے ارشاد کی تعمیل کی گئی۔ آخر میں جب حساب کیا۔ تو معلوم ہوا کہ سات سو آدمیوں نے آنحضرتؐ کے دستِ حق پرست کی برکت سے سیر ہوکر کھایا۔ جب سیدۃ النساءؑ کا ولیمہ ہوچکا۔ تو سرورِ کائناتؐ نے ایک ہاتھ میں علیؑ مرتضیٰ کا ہاتھ پکڑا۔ اور دوسرے ہاتھ میں فاطمہؑ کا ہاتھ لیا۔ اور دونوں کو ان کے آرام گاہ میں لائے۔ اور فاطمہؑ کا سر اپنے سینہ مبارک پر رکھ کر اس کی پیشانی پر بوسہ دیا۔ اور امیرؑ سے فرمایا۔ یا علیؑ تمہاری بیوی بہت اچھی بیوی ہے۔ اور امیرؑ کو بھی فاطمہؑ کے سپرد کرکے فرمایا۔ اے فاطمہؑ تیرا شوہر بہت اچھا شوہر ہے۔ بعدازاں دونوں کو گھر کے اندر بھیج دیا۔ اور دروازے کے دونوں کواڑ اپنے دستِ حق پرست میں تھام کر ان کے حق میں جمعیت اور برکت کی دُعا فرمائی۔ اور خدا تعالیٰ کے سپرد کرکے واپس تشریف لے گئے۔ اسما بنت عمیس کو وہاں دیکھ کر پوچھا۔ تمہارے یہاں توقف کرنے کا کیا باعث ہے۔ عرض کی یارسول اللہؐ! لڑکیوں کو زفاف کے وقت کچھ ضرورت ہُوا کرتی ہے۔ مَیں اس لئے یہاں ٹھہر گئی ہوں۔ فرمایا۔ حق تعالیٰ تمہاری دنیا اور آخرت کی حاجتوں کو پورا کرے۔

امیرالمومنینؑ کرم اللہ وجہہ سے منقول ہے۔ کہ آنحضرتؐ اسی وقت دوبارہ ہمارے گھر میں واپس تشریف لائے۔ اور ایک روایت کے موافق زفاف سے چوتھے روز پھر وہاں آئے۔ ہم دونوں عبا اوڑھے لیٹے ہوئے تھے۔ جب ہم نے آپ کی آواز مبارک سُنی۔ اُٹھنے لگے۔ ہم کو قسم دے کر فرمایا۔ کہ اسی حالت میں رہو اور آکر ہمارے بستر پر بیٹھ گئے۔ اور اپنے دونوں پائے مبارک اندر داخل کرلئے۔ میں نے حضرتؐ کا دایاں پاؤں اپنے سینے پر رکھ لیا۔ اور فاطمہؑ نے بایاں پاؤں اپنے سینے پر رکھا۔ اور ہم سے باتوں میں مشغول ہوئے۔ اور ہم کو اپنی تعلیم سے بہرہ ور اور سعادت مند فرماتے رہے۔ بعدازاں فرمایا۔ اے بھائی! اُٹھ کر تھوڑا سا پانی لاؤ۔ جب میں پانی لایا۔ تو چند آیات اس پانی پر پڑھ کر مجھ سے ارشاد فرمایا۔ اس پانی کو پیئو۔ اور کچھ رہنے دو۔

جو پانی باقی چھوڑا تھا۔ وہ میرے سر مُنہ اور سینے پر چھڑک دیا۔ اور فرمایا۔ اَذْهَبَ اللّٰهُ عَنْكَ الرِّجْسَ يَا اَبَا الْحَسَنِ وَطَهَّرَكَ تَطْهِيْرًا۔ (اے ابوالحسن اللہ تعالیٰ تجھ سے پلیدی کو دور کرے۔ اور تم کو خوب طرح پاک وپاکیزہ کردے۔) پھر فرمایا۔ اے بھائی اور پانی لاؤ۔ جب میں لایا۔ تو فاطمہؓ کے لئے بھی وہی طریقہ عمل میں لائے۔ بعدازاں مجھ کو باہر بھیج دیا۔ اور فاطمہؓ سے میرا حال دریافت فرمایا۔ فاطمہؓ نے عرض کی یا رسولؐ اللہ! صفاتِ کمال سے موصوف ہیں۔ لیکن قریش کی بعض عورتیں کسی وقت مجھ کو ملامت کرتی ہیں۔ کہ تمہارا شوہر فقیر ہے۔ فرمایا اے بیٹیا! تمہارا باپ فقیر نہیں اور تمہارا شوہر بھی فقیر نہیں۔ تمام روئے زمین کے سونے اور چاندی کے خزانے ہمارے سامنے پیش کئے گئے۔ ہم نے ان کو قبول نہیں کیا اور فقیر کو اپنا فخر جان کر خدا کی مرضی کو اختیار کیا۔ اے بیٹیا! جو کچھ ہم جانتے ہیں۔ اگر تم کو بھی اس کا علم ہو تو ساری دنیا تمہاری نظر میں حقیر و ذلیل ہو جائے۔ خدا کی قسم تمہارا شوہر از روئے اسلام تمام اصحاب سے اقدم اور اول ہے۔ اور علم میں ان سب سے بڑھ کر ہے۔ اے میری نورِ چشم! حق تعالیٰ نے تمام اہل عالم سے دو شخصوں کو انتخاب کیا ہے۔ تمہارے باپ کو اور تمہارے شوہر کو۔ تمہارا شوہر بہت اچھا شوہر ہے۔ خبردار ہرگز اس کی نافرمانی نہ کرنا۔ اور ہر وقت مطیع فرمان اور فرمانبردار رہنا۔ بعدازاں مجھ کو طلب فرمایا اور مجھ کو بھی فاطمہؓ کی دلداری اور پاس داری کی بابت بہت سی وصیتیں فرمائیں۔ اور نرمی اور لطف کی طرف رہنمائی کرکے فرمایا۔ فاطمہؓ میرا پارۂ جگر ہے جب تم اس کو خوشحال رکھو گے۔ مجھ کو مسرور اور خوشحال رکھو گے اور اگر اس کو محزون و غمگین رکھو گے مجھ کو محزون و غمگین رکھو گے۔ پھر ہم کو خدا کے سپرد کرکے واپس تشریف لے جانا چاہتے تھے کہ فاطمہؓ نے عرض کی۔ یا رسولؐ اللہ! میرے لئے ایک کنیز مقرر فرمایئے۔ تاکہ بعض کاروبار میں میری مدد کیا کرے۔ فرمایا۔ میں تم کو خادمہ عطا کروں۔ یا ایسی چیز دوں۔ جو خادمہ سے بہتر ہو۔ فاطمہؓ نے عرض کی۔ خادمہ سے بہتر چیز عطا فرمائیے فرمایا۔ ہر روز سُبْحَانَ اللّٰهِ تینتیس ۳۳ دفعہ اور اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ۔ تینتیس ۳۳ دفعہ اور لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ چونتیس ۳۴ دفعہ کہو۔ تاکہ ان سو کلموں سے قیامت کے دن ہزار حسنے اپنے نامہ اعمال میں دیکھے اور اپنے اعمال کی ترازو کو سنگین اور بھاری پائے یہ فرما کر باہر تشریف لے گئے۔ امیرالمومنینؑ ارشاد فرماتے ہیں۔ خدا کی قسم! فاطمہؓ نے مجھ کو کبھی ناراض نہیں کیا۔ اور کبھی میری نافرمانی نہیں کی۔ یہاں تک کہ اس دنیا سے رخصت ہوئیں اور میں نے بھی ان کو ناراض اور رنجیدہ نہیں کیا۔

اور اس واقعہ کے متعلق ایک لطیفہ کتب اہل تذکیر مثل سبعیات وغیرہ میں نظر سے گزرا ہے۔ کہ جب جناب سیدہؓ کو معلوم ہوا۔ کہ میرا مہر زرہ کی قیمت یعنی چار سو درہم مقرر ہوا ہے۔ تو آنحضرتؐ کی خدمت میں عرض کی۔ سب لوگوں کی بیٹیوں کے مہر درہم و دینار کے ہوتے ہیں۔ اور آپ کی بیٹی کا مہر بھی درہم و

دینار کا مقرر ہوا ہے۔ پس فرق کیا ہوا آپ حق تعالیٰ سے درخواست کریں۔ کہ میرا مہر آپ کی امت کی شفاعت مقرر کیا جائے۔ آنحضرتؐ نے درگاہ باری میں التماس کی جو فوراً مقبول ہوئی۔ اور جبرائیلؑ امین ایک پارچہ حریر لے کر حاضرِ خدمت ہوئے۔ جس میں دو سطریں لکھی تھیں۔ ان سطروں کا مضمون یہ تھا۔ کہ حق تعالیٰ نے فاطمہؑ زہرا کا مہر اس کے پدر بزرگوار کی امت عاصی کی شفاعت مقرر کیا ہے۔

اور بیان کرتے ہیں کہ جناب سیدۃؑ النساء نے اس پارچہ حریر کو تبرک کے طور پر محفوظ رکھا۔ اور جب وفات کا وقت قریب آیا تو وصیت فرمائی کہ اس پارچہ کو میرے ساتھ قبر میں دفن کردیں۔ تاکہ جب کل کو قیامت کے روز اُٹھوں تو اس پارچہ کو اپنی حجت قرار دے کر اپنے والد بزرگوار کی گنہگار امت کی شفاعت کروں۔ اور حق تعالیٰ نے جناب سیدۃؑ النساء کو چھ فرزند عطا فرمائے۔ تین لڑکے اور تین لڑکیاں۔ حسنؑ حسینؑ۔ زینبؑ ام کلثومؑ رقیہؑ اور محسنؑ جس کا حمل ساقط ہوگیا۔ اور اسی مرض میں جناب سیدہؑ نے شہادت پائی۔ آپ کی وفات سیّد المرسلینؐ کی رحلت سے چھ مہینے یا اس سے کم مدت بعد مدینہ منورہ میں واقع ہوئی۔ آپ کے اوصاف کمال اور شمائل پسندیدہ کا ذکر اس مختصر رسالے میں نہیں ہوسکتا۔

منقبت شواہد النبوۃ میں منقول ہے کہ اسماء بنت عمیس جناب سیدۃؑ النساء سے روایت کرتی ہیں۔ کہ جب علیؑ مرتضیٰ پہلی رات میرے پاس آئے۔ تو میں اس جناب سے ڈری۔ اس لئے کہ میں نے سُنا کہ زمین آپ سے کلام کرتی تھی۔ صبح کو جناب رسولؐ خدا سے میں نے اس امر کا ذکر کیا۔ حضرتؐ نے سجدہ طولانی بجالا کر فرمایا۔ اے بیٹی تجھ کو طہارتِ نسل کی بشارت ہو۔ حق تعالیٰ نے تیرے شوہر کو جملہ مخلوقات پر فضیلت دی ہے۔ اور زمین کو حکم دیا ہے۔ کہ مشرق سے مغرب تک جو واقعات اس پر گزریں سب اس کے سامنے پیش کیا کرے۔

باب پنجم

امیر المومنین امام العالمین اسد اللہ الغالب علی ابن طالب کرم اللہ وجہہ کے علم و کشف اور اس کے متعلقات کے بیان میں

منقبتؑ ۔ تفسیر بحر الدررا اور ریاض القدس میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے۔ کہ ایک دن امیر المومنینؑ نے مجھ سے فرمایا۔ اے عبداللہ! نماز عشاء سے فارغ ہو کر میرے پاس آنا جب میں گیا۔ تو فرمایا

اے عبداللہ تو الحمد کے الف لام کے معنی بھی جانتا ہے ۔ میں نے عرض کی کہ امیرالمومنینؑ بہتر جانتے ہیں ۔ پھر ایک پہر رات تک الفؔ اور لامؔ کے معنے میں اس قدر حقائق بیان فرمائے ۔ جن کا ایک شمہ بھی میرے دل میں نہ گزرا تھا ۔ پھر حائے الحمد کی تفسیر کے متعلق معارف بیان کرنے میں رات کا دوسرا حصّہ پورا کر دیا ۔ بعد ازاں اپنی زبان معجز بیان سے ارشاد فرمایا ۔ اے عبداللہ جو کچھ میں نے بیان کیا ۔ تو نے سُنا ؟ میں نے عرض کیا ۔ یا امیرالمومنینؑ ! ہاں میں نے سُنا اور حیران ہُوا ۔ اس وقت فرمایا ۔ یَا عَبْدَ اللّٰهِ لَوْ کَتَبْتُ فِیْ مَعَانِی الْفَاتِحَةِ لَاَوْقَرْتُ سَبْعِیْنَ بَعِیْرًا یعنے اے عبداللہ ! اگر مَیں سورۂ فاتحہ کے معنے لکھوں ۔ تو ستّر اونٹ لاد دوں ۔

نیز ارشاد فرمایا ۔ جو کوئی سورہ فاتحہ کو درست طور پر پڑھے وہ آتش دوزخ سے بے خوف ہو جاتا ہے اور جو کوئی اس کے معنی واجبی طور پر جانتا ہو ۔ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ وَاَکْرَمَهُ اللّٰهُ بِرُؤْیَتِهٖ وَقُرْبَتِهٖ یعنی بہشت اس کے لئے واجب ہو جاتا ہے ۔ اور حق تعالیٰ اس کو اپنے قرب اور دیدار سے معزز فرماتا ہے ۔

ابن عباس کہتے ہیں کہ میں نے اپنا علم آنجناب کے علم کے مقابلہ میں ایسا پایا جیسے سمندر کے مقابلہ میں ایک قطرہ ۔ اور ابن فخری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا ۔ لَوْ شِئْتُ لَاَوْقَرْتُ بِبَاءِ بِسْمِ سَبْعِیْنَ بَعِیْرًا ۔ یعنی اگر میں چاہتا تو باء بسم اللہ کی تفسیر سے ستر اونٹ لاد دیتا ۔

نیز اسی بزرگوار سے روایت ہے ۔ کہ ایک روز امیرالمومنینؑ نے فرمایا ۔ اگر میں چاہتا ۔ تو تمام لوگوں کے حالات سے خبر دیتا ۔ لیکن مجھے اس امر کا خیال ہے کہ کہیں میری محبت میں اس شریعت رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے منکر نہ ہو جائیں ۔

منقبت ۳۷ ۔ حبیب السیر جلد ثانی میں مرقوم ہے ۔ کہ امیرالمومنینؑ ایک دن اپنے کسی صحابی سے فرماتے تھے کہ قرآن میں کوئی آیت نازل نہیں ہوئی ۔ خشکی ہو یا تری میں ۔ میدان میں یا پہاڑ میں ۔ دن میں یا رات میں ۔ جس کا مجھ کو سب سے بڑھ کر علم نہ ہو ۔ کہ وہ کس کی شان میں اور کون سے وقت میں نازل ہوئی ہے ۔

نیز کتاب مذکور میں منقول ہے ۔ کہ کلام ۔ تفسیر ۔ فقہ ۔ معانی ۔ منطق ۔ نحو ۔ صرف وغیرہ تمام علوم ظاہری و باطنی کے عالموں کی سند جناب امیرالمومنینؑ سے درست ہوتی ہے ۔ اور تمام علوم آپ ہی سے منسوب ہیں ۔

منقبت ۳۸ ۔ روضۃ الشہداء میں منقول ہے ۔ کہ سلطان الاولیا علیؑ مرتضیٰ فرمایا کرتے تھے کہ خاتم انبیاؐ نے مجھ کو علم کے ہزار باب تعلیم فرمائے ہیں ۔ کہ ہر ایک باب سے اور ہزار باب مجھ پر منکشف

ہو گئے ہیں۔ شیخ عطار رحمتہ اللہ علیہ نے اس کو نظم فرمایا ہے۔ **نظم**

نبی در گوشِ او یک علم در داد   وزاں اندر دلش صد علم بکشاد

چو شہرِ علمِ دیں پیغمبر آمد   درآں شہر بیشک حیدر آمد

منقبت ۔ کتاب فصل الخطاب میں ابن عباس سے روایت ہے۔ کہ حق تعالیٰ نے علم کو دس جزو پر پیدا کیا۔ ان میں سے نو جزو تو صرف امیرالمومنینؑ کو عطا فرمائے۔ اور ایک جزو تمام عوالم پر تقسیم فرمایا۔ اور خدا کی قسم کہ مرتضیٰ علیؑ اس ایک حصے میں بھی ہم سب پر شریک غالب ہے (یعنی اس ایک جزو میں بھی اس جناب کا حصہ ہم سب سے بڑھ کر ہے۔)

نیز اسی بزرگوار سے مروی ہے کہ علم الٰہی کے چھ سُدس (۱/۶) ہیں۔ پانچ سُدس تو فقط امیرالمومنینؑ کا حصہ ہیں۔ اور ایک سدس تمام لوگوں کے لئے ہے۔ اور اس چھٹے سدس میں ہمارے ساتھ شریک ہے۔ یہاں تک کہ ہم سب سے بڑھ کر علم ہے۔

منقبت ۔ شرح تعرف۔ شواہد النبوۃ اور حبیب السیر میں منقول ہے۔ کہ علیؑ ابن ابی طالب عارفوں کا سردار ہے۔ اور اس جناب کی ایسی باتیں ہیں۔ کہ آپ سے پہلے کسی نے نہیں کی۔ اور ان کے بعد بھی کوئی شخص ایسا کلام نہ کر سکے گا۔ یہاں تک کہ ایک روز منبر پر جا کر فرمایا۔ اے لوگو! مجھ سے عرش کے ماسوا اور تمام چیزوں کی بابت جو چاہو سوال کرو۔ کیونکہ میرے دونوں پہلوؤں کے درمیان بے شمار علوم ہیں۔ اور لعاب رسالت پناہ کا اثر ہے۔ اور یہ وہ چیز ہے۔ جو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ کو چُسائی ہے۔ مجھے اس خدا کی قسم ہے۔ جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ کہ اگر توریت وانجیل سے بات کرنے کا حکم ہو۔ تو میں مسند بچھاؤں اور اس پر بیٹھ کر خبر دوں۔ ان تمام چیزوں سے جو ان دونوں کتابوں میں ہیں چنانچہ ان دونوں والے اس باب میں میرے قول کی تصدیق کریں۔

اور شواہد النبوۃ میں روایت ہے۔ کہ جب امیرالمومنین کرم اللہ وجہہ نے یہ بات فرمائی۔ اس وقت اس مجمع میں ایک شخص وعلب یمانی موجود تھا۔ اس نے از روئے انکار واکراہ کہا۔ اس شخص نے بات کو بہت لمبا چوڑا کیا ہے۔ یعنی بہت لمبا چوڑا دعویٰ کیا ہے۔ آج میں اس سے ایک ایسا سوال کرتا ہوں۔ جس کے جواب سے وہ عاجز اور قاصر رہ جائے گا۔ پس اُٹھ کر کہا یا امیرالمومنینؑ میرا ایک سوال ہے۔ فرمایا۔ وائے ہو تجھ پر۔ اگر تو تفقہ اور دانائی کے لئے سوال کرتا ہے۔ تو کر۔ نہ کہ جنگ وجدل اور تعنت کی رُو سے۔ وعلب نے کہا تو نے ہی مجھ کو اس پر آمادہ کیا ہے۔ یہ کہہ کر سوال کیا۔ هَلْ رَاَیْتَ رَبَّکَ حَتّٰی عَرَفْتَهٗ۔ یعنی کیا تو نے اپنے پروردگار کو دیکھا ہے کہ اس کو پہچان لیا ہے۔ امیرؑ نے فرمایا۔ لَمْ اَعْبُدْ رَبًّا

لَمْ اَرَهٗ۔ یعنی میں نے پروردگار کی عبادت نہیں کی۔جب تک کہ اس کو نہیں دیکھا۔ وعلب نے کہا۔ کَیْفَ رَأَیْتَهٗ۔ یعنی تو نے کیوں کر اس کو دیکھا۔ فرمایا۔ مَارَاٰتْهُ الْعُیُوْنُ بِمُشَاهَدَةِ الْعِیَانِ لٰكِنْ اَتَتْهُ الْقُلُوْبُ بِحَقَائِقِ الْعِرْفَانِ۔ یعنی اس کو سر کی آنکھوں نے نہیں دیکھا۔ لیکن دیدۂ سِرّ یعنی باطن کی آنکھ نے برہان عقلی اور حجت کشفی کے طور پر اس کو دیکھا ہے۔ یہ سُن کر وعلب نے ایک چیخ ماری اور بیہوش ہوکر زمین پر گر پڑا۔ کچھ دیر کے بعد ہوش میں آکر بولا۔ میں نے خدا سے عہد کیا۔ کہ پھر امتحان کے طور پر سوال نہ کروں گا۔ امیر المومنینؑ نے فرمایا۔ تجھے اختیار ہے۔

مؤلف عرض کرتا ہے۔ تفسیر حافظی میں نہج البلاغۃ سے اس طرح منقول ہے۔ کہ بعض اصحاب نے جناب امیر المومنین سے یہ سوال کیا تھا۔ اور امیرؑ نے ان کے جواب میں عبارت مذکورہ بالا فرمائی ہے۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِحَقَائِقِ الْاُمُوْرِ۔

منقبت ۶ نزل السائرین۔ میں ابن فخری سے منقول ہے کہ میں نے امیر المومنینؑ کو کوفہ کے منبر پر دیکھا۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زرہ پہنے اور حضرتؐ کا عمامۂ مبارک سر پر رکھے۔ اور آنحضرتؐ کی تلوار حمائل کئے۔ اور سرورِ کائناتؐ کی انگشتری مبارک انگلی میں پہنے ہوئے فرماتے تھے۔ مجھ سے جو چاہو پوچھو۔ پیشتر اس کے کہ مجھ کو نہ پاؤ۔ کیونکہ میرے چھوٹے پہلوؤں کے درمیان جو مقام دل ہے علم کثیر موجود ہے خدا کی قسم اگر میرے لئے مسند بچھائی جاتی۔ اور میں اس مسند پر بیٹھ کر اہل توریت کیلئے توریت سے اور اہل انجیل کو انجیل کے موافق فتوے دیتا۔ یہاں تک کہ خدا تعالیٰ توریت اور انجیل کو گویا کرتا اور وہ خلقت سے کہتیں۔ کہ علیؑ نے بالکل ان احکام کے مطابق فتوے دیا ہے۔ جو ہم میں نازل ہوئے ہیں حالانکہ تم لوگ ان کتابوں کو پڑھتے ہو۔ اور نہیں سمجھتے ہو۔

اور ایک روایت کے موافق صحائف اور ہدایۃ السعداء میں منقول ہے کہ آنجناب نے فرمایا۔ اگر ایک مسند میرے لئے بچھائی جاتی۔ اور میں اس پر بیٹھتا۔ تو اہلِ توریت میں توریت کے موافق اور اہلِ انجیل کے درمیان انجیل کے موافق اور اہلِ زبور کے درمیان زبور کے موافق۔ اور اہل اسلام میں قرآن کے موافق حکم کرتا۔

مولف عرض کرتا ہے۔ کہ بالش شکستن یعنی مسند بچھانے سے کنایہ ہے۔ فراغت پانا۔ اور متمکن و مختار ہونا۔ یہی وجہ ہے۔ جو شواہد النبوۃ میں جنید بغدادی قدس سرّہٗ سے منقول ہے۔ کہ اگر امیر المومنین کرم اللہ وجہان لڑائی جھگڑوں سے جو تقویت دین کے لئے مخالفین سے کئے گئے، فرصت پاتے تو اس میں شک نہیں کہ آنجنابؑ سے اس قدر علم حقائق و معارف منقول ہوتے۔ کہ لوگوں کے دِل انکے ضبط کرنے

اور یاد رکھنے کی تاب نہ لاتے۔ **قطعہ**

دلش بحرے است پُر از گوہرِ علم کلامش غیرتِ عقدِ لآل است
زبانش مظہرِ اسرارِ ذات است بیانش سربسر سحرِ حلال است
چناں بر روے حقائق منکشف شد کہ دانا بر جوابِ ہر سوال است

منقبت ۔ شواہد النبوۃ میں مرقوم ہے کہ جب امیر المومنین کرم اللہ وجہہ شہر کوفہ میں تشریف لائے۔ تو لوگوں نے آپ پر ہجوم کیا۔ ان کے درمیان ایک جوان تھا۔ اس نے ایک عورت سے نکاح کیا۔ ایک روز امیر المومنینؑ نے نماز صبح سے فارغ ہو کر ایک شخص سے فرمایا کہ فلاں جگہ ایک مسجد ہے۔ اور اس مسجد کے متصل ایک گھر ہے۔ اُس گھر میں ایک مرد اور ایک عورت آپس میں جھگڑ رہے تھے۔ دونوں کو میرے پاس حاضر کر۔ وہ شخص جا کر دونوں کو بلا لایا۔ امیرؑ نے ان کی طرف منہ کر کے فرمایا۔ آج کی رات تم دونوں میں بہت جھگڑا ہوا۔ اس جوان نے عرض کی۔ یا امیر المومنینؑ! میں جب اس عورت سے نکاح کر کے اس کے پاس گیا۔ مجھ کو اس سے سخت نفرت پیدا ہوئی۔ اگر میرا مقدور ہوتا تو میں اسی وقت اس کو اپنے پاس سے نکال دیتا۔ اس وقت سے وہ برابر مجھ سے جھگڑتی رہی۔ یہاں تک کہ جناب کا حکم پہنچا۔ اس وقت حضرتؑ نے حاضرین سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ بہت سی باتیں ایسی ہوتی ہیں جن پر مخاطب کے سوا دوسرے کو واقف نہ کرنا چاہیئے۔ یہ سنتے ہی سب کے سب وہاں سے اُٹھ کر الگ ہو گئے۔ تب آپ نے عورت سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ کیا تو اس جوان کو پہچانتی ہے۔ وہ بولی نہیں۔ فرمایا۔ میں بیان کروں۔ جس سے تو پہچان لے لیکن شرط یہ ہے کہ انصاف اور راستی کو ہاتھ سے نہ دے۔ اور سچ بتا دے۔ عورت نے عرض کی۔ میں سچائی اور راستی سے قدم نہ ہٹاؤں گی۔ فرمایا تو فلاں بنت فلانہ ہے۔ یعنی تیرا نام فلاں ہے۔ اور تو فلاں عورت کی بیٹی ہے۔ اور تیرا ایک چچیرا بھائی تھا۔ تم دونوں ایک دُوسرے سے محبت رکھتے تھے۔ ایک رات تو قضائے حاجت کے لئے باہر گئی۔ اور اس نے تجھ سے مجامعت کی۔ اور تو اسی رات حاملہ ہو گئی۔ اور اس کو تو نے اپنی ماں پر ظاہر کیا۔ اور باپ سے پوشیدہ رکھا۔ جب وضع حمل کا وقت قریب آیا۔ تو رات تھی۔ تیری ماں تجھ کو گھر سے باہر لے گئی جب بچہ پیدا ہوا۔ اس کو ایک کپڑے میں لپیٹ کر دیواروں کے باہر جو لوگوں کے قضائے حاجت کا مقام ہے رکھ دیا۔ ایک کتّے نے آ کر اس کو سونگھا۔ تو نے ایک پتھر اس کی طرف پھینکا۔ اتفاقاً وہ پتھر بچّے کے سر پر لگا۔ اور شکستہ کر دیا۔ تیری ماں نے اس کا سر باندھا۔ پھر اس کو تم وہیں چھوڑ کر چلی گئیں۔ اور اس کا حال کچھ بھی تم کو معلوم نہ ہوا۔ اس عورت نے دل اور زبان سے اس کی تصدیق کر کے اقرار کیا کہ صورت حال بالکل اسی طرح ہے۔ لیکن اس واقعہ کی میرے اور میری ماں کے سوا اور کسی کو خبر نہ تھی۔ تب حضرتؑ نے فرمایا۔ کہ

جب صبح ہوئی۔ تو فلاں قبیلے کے ایک شخص نے اس بچّے کو وہاں سے اُٹھا کر پرورش کرنا شروع کی یہاں تک کہ وہ جوان ہوگیا۔ اور ان لوگوں کے ہمراہ کوفہ میں آکر تجھ سے نکاح کیا۔ اور اس جوان سے فرمایا کہ اپنا سر ننگا کر۔ اس نے اپنے سر کو ننگا کیا۔ تو اس شکستگی کا نشان اس کے سر میں صاف ظاہر معلوم ہوا۔ اس وقت ارشاد فرمایا۔ اے عورت یہ وہی تیرا بیٹا ہے۔ اور تو اس کی ماں ہے۔ خدا تعالیٰ نے تجھ کو حرام سے محفوظ رکھا۔ اپنے بیٹے کو لے۔ اور چلی جا ؎

قاسم کاہی شعر ہے۔ **شعر**

بعلمِ غیب در کوفہ زن از شوہر جدا کردہ — بمعنی مادر و فرزند بودند آں زن و شوہر!

منقبت :- نیز شواہد النبوۃ میں جندب بن عبداللہ الازدی سے منقول ہے۔ کہ میں جنگ جمل و صفین میں جناب امیر المومنین کرم اللہ وجہہٗ کی رکاب مستطاب میں حاضر تھا۔ اور مجھے اس باب میں شک نہ تھا کہ حق ہماری طرف ہے۔ لیکن جب میں نہروان کے جنگل میں شامل ہوا۔ تو یہ خیال میرے دل میں گزرا کہ یہ سب لوگ ہمارے اقربا اور نیک اشخاص ہیں۔ ان کا قتل کرنا نہایت سخت اور مشکل ہے صبح کو پانی کا لوٹا لے کر لشکر گاہ سے باہر نکلا۔ اور نیزہ زمین میں گاڑ کر ڈھال اس پر رکھی۔ اور اس کے سایہ میں بیٹھ کر سوچنے لگا۔ ناگاہ امیر المومنینؑ وہاں تشریف لائے۔ اس وقت آپ کا چہرہ آفتاب تاباں کی طرح چمک رہا تھا۔ اور مجھ سے پوچھا۔ تیرے پاس کچھ پانی ہے؟ میں نے لوٹا آگے کردیا۔ لوٹا ہاتھ میں لے کر اتنی دور گئے کہ نظر سے غائب ہوگئے۔ بعد ازاں واپس آکر وضو کیا۔ اور اس ڈھال کے سایہ میں بیٹھ گئے۔ ناگاہ میں نے ایک سوار دیکھا۔ حضرت نے اس کا حال دریافت کیا۔ میں نے عرض کی یا امیر المومنینؑ! یہ سوار آپ کو تلاش کرتا ہے۔ فرمایا۔ اس کو بُلا جب میں نے بُلایا۔ تو اُس نے آگے آکر عرض کی یا امیر المومنینؑ! مخالفین نہروں سے گزر کر دریا سے پار ہوگئے ہیں۔ فرمایا۔ وہ ہرگز نہیں گزرے۔ اس سوار نے کہا۔ خدا کی قسم وہ گزر گئے۔ فرمایا۔ غلط ہے۔ وہ سوار بولا۔ خدا کی قسم جب تک میں نے ان کے نشانوں کو دریا کے اُس پار نہیں دیکھا میں نہیں آیا۔ فرمایا۔ بالکل خلاف ہے۔ کیونکہ ان کے گرنے اور قتل ہونے کی جگہ یہاں ہے۔ اور ان میں سے صرف دس سے کم زندہ رہیں گے۔ اور میرے اصحاب میں سے صرف نو شخص قتل ہوں گے۔ یہ کہہ کر اُٹھ کھڑے ہوئے۔ میں نے اپنے دل میں کہا۔ خدا کا شکر ہے۔ کہ امیرؑ کا حال معلوم کرنے کے لئے ایک میزان ہاتھ لگ گئی ہے۔ اور میں نے خدا سے عہد کیا۔ کہ اگر مخالفین نہروں سے گزر گئے ہوں گے تو پہلا شخص جو امیر سے مقابلہ کرے گا میں ہوں گا۔ ورنہ لشکر اعدا کے بہادروں کے ساتھ جنگ کرنے پر ثابت قدم اور مستقل رہوں گا۔ جب میں نے صفوں سے گزر کر دیکھا۔ تو ان کے نشانات جہاں تھے۔ وہیں قائم تھے وہاں سے ذرا بھی حرکت نہ کی تھی۔ اس وقت آنجنابؑ نے میری پیٹھ کو ہلا کر فرمایا۔ اب تو اصل حقیقت تجھ پر ظاہر ہوگئی۔ میں نے

عرض کی۔ بیشک یا امیر المومنینؑ۔ ارشاد فرمایا۔ اپنے کام میں مشغول رہ۔ کہ تو ایک کو قتل کرے گا۔ اور دوسرے سے مقابلہ کرتا رہ جائے گا۔ اور ایسا ہی ہوا۔ کہ میں نے ایک دشمن کو تو قتل کیا۔ اور دوسرے کے مقابل ہو کر اس پہ زخم لگایا۔ اور اُس نے مجھ پہ وار کیا۔ اور ہم دونوں بیخود ہو کر زمین پر گر پڑے۔ اور اس وقت تک بیہوش رہے۔ کہ امیر المومنینؑ جنگ سے فارغ ہو گئے۔ الغرض جب شمار کیا گیا تو۔ جیساکہ آنجناب نے فرمایا تھا۔ ویسا ہی ظہور میں آیا۔ ان کے ۹ نو آدمی باقی رہے۔ باقی مارے گئے۔ اور جناب کے اصحاب مستطاب سے صرف ۹ نو شخص شہید ہوئے اور ایک شخص کو حضرت نے خبر دی تھی۔ کہ تجھ کو فلاں جگہ فلاں خرمے کے درخت پہ سولی چڑھائیں گے۔ اور جیساکہ فرمایا تھا۔ بعینہٖ واقع ہُوا۔

منقبت ۹۔ نیز کتاب شواہد النبوۃ میں مرقوم ہے۔ کہ ایک دن حجاج نے کمیل بن زیاد کو طلب کیا۔ کمیل بھاگ گئے۔ اس لعین نے ان کی قوم کے وظیفے بند کر لئے۔ کمیل نے اپنے دل میں کہا۔ میری عمر اخیر ہو گئی ہے مناسب نہیں ہے۔ کہ اپنی قوم کو محروم کروں۔ خود ہی اس کے پاس چلے آئے۔ حجاج نے کہا۔ میں یہی چاہتا تھا کہ کسی طرح تجھ پہ قابو پاؤں۔ کمیل بولے۔ میری عمر کچھ تھوڑی رہ گئی ہے۔ جو تیرا جی چاہے۔ سو کر۔ اس لئے کہ امیر المومنین کرم اللہ وجہہٗ نے مجھ کو پہلے سے خبر دے دی ہے۔ کہ میرا قاتل تو ہی ہے۔ حجاج نے فوراً قتل کر دیا۔ اور وہ شہید ہو گئے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

منقبت ۱۰۔ نیز کتاب شواہد النبوۃ میں مرقوم ہے۔ کہ ایک روز حجاج نے کہا۔ کہ میں چاہتا ہوں کہ امیر المومنینؑ کے اصحاب میں سے ایک کو گرفتار کروں۔ اور اس کو قتل کر کے خدا کا قرب حاصل کروں۔ اُس کے خادموں نے کہا۔ ہم قنبر سے بڑھ کر صحبت رکھنے والا اور کسی کو نہیں جانتے۔ پس قنبر کو طلب کیا۔ اور اس سے کہا۔ کہ علیؑ کے دین اور مذہب سے بریت اور بیزاری ظاہر کر۔ قنبر نے کہا۔ اس کے دین سے بڑھ کر اور بہتر دین کی طرف مجھ کو رہبری کر۔ حجاج بولا میں تجھ کو قتل کرونگا۔ جس طور سے قتل ہونا چاہتا ہے۔ پسند کرے۔ قنبر نے کہا۔ تجھے اختیار ہے۔ جس طرح تو آج مجھ کو قتل کرے گا۔ اسی طرح کل (قیامت کے دن) میں تجھے قتل کروں گا۔ کیونکہ مخبر صادق کے وصی برحق نے مجھ کو خبر دی ہے کہ حجاج تجھ کو ظلم سے قتل کرے گا۔ الغرض اس لعین کے حکم سے قنبر کو شہید کیا گیا۔

منقبت ۱۱۔ نیز شواہد النبوۃ میں مسطور ہے۔ کہ جناب امیر المومنینؑ نے براء بن عازب سے فرمایا تھا۔ جب میرے نور دیدہ حسینؑ کو مخالفانِ دین شہید کریں گے۔ تو تو اُس کی مدد نہ کرے گا۔ جب یزید ملعون نے امام حسین علیہ التحیۃ والثناء کو شہید کیا۔ تو براء بن عازب نے کہا۔ کہ سیّد کونین رسول الثقلین کے وصی نے سچ فرمایا تھا۔ کہ امام حسین شہید ہو گئے۔ اور میں اپنی غفلت کے سبب ان کی مدد نہ کر سکا۔ اور بہت ہی ندامت اور شرمندگی کا اظہار کیا۔

منقبت ۱۲۔ نیز کتاب شواہد النبوۃ میں ہے۔ کہ امیر المومنینؑ ایک سفر کو جاتے ہوئے جب کربلا میں وارد ہوئے

تو اپنے دائیں اور بائیں طرف دیکھا۔ اور روتے روتے اس جنگل سے گزرے۔ اور فرمایا۔ خدا کی قسم! یہ ہے ان کے اونٹ بٹھانے کی جگہ اور ان کے شہید ہونے کا مقام۔ حاضرین نے دریافت کیا۔ یا امیر المومنینؑ! یہ کونسی جگہ ہے؟ فرمایا۔ یہ کربلا ہے۔ یہاں کچھ لوگ قتل ہوں گے۔ جو بے حساب بہشت میں داخل ہوں گے۔ اس وقت کسی شخص نے بھی آپ کے کلام ولایت نظام کی تاویل کو نہ سمجھا۔ یہاں تک کہ روز عاشورہ واقعہ شہادت امام حسین علیہ السّلام واقع ہوا۔ شاہ طیب قدس سرہٗ فرماتے ہیں:۔

نظم

بہشت منزلِ عشاق روئے آلِ علیؑ ہزار لعنتِ حق بر عدوئے آلِ علیؑ
ترا کہ دعوئے حُبّ خدا و مہر نبی است متاب ہیچ دمے رُوز سوئے آلِ علیؑ
جہان و ہر چہ در دہست طیّبا نرسد زروئے قدر بیک تارِ موئے آلِ علیؑ

منقبت ۱۳۸۔ نیز شواہد النبوۃ میں منقول ہے۔ کہ جب امیر المومنینؑ نے کوفہ سے لشکر طلب کیا۔ تو اہلِ کوفہ نے بہت سی قیل و قال اور بحث مباحثہ کے بعد لشکر بھیجا۔ لشکر پہنچنے سے پہلے حضرت نے اپنی زبان خارق بیان سے ارشاد فرمایا کہ کوفہ سے بارہ ہزار ایک آدمی آرہے ہیں۔ جناب امیرؑ کا ایک صحابی بیان کرتا ہے۔ جب میں نے یہ بات سُنی۔ تو لشکر کی گزرگاہ پر جا کر بیٹھ رہا۔ اور ایک ایک کو شمار کیا۔ جو تعداد کہ آپ نے فرمائی تھی۔ اس سے نہ ایک کم تھے۔ نہ ایک زیادہ۔

منقبت ۱۳۹۔ نیز شواہد النبوۃ۔ حبیب السیر اور تاریخ اعثم کوفی میں لکھا ہے۔ کہ جنگِ صفین کے زمانے میں ایک روز جناب امیرؑ کے اصحاب پانی کو محتاج ہو گئے۔ ہر چند ادھر ادھر دوڑے۔ مگر پانی کا کہیں نشان نہ ملا۔ حضرت نے ان کو ذرا رستے سے ایک طرف کو ہٹ کر چلنے کا حکم دیا۔ بیابان میں ایک دیر (معبد) نظر پڑا۔ اصحاب نے دیرانی سے پانی طلب کیا۔ اس نے کہا۔ پانی یہاں سے دو فرسخ کے فاصلے پر ہے۔ اصحاب نے عرض کی یا امیر المومنینؑ! پیشتر اس کے کہ ہم میں طاقت نہ رہے۔ پانی پر پہنچنے کی اجازت دیجئے۔ فرمایا۔ یہ پتھر جو میرے پاؤں کے نیچے ہے۔ پانی کے اوپر ہے۔ اسکو اکھاڑنے کی کوشش کرو۔ بہت سے اصحاب نے مل جل کر ہر چند زور لگایا۔ مگر اس پتھر کو حرکت نہ دے سکے۔ اس وقت حضرت خچر سے نیچے اُترے۔ اور اپنی دو انگلیوں سے اس پتھر کو چشمہ پر سے دور ڈال دیا۔ اس کے نیچے سے نہایت صاف اور شیریں پانی نکلا۔ چونکہ اس سفر میں اس سے بہتر پانی نہ پیا تھا اس لئے ساقیٔ کوثر کی عنایت سے سب نے خوب سیر ہو کر پانی پیا اور جتنا چاہا بھر کر ساتھ لے لیا۔ پھر آنجناب نے اس بھاری پتھر کو اٹھا کر بدستور سابق اس چشمہ روح افزا پر رکھ دیا۔ اور آپکے حکم سے اس کو مٹی سے پاٹ دیا۔ جب راہب نے یہ حال مشاہدہ کیا۔ اپنے دیر (گرجا) سے نیچے اُترا۔ اور خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کی۔ کیا آپ پیغمبر مُرسَل ہیں؟ فرمایا نہیں۔ عرض کی۔ فرشتۂ مقرب ہیں؟ فرمایا۔

نہیں۔ پھر اس نے عرض کی۔ یہ فرمایئے کہ آپ کون ہیں؟ فرمایا۔ میں محمد بن عبداللہ خاتم الانبیاء صلوات اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصی ہوں۔ دیرانی نے یہ سُن کر عرض کی۔ ہاتھ لایئے کہ میں مسلمان ہوتا ہوں۔ امیرالمومنین نے اپنا ہاتھ اس کو دیا۔ اس نے کہا۔ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَ اَشْھَدُ اَنَّکَ وَصِیُّ رَسُوْلِ اللّٰہِ اس کے بعد امیرؑ نے اس سے پوچھا۔ تو نے آج کس وجہ سے اپنے باپ دادا کا مذہب ترک کر کے اسلام کو اختیار کیا؟ اس نے عرض کی۔ یا امیرالمومنینؑ! ہم نے اپنی کتابوں میں دیکھا ہے۔ اور اپنے علماء سے سُنا ہے۔ کہ اس جگہ ایک چشمہ ہے۔ اور اس کے اوپر ایک پتھر ہے۔ جس کو پیغمبر یا وصی پیغمبر کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔ اور نہ کوئی اس کو اُکھاڑ سکتا ہے۔ جب یہ کام میں نے آپ سے مشاہدہ کیا تو میں اپنی آرزو اور تمنا کو پہنچ گیا۔ اور جس چیز کا منتظر تھا۔ اس کو پالیا۔ جب امیرالمومنینؑ نے اس دیرانی کی یہ باتیں سنیں۔ تو اس قدر گریہ فرمایا۔ کہ ریش مبارک آنسوؤں سے تر ہوگئی۔ اور فرمایا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ لَمْ اَکُنْ عِنْدَہٗ مَنْسِیًّا وَکُنْتُ فِیْ کُتُبِہٖ مَذْکُوْرًا۔ یعنی اُس خدا کا شکر و احسان ہے۔ جس نے مجھ کو فراموش نہیں فرمایا اور میرا ذکر اس کی کتابوں میں موجود ہے۔ پس وہ راہب حضرت کے ہمراہ رہا۔ اور شامیانِ شوم سے جنگ کر کے درجہ شہادت پر فائز ہوا اور امیرالمومنینؑ نے اس کے جنازے پر نماز پڑھی۔ اور اس کے لئے خدائے تعالیٰ سے بخشش اور مغفرت کی دعا فرمائی۔ اور جب کبھی اس کو یاد کرتے تو فرماتے وہ مومن ہے۔

منقبت ۱۵۔ نیز شواہد النبوۃ اور دلائل النبوۃ میں لکھا ہے۔ کہ قیصر روم نے عمر بن الخطاب کے عہد میں ایک خط بھیجا۔ جس میں چند دقیق سوالات درج تھے۔ عمرؓ نے خط پڑھا۔ اور خط لے کر امیرالمومنینؑ کے پاس آئے امیرؑ نے خط کو دیکھا۔ اور فوراً قلم دوات منگا کر جواب لکھا۔ اور بند کر کے قیصر کے ایلچی کے حوالے فرمایا۔ ایلچی نے پوچھا۔ یہ جواب لکھنے والا شخص کون ہے؟ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کیا تو نہیں پہچانتا۔ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ابن عم۔ داماد اور وصی ہے۔

منقبت ۱۶۔ شواہد النبوۃ اور حبیب السیر میں مرقوم ہے کہ ایک دن معاویہ نے کہا۔ کیونکر معلوم کریں۔ کہ علیؑ ابن ابی طالب پہلے دنیا سے رحلت کریں گے۔ یا میں؟ حاضرین مجلس نے جواب دیا۔ ہم کو اس کا طریقہ معلوم نہیں۔ معاویہؓ نے کہا۔ میں اس بات کو علیؑ سے ہی معلوم کرتا ہوں۔ کیونکہ جو کچھ اس کی زبان پر جاری ہوتا ہے وہ حق ہی ہوتا ہے۔ نہ کہ باطل۔ بعد ازاں اپنے تین معتبر شخصوں کو بلا کر کہا۔ تم تینوں مل کر کوفہ کا سفر کرو۔ جب کوفہ ایک منزل رہ جائے۔ تو وہاں سے ایک ایک دن کے فاصلے سے یکے بعد دیگرے ایک ایک کر کے کوفہ میں داخل ہو۔ اور میرے مرنے کی خبر بیان کرو۔ لیکن سب کے سب بیماری کی قسم۔ اور مرنے کے دن۔ اور

گھڑی اور مقام قبر اور نماز میّت ادا کرنا وغیرہ امور میں متفق رہو۔ وہ تینوں شخص معاویہ کی تلقین کے موافق اپنے دلوں میں قرار دے کر شام سے روانہ ہوئے۔ جب کوفہ کے قریب پہنچے۔ ایک پہلے روز کوفہ میں گیا۔ اہلِ کوفہ نے پوچھا۔ کہاں سے آئے ہو؟ اس نے کہا شام سے۔ پوچھا۔ کیا حال ہے۔ بولا۔ معاویہ مرگیا۔ بعض اشخاص نے یہ خبر امیر المومنینؑ کی خدمت میں جاکر عرض کی۔ شاہ ولایت پناہ نے ذرا بھی اس خبر کی طرف توجہ نہ فرمائی۔ دوسرے دن ایک شخص نے آکر معاویہ کے مرنے کی خبر پہنچائی۔ بعض اصحاب نے پھر یہ خبر حضرت کی خدمت میں عرض کی۔ مگر بالکل التفات نہ فرمائی۔ تیسرے روز تیسرا شخص آیا۔ اور پہلے دو شخصوں کی طرح معاویہ کے مرنے کی خبر دی۔ پھر لوگوں نے حاضر خدمت ہوکر عرض کیا۔ یا امیر المومنینؑ! یہ خبر تحقیق ہوگئی۔ اور درجہ صحت کو پہنچ گئی کیونکہ آج جو شخص آیا ہے۔ وہ بالکل پہلے دو شخصوں کی طرح معاویہ کے مرنے کی خبر دیتا ہے۔ فرمایا۔ تم لوگ معاویہ کے مکر و فریب اور اس کی چالوں سے غافل اور بے خبر ہو۔ خدا کی قسم وہ نہ مرے گا۔ جب تک کہ علیؑ کی داڑھی خون سے رنگین نہ ہو۔ اور ابن آکلۃ الاکباد یعنی گفتار جگر خوار کا بیٹا (ہندۂ جگر خوار کا فرزند) اس پر ملاعبت اور ہنسی مذاق نہ کرے۔ ان تینوں شخصوں نے واپس جاکر یہ خبر معاویہ کو پہنچائی۔ اور وہ اس خبر کے سننے سے نہایت خوشحال اور فرحناک ہوا۔

اور پوشیدہ نہ رہے کہ امیر المومنینؑ اس وجہ سے معاویہ کو ابن آکلۃ الاکباد فرمایا کرتے تھے۔ کہ جنگِ احد میں اس کی ماں ہندہ نے حضرت محمد مصطفیٰؐ کے چچا جناب حمزہ سید الشہداء کا جگر نہایت اشتیاق سے تلاش کرکے کھایا تھا۔ چنانچہ ملا سعد الدین تفتازانی نے اس حکایت کو نظم کیا ہے۔

قطعہ

داستانِ پسرِ ہند مگر نہ شنیدی	کہ از دو زسہ تن اوبہ پیمبر چہ رسید
پدرِ اُو دُرِ دندانِ پیمبر بشکست	مادرِ او جگر عمّ پیمبر بمکید
او بہ ناحق حقِ دامادِ پیمبر بگرفت	پسرِ اُو سرِ فرزند پیمبر ببرید
برچنیں قوم تو لعنت نکنی شرمت باد	لَعَنَ اللّٰہُ یَزِیْدَ اَوْ عَلٰی قَوْمِ یَزِیْدَ

منقبت ۱۳۲ ۔ نیز شواہد النبوۃ میں مذکور ہے۔ کہ امیر المومنین کرم اللہ وجہہ نے اپنے ایک خطبہ میں بغداد کے قتل عام کی طرف اشارہ کرکے فرمایا ہے " گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ بنی عباس میں سے ایک شخص کو شتر قربانی کی طرح قتل کر رہے ہیں۔ اور وہ اتنا مقدور نہیں رکھتا کہ اس بلا کو اپنے آپ سے دفع کرے۔ وائے ہواس پر وائے ہواس پر۔ وہ اپنی قوم میں کس قدر ذلیل و خوار ہوا ہے۔ اس لئے کہ اپنے پروردگار کے امر کو چھوڑ کر دنیائے دوں کی طرف رُخ کرلیا ہے۔ اس کے بعد اُسی خطبہ میں فرمایا ہے۔ اور اگر میں چاہوں تو تم کو ان کے ناموں اور

کمینتوں اور قتل گاہوں سے خبردار کروں۔

منقبت ۱۸ ۔ نیز شواہد النبوۃ میں منقول ہے۔ کہ امیرالمومنینؑ کرم اللہ وجہہ نے جنگ صفین کے روز بلند آواز سے پکارا۔ یَا اَبَا مُسْلِمَاہُ۔ یعنی ابومسلم کہاں ہے۔ محمد حنفیہؓ نے عرض کی۔ وہ آخری صف میں ہے۔ فرمایا۔ اے فرزند میری غرض ابومسلم خولانی سے نہیں۔ بلکہ ابومسلم صاحب جیش میرا مطلوب و مقصود ہے۔ جو مشرق کی طرف سے سیاہ (علموں) نشانوں کے ساتھ ظاہر ہوگا۔ اور اس قدر جنگ کرے گا۔ کہ حق تعالیٰ اس کے سبب سے حق کو اپنے مرکز پر قائم کرے گا۔ کیا ہی اچھے ہیں وہ لوگ جو اعلائے دین میں اس کے ساتھ موافقت کریں۔ اور ظالموں کو تباہ اور نگونسار کرنے میں خوب جد و جہد اور کوشش کریں۔

مؤلف عرض کرتا ہے۔ شیعہ امامیہ کا عقیدہ یہ ہے۔ کہ ابومسلم نے اگرچہ اس لعن اور ناسزا کہنے کے طریق کو جو بنی امیہ کے زمانے میں امیرالمومنینؑ کی نسبت شائع اور جاری تھا۔ بند کر دیا۔ اور بنی امیہ کو بالکل نیست و نابود لیکن کوتاہی کی۔ کیونکہ اس وقت میں امام محمد باقر رضوان اللہ علیہ امام اور خلیفہ برحق واحق تھے۔ ابومسلم نے فتوحات حاصل کرنے کے بعد ملک کو منصور دوانقی کے سپرد کر دیا۔

منقبت ۱۹ ۔ معارج النبوۃ میں ابن عباسؓ سے منقول ہے۔ کہ جب سرورِ کائنات علیہ افضل الصلوات نماز صبح ادا فرماتے تھے تو روئے مبارک اصحاب کی طرف کرتے تھے۔ اور اس شفیع المذنبین کے انوار جبیں کی شعاعوں سے اندوہ و غم کی تاریکی دوستوں کے دلوں سے دور ہو جاتی تھی۔ ایک روز نمازِ صبح کے حسبِ معمول جبین مبارک صحابہ کی طرف نہ فرمائی۔ اور اشارہ سے علی بن ابی طالب کو معزز فرما کر اپنے ہمراہ مسجد سے باہر لائے۔ اصحاب کو حقیقت حال کی کچھ خبر نہ تھی۔ یہاں تک کہ علی کو ہمراہ لے کر فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے حجرہ میں داخل ہوئے۔ اور امیرؑ سے فرمایا کہ حجرے کے دروازے پر توقف کرو۔ اور آنے والوں کو اندر آنے سے منع کرو بات یہ تھی۔ کہ امام حسینؑ پیدا ہوئے ہیں۔ اور فرشتے زیارت کے لئے آتے ہیں۔ اور مبارکباد دیتے ہیں۔ اسی اثناء میں ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے۔ امیرؑ کو دروازہ پر کھڑا دیکھ کر پوچھا۔ کہ آنحضرتؐ کہاں ہیں۔ فرمایا حجرے میں ہیں۔ اور مجھ کو آنے والوں کو روکنے کے لئے یہاں کھڑا کر گئے ہیں۔ ابوبکرؓ نے کہا۔ مجھ کو اندر آنے کی اجازت ہے؟ امیرؑ نے فرمایا۔ آنحضرتؐ ایک کام میں مشغول ہیں۔ پوچھا۔ کس کام میں ہیں۔ فرمایا۔ ایک فرزند ارجمند پیدا ہوا ہے۔ اور فرشتے اس کی زیارت اور مبارکباد کے لئے آرہے ہیں۔ اور اس وقت تک ایک لاکھ چوبیس ہزار فرشتے زیارت کو آچکے ہیں۔ اور ابھی اور آرہے ہیں۔ ابوبکرؓ اس تعداد کے معین کرنے اور اس بات پر امیرالمومنینؑ کے مطلع ہونے کی کیفیت سے نہایت متعجب اور حیران رہ گئے۔ ایک ساعت کے بعد عمرؓ بن الخطاب اور عثمانؓ بن عفان اور باقی اصحاب بھی وہاں آکر جمع ہو گئے۔ اور حضرت کے منتظر تھے۔ کہ حضرت رسالت پناہ باہر تشریف لائے

ابوبکرؓ نے جو کچھ امیر المومنینؑ سے سُنا تھا حضرت کی خدمت میں عرض کیا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ اے بھائی۔ تم کو اس بات پر کس نے مطلع کیا۔ اور فرشتوں کی تعداد کیوں کر معلوم کر لی۔ عرض کی۔ میں افواج ملائکہ کے آنے سے واقف ہو جاتا تھا۔ اور جو جماعت آتی تھی۔ وہ اپنی زبان میں بیان کرتی تھی۔ میں ان تعدادوں کو جمع کرتا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ اس حد تک پہنچ گئی۔ یہ سُن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ زَادَكَ اللّٰهُ عَقْلاً یَا عَلِیُّ (اے علیؑ خدا تیری عقل کو اور زیادہ کرے)

منقبت ۲۷ ۔ معارج النبوۃ اور زہرۃ الریاض میں منقول ہے۔ کہ جب آنحضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اَجِیْبُوْا دَاعِیَ اللّٰهِ (اللہ کی دعوت کو قبول کرو) کی دعوت کو قبول کیا۔ اور آپ کی روح نازنین کا طائر سدرہ نشین اعلیٰ علیین کی طرف پرواز کر گیا۔ اور حضرت کا بدن مبارک روضہ متبرک کے اندر نقاب احتجاب میں پوشیدہ رہا۔ اس کے دس روز بعد ایک اعرابی ہاتھ میں تازیانہ لئے اور مُنہ پر نقاب ڈالے مسجد میں داخل ہوا۔ اور حاضرین سے مخاطب ہو کر بولا۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا اَصْحَابَ رَسُوْلِ اللّٰهِ جو کچھ تم سے فوت ہُوا ہے۔ حق تعالیٰ اس کا عوض تم کو عطا فرمائے۔ اِنْ کَانَ مُحَمَّدٌ قَدْ مَاتَ فَاللّٰهُ حَیٌّ لَا یَمُوْتُ اَبَدًا اَعْظَمَ اَجْرَکُمْ وَغَفَرَ ذَنْبَکُمْ مَا اَعْظَمُ مُصِیْبَتَکُمْ بِمَوْتِ سَیِّدِکُمْ (اگر محمدؐ نے انتقال کیا ہے تو اللہ زندہ ہے کبھی نہ مرے گا۔ وہ تمہارا اجر زیادہ کرے۔ اور تمہارا گناہ معاف کرے۔ تمہارے سردار کی موت کے سبب تمہاری مصیبت بہت ہی عظیم اور بزرگ ہوگئی ہے) اور کہا تمہارے پیغمبر کا وصی کون ہے۔ ابوبکرؓ نے علیؑ مرتضیٰ کی طرف اشارہ کیا۔ اس نے امیر المومنین کرم اللہ وجہہ کی طرف منہ کر کے کہا۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا فَتیٰ (اے جوان تم پر میرا سلام ہو) جناب امیرؑ نے فرمایا۔ عَلَیْکَ السَّلَامُ یَا مُضَرُ وَصَاحِبَ الْبِیْرِ (تجھ پر بھی سلام ہو اے مُضر اور اے صاحب بیرُ یعنی کوئیں والے)۔ ابوبکرؓ اور تمام حاضرین مسجد امیر المومنینؑ کے جواب سے حیران رہ گئے۔ اعرابی بولا۔ اے جوان! تو نے میرا نام کس طرح جانا۔ اور مجھ کو صاحب بئر کیونکر کہا۔ امیرؑ نے فرمایا۔ مجھ کو میرے بھائی محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خبر دی ہے۔ اور تیرا تمام حال مجھ سے بیان فرمایا ہے۔ اگر تو چاہے تو میں تجھ سے بیان کروں۔ مضر نے پوچھا۔ آپ کا نام کیا ہے؟ فرمایا علیؑ ابن ابی طالب اور ارشاد فرمایا تو عرب کا رہنے والا ہے اور تیرا نام مُضر اور تیرے باپ کا نام وارم ہے۔ اور تیری عمر تین سو ساٹھ برس کی ہو چکی ہے۔ ابتداء میں جب تو سو برس کا ہُوا۔ تو اپنی قوم کو ڈرایا اور سیّد کائناتؐ کے ظہور رسالت کی ان کو بشارت دی اور کہا کہ تہامہ (زمین مکہ) سے ایک شخص ظاہر ہوگا۔ جس کے رخسارے چاند سے زیادہ نورانی اور اس کا کلام شہد سے زیادہ شیریں ہوگا۔ جو کوئی اس سے تمسک کرے گا۔ (یعنی مطیع و فرمانبردار ہوگا) وہ دارین یعنی دنیا و آخرت میں نجات پائے گا۔ وہ یتیموں اور مسکینوں کا باپ ہوگا۔ اور صاحب شمشیر ہوگا۔ دراز گوش

یعنی گدھے پر سوار ہوگا۔ اور اپنی جوتی میں پیوند لگائے گا۔ اور شراب اور زنا کو حرام کرے گا۔ اور قتل کرنے اور سود کھانے سے منع کرے گا۔ خاتم انبیاؑ اور سید اولیا ہوگا۔ اس کی امت پانچ وقت نماز پڑھا کرے گی۔ اور ماہِ رمضان کو روزوں میں گزارا کرے گی اور بیت اللہ کا حج کیا کرے گی۔ اے میری قوم تم اس پر ایمان لاؤ۔ جب تو نے ان لوگوں کو اس امر کی طرف رہنمائی کی۔ تو وہ تجھ سے مقابلہ سے پیش آئے۔ اور تیری ایذا رسانی اور تباہی پر کوشش کی۔ اور تجھ کو ایک گہرے کوئیں میں ڈال دیا۔ اور تیرے فکر و تردد سے مطمئن ہوگئے۔ چنانچہ تو اب تک اس کوئیں میں محبوس اور بند تھا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس عالم فانی سے عالم جاودانی کی طرف رحلت فرمائی۔ تو حق تعالیٰ نے تیری قوم کو سیلاب سے ہلاک کیا۔ اور تجھ کو اس قید سے نجات دی۔ بعد ازاں عالم غیب سے تیرے کان میں آواز پہنچی۔ کہ اے مُضر محمد مصطفےٰ صلعم کا انتقال ہوچکا ہے اور تو اس کے اصحاب میں سے ہے۔ مدینہ میں جاکر اس کی قبر کی زیارت کر۔ اس لئے کہ تو رات اور دن منزلیں طے کرتا ہوا یہاں پہنچا ہے۔ تاکہ آنحضرت کی قبر کی زیارت سے مشرف ہو۔ جب مُضر نے یہ باتیں سُنیں تو رونے لگا۔ اور عرض کی۔ یا علیؑ آپ نے اس قضیے کو کیونکر معلوم کیا۔ اور اس حال پر کہاں سے واقف ہوئے۔ امیرؑ نے فرمایا۔ مجھ کو سیّد کائنات صلعم نے خبر دی تھی کہ مُضر میرے انتقال کے بعد یہاں آئے گا۔ جب تم اس سے ملو۔ تو میرا سلام اس کو پہنچانا۔ جب مُضر نے سلام کی خوشخبری سُنی اور آنحضرتؐ کی پیغام کی سعادت سے کامیاب ہوا۔ تو آگے بڑھ کر امیرؑ کے سر پر بوسہ دیا۔ اور بیٹھ گیا۔ امیرالمومنینؑ نے فرمایا۔ اے مُضر! اپنے چہرے سے بُرقع اُٹھا دے۔ جب اُس نے بُرقع اُٹھایا۔ تو ایک ایسا نور اس کی پیشانی سے نکلا۔ کہ تمام مسجد روشن ہوگئی۔ بعد ازاں اس نے عرض کی میرے کچھ سوال ہیں۔ جن کے جوابات سے نبی یا اُس کے وصی کے سوا اور کوئی واقف نہیں ہے۔ امیرؑ نے فرمایا۔ سوال کر۔ بولا۔ وہ نر[1] کونسا ہے جو ماں اور باپ نہیں رکھتا اور وہ[2] مادہ کونسی ہے۔ جو ماں باپ نہیں رکھتی۔ اور وہ نر[3] کونسا ہے۔ جو بن باپ کے پیدا ہُوا۔ اور وہ رسُول[4] کونسا ہے کہ جو نہ تو قوم جن سے ہے۔ نہ بنی آدم سے۔ اور نہ ملائکہ سے۔ اور نہ چوپاؤں سے۔ اور نہ درندوں سے۔ اور وہ قبر[5] کونسی ہے۔ جس نے اپنے صاحب کو اپنے ساتھ سیر کرائی۔ اور وہ حیوان[6] کونسا ہے جس نے اپنے اصحاب کو ڈرایا اور وہ جسم[7] کونسا ہے۔ جس نے کھایا۔ مگر پیا نہیں۔ اور وہ زمین[8] کونسی ہے جس پر ابتدائے پیدائش سے صرف ایک دفعہ سورج چمکا ہے۔ اور پھر کبھی نہ چمکے گا۔ اور وہ جماد[9] کونسا ہے۔ جس نے زندہ چیز جنی۔ اور وہ عورت[10] کونسی ہے۔ جس سے تین ساعت میں بچہ پیدا ہوا۔ اور وہ[11] دو ساکن کون سے ہیں جو کبھی حرکت نہ کریں گے۔ اور وہ دو[12] متحرک کون سے ہیں جو کبھی ساکن نہ ہوں گے اور وہ دو دوست[13] کون سے ہیں۔ جو کبھی دشمن نہ ہوں گے۔ اور وہ دو دشمن[14] کون سے ہیں۔ جو کبھی دوست نہ ہوں گے۔ اور وہ[15] شے کیا ہے۔ اور لاشی[16] کیا ہے۔ اور سب چیزوں[17] سے خوبصورت چیز کونسی ہے اور سب[18] سے بدصورت کونسی۔ اور رحم میں کون سی[19] چیز سب سے پہلے وابستہ ہوتی اور بنتی ہے۔ اور وہ چیز[20] کون سی ہے۔

جو قبر میں سب سے آخر میں گرتی ہے۔ جب مُضر نے یہ بیس سوال دریافت کئے۔ تو آپؑ نے سب کے جواب تفصیل وار بیان فرمائے۔ کہ اوّل تو نے یہ سوال کیا ہے کہ وہ[۱] نر کونسا ہے۔ جو ماں اور باپ نہیں رکھتا۔ وہ آدمؑ ہے۔ اور مادہ[۲] جو بن باپ پیدا ہوئی۔ حضرت حوّا رضی اللہ عنہا ہے۔ اور وہ[۳] نر جو بن باپ پیدا ہوا۔ عیسیٰ علیہ السلام ہے۔ اور وہ رسُول[۴] جو نہ جن وانس سے ہے نہ ملائکہ سے اور نہ چوپاؤں سے اور نہ درندوں سے۔ وہ غُراب یعنی کوّا ہے جس کو حق تعالیٰ نے قابیل کی تعلیم کے لئے بھیجا تھا۔ چنانچہ خدا فرماتا ہے۔ فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا یَّبْحَثُ فِی الْاَرْضِ (پس اللہ نے ایک کوّے کو مبعوث کیا۔ جو زمین کو کھودتا تھا) اور وہ[۵] قبر جس نے اپنے صاحب کو سیر کرائی۔ وہ مچھلی تھی۔ جس نے یونس علیہ السلام کو تیس روز اپنے پیٹ میں رکھا۔ اور سمندر کے اطراف وجوانب کی سیر کرائی۔ اور وہ حیوان[۶] جس نے اپنے اصحاب کو ڈرایا۔ وہ چیونٹی تھی۔ جو اپنی قوم کے ساتھ رزق کی تلاش میں نکلی تھی۔ اور چیونٹیاں اس ستون پر چڑھ رہی تھیں۔ جو حضرت سلیمانؑ کے سر پر تھا۔ اس چیونٹی نے کہا کہ ہوشیار اور خبردار ہو کر حضرت سلیمانؑ کے سر پر مٹی نہ گرے۔ اور پیغمبر خدا کو تم سے ایذا نہ پہنچے۔ اور وہ[۷] جسم جس نے کھایا۔ مگر پیا نہیں۔ اور پھر کھایا بھی نہیں۔ وہ موسیٰ علیہ السلام کا عصا تھا۔ جو جادوگروں کے جادو کو نگل گیا۔ اور اس کی شان میں یہ آیہ آئی۔ تَلْقَفُ مَا یَاْفِكُوْنَ۔ (ان کی تمام باطل صنعتوں کو نگل گیا) اور وہ[۸] زمین جس پر ایک دفعہ سے زیادہ سورج نہیں چمکا۔ اور پھر نہ چمکے گا۔ وہ دریائے نیل تھا۔ جس کو حق تعالیٰ نے قوم موسیٰؑ کے لئے شگافتہ کیا۔ اور اس کی تہ کو ظاہر کیا اور سورج اس پر چمکا۔ چنانچہ اس کی تہ سے گرد اُٹھی۔ اور قوم کے گزر جانے کے بعد پانی پھر مل گیا۔ اور پہلی حالت پر آگیا اور وہ جماد[۹] جس سے حیوان پیدا ہوا۔ ایک پتھر تھا۔ جس سے ناقہ صالحؑ نکلا۔ اور وہ[۱۰] عورت جس نے تین ساعت میں بچّہ جنا۔ مریمؑ ہے۔ جو ایک ساعت میں حاملہ ہوئی۔ اور ایک ساعت دردزہ میں مبتلا رہی۔ اور حضرت عیسیٰؑ کو جنا۔ اور وہ دو[۱۱] ساکن جو متحرک نہیں ہوتے۔ آسمان اور زمین ہیں۔ اور حرکت سے مراد ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا مراد ہے۔ اور وہ[۱۲] دو متحرک جو ساکن نہیں ہوتے۔ سورج اور چاند ہیں۔ اور وہ[۱۳] دو دوست جو کبھی دشمن نہ ہوں گے۔ جسم اور جان ہیں۔ اور وہ[۱۴] دشمن جو کبھی دوست نہ ہوں گے۔ موت اور زندگی ہیں شَیْءٌ[۱۵] مومن ہے اور لَاشَیْءُ[۱۶] کافر۔ اور سب سے زیادہ خوبصورت[۱۷] بنی آدم کی صورت ہے۔ اور سب[۱۸] سے زیادہ بدصورت بدن بے سر ہے۔ اور سب[۱۹] سے پہلے جو چیز رحم میں بستہ ہوتی ہے۔ وہ انگشت شہادت ہے۔ اور وہ چیز جو سب سے اخیر میں قبر کے اندر گرتی ہے۔ وہ ریڑھ کی ہڈی ہے جو کمر کے اخیر پر ہے۔

مُضر نے جب اپنے سوالات کے جواب سُنے۔ اُٹھ کر شاہِ مرداں کے فرق ہمایوں اور ناصیہ میمون پر بوسہ دیا۔ اور اصحاب مستطاب نے جو اس مجلس میں موجود تھے۔ اس سرِ دفتر اولیاؑ اور سرورِ اصفیاء کرم اللہ وجہہ کے سر مبارک پر بوسے دیئے۔ اور جناب کو علمِ رسولؐ کا وارث اور آنحضرتؐ کا وصی جان کر آپ کے فضائل اور

مناقب زبانوں پر جاری کئے۔ اُس وقت مضر نے عرض کی یا علیؑ مجھ کو سرور کائنات کے مرقد مطہر کی رہنمائی فرمایئے تاکہ اُس ذات عالی صفات کے فوت ہونے پر گریہ وزاری کروں۔ امیر المومنینؑ نے ایک رہبر کو اس کے ساتھ کر دیا جس نے مرقد مطہر پر اس کو پہنچا دیا۔ مضر نے قبر مبارک کو بغل میں لیا۔ اور اپنا سینہ اُس درج ایمان پر رکھا۔ امیر المومنینؑ نے فرمایا۔ ایک ساعت مضر کو اپنے حال پر چھوڑ دو۔ کیونکہ دنیا سے اس کی مفارقت کا وقت قریب ہے۔ جب ایک ساعت کے بعد اندر جا کر دیکھا مرقد متبرک پر سر رکھے ہے۔ اور اس کی روح عالم بالا کو پرواز کر چکی ہے۔ اصحاب نے اس کی تجہیز و تکفین کی۔ اور سید الشہداء حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر کے نزدیک دفن کر دیا۔ (رحمۃ اللہ علیہ)

منقبت ۱۲ نیز معارج النبوۃ اور زہرۃ الریاض میں ابن عباسؓ سے منقول ہے۔ کہ ایک یہودی شام میں ہر شنبہ کو توریت پڑھا کرتا تھا۔ ایک شنبہ کو توریت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعت (تعریف) چار مقام پر دیکھی۔ ان مقامات کو کاٹ کر آگ میں جلا دیا۔ دوسرے شنبہ کو آٹھ جگہ لکھا دیکھا۔ ان مقامات کو بھی کاٹ کر آگ میں ڈال دیا اس سے اگلے شنبہ کو بارہ مقام پر حضرت کی تعریف لکھی دیکھی۔ دیکھ کر حیران رہ گیا۔ اور بولا کہ میں ہر چند جلالت و عظمت محمدؐ کی تعریفوں اور آپ کے کمال کی صفات کو محو کرتا ہوں۔ اس سے زیادہ تر مقامات میں مندرج اور ثابت ہو جاتی ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ ایک روز یہ نوبت ہو جائے گی کہ تمام توریت آنحضرت کی تعریف بن جائے۔ بعد ازاں اپنے دوستوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حال دریافت کیا اور اپنا اشتیاق ظاہر کیا۔ انہوں نے کہا کہ یہ محمدؐ جو تہامہ (مکہ) میں نبوت کا دعوےٰ کرتا ہے۔ اس کا نہ دیکھنا ہی بہتر ہے۔ اس یہودی نے کہا۔ توریت کے حق کا واسطہ تم مجھ کو اُس کی زیارت سے منع نہ کرو۔ پس منزلیں طے کرتا ہوا شام سے مدینہ میں وارد ہوا۔ اوّل ہی اوّل سلمان رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی۔ چونکہ سلمان نہایت وجیہ اور خوش محاورہ تھے سمجھا کہ حضرت رسالتمآب یہی ہیں۔ پوچھا۔ اَنْتَ مُحَمَّدٌ کیا تم محمدؐ ہو۔ حالانکہ اس وقت حضرتؐ کے انتقال کو تیس روز گزر چکے تھے۔ سلمانؓ نے رو کر جواب دیا۔ میں ان کا غلام ہوں۔ یہودی نے کہا۔ محمدؐ کہاں ہیں؟ سلمان متفکر ہوئے۔ کہ اگر کہتا ہوں۔ انتقال کر گئے طالب اپنے مطلوب کو نہ پہنچے نا امید ہو کر واپس ہو جائے گا۔ اور اگر کہوں کہ زندہ ہیں تو خلاف واقع ہے۔ بس یہی کہا کہ آ تجھ کو ان کے اصحاب کے پاس لے چلوں۔ پس یہودی کو لے کر مسجد میں آئے۔ صحابہ وہاں پر نہایت محزون و مغموم بیٹھے تھے۔ یہودی نے یہ گمان کر کے کہ آنحضرتؐ اپنے صحابہ میں تشریف رکھتے ہیں۔ کہا۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا اَبَا الْقَاسِمِ وَیَا مُحَمَّدُ جب اُس اجنبی شخص نے حبیب کا نام لیا۔ اصحاب سے یکبارگی نالہ و فریاد کی آواز بلند ہوئی۔ اور تمام مجلس میں گریہ وزاری کا شور مچ گیا۔ امیر المومنین کرم اللہ وجہہ نے سر اُٹھا کر فرمایا تو کون ہے؟ کہ تو ہماری مصیبت کو تازہ کر رہا ہے۔ اور ہمارے زخموں پر نمک چھڑک رہا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ تو اس ملک کا رہنے والا نہیں ہے۔ اور تجھ کو آنحضرتؐ کے انتقال کی خبر نہیں۔ ایک مہینہ ہوا کہ وہ فلک نبوت کا چاند محاق

میں آگیا۔ اور دوستوں کو اپنے فراق میں مبتلا کر گیا۔ یہودی نے اپنے حسرت بھرے دل سے ایک دردناک آہ کھینچ کر کہا۔

نظم مولف

سوختم یک سر ز آتشدانِ درد　　آنچہ با من کرد غم باکس نہ کرد

کاش مادر سنگ زادے جائے من　　جائے شیرم زہر دادے در دہن

(کاش کہ ماں مجھے نہ جنتی۔ اور میری جگہ پتھر پیدا ہوتا۔ اگر جنا تھا تو دودھ کی جگہ زہر دیتی) اگر ماں نے مجھے جنا تھا۔ تو کاش کہ میں توریت نہ پڑھتا۔ اور اگر پڑھتا۔ تو محمدؐ کے اوصاف اس میں نہ دیکھتا۔ جب آپ کے اوصاف دیکھے تھے تو آنحضرتؐ کے دیدار سے مشرف ہوتا۔ بعد ازاں کہا۔ کہ کوئی شخص ہے۔ جو آنحضرتؐ کی صورت اور سیرت کی تعریف مجھ سے بیان کرے۔ امیرؑ نے فرمایا۔ مجھ سے سُن۔ بولا۔ آپ کا نام کیا ہے۔ فرمایا۔ علیؑ۔ عرض کی میں نے آپ کا نام توریت میں لکھا ہوا دیکھا ہے۔ بیشک آپ آنحضرتؐ کے وصی ہیں۔ اب آنحضرتؐ کا حلیۂ مبارک بیان کیجئے۔ امیر نے فرمایا۔ حضرتؐ کا چہرہ مبارک اس قدر روشن تھا۔ کہ اس کے مقابل آفتاب تاریک معلوم ہوتا تھا۔ اور آپ کا قد دل پذیر نہایت معتدل تھا۔ اور سر مبارک مدور اور گول تھا۔ اور پیشانی کشادہ۔ اور آنکھیں سیاہ۔ اور بھویں ملی ہوئیں اور دانت کھلے کھلے۔ جب حضرتؐ مسکراتے تو لبوں سے نور چمکتا تھا۔ اور حضرتؐ کی دونوں ہتھیلیاں گھر کے کاروبار کرنے کی وجہ سے چکی کی طرح سے سخت ہو گئی تھیں۔ آپ کا شکم مبارک پیٹھ سے جا لگا تھا۔ اور آپ کے دونوں کندھوں کے درمیان مُہرِ نبوّت واضح اور ظاہر تھی۔ اور آپ کے گوشت پوست اور خون کے درمیاں قلمِ قدرت سے کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ اور اُس کے بیرونی طرف میں تَوَجَّہْ حَیْثُ شِئْتَ فَلَکَ (جس طرف تیرا جی چاہے۔ متوجہ ہو۔ پس وہ تیرے واسطے ہے) لکھا ہوا تھا۔

جب امیر المومنینؑ نے آنحضرت صلعم کے علامات اور نشانات اس طرح بیان فرمائے۔ تو یہودی بولا صدقت یا علی "اے علیؑ تم نے سچ کہا۔ میں نے توریت میں بھی ایسا ہی دیکھا ہے۔ اب میں چاہتا ہوں۔ کہ حضرت کے لباس میں سے کوئی کپڑا ہو۔ تو میں اس سے آنحضرتؐ کی بُوئے مبارک کو سونگھوں۔ امیرؑ نے سلمانؓ سے فرمایا۔ کہ جا کر آنحضرتؐ کا خرقہ مبارک لے آؤ۔ سلمانؓ نے درِ دولت پر آ کر آواز دی۔ سیّدۃ النساءؑ کو سُنا کہ رسولؐ کے فراق میں زار زار رو رہی ہے۔ اور امامین حسنؑ اور حسینؑ ماں کے سامنے بیٹھے ساتھ رو رہے ہیں۔ اور اشعار ذیل کا مضمون ادا کر رہے ہیں:۔

نظم

اے نورِ دیدہ رفتی و مارا گزاشتی　　سرگشتگانِ بے سر و پا را گزاشتی

رفتی بہ بزمِ وصل و بدشت جفائے ہجر　　مجروح و خستہ اہلِ وفا را گزاشتی

تو راحتِ جراحت ہر سینۂ ولیک مرہم بہر دہ ورد و بلا را گزاشتی

جب سلمانؓ نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ جناب سیّدہؑ نے فرمایا۔ کون ہے جو یتیموں کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے۔ اور ہم غریبوں کی احوال پرسی کرتا ہے؟ سلمانؓ نے جواب دیا۔ اہلِ بیت کا خادم سلمانؓ ہے۔ اور امیرالمومنینؑ نے مجھ کو بھیجا ہے۔ اور آنحضرتؐ کا جبۂ مبارک طلب فرمایا ہے۔ سیّدۃ النساءؑ نے فرمایا کون ہے۔ جو میرے باپ کا جبہ پہنے۔ اور کون اس امرِ بزرگ میں سعی کر سکتا ہے۔ سلمانؓ نے یہودی کے واقعہ کا ذکر کر کے تمام قصہ بیان کیا سیّدۃ النساءؑ نے وہ خرقہ متبرکہ نکالا۔

منقول ہے کہ اس خرقہ میں سات جگہ لیفِ خُرما کے پیوند لگے ہوئے تھے۔ سلمان کے ہاتھ بھیج دیا۔ اصحابؓ نے اس کو سونگھا اور سر اور آنکھوں سے لگا کر یہودی کے حوالے کیا۔ اس نے اس کی خوشبو سونگھی اور قبرِ مطہر نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر آ کر نیاز مندانہ آسمان کی طرف مُنہ اُٹھا کر کہا۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ اِنْ قَبِلْتَ اِسْلَامِیْ فَاقْبِضْ رُوْحِیْ فِی السَّاعَةِ۔ یعنی کلمہ پڑھا اور یوں دعا کی کہ اے خدا اگر تو نے میرا اسلام قبول کر لیا ہے تو میری رُوح کو اسی وقت قبض کر لے۔ یہ کہا۔ اور مر گیا۔ اصحاب مستطاب نے اس کی تجہیز و تکفین کر کے **بقیع غرقد** میں اس کو دفن کر دیا۔

منقبت ۲۲۔ تفسیر فخر الدین رازی اور ترجمۃ الخواص میں مرقوم ہے۔ کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رحلت کے بعد قیصرِ روم کی طرف سے ایک خط مدینۂ طیبہ میں آیا۔ جس کا مضمون یہ تھا۔ کہ سورۂ فاتحہ تمہاری طرف سے ہم کو پہنچا۔ اور اس کے معنوں سے ہم واقف ہوئے۔ لیکن اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ میں ایک شبہ گزرتا ہے کہ اگر تمہارا دین برحق ہے اور اس کے قبول کرنے سے ضرور طریقِ قویم اور صراطِ مستقیم پر پہنچ سکتے ہیں۔ تو اس کا طلب کرنا تحصیل حاصل (بے فائدہ) ہے۔ اور اگر درحقیقت اپنے دین میں شک رکھتے ہو۔ پس ایمان جو یقین کا ثمرہ اور نتیجہ ہے۔ تاحال تمہارے دل میں متحقق اور ثابت نہیں ہوا۔ اس شُبہ کو دور کرو۔ اور مَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ کونسا گروہ ہے؟ اور ضَآلِّيْنَ سے کونسا فرقہ مراد ہے؟ اگر تم ان سوالات کا جواب مفصل روانہ کرو گے۔ تو ہم تمہارے دین میں آ جائیں گے۔ اور دینِ اسلام کو قبول کر لیں گے۔ جب یہ خط پہنچا۔ تو تمام صحابہ نے بابِ مدینۂ علم رسالت مآبؐ کی طرف رجوع کی۔ جب امیرالمومنینؑ قیصرِ روم کے سوالات سے خبردار ہوئے تو فرمایا۔ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ کے معنی ہیں۔ ثَبِّتْنَا عَلَيْهِ فِی الدُّنْيَا وَاهْدِنَا طَرِيْقَ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ یعنی جو راہ راست کہ ہم کو تو نے عطا فرمائی ہے۔ ہم کو دنیا میں ہماری زندگی کے زمانے میں اس پر ثابت اور قائم رکھ۔ اور جب ہم اس دنیائے فانی سے عالمِ بقا کی طرف کوچ کریں۔ تو اس ثبات اور استقامت کی برکت سے جنت کی طرف ہماری رہبری اور رہنمائی کر۔ اور دوسری آیت میں جو اِنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ

(یہ میرا راستہ مستقیم اور سیدھا ہے۔ پس تم اس کی پیروی کرو) فرمایا ہے اسی پر دلیل ہے۔ اوّل تو اس آیت میں صراط کی استقامت یعنی راہ کا مستقیم اور سیدھا ہونا فرمایا اور اس کی حقیقت معین فرمائی۔ پھر اس کی پیروی اور متابعت کی طرف جس سے اس پر ثابت اور قائم رہنا مراد ہے۔ رہبری فرماتا ہے۔ اور مغضوب علیہم سے یہودی یعنی قوم یہود مراد ہیں۔ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ ان کے حق میں دوسرے مقام پر وَبَاءُ وبِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ۔ (اور وہ اللہ کے غضب میں گرفتار ہوئے) فرماتا ہے۔ اور ضالین سے قوم نصاریٰ مراد ہیں۔ کیوں کہ اُن کی شان میں آیۂ وَضَلُّوْا عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ۔ اور وہ سیدھی راہ سے گمراہ ہو گئے) نازل ہوا ہے۔ اور جو کوئی محمدؐ اور اُن کے اہلِ بیتؑ کے طریق سے منحرف ہو۔ ایسی حکم میں داخل ہے۔ اور قیصر روم کے خط کے آخر میں لکھا تھا۔ کہ قرآن میں وہ کون سی سورت ہے۔ جس میں دوزخ کے دروازوں کی شمار کے موافق سات آیتیں ہیں۔ اور سات حروف حروف تہجی سے اس میں نہیں ہیں کہ ہم نے انجیل میں پڑھا ہے۔ کہ جو کوئی اس سورت کو پڑھے۔ دوزخ کے ساتوں دروازے اس پر بند ہو جاتے ہیں۔ امیرالمومنینؑ کرم اللہ وجہہٗ نے انہی جوابات کے آخر میں تحریر فرمایا۔ کہ وہ سورۂ فاتحہ ہے۔ جس کو سبع المثانی کہتے ہیں۔ اور وہ سات حرف کہ ثا۔ جیم۔ زا۔ شین۔ ظا۔ خا اور فا ہیں۔ اس میں نہیں ہیں۔ وہ یہی سورہ ہے۔ جو تم کو پہنچا ہے جس کے۔ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ میں تم کو شبہ ہے۔ اُس خط کو اپنی مُہر سے مُزیّن کر کے بھیج دیا قیصر روم نے پڑھا تو دین اسلام کی حقیقت اس پر ظاہر ہو گئی۔ لیکن اپنی قوم سے ظاہر نہ کر سکا۔ دل میں اسلام قبول کیا۔ اور مسلمان اسیروں کو واپس بھیج دیا۔

منقبت ۲۳۔ تفسیر ثعلبی میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ وہ بیان کرتا ہے کہ قرآن سات حرف پر نازل ہوا ہے۔ اور ہر ایک حرف کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن۔ اور امیرالمومنینؑ علی کو قرآن کا ظاہری اور باطنی علم حاصل ہے۔ اور حرف سے اس قول میں شاید قرأت مراد ہو یعنی قرآن سات قرأتوں پر نازل ہوا ہے۔ یا حرف سے اصل مراد ہو کہ سات اصل پر نازل ہُوا ہے۔ محکم۔ متشابہ۔ نصّ ظاہرہ۔ مجمل۔ مأوّل۔ ناسخ اور منسوخ۔

منقبت ۲۴۔ اربعین علّامہ جاراللہ میں مرقوم ہے۔ کہ جب حدیث اَنَا مَدِيْنَةُ الْعِلْمِ وَعَلِيٌّ بَابُهَا۔ بعض خوارج نے سُنی۔ تو از روئے حسدان کی قوم کے دس عالموں نے امیرالمومنینؑ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی ہم میں سے ہر ایک شخص آپ سے ایک ہی سوال کرے گا۔ اگر حضرتؑ نے ہم میں سے ہر شخص کے سوال کا جدا جدا جواب دیا۔ تب ہم جانیں گے کہ تم بیشک علم رسول کے شہر کا دروازہ ہو۔ امیرالمومنینؑ نے فرمایا۔ پوچھو جو کچھ تمہارے جی میں ہے۔ تب ایک نے آ کر سوال کیا۔ علم بہتر ہے یا مال۔ فرمایا۔ علم بہتر ہے مال سے۔ اس نے کہا۔ کس دلیل سے۔ فرمایا اس لئے کہ علم پیغمبروں کی میراث ہے۔ اور مالِ قارون۔ ہامان اور فرعون کی میراث۔ دُوسرے نے پوچھا۔ علم

بہتر ہے کہ مال ۔ فرمایا علم مال سے بہتر ہے۔کیونکہ مال کا تو خود نگہبان ہے ۔اور علم خود تیرا نگہبان ہے تیسرے کے جواب میں فرمایا۔کہ علم مال سے بہتر ہے۔اس لئے کہ مال والے کے دشمن بہت ہیں۔اور علم والے کے دوست بہت ۔ چوتھے نے بھی وہی سوال کیا۔جواب میں فرمایا۔علم بہتر ہے مال سے ۔کیونکہ مال صرف کرنے سے کم ہو جاتا ہے۔ اور علم صرف کرنے سے بڑھ جاتا ہے۔ پانچویں کے جواب میں فرمایا۔ مال سے علم بہتر ہے کیونکہ صاحب مال کو بخیل کہتے ہیں۔ اور صاحب علم کو کریم چھٹے نے بھی سوال کیا۔جواب میں فرمایا۔علم بہتر ہے مال سے ۔ اس لئے کہ مال کی چور سے حفاظت کرنا ضروری ہے ۔ اور علم کو حفاظت کی ضرورت نہیں۔ساتویں کے جواب میں ارشاد فرمایا۔کہ علم مال سے بہتر ہے۔کیونکہ صاحب مال سے کل روز قیامت کو حساب طلب کریں گے اور صاحب علم سے نہیں۔ آٹھویں کو جواب دیا۔ کہ علم مال سے بہتر ہے۔کیونکہ مال مدّت کے بڑھنے سے پُرانا ہو جاتا ہے ۔ اور علم پُرانا نہیں ہوتا۔ نویں عالم کے جواب میں فرمایا کہ مال سے علم بہتر ہے۔اس لئے کہ علم سے دل روشن ہو جاتا ہے ۔اور مال کی محبت سے دل سیاہ ہو جاتا ہے۔ دسویں نے سوال کیا۔علم بہتر ہے کہ مال ۔فرمایا علم مال سے بہتر ہے۔ اس لئے کہ مالدار فرعون کی طرح خدائی کا دعوٰے کرتا ہے۔اور صاحب علم کہتا ہے ۔مَاعَبَدْنَاكَ حَقَّ عِبَادَتِكَ ۔ (ہم نے تیری عبادت نہیں کی۔جو تیری عبادت کا حق ہے)

اور ان جوابات کے بعد فرمایا۔اس خدا کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں علیؑ بن ابی طالب کی جان ہے۔ اگر تم سوال کرتے رہو۔جب تک کہ میں زندہ ہوں ۔ تو ہر سوال کا جواب تازہ اور غیر مکرر دیتا رہوں گا جب ان خوارج نے امیرالمومنینؑ سے اس طرح کا علم اور دانائی مشاہدہ کی۔ دسوں شخص اپنے پیروؤں اور تابعین سمیت تائب ہوئے ۔اور توبہ کر کے مومن ہو گئے ۔

منقبت ۲۵ فصل الخطاب اور معارف میں امیرالمومنین سے روایت ہے۔کہ ایک روز سید کائنات علیہ افضل الصلوات دولت سرا میں تشریف رکھتے تھے۔ مجھ سے فرمایا۔ یَا اَخِیْ خُذْ بِالْبَابِ فَاِنَّ الْمَلٰٓئِكَةَ عِنْدِیْ وَ یَاْخُذُوْنَ مِنِّیْ ۔ یعنی اے بھائی ! دروازہ بند کر لو۔کیونکہ فرشتے میرے پاس موجود ہیں۔اور مجھ سے تعلیم دین اور ارشاد راہ یقین حاصل کرتے ہیں۔پس گروہ گروہ ملائکہ آتے تھے اور آنحضرت سے تعلیم لے کر جاتے تھے۔میں نے ان کی آواز سُن کر معلوم کر لیا کہ تین سو تینتیس فرشتے ہیں۔جب آنحضرتؐ تعلیم دینے سے فارغ ہوئے۔میں نے عرض کی یارسولؐ اللہ! یہ فرشتے جو گئے ہیں۔تین سو تینتیس فرشتے تھے۔فرمایا۔ ہاں۔ لیکن تم نے کیونکر معلوم کیا۔مَیں نے عرض کی۔سَمِعْتُ ثَلٰثَمِائَةٍ وَثَلٰثِیْنَ صَوْتًا فَعَلِمْتُ اَنَّهُمْ ثَلٰثَمِائَةٍ وَثَلٰثُوْنَ ۔یعنی میں نے تین سو تیس آوازیں سُنیں۔ اس سے میں نے جانا کہ وہ تین سو تیس تن ہیں۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا دست مبارک میرے سینے پر رکھ کر فرمایا۔ زَادَكَ اللّٰهُ اِیْمَانًا وَّعِلْمًا یَاعَلِیُّ اے

علیؑ خدا تیرے ایمان اور علم کو زیادہ کرے)۔

منقبت ۲۶۔ نیز فصل الخطاب میں لکھا ہے کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ایک دیوانی عورت کو لائے جس نے زنا کیا تھا۔ عمرؓ نے اس کے رجم کرنے کا حکم دیا۔ امیر المومنین کرم اللہ وجہہ نے فرمایا میں نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سُنا کہ وہ فرماتے تھے۔ رُفِعَ الْقَلَمُ عَنْ ثَلَاثٍ عَنِ الْمَجْنُوْنِ حَتّٰى يَبْرَءَ وَعَنِ الْغُلَامِ حَتّٰى يُدْرِكَ وَعَنِ النَّائِمِ حَتّٰى يَسْتَيْقِظَ۔ یعنی خدا تعالےٰ نے تین شخصوں سے قلم اٹھالیا ہے (ان کا گناہ نہیں لکھا جاتا) اوّل دیوانہ سے یہاں تک کہ وہ تندرست ہوجائے۔ دوم بچے سے جب تک کہ بالغ نہ ہوجائے۔ سوم۔ سونے والے سے یہاں تک کہ وہ جاگ اُٹھے۔ فَخَلّٰى عَنْهَا پس عمرؓ نے حضرت کا یہ قول سُنا۔ تو اس مجنونہ کے سنگسار کرنے سے درگزر کی۔ اور امیر المومنینؑ کے قول کی طرف رجوع کیا۔ اور فرمایا۔ عَجَزَتِ النِّسَاءُ اَنْ يَلِدْنَ مِثْلَ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ لَوْلَا عَلِيٌّ لَهَلَكَ عُمَرُ۔ یعنی عورتیں علیؑ بن ابی طالب کی مانند جننے سے عاجز ہیں۔ اگر علیؑ نہ ہوتے تو عمرؓ ضرور ہلاک ہوجاتا۔

منقبت ۲۷۔ تفسیر فخر رازی اور کنز العرفان میں آیۂ کریمہ لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْٓا (مائدہ ۱۲) ان لوگوں پر جو ایمان لائے۔ اور اعمال نیک بجالائے کوئی گناہ نہیں ہے۔ اس چیز میں جو انہوں نے کھایا ہے۔ کے بیان میں لکھا ہے کہ عمرؓ بن الخطاب کے زمانۂ حکومت میں قدامہ بن مطعون نے شراب پی۔ خلیفہ نے اس پر حد جاری کرنے کا ارادہ کیا۔ قدامہ نے آیۂ مذکورہ پڑھ کر کہا مجھ پر حد واجب نہیں۔ خلیفہ نے اس سے ہاتھ روک لیا۔ جب یہ خبر امیر المومنین کرم اللہ وجہہ کو پہنچی۔ تو دار الشرع میں تشریف لائے اور فرمایا۔ اے ابو حفص! تو نے قدامہ کو حد لگانا کیوں چھوڑ دیا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا۔ اس نے یہ آیۂ میرے سامنے پڑھا۔ امیر المومنینؑ نے فرمایا۔ قدامہ اس آیت کے تحت میں داخل نہیں۔ کیوں کہ حرام کا مرتکب ہُوا ہے اور اہلِ ایمان اس آیت کے بموجب حرام کو حلال نہیں جانتے۔ پس اس کو واپس بلا کر اس قول سے جو اس نے کہا ہے توبہ کرا۔ اور توبہ کرانے کے بعد حد جاری کر۔ اور اگر وہ توبہ نہ کرے تو اس کو قتل کر کیونکہ وہ ملّتِ اسلام سے خارج ہے۔ جب یہ خبر قدامہ کو پہنچی۔ تو اُس نے توبہ کی۔

منقبت ۲۸۔ روضۃ الاحباب دفتر ثانی اور حبیب السیر جلد اول میں مرقوم ہے کہ ۲۹ہجری عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں قبیلہ جہینہ کی ایک عورت کو لائے۔ اور بیان کیا کہ اس نے نکاح کرنے اور شوہر سے خلوت واقع ہونے کے چھ مہینے بعد بچہ جنا ہے۔ عثمانؓ نے بلا تامل اس کے سنگسار کرنے کا حکم دیا۔ جب امیر المومنینؑ اس واقعہ کی کیفیت سے مطلع ہوئے۔ دار الشرع میں آکر فرمایا۔ اگر اس سیاست کے جاری کرنے میں تاخیر کرو۔ تو اولیٰ وانسب ہے اس لئے کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے۔ وَحَمْلُهٗ وَفِصَالُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا (احقاف) اور اس کا حمل اور دُودھ پلانے

کی مدّت (دونوں مل کر تیس[30] مہینے ہوتے ہیں) اس آیت سے حمل کی کم از کم مدّت اور دُودھ پلانے کی مدّت کا مجموعہ معلوم ہوتا ہے۔ اور مدّت فصال یعنی دُودھ پلانے کی مدّت کلام الٰہی۔ وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ بقرہ[3] (اور مائیں اپنی اولاد کو دو سال کامل دُودھ پلائیں) کے موافق پورے دو سال ہے۔ پس حمل کی کم از کم مدّت چھ مہینے ہوگی۔ اس لئے اس عورت کا زنا کرنا یقینی طور پر ثابت نہیں ہوتا۔ عثمانؓ نے ان مقدمات پر غور کرنے کے بعد ایک شخص پیچھے سے بھیجا۔ کہ قول۔ اَلْعُجْلَةُ مِنَ الشَّيْطَانِ (جلد بازی شیطان کا کام ہے) کے موافق اس عورت کے سنگسار کرنے میں جلدبازی نہ کریں لیکن آدمی کے پہنچنے تک کام ہاتھ سے نکل چکا تھا۔

بیت

نوش دارد کہ پس از مرگ بسہراب دہند نہ دہد فائدہ گر ہمہ تریاک بود!

منقبت ۲۹۔ کتاب مطول کے فن بدیع کی بحث میں مرقوم ہے۔ کہ امیر المومنین علیؑ نے معاویہ کے نام ایک خط اس عبارت فصیح میں تحریر فرمایا۔ غَرَّكَ عِزُّكَ فَصَارَ قُصَارُ ذٰلِكَ ذُلَّكَ فَاخْشَ فَاحِشَ فِعْلِكَ فَعَلَّكَ تُهْدٰى بِهٰذَا۔ یعنی تجھ کو تیری عزّت نے مغرور کیا۔ پس اس کا انجام تیری ذلت ہوگی پس تو اپنے فعل کی بدیوں سے ڈر۔ شاید کہ خدا تعالیٰ اس کے ذریعہ تجھ کو راہ راست کی طرف ہدایت کرے۔ اور اس نامہ نامی کو قنبر کے ہاتھ سے روانہ فرمایا تھا۔ جب وہ معاویہ کے پاس پہنچا۔ تو معاویہ نے قنبر کے قد کی درازی پر نظر کرکے مسخراپن سے کہا۔ اَهَلْ عِنْدَكَ خَبَرٌ مِّنَ السَّمَآءِ۔ یعنی کیا تیرے پاس آسمان کی کچھ خبر ہے؟ قنبرؓ نے جواب دیا۔ ہاں۔ اِنَّ الْعَلِيَّ فِيْ قَفَآئِكَ وَمَلَكُ الْمَوْتِ فِيْ هَوَآئِكَ۔ یعنی امیر المومنین علیؑ تیرے پیچھے آرہے ہیں اور عزرائیل فرشتہ تیری تلاش میں ہے۔ معاویہ شرمندہ ہوکر خاموش رہ گیا۔ پس قنبر جوتے پہنے اس کے قالین پر چلے تاکہ جاکر معاویہ سے مُلاقات کرے۔ معاویہ نے کہا فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ (جوتے اتار دو) قنبرؓ بولے هٰذَا وَادِی الْمُقَدَّسِ۔ یعنی اے معاویہ تو کہ جوتے اُتارنے کو کہتا ہے۔ جس طرح حق تعالیٰ نے کوہ طور پر موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا تھا۔ کہ اے موسیٰؑ اپنے جوتے اُتار دے۔ تو وادی مقدّس طویٰ میں ہے۔ اے معاویہ! کیا یہ بھی وادی مقدس ہے۔ معاویہ کو کچھ جواب بن نہ آیا۔ اور شرمندہ ہوکر سر جھکالیا۔

پس معاویہؓ نے امیر المومنینؑ کے جواب میں لکھا۔ عَلٰى قَدْرِیْ غَلٰى قِدْرِیْ۔ یعنی میری ہنڈیا میرے مرتبے کے موافق جوش مارتی ہے۔

نیز مطول اور مختصر معانی میں لکھا ہے کہ علیؑ مشتق ہے۔ عُلُوّ سے اور عُلُو کے معنی ہیں۔ تمام چیزوں سے بلند۔ اور معاویہ عَوّ سے مشتق ہے۔ اور عَوّ کتے کی آواز کو کہتے ہیں۔

اور بعض کتب معتبرہ میں لکھا ہے۔ کہ معاویہ نے اپنی بغاوت کے زمانے میں ایک مسجد بیت المال کے

روپے سے تعمیر کرائی۔ اور اس پر فخر و مباہات کرتا تھا۔ جب یہ خبر جناب امیرالمومنینؑ کے گوش مبارک میں پہنچی تو فی البدیہہ یہ تین بیتیں لکھ کر اس کو بھیج دیں۔

اشعار

سَمِعْتُكَ تَبْنِیْ مَسْجِدًا مِنْ خِیَانَةٍ وَاَنْتَ بِعَوْنِ اللّٰهِ غَیْرُ مُوَفَّقٍ!

یعنی میں نے سُنا ہے کہ تو خیانت سے ایک مسجد تعمیر کر رہا ہے۔ حالانکہ تو عنایت خدا سے توفیق نہ پائے گا۔

کَمُطْعِمَةِ الزَّمَنَانِ مِنْ کَسْبِ فَرْجِهَا جَرٰی مَثَلًا لِّلْخَائِنِ الْمُتَصَدِّقِ

یعنی زمنان عورت کی طرح جو اپنی فرج کی کمائی سے کھانا کھلاتی اور تصدق کیا کرتی تھی۔ اور یہ خیانت کا صدقہ دینے والے کے لئے ضرب المثل ہو گئی ہے۔

وَقَالَ لَهَا اَهْلُ الْبَصِیْرَةِ وَالتُّقٰی لَكِ الْوَیْلُ لَا تَزْنِیْ وَلَا تَتَصَدَّقِیْ

یعنی اہل بصیرت اور اہل تقویٰ یعنے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس عورت یعنی زمنان سے جب کہ وہ حاضر خدمت ہوئی۔ اور عرض کی یا رسول اللہ! میں زنا سے صدقہ دیتی ہوں۔ ارشاد فرمایا۔ لَا تَزْنِیْ وَلَا تَتَصَدَّقِیْ۔ یعنی تو زنا نہ کر۔ اور صدقہ نہ دے۔

منقبت ؎ مصابیح القلوب میں مرقوم ہے کہ امیرالمومنین کرم اللہ وجہہ شہر کوفہ میں اپنے دوستوں کی ایک جماعت کے ساتھ ایک نخلستان میں ایک درخت کے نیچے بیٹھے ہوئے خرما تناول فرما رہے تھے۔ رشید ہجری نے کہا۔ کیسا اچھا خرما ہے۔ فرمایا۔ میری وفات کے بعد تجھ کو اس درخت کی لکڑی پر سولی چڑھائیں گے رشید بیان کرتے ہیں۔ کہ امیرالمومنینؑ کی وفات کے بعد میں ہر روز اس درخت کی تواضع کیا کرتا تھا۔ کہ خشک نہ ہو جائے۔ ایک دن وہاں جا کر کیا دیکھتا ہوں کہ وہ درخت مرجھا گیا ہے۔ میں نے کہا۔ افسوس میری اجل قریب آ گئی۔ دوسرے روز جو وہاں گیا۔ تو دیکھا۔ کہ اس میں سے آدھا تنہ کاٹ کر کنوئیں کی چرخی کا ستون بنا لیا ہے۔ اس سے اگلے روز ایک شخص میرے پاس آیا۔ کہ امیر عبیداللہ تجھ کو بلاتا ہے۔ جب میں اس کے محل کے دروازے پر پہنچا۔ تو دیکھا۔ کہ وہ درخت کا آدھا تنہ وہاں پڑا ہے اس پر پاؤں مار کر کہا۔ مجھ کو تیرے لئے لائے ہیں۔ الغرض مجھ کو ابن زیاد کے پاس لے گئے۔ وہ شقی بولا علیؑ بن ابی طالب کے کچھ جھوٹ بیان کر۔ میں نے جواب دیا۔ خدا کی قسم۔ حضرت نے کبھی جھوٹ نہیں فرمایا۔ اور اس جناب نے مجھے خبر دی ہے۔ کہ تو میرے ہاتھ پاؤں اور زبان کاٹ کر سولی پہ چڑھائے گا۔ بولا میں اُس کو جھوٹا کروں گا۔ تیرے ہاتھ پاؤں کاٹوں گا۔ اور زبان چھوڑ دوں گا۔ پھر اس مردود کے حکم سے رشید

معلوم رہے کہ اہل عروض نے اس بحر کو ناقوس سے اخذ کرکے اس کا نام بحرِ ناقوس رکھا ہے۔ اس کے ہر ایک مصرع میں چار فَعْلُنْ ہیں۔ بسکونِ عین۔ اور یہ بحرِ مثمن مستعمل ہے۔ اور کلمہ طیبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ جو اِن تینوں کا پہلا مصرع ہے۔ اس کی تقطیع اس طرح پر ہے۔ لَا ! بہ اشباع ہمزہ مکسور (لَا اِیْ) فَعْلُنْ لَاہَ بہ اشباع ہائے مفتوح (لَاھَا) فَعْلُنْ۔ اِلْ لِلْ فَعْلُنْ لَاہُ بہ اشباعِ ہائے مضمومہ (لَاھُوْ) فَعْلُنْ (اسی طرح اور مصرعوں کی تقطیع ہوسکتی ہے)

ترجمہ۔ بیت اول۔ کلمہ طیبہ لاالہ الا اللہ۔ حق اور صدق ہے۔ حق اور صدق ہے۔ مبالغہ کی وجہ سے مکرر آیا ہے۔

ترجمہ۔ بیت دوم۔ دُنیا نے ہم کو فریب دیا۔ اور ہم کو اپنے میں مشغول کرلیا۔ اور ہم کو سہو اور خطا میں ڈالا۔ (استہوا کے معنے حیران وسرگشتہ کرنا ہے۔ اس لحاظ سے استھوتنا کے معنے یہ ہوں گے کہ ہم کو دنیا نے حیران اور سرگشتہ کردیا۔ مترجم)

ترجمہ۔ بیت سوم۔ اے دنیا کے بیٹے! دنیا جماعت جماعت اور قرن قرن کو فنا کرتی ہے۔

ترجمہ۔ بیت چہارم۔ ہمارا کوئی دن نہیں گزرتا۔ مگر یہ کہ وہ ہمارے ایک رکن کو سُست وکمزور کردیتا ہے۔

ترجمہ۔ بیت پنجم۔ ہم نے باقی رہنے والے گھر کو ضائع کیا۔ اور سرائے فانی کو اپنا وطن بنایا۔

ترجمہ۔ بیت ششم۔ ہم نے دنیا میں جو تقصیرات اور کوتاہیاں کی ہیں۔ اس کا حال ہم کو اسی روز معلوم ہوگا۔ جبکہ مریں گے۔

راوی کہتا ہے کہ میں نے عرض کی یا امیر المومنینؑ! ناقوس جو کچھ کہتا ہے۔ کیا نصاریٰ بھی اس کو جانتے ہیں فرمایا۔ اگر وہ جانتے۔ تو کبھی عیسیٰؑ کو خدا نہ مانتے۔ دوسرے روز میں نے جاکر دَیرانی سے کہا۔ تجھے مسیح کی قسم ناقوس کو بجا۔ جس طرح کہ کل بجاتا تھا۔ اور میں ابیات مذکورہ بالا پڑھتا تھا۔ یہاں تک کہ میں مصراعِ فِیْھَا اِلَّا یَوْمًا مِتْنَا۔ پر پہنچا۔ تب دَیرانی نے کہا۔ خدا کی قسم سچ بتا۔ تجھ کو یہ بات کس نے بتائی؟ میں نے کہا۔ کہ اس مرد نے جو کل میرے ساتھ تھا۔ بولا۔ کیا اس میں اور تمہارے پیغمبرؐ میں کچھ قرابت ہے؟ میں نے کہا سرورِ انبیا کا پسر عم ہے۔ دَیرانی نے کہا۔ خدا کی قسم میں نے توریت میں لکھا ہوا دیکھا ہے۔ کہ سب پیغمبروں کے آخر میں ایک پیغمبر ہوگا کہ اس کا وصی ناقوس کی آواز میں تفسیر کرے گا۔ پھر میرے ہمراہ امیر المومنینؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور مسلمان ہوگیا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی دِیْنِ الْاِسْلَامِ۔

منقبت ۳۶۔ نیز کتاب مذکور میں اسنادِ طویل کے ساتھ امام جعفر صادق رضوان اللہ علیہ سے منقول ہے۔

کہ ایک اعرابی نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایک ناقہ کی قیمت کے بابت ستر درہم کا دعولے کیا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ اے اعرابی! کیا تو مجھ سے قیمت پوری نہیں لے چکا؟ وہ بولا نہیں۔ حضرتؐ نے فرمایا۔ میں ناقہ کی قیمت تجھ کو دے چکا ہوں۔ اعرابی نے کہا۔ ایک شخص کو منصف مقرر کیجئے۔ جو مجھ میں اور آپؐ میں حکم کرے پس آنحضرتؐ نے اعرابی کی اتفاق رائے سے ابوبکرؓ کو حکَم مقرر کیا۔ ابوبکرؓ نے کہا۔ اے اعرابی! تیرا پیغمبرؐ پر کیا دعولے ہے۔ اعرابی نے کہا۔ کہ ناقہ کی قیمت کے ستر درہم۔ پھر آنحضرتؐ سے پوچھا۔ یا رسولؐ اللہ آپ نے اس کے ناقہ لینے کا اقرار تو کر لیا ہے۔ اب اپنی بات کے ثبوت کے لئے (کہ ستر درہم دے دیئے ہیں) دو گواہ پیش کیجئے۔ یا ستر درہم اس کے حوالے کیجئے۔ اسی اثناء میں عمرؓ بن الخطاب بھی آ گئے آنحضرتؐ نے اعرابی کی اتفاق رائے سے عمرؓ کو حکَم (پنچ منصف) بنایا۔ عمرؓ نے بھی بعینہ ابوبکرؓ کی طرح فیصلہ کیا۔ یہ سن کر آنحضرت غضب آلود ہو کر اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اور فرماتے تھے۔ میں اس شخص کو چاہتا ہوں۔ جو حکم خدا کے مطابق فیصلہ کرے۔ پس اعرابی کی اتفاق رائے سے امیرالمومنین کرم اللہ وجہہ کو حکَم مقرر کیا گیا۔ امیرالمومنینؑ نے پوچھا اے اعرابی! رسولؐ خدا پر تیرا کیا دعولے ہے؟ وہ بولا کہ ناقہ کی قیمت کے ستر درہم۔ پھر پیغمبرؐ سے مخاطب ہو کر کہا۔ اے رسولؐ خدا آپ کیا فرماتے ہیں؟ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ میں ناقہ کی قیمت دے چکا ہوں۔ بعد ازاں اعرابی سے کہا پیغمبر صلعم فرماتے ہیں کہ میں ناقہ کی قیمت دے چکا ہوں۔ کیا وہ سچ کہتے ہیں؟ اعرابی بولا۔ نہیں۔ امیرالمومنینؑ نے تلوار میان سے نکال کر اعرابی کی گردن اڑا دی آنحضرتؐ نے فرمایا۔ اے بھائی! تم نے اعرابی کو کیوں قتل کیا؟ عرض کی۔ اس لئے کہ اُس نے رسولِؐ خدا کی تکذیب کی اور جھوٹا بتایا۔ اور جو کوئی آپؐ کی تکذیب کرے۔ اس کا قتل کرنا حلال ہے۔ اور اس کو مار ڈالنا واجب ہے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ مجھے قسم ہے۔ اس ذات کی جس نے مجھے صدق و راستی کے ساتھ پیغمبر بنا کر بھیجا ہے۔ کہ اے بھائی! تو نے اعرابی کے) قتل کرنے کے باب میں حکمِ خدا کی خلاف ورزی نہیں کی۔ یعنے جو کچھ خدا کی رضامندی تھی۔ تجھ سے ظہور میں آئی۔

جَزَاكَ اللّٰهُ فِي الدَّارَيْنِ خَيْرًا۔

منقبت ۳۵۔ نیز کتاب مذکور میں اسناد طویل کے ساتھ اصبغ بن نباتہ سے منقول ہے۔ کہ جب امیرالمومنینؑ خلافتِ ظاہری کے تخت پر بیٹھے۔ اور لوگوں نے آپ سے بیعت کر لی۔ تو رسولؐ کا عمامہ سر پر رکھے۔ آنحضرتؐ کا خرقۂ متبرک پہنے۔ اور نعلین سیدالثقلینؐ پاؤں میں ڈالے۔ اور خاتم انبیاء کی تلوار حمائل کئے منبر پر تشریف لے گئے۔ اور فرمایا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى اِحْسَانِهٖ قَدْ رَجَعَ الْحَقُّ اِلٰى مَكَانِهٖ۔

(یعنی خدا کا شکر ہے اس کے احسان پر کہ حق اپنے مقام پر واپس آ گیا) اور فرمایا۔ اے لوگو! جو چاہو پوچھو۔ قبل اس کے کہ مجھ کو نہ پاؤ۔ اسی اثنار میں اشعث بن قیس نے اُٹھ کر کہا۔ یا امیرالمومنینؑ! تم مجوس سے کیوں کر جزیہ لیتے ہو۔ حالانکہ اُن پر کوئی کتاب نازل نہیں ہوئی۔ اور ان کی طرف کوئی پیغمبرؑ مبعوث نہیں ہوا۔ امیر نے فرمایا۔ اے اشعث! اللہ تعالیٰ نے بے شک کتاب اور پیغمبرؑ ان کے لئے بھیجا ہے۔ اور ان کا ایک بادشاہ تھا۔ ایک رات اس نے بیہوش ہو کر اپنی بیٹی کو اپنے بستر پر طلب کیا۔ اور اس سے ہم بستری کی۔ جب اس کی قوم نے سُنا۔ تو کہا۔ اے بادشاہ تو نے ہمارے دین کو تباہ کر ڈالا۔ باہر نکل تاکہ ہم تجھ کو پاک کریں۔ اور تجھ پر حد جاری کریں۔ بادشاہ نے ان سے کہا۔ تم میری بات سُنو۔ اگر میرے پاس کوئی دلیل و برہان اور کچھ ثبوت نہ ہو تو مجھ کو اس امر کے بدلے جس کا میں مرتکب ہوا ہوں۔ جو چاہو۔ سزا دو۔ بعد ازاں یہ تقریر کی۔ اے لوگو! کیا تم جانتے ہو۔ کہ خدا نے ہماری ماں حوّاؑ کو آدمؑ سے پیدا کیا۔ اور آدمؑ نے اُس سے اپنا عقد کیا۔ اور اسی طرح اپنے بیٹوں کا اپنی بیٹیوں سے نکاح کیا۔ لوگوں نے کہا سچ کہا تم نے۔ بادشاہ نے کہا۔ میرا یہ کام بھی ویسا ہی ہے۔ پس قوم نے اسی دلیل کی رو سے اپنے محرمات سے نکاح کیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے علم کو ان کے سینوں سے محو کر دیا۔ اور کتاب کو ان کے درمیان سے اٹھا لیا۔ اس لئے وہ کافر ہیں کہ دوزخ میں داخل ہوں گے اور منافقوں کا حال ان سے بھی زیادہ تر سخت ہے۔ اسی اثنا میں ایک اور شخص نے آکر عرض کی یا امیرالمومنینؑ! مجھے اس علم کی طرف رہنمائی فرمایئے جس کے وسیلے سے خدا تعالیٰ مجھکو نجات دے فرمایا سُن کہ دنیا تین چیزوں سے قائم ہے:

(۱) عالم جو اپنے علم پر عمل کرے۔ اور اس کو بیان کرے۔

(۲) مالدار جو اپنے مال میں اہلِ دین کے لئے بخل نہ کرے۔

(۳) فقیر جو صابر ہو۔ جب عالم اپنے علم کو پوشیدہ کرے۔ اور غنی بخیلی اختیار کرے۔ اور فقیر صبر نہ کرے۔ اُس وقت وَیل اور ثبور ہے۔ یعنی اس وقت دنیا ہلاک ہو جائے گی۔ اور عارفانِ خدا شناس جانتے ہیں۔ کہ دارِ دُنیا کفر کی طرف رجوع کرے گا۔ اور لوگ مسجدوں اور جماعت کی کثرت پر فریفتہ اور مغرور نہ ہوں۔ بعض گروہ ایسے ہیں کہ ان کے بدن توجمع ہیں۔ اور ان کے دل پریشان اور جدا جدا ہیں۔ اے لوگو! خلقِ خدا کے تین گروہ ہیں۔ زاہدؔ۔ راغبؔ۔ صابرؔ۔ زاہدؔ وہ ہے۔ جو دنیا کی کسی چیز سے جو اُس کی طرف آئے۔ خوش نہ ہو۔ اور دنیا کی کسی چیز کے جاتے رہنے سے محزون و غمگین نہ ہو۔ اور صابر وہ ہے جو دنیا کی آرزو نہیں کرتا۔ لیکن جب ہاتھ آ جاتی ہے۔ تو اس سے متعرض ہوتا ہے (یعنی اس کو استعمال کرتا ہے) اس لئے کہ وہ اس کی عاقبت کی جزا کو جانتا ہے۔ اور راغبؔ حاصل شدہ دُنیا کے حلال و حرام کی ذرا پروا نہیں کرتا۔ سائلؔ نے عرض کی یا امیرالمومنینؑ! مومن کا نشان کیا ہے۔ فرمایا۔ مومن کا نشان یہ ہے۔ کہ

اس چیز کی طرف نظر کرے جس کو خدا نے اس پر واجب کیا ہے۔ اور اس کی طرف متوجہ ہو۔ اور اس چیز میں نظر نہ کرے۔ جس میں خدا کی مخالفت ہے۔ اور اس سے بیزار رہو۔ سائل نے کہا۔ یا امیرالمومنینؑ! سچ فرمایا۔ یہ کہا اور پوشیدہ ہو گیا۔ امیرؑ نے مسکرا کر فرمایا۔ یہ شخص میرے بھائی خضر علیہ السلام تھے۔

منقبت ۳۶ کفایۃ المومنین میں لکھا ہے۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ میں خالد بن ولید کو ایک جماعت کثیر کے ساتھ قبیلہ بنی حنیفہ پر جو مالوں کی زکوٰۃ ادا کرنے میں دیر کر رہے تھے بھیجا تاکہ ان کو راہِ راست کی طرف رہنمائی کرے۔ خالد اس قبیلہ پر غالب آیا۔ اور غنائم اور بہت سے اسیر پر قابض ہوا۔ جب اسیروں کو مسجد میں لائے۔ تو ایک سردار قبیلہ کی لڑکی خولہ نام بھی ان اسیروں میں تھی جب اس کی نظر حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرقد منوّر و مطہر پر پڑی۔ تو قبر کے نزدیک جا کر بے انتہا گریہ و زاری کرنے کے بعد عرض کی۔ یارسولؐ اللہ! میں آپ کے پاس شکایت لے کر آئی ہوں جب خلیفہ کی نظر اس لڑکی پر پڑی۔ تو کہا اے لڑکی تو کیا شکایت کرتی ہے۔ اس نے جواب دیا۔ ہم کلمۂ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کے قائل ہیں۔ ہم کو کس لئے اسیر کیا ہے؟ خلیفہ نے کہا۔ تم نے زکوٰۃ کو روک لیا۔ خولہ نے کہا۔ یہ واقعہ اس طرح پر نہیں ہے۔ جیسا کہ لوگوں نے آپ سے بیان کیا ہے۔ بلکہ حضرت رسالت پناہ کے عہد میں ہمارے ہاں یہ دستور تھا۔ کہ ہمارے اغنیاء سے زکوٰۃ وصول کر کے فقیروں اور محتاجوں کو دیتے تھے۔ ہم نے کہا۔ کہ اب بھی تم اسی دستور کے مطابق عمل کرو۔ انہوں نے ہماری التماس کو قبول نہ کیا اور ہم غریبوں کو اسیر کر لیا۔ حاضرین میں سے ایک شخص نے کہا یا امیرالمومنین! تم اس لڑکی سے کیا بات کرتے ہو۔ کیونکہ یہ اسیری کے بعد اس قسم کے عاجزانہ کلمات کہتے ہیں۔ خولہ نے کہا۔ میں سچ کہتی ہوں۔ تم جو چاہو سو کرو۔ پھر خلیفۂ وقت نے اپنی زبان گوہر فشاں سے فرمایا۔ کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں یہ قاعدہ تھا۔ کہ اصحاب میں سے جو شخص کسی اسیر کے سر پر کپڑا اڑا لتا تھا۔ اور دوسرا شخص اس کپڑے پر کوئی چیز زیادہ نہ کرتا۔ تو وہ اسیر اسی سے متعلق ہوا کرتا تھا۔ تم بھی ایسا ہی کرو۔ دو شخصوں نے اس خیال سے کہ خولہ کو اپنی زوجہ بنائیں۔ اس پر کپڑا اڈالا۔ خولہ نے کہا۔ لاواللہ۔ خدا کی قسم نہیں۔ ہرگز یہ خیال پورا نہ ہو گا۔ اور یہ امر محال وقوع میں نہ آئے گا۔ اور کوئی شخص میرا مالک نہیں ہو سکتا۔ سوائے اس شخص کے جو اس بات کو بتائے۔ جو ولادت کے وقت مجھ سے وقوع میں آئی۔ اور جو کلام میں نے پیدائش کے وقت کیا۔ اس کو بیان کرے۔ حاضرین میں سے ایک شخص نے کہا۔ کہ اے لڑکی! تو بیتابی اور بے قراری کی حالت میں یہ بے کار اور لاحاصل باتیں بنا رہی ہے۔ وہ بولی۔ خدا کی قسم۔ میں اس قول میں سچی ہوں۔ جھوٹی نہیں۔ اسی اثناء میں سرورِ غالب علیؑ ابنِ ابی طالب مسجد میں تشریف لائے۔ اور یہ

یہ ماجرا مفصل طور پر سُن کر فرمایا۔ اے لوگو! ذرا ٹھہرو کہ میں اس لڑکی سے اس کے حالات کی بابت سوال کر لوں۔ بعدازاں فرمایا۔ اے خولہ! تو کیا کہتی ہے؟ اس نے عرض کی۔ کہ یہ لوگ میرے مالک بننے کا قصد رکھتے ہیں۔ اور میں اس شخص کی منتظر ہوں۔ جو مجھے اس واقعہ کی خبر دے۔ جو پیدائش کے وقت مجھ سے واقع ہوا۔ فرمایا۔ دل سے میری طرف توجہ کر۔ اور غور سے سُن۔ کہ جب تو ماں کے پیٹ میں تھی۔ اور تیری ماں پر دردِ زہ کی شدت ہوئی۔ تو اُس نے ہاتھ اُٹھا کر یہ دُعا کی۔ اَللّٰھُمَّ سَلِّمْنِیْ مِنْ ھٰذَا الْمَوْلُوْدِ یعنی اے خدا مجھ کو اس بچے کی ولادت میں سلامتی عطا فرما۔ اُس وقت اس کی دعا قبول ہوئی۔ اور تو نے پیدا ہو کر کہا۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ط اور کہا اے ماں! تو میرا نکاح میرے سردار حیدر نام سے کرنا۔ اور اس کو میرے شکم سے ایک لڑکا پیدا ہو گا۔ جو لوگ اس وقت وہاں موجود تھے۔ تیری ان باتوں سے حیران ہوئے۔ اور جو کچھ تجھ سے سُنا تھا تانبے کے ایک ٹکڑے پر لکھا۔ اور اس کو تیری ماں نے تیری پیدائش کے مقام میں دفن کر دیا۔ جب اس پر موت کے آثار ظاہر ہوئے۔ تجھ کو اس کی حفاظت کرنے کی وصیت کی۔ اور جب تجھ کو اسیر کیا گیا۔ تو تم نے اپنی تمام کوشش اس تانبے کے ٹکڑے کو حاصل کرنے پر صرف کی۔ اور گھر سے نکلتے وقت اس کو نکال کر اپنے دائیں بازو پر باندھ لیا۔ اب تو اس تختۂ مسی کو نکال کہ اس فرزند کا مالک میں ہوں۔ اور اس کا نام محمد ہو گا۔

راوی کہتا ہے۔ کہ میں نے خولہ کو دیکھا کہ رو بقبلہ بیٹھ کر یوں دُعا کی۔ اَللّٰھُمَّ اَنْتَ الْمُفَضِّلُ الْمَنَّانُ اَوْزِعْنِیْ اَنْ اَشْکُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِیْ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَلَمْ تُعْطِھَا لِاَحَدٍ اِلَّا وَ اَتْمَمْتَھَا عَلَیْہِ (اے خدا تو فضل و احسان کرنے والا ہے۔ مجھ کو الہام کر کہ میں تیری اس نعمت کا جو تو نے مجھ کو عطا فرمائی ہے۔ شکر ادا کروں۔ اور تو نے اپنی نعمت کسی کو نہیں دی۔ مگر یہ کہ اُس پر اس کو کامل کیا ہے) اور اس تختۂ مس کو نکال کر حاضرین مجلس کے سامنے ڈال دیا۔ جب صحابہ نے اس قسم کا عجیب و غریب واقعہ مشاہدہ کیا۔ تو سب نے کہا۔ صَدَقَ رَسُوْلُ اللّٰہِ حَیْثُ قَالَ اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا (سچ فرمایا رسولِ خدا نے جیسا کہ فرمایا کہ میں علم کا شہر ہوں اور علی اُس کا دروازہ ہے) اس کے بعد ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا۔ اے ابوالحسن! یہ لڑکی آپ کی مِلک اور آپ کا حق ہے۔ امیرالمومنینؑ نے خولہ کو ازروئے احتیاط اسمأ بنت عمیس کے (جو ان دنوں ابوبکرؓ کی زوجہ تھی) سپرد کیا۔ تاکہ اس کا کوئی ولی پیدا ہو۔ ایک مہینے کے بعد خولہ کا بھائی آیا۔ اور بہن کی طرف سے وکیل ہو کر امیرالمومنینؑ کے ساتھ اس کا نکاح کر دیا۔

بیت

بر دِ علم یک ذرہ پوشیدہ نیست　　　کہ پیدا و پنہاں نبز دش یکیست

منقبت ۳۳۔ نیز کتاب مذکور میں ابن عباسؓ سے منقول ہے۔ کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک شخص آذربیجان کے علاقے میں ایک اونٹ رکھتا تھا۔ جس کے کرایہ پر اس کے عیال و اطفال کی گزران موقوف تھی۔ ایک روز مستی کے زور میں مُہار تُڑا کر بیابان کی طرف چلا گیا۔ اس شخص نے ہر چند کوشش کی۔ مگر اُس کو نہ پکڑ سکا۔ آخر کار اس کے بعض رشتہ داروں نے اس سے کہا۔ کہ سرورِ کائنات علیہ افضل الصلوات کی زندگی میں جب ایسی مشکلات پڑتی تھیں۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں جاکر عرض کیا کرتے تھے۔ حق تعالیٰ آنجناب کی بے ریا دعا کی برکت سے وہ مشکلات آسان کر دیتا تھا۔ اب اگر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دُنیا سے رحلت کی ہے۔ تو حضرت کا ایک جانشین ہے۔ اس کے پاس جانا چاہیئے۔ تاکہ اس کی دعا کی برکت سے شترِ بے مہار قابو میں آجائے۔ اونٹ والے نے مدینہ میں پہنچ کر خلیفہ ثانی کی خدمت میں اپنا حال عرض کیا۔ فرمایا۔ تجھ کو استغفار کرنا چاہیئے۔ تاکہ مدعا حاصل ہو۔ اُس نے عرض کی۔ اے امیر میں نے بہت استغفار کیا۔ لیکن کچھ اثر نہ ہُوا۔ فرمایا۔ تو خیر میں ایک خط لکھا دیتا ہوں۔ تجھ کو چاہیئے کہ دلیری کر کے اُس اونٹ کے سامنے ڈال دے۔ تاکہ تیرا مطلب حاصل ہو جائے۔ بعد ازاں ایک خط لکھا۔ جس کا مضمون یہ تھا۔

اے جماعت ہائے جن اور اے گروہِ شیاطین! یہ خط امیر المومنین عمر کی طرف سے تمہارے نام ہے۔ تم کو چاہیئے۔ کہ اس نافرمان اونٹ کو مطیع و فرمانبردار کر دو۔ اور اس حکم کی مخالفت سے ڈرو۔

اُس مرد نے اُس خط کو اپنے جلے دل کا تعویذ بنایا۔ اور آذربیجان کی طرف روانہ ہو۔ راوی کہتا ہے میں نے امیر المومنین کرم اللہ وجہہ کی خدمت میں جاکر عرض کی۔ فرمایا۔ نبی کے معجزے کے مطابق کرامت ظاہر نہیں ہوتی۔ مگر وصی سے۔ جب میں نے یہ بات سُنی۔ تو میں انتظار کرنے لگا۔ کہ کوئی شخص آذر بائیجان سے آئے۔ اور اُس سے اُونٹ والے کا حال معلوم کروں۔ آخر کار ایک روز دیکھا کہ وہی شخص آرہا ہے۔ چند قدم آگے بڑھ کر اس سے ملا۔ اور حال دریافت کیا۔ اس نے کہا۔ کہ جب میں نے وہ خط اونٹ کے آگے ڈالا۔ اُس نے مجھ پر حملہ کیا۔ اور زمین پر گرا دیا۔ میرے بھائی نے چند اور آدمیوں کی مدد سے وہاں آکر بہت کوشش اور سخت تردد کر کے مجھ کو اس کے پنجے سے چھڑایا۔ بعد ازاں بہت عرصہ بیمار پڑا رہا۔ اور یہ زخم جو میرے چہرے پر ہے۔ اسی وقت میں لگا ہے۔ جب میں تندرست ہوا۔ اور ذرا بحال ہوا۔ تو کہا۔ کہ امیر المومنین عمرؓ کے پاس جاکر اپنا حال بیان کر دوں۔ تاکہ میرے عیال و اطفال کے لئے معاش کا انتظام کریں۔ جب وہ دار الشرع کو چلا۔ تو میں اُس کے ہمراہ گیا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے اس کا احوال سُن کر فرمایا۔ حق تعالیٰ نے ہر کام کے لئے ایک شخص پیدا کیا ہے۔ ع۔ ہر کارے و ہر مردے ہر مردے و ہر کارے۔ اے ابن عباسؓ تم اس شخص کو علیؑ ابن ابی طالب

کے پاس لے جاؤ۔ اور اس کا تمام حال ان کی خدمت میں عرض کرو۔ جب میں اور وہ شخص حضرت کی خدمت میں پہنچے دیکھ کر مسکرائے اور اس شخص سے فرمایا۔ جہاں تیرا اونٹ ہے۔ وہاں جاکر یہ دُعا پڑھ۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَتَوَجَّهُ اِلَیْكَ بِنَبِیِّكَ نَبِیِّ الرَّحْمَةِ وَاَهْلِ الْبَیْتِ الَّذِیْ اخْتَرْتَهُمْ عَلَی الْعَالَمِیْنَ اَللّٰهُمَّ ذَلِّلْ لِیْ صُعُوْبَتَهَا وَاکْفِنِیْ شَرَّهَا فَاِنَّكَ الْکَافِیْ وَالْمُعَافِیْ وَالْغَالِبُ الْقَاهِرُ (اے خدا میں تیرے نبی کے واسطے سے جو نبی رحمت ہے۔ اور ان کی اہل بیت کے واسطے سے جن کو تو نے تمام عوالم پر فوقیت دی ہے۔ تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ اے خدا اس مصیبت کی سختی کو میرے لئے آسان اور سہل کر۔ اور مجھ کو اس کے شر سے بچا۔ اس لئے کہ تو بچانے والا۔ اور عافیت دینے والا اور غالب اور قاہر ہے) وہ شخص یہ دعا یاد کر کے آذربائیجان کو چلا گیا۔ دوسرے سال ہم نے دیکھا۔ کہ اس اونٹ کو لے کر حج کو آیا۔ اور شاہِ ولایت پناہ کے لئے تحفے اور ہدیئے لایا۔ آنحضرت کرم اللہ وجہہ نے فرمایا اپنا حال تو خود بیان کرتا ہے۔ یا میں بیان کروں اُس نے عرض کی یا امیر المومنینؑ! آپ ہی بیان کیجئے۔ فرمایا جب تیری نظر اونٹ پر پڑی۔ تو تو نے وہ دُعا پڑھی۔ اونٹ نہایت فروتنی اور عجز و نیاز کے ساتھ تیرے سامنے آکر بیٹھ گیا اور تیری اطاعت کے لئے گردن جھکا دی اور فرمانبردار ہو گیا۔ وہ شخص بولا۔ خدا کی قسم! بالکل اسی طرح واقع ہوا۔ جیسا کہ جناب نے ارشاد فرما دیا۔ بعد ازاں وہ ہر سال حج کو آیا کرتا تھا۔ اور اُس اونٹ کی کمائی سے اس کو بہت ہی نفعے حاصل ہوئے۔ اور نہایت مال دار ہو گیا۔

اس وقت حضرت امیر المومنینؑ نے مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ اے عبداللہ! اگر کسی شخص کو کسی کام میں کوئی مشکل پیش آئے۔ یا مال میں کچھ نقصان ہو۔ یا اہل و عیال میں کچھ بیماری ظاہر ہو۔ وہ خضوع و خشوع کے ساتھ دعائے مذکور پڑھ کر درگاہ باری تعالیٰ میں تضرع و زاری کرے۔ ضرور اس کی حاجت پوری ہوگی۔

منقبت ۳۵: نیز کتاب مذکور میں امام جعفر صادق رضوان اللہ علیہ سے منقول ہے۔ کہ ایک روز امیر المومنین کرم اللہ وجہہ نے فرمایا۔ حق تعالیٰ چاہتا تھا کہ مجھ میں اور یعقوب علیہ السلام میں مناسبت اور مشابہت ہو۔ پس جس طرح اس جناب کو بارہ بیٹے عطا فرمائے تھے۔ اسی طرح مجھے بارہ بیٹے عنایت کئے۔ اور جس طرح یعقوبؑ نے اپنی اولاد کو یوسف علیہ السلام کی تعظیم و تکریم کے بارے میں وصیت کی تھی۔ اسی طرح میں بھی تم کو حسنؑ اور حسینؑ کے باب میں وصیت کرتا ہوں۔ کہ میرے سامنے اور میری غیبت میں ان دونوں کی متابعت اور ان کے اوامر کی فرمانبرداری کرنا۔ کیونکہ یہ دونو بموجب ارشاد سیّد کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جوانانِ بہشت کے سردار ہیں۔ عبداللہ نے جو امیر المومنینؑ کا ایک بیٹا تھا عرض کی۔ یا امیر المومنینؑ! کیا محمد حنفیہؓ اُن کے برابر نہیں ہے؟ یہ بات سُن کر حضرت کا رنگ مبارک متغیر ہو گیا۔ اور نہایت غضبناک ہو کر فرمایا۔ اے عبداللہ

تو میرے جیتے جی ایسی جرأت کرتا ہے۔ گویا میں دیکھ رہا ہوں۔ کہ تو بستر خواب میں قتل کیا گیا ہے۔ اور کسی کو یہ معلوم نہ ہوا۔ کہ تجھے کس نے قتل کیا۔ یہ بات ثابت ہو چکی ہے۔ کہ مختار کے زمانہ میں عبداللہ رضوان اللہ علیہ اس سے ناراض ہو کر بصرہ کو مصعب بن زبیر کے پاس روانہ ہُوا۔ رات کو ایک منزل میں اُترا۔ صبح کو دیکھا کہ بستر خواب پر قتل کیا ہوا پڑا ہے۔ اور معلوم نہ ہوا کہ اس کے قتل کا کیا سبب ہے۔ اور اس کا قاتل کون ہے؟۔

مؤلف عرض کرتا ہے۔ کہ روضۃ الشہداء میں لکھا ہے۔ کہ بقول اشہر امیرالمومنینؑ کے اٹھارہ بیٹے تھے۔ اس قول کی بناء پر یہ دونوں قول ایک دوسرے کے مخالف ہیں۔ پس ہم کہتے ہیں۔ کہ آپ کے کل اٹھارہ بیٹے تھے۔ جن میں سے چھ بیٹوں نے بچپن میں انتقال کیا۔ چنانچہ محسن کا حمل ساقط ہوا۔ جس وقت کہ امیرالمومنینؑ نے بارہ کی تعداد کو زبان مبارک سے بیان فرمایا۔ اس وقت بارہ بیٹے زندہ موجود تھے۔ اس تقدیر پہ دونوں قول صحیح ثابت ہوئے۔ وَاللہُ اَعلَمُ بِحَقَائِقِ الاُمُورِ۔

منقبت ۳۹۔ نیز کتاب مذکور میں امام حسین رضوان اللہ علیہ سے منقول ہے۔ کہ ایک روز میں امیرالمومنینؑ کرم اللہ وجہہ کے سامنے سورۂ اِذَا زُلزِلَتِ الاَرضُ زِلزَالَهَا۔ تلاوت کر رہا تھا جب میں وَقَالَ الاِنسَانُ مَا لَهَا۔ یَومَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخبَارَهَا (اور انسان کہے گا کہ اس زمین کو کیا ہوا ہے آج کے روز وہ زمین اپنے حالات بیان کرے گی) فرمایا۔ وہ انسان جو زمین سے سوال کرے گا۔ اور زمین اس سے اپنی خبریں بیان کرے گی۔ میں ہوں۔ اس وقت ابن الکوا نام ایک شخص حاضر تھا۔ اس نے عرض کی۔ یا امیرالمومنینؑ! آیہ کریمہ۔ عَلَی الاَعرَافِ رِجَالٌ یَّعرِفُونَهُم بِسِیمَاهُم (اعراف پہ کچھ مرد ہیں۔ جو اُن کو اُنکی پیشانی سے پہچانتے ہیں) سے کیا مراد ہے۔ اور صاحب اعراف سے کون لوگ مقصود ہیں؟ فرمایا۔ مردان اعراف ہم ہیں۔ کہ اپنے دوستوں اور ناصروں کو اُن کے چہروں سے شناخت کریں گے اور ہم بہشت کے درمیان کھڑے ہوں گے۔ وائے ہے اس شخص پر جس کا ہم انکار کریں۔ اور اثنائے تقریر میں کئی دفعہ ابن الکوا سے خطاب کر کے وَیحَكَ (وائے ہو تجھ پر) فرمایا حالانکہ ابن الکوا تشیع کا اظہار کرتا تھا۔ اور جنگ نہروان تک یہ راز پوشیدہ تھا۔ اس جنگ میں ابن الکوا نے خوارج کی طرف سے نکل کر شاہ مردان کے لشکریوں سے مقابلہ کیا۔ اور جہنم واصل ہوا۔ اور اس کی اصل حقیقت وہاں پہ ظاہر ہوئی۔

اور ایک اور شخص نے آکر عرض کی۔ یا امیرالمومنینؑ! میں آپ کو دوست رکھتا ہوں۔ فرمایا۔ کیوں جھوٹ کہتا ہے؟ اس نے عرض کی۔ خدا کی قسم۔ آپ دل کے رازوں پہ پوری پوری واقفیت رکھتے ہیں۔ اور شرمندہ ہو کر چلا گیا۔

اس وقت ایک اور شخص نے حاضر ہو کر بیان کیا۔ کہ یا امیرالمومنینؑ میں آپ کو اور آپ کے فرزندوں کو دوست

رکھتا ہوں اور آپ آنحضرت کے خاندان کے محامد و فضائل اور مناقب بیحد و بے شمار بیان کئے۔ اور آپ کی کرامات و معجزات کے اظہار میں بہت کوشش کی۔ فرمایا۔ اے شخص یہ جو کچھ تو کہہ رہا ہے۔ اس کی تیرا دل تصدیق نہیں کرتا۔ بلکہ محض نفاق کے طور پر بیان کرتا ہے کیونکہ ہم اپنے سچّے محبوں اور حقیقی مخلصوں کے آثار و علامات کو خوب پہچانتے ہیں۔ اور پانچ شخص ہمارے خاندان کے دوست کبھی نہیں ہوسکتے۔ خواہ وہ کتنی ہی کوشش کیوں نہ کریں۔ اوّل دیوث۔ دوّم مخنث۔ سوّم پشت انداز۔ چہارم۔ حرام زادہ پنجم۔ وہ شخص جس کی ماں ایام حیض میں اس سے حاملہ ہوئی ہو۔ جب اس شخص نے یہ باتیں سنیں۔ رنجیدہ ہو کر معاویہ کے پاس چلا گیا۔ اور اسی کا پیرو بن گیا۔ یہاں تک کہ اپنے پیشوا کے ہمراہ یاوران امیر سے جنگ کرکے جہنم واصل ہوا۔

بیت مؤلف

عیانست بر محک حُبّ آں امام انام — حلال زادہ کدام و حرام زادہ کدام

منقبت ۔ نیز کتاب مذکور میں عمران نے اپنے باپ میثم تمار سے روایت کی ہے۔ کہ ایک روز امیر المومنین کرم اللہ وجہہ نے مجھ سے فرمایا۔ کہ اے میثم! اگر معاویہ تجھ کو بلا کر مجھ سے تبرّا کرنے کو کہے۔ تو کیا کرے گا۔ میں نے عرض کی۔ میں یہ کام ہرگز نہ کروں گا۔ اور آپ کی دوستی کے دامن سے ہاتھ نہ اٹھاؤں گا۔ فرمایا خدا کی قسم! وہ تیرے قتل کرنے اور سولی چڑھانے کا حکم دے گا۔ میں نے کہا۔ یا مولی! میں صبر کروں گا۔ اور سر اور جان کے سبب آپ کی محبّت و مودّت اور طریق اعتقاد کی رُو سے روگردان نہ ہوں گا۔ **بیت مؤلف**

اگر سنگِ جفا ریزد و گر تیر بلا بارد — دل از کوئیت نخواہم کند تا جاں در بدن دارم

فرمایا۔ اگر تو ایسا کرے گا۔ تو آتش دوزخ سے محفوظ اور مصئون رہے گا۔ اور میرے ہمراہ بہشت میں ہوگا۔

عمران بیان کرتا ہے۔ کہ میرے باپ نے مجھ سے فرمایا۔ کہ ایک روز ایسا ہوگا کہ تجھ سے معاویہ مجھے طلب کریگا۔ اور تو کہے گا کہ میرا باپ مکہ میں ہے۔ وہ کچھ سپاہیوں کو تیرے ساتھ قادسیہ میں مقرر کرے گا۔ تاکہ مکہ سے واپس ہوتے وقت مجھ کو گرفتار کرکے اس کے پاس لے جائیں۔ میں نے یہ خبر امیر المومنینؑ سے سُنی ہے۔

راوی کہتا ہے کہ جب اس بات کو مدّت ہوگئی۔ تو میرا باپ حج کو گیا۔ اُسی زمانے میں معاویہ نے اس کے بلانے کو آدمی بھیجا۔ اور اس کے غلاموں نے آکر ہمارا گھر گھیر لیا۔ اور اُس کی تلاش میں بہت سی کوشش کی۔ جب نہ پایا۔ تو مجھے معاویۂ کے پاس لے گئے۔ اس نے کہا۔ تیرا باپ کہاں ہے۔ اس کو حاضر کر۔ میں نے کہا۔ کہ حج کو گیا ہے۔ اور اس وقت مکہ معظمہ میں ہے۔ پس اپنے خادموں کی ایک جماعت کو میرے ہمراہ قادسیہ میں بھیج دیا اور ہم اتنے دنوں قادسیہ میں مقیم رہے۔ کہ میرا باپ واپس آگیا۔ جب اس کو گرفتار کرکے معاویہ کے پاس لے گئے، تو اس نے کہا۔ اے میثم! اگر تو اپنی زندگی چاہتا ہے۔ تو علیؑ بن ابی طالب پر نفرین کر۔

اس نے کہا۔ کہ امیرالمومنین علیؑ کے دشمنوں اور نفرین کرنے والوں پر ابدالآباد تک خدا کی لعنت ہو۔ میں اس قسم کا ظلم ہرگز اپنے اوپر روا نہ رکھوں گا۔ تب معاویہ کے حکم سے اس کو عمران بن حریث کے گھر کے دروازے پر اُلٹا لٹکا دیا۔ اور چار روز کے بعد اس کے منہ سے خون جاری ہُوا۔ اور اس حال میں کہتا تھا۔ مجھ سے سوال کرو۔ تاکہ میں تم پر بنی امیہ کے فسادات اور برائیاں ظاہر کروں۔ جب اس کی باتیں معاویہ کو پہنچیں۔ تو حکم دیا کہ میثم کے منہ میں لگام دے دیں۔ تاکہ بات نہ کر سکے۔ جب اس کے منہ میں لگام دیا گیا۔ تو اُسی روز جوار رحمت ایزدی میں واصل ہوئے۔ اور اول جس شخص نے کلمہ لاالٰہ الااللہ محمد رسول اللہ کے قائل کے مُنہ میں لگام دی۔ وہ معاویہ تھا۔

نیز منقول ہے کہ ان چار دنوں میں ہرچند میثمؓ نے نماز فریضہ کے ادا کرنے کے لئے اجازت مانگی معاویہ نے جواب دیا۔ جب تک تو علی ابن ابی طالب پر لعنت نہ کرے گا۔ تیری نماز کب قبول ہو سکتی ہے۔

کتاب خلاصۃ المناقب میں امیرالمومنینؑ کی محبت کی تین وجہیں بیان کی ہیں۔ ظاہر۔ باطن۔ تحقیق۔ جو محبت کہ وجہ ظاہر سے تعلق رکھتی ہے۔ یہ ہے۔ کہ ایمان مُورث ولایت ہے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا (اللہ ان لوگوں کا ولی ہے۔ جو ایمان لائے) اور امیرالمومنین اہل ولایت کا امام ہے کَمَا قَالَ النَّبِیُّ لِعَلِیٍّ اَنْتَ اِمَامُ کُلِّ مُؤْمِنٍ وَّمُؤْمِنَۃٍ بَعْدِیْ (چنانچہ آنحضرتؐ نے علیؑ سے فرمایا۔ اے علیؑ تو میرے بعد ہر مومن اور مومنہ کا امام ہے) پس اہل ولایت ایمان کے سبب سے جناب امیر کو دوست رکھتے ہیں۔ اور اہل نفاق عدم ایمان کی وجہ سے دوست نہیں رکھتے۔ اور جو محبت کہ وجہ باطن سے تعلق رکھتی ہے۔ یہ ہے۔ کہ جنت محمد رسول اللہؐ کا دل ہے۔ چنانچہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا ہے۔ اَلْجَنَّۃُ وَمَافِیْھَا مِنَ النَّعِیْمِ مِنْ نُوْرِ قَلْبِیْ (جنّت اور اس کی تمام نعمتیں میرے دل کے نور سے ہیں) اور امیر کی محبت رسولؐ کے دل میں ہے۔ اس لئے اہلِ ایمان امیر کو دوست رکھتے ہیں۔ کیونکہ وہ جنت کے حِصّہ دار ہیں اور صاحبانِ نفاق اگرچہ محبت کا دعوےٰ کرتے ہیں۔ لیکن دوست نہیں رکھتے۔ کیونکہ یہ جنّت سے بے بہرہ ہیں۔ اور وہ انکے نصیب میں نہیں۔ اور وہ محبت جو وجہ تحقیق سے متعلق ہے۔ یہ ہے۔ کہ اعیانِ ثابتہ چونکہ احدیت کی تجلّی سے ظاہر ہُوئے ہیں۔ اور حق سبحانہٗ و تعالیٰ نے تمام اعیان کے معارف و اسرار کو اس تجلّی کے ساتھ انسان کے اندر رکھا ہے۔ اور روحِ اعظم اُن صُورِ علمیہ ذاتیہ کا مظہر ہے۔ اور اس کی جوہریت ذات کا مجلےٰ یعنی جلوہ گاہ ہے اور اس کی نورانیت علم کی جلوہ گاہ ہے۔ چونکہ وہ درحقیقت محمدؐ ہے۔ اس لئے علیؑ ذاتِ قدیم کا جلوہ ہُوا۔ اس لئے کہ علیؑ باطن محمدؐ ہے۔ پس جس شخص میں کہ جمالِ ذات و صفات کا ظہور زیادہ تر ہے۔ وہ علیؑ کو زیادہ تر دوست رکھتا ہے۔ اور جس کے اندر وہ ظہور کمتر ہے۔ اس کو علیؑ کی دوستی بھی کمتر ہے۔

نظم مؤلف

از ازل داریم در دل ماہوائے مرتضیٰ ‌ ‌ ‌ تُوتیائے دیدۂ جاں خاک پائے مرتضیٰ

اے خوشا جانیکہ در راہِ وفائش گشتہ خاک — صد جہاں جاں گر بود سازم فدائے مرتضےٰ
مژدۂ عمرِ ابد باد ابر آں کز صدقِ دل — ساختت جان خود فدا اند۔ وفائے مرتضےٰ
دوستی مرتضیٰ بگزیں بجاں اے شیخ شہر — کس ولی ہرگز نگشتہ بے ولائے مرتضےٰ
صد ہزاراں وِرد گر خوانی ندارد ہیچ سود — اے خدا جو ساز وردِ خود ثنائے مرتضےٰ
بے تکلف مینویسم فی الحقیقت نیست کس — جانشین احمد مرسل و رائے مرتضےٰ
ما ورائے رائے او ہر کس کہ جوید گمراہ است — باشش گمراہ ہر کہ باشد ما ورائے مرتضےٰ
ہاں گدائے بابِ علم احمدی شو از خرد — زانکہ بر شاہاں شرف دارد گدائے مرتضےٰ
گر بیاید باورت سوئے گدائے او ببیں — گز دو عالم ساختنش فارغ عطائے مرتضےٰ
ز ابتلائے دنیا و دل پاک دل شو پس بگو — اے کہ میگوئی دل میں مُبتلائے مرتضےٰ
بغض و کینہ راز دل بیگانہ کن اے یارِ من — گر تو میخواہی کہ گردی آشنائے مرتضےٰ
بُود قوتِ پاکش انوارِ تجلّیِ حضور — نانِ جَو بُودہ بظاہر گر غذائے مرتضےٰ
تو غذائے روحِ خود کردی ہمہ حقد و حسد — وانگہے گوئی نخواہم جز رضائے مرتضےٰ

جنت الفردوس مشتاق لقائے اُو بود!
آنکہ چوں کشفی است مشتاقِ لقائے مرتضےٰ

منقبت[۱۴]۔ احسن الکبار میں مرقوم ہے۔ کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں ایک سوداگر ہزار دینار ابوبکرؓ کے سپرد کر کے حج کو گیا۔ جب کچھ مدت کے بعد مدینہ میں واپس آیا۔ تو حضرت ابوبکرؓ کا انتقال ہو چکا تھا اور عمر بن الخطابؓ اس کے جانشین ہو چکے تھے۔ سوداگر نے دار الشرع میں آ کر ہزار دینار کا مطالبہ کیا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ مجھے اس بات کی کچھ خبر نہیں۔ عائشہ سے تحقیق کرنا چاہیئے۔ شاید اس کو معلوم ہُوا۔ جب اُمّ المومنینؓ سے دریافت کیا گیا۔ جواب ملا۔ مجھے کچھ خبر نہیں سوداگر نہایت پریشان ہُوا۔ اور پہلی واقفیت کے سبب سلمانؓ کے پاس جا کر سارا حال بیان کیا۔ سلمانؓ اس کو شاہ ولایت مآب کی خدمت میں لائے۔ اور تمام حال عرض کیا۔ امیر المومنینؑ نے مسجد سید المرسلین میں تشریف لا کر فرمایا اے ابوحفص! عائشہؓ سے اجازت لو۔ تا کہ جس جگہ امانت دفن ہے۔ میں اس جگہ کا نشان دوں۔ عمرؓ نے کہا اے ابوالحسن! فرمائیے۔ کیا ابوبکرؓ نے آپ پر اس راز کو ظاہر کر دیا تھا۔ فرمایا۔ اے ابوحفص تو ابوبکرؓ کا محرم راز تھا۔ اور اب اس کا وصی ہے۔ جب کہ تجھ سے نہ کہا۔ تو مجھ سے کیونکر کہتا۔ لیکن خالق ابوبکرؓ نے زمین کو حکم فرمایا ہے۔ کہ مشرق سے مغرب تک جو واقعات اس پر گزریں۔ وہ مجھ سے بیان کرے۔ بعد ازاں ام المومنینؓ

رضی اللہ عنہا کے گھر پر تشریف لے گئے۔ اور ایک جگہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا۔ کہ قد آدم کھودیں۔ جب کھودا تو ایک برتن نکلا جس میں ہزار دینار تھے۔ جب امیرالمومنینؑ کے طفیل سے حقدار کو حق پہنچ گیا اور ابوبکرؓ کی گردن سے بھی دین ساقط ہوگیا۔ تو بعجز و نیاز تمام حاضرین یوں گویا ہوئے۔ کہ علی بن ابی طالب کی تعریف کس کی زبان سے ادا ہوسکتی ہے۔ جو ہر وادی میں سب سے آگے ہے۔ علم و فراست ہو کہ قوت و شجاعت سخاوت ہو کہ مجاہدہ و ریاضت۔ نیز پیغمبرؐ سے نسبت اور قرابت ان سب امور میں سب پر فائق ہے۔ کوئی اس جناب کا ہمسر نہیں۔

منقبت ۲۷: نیز کتاب مذکور میں منقول ہے۔ کہ عمرؓ بن الخطاب کے عہد میں دو سوداگر تجارت کو گئے تھے۔ دونوں کی عورتیں حاملہ تھیں۔ اتفاقاً ایک ہی دن دونوں کے بچے پیدا ہوئے۔ ایک کے لڑکا۔ اور دوسری کے لڑکی۔ چونکہ عرب میں اکثر جاہلوں میں رسم تھی کہ لڑکیوں کو قتل کر ڈالتے تھے۔ اس لئے لڑکی کی ماں نے چالاکی کر کے اپنی لڑکی کو لڑکے کی جگہ رکھ دیا۔ اور آپ لڑکے پر قابض ہوگئی۔ لڑکے کی ماں جب اس چالبازی سے واقف ہوئی تو بہت ردوکد اور بحث مباحثے کے بعد دارالشرع میں آکر فریاد کی۔ خلیفہ نے حکم دیا۔ کہ دوسری عورت کو بلوائیں۔ جب وہ حاضر ہوئی۔ تو فرمایا۔ اے عورت! تو نے اپنی لڑکی سے اس عورت کا لڑکا کیوں تبدیل کر لیا۔ بولی۔ یا امیرالمومنین یہ محض تہمت ہے۔ جو مجھ پر لگائی گئی ہے۔ لڑکا میرا ہی ہے۔ چونکہ یہاں کوئی گواہ موجود نہ تھا۔ اور شریعت میں گواہ بغیر کوئی معاملہ صاف نہیں ہوسکتا۔ اس لئے خلیفہ نے کہا۔ کہ اس مقدمے کو علیؑ بن ابی طالب کے پاس لے جاو۔ کیونکہ **بیت**

مقتدائے دیں باستحقاق اوست مفتی مطلق علی الاطلاق اوست

(دینی پیشوا درحقیقت وہی ہے بالعموم ہر قسم کے مسائل میں فتویٰ دینا اسی کا کام ہے)

الغرض سلمان فارسیؓ دونوں عورتوں کو امیرالمومنینؑ کی خدمت میں لائے۔ اور صورت حال عرض کی۔ امیرالمومنینؑ نے ترازو۔ بٹے اور شیشی طلب فرمائی۔ اور ایک عورت سے فرمایا کہ اس شیشی کو اپنے دودھ سے بھر دے۔ جب شیشی بھر چکی۔ تو اس کو تول کر دودھ گرا دیا۔ پھر دوسری عورت سے اسی طرح وہ شیشی دودھ سے بھروائی۔ اور وزن کر کے دودھ کو گرا دیا۔ بعدازاں حکم دیا۔ کہ لڑکا اس عورت (مدعیّہ) کا ہے۔ اور لڑکی اس دوسری (مدعاعلیہ) کی۔ جب یہ خبر عمرؓ بن الخطاب کو پہنچی۔ عرض کی اے ابوالحسنؑ! آپ نے اس امر عجیب کو کیونکر تشخیص کر لیا۔ فرمایا۔ اے ابوحفص! لڑکی کی ماں کا دودھ ہلکا ہوتا ہے۔ اور لڑکے کی ماں کا دودھ بھاری اس لئے تولنے سے یقین ہوگیا۔ کہ لڑکا بھاری دودھ والی عورت کا ہے۔ اور لڑکی ہلکے دودھ والی کی۔ بعد میں اس دست دراز عورت نے خود بھی اقرار کر لیا۔ کہ لڑکی میری ہی ہے۔

منقبت[۴۳] ۔ نیز کتاب مذکور میں عمرو عاص سے منقول ہے۔ کہ ابو بکرؓ کے بعد جب عمرؓ بن الخطاب مسند نشین ہوئے۔ تو ایک یہودی عالم نے آکر کہا۔ کہ تم میں کتاب خدا اور سنّت مصطفیٰ کا سب سے بڑا عالم کون ہے عمرؓ نے علیؑ کی طرف اشارہ کیا۔ اس عالم نے کہا۔ کہ اے خلیفہ! جبکہ تو خود اقرار کرتا ہے کہ وہ اعلم ہے۔ تو پھر لوگوں سے تو بیعت کیوں لیتا ہے۔ خلیفہ نے جواب دیا۔ وہ اس کام کی طرف التفات نہیں کرتے۔ پس یہودی نے امیرالمومنین سے مخاطب ہو کر عرض کی۔ تو ویسا ہی ہے۔ جیسا کہ عمرؓ نے دعویٰ کیا ہے۔ امیرؑ نے فرمایا۔ تو جو کچھ چاہتا ہے۔ پوچھ۔ تاکہ میں جواب دوں۔ بولا۔ میں تم سے تین اور تین اور ایک سوال پوچھنا چاہتا ہوں۔ فرمایا۔ تو سات کیوں نہیں کہتا۔ بولا۔ اول۔ تین سوال کرتا ہوں۔ اگر تم نے جواب دیا۔ تو پھر دوسرے سوال بھی کروں گا۔ امیرؑ نے فرمایا کہ اگر میں نے تیرے سوالات کے جواب دے دیئے۔ تو تو دین اسلام میں آجائے گا۔ یہودی نے اس شرط کو قبول کر کے عرض کی۔

(۱) خون کا وہ قطرہ جو اوّل ہی اوّل زمین پر ٹپکا ہے۔ کونسا ہے؟

(۲) وہ چشمہ کونسا ہے جو اوّل زمین پر جاری ہوا؟

(۳) وہ درخت کونسا ہے جو اوّل زمین پر پیدا ہوا

فرمایا۔ تمہارے اعتقاد میں وہ ہابیل کا خون تھا۔ جس کو قابیل نے قتل کیا۔ اور در اصل ایسا نہیں ہے بلکہ وہ حوا کے پیٹ کے خون کا قطرہ ہے۔ جو شیث کے وجود سے پہلے زمین پر گرا۔ اور تمہارے عقیدے میں پہلا چشمہ بیت المقدس میں تھا۔ اور یہ درست نہیں۔ بلکہ وہ چشمۂ حیات ہے۔ جس کو خضرؑ نے ذوالقرنین کے عہد میں پایا۔ اور مچھلی اس میں گر کر زندہ ہو گئی۔ اور موسیٰؑ اور یوشع بن نون اس پر پہنچے۔ اور تم لوگ کہتے ہو۔ کہ پہلا درخت زیتون۔ جو نوحؑ نے کشتی کے واسطے لگایا۔ اور ایسا نہیں ہے۔ بلکہ وہ عجوہ (کھجور کی قسم) ہے جس کو آدم علیہ السلام بہشت سے اپنے ہمراہ لائے۔ اور درخت کی تمام اقسام اسی سے پیدا ہوئیں۔ یہودی نے ان تینوں سوالوں کے جواب سن کر کہا۔ اس خالق کی قسم! جو رات اور دن کا پیدا کرنے والا ہے۔ کہ میرے باپ ہارونؑ حضرت موسیٰؑ کی زبانی اسی طرح لکھا ہے۔ اب تین اور سوالوں کے جواب فرمایئے:۔

اوّل۔ یہ کہ سیدانام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد کتنے امام ہیں؟

دوم۔ وہ کون سے بہشت میں رہیں گے؟

سوم۔ وہ پہلا پتھر کونسا ہے۔ جو آسمان سے زمین پر اُترا؟

فرمایا۔ بارہؑ امام عادل ہیں۔ اور ان کو کسی ظالم کا ظلم نقصان نہیں دیتا۔ اور کسی مخالف کی مخالفت سے تنگدل نہیں ہوتے۔ اور سید کائنات بہشت عدن میں ہوں گے۔ اور یہ (بارہ امام) بھی آنحضرتؐ کے

ساتھ ہوں گے۔ اور پہلا پتھر جو زمین پر آیا۔ تمہارے علم میں بیت المقدس کا پتھر ہے۔ اور یہ درست نہیں۔ بلکہ وہ حجر اسود ہے۔ جو بیت الحرام میں ہے۔ جس کو جبرئیلؑ آسمان سے لائے۔ یہودی نے کہا۔ خدا کی قسم! میں نے بھی کتاب ہارون میں ایسا ہی دیکھا ہے۔ اور ساتواں سوال یہ ہے۔ کہ خاتم انبیاء کے وصی کی عمر کتنی ہے۔ اور وہ مارا جائے گا۔ یا اپنی موت سے مرے گا۔ فرمایا پیغمبر آخر الزمانؐ کا وصی میں ہوں اور میری عمر تریسٹھ ۶۳ سال کی ہوگی۔ اور تلوار کے زخم سے شہید ہوں گا۔ میرا قاتل ناقۂ صالح کے پے کرنے والے سے بدتر ہوگا۔ یہودی زار زار رونے لگا اور کہا۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَاَشْهَدُ اَنَّكَ وَصِيُّ رَسُوْلِ اللّٰهِ (میں گواہی دیتا ہوں۔ کہ اللہ کے سوا اور کوئی عبادت کے قابل نہیں۔ اور میں گواہی دیتا ہوں۔ کہ محمدؐ خدا کا رسول ہے۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ تو رسولِ خداؐ کا وصی ہے) پھر ایک ورق خط عبرانی میں لکھا ہوا اپنی آستین سے نکال کر جناب امیرؑ کے ہاتھ میں دیا۔ آنحضرتؑ اس کاغذ کو دیکھ کر بہت روئے۔ یہودی نے عرض کی۔ اے خیر المرسلینؐ کے وصی رونے کا کیا سبب ہے؟ فرمایا۔ یہ سبب ہے کہ حق تعالیٰ نے مجھ کو یاد کیا ہے۔ کیونکہ اس ورق میں میرا نام لکھا ہے۔ یہودی نے کہا مجھے بھی نشان دیجئے۔ کہاں لکھا ہے حضرت نے انگشت مبارک اس پر رکھ کر فرمایا۔ میں توریت میں ہابیل کے نام سے اور انجیل میں سیورا کے نام سے بھی موسوم ہوں۔ اور اسی طرح روتے تھے اور فرماتے تھے۔ الحمد للہ کہ اس نے میرا نام کتب سماوی اور صحف ابرار میں ثبت فرمایا ہے۔ اور مجھ کو فراموش نہیں کیا۔

منقبت۔ نیز کتاب مذکور میں مرقوم ہے کہ قدوۂ اصحاب عمرؓ بن الخطاب کے زمانہ میں یہود کے چند علمائے نے حاضر خدمت ہو کر عرض کی۔ اے امیر مومناں ہم چاہتے ہیں کہ آپ سے چند سوالات کریں۔ اگر جواب پائیں۔ تو دین محمدی پر ایمان لے آئیں۔ عمرؓ نے فرمایا۔ جو چاہو۔ پوچھو۔ وہ بولے۔ ہم کو آسمان کے قفلوں اور کنجیوں سے آگاہ فرمائیے۔ اور وہ رسول کونسا ہے۔ جو قوم جن و انس سے نہ تھا۔ اور اپنی قوم کو ڈرایا۔ اور وہ پانچ تن کون سے ہیں۔ جن کی پیدائش رحم کے بغیر ہوئی ہے۔ اور فرمائیے ایک۔ دو، تین۔ چار۔ پانچ چھ سات۔ آٹھ۔ نو۔ دس۔ گیارہ اور بارہ کیا ہے۔ عمرؓ بن الخطاب نے ایک ساعت غور کر کے فرمایا مجھے معذور رکھو۔ کیونکہ مجھے معلوم نہیں۔ لیکن تم کو ایسے شخص کے پاس لے چلتا ہوں۔ جو خدا و رسولؐ کے حکم کا سب سے زیادہ عالم اور اس امت میں سب سے افضل ہے۔ اور یہودیوں کو ساتھ لے کر امیر المومنین کرم اللہ وجہہ کے پاس آئے اور صورت حال بیان کی۔ امیرؑ نے ان سوالات کے جواب میں ارشاد فرمایا۔ آسمان کے قفل سوہ شرک ہے اور اس کی کنجیاں لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ کے حروف ہیں۔ اور وہ رسول جو جن و انس سے نہیں اور اپنی قوم کو ڈرایا۔ وہ چیونٹی ہے۔ کہ جب حضرت سلیمان کا لشکر اس کی قوم پر سے گزرا۔ اس نے ان سے کہا۔ اپنے

گھروں میں گھس جاؤ۔ تاکہ لشکر تم کو پامال نہ کر ڈالے۔ چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ یَا اَیُّھَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسَاکِنَکُمْ لَا یَحْطِمَنَّکُمْ سُلَیْمٰنُ وَجُنُوْدُہٗ۔ (اے چیونٹیو! اپنے گھروں میں داخل ہو جاؤ۔ کہیں سلیمان اور اُس کے لشکر تم کو پامال نہ کر دیں) اور وہ پانچ تن جن کی پیدائش رحم سے نہیں ہوئی۔ آدمؑ۔ حواؑ۔ عصائے موسیٰؑ جو اژدہا بن جاتا تھا۔ ناقۂ صالحؑ اور گوسفند ابراہیمؑ (جو اسمٰعیل کا فدیہ ہوا) اور ایک خدائے جل جلالہ ہے۔ جس کا کوئی شریک نہیں۔ اور دو آدمؑ اور حواؑ ہیں۔ اور تین موالید ثلاثہ (یعنی جمادات۔ نباتات اور حیوانات) ہیں۔ اور چار آسمانی کتابیں۔ یعنی توریت موسیٰؑ۔ انجیل عیسیٰؑ۔ زبور داؤدؑ اور فرقان محمدؐ۔ اور پانچ روزانہ پانچ وقتی نماز ہے۔ اور چھ بموجب آیۂ کریمہ وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّۃِ اَیَّامٍ (اور ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور ان دونوں کے درمیان کی چیزوں کو چھ روز میں پیدا کیا) وہ چھ دن ہیں جن میں حق تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین اور عالم کو پیدا کیا۔ اور جہات ستہ اور شش جہت بھی کہہ سکتے ہیں اور سات بموجب آیہ وَبَنَیْنَا فَوْقَکُمْ سَبْعًا شِدَادًا (اور ہم نے تمہارے اور سات آسمان پیدا کئے) سات آسمان ہیں۔ جن کو خدا نے تمہارے سر پر خلق فرمایا ہے۔ اور آٹھ وہ آٹھ فرشتے ہیں۔ جو عرش کے اٹھانے والے ہیں۔ چنانچہ خدا فرماتا ہے۔ وَیَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّکَ یَوْمَئِذٍ ثَمٰنِیَۃٌ۔ (اور تیرے پروردگار کے عرش کو آج کے دن آٹھ اُٹھائیں گے۔ اور نو آیات ہیں۔ جو موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ بھیجی گئیں۔ چنانچہ قرآن میں فرماتا ہے۔ تِسْعَ اٰیٰتٍ بَیِّنٰتٍ (ہم نے موسیٰؑ کو نو آیات بینات کے ساتھ فرعون کی طرف بھیجا) اور دس وہ عشرہ یعنی دس روز ہیں۔ خدا نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے وعدہ کیا تھا۔ کہ تیس روز کوہ طور میں رہو گے۔ اس میعاد کو دس روز بڑھا کر کامل کیا۔ کہ چالیس روز ہو گئے۔ چنانچہ ارشاد فرماتا ہے۔ وَوٰعَدْنَا مُوْسٰی ثَلٰثِیْنَ لَیْلَۃً وَّاَتْمَمْنٰھَا بِعَشْرٍ (اور ہم نے موسیٰ سے تیس راتوں کا وعدہ کیا اور ایک عشرہ کے ساتھ یعنی دس روز بڑھا کر کامل کیا) اور عقول عشرہ بھی اس کے جواب میں کہہ سکتے ہیں۔ اور جو چیز کہ گیارہ ہے۔ وہ یوسف علیہ السلام کے گیارہ بھائی ہیں۔ چنانچہ حق تعالیٰ قرآن میں خبر دیتا ہے۔ اِنِّیْ رَاَیْتُ اَحَدَ عَشَرَ کَوْکَبًا (میں نے گیارہ ستارے خواب میں دیکھے) اور وہ جو بارہ ہیں وہ بارہ چشمے ہیں۔ جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا سے ظاہر ہوئے۔ چنانچہ خدا فرماتا ہے۔ اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاکَ الْحَجَرَ فَانْفَجَرَتْ مِنْہُ اثْنَتَا عَشْرَۃَ عَیْنًا۔ (ہم نے موسیٰ سے کہا کہ اپنا عصا پتھر پر مارے۔ پس اس سے بارہ چشمے جاری ہو گئے) جب یہودیوں نے امیر المومنین کرم اللہ وجہہ سے یہ باتیں سنیں۔ تو بولے کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ خدا ایک ہے۔ اور محمدؐ اس کا رسول ہے اور تو یا علیؑ رسولؐ کا وصی اور جانشین ہے۔ جس طرح ہارون حضرت موسیٰؑ کا وصی تھا۔ اور سب ایک بار مسلمان ہو گئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلَی التَّوْفِیْقِ۔

مؤلف عرض کرتا ہے کہ کتاب الغرائب میں لکھا ہے۔ کہ وہ یہودی تین آدمی تھے۔ دو تو ایمان

لے آئے اور ایک نے کہا۔ میں بھی ایمان لے آؤں۔ اگر آپ میرے چند سوالوں کا جواب دیں۔ امیر نے فرمایا پوچھ۔ اس نے عرض کی کہ دراج (تیتر) مُرغا۔ قمری۔ چُغد (اُلّو) گھوڑا اور گدھا کیا کہتے ہیں۔ فرمایا۔ دُرّاج کہتا ہے۔ اَلرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی (رحمٰن عرش پر غالب ہوا) اور مرغا کہتا ہے۔ اُذْکُرُوا اللّٰہَ یَا غَافِلُوْنَ۔ (اے غافلو خدا کا ذکر کرو)۔ اور قمری کہتی ہے۔ اَللّٰھُمَّ الْعَنْ مُبْغِضَ مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ (اے خدا محمّد اور آل محمّد کے دشمنوں پر لعنت کر۔) اور چُغد کہتا ہے سُبْحَانَ رَبِّیَ الْمَعْبُوْدَ (میرا رب جو قابل عبادت ہے۔ بزرگ و برتر ہے) اور گھوڑا جہاد کے روز کہتا ہے۔ اَللّٰھُمَّ انْصُرْ عِبَادَکَ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَی الْکَافِرِیْنَ (اے خدا اپنے مومن بندوں کی کافروں کے مقابلے میں مدد کر) اور گدھا عشار یعنی وصول حصّہ محصول لینے والے پر لعنت کرتا ہے۔ اور ابلیس کو دیکھ کر آواز دیتا ہے۔ سائل نے کہا۔ آپ نے سچ فرمایا۔ میں نے بھی توریت میں ایسا ہی پڑھا ہے۔ اب میرا سوال اصحاب کہف کی بابت ہے۔ فرمایا۔ حق تعالیٰ نے قرآن میں ان کے حال سے خبر دی ہے۔ بعدازاں قصہ مذکورہ کو اوّل سے آخر تک مفصّل طور پر بیان فرمایا۔ وہ تیسرا یہودی بھی اسلام سے مشرف ہُوا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔ فغانی علیہ الرحمۃ کا شعر ہے ؎

امام اوست کہ داند رموزِ منطق طیر　　نہ آنکہ رہزنِ مردم شود بہ دانہ دوام

منقبت نیز کتاب مذکور میں ابی لیلیٰ سے منقول ہے کہ قیصر روم نے بہت سا مال سرور انبیاءؐ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی خدمت میں بھیجا۔ جب وہ مال مدینہ میں پہنچا۔ تو آنحضرتؐ کا انتقال ہو چکا تھا۔ شاہ روم کے ایلچیوں نے سارا حال قیصر کی خدمت میں لکھ بھیجا۔ اس نے جواب میں لکھا کہ جو کوئی ان تین مسئلوں کا جواب دے۔ وہی وصی پیغمبر ہے۔ مال اس کے حوالے کر دو۔ اور اگر کوئی شخص ان تین سوالات کا جواب نہ دے سکے تو مال واپس لے آؤ۔ شاہ روم کا ایلچی ابوبکرؓ کے پاس آیا اور عرض کی کیا تو رسولؐ خدا کا خلیفہ ہے۔ جواب دیا۔ ہاں ایلچی نے کہا۔ مجھ کو خبر دیجئے (۱) وہ چیز کونسی ہے۔ جو خدا کے واسطے نہیں (۲) وہ کون سی چیز ہے۔ جو خدا کے پاس نہیں (۳) وہ کیا چیز ہے۔ جس کو خدا نہیں جانتا۔ ابوبکرؓ نے ان سوالات کے ظاہر پر نظر کر کے کہا۔ یہ کیا کفر ہے جو تو کہتا ہے۔ اور عمرؓ بن الخطاب بھی اس سے بہت ہی سختی سے پیش آئے۔ ابن عباسؓ نے کہا۔ یہ کیا انصاف ہے کہ تم سائل کے ساتھ سختی سے پیش آتے ہو۔ اس سے کہہ دو کہ ہم نہیں جانتے شیخین رضی اللہ عنہما نے فرمایا۔ کیا تو جانتا ہے؟ اس نے جواب دیا۔ کہ نہیں۔ لیکن میں اس شخص کو جانتا ہوں۔ جو ہم سب سے زیادہ تر عالم ہے۔ اور وہ علیؑ بن ابی طالب ہے۔ دونوں نے فرمایا۔ جزاک اللہ سچ کہا۔ پس قیصر روم کے ایلچی کو امیرالمومنین کے پاس لائے۔ اور اس وقت آپ قرآن شریف کی تحریر سے فارغ ہو چکے تھے۔ رسول قیصر نے سلام و تحیات عرض کرنے کے بعد مذکورہ سوالات پیش کئے۔ فرمایا۔ جو چیز کہ خدا کے واسطے نہیں۔ وہ

شریک ہے۔ اور جو چیز کہ خدا نہیں جانتا ۔ وہ تمہارا قول ہے جو کہتے ہو کہ عیسٰیؑ خدا کا بیٹا ہے۔ اور خدا اُس کو اپنا بیٹا نہیں جانتا۔ چنانچہ قرآن میں فرماتا ہے۔ بِمَا لَا یَعْلَمُ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ یعنی خدا نہیں جانتا کہ آسمانوں اور زمینوں میں اس کا کوئی بیٹا ہے۔ اور جو چیز کہ خدا کے پاس نہیں ہے۔ وہ ظلم ہے۔ یہ جوابات سُن کر قیصر کا ایلچی بولا۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَ اَشْهَدُ وَصِیُّ رَسُوْلِ اللّٰهِ۔ اور مال کو امیر المومنینؑ کے سپرد کر دیا۔ اور آنحضرتؑ نے وہ مال اہلِ ایمان پر تقسیم کر دیا۔

منقبت ۴۴ نیز کتاب مذکور میں اصبغ بن نباتہ سے منقول ہے۔ کہ عمرؓ بن الخطاب کے عہد میں پانچ شخصوں کو زنا کی علت میں گرفتار کر کے دار الشرع میں لائے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے ہر ایک پر حد جاری کرنے کا حکم دیا۔ امیر المومنین کرم اللہ وجہہ نے فرمایا۔ کیا میں اس کے موافق حکم کروں۔ جو خدا نے فرمایا ہے۔ اور رسولِ خدا نے مجھ سے بیان فرمایا ہے۔ یہ فرما کر ہر ایک کے لئے جدا جدا حکم فرمائے۔ ایک کو قتل کیا گیا۔ دُوسرے کو سنگسار کیا۔ یہاں تک کہ وہ مر گیا۔ تیسرے کو پوری حد لگائی۔ چوتھے کو آدھی حد۔ پانچویں کو تعزیر کر کے چھوڑ دیا۔ عمرؓ نے کہا۔ اے ابو الحسنؑ! ایک معاملے میں ان پانچ شخصوں کے لئے آپ نے مختلف حکم دیئے فرمایا۔ جس کو قتل کیا گیا۔ وہ کافر ذمی تھا۔ کہ اُس نے مسلمان عورت سے زنا کی تھی۔ اور جس شخص کو سنگسار کیا گیا۔ وہ مُحصن تھا۔ یعنی عورت رکھتا تھا۔ اور اس کا سنگسار کرنا واجب تھا۔ اور جس شخص کی پوری حد لگائی گئی۔ وہ مجرد تھا۔ اور چوتھا شخص جس کو نصف حد لگائی گئی۔ وہ غلام تھا۔ اور پانچواں شخص دیوانہ تھا اُس کی حد صرف تعزیر ہے۔ اس کے ثابت ہونے کے بعد تمام اہلِ مدینہ امیر المومنینؑ کی مدح و ثنا کرنے لگے۔ اور سید المرسلینؐ کے علم کا وارث جانا۔

منقبت ۴۶ ۔ نیز کتاب مذکور میں امام جعفر صادق رضوان اللہ علیہ سے منقول ہے کہ ایک دن امیر المومنینؑ نے جویرہ بن مسہر سے فرمایا۔ جبکہ وہ کھیت پر جانے کا عزم کئے ہوئے تھا۔ کہ رستے میں تجھ کو ایک شیر ملے گا۔ اُس سے نہ ڈرنا۔ اور کہہ دینا۔ اے ابو الحارث! اسد اللہ الغالب نے مجھ کو تیرے شر سے امان بخشی ہے شیر نے پانچ دفعہ ہمہمہ کیا۔ اور سر آگے کو جھکا کر چلا گیا۔ جب وہ شخص واپس آیا۔ امیرؑ نے فرمایا۔ کیسی گذری عرض کی۔ یا امیر المومنینؑ! جو کچھ جناب نے فرمایا تھا۔ میں نے اس سے کہہ دیا تھا۔ باقی سرگذشت آپ خود بیان فرمائیں۔ فرمایا۔ شیر نے پانچ دفعہ ہمہمہ کیا۔ اس نے عرض کی۔ ہاں۔ فرمایا۔ اس کی مراد یہ تھی۔ کہ میرا اسلام شیرِ خدا کو پہنچا دینا۔

منقبت ۔ نیز کتاب مذکور میں منقول ہے۔ کہ چند شخصوں نے امیر المومنینؑ کی خدمت میں حاضر

ہو کر عرض کی۔ ہم چاہتے ہیں کہ باقی عمر جناب کی خدمت میں بسر کریں۔ اور آپ کے دشمنوں سے لڑیں۔ تاکہ شہادت کا درجہ حاصل کریں۔ حضرتؑ نے نور ولایت سے معلوم کرلیا۔ کہ وہ از روئے اخلاص واعتقاد نہیں کہتے۔ فرمایا جاؤ اور سروں کو منڈا کر آؤ۔ وہ لوگ ارد گرد سے سروں کو منڈا کر دوسرے روز حاضر ہوئے۔ فرمایا۔ تم لوگ جو کچھ کہتے ہو۔ وہ صدق دل اور اعتقاد سے نہیں کہتے۔ کیونکہ جب تم سر کے بالوں کو نہیں دیتے۔ تو سروں کو کیوں کر دو گے۔

منقبت ۴۹۔ نیز کتاب مذکور میں حبیش بن جنادہ سے منقول ہے۔ کہ جب لوگ ابوبکرؓ سے بیعت کر رہے تھے۔ تو میں اس وقت امیرالمومنین کی خدمت میں حاضر ہوا۔ فرمایا۔ اے حبیش! تجھ کو معلوم ہے کہ یہ مرد جس سے آج لوگ بیعت کر رہے ہیں۔ کتنی مدت دنیا میں رہے گا۔ میں نے عرض کی۔ نہیں۔ فرمایا۔ اتنی مدت حکومت کرے گا۔ اور اپنی موت مریگا۔ پھر عمرؓ اس کا جانشین ہوگا۔ اور اتنی مدت حاکم رہیگا۔ پھر ایک شخص اس کو زخم لگائے گا۔ پھر عثمانؓ اس کا جانشین ہوگا۔ اور اتنے برس کے بعد مسلمان اجماع کرکے اس کو قتل کر ڈالیں گے بعدازاں لوگ نہایت الحاح وزاری سے مجھ کو اپنا امیر بنائیں گے۔ اور تھوڑے ہی عرصے میں مجھ سے مخالفت اور نفاق اختیار کریں گے۔

راوی کہتا ہے کہ جو کچھ مخبر صادقؐ کے وصی برحق نے خلفائے ثلثہ کی مدت سلطنت وغیرہ کی بابت خبر دی تھی۔ میں نے دیکھا کہ بعینہٖ اسی طرح ظہور میں آیا۔ اور سرمو تفاوت نہ ہوا۔

منقبت ۵۰۔ نیز کتاب مذکور میں ہے کہ سوید بن علقمہ نے امیرالمومنینؑ کے پاس آکر کہا۔ کہ میرا گذر وادی قُریٰ سے ہوا۔ میں نے دیکھا کہ خالد بن عرفطہ نے وفات پائی۔ آپ اس کے لئے استغفار فرمائیں۔ فرمایا وہ نہ مرے گا۔ جب تک لشکر ضلالت اثر کا ہراول نہ بنے۔ اور حبیب بن حماد اس کا علم وار نہ ہو۔ حبیب مذکور اس وقت وہاں موجود تھا۔ کھڑے ہو کر عرض کی۔ یا امیرالمومنین! میں تو آپ کا شیعہ ہوں۔ میں ہرگز ہرگز مخالفوں کا علم دار نہ بنوں گا۔ فرمایا۔ آج تو ایسا کہہ رہا ہے۔ لیکن ضرور تو ان کا علم اُٹھائے گا۔ اور باب الثعبان کی طرف اشارہ کرکے فرمایا تو اس دروازہ سے علم لے کر داخل ہوگا۔

الغرض جب کربلا کا واقعہ جانکاہ پیش آیا۔ تو عبیداللہ بن زیاد سردار اور عمر بن سعد سپہ سالار تھے اور علم حبیب کے ہاتھ میں تھا۔ اور بموجب ارشاد امیرالمومنین باب[۱] الثعبان سے داخل ہوا۔

منقبت ۵۱۔ نیز کتاب مذکور میں ابراہیم بن محمد اشعری سے منقول ہے کہ امیرالمومنین کچھ مال بصرے میں بھیجنا

---

[۱] باب الثعبان اب باب الفیل کے نام سے مشہور ہے۔ یہ تبدیلی عہد معاویہ میں بنی امیہ کی عداوت کی وجہ سے ہوئی ہے۔ چنانچہ آگے چل کر مصنف کتاب نے خود اس کا ذکر کیا ہے۔ مترجم عفی عنہ۔

چاہتے تھے۔ ایک شخص نے آ کر عرض کی اے وصی سید المرسلینؐ! جو مال آپ بصرے میں بھیجنا چاہتے ہیں میرے حوالے کیجئے۔ تاکہ وہاں کے حاکم کو پہنچا دوں۔ اور اس شخص نے اپنے دل میں ٹھان رکھا تھا۔ کہ جب مال ہاتھ آجائے گا۔ تو مکر جہ میں لے جا کر اپنے صرف میں لاؤں گا۔ حضرت نے فرمایا۔ ہاں تیرے حوالے کر دوں تاکہ تو مکر جہ میں لے جائے۔ یہ سن کر وہ شخص شرمندہ ہوا۔ اور حضرت کی مجلس سے اٹھ کر چلا گیا۔

منقبت ۵۵ نیز کتاب مذکور میں ابن عباسؓ سے منقول ہے۔ کہ جب امیر المومنینؑ عہد و میثاق لینے کے لئے مقام ذی قار میں فروکش ہوئے۔ فرمایا۔ کہ کل صبح ہزار مرد کوفہ سے ہمارے پاس پہنچیں گے میں متفکر ہوا کہ مبادا کم اور زیادہ نہ ہوں۔ اور لوگ بے اعتقاد ہو جائیں۔ اگلے روز صبح کو جب وہ لوگ آئے۔ تو میں رستے پہ جا کر شمار کرنے لگا۔ نو سو ننانوے ۹۹۹ شخص آئے اور گزر گئے۔ میں نے اپنے دل میں کہا تعجب ہے کہ ایک آدمی کم ہوا۔ اتنے میں ایک شخص صوف کی قبا پہنے اور لڑائی کے آلات تن پر سجائے۔ بیابان سے ظاہر ہوا۔ اور خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی۔ یا امیر المومنین و وصی خیر المرسلین اپنا دست حق پرست نکالئے۔ تاکہ آپ کی شرف بیعت کی برکت سے دونوں جہان میں سرفراز اور ممتاز ہوں۔ اور حضور موفوالسرور میں اس قوم سے جنگ کر کے درجۂ شہادت پر فائز ہوں اور سعادت اپنے ساتھ بہشت میں لے جاؤں۔ امیر المومنینؑ نے اپنا دست مبارک اس کو دے کر فرمایا۔ کہ مجھ کو میرے بھائی محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خبر دی تھی۔ کہ اویس نام میری امت کے ایک مرد سے تمہاری ملاقات ہو گی۔ جو خدا کا آزاد کردہ ہے۔ اور قبیلہ ربیعہ اور مضر کے گوسفندوں کے بالوں کے شمار کے موافق میری امت کے آدمی اس کی شفاعت سے بہشت میں جائیں گے۔ اور وہ شہید ہو گا۔ جبکہ اہل بغاوت سے تمہاری لڑائی ہو گی۔ راوی کہتا ہے۔ کہ جب ہزار آدمی کی تعداد ٹھیک ہو گئی۔ تو میں بہت خوش ہوا۔ اور اویسؓ (قرنی) جنگِ صفین میں بموجب ارشاد امیر المومنینؑ شہید ہوئے۔

منقبت ۵۶ نیز کتاب مذکور میں ابن عباس۔ عمار یاسر۔ جابر انصاری۔ مالک اشتر۔ اور مقداد اسود کندی رضی اللہ عنہم سے منقول ہے کہ جب شاہ ولایت پناہ شام کی طرف تشریف لے جا رہے تھے۔ ایک روز راستے سے باگ پھیر لی۔ اور ایک ساعت ہر طرف دیکھتے رہے۔ آخر کار گھوڑا ایک طرف کو ہنکایا۔ اصحاب نے عرض کی۔ یا امیر المومنینؑ! کیا وجہ ہے کہ راہِ شام سے باگ موڑ لی۔ اور اس جنگل کا رُخ کیا۔ فرمایا۔ جو کچھ میں دیکھ رہا ہوں۔ وہ تم کو نظر نہیں آتا۔ اور شاہد غیب تم کو رُونما نہیں ہوتا۔ ایک جنگل میں ایک دیر ہے اور اس میں ایک نصرانی دین عیسٰی پر کاربند ہے۔ زنار کمر پہ باندھے۔ ناقوس بجانے پر تیار ہے۔ میں جاتا ہوں کہ اس کا زنار توڑوں۔ اور اُس کا ناقوس ٹکڑے ٹکڑے کروں۔ اگر تم بھی میری موافقت کرتے ہو۔ تو آؤ

میرے ساتھ چلو۔ اصحاب امیرالمومنینؑ کے ہمرکاب ہوکر دیر کی طرف روانہ ہوئے۔ جب لشکر ظفراثر دیر کے قریب پہنچا تو اس نصرانی نے دیر سے سر باہر نکال کر شاہ ولایت کو دیکھا۔ کہ لشکریوں میں اس طرح نظر آتے ہیں جیسے چاند ستاروں میں۔ حال دریافت کرنے کی غرض سے پوچھا۔ اے جوان سرخ رو۔ کہاں سے آرہے ہو۔ اور کس طرف کا ارادہ ہے؟ شاہ ولایت پناہ نے فرمایا۔ میں مدینہ سے آتا ہوں۔ جہاد کی غرض سے شام کو جارہا ہوں۔ شاہ ولایت کی زیارت سے نصرانی کے دل میں ایمان کا نور جلوہ گر ہوا۔ اور اس کو ولایت اسلام کی سرحد میں داخل کردیا۔ پھر اس نے سوال کیا کہ اے جوان! تو فرشتہ ہے۔ یا انسان؟ امیرالمومنین نے فرمایا۔ میں انسانوں اور جنوں کا مقتدا اور فرشتوں کا پیشوا ہوں۔ نصرانی نے کہا۔ میں انجیل پڑھتا رہا ہوں۔ اور اس میں طاب طاب پڑھا ہے۔ اے آفتاب عالمتاب کیا وہ جناب کا نام ہے؟ فرمایا طاب طاب محمد مصطفٰے کا نام ہے اور میرا نام شنطیا ہے۔ عرض کی توریت میں میت میت آپ کا نام ہے؟ فرمایا میت میت حضرت مصطفٰے کا نام ہے۔ اور میرا نام ایلیا ہے۔ نصرانی بولا کیا آپ مسیح ہیں۔ کہ آسمان سے اُترے ہیں۔ تاکہ اہل عالم کے رنج و عنا کو دور کریں۔ فرمایا۔ میں عیسٰیؑ نہیں ہوں۔ لیکن عیسٰیؑ میرے دوستوں اور محبوں میں سے ہے۔ نصرانی نے کہا۔ کیا آپ موسٰیؑ ہیں۔ کہ ید بیضا اور عصا لے کر آئے ہیں۔ تاکہ خلقت کو معجزات دکھاؤ۔ فرمایا میں موسٰیؑ نہیں ہوں۔ لیکن وہ بھی میرے دوستوں اور ہوا خواہوں میں سے ہے۔ بولا۔ اپنے معبود کا واسطہ اپنا نام اور نسب ظاہر کیجئے۔ فرمایا۔ ہر قوم اور ہر گروہ میں میرا نام جداجدا ہے۔ چنانچہ عرب میں مجھ کو ھَلْ اَتٰی کہتے ہیں اور مجھ کو اس نام سے تلاش کرتے ہیں۔ اور طائف والے مجھ کو تمید کہتے ہیں اور اہل مکہ مجھ کو باب البلد جانتے ہیں اہلِ آسمان میرا نام احد لکھتے ہیں۔ تُرک مجھ کو بلیا کہتے ہیں۔ اور زنگی حیلان۔ اور ہندو کشن کشن کہتے ہیں۔ اور فرنگی حامی عیسٰیؑ۔ اور اہل خطا یا بویا کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ اور عراق میں امیرالنحل کے نام سے مشہور ہوں اور خراسان میں حیدر کے نام سے نامزد ہوں۔ اور آسمان اوّل میں میرا نام عبدالحمید ہے۔ اور دوسرے آسمان میں عبدالصمد۔ اور تیسرے میں عبدالمجید۔ اور چوتھے آسمان میں میرا نام ذوالعلی ہے۔ اور پانچویں آسمان میں میرا نام علی اعلیٰ ہے۔ حضرت رب العزت نے مجھ کو امارت کی مسند پر بٹھایا ہے اور امیرالمومنینؑ نام رکھا ہے۔ اور خواجۂ دوسرا محمد مصطفٰے نے مجھ کو ابوتراب فرمایا ہے۔ اور میرے باپ نے میری کنیت ابوالحسن رکھی ہے اور میری ماں نے ابوالعشر کنیت مقرر کی ہے۔

نصرانی ان حکایات کو سن کر ناقوس بجانے کی طرف متوجہ ہوا۔ اور اس بے زبان میں سے آواز نکالی۔ شاہ ولایت پناہ نے فرمایا۔ تجھے کچھ معلوم ہے کہ تیرا ناقوس کون سی سُر بجارہا تھا اور کون سا نغمہ نکال رہا ہے۔ اور کیا کہتا ہے۔ اور راگ کس کو تلاش کرتا ہے۔ اس نے جواب دیا۔ یہ کانسی سے بنا ہے۔ اور میں خاک کا پُتلا ہوں۔ خاک

کا نسی کی زبان کو کیا جانے اور اندھا خط کیوں کر پڑھے۔ شاہ ولایت پناہ نے فرمایا سلیمان پرندوں اور چیونٹیوں کی زبان جانتے تھے۔ اور اُن کی تشریح کر سکتے تھے۔ میں مصطفٰی معلّی کا وصی ہوں۔ اگر میں بیان کروں۔ کہ تیرا ناقوس کیا کیا کہتا ہے۔ تو کچھ بعید نہیں ہے۔ پھر فرمایا۔ کہ ناقوس سُبُّوحٌ قُدُّوْسٌ سُبْحَانٌ رَؤُفٌ اَنْتَ حَقٌّ کہتا ہے۔ بعد ازاں ناقوس کی آواز سے ایک تسبیح تعلیم کی۔ اور اس بے نوا کو نوا کی طرف متوجہ کیا۔ نصرانی نے جب یہ بات شاہ ولایت سے سُنی اور ایسی برہان مشاہدہ کی۔ اپنے آپ کو دیر کی بلندی سے نیچے کی طرف گرا دیا۔ اور کبوتر کی طرح پلٹیاں کھانے لگا۔ حضرت رب العزت نے فرشتہ کو حکم دیا کہ اس کی خبر لے۔ اور اس کو ہوا میں پکڑ کر زمین پر پہنچا دے۔ جب وہ زمین پر پہنچا۔ تو جگر سے ایک نعرہ مارا جو آسمان پر پہنچا۔ ذیل کی بیت کا مضمون زبان پر جاری کیا۔ بیت

بسکہ دریا دلبت جام محبت خوردہ ام

گوش گردونست کراز نعرۂ مستانہ ام

اور چار سو نصرانی جو اس دیر میں تھے جب اُنہوں نے اس کا نعرہ سُنا۔ اُس کی طرف دوڑے اور اس سے حال پُوچھا۔ اُس نے کہا۔ ہم نے انجیل میں پڑھا ہے۔ کہ ایک خوبصورت اس دَیر میں آئے گا۔ وہ مدح و ثنا کا سزاوار ہوگا۔ جو کوئی اس پر ایمان لائے گا۔ وہ نجات پائے گا۔ اور جو کوئی اس کی اطاعت نہ کرے گا۔ وہ دوزخ میں جائے گا۔ نصاریٰ نے جب یہ بات راہبوں سے سُنی امیرالمومنین کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور مسلمان ہو گئے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی دِیْنِ الْاِسْلَامِ۔

منقبت [۱۰۵]۔ نیز کتاب مذکور میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ کہ جب امیرالمومنین جنگ جمل کو تشریف لے جا رہے تھے تو عرض کی۔ یا امیرالمومنین! ہمارا لشکر کم ہے۔ اور مخالفوں کا بہت۔ اگر آپ اس قدر توقف فرمائیں کہ لوگ جمع ہو جائیں۔ تو بہت مناسب ہے۔ فرمایا کل کو اس رستے سے ہمارے لشکر کے تین جھنڈے نمودار ہوں گے۔ ہر جھنڈے میں پانچ ہزار چھ سو پینسٹھ سپاہی ہوں گے۔ جب دوسرا دن ہوا۔ تو میں سوار ہو کر کوفہ کی طرف چلا۔ کہ ناگاہ ایک غبار نمودار ہوا۔ اور اس میں سے ایک لشکر عظیم ظاہر ہوا۔ ان میں سے ایک شخص نے نکل کر مجھ سے پُوچھا۔ تو کون ہے؟ میں نے جواب دیا۔ عبداللہ ابن عباسؓ۔ وہ خاموش ہو گیا۔ میں نے کہا۔ اس لشکر کا علمدار کون ہے؟ اس نے جواب دیا۔ کہ فلاں۔ میں نے کہا۔ کہ تمہارے لشکر کی تعداد کتنی ہے۔ اس نے جواب دیا۔ کہ پانچ ہزار چھ سو پینسٹھ۔ اس کے بعد میں نے کچھ رستہ اور طے کیا۔ اتنے میں ایک غبار نظر آیا۔ اور اس میں سے اسی قدر لشکر ظاہر ہوا۔ اور اُن سے وہی سوال و جواب ہوئے۔ جو اوپر گذرے۔

الغرض میں نے تینوں جھنڈوں سے ملاقات کی۔ اور تینوں کی تعداد کو دریافت کیا۔ اور جیسا کہ مخبر صادق کے وصی برحق نے خبر دی تھی۔ بالکل اُس کے مطابق پایا۔ اس کے بعد امیرالمومنینؑ کی خدمت میں واپس آیا۔ فرمایا کہاں سے آتے ہو۔ میں نے عرض کی جب کل امیرالمومنینؑ سے تین جھنڈوں کا ذکر سُنا۔ تو مجھے خیال ہُوا کہ کہیں اُن کی

تعداد میں کمی نہ ہو۔ اس لئے جا کر تینوں جبّوں کو دیکھا۔ ویسا ہی پایا۔ جیسا کہ عالم علم سلونی نے ارشاد فرمایا تھا۔ بعدازاں امیرالمومنینؑ نے فرمایا۔ اے ابن عم! کل ہم ہیں اور اس باغی قوم میں لڑائی ہوگی۔ اور ہم خدا کی برکت سے ان پر فتحیاب ہوں گے۔ اور ان کے مالوں کو تقسیم کریں گے۔ اور ہر ایک شخص کو پانسو درہم ملیں گے۔ جب دوسرا دن ہوا۔ فرمایا۔ تم لڑائی میں پہل نہ کرو۔ ہم نے آپ کے حکم کی تعمیل کی۔ پس اس قوم نے آ کر ہم پر نیزوں کے وار کئے۔ جب ہم نے چاہا۔ کہ لڑائی شروع کریں۔ تو فرمایا۔ کہ ابھی فرشتوں کا لشکر نازل نہیں ہوا کس لئے جلدی کرتے ہو۔ جب زوال کا وقت قریب آیا تو آنحضرت کی زرہ زیب تن فرما کر جنگ کی طرف متوجہ ہوئے۔ لشکر مخالف نے شکست کھائی۔ اور بہت سا مال ہمارے لشکر کے ہاتھ آیا تقسیم کرنے کے بعد دریافت فرمایا۔ کہ ہر ایک شخص کو کتنا کتنا حصّہ ملا۔ اہلِ لشکر نے عرض کی۔ کہ ہر ایک کو پانچ سو درہم۔ اور دو ہزار باقی ہیں۔ فرمایا۔ وہ میرا اور حسنؑ حسینؑ اور محمد حنفیہؓ کا حصّہ ہے۔ پس جیسا کہ آنجناب نے ارشاد فرمایا تھا۔ ہر ایک کے پاس پانسو درہم حصّے میں آئے۔

مؤلف عرض کرتا ہے۔ سبحان اللہ! کیسا عدل ہے۔ جناب نے یہ نہ فرمایا کہ دو ہزار باقی ماندہ میرا حصّہ ہے۔ بلکہ چاروں کے نام لئے تاکہ آپ بھی سب لشکریوں کے برابر رہیں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک روز ابوبکر رضی اللہ عنہ سے خطاب کر کے فرمایا۔ کَفِّیْ وَکَفُّ عَلِیٍّ فِی الْعَدْلِ سَوَآءٌ (میرا ہاتھ اور علیؑ کا ہاتھ عدل میں برابر ہیں)

منقبت ۵۵ نیز کتاب مذکور میں امام جعفر صادق رضوان اللہ علیہ سے منقول ہے۔ کہ طلحہ اور زبیر نے جنگ جمل کے روز کہا۔ ہم ایسا شخص چاہتے ہیں جس کو علیؑ سب سے زیادہ دشمن رکھتے ہوں۔ تاکہ یہ خط اس جناب کو پہنچاوے۔ ایک شخص نے آ کر کہا۔ مجھ سے بڑھ کر علیؑ کا دشمن کوئی نہ ہوگا۔ انہوں نے پوچھا۔ تو کس درجہ پر علیؑ کی عداوت رکھتا ہے۔ اس نے کہا۔ یہ تمنا رکھتا ہوں۔ کہ وہ (علیؑ) اپنے اصحاب سمیت میرے اندر ہو۔ اور کوئی شخص مجھے ایسی تلوار لگائے۔ کہ میں دو ٹکڑے ہو جاؤں۔ اور وہ تلوار میرے خون میں تر نہ ہو۔ پس خط اس کے حوالے کر کے کہا۔ تو اس کو پہچانتا ہے؟ اگر نہیں پہچانتا۔ تو ہم نشان دیتے ہیں۔ اس کی نشانی یہ ہے کہ رسولؐ کی خچر پر سوار ہے۔ اور سیّد کائنات کا عمامہ سر پر رکھے ہے۔ اور صاحب قاب قوسین کی کمان ہاتھ میں لئے ہے۔ اور اصحاب مستطاب رسالت مآب اس کے پیچھے قطار باندھے ہیں کہ ہر ایک شیر دلیر کی مثل و نظیر ہے۔ تجھ کو لازم ہے کہ ان کا لحاظ رکھے۔ ایسا نہ ہو۔ کہ تجھ کو پارہ پارہ کر ڈالیں۔

الغرض اس شخص نے آ کر خط امیرالمومنینؑ کے ہاتھ میں دیا۔ امیر نے خط پڑھا۔ اور خط کا مضمون مفصّل طور پر اس سے بیان کیا۔ اور جو کچھ طلحہ اور زبیر نے زبانی کہا تھا۔ اس کے بیان کرنے سے پہلے ہی اس طرح لفظاً لفظاً بیان فرمایا۔ گویا وہاں موجود تھے۔ اور جو کچھ اس نامہ بردار نے ان سے کہا تھا۔ وہ بھی ظاہر کر دیا۔ اور اس کو قسم دی کہ کہا فی الواقع ایسا ہی تھا؟ اس نے کہا۔ یا امیرالمومنینؑ واقعاً ایسا ہی تھا۔ اور اس وقت تک مجھ سے بڑھ کر جناب کا کوئی دشمن نہ تھا۔ اب میرے اعتقاد میں مجھ سے بڑھ کر آپ کا کوئی دوست نہیں ہے۔

اور جو کوئی جناب کی رائے عالم آرائے کے مخالف ہے میں اس سے بیزار ہوں۔ امیرالمومنینؑ نے فرمایا۔ کہ اے شخص! تو جا کر اُن سے کہہ کہ تم نے اپنی اور اپنے لشکریوں کی عورتوں کو تو پردے میں بٹھایا ہے۔ اور آنحضرت صلواۃ اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حرم محترم کو فوج کے درمیان لائے ہو۔ اور لوگ دیکھتے ہیں۔ کہ اس محافہ میں رسولؐ خدا کی زوجہ ہے۔ اور عائشہ سے کہہ۔ کہ تو نے خدا کا قول اور رسولِ خدا کی بات کو قبول نہ کیا۔ اور گھر سے نکل آئی۔ اور نامحرموں کے درمیان آکر پھر رہی ہے۔ اور جن لوگوں نے تجھے اس بات پر آمادہ کیا ہے۔ کل قیامت کے دن کس طرح رسولؐ خدا کو منہ دکھائیں گے۔ اور ان کو شرمساری کے سوا اور کچھ حاصل نہ ہوگا۔ پس اس مرد فرزانہ نے مردانہ وار واپس جا کر جو کچھ امیرالمومنینؑ نے فرمایا۔ ان کو جا سنایا اور پھر لشکر ظفر اثر امیرالمومنینؑ میں واپس آ گیا۔ اور برابر حاضر خدمت رہا۔ یہاں تک کہ درجۂ شہادت پر فائز ہُوا۔

منقبت ۵۶ نیز کتاب مذکور میں ابوالفضل کرمانی سے منقول ہے۔ کہ اس نے روز جمعہ بر سر منبر اسناد طویلہ کے ساتھ روایت کی۔ کہ عمر بن الخطابؓ کے عہد حکومت میں ایک عابدہ عورت تھی۔ جب وہ حاملہ ہوئی۔ تو ایک روز اس کا دل کباب کو چاہا۔ اپنے شوہر سے کہا میرے لئے کباب لا۔ اس کا شوہر ایک مرد درویش اور نیکوکار تھا۔ کہنے لگا اگر کوئی چیز میری بساط میں ہو۔ تو میں تم سے کبھی دریغ نہ کروں۔ اس وقت ایک گائے ان کے گھر میں گھس آئی۔ عورت نے کہا۔ اس کو ذبح کر کے تھوڑے سے کباب تیار کر۔ مرد نے کہا۔ لوگوں کی گائے ہم پر کس دلیل سے حلال ہوئی؟ ذرا صبر کر۔ کہ رزقوں کا تقسیم کرنے والا کوئی ایسا سبب پیدا کر دے۔ کہ تیرا مطلب پورا ہو جائے۔ اور گائے کو گھر سے نکال دیا۔ دوسری دفعہ پھر وہ گائے اندر گئی۔ اور مرد اور عورت میں وہی گفتگو ہوئی۔ اور گائے کو باہر نکال کر دروازے پر قفل لگا دیا۔ تیسری دفعہ وہ گائے اپنے سینگوں سے دروازہ توڑ کر اندر چلی آئی۔ ہر کام کے لئے ایک دلیل و برہان ہوا کرتی ہے یقین جان لے۔ کہ اس گائے میں ہمارا کچھ حق ضرور ہے۔ جو تین دفعہ پھر پھر کر ہمارے گھر میں آئی ہے۔

القصہ جب عورت نے مرد کو گائے کے ذبح کرنے پر جرأت دلائی۔ تو اس نے اس کو ذبح کیا۔ اور بہت جلد کچھ گوشت کے کباب تیار کئے۔ جب کباب کی بُو ہمسایہ کے دماغ میں پہنچی۔ جو کہ اُن کا دشمن تھا۔ تو اُس نے کوٹھے پر چڑھ کر حقیقت معلوم کی۔ اور جان لیا کہ وہ کس کی گائے ہے۔ پھر جا کر اُس کے مالک کو اطلاع دی۔ کہ فلاں شخص نے تیری گائے ذبح کر لی ہے۔ اور ابھی چمڑا اُتار رہا ہے۔ جب گائے والے نے آکر دیکھا تو اُس کے بیان کو درست پایا۔ اہل محلہ کو جمع کر کے اس مرد درویش کو عمرؓ بن الخطاب کے پاس لے گیا۔ عمرؓ نے پوچھا۔ تو نے اس شخص کی گائے کو کیوں ذبح کیا۔ درویش نے وہی دلیل جو اس کی عورت نے حلیت کے بارے میں اس سے بیان کی تھی۔ بیان کی۔ عمرؓ بن الخطاب نے فرمایا۔ اے شخص! کیا تو دیوانہ ہو گیا ہے؟ لوگوں کی گائے کو اس

دلیل سے ذبح نہیں کر سکتے۔ پھر حکم دیا۔ کہ اس کا ہاتھ کاٹ ڈالیں۔ اس غریب کو نہایت شور و غل مچاتے بازار سے لئے جا رہے تھے۔ کہ امیر المومنین کرم اللہ وجہہ کا وہاں سے گزر ہوا۔ اور حقیقت حال سے مطلع ہو کر فرمایا صَدَقَ رَسُوْلُ اللّٰہِ رسولِ خدا نے سچ فرمایا ہے۔ پھر حکم دیا۔ کہ اس شخص کو پھر دار الشرع میں لے چلو کہ میں بھی آتا ہوں۔ اس وقت دار الشرع میں آکر فرمایا۔ اے ابا حفص! کیا میں آج اس مرد کے بارے میں وہ حکم کروں جو رسولؐ نے مجھ سے فرمایا ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا۔ یا ابا الحسنؑ! حکم آپ کا ہی حکم ہے۔ فرمایا۔ گائے کے مالک کو قتل کر ڈالیں۔ اور اس کا سر گائے کے سر کے برابر رکھ کر عدل خداوندی کا تماشا دیکھیں۔ جب آپ کے حکم کی تعمیل کی گئی۔ تو عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے عرض کی۔ اے ابو الحسن۔ آپ نے اس گائے والے کو کس لئے قتل کیا۔ آنحضرتؑ نے فرمایا۔ اے ابو حفص! مجھ سے جناب رسولؐ خدا نے فرمایا تھا۔ کہ میری وفات کے بعد ایک روز ایسا واقعہ پیش آئے گا۔ تم کو چاہیئے کہ گائے والے کا سر کاٹ کر گائے کے سر کے ساتھ ایک جگہ رکھنا۔ کہ واقعہ خضر کی طرح اسرار الٰہی میں سے ایک سر ظاہر ہو گا۔ پس جناب امیر نے دونوں سروں کو ایک جگہ رکھ کر اسمائے حُسنیٰ میں سے ایک اسم اس طرح پڑھا۔ کہ کوئی نہ سمجھا ناگاہ اس مرد کا سر بلند آواز سے پکارا! اے مسلمانو! جانو اور گواہ رہو۔ کہ میں نے اس شخص کے باپ کو ناحق قتل کیا تھا۔ اور گائے کو غصب کر کے لے گیا تھا۔ حق تعالیٰ امیر المومنینؑ کو جزائے خیر دے۔ کہ دار دنیا میں مجھ سے قصاص لیا۔ اور عاقبت کے عذاب اور ہمیشہ کے لئے دوزخ میں رہنے سے چھڑا دیا۔ بعد ازاں گائے کا سر گویا ہوا۔ اور تمام واقعہ مذکورہ کو بیان کیا۔ اس حال کے دیکھنے اور اس گفتگو کے سُننے سے اہل مدینہ سے ایک شور نکلا۔ اور سب یکبارگی امیر المومنینؑ کی مدح و ثنا بیان کرنے لگے۔ اور عمرؓ بن الخطاب نے حضرت کی دونوں بھوؤں کے درمیان بوسہ دیا۔ اور کہا لَوْلَا عَلِیٌّ لَھَلَکَ عُمَرُ (اگر علیؑ نہ ہوتے۔ تو عمرؓ ضرور ہلاک ہو جاتا)

منقبت ۵۵ نیز کتاب مذکور میں امام جعفر صادق رضوان اللہ علیہ سے منقول ہے۔ کہ عمرؓ بن الخطاب کے زمانے میں چند عورتیں ایک لڑکی کو لائیں۔ اور بیان کیا کہ اس لڑکی کا ازالۂ بکارت زنا سے ہوا ہے خلیفہ اس عورت کی جو مدعیہ تھی۔ اور عورتوں سمیت امیر المومنینؑ کے پاس لائے۔ حضرت نے ہر ایک عورت کو جدا جدا کر کے بٹھایا۔ اور اس مدعیہ کو ایک اور مکان میں۔ بعد ازاں ایک عورت کو بلا کر اور تلوار کھینچ کر فرمایا۔ اگر تو جھوٹ کہے گی۔ تو تیرا سر تن سے اڑا دوں گا۔ اس عورت نے کہا۔ یا امیر المومنینؑ! الامان الامان۔ اصل قصّہ یہ ہے۔ کہ اس یتیم لڑکی کو اس مدعیہ کا شوہر اس کے سپرد کر کے سفر کو گیا ہے۔ اور اس نے اس خیال سے کہ جب اس کا شوہر سفر سے واپس آئے گا۔ تو اس لڑکی سے نکاح کر لے گا۔ ہمسایہ کی عورتوں کو بلایا۔ اور انہیں شراب پلائی اور اس لڑکی کو بھی جبراً شراب دی۔ اور ہمسایہ کی عورتوں سے مل کر انگلی کے ساتھ اس کی بکارت کو زائل کیا۔ جب یہ مقدمہ

تحقیق اور ثابت ہوگیا تو ارشاد فرمایا۔ کہ دین محمدی میں آج تک میرے سوا کسی شخص نے گواہوں میں تفریق نہیں کی۔ جیسا کہ دانیال علیہ السلام نے اپنے بچپن میں کی تھی۔ حاضرین نے عرض کی۔ یا امیرالمومنینؑ ہم نے دانیال کی حکایت نہیں سُنی۔ فرمایا۔ دانیال یتیم تھا۔ اور ایک بڑھیا عورت اس کی پرورش کرتی تھی۔ اور بنی اسرائیل کا ایک بادشاہ تھا۔ اس کے دو قاضی تھے۔ ان کا ایک زاہد دوست تھا۔ جس کی عورت نہایت جمیل وشکیل اور پاکیزہ خصال عبادت گذار تھی۔ وہ زاہد کبھی کبھی بادشاہ سے ملنے اور باتیں کرنے جایا کرتا تھا۔ ایک روز بادشاہ نے زاہد کو ایک ضروری کام کے لئے کہیں باہر بھیج دیا۔ چونکہ زاہد اُن قاضیوں سے آشنائی رکھتا تھا۔ جاتے ہوئے کہا۔ کہ ذرا گھر سے خبردار رہنا۔ دونوں نے بسر و چشم قبول کیا۔ دونوں ہر روز زاہد کے گھر پر آتے۔ اور دروازے پر آکر بال بچّوں کی خیر و عافیت پوچھ کر چلے جاتے۔ ایک روز اتفاقاً دونوں کی نظر زاہد کی زوجہ پر جا پڑی۔ اور اس پر عاشق ہوگئے۔ اور اس سے کہا۔ کہ تم ہم سے ہمبستری کر۔ عورت چونکہ نہایت عبادت گذار اور خدا ترس تھی۔ اس امر قبیح کو قبول نہ کرسکی۔ بولے ہم تجھے زنا کی تہمت لگائیں گے۔ اور سنگسار کرنے کا حکم دیں گے۔ وہ پارسا بولی۔ سنگسار ہونا قبول۔ مگر زنا قبول نہیں۔ دونوں قاضیوں نے بادشاہ کے پاس جاکر کہا۔ کہ زاہد اپنی عورت کو ہمارے حوالے کرگیا تھا۔ وہ زنا کار ہے۔ ہم نے خود اپنی آنکھ سے دیکھا۔ کہ اس نے زنا کیا۔ بادشاہ نے اس بات سے نہایت رنجیدہ خاطر ہوکر کہا۔ مجھ کو تمہارے قول پر پورا اعتماد ہے۔ لیکن تین روز کی مہلت دو۔ اس کے بعد تم اسے سنگسار کرنا۔ جب تیسرا دن ہوا۔ تو وزیر نے بادشاہ کے پاس آکر عرض کی۔ کہ لوگوں میں اس امر کا تذکرہ ہو رہا ہے۔ اور کوئی شخص بھی یقین نہیں کرتا۔ کیونکہ یہ عورت اپنے شوہر سے بھی بڑھ کر عابدہ اور زاہدہ ہے۔ بادشاہ نے کہا۔ اے وزیر! کیا کوئی تدبیر ہوسکتی ہے۔ جس سے اس عورت کے سنگسار کرنے میں تاخیر ہوجائے۔ وزیر باہر آیا۔ تاکہ اس باب میں کچھ غور کرے۔ جب وہ کوچہ سے گزر رہا تھا۔ اس وقت ایک لڑکا دانیال نام لڑکوں میں کھیل رہا تھا۔ بولا۔ اے لڑکو! آؤ کھیلیں۔ میں تمہارا بادشاہ بنوں۔ اور فلاں لڑکا زاہد کی بیوی۔ اور فلاں فلاں لڑکے قاضی جنہوں نے زاہد کی بیوی کو زنا کی تہمت لگائی ہے۔ اور بادشاہ کے پاس جاکر گواہی دی ہے۔ بچّوں نے کہا اچھا ایسا ہی کرو پس دانیال نے مٹی کا ایک ڈھیر جمع کیا۔ اور سرکنڈے کی ایک تلوار بنا کر اپنے آگے رکھی۔ اور کہا اس ایک گواہ کو جو قاضی ہے۔ فلاں جگہ لے جاؤ۔ اور دوسرے گواہ کو جو دوسرا قاضی ہے۔ فلاں جگہ لے جاؤ۔ پھر اس ایک کو بلوا کر پوچھا۔ کہ اس عابدہ عورت نے کس شخص سے زنا کیا ہے۔ اور کونسی جگہ کیا ہے۔ اس نے جواب دیا۔ کہ فلاں شخص سے اور فلاں مقام میں۔ پھر اس کو اپنی جگہ پر بھیج دیا۔ پھر کہا۔ کہ دوسرے قاضی کو بلاؤ۔ جب وہ حاضر ہوا۔ تو اس نے کہا۔ اس نے تو گواہی دے دی ہے۔ کہ کس شخص نے اس عابدہ سے زنا کیا ہے اور کس جگہ میں کیا ہے۔ تو بھی گواہی دے۔ اُس نے کہا۔ کہ فلاں شخص سے اور فلاں مقام میں۔ چونکہ دونوں گواہوں نے فاعل اور مقام زنا کے بارے

میں مختلف گواہی دی۔ اور ان کے بیانات میں اختلاف تھا۔ پھر بیان کیا۔ کہ قاضیوں نے اس عابدہ عورت پر اپنے مطلب کے لئے کہ وہ ان کی درخواست کو قبول نہ کرتی تھی۔ تہمت لگائی ہے۔ اے بچّو! منادی کرو۔ کہ قاضیوں نے جھوٹی گواہی دی ہے۔ اور عابدہ عورت کو زنا کی تہمت لگائی ہے۔ دونوں کو قتل کیا جائے گا۔ سب فلاں مقام پر حاضر ہوں۔ جب وزیر نے دانیال علیہ السلام سے یہ داستان سُنی۔ تو بادشاہ کے پاس آ کر تمثیل کے طور پر بیان کی۔ پس بادشاہ نے قاضیوں کو طلب کیا۔ اور دونوں کو ایک دُوسرے سے جدا کر کے شہادت لی۔ اور دونوں سے فاعل۔ مکان اور وقت زنا کی بابت سوال کیا۔ دونوں کے بیانات اس باب میں بالکل مختلف پائے گئے۔ بادشاہ نے حکم دیا۔ کہ منادی کی جائے کہ لوگ فلاں مقام پر جمع ہوں۔ تاکہ بے دیانت قاضیوں کو جنہوں نے زاہدی عابدہ عورت کو جھوٹ موٹ زنا کی تہمت لگائی ہے۔ قتل کیا جائے۔ لوگ اس روز مقررہ مقام پر جمع ہو گئے۔ اور قاضیوں کو قتل کیا گیا۔ حاضرین مجلس نے جب یہ بات امیرالمومنینؑ کی زبانی سنی۔ سب کے سب آپ کی مدح وثنا کرنے لگے۔ اور جَزَاكَ اللّٰهُ خَيْرًا يَا وَصِيَّ سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ کے نعرے بلند کئے۔

منقبت[۵۸]۔ نیز کتاب مذکور میں مرقوم ہے۔ کہ اصحاب کبار میں سے ایک بزرگ نے عرض کی۔ یا امیرالمومنینؑ! چند باتیں میرے دل میں تھیں۔ کہ رسول مقبولؐ سے دریافت کروں گا لیکن نہ کر سکا۔ آپ ان کا جواب ارشاد فرمائیں۔ فرمایا۔ پوچھ۔ اس نے عرض کی۔ یا امیرالمومنینؑ! ایک وقت آدمی ایک چیز خواب میں دیکھتا ہے اور جب بیدار ہوتا ہے۔ تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا ہاتھ میں تھی۔ اور بعض وقت خواب میں دیکھتا ہے کہ وہ ذرا بھی صحیح نہیں ہوتا۔ نیز کبھی ایک شخص کو خواب میں دیکھتا ہے۔ کہ اس کو دوست رکھتا ہے۔ اور ایک کو دشمن رکھتا ہے۔ حالانکہ ان کے درمیان کسی قسم کی جان پہچان نہ تھی۔ اور بعض وقت ایک چیز مدتوں آنکھ سے دیکھتا اور کان سے سُنتا ہے۔ اور عرصہ کے بعد ضرورت کے وقت بھول جاتا ہے۔ اور بلا ضرورت یاد آجاتی ہے اس کا بھید کیا ہے؟ فرمایا۔ جو کچھ آدمی خواب میں دیکھتا ہے۔ اس کا راز بموجب آیۂ ذیل اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْأَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْأُخْرٰى إِلٰى أَجَلٍ مُّسَمًّى (زمر ع۵) (اللہ وفات دیتا ہے نفسوں کو ان کی موت کے وقت۔ اور جو نفس نہیں مرتے۔ ان کو ان کے سونے کے وقت۔ پس جن نفسوں کے لئے موت کا حکم جاری ہو چکا ہے۔ ان کو بند کر لیتا ہے اور باقیوں کو مدت مقررہ تک چھوڑ دیتا ہے) کہ جو شخص سوتا ہے۔ اس پر موت کا شبہ ضرور ہو جاتا ہے۔ اور جو کچھ اُس نے اس وقت خواب میں دیکھا جبکہ روح بدن سے مفارقت کرتی ہے۔ وہ عالم ملکوت سے ہوتا ہے۔ وہ رحمانی خواب ہے۔ البتہ سچ اور درست ہوتا ہے۔ اور جو کچھ اس وقت دیکھتا ہے۔ جبکہ روح بدن سے متعلق ہو

وہ شیطانی خواب ہے۔ اور یہ جو ایک شخص کو دیکھتا ہے۔ اور اس کو دوست رکھتا ہے۔ اور دوسرے کو دیکھتا ہے اور دشمن رکھتا ہے۔ حالانکہ ان میں باہم کسی کی جان پہچان اور معرفت نہیں ہوتی۔ اس کا سبب یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے روحوں کو بدنوں سے دو ہزار سال الوہیت (سال الوہیتی جس کا پچاس روز ہزار سال کا ہوتا ہے۔) پہلے پیدا کیا۔ اور ان کا قرار گاہ ہوا میں تھا۔ کہ ایک دوسرے سے ملاقات کر کے گھوڑوں کی طرح ایک دوسرے کو سونگھتے تھے۔ جنہوں نے کہ اس روز ایک دوسرے کو شناخت کر لیا۔ ان کو اُن سے اُلفت ہوتی ہے۔ اور جنہوں نے اس روز ایک دوسرے کو شناخت نہیں کیا۔ ان کے درمیان بُغض اور عداوت ہو گی۔ اور یہ چیز کہ سالہا سال دیکھی اور سُنی ہوتی ہے۔ اور ضرورت کے وقت بھول جاتی ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ ہر ایک دل کے گرد چاند کی طرح ہالہ ہوتا ہے۔ جب وہ ہالہ دل کے گرد آجاتا ہے اور اس کو گھیر لیتا ہے۔ تو جو چیزیں اس نے دیکھی اور سُنی ہوتی ہیں ان کو بھول جاتا ہے۔ حضرت کا یہ بیان سُن کر وہ شخص بولا۔ اے وصی خیر المرسلین! آپ نے سچ فرمایا۔

منقبت ۵۹ نیز کتاب مذکور اور تنبیہ الغافلین مصنفہ ابو اللیث سمرقندی میں ابو سعید خدری سے روایت کی گئی ہے۔ کہ ایک روز حضرت عمرؓ بن الخطاب کی ابتدائے خلافت میں ہم اور عمرؓ امیر المومنینؑ علی کے ساتھ خانہ کعبہ کا طواف کر رہے تھے۔ جب ہم حجر الاسود کے پاس پہنچے۔ تو عمرؓ نے کہا میں جانتا ہوں۔ کہ تو ایک سیاہ پتھر ہے کوئی نفع اور نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ اگر یہ بات نہ ہوتی۔ کہ رسولِ خداؐ نے تجھ کو بوسہ دیا ہے۔ تو میں ہرگز تجھ کو بوسہ نہ دیتا۔ امیر المومنین کرم اللہ وجہہ نے فرمایا۔ اے ابو حفص! چپ رہ۔ کیونکہ وہ نفع اور نقصان پہنچاتا ہے حضرت عمرؓ نے جواب دیا۔ اے ابو الحسن! تم یہ بات کہاں سے کہہ رہے ہو۔ فرمایا۔ قرآن مجید سے۔ کہ خدا فرماتا ہے۔

وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِیْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰی شَهِدْنَا اَنْ تَقُوْلُوْا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِیْنَ ۙ

(اور یاد کر اس وقت کو جبکہ تیرے پروردگار نے بنی آدم کی ذریات کو اُن کی پشتوں سے لیا۔ اور اُن کو اپنے نفسوں پر گواہ بنایا (اور فرمایا) کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں۔ اُنہوں نے جواب دیا۔ بیشک تو ہمارا پروردگار ہے۔ ہم نے گواہ بنایا ہے۔ کہ قیامت کے روز یہ نہ کہہ دو۔ کہ اس بات سے غافل اور بے خبر تھے۔) (اعراف ۲۲)

یعنی خدا نے ذریت آدم کو پیدا کیا۔ اور ان کو معلوم کرا دیا کہ وہ ان کا پروردگار ہے۔ اور یہ اس کے بندے۔ پس ان کے لئے ایک تحریر لکھی۔ اور اس پتھر کے بیچ میں رکھ دی۔ اور فرمایا۔ اے حجر اسود۔ تو گواہ رہنا جو شخص تیرے پاس آئے۔ اور تجھ کو بوسہ دے۔ قیامت کے دن اس کے واسطے گواہی دینا۔ پس یہ پتھر نفع اور نقصان دیتا ہے۔ یہ سُن کر عمرؓ نے کہا۔ نَتَعَوَّذُ بِاللّٰهِ مِنْ مُعْضَلَةٍ لَّیْسَ لَهَا اَبُوْحَسَنٍ۔ یعنی میں اس مشکل قضیے سے خدا کی پناہ میں آتا ہوں۔ جس کے حل کرنے کے لئے ابو الحسن موجود نہ ہو۔ ملا حسن کاشی نے فرمایا ہے۔ **نظم**

اے بندہ مرفوع تو از نہ فلک ارفع　　دے بُردہ ز روئے تو ضیا شمع مشعشع
ماہ عرب و شاہ عجم مفخرِ عالم!　　سلطان سرا پردۂ ایوانِ ملمع
شاہنشہ دین شیر خدا ہمسر زہرا　　نفس نبی اللہ سر و سرور مجمع
ہم اعظم و ہم اعلم و ہم افضل و اکمل　　ہم مہتر و ہم بہتر و ہم اورع و اشجع
ہست او سپر شرع و ولی عہد پیمبرؐ　　روشن کن ایں دائرۂ سطح مربع
از بعد نبیؐ غیر علی کیست کہ اُو را　　گویند بحق میر امم شاہ مشفع
فرماندہِ اقلیم سلُونی کہ بمعنے　　گنجینۂ آدمؑ شد و مجموعۂ یوشع

منقبت نمبر ۶۰ تاریخ اعثم کوفی میں لکھا ہے کہ جب ابو بکر رضی اللہ عنہ نے مملکت شام کی تسخیر کی غرض سے لشکر بھیجنے کا ارادہ کیا۔ تو اکابر مہاجر و انصار کو طلب کر کے اُن سے رائے لی۔ ہر ایک نے ایک ایک رائے اور صلاح دی۔ بعض نے کہا۔ کہ لشکر بھیجنا چاہیئے۔ بعض نے صلاح دی کہ خود جانا چاہیئے۔ آخر کار امیر المومنین کرم اللہ وجہہ کے دولت سرا پہ حاضر ہو کر عرض کی۔ اے ابو الحسن! آپ کی کیا رائے ہے؟ امیر المومنینؑ نے فرمایا۔ اگر لشکر بھیجو۔ تو فتح و ظفر کا یقین رکھو۔ اور اگر خود جاؤ۔ تو نصرتِ خداوندی پر بھروسہ کرو۔ کیونکہ دونوں حالتوں میں تمام مشکلات حل ہو جائیں گی۔ اور فتح و ظفر رُونما ہو گی۔ ابو بکرؓ نے کہا بَشَّرَكَ اللّٰهُ يَا اَبَا الْحَسَنِ اے ابو الحسن خدا تجھے بشارت دے۔ لیکن یہ تو بتائیے کہ آپ یہ کہتے کہاں سے ہیں۔ فرمایا میں نے سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے سُنا ہے۔ کہ دین اسلام تمام دینوں پر روز قیامت تک غالب رہے گا۔ ابو بکرؓ نے کہا اے ابو الحسن! جیسا کہ آپ نے اس حدیث سے مجھ کو خوش کیا۔ خدا تعالیٰ آپ کو بہشت کی زیادتی سے خوش کرے۔ اور اصحاب کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔ اے مسلمانو! یہ شخص مخبر صادقؐ کا وصی اور ان کے علم کا وارث ہے۔ جو کوئی اس بات کی سچائی میں شک رکھے۔ وہ بیشک منافق اور زندیق ہے۔ الغرض امیر المومنینؑ کی فرمائش کے موافق بڑی بڑی فتوحات حاصل ہوئیں۔

منقبت نمبر ۶۱ نیز کتاب مذکور میں منقول ہے۔ کہ ایک روز مسجد کوفہ میں ایک شخص نے آکر کہا۔ یا امیر المومنینؑ! میرا ارادہ ہے۔ کہ بیت المقدس میں جا کر عبادت میں مشغول ہوں۔ فرمایا۔ جو زادِ راہ کہ تو نے تیار کیا ہے۔ اس کو کھالے۔ اور سواری کو فروخت کر کے اس مسجد میں سکونت اختیار کر۔ کیونکہ یہ مسجد دنیا کی چار متبرک مسجدوں میں سے ہے۔ اور دو رکعت نماز جو یہاں ادا کی جائے۔ دوسری مسجد کی دس رکعت سے افضل ہے۔ اور منجملہ اس کے فضائل کے ایک یہ ہے۔ کہ طوفان کے وقت وہ تنور جس سے پہلے پہل پانی جوش مار کر نکلا۔ اسی مسجد کے ایک گوشہ میں تھا۔ اور یہاں پر پانچواں ستون ہے۔ ابراہیم۔ نوح۔ ادریس علیہم السلام نے نماز پڑھی ہے۔ اور موسیٰؑ

علیہ السلام کا عصا مدت تک یہاں رہا ہے۔ اور یغوث اور یعوق بُت یہیں توڑے گئے ہیں۔ اور روز قیامت کئی ہزار مخلوقات یہاں سے محشور ہو گی۔ کہ ان کا حساب اور عقاب نہ ہو گا۔ اور اس مسجد کے صحن میں بہشت کا ایک مرغزار (چراگاہ) ہو گا۔ اور آخری زمانے میں یہاں سے تین چشمے ظاہر ہوں گے۔ صاف پانی کا چشمہ۔ دودھ کا چشمہ روغن کا چشمہ۔ اور اس کے دائیں طرف ذکر ہے۔ اور اس کے بائیں جانب فکر ہے۔

منقبت [۶۲]۔ نیز کتاب مذکور میں مسطور ہے۔ کہ جب امیر المؤمنین شام کو جاتے ہوئے کربلا کی سرزمین میں پہنچے۔ تو دریائے فرات پر خرمے کے چند درخت دیکھ کر آپ کا رنگ مبارک متغیر ہو گیا۔ ابن عباسؓ کی طرف منہ کر کے فرمایا۔ اے عبداللہ! تم جانتے ہو۔ یہ کونسی جگہ ہے۔ وہ بولے۔ میں نہیں جانتا۔ فرمایا۔ اگر تم جانتے تو جس طرح میں روتا ہوں۔ اسی طرح تم بھی روتے۔ اور اس قدر روئے کہ ریش مبارک آنسوؤں سے تر ہو گئی۔ اور ایک آہ سینہ پر درد سے نکال کر فرمایا۔ اَخ اَخ۔ مجھ کو آل ابی سفیان سے کیا واسطہ پڑا ہے۔ اور امام الثقلین امیر المومنین حسین رضوان اللہ علیہ کو اپنے پاس بلا کر فرمایا۔ اے جگر گوشۂ رسولؐ اور نور دیدۂ بتول بلاؤں۔ اور مصیبتوں پر صبر کرنا چاہیئے۔ جو مصائب آج تمہارا باپ ابی سفیان سے دیکھ رہا ہے۔ کل تم بھی ان کے ہاتھ سے دیکھو گے۔ پھر گھوڑے پر سوار ہو کر ایک ساعت زمین کربلا کے گرد چکر لگایا۔ اور اس طرح تلاش اور تجسس کرتے پھرتے تھے۔ جیسے کسی کی کوئی چیز گم ہو جاتی ہے۔ بعد ازاں گھوڑے سے اُتر کر پانی طلب کیا۔ اور وضو کر کے دو رکعت نماز ادا کی۔ اور سر تکیہ پر رکھ کر سو گئے۔ اور اسی وقت نہایت بیقراری کی حالت میں جاگ اُٹھے۔ اور ابن عباسؓ کو بلا کر فرمایا۔ اے بھائی! میں نے عجیب خواب دیکھا ہے۔ ابن عباس نے عرض کی۔ یا امیر المومنین! خیر ہو۔ بیان فرمائیے۔ فرمایا۔ میں نے مردان سفید رو کی ایک جماعت دیکھی۔ کہ تلواریں حمائل کئے اور سفید علم ہاتھوں میں لئے آسمانوں سے اُترے۔ اور اس زمین کے گرد ایک خط کھینچا۔ اور ان درختوں نے اپنی شاخیں زمین پر ماریں اور تازہ خون سے بھری ہوئی ایک ندی جاری تھی۔ اور میرا بیٹا حسین خون کی ندی میں پڑا ہوا ہاتھ پاؤں مار رہا ہے اور کوئی شخص اس کی فریاد کو نہیں پہنچتا۔ اور مدد طلب کر رہا ہے۔ اور کوئی اس کی مدد نہیں کرتا۔ ان مردوں نے کہا۔ اے فرزندانِ مصطفٰے و مرتضٰی صبر کرو۔ اور جان لو کہ تم بد ترین مخلوق کے ہاتھ سے شہید ہو گئے۔ اور بہشت عنبر سرشت اور رضوان و خازن جنان تمہارے دیدار فرحت آثار کے مشتاق ہیں۔ اور میرے پاس آ کر مجھے تعزیت دے کر کہا۔ اے ابوالحسنؑ تم کو بشارت ہو کہ خدا تعالٰی قیامت کے روز حسینؑ کے دیدار سے تمہاری آنکھیں منور کریگا۔ اور جب میں نے یہ ہولناک خواب دیکھا۔ جلد جاگ اٹھا۔ اس خدا کی قسم ہے۔ جس کے قبضۂ قدرت میں علیؑ کی جان ہے۔ مخبر صادق اور رسول برحق صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا تھا۔ کہ اہل بغاوت کی جنگ کو جاتے وقت کربلا میں تم ایسا خواب دیکھو گے۔ بعد ازاں امیر نے فرمایا۔ اے ابن عباسؓ! اس زمین کو کربلا

کہتے ہیں۔ کہ میرے حسینؑ اور اس کے شیعوں اور فاطمہ بتول بنت رسول کی اولاد میں سے ایک جماعت کو اس خاک میں دفن کریں گے۔ اور اہل آسمان اس زمین کو کرب و بلا کہتے ہیں۔ اور اس سرزمین کی خاک سے قیامت کے دن ایک جماعت کو اُٹھائیں گے۔ کہ بے حساب و عقاب بہشت میں جائیں گے۔ اے عبداللہ! آؤ اس زمین کے گرد پھریں شاید کہ ہرنوں کی آرامگاہ ہم کو مل جائے۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں ہم اس زمین کے گرد پھرے۔ یہاں تک کہ ہرنوں کے رہنے میں پہنچے۔ امیرالمؤمنین ہرنوں کی کچھ مینگنیاں اُٹھا کر سونگھتے تھے۔ مینگنیوں کا رنگ زعفرانی تھا۔ اور ان میں سے مشکِ اذفر کی سی بو آرہی تھی۔ فرمایا۔ اے عبداللہ تم کو کچھ ان کی کیفیت کی بھی خبر ہے۔ عرض کی نہیں۔ فرمایا عیسٰی علیہ السلام اپنے حواریوں سمیت اس زمین سے گزر رہے تھے۔ جب اس مقام پر پہنچے۔ تو کچھ مینگنیاں اُٹھا کر سونگھیں۔ اور ہرن بھی آکر اُن کے گرد کھڑے ہوگئے۔ اور میں بھی ولایت کی طاقت سے یہاں موجود تھا۔ عیسٰی علیہ السلام نے جب ہرنوں کی مینگنیاں دیکھیں۔ بہت بہت روئے۔ اور حواریوں نے بھی اُن کے ساتھ گریہ وزاری کی۔ اور عرض کی یا روح اللہ! ان مینگنیوں کو سونگھنے اور رونے کا باعث کیا ہے؟ فرمایا۔ خاتم الانبیاؑ کے فرزندوں کو اس سرزمین میں شہید کریں گے۔ اور ان کو ناحق قتل کیا جائے گا۔ اور یہ مینگنیاں اس وجہ سے خوشبودار ہیں۔ کہ ہرنوں نے اس سرزمین کی گھاس چری ہے۔ اے بارِ خدا! وصیِ مصطفٰی کو نصیب کر۔ کہ اس زمین میں پہنچ کر میری طرح ان مینگنیوں کو سونگھیں۔ تاکہ تسلّی حاصل ہو۔ اے عبداللہ! ان مینگنیوں کو حضرت عیسٰی علیہ السلام نے ہاتھ میں لے کر اپنے ناک کے آگے رکھا ہے۔ اور درازیِ مدّت کی وجہ سے زرد ہوگئی ہیں۔ یہ باتیں کرکے زار زار روئے۔ چنانچہ آپ کی آواز مبارک بلند ہوگئی۔ اور بیہوش ہوگئے۔ حاضرین نے جب یہ حال دیکھا۔ تنگدل ہو کر بہت روئے۔ جب امیرالمؤمنین ہوش میں آئے۔ تو اُٹھ کر چار سلام سے آٹھ رکعت نماز پڑھی۔ بعد ازاں امام الثقلین حسینؑ سے فرمایا۔ اے فرزند! صبر میں ثابت قدم رہ۔ کہ بلا و رنج دوستانِ خدا کا حصّہ ہے۔ اور دنیا مصیبت اور رنج کا مقام ہے۔ یہ دنیا کا رنج و غم چشم زدن میں گزر جاتا ہے۔ **نظم مؤلف:۔**

راحت دنیا چو زہر اندر نبات　　محنتش مانند برقے بے ثبات

گرچہ اول نوش آخر نیش ہست　　نیش او با نوش ہم آغوش ہست

پھر روئے مبارک آسمان کی طرف کیا۔ اور دونوں ہاتھ اُٹھا کر یوں دُعا فرمائی۔ اے خدا میرے فرزندوں کے قاتلوں کی عمروں سے برکتیں اُٹھا لے۔ اور ان کو بے یار و مددگار اور مغلوب کر۔ اور کچھ مینگنیاں اُٹھا کر رومال میں باندھ۔ اپنے کپڑوں میں رکھ لیں اور فرمایا۔ اے عبداللہ! معلوم ہے۔ کہ جب ان مینگنیوں کا رنگ تبدیل ہو کر خون کا رنگ ہو جائے یقین کر لو۔ کہ میرے نور دیدہ حسینؑ کی شہادت کا وقت آپہنچا۔ ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ میں وہ رومال اپنے پاس رکھتا تھا۔ اور ہر وقت اس کی خبر لیتا رہتا تھا۔ اور امیرالمؤمنین نے جب سے

کربلا میں وہ خواب دیکھا تھا۔ ہمیشہ آپ کا رنج وغم بڑھتا جاتا تھا۔ اور امام حسینؓ کے انجام کار کو سوچتے رہتے تھے نیز زبیر بن ارقم نے روایت کی ہے۔ کہ جب ابن ملجم لعنۃ اللہ علیہ وعلی اعوانہ نے امیرالمومنینؓ پر تلوار لگائی۔ امیر بے خود ہو کر جمال احدیت میں مستغرق ہو گئے۔ ایک ساعت کے بعد جب آنکھ کھولی۔ امام حسینؓ کو اپنے سینہ بے کینہ سے لگا کر رو رو کر فرماتے تھے۔ اے میرے دل کے مقصود! اور اے میری جان کی مراد! اور اے پیغمبرؐ آخرالزمان کی یادگار! میں دیکھتا ہوں کہ دشمن تم کو قتل کریں گے۔ اور تم سے بے مہری اور بے وفائی سے پیش آئیں گے۔ میں نے عرض کی۔ یا امیرالمومنینؓ! کس کی تاب وطاقت ہے۔ کہ حبیب خدا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرزند دلبند پر ایسا ظلم کرے۔ فرمایا۔ اے ابن ارقم! بدترین امت اور راندۂ غضب حضرت رب العزت کے سوا اور کسی سے یہ کام ہو سکتا ہے؟ خدا تعالیٰ اس کو نیکی اور خیر عطا نہ فرمائے۔ اور ایسی حالت میں اس کو موت نصیب کرے۔ کہ شراب پئے ہو۔ زبیر بیان کرتا ہے۔ کہ امیرالمومنینؓ سے یہ کلمات سُن کر میں اس طرح لرزے میں آیا۔ جس طرح آندھی سے گھاس کا تنکا لرزا کرتا ہے۔ اور بے اختیار رونے لگا۔ فرمایا۔ اے زبیر! رونے سے کیا فائدہ ہے؟ جبکہ حکم ربانی یہی ہے اور قضائے آسمانی اسی طرح جاری ہے۔

منقبت ۶۳ نیز کتاب مذکور میں مرقوم ہے کہ جب ابو موسیٰ اشعری نے فارس اور کرمان کو فتح کرنے کے بعد عمرؓ بن الخطاب کی خدمت میں خط لکھا۔ تو عمر رضی اللہ عنہ نے جواب میں تحریر فرمایا۔ کہ تمہارا خط پہنچا۔ اور حال معلوم ہوا۔ اور عنایت ربانی سے فتح ونصرت کے حاصل ہونے اور ولایت فارس وکرمان پر قابض ہونے کی کیفیت بخوبی واضح ہوئی۔ اس نعمت و دولت کے حصول پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا گیا۔ اور یہ جو لکھا تھا۔ کہ یہ خط بیابان خراسان کی سرحد سے لکھا گیا ہے خبردار ہرگز وہاں نہ جانا۔ اور جو شہر مفتوح ہو چکے ہیں۔ وہاں ایک نیک خصال پسندیدہ کردار نائب مقرر کر کے خود بصرہ میں آ کر قیام کر۔ اور ملک خراسان کی فتح سے ہاتھ اُٹھاؤ۔ کیونکہ ہم کو خراسان سے اور خراسان کو ہم سے کچھ تعلق اور سروکار نہیں ہے۔ کاش کہ ہمارے اور خراسان کے درمیان لوہے کے پہاڑ اور آگ کے دریا اور سد سکندری کی طرح ہزار دیواریں حائل ہوتیں۔ اسی اثنا میں امیرالمومنین کرم اللہ وجہہ وہاں تشریف لائے۔ اور فرمایا۔ اے ابوحفص! تم نے ایسا کیوں لکھا ہے۔ بولے اس لئے کہ خراسان ایک ایسی ولایت ہے۔ جو شور و شر سے پُر اور یہاں سے بہت دُور ہے۔ اور وہاں کے باشندے حیلہ ساز اور منافق ہیں۔ فرمایا۔ اگرچہ دور ہے۔ لیکن ملک خراسان کے خصائص اور آثار بہت ہیں۔ اور جو کچھ میرے دل پر حال ہوا ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ اس ملک میں ایک شہر ہے جس کا نام ہرات ہے۔ اس کو ذوالقرنین نے بنایا ہے اور عزیر پیغمبر السلام نے وہاں نماز پڑھی ہے۔ زمین صالح اور نہریں جاری ہیں۔ اور اس کے ہر دروازے پر ایک فرشتہ کھڑا ہے اور تلوار کھینچے بلاؤں کو ہنکاتا ہے۔ اور اس سے پہلے کسی شخص نے اس شہر کو فتح نہیں کیا۔

نیز خراسان میں ایک شہر ہے خوارزم۔ اور وہاں حدود اسلام سے ایک حد ہے۔ جو شخص وہاں مقام کرے۔ اس کو اتنا ثواب ہوگا۔ جیسا کہ کوئی راہ خدا میں جہاد کرے۔ خوش نصیب ہے وہ شخص جو وہاں سکونت کرے۔ اور اس سرزمین میں رکوع و سجود کرے۔ نیز خراسان میں ایک شہر بخارا ہے۔ اس میں کچھ مرد ہوں گے جو کثرت ریاضت سے اپنے قالب عنصری کو چمڑے کی طرح ملیں گے۔ اور اہل سمرقند کا بھلا ہو کہ وہ زمین خداتعالیٰ کی عبادت اور پرستش کا مقام ہے۔ لیکن آخری زمانہ میں وہ ترکوں کے ہاتھ سے ہلاک ہوں گے۔ اور اہل شاشہ و فرغانہ کے حق میں خداتعالیٰ کی تقدیرات ہیں۔ خوشا بحال اس شخص کا جوان مقامات میں چند رکعت نماز پڑھے۔ اور خراسان میں ایک شہر ہے جس کا نام سنجاب ہے۔ مبارک ہے وہ شخص جو وہاں مرے کیونکہ جو کوئی وہاں مرے گا شہید ہوگا۔ لیکن شہر بلخ ایک دفعہ تباہ ہو چکا ہے۔ اور دوسری دفعہ ویران ہوگا۔ تو پھر کبھی آباد نہ ہوگا۔ اور خوشا بحال اہل طالقان کا۔ کہ وہاں اللہ تعالیٰ کے خزانے ہیں۔ مگر چاندی سونے کے نہیں۔ بلکہ وہ مرد ہیں۔ جو حق تعالیٰ کو پہچانتے ہیں۔ جو پہچاننے کا حق ہے۔ اور جب میرا فرزند مہدیؑ ظاہر ہوگا۔ تو یہ اس کے اصحاب میں ہوں گے۔ اور اہل ترمذ کا خدا بھلا کرے۔ کہ وہاں ایسے مومن ہوں گے۔ کہ خدا کی رضا و خوشنودی اور محمد مصطفیٰؐ اور ان کے اہلبیتؑ کی دوستی کے سوا اور کچھ ان کے دل میں نہ گذرے گا۔ لیکن انکی ہلاکت طاعون سے ہوگی۔ لیکن شہر اشجر پر آخری زمانے میں ایک دشمن غالب ہوگا۔ اور وہاں کے تمام باشندوں کو قتل کرے گا۔ اور سرخیز میں ایک بھاری زلزلہ آئے گا۔ اور وہاں کے اکثر باشندے خوف سے ہلاک ہوں گے۔ اور سختان میں کچھ لوگ ہوں گے جو قرآن پڑھیں گے اور وہ ان کے حلق سے نہ گزرے گا۔ یعنی دل میں اثر نہ کرے گا۔ اور دین اسلام سے اس طرح نکل جائیں گے جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے۔ اور آخری زمانے میں ایسا ریت برسے گا کہ اہل شہر ریت کے نیچے دب کر ہلاک ہو جائیں گے۔ لیکن عذاب ہو کوشنگ پر کہ وہاں سے تیس۳۰ دجال نکلیں گے۔ ہر ایک دجال اس درجہ بے باک اور ناپاک ہوگا۔ کہ اگر وہ تمام بندگان خدا کو قتل کر ڈالے۔ تو اس کو ذرا بھی پرواہ نہ ہو۔ اور اہل نیشاپور گرج اور بجلی سے ہلاک ہوں گے۔ اور وہ شہر آبادی اور کثرت باشندگان کے بعد ایسا ویران ہوگا۔ کہ کبھی آباد نہ ہوگا۔ اور گرگان (جرجان) میں ایسے مرد ہوں گے۔ جن کے دل سخت اور بہت فاسق ہوں گے۔ لیکن بھلا ہو قومش کا کہ وہاں نیک لوگ بہت ہوں گے۔ اور وہ سرزمین اصلاح کرنے والوں سے کبھی خالی نہ ہوگی اور دامغان میں جب باشندگان کی کثرت ہو جائے گی۔ تو وہ شہر ویران ہو جائے گا۔ اور اہل سمنان مہدیؑ آخرالزمان کے ظہور تک ہمیشہ تنگ روزی اور پریشان حال رہیں گے۔ اور طبرستان میں نیک اور صالح آدمی بہت کم ہوں گے۔ اور فاسق و بدکار بکثرت اور کوہ ہاموں سے اس شہر کے باشندوں کو نفع پہنچے گا۔ اور شہرے میں فتنہ انداز (فتان) لوگ ہی ہوں گے۔ اور ہمیشہ وہاں سے فتنہ اُٹھتا رہے گا۔ اور آخری زمانے میں دیلمیوں کے ہاتھ سے تباہ و در

ویران ہوگا۔ اور اس دروازہ پر جو پہاڑ سے متصل ہے۔ اس قدر خلقت ماری جائے گی جن کا شمار خدا کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔ اور دروازہ مذکور پر بیس آدمی بنی ہاشم سے نماز پڑھیں گے جن میں ہر ایک خلافت کا دعویدار ہوگا۔ اور ایک بزرگ شخص کو جو ایک پیغمبر کا ہم نام ہوگا چالیس رات اور دن محبوس کر کے قتل کر ڈالیں گے۔ اور ولایت صفاہان (اصفہان) کے کاشتکاروں اور اہل رے کو قحط اور وبا کے سبب بہت صدمہ پہنچے گا۔

جب امیر المومنین کرم اللہ وجہہ نے اس قسم کی باتیں فرمائیں۔ اور خراسان کے شہروں کا حال بیان کیا۔ تو عمرؓ نے کہا۔ اے ابوالحسن! آپ نے مجھ کو خراسان کے فتح کرنے کی ترغیب دلائی۔ فرمایا اے ابو حفص! جو کچھ میں نے مکاشفہ سے دیکھا تھا۔ اس کو تم سے بیان کر دیا۔ اور جو کچھ میں نے بیان کیا۔ اس میں کسی قسم کا شک و شبہ نہیں ہے۔ لیکن بہتر یہ ہے۔ کہ تم خراسان کو چھوڑ کر دوسری طرف متوجہ ہو۔ کیونکہ یہ بھی معلوم ہوا ہے۔ کہ خراسان کی فتح بنی امیہ کے لئے ہے۔ آخر میں بنی ہاشم کے لئے۔

منقبت ۶۴ :- نیز کتاب مذکور میں مرقوم ہے کہ جب طلحہ و زبیر نے بیعت توڑنے اور امیر المومنین کرم اللہ وجہہ کی مخالفت اختیار کرنے کو اپنی دنیا و آخرت کے لئے بہتر جان کر یہ رائے قرار دی کہ مکہ معظمہ میں چلے جائیں اور جیسا مصلحت ہو عمل میں لائیں۔ پس امیر المومنین کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی۔ کہ اگر آپ اجازت دیں۔ تو ہم مکہ معظمہ میں جا کر عمرہ بجا لانے کا عزم رکھتے ہیں۔ فرمایا۔ تم عمرہ کے لئے نہیں جاتے۔ بلکہ تمہارے دل میں جو خیال ہے اس سے میں واقف ہوں۔ اور میں نے ابتداہی میں تم سے مکرّر کہہ دیا تھا۔ کہ مجھ کو خلافت ظاہری کی بالکل خواہش نہیں ہے۔ جو کچھ میں نے خلفائے ثلٰثہ کے لئے تجویز کیا۔ تمہارے لئے بھی کرتا ہوں تم نے قبول نہ کیا۔ اور قسمیں کھائیں کہ نفاق کو چھوڑ کر تمہارے ساتھ رہیں گے۔ اور اپنے قول اور عہد پر ثابت قدم رہیں گے۔ آج دوسرا خیال کر کے مکر اور بیوفائی اختیار کی۔ حق تعالیٰ تمہارے دل کا حال خوب جانتا ہے۔ جہاں چاہو جاؤ۔ کل کو خدا تعالیٰ کو جواب ضرور دینا ہوگا۔ یہ دونوں سر جھکائے مجلس سے اُٹھ کر چلے آئے۔ اور مکہ کو روانہ ہوئے۔ اور مکہ میں پہنچ کر ام المومنین عائشہؓ کو اپنے ساتھ متفق کر کے لشکر جمع کیا۔ اور بصرے کا رخ کیا۔ جب ان کا لشکر امیر المومنین کے لشکر ظفر اثر کے مقابل ہُوا۔ تو حضرت نے اپنے ہاتھ اُٹھا کر اس طرح دعا کی۔ اے خداوند طلحہ نے اپنی طوع و رغبت کے ساتھ مجھ سے بیعت کر کے عہد کو توڑ ڈالا۔ اس کو اس سے زیادہ مہلت نہ دے۔ اور مجھ کو اس کے مکر و کید سے چھڑا دے اور زبیر نے صلہ رحم کے حق کو مدنظر نہ رکھا۔ اور مجھ میں اور اہل اسلام میں لڑائی ڈلوائی۔ حالانکہ وہ اپنے ظلم کرنے کو جانتا ہے۔ اور پشیمان نہیں ہوتا۔ خدایا۔ اس کے شر کو مجھ سے کفایت کر۔ امیر المومنین کی دعا قبول ہوئی اور طلحہ اور زبیر دو دن کے اندر ہی قتل ہو گئے۔

منقبت ۶۵ :- نیز کتاب مذکور۔ روضۃ الاحباب اور حبیب السیر میں منقول ہے۔ کہ جب طلحہ اور زبیر کے

لشکریوں کی شوخی حد سے بڑھ گئی اور انہوں نے امیر کے آدمیوں کو زخمی کیا۔ تو فرمایا۔ کوئی شخص ایسا ہو۔ جو اس مصحف کو اس باغی گروہ کے پاس لے جائے اور اُن کو قرآن مجید کے اوامر و نواہی کی طرف دعوت کرے بنی مجاشع کے ایک جوان سلم نامی نے آگے آکر عرض کی۔ یا امیرالمومنینؑ! میں اس کام کو انجام دوں گا۔ فرمایا۔ اے جوان! یہ لوگ کتاب خدا کی تعظیم اور عزت نہ کریں گے اور تجھ کو قتل کر ڈالیں گے۔ کیا تو پسند کرتا ہے۔ اس نے عرض کی۔ بیشک مجھے منظور ہے۔ فرمایا۔ اول تیرے دونوں ہاتھ تلوار سے قطع کریں گے۔ پھر تجھے زخم لگا کر مار ڈالیں گے۔ **بیت مؤلف** :۔

باِرِ سر نہ زتن و پا بہ رہِ عشق بہاں
کہ دریں راہ کسے بامرِ سامان نہ رود

جوان نے عرض کی۔ کہ جب خدا کی رضا و خوشنودی مجھ کو حاصل ہو گی تو جو بلا مجھ پر آنی ہو آئے۔ ذرا بھی پرواہ نہیں۔ **بیت مؤلف** ۔

عاشق آنست کہ در راہِ تمنائے وصال
گر رود سر ز سرش خواہش جاناں نرود!

امیرالمومنین نے اس کو دعائے خیر سے یاد فرمایا۔ جب اس جوان نے شیر یزدان کے ہاتھ سے قرآن لیا۔ تو اس بیت کا مضمون اپنی زبان پر جاری کیا۔ **بیت مؤلف** :۔

بُہمین رہبری عشق میروم بہ رہے　　کہ زیر پائے بجز نیشتر نمے آید!

جب قرآن لے کر اہل بغاوت کے پاس پہنچا تو ان سے کہا۔ اے لوگو! امیرالمومنینؑ نے جو محمدؐ مصطفٰے کا وصی اور ان کا پسرِ عم اور داماد ہے۔ اس کلام الٰہی کو جس کی تعظیم اور عزت کرنا ایمان کی نشانی ہے۔ بھیجا ہے۔ اور خود کو معزول کر کے فرمایا ہے کہ میں تم سے کلام خدا کے موافق عمل کرتا ہوں۔ مجھ سے مخالفت نہ کرو۔ اور لڑائی سے پیش نہ آؤ۔ اور خدا کی نارضامندی سے ڈرو۔ اور اپنے آپ کو ہلاکت ابدی میں نہ ڈالو۔ جب اس جوان نیک آئین نے یہ نصائح رنگین بیان کئے ان کے پیروؤں میں سے ایک شخص نے اس خوش کردار پر تلوار کا ایک وار کیا۔ اور اس کے دونوں ہاتھ کاٹ ڈلے۔ اس با ایمان نے قرآن کو بازوؤں کے زور سے اپنے سینۂ بے کینہ سے لگا لیا۔ آخر ہر طرف سے اس پر ٹوٹ پڑے۔ اور شہید کر ڈالا۔ (رحمۃ اللہ علیہ)

مؤلف عرض کرتا ہے کہ اس قسم کی تحریرات کے ذکر کرنے سے معاذاللہ صحابہ کی شکست اور تنقیص مقصود نہیں ہے۔ بلکہ محض امیرالمومنینؑ کے کشف کا اظہار کرنا مطلوب ہے۔ اور اگر کوئی معترض اس مقام پر اعتراض کرے۔ تو اس کا اعتراض مجھ پر نہیں۔ بلکہ اعثم کوفی پر ہو گا۔ جو خود اصحاب میں داخل اور اس روایت کا

راوی ہے۔ بندہ حقیر وفقیر محض ایک ناقل ہے اور بس۔

منقبت ۶۶ کتاب مذکور اور روضۃ الاحباب میں مرقوم ہے۔ کہ امیرالمومنینؑ نے جنگِ جمل کی فتح کے بعد چند روز بصرے میں قیام فرمایا۔ جب کوفہ کی طرف کوچ کرنے کا عزم کیا۔ تو اپنے لشکر گاہ میں ایک منبر نصب کرایا۔ اور منبر پر جاکر حمد و ثنائے الٰہی بجالانے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے کے بعد اس قوم کی کارگزاری اور اپنے معاندوں کے سلوک کا ذکر فرمایا۔ منذر بن جارود عبدی اس مجمع میں حاضر تھا۔ کھڑا ہُوا۔ اور جانے وغیرہ کے متعلق چند سوال کئے۔ امیرالمومنینؑ نے اس روز خطبہ سے لے کر قیام قیامت تک جو امور غریبہ اور واقعات عجیبہ ظہور پذیر ہوں گے۔ بیان فرمائے۔ کہ ہر شہر میں کیا فتنہ رونما ہوگا اور وہ کیونکر خراب و ویران ہوگا۔ اور اس کی تخریب و بربادی کا ذمہ وار کون ہوگا۔ اور مشرق اور مغرب میں کتنے واقعات وقوع میں آئیں گے۔ اور کس کس پر واقع ہوں گے۔ مؤلف کتاب فتوح (تاریخ اعثم کوفی) کا بیان ہے کہ ہم نے اس خطبہ کو طوالت اور سامعین وناظرین کے ملال خاطر کی وجہ سے ترک کر دیا ہے۔

بعد ازاں جناب ولایت مآب علیہ السلام نے فرمایا۔ اے لوگو! معلوم رہے۔ اور خبردار رہو کہ قیامت بدترین مردم اور شرارِ خلق پر قائم ہوگی۔ اور اس روز۔ روز جمعہ اور محرم الحرام کی پہلی تاریخ ہوگی۔ حاضروں کو لازم ہے کہ یہ خبر غائبوں کو پہنچائیں۔

جناب امیرالمومنینؑ کے خوارق عادات اور ظہور کرامات معجز آیات اور اُن کے متعلقات کے بیان میں

منقبت ۱ شواہد النبوۃ میں مرقوم ہے۔ کہ روایات صحیحہ سے ثابت ہو چکا ہے کہ امیرالمومنینؑ جس وقت رکاب میں پاؤں رکھتے۔ تو قرآن مجید کی تلاوت شروع کرتے۔ اور جب تک دوسرا پاؤں رکاب میں پہنچتا۔ ختم کر دیتے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ سواری کے وقت اونٹ کے کھڑا ہونے تک ختم فرما دیتے۔

منقبت ۲ نیز کتاب مذکور میں منقول ہے۔ کہ خدا تعالیٰ نے امیرالمومنینؑ کی دعا سے دو دفعہ آفتاب

عالمتاب کو غروب ہونے کے بعد واپس کیا ہے۔ ایک دفعہ آنحضرت کی زندگی میں ۷ھ ہجری میں فتح خیبر کے بعد منزل صہبا میں۔ اور دوسری دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد۔

ام سلمہ بنت عمیس۔ جابر بن عبداللہ انصاری اور ابوسعید خدری رضی اللہ عنہم نے روایت کی ہے کہ منزل (صہبا) مذکور میں امیرالمومنینؑ جناب سیّدالمرسلینؐ کے پاس موجود تھے۔ کہ آنحضرت پر وحی کے آثار نمودار ہوئے اور وحی کی گرانی کے سبب سر مبارک بھی امیرؑ کے آغوش متبرک میں رکھ دیا کہ نزول وحی کا وقت اتنا طویل ہوا کہ آفتاب غروب ہوگیا اور امیرالمومنینؑ نے نماز عصر بیٹھے ہوئے اشارے سے ادا فرمائی۔ جب وحی کا وقت گزر گیا۔ تو سرورِ کائنات نے پوچھا۔ اے بھائی! نماز عصر تم سے فوت ہوگئی۔ عرض کی یارسولؐ اللہ! میں نے اشارے سے ادا کر دی ہے۔ فرمایا۔ اے بھائی! دعا کرو۔ تاکہ خدا تعالیٰ تمہاری دُعا کی برکت سے آفتاب کو واپس لے آئے۔ اور تم نماز عصر کو اس کے وقت میں ادا کرو۔ امیرالمومنینؑ نے اُٹھ کر دُعا کی۔ چھپا ہُوا سُورج پھر واپس آیا۔ کہ اس کی شعاعیں پہاڑ اور جنگلوں پر چمکنے لگیں۔ اور تمام روئے زمین کے لوگوں نے اپنی آنکھ سے اس امر کا مشاہدہ کیا۔ اور سخت متعجّب اور حیران ہوئے۔ اسماؑ بنت عمیس بیان کرتی ہیں۔ کہ غروب ہوتے وقت سورج سے آرہ کی سی ایک آواز نکلتی تھی اور معجزہ مذکور کتاب طحاوی شفا اور صواعق محرقہ میں بھی مسطور ہے۔

دوسری دفعہ جب یہ کرامات رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد ظہور میں آئی ہے اس کا بیان اس طرح پر ہے کہ جب اخترِ اوجِ ولایت یعنی امیرالمومنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ نے کوفہ کا رخ کیا۔ رستے میں فرات سے عبور کرنا چاہا۔ کہ نماز عصر کا وقت آپہنچا۔ آپ نے اپنے کچھ اصحاب سمیت نماز عصر ادا کرنے کی غرض سے قیام فرمایا۔ اور باقی صحابہ چونکہ چارپایوں کے گزارنے میں مشغول تھے۔ نماز عصر ان سے فوت ہوگئی۔ اور اس باب میں بعض پیروان امیرالمومنینؑ نے باہم تذکرہ کیا۔ جب امیرالمومنینؑ نے ان کی باتیں سنیں۔ تو قادر مطلق سے درخواست کی کہ آفتاب کو واپس کردے۔ حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے امیرالمومنینؑ کی التماس کو قبول فرمایا۔ اور غروب شدہ آفتاب کو بلند کیا۔ یہاں تک کہ باقی اصحاب نے بھی نماز ادا کی۔ اور سُورج کے دوبارہ چھپتے وقت ایسی خوفناک آواز سننے میں آئی۔ کہ لوگوں نے نہایت خوف زدہ ہوکر تسبیح و تہلیل کرنی شروع کی۔ اور بہت سے اکابر سلف نے اس باب میں اشعار کہے ہیں۔ حکیم سنائی فرماتے ہیں ؎

قوت حسرتش ز بہر نماز داشتہ چرخ راز گشتن باز

تا دگر بار بر نشاند بہ زین خسرو چرخ را تہمتن دین

اور متوجہ جمال ازلی شاہ نورالدین نعمت اللہ ولی نے جو والد کی طرف سے ساتویں پشت میں اور والدہ کی طرف سے چھٹی پشت میں (غَفَرَ اللّٰہُ ذُنُوْبَھُمَا) مؤلف کا جد ہے۔ اپنے دیوان با برھان میں فرمایا ہے۔ نظم

باطن احمدؐ علیؑ مرتضیٰ است — ظاہر احمد امام انبیاء ست!

آفتاب از حکم حیدرؑ بازگشت — مہر دمہ آرے بحکم مرتضیٰ است

سیّد میر حاج انسی قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔ بیت

تاکنی در وقت ادائش آنچہ ایزد فرض کرد

بازگردید از سوئے مغرب مکرر آفتاب

شیخ سعدی شیرازی فرماتے ہیں:۔

آسماں از راہِ مغرب بازگشت اے مومناں — تا بجا آورد امر خالق یکتا علیؑ

فغانی کہتے ہیں:۔ بیت

امام اوست کہ قرصِ خور از اشارتِ او — بجائے فرض پسیں باز گردد از رہِ شام

ملا حسن سلیمی فرماتے ہیں۔ بیت

آنکہ گشت از برائے او راجع — مہر و دار مرتضیٰ علیؑ است

ملا قاسم کاہی کا قول ہے:۔ بیت

بحکم اوست گردوں زا سنجہت بہر نماز او — بجائے خویش آمد بارِ دیگر خسروِ خاور

ہاتفی کہتا ہے۔ بیت

از بہر تو دو کرت برگشت خور و خاور — چوں معجز نبی کو زد ماہ بر فلک شق

منقبت [۳۱] نیز شواہد النبوۃ میں منقول ہے۔ کہ اہل کوفہ نے عرض کی۔ یا امیرالمؤمنین! اب کے سال دریائے فرات بہت طغیانی پر ہے۔ اور تمام کھیتیاں ضائع کر دی ہیں۔ کیا ہی اچھا ہو۔ اگر جناب خدا تعالیٰ سے پانی کم ہونے کی دعا فرمائیں۔ آپ اُٹھ کر اندر گھر میں تشریف لے گئے اور لوگ دروازے پر منتظر تھے۔ ایک ساعت کے بعد باہر تشریف لائے۔ خرقہ رسول پہنے ہوئے تھے۔ اور چہرہ مبارک ماہ تاباں کی طرح چمک رہا تھا۔ گھوڑا منگا کر سوار ہوئے۔ اور امیرالمومنین حسن اور امام الثقلین حسین علیہما السلام آپ کے ہمراہ اور تمام آدمی ان کی رکاب میں روانہ ہوئے جب فرات کے کنارے پر پہنچے۔ گھوڑے سے اُتر کر دو رکعت نماز بجا لائے۔ پھر اُٹھے اور عصا ہاتھ میں لے کر پانی کی طرف اشارہ کیا۔ ایک گز پانی کم ہو گیا۔ فرمایا

اتنا کافی ہے؟ عرض کی۔ اس سے بھی اور کم چاہتے ہیں۔ پھر اشارہ کیا۔ ایک گز اور کم ہوگیا۔ بعدازاں اشارہ فرمایا۔ ایک گز اور اُتر گیا۔ اس وقت لوگ چلّا اٹھے۔ یا امیرالمومنینؑ اسی قدر کافی ہے۔

منقبت ۲۹ نیز شواہد النبوۃ میں مذکور ہے کہ امیرالمومنینؑ نے ایک روز منبر پر فرمایا میں ہوں عبداللہ اور برادر رسولؐ خدا۔ اور وارث مصطفٰے۔ اور سیدۃ النسا سے نکاح کرنے والا۔ اور سردار اوصیاء جو کوئی میرے سوا یہ دعوےٰ کرے۔ خدا تعالیٰ اس کو اپنے عذابوں میں گرفتار کرے گا۔ ایک شخص نے اُٹھ کر کہا۔ ایسا کون ہے۔ جس کو یہ بات بھلی نہ لگے کہ وہ کہے۔ میں ہوں عبداللہ اور میں ہوں برادر رسولؐ اللہ۔ یہ کلمہ کہتے ہی ایک قسم کا جنون اس کے دماغ میں پیدا ہوگیا۔ اور ایسا بے حال ہوا کہ اس کو ٹانگوں سے گھسیٹ کر مسجد سے باہر ڈالا۔ جب اس کی قوم سے پُوچھا گیا۔ کہ کبھی پہلے بھی اس کو یہ عارضہ تھا۔ اُنہوں نے جواب دیا کہ نہیں۔

منقبت ۳۰ نیز شواہد النبوۃ میں مرقوم ہے کہ جب امیرالمومنین کرم اللہ وجہہ نے اہل کوفہ کو ترغیب دلائی کہ محمد بن ابی بکر کی فریاد کو پہنچو۔ اور اس کی دادرسی کرو۔ لیکن اُنہوں نے آپ کی التماس قبول نہ کی۔ اس وقت یوں دعا فرمائی۔ اے بارِ خدا! ایسے شخص کو اُن پر مسلط کر۔ جو کبھی ان پر رحم نہ کرے اور ایک روایت میں ہے کہ یوں دعا فرمائی۔ اے خدا! بنی ثقیف کا ایک غلام ان پر تعینات کر۔ اسی رات کو حجاج طائف میں پیدا ہوا اور اس کے ہاتھ سے اہل کوفہ کو جو تکلیفات اور صدمات پہنچے وہ ظاہر و باہر ہیں۔

منقبت ۳۱ نیز شواہد النبوۃ میں مذکور ہے کہ ایک نیکوکار اور صالح شخص کا بیان ہے کہ میں نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ قیامت قائم ہوگئی ہے۔ اور مخلوقاتِ میدان حشر میں حساب کے لئے جمع ہے۔ میں نے صراط سے گذر کر دیکھا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حوض کوثر کے کنارے پر بیٹھے ہیں۔ اور امامین علیہما السلام لوگوں کو پانی دے رہے ہیں۔ میں نے آگے جاکر عرض کی۔ مجھے پانی دو۔ مگر نہ دیا۔ میں نے رسولِ خدا کی خدمت میں جاکر عرض کی۔ یارسولؐ اللہ! ان کو حکم دیجئے کہ مجھ کو پانی دیں۔ رسولؐ نے فرمایا۔ تجھ کو پانی نہ دیں گے اس لئے کہ تیرے ہمسائے میں ایک خارجی ہے۔ جو علی پر لعنت کرتا ہے۔ اور تو اس کو منع نہیں کرتا۔ میں نے عرض کی۔ یا رسولؐ اللہ! مجھ کو اتنی طاقت نہیں کہ اس کو منع کر سکوں۔ رسولؐ نے ایک چھُری مجھے دی۔ اور فرمایا۔ جاکر اُسے قتل کردے۔ میں اُسے خواب ہی میں قتل کرکے رسولؐ خدا کی خدمت میں حاضر ہُوا۔ آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اے حسنؑ! اس کو پانی دو۔ امام علیہ السّلام نے مجھ کو پانی دیا۔ میں نے پیالہ آپ سے لے لیا۔ معلوم نہیں کہ پیا یا نہیں۔ خوف زدہ ہوکر اُٹھ بیٹھا۔ اور وضو کرکے نماز میں مشغول ہوا۔ یکایک آواز بلند ہوئی کہ فلاں شخص اپنے بستر پر قتل ہوگیا۔ تھوڑی دیر کے بعد حاکم کے آدمیوں نے آکر ہمسایوں کو گرفتار کرلیا میں نے حاکم کے پاس جاکر کہا۔ میں نے یہ خواب دیکھا ہے۔ اور حق تعالیٰ نے اس خواب کو صحیح کردیا ہے۔

اور سارا خواب اُس کے روبرو بیان کیا۔ اس نے کہا۔ جزاک اللہ خیراً ۔ جاؤ چلے جاؤ۔ تم سب بالکل بے قصور ہو۔

منقبت ۶۲ نیز شواہد النبوۃ میں منقول ہے کہ ایک شخص مدینہ میں امیر المومنین کرم اللہ وجہہ کو ناسزا اور بُرا کہا کرتا تھا۔ سعد بن مالک نے اس کے لئے بد دعا کی۔ اتفاقاً وہ شخص ایک روز اپنے اونٹ کو باہر چھوڑ مسجد میں آکر ایک مجمع کے درمیان بیٹھا تھا۔ کہ اونٹ اپنی جگہ سے اُٹھ کر مسجد میں گھس آیا۔ اور اس کو اپنے سینہ کے نیچے دبایا۔ اور کچل کچل کر مار ڈالا۔

منقبت ۶۳ نیز شواہد النبوۃ میں حبین اصغر محدث علی بن الحسین علیہ السلام سے منقول ہے۔ کہ ابراہیم بن ہشام مخزومی والی مدینہ ہر روز جمعہ کو مجھے منبر کے نزدیک بٹھا کر امیر المومنینؑ کی اہانت میں زبان کھولتا۔ اور ناسزا کہتا۔ ایک جمعہ کو مجمع کثیر مسجد میں جمع تھا۔ میں منبر کے پہلو میں سوچتے سوچتے سو گیا۔ دیکھا کہ قبر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شق ہوئی۔ اور اس میں سے ایک مرد سفید لباس پہنے نکلا۔ اور کہا۔ اے عبداللہ! اس شخص کی باتیں تجھ کو غمگین کرتی ہیں؟ میں نے عرض کی کہا ہاں۔ فرمایا۔ آنکھ کھول کر دیکھ کہ خدا تعالیٰ اس کے ساتھ کیا سلوک کرتا ہے۔ جب میں نے آنکھ کھول کر دیکھا۔ تو وہ منبر سے گرا اور مر گیا۔

مؤلف عرض کرتا ہے۔ کہ نقل مذکور کے مطابق ایک واقعہ جس سے امیر المومنینؑ کی کرامت ظاہر ہوتی ہے ۱۰۲۴ھ میں شہر اجمیر میں ظاہر ہوا۔ صورت واقعہ یہ ہے۔ کہ سعید نام شقی کا ایک دوست تھا۔ جس کے خادم کا نام عثمان تھا۔ جب اس سے بوجہ بشریت کوئی قصور ہو جاتا۔ تو اس کا آقا اس سے کہتا۔ میں کیا کروں۔ عثمان رضی اللہ عنہ کے نام کا ادب مجھ کو مانع ہے۔ ورنہ تجھے سزا دیتا۔ ایک روز اس شقی نابکار نے از روئے جہل و نادانی بکواس کرتے ہوئے اپنے دوست سے کہا۔ کہ میں تمہاری مشکل آسان کر دیتا ہوں۔ تم اس کا نام علیؑ رکھ دو۔ اور پھر اس کی گردن توڑا کرو۔ اتفاقاً وہ شقی بے ایمان تین روز کے بعد اپنے چند مصاحبوں کے ہمراہ نشانہ پر تیر اندازی کرنے کے لئے سوار ہوا۔ جب میدانِ ضلالت میں گھوڑا دوڑایا۔ ناگاہ ایک سید نجفی کے گھوڑے کے مقابل آکر ایسی ضرب کھائی کہ سر کے بل زمین پر جا پڑا۔ اور اُس کی گردن ٹوٹ گئی۔ اور سینہ پھٹ گیا۔ اور ناک اور آنکھوں سے لہو بہنے لگا۔ اور اسی وقت روح بدن سے مفارقت کر گئی۔ اور درکاتِ اسفل السافلین میں جا کر مقام کیا۔ چونکہ وہ مردود۔ بادشاہی خاندان سے تھا۔ اس لئے اس کے رشتہ داروں نے اس کو قدوۃ العارفین خواجہ معین الدین نور اللہ مضجعہ کے روضہ میں دفن کیا۔ واقعہ مذکورہ کے دو روز بعد خلافت پناہی ظل اللہی نور الدین محمد جہانگیر بادشاہ مد اللہ ظلہ خواجہ قدس سرہٗ کے مرقد مقدس کے طواف کو آئے۔ جب دودمان سلطنت کی نظر کیمیا اثر ایک تازہ قبر پر پڑی تو حاضرین سے دریافت فرمایا۔ یہ

کس کی قبر ہے؟ ایک مقرب سلطنت نے اس شقی کا نام اور اس کی گستاخی کی ساری کیفیت عرض کی۔ خلافت پناہ نے غضب میں آکر از روئے اعراض و اعتراض فرمایا۔ جب اس شقی کا عقیدہ تھا۔ تو انسب یہ ہے۔ کہ اس مکان شریف ہو۔ مدفون نہ ہو۔ القصہ شاہی حکم کے موافق اس کا جسد پُرحسد وہاں سے نکال کر ایک مزبلہ گندہ میں ڈال دیا۔ اور کتوں نے اس کے تن نجس کو کاٹ کاٹ کر کھا لیا۔ **بیت**

زدل عداوتِ اُو و ورد ار تا نخوری زتیغ لفظِ نبی زخمِ عادِ من عاداہ

منقبت ۹ نیز کتاب شواہد النبوۃ میں منقول ہے۔ کہ امیر المومنینؑ نے ایک شخص سے فرمایا۔ کہ تو ہمارے لشکر کی خبریں معاویہ کو پہنچاتا ہے۔ اس نے انکار کیا۔ فرمایا۔ تو قسم کھاتا ہے؟ اس نے قسم کھائی۔ فرمایا اگر تو اس قسم میں جھوٹا ہو۔ تو خدا تجھے اندھا کرے۔ راوی بیان کرتا ہے کہ وہ شخص سات روز کے بعد نابینا ہو گیا۔ کہ اس کی لاٹھی پکڑ کر لے جاتے تھے۔

منقبت ۱۰ نیز شواہد النبوۃ اور حبیب السیر میں مرقوم ہے۔ کہ ایک دن امیر المومنینؑ نے حاضرین مجلس کو قسم دی کہ جس شخص نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہو کہ اس جناب نے ارشاد فرمایا۔ مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ۔ وہ شہادت ادا کرے۔ انصار میں سے بارہ شخصوں نے اُٹھ کر شہادت دی۔ سوا ایک شخص کے کہ اس نے یہ حدیث رسول سے سُنی تھی۔ اور شہادت کو پوشیدہ کرتا تھا۔ شاہ ولایت پناہ نے فرمایا۔ اے فلاں تو نے گواہی کیوں نہ دی۔ حالانکہ تو نے بھی سُنی تھی۔ اُس نے عرض کی کہ بڑھاپے کی وجہ سے نسیان (بھول) مجھ پر غالب ہو گیا ہے۔ امیر المومنین نے قبلہ کی طرف مُنہ کر کے یوں دُعا فرمائی۔ اے خدا اگر یہ شخص جھوٹ کہتا ہے تو اس کے بدن پر سفیدی ظاہر کر۔ یعنی برص کا مرض ایسے مقام پر جس کو عمامہ ڈھانپ سکے۔

راوی کہتا ہے۔ خدا کی قسم میں نے اس شخص کو دیکھا کہ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان ایک سفیدی پیدا ہو گئی تھی۔

زید بن ارقم سے مروی ہے۔ کہ میں بھی اس مجلس میں تھا۔ اور شہادت کو چھپایا تھا۔ اس لئے خدائے عزّوجل نے اپنے عدل بے عدیل سے میری آنکھوں کی روشنی کو زائل کر دیا۔ اور ہمیشہ زید اس شہادت کے چھپانے پر ندامت کا اظہار کیا کرتے تھے۔ اور حضرت اکرم الاکرمین جل جلالہ سے امرزش طلب کیا کرتے تھے۔

اور کتاب امالی میں جابر انصاری سے اس طرح مروی ہے۔ کہ امیر المومنینؑ نے منبر پر تشریف لے جا کر خطبہ پڑھا۔ جس میں حمد و ثنائے باری تعالیٰ اور نعت محمد مصطفےٰ نہایت فصاحت و بلاغت کے ساتھ بیان فرمائی۔ بعد ازاں اشعث بن قیس۔ خالد بن یزید۔ براء بن عاذب اور انس بن مالک سے خطاب کر کے ارشاد

فرمایا۔ اے اشعث اگر تُو نے حدیث مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ جناب سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سُنی ہو۔ اور تو شہادت کو ادا نہ کرے۔ اور اے خالد! اگر تو نے رسول سے یہ حدیث سُنی ہو۔ اور آج میری ولایت کے واسطے تو گواہی نہ دے۔ خدا تعالیٰ تجھ کو جاہلیّت کے طریق پر موت دے۔ اور اے عازب اگر تو نے اس حدیث کو رسول خدا سے سُنا ہو۔ اور گواہی نہ دے۔ تو خدا تجھے ایسی موت دے۔ جہاں سے تو نے ہجرت کی ہو۔ اور اے انس! اگر تو نے یہ حدیث سُنی ہو۔ اور تو گواہی نہ دے۔ تو اللہ تعالیٰ جب تک تجھ کو ایسے برص میں مبتلا نہ کرے۔ جس کو عمامہ نہ ڈھانپ سکے۔ تجھ کو موت نہ دے انس نے عرض کی۔ یا امیرالمؤمنین! بڑھاپے کی وجہ سے مجھ پر بھول غالب ہو گئی ہے۔ اور اس وقت یہ حدیث مجھے یاد نہیں رہی اور اُن دُوسرے تین صحابہ نے ایک ایک عذر معروض خدمت کر کے شہادت کو چھپایا۔ جابرؓ انصاری بیان کرتے ہیں۔ خدا کی قسم میں نے اشعث کو دیکھا کہ اس کی دونوں آنکھیں اندھی ہو گئی تھیں۔ اور کہا کرتا تھا کہ خدا کا شکر ہے کہ امیرالمومنین نے میرے حق میں دُنیا کے عذاب کی بددعا فرمائی۔ اور عذاب آخرت کے لئے بددُعا نہ فرمائی۔ اور خالد جب مرا۔ تو اُس کے کنبہ والوں نے اس کے گھر میں دفن کیا۔ جب اس کے قبیلہ والوں نے سُنا۔ تو اس کے گھر کے دروازے پر گھوڑے اور اونٹ پے کئے گئے۔ اور یہ جاہلیت کی رسم اور اس زمانے کا طریقہ تھا۔ اور ابن عازب کو معاویہؓ نے یمن کا والی مقرر کیا تھا۔ اُس نے وہیں انتقال کیا۔ اور اس نے وہیں سے ہجرت کی تھی۔ اور میں نے انس بن مالک کو دیکھا کہ وہ برص میں مبتلا ہوا۔ اور ہر چند عمامے سے اس کو چھپاتا تھا۔ مگر وہ نہ چھپتا تھا الغرض جو کچھ امیر مومنان اور پیشوائے صدیقان کی زبان معجز بیان پر جاری ہوا تھا۔ بعینہٖ ویسا ہی ظہور میں آیا۔

منقبت ۱۱؎ نیز شواہد النبوۃ اور دلائل النبوۃ میں مرقوم ہے کہ ایک روز امیرالمؤمنین نے رحبہ میں ایک شخص سے ایک سوال کیا۔ اس نے خلاف واقعہ عرض کیا۔ حضرت نے فرمایا۔ اے شخص تو جھوٹ کیوں کہتا ہے اس نے جواب دیا۔ میں ہرگز جھوٹ نہیں بولتا۔ فرمایا۔ میں تیرے حق میں بددعا کروں گا۔ اگر تو نے جھوٹ کہا ہوگا تو خدا تعالیٰ تجھ کو اندھا کرے۔ وہ بولا۔ بددعا کیجئے۔ امیر نے دعا فرمائی۔ راوی بیان کرتا ہے۔ خدا کی قسم۔ وہ کذّاب رحبہ سے باہر نہ نکلا تھا کہ اندھا ہو گیا۔

منقبت ۱۲؎ دلائل النبوۃ میں مسطور ہے۔ کہ فراس بن عمر رضی اللہ عنہ کو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں صداع یعنی دردِ سر عارض ہو گیا تھا۔ آنحضرتؐ نے اس کی دونوں آنکھوں کے پوست کو اپنے دستِ مبارک میں پکڑا۔ اس کی پیشانی پر ایک بال خارپشت کے بال جیسا اُگ آیا۔ اور وہ دردِ سر سے جاتا رہا۔ اور جس زمانے میں کہ خوارج نے امیرالمؤمنین پر خروج کیا۔ فراس بھی ان سے مل گیا۔ وہ بال اس کی پیشانی سے گر گیا۔ فراس اس سے بہت مضطرب ہوا اور بہت جزع فزع کی۔ لوگوں نے اس سے کہا۔ تجھے معلوم ہے اس کا

سبب یہ ہے۔ کہ تو نے امیر المومنین پر خروج کیا۔ اس نے اس بات کو مان لیا اور توبہ کی کہتے ہیں کہ وہ بال اس کی پیشانی پر پھر ظاہر ہوگیا۔ اور وہ درد جاتا رہا۔ راوی کہتا ہے۔ میں نے اس بال کو گرنے سے پہلے بھی دیکھا تھا۔ اور جب گر گیا تو بھی دیکھا۔ اور جب پھر اُگ آیا۔ تو بھی دیکھا۔

منقبت ۱۳ کتاب مصابیح القلوب میں لکھا ہے۔ کہ ایک خارجی نے خصومت سے امیر المومنین کرم اللہ وجہہ کے پاس آکر بلند آواز سے بات کی۔ امیر نے اس کو بلند آواز سے پکارا۔ وہ کتا بن گیا۔ ایک شخص نے عرض کی یا امیر المؤمنین! آپ نے اس شخص کو دھمکایا وہ کتا ہوگیا۔ آپ کو معاویہ کے دفع کرنے میں کونسی چیز مانع ہے فرمایا اگر میں چاہتا۔ تو معاویہ کو جنازے کے تختے پر ڈال کر میرے سامنے لاتے۔ اور ذرا بھی توقف نہ ہوتا۔ لیکن ہم خازنانِ خدا ہیں۔ یعنی جس چیز میں کوئی بہتر خدا ہوتا ہے۔ اس سے ہم متعرض نہیں ہوتے۔ چنانچہ حق تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُونَ لَا يَسْبِقُونَهُ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِأَمْرِهِ يَعْمَلُونَ (الانبیاء)۔ (بلکہ وہ معزز اور مکرم بندے ہیں۔ بات میں اس پر سبقت نہیں کرتے اور اس کے امر کے موافق عمل کرتے ہیں) اس آیۂ کریمہ کو پڑھ کر فرمایا۔ کہ آخرت کا عذاب دنکال دنیا کے عذاب وعقاب سے بہت زیادہ سخت ہے۔

منقبت ۱۴ نیز مصابیح القلوب میں امام حسن عسکری رضوان اللہ علیہ سے منقول ہے کہ جب امیر المومنین جنگِ صفین کو جارہے تھے۔ ایک جنگل میں اُترے ہوئے تھے۔ کہ حضرت نے طہارت کے لئے جانے کا ارادہ کیا۔ منافقوں کی ایک جماعت نے کہا آؤ چل کر اس کی عورتوں کو دیکھیں۔ امیر المؤمنین اپنی صفائی باطن کے سبب ان کے مافی الضمیر پر مطلع ہوگئے۔ وہاں پر دو درخت تھے۔ جو ایک دوسرے سے ایک فرسنگ کے فاصلے پر کھڑے تھے۔ قنبر سے فرمایا۔ ان دونوں درختوں کو آواز دے۔ کہ محمد مصطفےٰ کا وصی تم کو حکم دیتا ہے۔ کہ تم دونوں ایک دوسرے سے آملو۔ دونوں درخت ہجرت زدہ مشتاقوں کی طرح ایک دوسرے کی طرف چلے اور آکر ہم آغوش ہوگئے پھر قنبر سے فرمایا مجھ کو درختوں کے پردے کی ضرورت نہیں۔ اپنی اپنی جگہ چلے جائیں۔ درخت بہت جلد اپنی اپنی جگہ قائم ہوگئے۔ امیر المؤمنین صحرا میں جاکر بیٹھ گئے۔ جب منافق آپ کی طرف دیکھنے کا ارادہ کرتے تھے۔ اندھے ہوجاتے تھے۔ اور جب منہ پھیر لیتے تھے تو اُن کی آنکھیں روشن ہوجاتیں۔ یہاں تک کہ امیر المومنینؑ فارغ ہوگئے۔

منقبت ۱۵ نیز مصابیح القلوب میں امام محمد باقر رضوان اللہ علیہ سے منقول ہے کہ ایک شخص نے مار ماہی کو پکڑا۔ امیر المؤمنین نے فرمایا۔ دیکھو بنی اسرائیل کو پکڑا ہے۔ اس نے انکار کیا۔ فرمایا۔ پانچ روز کے بعد ایک دھواں اس شخص کے سر اور دماغ سے نکلے گا اور مر جائے گا۔ جب پانچ روز گزر گئے اس کے سر اور دماغ سے اس قدر دھواں نکلا کہ وہ مر گیا۔ دفن کے بعد ابھی لوگ اس کی قبر پر موجود تھے۔ کہ امیر المؤمنین نے اس کی قبر پر ایسی

ٹھوکر ماری۔ کہ وہ پھٹ گئی۔ اس مرد نے اُٹھ کر کہا جو کوئی علیؑ بن ابی طالب کی بات کو رد کرے۔ اس نے خدا اور رسول کے حکم کو رد کیا۔ بعدازاں امیر کے حکم سے قبر میں چلا گیا۔ اور قبر اسی طرح برابر ہوگئی۔

منقبت ۱۶۱ مصابیح القلوب میں مذکور ہے کہ ایک روز امیرالمؤمنین بصرہ میں بیٹھے ہوئے فرما رہے تھے میں ہوں۔ عبداللہ۔ برادرِ رسولؐ خدا۔ اور میرے سوا رسول خدا کے بھائی ہونے کا اور کوئی شخص دعویٰ نہیں کرسکتا۔ مگر جو کذاب ہو۔ ایک شخص نے اُٹھ کر کہا۔ میں اس بات کا دعوےٰ کرتا ہوں۔ راوی کہتا ہے۔ کہ اس مدعی کا گلا ایسا پکڑا گیا کہ اسی وقت اس کی روح جہنم کو سدھاری۔

مؤلف عرض کرتا ہے کہ نقل مذکور سے کسی قدر ملتا جلتا ایک واقعہ جو امیرالمؤمنین کے خارق عادت اور کرامت پر مشتمل ہے۔ اس فقیر کے سامنے ظہور میں آیا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ ایک روز میرے والد کے پاس آکر ایک شخص نے کہا۔ یا حضرت۔ معاویہ کے بارے میں کیا کہتے ہو۔ انہوں نے جواب دیا۔ ہم صوفی ہیں اور مقولہ مشہورہ اَلصُّوفِی لَا مَذْهَبَ لَهٗ (صوفی کا کوئی مذہب نہیں ہوتا) کے موافق ہمارا مشرب صلح کل ہے سائل نے کہا۔ اگرچہ آپ کا احوال خجستہ مآل بالکل آپ کے قول کے مطابق ہے۔ لیکن بحکم آیۂ وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ۔ (سائل کو محروم نہ رکھو اور اس سے سخت آوازی سے پیش نہ آؤ) طالبوں کی مشکلات کا حل کرنا کمال کی علامت ہے مسکرا کر فرمایا۔ ظاہراً اس سے بڑی تقصیر صادر ہوئی۔ کہ کوئی مومن اپنے بیٹے کو معاویہ کے نام سے نامزد نہیں کرتا۔ حاضرین مجلس میں سے ایک شخص عبداللہ نام نے اپنے باپ حاجی صالح نام سے جاکر کہا مجھ کو آج معلوم ہوا کہ میر عبداللہ مشکین قلم تشیع کا پہلو رکھتے ہیں۔ اور مجلس کا واقعہ من وعن بیان کیا۔ اس کے باپ نے کہا۔ اسی وقت میری طرف سے جاکر کہنا۔ کہ حاجی صالح کہتا ہے۔ اگر میرے گھر میں لڑکا پیدا ہوگا۔ تو میں اس کا نام معاویہ رکھوں گا جو کچھ اس کے باپ نے کہا تھا اس نے میرے والد ماجد سے جبکہ وہ کتابت میں مشغول تھے۔ آکر بیان کیا۔ چونکہ بہت ہی متحمل مزاج اور حوصلے والے شخص تھے۔ اس سے عذر خواہی کرکے ازروئے شفقت و مرحمت جو ان کا جبلی خاصہ تھا فرمایا۔ اے عبداللہ! یہ طریقہ لائق آدمیوں کا نہیں ہے کہ ایک شخص کے حالات دوسرے شخص سے جاکر بیان کئے جائیں۔ انسب یہ ہے۔ کہ آئندہ یہ طریقہ چھوڑ دو۔ الغرض اس کو نصیحت کرتے اور وعظ فرماتے ہوئے ان کے حال میں تغیر اور جذبے کے آثار ظاہر ہونے لگے۔ اور یہ نوبت پہنچی۔ کہ مستی کے عالم نے اہل مجلس میں اس قدر اثر کیا کہ حاضرین پر سخت رقت طاری ہوئی۔ بعدازاں قلم ہاتھ سے رکھ کر اہل مجلس سے دریافت کیا۔ کہ بچہ کتنے مہینے میں پیدا ہوتا ہے۔ جواب دیا۔ کہ حمل کی زیادہ سے زیادہ مدت دس مہینے اور کم از کم چھ ماہ ہے۔ فرمایا۔ اپنے باپ سے جاکر کہہ دے۔ کہ اگر تو چھ مہینے دنیا میں زندہ رہا۔ تو ہم فقر کی ٹوپی سر پر نہ رکھیں گے اور امیر برحق اور امام مطلق کی حقیقی محبت کا دم نہ بھریں گے۔ خدا کی قسم چار مہینے میں وہ متعصب اس دُنیائے فانی سے رخصت ہو کر عالم

باقی میں اپنے مقام مقرر میں جارہا۔ میرے والد اس کے مرنے کی خبر سن کر اس قدر متاسف ہوئے کہ آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ اس وقت فرمایا۔ یہ فقیری اور درویشی کا طریقہ نہ تھا جو مجھ سے ظاہر ہوا مجھ کو لازم تھا کہ اس کے حق میں نیک دعا کرتا۔ کہ وہ ائمہ معصومین کے دوستوں میں سے ہوتا۔ لیکن تقدیر تبدیل نہیں ہو سکتی اور یہ بیت پڑھنے لگے۔ **بیت**

در پس آئینہ طوطی صفتم داشتہ اند　　　آنچہ اُستاد ازل گفت ہماں میگویم

منقبت ۱۷۔ نیز مصابیح القلوب میں مرقوم ہے۔ کہ ایک روز امیر المؤمنین ایک انار کے خشک درخت کے پاس بیٹھے تھے اور شیعوں کی ایک جماعت وہاں موجود تھی۔ فرمایا۔ کیا آج میں تم کو ایک نشانی دکھاؤں جیسے بنی اسرائیل پر مائدہ موسیٰ نازل ہوا۔ حاضرین مجلس نے عرض کی۔ یا امیر المؤمنین! ہاں۔ فرمایا۔ اس درخت پر نظر کرو۔ جب انہوں نے نظر اُٹھا کر دیکھا تو وہ درخت حرکت میں آکر سبز ہو گیا۔ اور اسی وقت بارور ہُوا۔ اور اس قدر پھل لگے۔ کہ کبھی کسی شخص نے ویسا پھلدار درخت نہ دیکھا تھا۔ پھر فرمایا۔ اے مومنو! ایک ایک اُٹھو۔ اور بسم اللہ کہہ کر انار توڑو۔ حاضرین نے تعمیل حکم کی۔ بعض نے تو ہاتھ پھیلا کر انار توڑ لئے۔ اور بعض جوں جوں ہاتھ لمبا کرتے تھے۔ ٹہنی اونچی ہوتی جاتی تھی۔ حاضرین نے عرض کی یا امیر المؤمنین! کیا سبب ہے کہ بعض کے ہاتھ تو ٹہنی تک پہنچتے ہیں۔ اور بعض کے نہیں پہنچتے۔ فرمایا۔ بعض جو میرے محب ہیں۔ ان کے ہاتھ تو پہنچتے ہیں۔ اور جو دشمن ہیں ان کے ہاتھ نہیں پہنچتے۔ اور کل قیامت کو بھی یہی حال ہوگا۔ ہمارے دوست بہشت میں مرصع تختوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے۔ جب میوے کی خواہش کریں گے۔ درخت جھک جائے گا۔ یہ لوگ میوہ چُن لیں گے۔ چنانچہ خدا ارشاد فرماتا ہے۔ وَذُلِّلَتْ قُطُوفُهَا تَذْلِيلًا (اُن درختوں کے میوے اہل بہشت کے لئے جھک جائیں گے اور دشمن دوزخ میں اہل بہشت سے مخاطب ہو کر کہیں گے۔ اَفِيضُوا عَلَيْنَا مِنَ الْمَآءِ اَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ (بہشت کا پانی یا جو رزق اللہ نے تم کو دیا ہے۔ اس میں سے ہم کو بھی دو) وہ جواب میں کہیں گے۔ اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَهُمَا عَلَى الْكَافِرِيْنَ۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے ان دونوں چیزوں یعنی بہشت کی نعمتوں کو کافروں پر حرام کیا ہے۔

منقبت ۱۸۔ نیز مصابیح القلوب میں مرقوم ہے کہ ایک روز امام حسن علیہ السّلام نے جناب امیر المؤمنین سے انار طلب کیا۔ اس وقت حضرت مسجد میں تشریف رکھتے تھے۔ آپ نے اپنا ہاتھ مسجد کے ستون کی طرف پھیلایا۔ ایک سبز شاخ ستون سے ظاہر ہوئی۔ اس پر سے چار انار توڑ کر امام کو دئے۔ اور فرمایا۔ اپنی ماں کے پاس لے جاؤ۔ حاضرین نے عرض کی۔ یا امیر المؤمنین! یہ انار کہاں کے ہیں؟ فرمایا۔ بہشت کے۔ وہ بولے۔ کیا آپ اس پر قادر ہیں۔ فرمایا۔ ہاں۔ میں بہشت اور دوزخ کا تقسیم کرنے والا ہوں۔

منقبت ۱۹ - نیز مصابیح القلوب میں ہُبیرہ بن عبدالرحمٰن سے منقول ہے۔ کہ میں ایک دن کوفہ میں جناب امیرالمومنین کی خدمت میں گیا۔ مجھ سے مخاطب ہوکر فرمایا۔ اے ہبیرہ! تیرا دل اپنے اہل وعیال کی طرف مائل ہے۔ جو مدینہ میں ہیں۔ میں نے عرض کی کہ ہاں۔ فرمایا۔ نماز عشا پڑھ کر میرے گھر کی چھت پر آنا۔ جب میں گیا۔ تو فرمایا۔ آنکھیں بند کر۔ میں نے بند کرلیں۔ فرمایا۔ کھول دے۔ جب آنکھیں کھول کر دیکھا۔ تو اپنے آپ کو امیرالمؤمنین کی خدمت میں مدینہ میں اپنے گھر کی چھت پر پایا۔ فرمایا۔ اپنے اہل وعیال کے پاس جاکر عہد تازہ کر۔ میں ان کو دیکھ کر امیر کی خدمت میں واپس آیا۔ فرمایا۔ آنکھیں بند کر۔ جب بند کیں۔ فرمایا۔ کھول۔ جب کھولیں۔ تو کوفہ میں امیرؑ کے کھوٹھے پر پایا۔ فرمایا۔ اے ہبیرہ لوگ دعوے کرتے ہیں۔ کہ جادوگر عورت ایک رات میں عراق سے ہندوستان میں جاتی ہے۔ اور وہ باوجود کفر کے اس بات پر قادر ہو۔ ہم ایمان دار ہوکر کس طرح اس امر پر قادر نہ ہوں۔ اور معلوم رہے کہ آصف برخیا کے پاس کتاب خدا سے ایک علم تھا۔ وہ تخت بلقیس کو شہر سبا سے جو ایک مہینے کی راہ پر تھا۔ ایک طرفۃ العین یعنی آنکھ جھپکنے کی مدت میں سلیمان علیہ السلام کے پاس لے آیا۔ میں کہ خیر المرسلین کا وصی ہوں۔ اور مجھ کو چاروں کتابوں کا علم ہے۔ کس طرح اپنی خواہش کے پورا کرنے پر قادر نہ ہوں۔

منقبت ۲۰ - نیز مصابیح القلوب میں ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک روز مشرکان عرب میں سے تین شخصوں نے آکر کہا۔ اے محمدؐ تو دعوے کرتا ہے۔ کہ میں ابراہیمؑ۔ موسیٰؑ۔ اور عیسیٰؑ سے افضل ہوں حالانکہ ابراہیم خلیل اللہ تھے۔ اور موسیٰ کلیم اللہ اور عیسیٰ روح اللہ۔ اور تو نہیں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اگر ابراہیم خلیل اللہ تھے۔ تو میں حبیب اللہ ہوں۔ اور حبیب خلیل سے بہتر ہوتا ہے۔ اور اگر موسیٰ نے کوہ طور پر حق تعالیٰ سے کلام کیا۔ میں نے شب معراج عرش اعظم پر حق تعالیٰ سے باتیں کیں۔ اور شریعت طریقت اور حقیقت کے اسرار سے نوّے ہزار باتیں سیکھیں۔ بعدازاں ہاتھ پر ہاتھ مارکر زبان معجز بیان سے فرمایا۔ یا علی میری خبر لو۔ امیرالمومنینؑ فوراً حاضر ہوئے۔ آنحضرت نے نہایت بشاشت اور کمال سرور سے آپ کی پیشانی پر بوسہ دیا۔ اور پوچھا۔ اے بھائی تم کہاں تھے۔ عرض کی۔ فلاں نخلستان میں۔ فرمایا۔ میرا پیراہن پہن کر ان تین شخصوں کے ہمراہ یوسف بن کعب کی قبر پر جاؤ۔ دعا کرو۔ تاکہ تمہاری دعا کی برکت سے حق تعالےٰ اُس کو زندہ کرے۔ امیرالمؤمنین جناب سیدالمرسلینؐ کا پیراہن زیب تن فرماکر ان تینوں شخصوں کے ہمراہ باہر تشریف لے گئے۔ ام سلمہ کہتی ہیں۔ کہ میں بھی آنحضرتؐ کی اجازت سے وہاں گئی۔ دیکھا کہ امیرالمومنین ابن کعبؓ کی ٹوٹی چھوٹی قبر پر جاکر کھڑے ہوئے۔ اور فرمایا۔ اے قبر والے! اللہ تعالیٰ کے حکم سے اُٹھ۔ قبر حرکت میں آکر پھٹ گئی۔ اور اس میں سے ایک بوڑھے نے اُٹھ کر کہا۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا وَصِیَّ خَیْرِ

المرسلین۔ امیرؑ نے فرمایا۔ تو کون ہے۔ اُس نے جواب دیا۔ کہ میں یوسف بن کعب صاحب الاخدود ہوں تین سو سال ہوئے۔ کہ میں نے دنیا سے رحلت کی ہے۔ اس وقت ایک آواز میرے کان میں آئی۔ کہ کوئی شخص کہتا ہے اے یوسف! خاتم الانبیا محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق کے لیئے اُٹھ۔ وہ مشرک ایک دُوسرے کو دیکھ کر کہنے لگے۔ ایسا نہ ہو کہ قریش کو معلوم ہو جائے کہ ہماری خواہش کے سبب محمدؐ سے ایسا معجزہ ظاہر ہوا ہے پھر کہا۔ یا علیؑ اس شخص سے کہہ دیجئے کہ اپنے مقام پر واپس چلا جائے۔ امیرؑ نے فرمایا۔ اے یوسف سو رہو۔ کہ قیامت قریب ہے۔ وہ قبر میں چلا گیا۔ اور قبر خود بخود برابر ہوگئی۔

منقبت ۲۱ روضۃ الصفا جلد ہفتم میں مرقوم ہے۔ کہ حدود بابل میں ایک نہر ہے۔ کہ امیرالمومنین کرم اللہ وجہہ نے وہاں کے ایک باشندے پر ایک خاص رقم مقرر کر رکھی ہے۔ کہ ہر سال خدا کی راہ میں دے۔ اگر وہ مقررہ رقم دے دیتے ہیں تو پانی ان کی نالیوں میں چڑھتا ہے۔ ورنہ بند ہو جاتا ہے۔

منقبت ۲۲ تفسیر امام حسن عسکری رضوان اللہ علیہ میں لکھا ہے۔ کہ ایک روز رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اصحاب سے خطاب کر کے فرمایا۔ تم میں سے کس شخص نے شب گذشتہ ایک ہزار سات سو درہم ایک مومن کا قرض ادا کیا ہے۔ امیرالمومنین نے فرمایا۔ یا رسولؐ اللہ میں نے ادا کیا ہے۔ فرمایا۔ اے بھائی! مجھے اس باب سے جبرئیلؑ امین نے مطلع کیا ہے۔ اب تم نے جو کچھ کیا ہے یاروں سے خود بیان کرو۔ عرض کی یا رسولؐ اللہ! میں رات کو جا رہا تھا۔ میں نے دیکھا کہ ایک منافق ایک مومن کو ستا رہا ہے۔ جب مومن نے مجھ کو دیکھا۔ بولا۔ یا علیؑ۔ میری فریاد کو پہنچو۔ کہ اس شخص کے ایک ہزار سات سو درہم مجھ پر قرض ہیں۔ اور میں درویش اور بے مقدور ہوں۔ آپ اس سے کہیں کہ وہ مجھے مہلت دیدے۔ میں نے جواب دیا۔ میں اس سے مہلت نہ مانگوں گا۔ کیوں کہ اس کا مجھ پر احسان ہوگا۔ بلکہ حق تعالیٰ سے درخواست کروں گا۔ کہ وہ تیری مشکل آسان کرے۔ پھر آسمان کی طرف منہ کر کے دعا کی اے خدا بحق محمدؐ و آل محمدؐ اس بندۂ مومن کا قرض ادا کرے۔ میں نے دیکھا کہ آسمان کے دروازے کُھل گئے اور ایک آواز آئی۔ کہ اے ابوالحسن! اس بندے سے کہہ دو کہ زمین پر ہاتھ مارے۔ اور جو کچھ ہاتھ آئے اُٹھا لے کہ حق تعالیٰ تمہاری خاطر سے سونا بنا دے گا۔ اس نے زمین سے چند کنکر اور ڈلیاں اُٹھا لیں۔ حق تعالیٰ نے اُن کو سونا بنا دیا۔ میں نے کہا۔ اپنا قرض ادا کر۔ اور باقی تیرا مال ہے۔ خواجۂ کائنات علیہ افضل الصلوات و اکمل التحیات نے فرمایا۔ اے بھائی! مجھ کو جبرئیل علیہ السلام نے خبر دی ہے۔ کہ اگر ایک ہزار سات سو کو ایک ہزار سات سو میں ہزار دفعہ ضرب دیں۔ اس کے عدد کو خدا تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔ اس قدر محل اور مقام بہشت میں اور اس سے دو چند خدمتگار اور غلام حق تعالیٰ نے علیؑ ابن ابی طالب کو عطا فرمائے ہیں۔

منقبت ۲۳ تفسیر مذکور میں منقول ہے۔ کہ امیرالمومنین مسجد کوفہ میں اپنے اصحاب کے ساتھ بیٹھے تھے۔

کہ ایک شخص نے وہاں آکر کہا۔ کہ مجھے اس بات کا سخت تعجب ہے کہ دنیا دُوسروں کے پاس تو ہے۔ اور تمہارے ہاتھ میں نہیں۔ فرمایا۔ تو گمان کرتا ہے۔ کہ ہم دنیا کو چاہتے ہیں اور ہم کو نہیں ملتی۔ پھر ہاتھ پھیلا کر ایک مٹھی بھر کنکر اُٹھائے۔ وہ حضرت کے ہاتھ میں آتے ہی بیش قیمت موتی بن گئے۔ بعد ازاں ارشاد فرمایا۔ اگر میں چاہتا تو ایسا ہی ہوتا۔ یہ کہہ کر ہاتھ سے پھینک دیئے۔ اور وہ بدستور سابق کنکر ہو گئے۔

منقبت ۲۴ راحت القلوب مصنفہ شیخ فرید گنج شکر قدس سرہٗ میں مسطور ہے کہ ایک دن چند یہودیوں نے مسخرا پن سے ایک فقیر کو امیرالمؤمنین کے پاس بھیج کر کہا۔ شاہِ مرداں۔ شیرِ یزداں آ رہا ہے۔ جا کر اس سے کچھ سوال کر۔ اس محتاج نے آکر اپنے فقر و فاقہ کا حال عرض کیا۔ امیرالمؤمنین نے ہر چند تلاش کیا۔ اپنے پاس کچھ نہ پایا۔ صفائی باطن سے یہودیوں کے بد ارادے پر آگاہ ہو کر سائل کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں پکڑ کر دس دفعہ درود پڑھ کر دم کیا۔ اور فرمایا۔ مٹھی بند کر۔ وہ درویش حضرت کے حکم کے موافق یہودیوں کے پاس گیا۔ انہوں نے پوچھا کہ شاہ مرداں نے تجھے کیا دیا۔ وہ بولا۔ کچھ نہیں دیا۔ لیکن دس دفعہ میرے ہاتھ پر درود پڑھ کر دم کر دیا۔ اور فرمایا۔ کہ مٹھی بند کر لے۔ یہودیوں نے ہنس کر کہا۔ مٹھی کھول۔ جب اس نے مٹھی کھولی۔ دس دینار سُرخ اُس کی مٹھی میں تھے۔ یہ عجیب و غریب معجزہ دیکھ کر اس قدر یہودی مُسلمان ہوئے۔ جن کا شمار نہیں ہو سکتا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی دِیْنِ الْاِسْلَامِ۔

منقبت ۲۵ عیون اخبار الرضا میں امام علی موسیٰ رضا رضوان اللہ علیہ سے منقول ہے۔ کہ نصاریٰ کی بحث میں قریش کی ایک جماعت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر درخواست کی۔ کہ ان کے مُردوں کو زندہ کریں۔ آنحضرتؐ نے امیرالمؤمنین سے فرمایا۔ اے بھائی! اس قوم کے ہمراہ ان کے مقبروں پر جا کر ان لوگوں کے نام لے کر آواز دو۔ جن کو زندہ کرنے کی خواہش رکھتے ہیں۔ اور بلند آواز سے کہو۔ اے فلاں و فلاں۔ رسولؐ خدا تم کو حکم دیتے ہیں۔ کہ خدا تعالیٰ کے حکم سے اُٹھو۔ جب امیر نے وہاں آکر آواز دی۔ تو مُردوں نے خاک سے اُٹھ کر سیّد المرسلینؐ اور امیرالمؤمنینؑ کی نعت اور منقبت کرنی شروع کی۔ **مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ** فرماتے ہیں:۔

نظم

اے جنابت سجدہ گاہِ عرشِ اعظم آمدہ	آستانت بر تراز فیروزہ طارم آمدہ
تا کہ در باب تو نازل شد عَلِیٌّ بَابُہَا	درگہت در بابِ دین بابِ معظم آمدہ
در گرِ عالیت گویا فتح بابِ کبریاست	گز شرف بالاتر از ایوانِ اعظم آمدہ
بر امید آنکہ یابد بار در ایوانِ تو	چرخ صدرہ بر درت با قامتِ خم آمدہ

بہرِ احیائے ممات انفاس جان افزائے تو روحِ پروردچوں دمِ عیسیٰؑ مریم آمدہ

منقبت ۲۷ زہرۃ الریاض اور کفایۃ المومنین میں مرقوم ہے۔ کہ ایک حبشی غلام نے شاہ ولایت پناہ کی خدمت میں آکر عرض کی۔ یا امیر المؤمنین! میں نے ایک روز لالچ میں آکر غیر کے مال سے کچھ چرایا ہے میں چاہتا ہوں۔ کہ آپ مجھ پر حکم شرعی جاری فرمائیں۔ اور مجھ کو اس گناہ سے اسی جہان میں پاک کر دیں۔ فرمایا۔ جس مال میں سے تُو نے چرایا ہے۔ شاید مال نصاب میں سے ہو۔ اس نے عرض کی کہ وہ حد نصاب کو نہیں پہنچتا۔ جب اس نے تین دفعہ اقرار کیا۔ آنجناب نے اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔ ایک خادم نے اس کا دایاں ہاتھ کاٹ دیا۔ وہ غلام اپنا کٹا ہُوا ہاتھ بائیں ہاتھ میں لئے حضرت کی مجلس سے باہر آیا۔ اور خون کے قطرے اس کے ہاتھ سے ٹپک رہے تھے۔ اسی اثناء میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی اس سے ملاقات ہوئی۔ پوچھا۔ تیرا ہاتھ کس نے کاٹا ہے۔ جواب دیا۔ امیر المومنینؑ۔ وصی سیّد المرسلینؐ پیشوائے سفید رویاں۔ مولائے جملہ انس و جاں۔ غالب کل غالب علیؑ ابن ابی طالب نے۔ ابنِ عباسؓ نے کہا۔ آنحضرتؐ نے تو تیرا ہاتھ کاٹا۔ اور تو ان کی مدح و ثنا کرتا ہے۔ اس غلام نیک فرجام نے جواب دیا کہ میں کیوں کر اس جناب کی مدح اور منقبت بیان نہ کروں۔ حالانکہ آپ کی محبت میرے گوشت اور خون میں ملی ہوئی ہے۔ اور میرا ہاتھ حق پر کاٹا ہے۔ نہ کہ باطل پر۔ ابن عباسؓ نے حضرت کی خدمت میں پہنچ کر جو کچھ اس غلام سے سُنا تھا۔ بہ تفصیل عرض کیا۔ امیر المومنینؑ نے فرمایا۔ اے بھائی ہمارے بعض دوست ایسے ہیں۔ کہ اگر ہماری محبت کی وادی میں ان کو ناحق طور پر ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالیں۔ تو بھی ہماری محبت کے سوا اور کوئی خیال ان کے دل میں نہ گزرے گا۔ اور بعض دشمن ایسے ہیں کہ اگر ہم پوری پوری محبت اور مہربانی کے ساتھ ان کے گلے میں اُتار دیں۔ تو بھی ہماری عداوت کے سوا اور کچھ ان کے خاطر فاتر میں نہ آئے گا۔ بعد ازاں امام حسین علیہ السلام سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ تم جا کر اس غلام کو لے آؤ۔ امامؑ عالی مقام نے اس کو لا کر حاضر کیا فرمایا۔ اے غلام! میں نے تیرا ہاتھ کاٹا۔ اور تو میری مدح و ثنا کرتا ہے۔ غلام نے نہایت عجز و نیاز سے عرض کیا۔ اے مولا ا **بیت مؤلف** ۔

منکہ باشم ثنائے تو گویم کہ خدا و رسول گفتہ ثنات

میری کیا مجال کہ ایسے بزرگوار کی تعریف کر سکوں۔ جس کی مدح و ثنا خدا اور رسولؐ نے فرمائی ہے۔ حضرت نے اس کا ہاتھ کٹی ہوئی جگہ پر اپنے ہاتھ سے رکھ کر ردائے مبارک اس پر ڈال دی۔ اور سورۃ فاتحہ پڑھ کر اس پر دم کیا۔ فوراً اس کا ہاتھ درست ہو گیا۔ گویا کٹا ہی نہ تھا۔ قدوۃ ابرار شیخ عطار نے کتاب **منطق الطیر** میں اس واقعہ کا بایں الفاظ ذکر کیا ہے۔ **بیت** ۔

از دمِ عیسیٰ کے گر زندہ خاست او بہ دمِ دستِ بُریدہ کردہ راست

ایضاً محب صمیمی ملا حسن سلیمی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے دیوان میں اس قضیے کو بطور حکایت نظم کیا ہے۔

منقبت ۲۷۔ زہرۃ الریاض اور احسن الکبار میں میثم تمار سے مروی ہے کہ ایک روز میں شہر کوفہ میں جناب امیر کی خدمت میں حاضر تھا۔ اور اصحاب کبار کی بھی ایک جماعت موجود تھی۔ کہ یکایک ایک شخص قبائے خز پہنے اور زرد عمامہ سر پر باندھے اور ایک تلوار زیب کمر کئے آیا۔ اور بولا تم میں کونسا شخص ہے۔ جس نے اپنی عمر میں میدانِ جنگ سے کبھی فرار نہیں کیا۔ اور کمال اور ناموری میں سب سے فائق ہے۔ اور اس کی ولادت بیت اللہ میں ہوئی ہے۔ اور اخلاق حمیدہ اور اوصاف پسندیدہ میں درجۂ اعلیٰ کو پہنچا ہوا ہے۔ اور تمام غزوات میں محمد مصطفیٰ کا ناصر و مددگار رہا ہے۔ اور عمرو عنتر کو قتل کیا ہے۔ اور درِ خیبر کو ایک حملے میں اکھاڑا ہے۔ امیرالمومنین کرم اللہ وجہہٗ نے فرمایا۔ اے سعید بن الفضل بن الربیع وہ شخص میں ہوں۔ پوچھ جو کچھ پوچھنا چاہے میں ہوں غم زدوں اور یتیموں کا ملجا و ماوٰے۔ اور اسیروں اور خستہ دلوں کا مرہم۔ میں ہوں وہ شخص کہ مجھ پر بلائے عظیم وارد ہوں۔ اور بموجب حکم آیۂ مجیدہ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ (خدا صابروں کو دوست رکھتا ہے) میں ان بلاؤں پر صبر کروں۔ میں ہوں وہ شخص جس کے اوصاف توریت۔ انجیل۔ زبور اور فرقان میں مرقوم ہیں میں ہوں۔ قٓ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ میں ہوں صِرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ اعرابی نے کہا۔ ہم کو ایسا معلوم ہوا ہے۔ کہ تو رسولؐ خدا کا وصی اور اولیاء اللہ کا پیشوا ہے۔ اور سید المرسلینؐ کے بعد زمین اور آسمان کی حکومت تیرے واسطے ہے۔ فرمایا۔ ہاں ایسا ہی ہے۔ سوال کر۔ جو کچھ تیرا جی چاہے۔ اعرابی نے کہا۔ میں ساٹھ ہزار مردوں کی طرف سے جن کو عقیمہ کہتے ہیں۔ ایلچی بن کر آیا ہوں۔ اور ایک مُردہ لایا ہوں جس کے قاتل میں اختلاف ہے۔ اگر آپ اس کو زندہ کر دیں تو ہم کو تحقیق طور پر معلوم ہو جائے کہ رسولؐ خدا کے وصی اور اپنے دعوے میں بے ریا ہو ابن میثمؒ بیان کرتے ہیں کہ امیرالمومنینؑ نے مجھ سے فرمایا۔ کہ ایک اونٹ پر سوار ہو کر کوفہ کے گلی کوچوں میں منادی کر دے۔ کہ جو کوئی ان کرامات کا جو حق تعالیٰ نے علیؑ بن ابی طالب کو عطا فرمائی ہیں۔ مشاہدہ کرنا چاہیئے کل نجف میں جا کر حاضر ہو۔ میں نے حسب ارشاد تمام کوفے میں منادی کر دی۔ دوسرے روز صبح کی نماز سے فارغ ہو کر جنگل کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور اہل کوفہ آپ کی رکاب میں تھے۔ جب مقام مقررہ پر پہنچے۔ تو فرمایا اس اعرابی اور جنازے کو حاضر کرو۔ جب وہاں لا کر جنازے کا سر کھولا تو دیکھا کہ ایک جوان ہے۔ جو تلواروں سے ٹکڑے ٹکڑے کیا گیا ہے۔ سر کہیں ہے۔ اور پاؤں کہیں۔ فرمایا اے اعرابی۔ اس کو قتل ہوئے کتنے دن گزرے ہیں۔ اس نے عرض کی۔ کہ اکتالیس روز ہو چکے فرمایا۔ اس کے خون کا طالب کون ہے۔ عرض کی۔ قوم کے پچاس آدمی اس کے خون کے طالب ہیں۔ فرمایا۔ اس کو اس کے

چچا نے قتل کیا ہے۔ جس کا نام حریث بن حسّان ہے۔ اس نے اپنی لڑکی اس سے بیاہی تھی۔ اس نے اس کو چھوڑ کر دوسری عورت سے نکاح کر لیا تھا۔ اس وجہ سے قتل کیا گیا۔ اعرابی نے عرض کی۔ یا امیرالمؤمنین! واقعہ قرابت کی صورت تو یہی ہے۔ جیسا کہ آپ فرماتے ہیں۔ لیکن میں اس پر راضی نہ ہوں گا۔ جب تک آپ اس کو زندہ نہ کریں گے۔ اس وقت آپ نے اہل کوفہ کی طرف خطاب کر کے فرمایا۔ اے اہلِ کوفہ بنی اسرائیل کی گائے اللہ تعالیٰ کے نزدیک خاتم الانبیاؐ کے وصی سے بڑھ کر معظّم اور مکرّم نہیں ہے۔ کہ بنی اسرائیل کی ایک جماعت نے اس گائے کا ایک عضو اس مقتول پر لگایا۔ جس کو قتل ہوئے ایک ہفتہ گزر چکا تھا۔ حق تعالیٰ نے اس کو زندہ کیا۔ میں بھی اپنا ایک عضو اس مُردے پر لگاتا ہوں۔ جو اس چیز سے جس کو بنی اسرائیل نے اس مقتول پر لگایا تھا معزز اور مکرم ہے۔ یہ فرما کر اپنا دایاں پاؤں اس مقتول پر لگا کر فرمایا۔ قُمْ بِاذْنِ اللّٰہِ یا مدرک بن حنظلہ بن عیشان (اے مدرک بن حنظلہ بن عیشان اللہ کے حکم سے کھڑا ہو جا۔) وہ جوان زندہ ہو گیا اور پکارا۔ لَبَّیْكَ لَبَّیْكَ یَاحُجَّةَ اللّٰهِ فِی الْاَیَّامِ وَالْمَنْصُوْرُ بِالْفَضْلِ فِی الْاَنَامِ بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ عَلَیْهِ السَّلَامُ (حاضر ہوں حاضر ہوں۔ اے زمانہ کی حُجّت۔ اور رسول خدا علیہ السلام کے بعد تمام مخلوقات میں افضل و اعلیٰ) امیرالمؤمنین نے فرمایا۔ تجھ کو کس نے قتل کیا تھا۔ اس نے جواب دیا۔ کہ میرے چچا حریث بن حسّان نے۔ جب لوگوں نے یہ عجیب و غریب واقعہ دیکھا۔ تو آواز بلند امیرالمؤمنینؑ کی مدح و ثنا کرنے لگے۔ بعد ازاں حضرت نے ارشاد فرمایا۔ اے اعرابی اور اے جوان اب تم جاؤ اور اپنی قوم کو اس چشم دید واقعہ کی خبر دو۔ انہوں نے عرض کی۔ یا امیرالمؤمنین! ہم نے خدا سے عہد کیا ہے کہ جناب کی خدمت سے جدا نہ ہوں گے دونوں شخص خدمت اقدس میں رہے۔ اور کسب فیوضات کرتے رہے۔ یہاں تک کہ جنگِ صفین میں شہید ہوئے۔

مؤلف عرض کرتا ہے۔ وہ دونوں شخص امیرالمؤمنینؑ کی خدمت میں سرافراز و ممتاز رہے۔ اور بزبان نیاز اور بہ لسان ایجاز اخلاص کا اعتقاد کا اظہار کرتے رہے۔ جیسا کہ ذیل کی غزل بے بدل میں اس کی تصویر دکھائی گئی ہے۔ جو قدوۃ المحققین شاہ طیب قدس سرہٗ (جو والدہ کی طرف سے چوتھی پشت میں اس فقیر کے جد ہوتے ہیں) کی تصنیف سے ہے۔ **غزل**

یا علی حُبِّ تست در دِلِ ما — غیر ازیں نیست ہیچ حاصلِ ما
حق تعالیٰ چو خلق ما میکرد — تخمِ مہر تو کاشت در دلِ ما
جاوداں خاکِ آستانۂ تست — مسکن و مستقر و منزلِ ما
دست از دامنت رہا نکنیم — حل نگردد ز غیر مشکلِ ما

ہرچہ خواہد بگوئے کوز حسد　　دشمنِ جاہلِ مجادلِ ما
گرچہ مانا قسیم یا حیدرؑ　　لطفِ تو کامل و مکمّلِ ما
ہست طیب زنسلِ آلِ علیٰ
کے بود ہر خبیث قائلِ ما

منقبت ۵۲ نیز احسن الکبار میں انس بن مالکؓ سے مروی ہے۔ کہ نواحی دمشق میں ایک گاؤں ہے جس کا نام نہندف ہے۔ وہاں سے ایک بساط یعنی فرش رسول صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لئے لائے۔ آنحضرتؐ نے مجھ کو عمرؓ۔ عثمانؓ۔ ابو بکرؓ۔ طلحہؓ۔ زبیرؓ۔ سعدؓ۔ اور عبدالرحمٰنؓ کو بلانے کے لئے بھیجا۔ جب صحابہؓ مذکور حاضر ہوئے۔ اس فرش کو بچھایا۔ اور علیؑ مرتضیٰ سے فرمایا بیٹھو۔ اور مجھ کو اور دوسرے صحابہ کو بھی بیٹھنے کا حکم دیا اور امیرالمومنینؑ سے فرمایا۔ اے بھائی! ہوا سے کہو۔ کہ اس فرش کو اُٹھائے۔ امیرالمومنینؑ کے حکم سے ہوا نے فرش کو اٹھا کر بلند کیا۔ پھر فرمایا۔ نیچے اُتار۔ اس نے اُتار دیا۔ فرمایا۔ اے یارو! تم جانتے ہو۔ یہ کونسی جگہ ہے۔ وہ بولے نہیں۔ ارشاد فرمایا۔ ہم غارِ اصحاب کہف کے دروازے پر آئے ہیں۔ جس کا ذکر خدا تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔ اِنَّ اَصۡحٰبَ الۡكَهۡفِ وَالرَّقِیۡمِ كَانُوۡا مِنۡ اٰیٰتِنَا عَجَبًا۔ (کہف) پھر فرمایا۔ اُٹھ کر سلام کرو۔ ایک ایک نے اُٹھ کر اصحاب کہف پر سلام کیا۔ انہوں نے کسی کے سلام کا جواب نہ دیا۔ جب امیرالمومنینؑ اٹھ کر وہاں گئے۔ تو اصحاب کہف نے سبقت کر کے اَلسَّلَامُ عَلَيۡكَ يَا اَمِيۡرُ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ وَخَيۡرُ الۡوَصِيِّيۡنَ وَاِمَامُ الۡمُتَّقِيۡنَ۔ کہا صحابہ نے کہا۔ اے ابوالحسنؑ! ہم نے سلام کیا۔ تو اُنہوں نے ہمارے سلام کا جواب کیوں نہ دیا۔ امیرالمومنین نے فرمایا۔ اے اصحاب کہف! اصحاب رسولؐ نے سلام کیا۔ تم نے ان کے سلام کا جواب کیوں نہ دیا۔ اور مجھ کو سلام کرنے میں تم نے سبقت کی۔ انہوں نے جواب دیا۔ کہ ہم سلام نہیں کرتے اور جواب نہیں دیتے۔ مگر نبی کو یا وصی کو اور آپ محمدؐ کے وصی ہیں۔ اور آپ فاطمہؑ۔ اور حسنینؑ اور آل طٰہٰ و یاسین ہیں۔ اور حق تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے۔ سَلٰمٌ عَلٰۤی اِلۡ یَاسِیۡنَ (صٰفّٰت) اور ہم اسکے بندے ہیں۔ ہم کو اس کا حکم بجالانا لازم اور ضروری ہے۔ اور آپ کی اطاعت خدا اور رسولؐ کے حکم سے ثقلین یعنی تمام جن وانس پر واجب ہے۔ اس سبب سے ہم نے آپ سے کلام اور سلام کیا اصحاب ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر خاموش ہو رہے۔ بعدازاں امیرالمومنین نے فرمایا۔ ہر ایک اپنی اپنی جگہ بیٹھ جائے۔ ہم بیٹھ گئے۔ امیرؑ نے ہوا کو بساط اٹھانے کا حکم دیا۔ ہوا نے اس کو اُٹھا کر بلند کیا۔ تھوڑی دیر کے بعد امیرؑ کے حکم سے زمین پر اُتار دیا۔ امیرالمومنین نے نیچے اُتر کر پاؤں زمین پر مارا۔ میٹھے پانی کا ایک چشمہ ظاہر ہُوا۔ وضو کیا۔ اور اصحاب سے فرمایا۔ تم بھی وضو کر لو۔ کہ ہم انشاءاللہ صبح کی ایک رکعت

نماز رسول محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ادا کریں گے۔ بعد ازاں ہوا نے امیرؑ کے حکم سے بساط کو بلند کیا تھوڑی دیر کے بعد نیچے اُتارنے کا حکم دیا۔ جب نیچے رکھا گیا۔ تو ہم نے اپنے آپ کو مسجد رسول میں پایا۔ کہ آنحضرتؐ نماز صبح کی ایک رکعت ادا کر چکے تھے۔ ہم نے دوسری رکعت آنحضرتؐ کے ساتھ پڑھی جب آپؐ نماز سے فارغ ہوئے۔ تو فرمایا۔ اے انس! تم مجھ کو خبر دیتے ہو۔ یا میں بتاؤں؟ میں نے عرض کی۔ یا سیدالمرسلینؐ! بات آپ کے الفاظ میں پیاری معلوم ہوتی ہے۔ پس تمام گذشتہ حالات بیان فرمائے گویا کہ آپؐ ہمارے ہمراہ تھے۔

اور اصحاب بساط سے منقول ہے۔ کہ جب ہوا بساط (فرش) کو اُٹھاتی تھی۔ تو اس قدر بلند لے جاتی تھی۔ کہ ہم آسمانی فرشتوں کی آوازیں سُنتے تھے۔ کہ وہ دشمنانِ آلِ محمدؐ پر لعنت کرتے تھے۔ اَللّٰھُمَّ زِدْ وَلَا تَنْقُصْ۔ قاسم کاہی فرماتے ہیں۔ بیت۔

صبا را ساخت مرکب جانب اصحابِ کہف آمد بلے ہمچوں سلیماں بود اور اباد فرمانبر

منقبت [۲۹]۔ نیز کتاب مذکور میں امام رضا علیہ السلام سے مروی ہے۔ کہ ایک روز مدینہ میں ابوصمصام عیسٰی نے ناقہ پر سوار ہو رسول کے پاس آ کر کہا۔ تم میں سے کون شخص نبوّت کا دعوٰی کرتا ہے۔ سلمان فارسیؓ نے کہا۔ اے اعرابی! کیا تو روشن چہرے والے بزرگ کو نہیں دیکھتا۔ جس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح چمک رہا ہے۔ اور دونوں جہان کا آقا اور پیشوا ہے۔ اعرابی نے آنحضرتؐ سے مخاطب ہو کر کہا۔ اگر تو پیغمبر ہے تو بتا کہ قیامت کب ہوگی۔ اور مینہ کب برسے گا۔ اور میرے ناقہ کے پیٹ میں کیا ہے۔ اور میں کل کو کیا کھاؤں گا۔ اور کہاں مروں گا۔ یہ سوالات سُن کر صاحب۔ وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی خاموش ہو رہے۔ اُسی وقت جبرئیلؑ امین یہ آیۃ لے کر نازل ہوئے۔ قَوْلہٗ تعالیٰ۔ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ (لقمان) اُسی کے پاس ہے۔ قیامت کا علم۔ اور وہی بارش کو نازل کرتا ہے۔ اور رحموں کے اندر کا حال وہی جانتا ہے۔ اور کوئی نفس نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کمائے گا۔ اور کسی نفس کو معلوم نہیں ہے۔ کہ وہ کس زمین میں مرے گا۔ ابوصمصام نے عرض کی۔ ہاتھ دراز کیجئے کہ میں آپ سے اسلام کی بیعت کرتا ہوں۔ اور گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا اور کوئی خدا نہیں ہے۔ اور تو اس کا رسول ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ اے ابوصمصام! اسّی ناقے جن کی پیٹھ سرخ شکم سفید اور آنکھ سیاہ ہو۔ یمن کے بیش قیمت اسباب اور حجاز کے لدے ہوئے۔ تمہارے لئے میرے ذمہ ہیں۔ اور امیرالمومنین سے فرمایا۔ اے بھائی! ایک تمسک (دست آویز) اس مضمون کا لکھو۔ امیرؑ نے لکھا۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ رسولؐ خدا

محمدؐ بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف نے صحتِ نفس۔ کمالِ عقل اور جوازِ امور کی حالت میں اقرار و اعتراف کیا ہے۔ کہ ابوصمصام عبسی کے لئے اسّی ناقہ پشت سُرخ۔ شکم سفید۔ سیاہ چشم۔ یمن کے بیش بہا اسباب اور حجاز کے نقد سے لدے ہُوئے میرے ذمے ہیں۔ اور بہت سے اصحاب کو اپنی طرف سے گواہ کیا۔ ابوصمصام وہ حجت یعنی دست آویز لے کر اپنے قبیلے کی طرف چلا گیا۔ اور اُس کا قبیلہ بھی ایمان لایا۔ جب کچھ عرصے کے بعد اپنا قرض وصول کرنے کے لئے پھر مدینہ منورہ میں آیا۔ تو جنابِ رسولِؐ خدا کا انتقال ہو چکا تھا۔ پوچھا پیغمبرؐ کا وصی کون ہے؟ جو اس کے قرض کو ادا کرے۔ کیوں کہ وصی پر قرض کا ادا کرنا واجب ہے۔ لوگوں نے ابوبکرؓ کا حوالہ دیا۔ ابوصمصام نے ابوبکرؓ کے پاس جا کر قرض کا مطالبہ کیا۔ اور جو تمسک امیرالمومنینؑ کا لکھا ہوا پاس موجود تھا۔ پیش کیا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اے اعرابی تو ایسی چیز کا دعویٰ کرتا ہے۔ جو عقل میں سماتی نہیں۔ خدا کی قسم رسولِ خدا کا انتقال ہو گیا ہے۔ اور دلدل زرہ فاضلہ کے سوا نہ چاندی چھوڑی ہے نہ سونا۔ ابوصمصام نے کہا۔ رسولِؐ خدا نے مجھے خبر دی تھی کہ میرا وصی اس قرض کو ادا کرے گا۔ سلمانؓ! ابوصمصام کا ہاتھ پکڑ کر حجرۂ امیرالمومنینؑ کے دروازے پر لے گیا۔ اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ فرمایا۔ اے سلمانؓ! کیا تمہارے ساتھ ابوصمصام ہے؟ ابوصمصام نے کہا اے سلمانؓ یہ کون شخص ہے؟ جو دروازے کے پیچھے سے میرا اور تیرا نام لے رہا ہے۔ سلمان نے جواب دیا۔ اے اعرابی یہی تو وہ شخص ہے جو نصوص قرآنی اور احادیث حبیب سبحانی کے موافق رسولؐ خدا کا وصی ہے۔ یہ وہ شخص ہے جس کے بارے میں رسولؐ نے فرمایا۔ اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا اور فرمایا اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ ھَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰی نیز ارشاد فرمایا عَلِیٌّ خَیْرُ الْبَشَرِ مَنْ اَبٰی فَقَدْ کَفَرَ۔ اور یہی وہ شخص ہے کہ غروب شدہ آفتاب کو اس کی خاطر سے پھر واپس لایا گیا۔ تاکہ اُس کی نماز فوت نہ ہو۔ اور یہ وہ شخص ہے کہ مسجد سیّد ابرار کے صحن میں صغار و کبار اور مہاجرین و انصار کے روبرو آفتاب نے سات بار اس کو سلام کیا۔ یہی وہ شخص ہے جس نے رسولِؐ خدا کے ہمراہ دو قبلوں کی طرف نماز پڑھی ہے اور رسولؐ خدا سے دو بیعتیں کیں (۱) بیعت عقبہ (۲) بیعت شجرہ۔ اور کسی بیعت میں حضرت سے تخلف اور رُوگردانی نہیں کی۔ یہ وہ ہے۔ جو ہر آل رسول کا معدن اور بتولؑ کا شوہر ہے۔ یہ وہ شخص ہے۔ جس کے باب میں آنحضرتؐ نے فرمایا۔ کہ اگر علیؑ نہ ہوتا۔ تو فاطمہ کا کوئی کفو اور جوڑ نہ تھا۔ یہ وہ بزرگوار ہے۔ جس کے حق میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ اَفَمَنْ کَانَ مُؤْمِنًا کَمَنْ کَانَ فَاسِقًا لَا یَسْتَوٗنَ نیز اس کی شان میں ارشاد فرمایا۔ اَجَعَلْتُمْ سِقَایَۃَ الْحَاجِّ وَعِمَارَۃَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ کَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَجَاھَدَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ لَا یَسْتَوٗنَ عِنْدَ اللّٰہِ نیز اُس کی شان میں فرمایا۔ وَجَعَلْنَا لَھُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِیًّا

یہ وہ شخص ہے کہ خدا تعالیٰ نے غدیرِ خم کے روز اُس کے حق میں یہ آیت بھیجی۔ یَآ اَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ۔ [مائدہ] نیز روزِ مباہلہ اس جناب کو اپنے حبیب کا نفس فرمایا۔ اَنْفُسَنَا وَ اَنْفُسَکُمْ (آیہ مباہلہ) یہ وہ شخص ہے جس کے حق میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ لَا یَسْتَوِیْ اَصْحٰبُ النَّارِ وَ اَصْحٰبُ الْجَنَّۃِ اَصْحٰبُ الْجَنَّۃِ ھُمُ الْفَآئِزُوْنَ۔ [حشر] نیز اس کی اور اس کی اہل بیت کی شان میں فرمایا۔ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ (احزاب) یہ وہ بزرگوار ہے۔ جس نے رکوع کی حالت میں سائل کو انگوٹھی عطا کی اور یہ آیہ اس کی شان میں نازل ہوا۔ اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ [مائدہ] الغرض سلمان اسی طرح حضرت امیرؑ کے مناقب اور فضائل بیان کر رہے تھے۔ یہاں تک کہ شاہ اولیا کی اجازت سے حجرہ میں داخل ہوئے۔ ابوصمصام نے سلام کے بعد اپنا قرض طلب کیا۔ امیرؑ نے فرمایا کہ مدینہ میں منادی کریں۔ کہ جو شخص رسولؐ خدا کے قرض کی ادائیگی کو دیکھنا چاہیے وہ کل علی الصباح مدینہ کے باہر حاضر ہو۔ دوسرے روز جناب امیر المومنینؑ اپنے فرزندوں اور احباب سمیت شہر سے باہر نکلے اور کوئی کلمہ امام حسن رضوان اللہ علیہ کے کان میں کہہ کر ابوصمصام سے فرمایا کہ میرے بیٹے کے ساتھ ریت کے اس ٹیلے کے پاس جا کہ تیرا قرض وہاں پر ادا ہو گا۔ ابوصمصام امام حسنؑ کے ساتھ جا رہا تھا اور خلقِ خدا دیکھ رہی تھی۔ اور منافقین آپس میں اشارے کنائے کر رہے تھے کہ اس ریت کے ٹیلے سے کیا حاصل ہو گا۔ جب وہاں پہنچے تو امام حسنؑ نے دو رکعت نماز پڑھی اور چند کلمات زبان سے کہہ کر رسول کا عصا مبارک اس ریت کے ٹیلے پر مارا ٹیلہ پھٹ گیا۔ اور ایک سفید پتھر اس سے ظاہر ہوا۔ جس پر نور کی دو سطریں لکھی تھیں سطرِ اوّل لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ دوسری سطر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ عَلِیٌّ وَلِیُّ اللّٰہِ۔ پھر امام حسنؑ نے عصا پتھر پر مارا کہ وہ پھٹ گیا۔ اور اس میں سے ناقہ کی مہار ظاہر ہوئی۔ امام نے فرمایا۔ اے ابوصمصام مہار کو پکڑ۔ وہ مہار پکڑ کر کھینچتا رہا۔ یہاں تک کہ اسی قسم کے باساز و سامان مطلوب اسّی عدد ناقے اس میں سے نکلے۔ ان کو لے کر امیر المومنینؑ کے پاس آیا۔ امیر نے فرمایا۔ کیا رسولِ خدا کا قرض ادا ہو گیا۔ اس نے عرض کی۔ کہ ہاں وصول ہو گیا۔ امیرؑ نے تحریرِ رسول اس سے واپس لے کر حسن کے سپرد کی۔ اور فرمایا۔ کہ جب میرا انتقال ہو تو اس کو میرے کفن میں رکھ دینا۔ اور فرمایا۔ اے لوگو! تم خبردار اور آگاہ ہو۔ کہ رسولؐ خدا نے مجھ کو خبر دی تھی۔ کہ خدا تعالیٰ نے ان ناقوں کو ناقۂ صالحؑ سے دو ہزار سال پہلے اس پتھر میں پیدا کیا ہے۔ ملا حسن سلیمی رحمۃ اللہ علیہ نے اس باب میں فرمایا ہے۔

نظم

قرضِ رسولِ خدا کردہ بہ معجز ادا ۔۔۔ قرضِ رسولِ خدا کردہ بہ معجز ادا

غیرِ علی کس نہ کرد عہدِ نبی را وفا ۔۔۔ عہدِ نبی را وفا غیرِ علی کس نہ کرد

منقبت ۳۳ نیز کتاب مذکور میں امام جعفر صادق رضوان اللہ علیہ سے روایت ہے کہ بنی مخزوم سے امیر المومنینؑ کے چند خالو تھے یعنی حضرت ابوطالب کے باجے (یعنی ہم زلف) ان میں سے ایک جوان کا انتقال ہو گیا۔ اس کے بھائی

نے آکر کہا۔ یا امیرالمؤمنینؑ! میرا بھائی دنیا سے رحلت کر گیا ہے۔ میں اس کی جدائی سے سخت محزون ہوں۔ فرمایا کیا تم اس کو دیکھنا چاہتے ہو۔ اس نے کہا کہ ہاں۔ فرمایا۔ اس کی قبر کہاں ہے۔ جب قبر کا پتہ بتایا تو حضرت نے اس کی قبر پر پہنچ کر ٹھوکر لگائی۔ کُردی زبان میں ایک آواز بلند ہوئی۔ امیرؑ نے فرمایا۔ اے فلان! تو تو عرب کا باشندہ تھا کُردی زبان میں کیوں بولتا ہے۔ اُس نے جواب دیا کہ اس کا باعث یہ ہے چونکہ میں تمہاری متابعت کے مطابق نہ تھا۔ اس لئے مرنے کے بعد میری زبان میں تغیر ہو گیا۔

منقبت نیز کتاب مذکور میں امام جعفر صادق رضوان اللہ علیہ سے مروی ہے۔ کہ ایک روز خلافتِ ظاہری کے زمانے میں امیرالمؤمنین بازار کوفہ میں جا رہے تھے۔ ایک یہودی کو دیکھا۔ کہ وہ سر پر ہاتھ مار کر کہہ رہا ہے۔ اے مسلمانو! تم جاہلیت کے طریق پر عمل کر رہے ہو۔ اور اسلام کا قاعدہ نہیں برتتے۔ امیرؑ نے فرمایا۔ اے یہودی۔ تجھے کیا تکلیف پیش آئی۔ اس نے جواب دیا۔ میں سوداگر ہوں۔ اور میرے ساٹھ گدھے مال و اسباب سے بھرے ہوئے تھے۔ جب میں ساباطِ مدائن سے گزرا۔ تو رہزن ان کو اڑا لے گئے۔ امیرؑ نے فرمایا۔ خاطر جمع رکھ۔ کہ تیرا مال ضائع نہ ہوگا۔ اور قنبر کو حکم دیا۔ کہ دلدل پر زین ڈالو۔ جب وہ زین ڈال چکا۔ تو سوار ہو کر قنبر اور اصبغ بن نباتہ سے فرمایا۔ یہودی کو میرے آگے لے چلو۔ جب چلتے چلتے اس مقام پر پہنچے۔ جہاں مال گم ہوا تھا۔ تو چابک سے ایک خط کھینچ کر فرمایا۔ تم سب اس خط کے اندر آ جاؤ۔ اور اس سے باہر نہ آنا نہیں تو جن تم کو اڑا لے جائے گا۔ پھر دلدل کو جولان دے کر فرمایا۔ اے جنو! خدا کی قسم اگر اس یہودی کے گدھے تم نے نہ دیئے تو جو عہد کہ میرے اور تمہارے درمیان ہے۔ ٹوٹ جائے گا۔ اور تم کو ذوالفقار سے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالوں گا۔ جن یکبارگی پکار اُٹھے۔ یا وصی خیر المرسلین! ہم خدا اور رسول کے فرمانبردار اور آپ کے اطاعت گزار ہیں۔ ہماری تقصیر معاف کیجئے۔ اور ساٹھ گدھے بدستور لدے لدائے بے کم و کاست نمودار ہوئے۔ امیرالمؤمنینؑ نے ان کو یہودی کے حوالے کر کے فرمایا۔ دیکھ تو سہی۔ تیرا سب مال قائم ہے۔ کچھ کم تو نہیں ہوا۔ اس نے عرض کی۔ کہ نہیں سب بدستور قائم ہے۔ جب وہ یہودی کوفہ میں پہنچا۔ تو امیرالمؤمنین کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی۔ کہ رسول کا نام اور آپ کا نام اور آپ کے فرزندوں کا نام توریت میں کیا ہے۔ فرمایا۔ رسول کا نام توریت میں طاب طاب ہے۔ اور میرا نام ایلیا ہے۔ اور میرے بیٹوں کا نام بصیر اور سقیقی ہے۔ یہودی نے تصدیق کر کے کہا۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَ اَشْهَدُ اَنَّكَ وَصِيُّ رَسُوْلِ اللّٰهِ۔

منقبت نیز کتاب مذکور میں امام جعفر صادق رضوان اللہ علیہ سے منقول ہے۔ کہ ایک روز سیّد کائنات علیہ افضل الصلوات و اکمل التحیات والتسلیمات کی وفات کے بعد سلمان فارسیؓ مدینہ سے بیت الحزن بقیع میں جناب سیّدۃ النساء علیہا التحیۃ والثنا کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جناب سیّدہ نے پوچھا اے سلمان! میرے

باپ کی وفات کے بعد اہلِ مدینہ کو تم نے کیسا پایا۔ عرض کی لین دین اور خرید و فروخت میں مصروف ہیں۔ فرمایا۔ میں یہ پوچھتی ہوں کہ میرے شوہر سے اُن کی دلی محبت کی کیا کیفیت ہے۔ سلمان نے جواب میں عرض کیا کہ ظاہر میں محبت اور مودّت کا اظہار کرتے ہیں۔ ان کے باطن کا حال خدا و نبی اور ولی بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا۔ اے سلمان! اس خدا کی قسم جس نے آدمیوں کو خاک ہوا پانی اور آگ سے پیدا کیا اور دانہ کو شگافتہ کر کے پھلوں کو خلق فرمایا۔ کوئی مخلوق نہ مرے گا کہ ہمارے دشمنوں کو عالمِ آخرت میں بدترین صورت نہ دیکھے۔ اور ہمارے دوستوں میں سے کوئی نہ مرے گا۔ کہ اس کو مخلوق اوّلین و آخرین بہترین صورت میں نہ دیکھے۔ اے سلمان! کیا تو نے میرے شوہر سے نہیں سُنا۔ کہ فرمایا ہے۔ کہ جو کوئی ہماری دوستی کا دعویٰ کرے۔ اس کو چاہیئے کہ فقر کی چادر کو تازہ کرے۔ سلمان بیان کرتے ہیں کہ ہم یہی بات کر رہے تھے۔ کہ امام المشارق والمغارب وہاں تشریف لائے۔ اور مجھ میں اور سیّدۃ النساء میں جو گفتگو ہوئی تھی۔ لفظاً لفظاً بیان فرمائی۔ اور ارشاد فرمایا۔ اے سلمان میرے ساتھ آؤ۔ میں آپ کے ساتھ ہو لیا۔ جب مدینہ سے نکل کر خندق سے گذرے۔ تو اپنی ردائے مبارک میرے منہ پر ڈال کر فرمایا۔ آنکھیں بند کر لو۔ اور میرے ساتھ چلو۔ میں نے ویسا ہی کیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ردا میرے منہ پر سے اُتار کر فرمایا۔ آنکھیں کھولو جب آنکھیں کھولیں۔ تو صفا اور مروہ مکہ کے پہاڑ، نظر آئے اور ایک قطامنے وہاں بچے دے رکھے ہیں۔ حضرت نے اس کے پاس جا کر سلام کیا۔ اس نے جواب میں کہا عَلَیْکَ السَّلَامُ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ۔ دوسری دفعہ سلام کیا۔ اس نے جواب میں کہا۔ عَلَیْکَ السَّلَامُ یَا وَصِیَّ خَیْرِ الْمُرْسَلِیْنَ۔ بعد ازاں ارشاد فرمایا۔ تو نے اس ویرانہ میں کیونکر مسکن بنایا ہے۔ کہ یہاں نہ پانی ہے۔ نہ دانہ۔ اس نے فصیح زبان سے جواب دیا کہ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ عَلِیًّا وَلِیُّهٗ کی قسم ہے۔ کہ جب ہم کو بھوک لگتی ہے تو آپ کے دشمنوں پر لعنت کرتے ہیں۔ سیر اور سیراب ہو جاتے ہیں۔ تب امیر المومنین نے واپسی کے بعد فرمایا۔ اے سلمان! میرے محبوں اور موالیوں کو بہشت اور دیدارِ الٰہی کی بشارت ہو۔ اور جس طرح ہم مدینہ سے آئے تھے۔ اسی طرح وہاں پر واپس آگئے۔

منقبت ۳۳ نیز کتاب مذکور میں امام جعفر صادق رضوان اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ایک روز امیر المومنینؑ نے بابل کی سرزمین میں ایک سر کی کھوپری پڑی دیکھی۔ اس سے خطاب کر کے فرمایا۔ اے جمجمہ* (کھوپری) تو کون ہے اُس نے جواب دیا۔ میں فلان بن فلان۔ فلان ملک کا بادشاہ تھا۔ امیر نے فرمایا۔ میں علی مرتضیٰ جنابِ محمد مصطفیٰ کا وصی ہوں۔ مجھ سے بیان کر۔ جو کچھ تو نے اپنی زندگی میں دیکھا۔ جو کچھ عمل میں لایا۔ کھوپری نے بولنا شروع کیا۔ اور اوّل سے آخر تک اپنی عمر کے تمام بُرے حالات ایک ایک کر کے بیان کئے۔ اور جس جگہ میں کھوپری نے حضرت

* جمجمہ بروزن قمقمہ۔ سر کی کھوپری۔ مترجم ۱۲۔

امیر سے کلام کیا تھا۔ لوگوں نے وہاں ایک مسجد تعمیر کی ہے۔ اور اس کا نام مسجد جُمجُمہ (کھوپری کی مسجد) رکھا ہے۔ اور اس علاقے میں وہ مسجد اس قدر مشہور ہے کہ لوگ وہاں جا کر نماز پڑھتے اور قاضی الحاجات سے اپنی حاجتیں طلب کرتے ہیں۔

منقبت [۳۴] نیز کتاب مذکور میں عثمان سنجری سے منقول ہے۔ کہ اہلِ خراسان کی ایک جماعت نے بیان کیا ہے کہ سلطان الپ ارسلان کے باپ امیر داؤد نے سیّد ابو علی بن عبید اللہ بن علی بن عبید اللہ علوی پر ایک تہمت لگا کر اس کو قید کر دیا۔ اور ہزار دینار اس سے وصول کئے۔ اور اس کو تکلیف دیتا تھا۔ ایک رات داؤد نے امیر المومنینؑ کو خواب میں دیکھا۔ کہ کافور سے بھرا ہوا ایک شیشہ اس کو دے کر فرمایا۔ ابو علی کو چھوڑ دے کہ وہ میرا فرزند ہے۔ اور جو کچھ اس سے لیا ہے۔ وہ بھی واپس کر دے۔ جب بیدار ہوا تو اس کو وہ خواب یاد نہ رہا۔ دوسری رات کو خواب میں دیکھا۔ کہ امیر ایک گھوڑے پر بیٹھے تلوار کھینچے فرما رہے ہیں۔ میں نے تجھے نہ کہا تھا۔ کہ سیّد ابو علی میرا فرزند ہے۔ اس کو رہا کر دے۔ اور چار آدمی جو سیّد ابو علی کے موکل تھے۔ ان کے سر تلوار کے ساتھ بدن سے جدا کئے۔ اور داؤد کے منہ پر ایک ایسا تماچہ مارا کہ اس کی داڑھی کے سب بال گر گئے۔ اور تپ چڑھ گیا۔ جب وہ بیدار ہوا سیّد ابو علی کو رہا کیا۔ اور اس کا مال اس کے حوالے کیا۔ اور موکلوں کے بیٹوں کو بلا کر اُن کے باپوں کا حال دریافت کیا۔ اُنہوں نے بیان کیا۔ کہ جس مکان میں سیّد ابو علی قید تھا۔ اُس میں آج رات کو کسی نے ان کے سر بدن سے جُدا کر دیئے ہیں۔ داؤد نے کہا۔ میں نے یہ خواب دیکھا ہے۔ اور وہ بالکل سچا ہوا۔ اور سارا خواب ان سے بیان کیا۔

منقبت [۳۵] نیز کتاب مذکور میں ابو الزبیر سے منقول ہے کہ میں نے جابر بن عبد اللہ انصاری سے پوچھا کہ تم کو امیر المومنین کا کوئی خارق عادت و معجزہ بھی یاد ہے۔ جابرؓ نے فرمایا۔ ایک روز میں چند صحابہ کے ہمراہ جناب کے ساتھ ساتھ جا رہا تھا۔ فرمایا۔ تم سب جاؤ۔ کہ میں یہاں اس بیری کے درخت کے نیچے دو رکعت نماز پڑھتا ہوں۔ جب ہم روانہ ہو گئے تو نماز میں مشغول ہوئے۔ خدا کی قسم میں نے درخت کو دیکھا۔ کہ رکوع اور سجود میں حضرت کا ساتھ دیتا تھا۔ اور ہم حیران و سرگردان ہو کر کھڑے ہو گئے۔ یہاں تک کہ نماز سے فارغ ہو کر فرمایا۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ درخت کی شاخیں بھی درود پڑھتی تھیں۔ بعد ازاں فرمایا اَللّٰھُمَّ الْعَنْ مُبْغِضَ مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّ ارْحَمْ شِیْعَۃَ مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ (اے خدا محمدؐ و آلِ محمدؐ کے دشمنوں پر لعنت کر۔ اور محمدؐ و آل محمدؐ کے شیعوں پر رحم کر) تمام ٹہنیوں نے کہا۔ آمین آمین۔

منقبت [۳۶] نیز کتاب مذکور میں حارث اعور ہمدانی سے منقول ہے۔ کہ میں امیر المومنین کے ہمراہ عاقور میں چلا جا رہا تھا۔ میں ایک درخت کے پاس پہنچا۔ جو خشک ہو گیا۔ امیرؑ نے اپنا ہاتھ اس درخت پر مار کر فرمایا۔

اے درخت! اس طرح سرسبز ہوجا۔ کہ پھل بھی تجھ میں لگے ہوں۔ خدا کی قسم! وہ درخت سبز ہوگیا۔ اور امرود کے پھل اس میں لگ گئے۔ میں نے اس میں سے کھائے۔ اور جتنے چاہے چُن لئے۔ دُوسرے روز جب میں نے اس درخت کو دیکھا۔ تو بدستور ہرا بھرا تھا۔

منقبت ۳۷ نیز کتاب مذکور میں حارث سے منقول ہے۔ کہ ایک روز امیرالمؤمنین منبر کوفہ پر خطبہ پڑھ رہے تھے۔ کہ ناگاہ آپ کی نظر ایک کونے پر جا پڑی۔ قنبر سے فرمایا۔ وہاں جاؤ۔ اور جو کچھ وہاں ہے۔ میرے پاس اُٹھا لاؤ۔ قنبر کونے کے قریب گئے۔ دیکھا کہ ایک بہت بڑا اور رہیبت ناک سانپ ہے۔ اس کو اُٹھا لیا سانپ قنبر کے ہاتھ پر سے کُود کر منبر پر چڑھ گیا۔ اور آنحضرت کے کان پر اپنا منہ رکھ کر کچھ بات کی۔ اور پھر واپس ہو کر غائب ہوگیا۔ امیرالمؤمنین نے کچھ دیر سوچ کر گریہ فرمایا۔ لوگ نہایت حیران ہوئے۔ فرمایا۔ اے لوگو! تم حیران نہ ہو۔ عرض کی۔ ہم کیوں کر حیران نہ ہوں۔ کہ اس طرح کا عجیب و غریب واقعہ مشاہدہ کیا ہے۔ فرمایا۔ اس سانپ نے نہایت اطاعت و فرمانبرداری کے ساتھ رسول کی بیعت کی تھی۔ چونکہ میں رسول کا وصی ہوں اس سبب سے میرا بھی مطیع و فرمانبردار ہے۔ اور افسوس ہے کہ تم آدمیوں کا یہ حال ہے۔ کہ بعض تو میرے اطاعت کرتے ہو۔ اور بعض نہیں۔ نہایت شرم کا مقام ہے۔ کہ تم ایک سانپ کے برابر بھی نہیں ہو سکتے۔

منقبت ۳۸ نیز کتاب مذکور میں حارث سے منقول ہے۔ کہ روز جمعہ امیرالمؤمنین منبر کوفہ پر خطبہ پڑھ رہے تھے۔ ناگاہ ایک اژدہا جس کا سر اونٹ کا سا تھا۔ مسجد کے دروازے سے داخل ہُوا۔ اور چلتے چلتے منبر کے پایہ پر پہنچا۔ اور اونچا ہو کر امیرالمؤمنین کے کان میں چند باتیں کیں۔ اور امیرؑ نے اسی کی بولی میں جواب دیا۔ بعد ازاں غائب ہوگیا۔ بعض لوگوں نے تو اس کے خارق (کرامت) ہونے کا یقین کیا۔ بعض نے اس کو جادو کہا۔ امیرؑ نے فرمایا۔ کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جن اور انس پر مبعوث ہیں۔ اور یہ اژدہا قوم جن کا قاضی تھا۔ اور ان میں ایک جھگڑا ہوگیا تھا۔ یہاں تک کہ بڑی خونریزی واقع ہوئی۔ اور فیصلہ شرعی ان کو معلوم نہ تھا۔ میں نے اس کو سمجھا دیا۔

مؤلف عرض کرتا ہے کہ اس روز سے اس دروازے کا نام باب الثعبان یعنی اژدہے کا دروازہ ٹھہر گیا۔ اور بنی امیہ کے زمانے میں امیرالمؤمنینؑ کی مخالفت کی بنا پر وہاں پر ہاتھی باندھا گیا۔ اور باب الفیل نام رکھا گیا۔ لیکن لوگ باب الثعبان ہی کہتے رہے۔ (افسوس آج کل باب الفیل کے نام سے مشہور ہے۔ ۱۲ مترجم)

منقبت ۳۹ نیز کتاب مذکور میں حارث سے منقول ہے۔ کہ ایک روز امیرالمؤمنینؑ بنی اسد کے قبرستان میں کھڑے تھے۔ ناگاہ ایک شیر آپ کی طرف آیا۔ حاضرین اس کی ہیبت سے خوفزدہ ہوئے۔ امیرؑ نے ان

کو خاموش رہنے کا حکم دیا۔ شیر نے آکر امیر کے پاؤں میں سر رکھ دیا۔ اور تضرع وزاری شروع کی۔ امیرؑ نے اس کی پیٹھ پر ہاتھ پھیر کر فرمایا۔ تو خدا کے حکم سے واپس چلا جا۔ اور اس کے بعد اس طرف نہ آنا۔ اور یہ بات میری طرف سے تمام درندوں کو پہنچا دینا۔ شیر بہت منّت وزاری کر کے واپس چلا گیا۔

منقبت ۴۰ نیز کتاب مذکور میں موسیٰ بن محمد العابد سے منقول ہے۔ کہ ایک روز بچپن کے زمانے میں میرا باپ مجھ کو اپنے کندھے پر اٹھائے۔ امیر المؤمنین کے مرقد منور کے طواف کو لے جا رہا تھا۔ راستے میں مَیں نے ایک شیر کو دیکھا۔ جس کا ہاتھ زخمی تھا۔ کہ اسی مقام شریف کو جا رہا ہے۔ ظاہرًا معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس کو الہام ہوا ہے کہ اپنا ہاتھ امیرؑ کی تربت منور سے مس کرے۔ پس شیر نے اپنے مجروح ہاتھ کو مرقد منور سے ملا۔ اور شفایاب ہو کر واپس چلا گیا۔

منقبت ۴۱ نیز کتاب مذکور میں ابن بواب سے منقول ہے۔ کہ خالد بن عبدالملک مروانی نے جو شام کا حاکم تھا۔ مجھ کو خط لکھ کر بلایا۔ تاکہ میں امیر کو سبّ (دشنام دہی) کروں۔ میں اس بات سے واقف ہو کر بھاگ گیا۔ اور ابن صفوان نے جو ابو خلف جُمَحی کی اولاد سے تھا۔ مجھ سے گھوڑا طلب کیا۔ تاکہ خالد کے پاس جا کر امیر کو ناسزا کہے۔ چونکہ میں نے نہ دیا۔ اس لئے چار میل پیادہ پا چل کر مدینہ میں پہنچا۔ اور خالد کی موافقت میں منبر پر جا کر قبلہ کی طرف رُخ کر کے سبّ کرنا شروع کیا۔ اور کہا اے خداوند! محض تیری اور تیرے رسول کی محبت کی خاطر اور خون عثمانؓ کے مطالبے کی غرض سے سبّ کرتا ہوں۔ اور رسولؐ علیؑ کو خیانت کار جانتے تھے۔ راوی بیان کرتا ہے۔ کہ ایک شخص مسجد میں بیٹھا تھا اس پر نیند نے غلبہ کیا۔ اس نے خواب میں دیکھا۔ کہ قبر رسولؐ شگافتہ ہو گئی ہے۔ اور اس میں سے ایک ہاتھ باہر نکلا۔ اور کہا۔ اگر تو جھوٹ کہتا ہے۔ تو خدا کی لعنت تجھ پر ہو۔ اور خدا تجھے اندھا کرے اور ابن صفوان اندھا ہو کر منبر سے اُترا۔ اور اپنے بیٹے سے کہا۔ اُٹھ کر کوئی چیز مجھے دے۔ کہ اس پر تکیہ کروں۔ اس کا بیٹا جب اس کو باہر لایا۔ تو بیٹے سے پوچھا۔ کوئی بلا۔ لوگوں کو پہنچی ہے۔ یا کوئی ظلم ظاہر ہوا ہے۔ لڑکے نے جواب دیا۔ کہ یہ تیرے اس جھوٹ کی سزا ہے۔ جو تو نے منبر رسولؐ پر جا کر کہا اور اس شخص کی توہین اور بے عزّتی کی۔ جس کی دوستی خدا و رسولؐ کے حکم سے تمام مومنوں پر فرض ہے اور وہ آخر عمر تک اندھا رہا۔ کہ کچھ نظر نہ آتا تھا۔

منقبت ۴۲ نیز کتاب مذکور میں حسین بن عبدالرحیم تمار سے منقول ہے۔ کہ میں ایک دن ایک فقیہہ کی مجلس سے اُٹھ کر سلیمان شاذکانی کے پاس گیا۔ سلیمان نے پوچھا۔ کہاں سے آرہے ہو۔ میں نے جواب دیا کہ فلاں فقیہہ کی مجلس سے آتا ہوں۔ پوچھا۔ وہاں کیا ذکر تھا۔ میں نے جواب دیا۔ کہ امیر المومنینؑ

کے بعض مناقب کا ذکر ہو رہا تھا۔ سلیمان نے کہا۔ خدا کی قسم۔ میں تجھ سے امیر المؤمنین کی ایک فضیلت بیان کروں۔ جو میں نے ایک قریشی سے سُنی ہے۔ وہ کہتا تھا۔ کہ عمر بن الخطاب کے زمانے میں قبرستان بقیع حرکت میں آیا۔ اہلِ مدینہ نے فریاد کی۔ عمر رضی اللہ عنہ لوگوں کو اپنے ہمراہ لئے مدینہ سے باہر آئے تاکہ دعا کریں۔ کہ خدا قبروں کو زلزلے سے سکون عطا فرمائے۔ لیکن کچھ فائدہ نہ ہوا۔ اور زلزلے کا اثر بڑھتے بڑھتے شہر کی دیواروں کے قریب آگیا۔ اہلِ مدینہ نے نہایت اضطراب اور اضطرار کی حالت میں مجبوراً یہ ارادہ کیا کہ اپنے وطن کو چھوڑ کر باہر چلے جائیں۔ یہ سُن کر عمرؓ اصحاب کی ایک جماعت کو ہمراہ لے کر امیر المومنینؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی۔ اے ابو الحسنؑ! زلزلہ پیدا ہوگیا ہے جس سے شہر ویران ہو رہا ہے۔ مصرع

یک توجہ از تو در کار است و صد عالم مراد

ذرا توجہ فرمائیے۔ اور اہلِ شہر کی مشکل آسان کیجئے۔ امیر المومنینؑ نے فرمایا کہ اصحاب رسولؐ سے سو آدمی حاضر ہوں۔ جب وہ حاضر ہوئے۔ تو حضرت نے ان میں سے دس آدمی مثل سلمان فارسی۔ ابوذر غفاری یاسر اور مقداد وغیرہ کو انتخاب کر کے اپنے ساتھ لیا۔ اور اہل مدینہ نے بھی آپ کی رفاقت کی۔ جب بقیع میں پہنچے۔ تو زمین پر پاؤں مار کر تین بار فرمایا۔ مَالَكِ مَالَكِ مَالَكِ ۔ تجھے کیا ہو گیا۔ تجھے کیا ہوگیا۔ تجھے کیا ہوگیا۔ فوراً زلزلہ ساکن ہو گیا۔ اور لوگ جلاوطنی کے دغدغے سے فارغ البال ہو گئے۔ اور امیرؑ کو دعائیں دینے لگے۔ تب جناب امیر المومنینؑ نے فرمایا۔ کہ میرے بھائی محمدؐ مصطفےٰ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے مجھ کو لوگوں کی اس جمعیت اور استغاثہ اور زلزلے کی خبر دی تھی۔

اور حضرات ائمہ معصومین علیہم السلام سے منقول ہے۔ کہ سورہٴ اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ کی تاویل اس قضیہ سے آگاہ کرتی ہے۔ کہ قول تعالیٰ وَقَالَ الْاِنْسَانُ مَالَهَا میں انسان سے علیؑ ابن ابی طالب مراد ہیں۔ کہ جب زلزلہ ہو گا۔ انسان زمین سے کہے گا۔ مَالَكِ مَالَكِ مَالَكِ (تجھے کیا ہوا ہے تجھے کیا ہوا ہے۔ تجھے کیا ہوا ہے)۔ (زلزال)

منقبت ۱۴۳ نیز کتاب مذکور میں مرقوم ہے۔ کہ جناب عمر بن الخطاب کے عہد خلافت میں ابو عبد اللہ انصاری نے وفات پائی۔ اور مبلغ اسی ہزار دینار ترکہ اور ایک لڑکا تین برس کا وارث چھوڑا۔ اس کی بیوی نے بشریت اور جوانی کے تقاضے سے شوہر کر لیا۔ جب وہ لڑکا بارہ سال کا ہوا۔ اور تکلیفات عقلی اور شرعی سے واقف ہو گیا۔ تو ایک روز دیکھا۔ کہ اس کی ماں کچھ درہم اپنے شوہر کے دامن میں ڈال

رہی ہے۔ یہ دیکھ کر لڑکے نے کہا۔ اے ماں لَا یَسْتَحْیِ مِنَ اللّٰہِ ط تجھے خدا سے شرم نہیں آتی۔ کہ میرا مال غیر کے حوالے کرتی ہے۔ عورت کو جب معلوم ہوگیا۔ کہ اب اس کی زندگی تلخ ہو جائے گی۔ لڑکے سے کہا۔ تو ابوعبداللہ کی نسل اور میرے شکم سے نہیں ہے۔ بلکہ زرخرید غلام ہے۔ کہ ابوعبداللہ نے تجھ کو محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غازیوں سے خریدا تھا۔ اور فرزندی سے نامزد کردیا تھا۔ لڑکے نے اس امر کی شکایت خلیفۂ زمان سے کی۔ جب عورت کو معلوم ہُوا۔ کہ لڑکے نے استغاثہ دائر کیا ہے۔ تو اُس نے اپنے دعوٰے کو ثابت کرنے کے لئے سات سو درہم دے کر سات جھوٹے گواہ تیار کئے۔ جب لڑکے نے خلیفہ نامی کی خدمت گرامی میں اپنا حال بیان کیا۔ تو آپ نے افلح کو عورت کے بلانے کے لئے بھیجا۔ جب وہ حاضر ہوئی۔ تو فرمایا۔ اے عورت! تو اس بچے کے مال کو کس لئے صرف کرتی ہے۔ جو کچھ تیرا مہر ہے۔ وہ اور کل مال کا آٹھواں حصّہ لے کر باقی مال بچے کے حوالے کر۔ اُس نے جواب دیا۔ یہ بچّہ ابوعبداللہ کا زرخرید غلام ہے۔ خلیفہ نے گواہ طلب کئے۔ عورت نے ان ساتوں جھوٹے گواہوں کو دارالشرع میں حاضر کیا۔ اور اُنہوں نے اس عورت کے قول کے مطابق گواہی دی۔ خلیفہ نے ان کی شہادت کو قبول کر کے لڑکے کو قیدخانے بھیج دیا۔ دو مہینے یا بروایت دیگر چار مہینے قید میں رہ کر ایسا ضعیف اور زار و نزار ہوگیا۔ کہ مرنے کے قریب پہنچ گیا۔ ایک روز نہایت عجز و زاری کے ساتھ قیدخانے کے محافظ سے کہا۔ اے خواجہ! میرے کچھ سانس باقی ہیں۔ میری موت قریب ہے۔ اگر مہربانی فرما کر دروازہ کھول دو۔ تو ذرا تازہ ہوا مجھے لگ جائے۔ محافظ نے رحم کھا کر دروازہ کھول دیا۔ بچّہ اپنے غم و اندوہ میں سر جھکائے بیٹھا تھا۔ کہ ناگاہ ابوشحمہ بن عمر کا وہاں سے گزر ہُوا اس کے گلے میں طوق دیکھ کر پوچھا۔ اے لڑکے تو کس قصور پر اس سزا کا سزاوار ہوا ہے۔ لڑکے نے کہا۔ کہ میں نے خطا تو کوئی نہیں کی۔ لیکن تیرے باپ نے میرے باپ کا مال پامال کردیا۔ اور مجھ کو اس حالت میں رکھ چھوڑا ہے۔ ابوشحمہ نے کہا علیؑ مرتضیٰ کے پاس جا۔ اس کے وسیلے سے تجھ کو رہائی ہو سکتی ہے۔ اس نے کہا۔ کہ مجھے جانے نہیں دیں گے۔ ابوشحمہ نے ضامن ہو کر اُس کو چھُڑوا دیا۔ جب وہ امیرالمومنینؑ کے حجرے کے پاس پہنچا۔ تو ضعف و ناتوانی کے سبب اس کا پاؤں پھسلا۔ اور زمین پر جا گرا۔ امیرالمومنینؑ نے اس کو زمین سے اُٹھا لیا۔ اور نہایت لطف و مہربانی فرما کر اس کا حال دریافت فرمایا۔ اس نے عرض کی۔ کہ میں ابوعبداللہ انصاری کا بیٹا ہوں۔ اور سارا حال مفصّل طور پر بیان کیا۔ امیرالمومنین ابوعبداللہ کا نام سُن کر روئے۔ اور فرمایا۔ تیرے باپ نے رسولؐ کی خدمت میں ستّر قرآن ختم کئے تھے۔ پھر قنبر سے فرمایا۔ اس یتیم کے سر کی جوئیں دور کرو۔ اور اس کو نہلا دھلا کر سفید کپڑے پہناؤ۔ قنبر نے فوراً حکم کی تعمیل کی۔ پھر اس کا ہاتھ اپنے دست حق پرست میں پکڑ کر دارالشرع میں تشریف لائے

اور فرمایا۔ اے ابوحفص! تم نے اس یتیم کا مال غیر کے حوالے کیوں کیا؟ عمر رضی اللہ عنہ نے ساری حقیقت بیان کی۔ امیر نے مسکرا کر فرمایا۔ اس عورت کو بلواؤ۔ جب وہ حاضر ہوئی۔ تو فرمایا۔ اے عورت! تو اپنے حقیقی بیٹے کی کیوں دشمن ہو گئی ہے؟ اس نے اپنے قول پر اصرار کیا۔ امیر نے عادل گواہوں کو طلب فرمایا۔ اس نے وہی ساتوں گواہ پیش کئے۔ امیر نے ان سے پوچھا تم کیا گواہی دیتے ہو۔ انہوں نے جو کچھ خلیفہ زمان کے سامنے کہا تھا۔ اسی کو دُہرایا۔ خلیفہ نے کہا۔ اے ابوالحسن میں کسی کو بلاوجہ تکلیف نہیں دیتا۔ امیرؑ نے تبسم فرما کر حکم دیا کہ فصد کرنے والے کو بلاؤ اور ایک طشت لاؤ۔ جب فصاد اور طشت دونوں موجود ہو گئے۔ تو فرمایا۔ کہ لڑکے کے دائیں ہاتھ میں اور عورت کے بائیں ہاتھ میں فصد کریں۔ آپ کے حکم سے دونوں کو فصد لگائی گئی۔ اور بموجب ارشاد دونوں کا خون ایک طشت میں لیا۔ حضرت نے اپنی ردائے مبارک اس طشت میں ڈال کر اسمائے حسنیٰ سے ایک اسم پڑھ کر اس پر دم کیا۔ فوراً اس طشت میں سے بآواز بلند یہ زمزمہ پیدا ہُوا۔ کہ یا امیرالمومنینؑ اور اے وصی خیر المرسلینؐ! میں اس لڑکے کی حقیقی ماں ہوں۔ دنیوی اغراض کی بنا پر میں نے اس سے بیزاری ظاہر کی تھی حاضرین اس واقعہ غریبہ اور حادثہ عجیبہ کے دیکھنے سے نہایت متعجب اور متحیر ہوئے۔ پھر امیرالمومنین کرم اللہ وجہہ کے فرمانے سے اس عورت اور جھوٹے گواہوں کو تعزیر دی گئی۔ اور ابو عبداللہ کا ترکہ اُس کے بیٹے کے سپرد کیا گیا۔

منقبت ۲۳۴ نیز کتاب مذکور میں مرقوم ہے کہ ایک روز قدوۂ اصحاب عمر بن الخطابؓ کے عہد میں امیرالمومنین کرم اللہ وجہہ مسجد مدینہ میں تشریف لائے۔ اور فرمایا۔ کہ آج کی رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خواب میں فرمایا ہے۔ کہ اے بھائی سلمان فارسی نے اس عالم فانی سے انتقال کیا۔ جاؤ اور اس کی تجہیز و تکفین کر کے اس پر نماز پڑھو۔ آنحضرت کی وصیّت کے مطابق میں مدائن کو جاتا ہوں۔ تاکہ اس کے کفن و دفن کے کاروبار کو انجام دوں۔ بعض اصحاب نے تو آپ کے قول کی تصدیق کی۔ اور بعض نے انکار کیا۔ ان میں سے ایک شخص نے از روئے استہزاء و استخفاف کہا۔ یا علیؑ۔ اس کا کفن بیت المال سے لیجئے۔ امیرؑ نے فرمایا۔ وہ بزرگوار اس قسم کے کفن سے مستغنی ہے۔ پس کچھ صحابہؓ نے مدینہ سے باہر تک حضرت کی مشایعت کی۔ امیرالمومنین یکبارگی ان کی نظروں سے غائب ہو گئے۔ اور ظہر کی نماز سے پہلے مدینہ میں واپس آ کر فرمایا۔ میں سلمان علیہ الرحمہ کو مدائن میں دفن کر آیا۔ بعض منکرین نے اس تاریخ کو یاد رکھا۔ یہاں تک کہ ایک مدت کے بعد مدائن سے اس مضمون کا خط آیا۔ کہ سلمان نے فلاں تاریخ اور فلاں روز انتقال کیا۔ اور جنگل کی طرف سے ایک شخص ظاہر ہوا۔ اور اس کی تجہیز و تکفین کر کے اس پر نماز جنازہ پڑھی۔ اور دفن کر کے نظروں سے غائب ہو گیا۔

مؤلف حقیر عرض کرتا ہے۔ کہ سلمان رضی اللہ عنہ کی تاریخ وفات میں اہل تاریخ واخبار نے اختلاف کیا ہے چنانچہ شواہد النبوۃ میں لکھا ہے۔ کہ سلمان نے عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے شروع میں مدائن میں وفات پائی۔ اور صاحب حبیب السیر نے امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت سے نقل کیا ہے۔ کہ وہ بزرگوار ۳۶ھ ہجری میں امیرالمومنین کرم اللہ وجہہ کے زمانے میں بہشت عنبر سرشت کو سدھارے۔ وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِحَقَائِقِ الْاُمُوْرِ۔

منقبت ۴۵ نیز کتاب مذکور میں امام حسن عسکری رضوان اللہ علیہ سے مروی ہے۔ کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوہ تبوک کی طرف توجہ فرمائی۔ اور امیرالمؤمنین کو مدینہ میں اپنا قائم مقام اور نائب مناب کیا۔ منافقوں نے موقع پاکر کہا۔ اس وقت چونکہ دونوں بھائی ایک دوسرے سے جدا ہو گئے ہیں۔ ان کا فنا کر دینا آسانی سے میسّر ہو سکتا ہے۔ پس چند بدبختوں نے امیرؑ کے رستے میں ایک گہرا کنواں کھود کر خس و خاشاک سے ڈھانپ دیا۔ اور ان منافقوں نے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ چودہ شخصوں کو سیاہ لباس پہنا کر عقبہ کے سر پر بٹھایا۔ اور کنکروں سے بھرے ہوئے مٹکے ان کے حوالے کئے۔ تاکہ ان کو اوپر سے لڑھکا کر سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ناقۂ منبر کو بھڑکائیں۔ جبرئیل علیہ السلام نے عقبات اور کوئیں کے حالات مفصّل طور پر آنحضرت سے بیان کر دیئے۔ اور جب امیرالمؤمنین کچھ مومنوں کو ہمراہ لے کر رسولؐ کے استقبال کے لئے اس کوئیں پر پہنچے تو دلدل نے امیرالمؤمنین کی طرف منہ کر کے اپنی زبان میں عرض کیا۔ یا امیرالمؤمنین آپ خبردار ہیں کہ منافقوں نے آپ کی راہ میں کنواں کھود کر گھاس اور تنکوں سے اس کو پاٹ دیا ہے امیر نے فرمایا۔ تو چلا چل کہ کنواں زمین کے برابر ہو جائے گا۔ دلدل تنکوں پر پاؤں رکھ کر اوپر سے گذر گیا۔ دشمن جو گھات میں لگے ہوئے تھے۔ حیران اور ہکّے بکّے رہ گئے۔ امیر نے اپنے ہمراہیوں سے فرمایا۔ کہ راستے پر سے کوڑا کرکٹ صاف کر دو۔ کیونکہ پیغمبر خدا تشریف لا رہے ہیں۔ جب تنکے ہٹائے۔ ایک گہرا کنواں نمودار ہوا۔ آنحضرتؐ نے دلدل سے پوچھا۔ یہ کنواں کس نے کھودا ہے۔ اور کس نے کھودنے کا حکم دیا ہے۔ دلدل نے تیس آدمیوں کا نام لیا۔ کہ انہوں نے مِل جُل کر یہ کام کیا ہے۔ حاضرین نے عرض کی۔ اس معاملہ کی سرورِ کائنات کو بھی اطلاع کر دیجئے۔ فرمایا۔ حق تعالیٰ نے بذریعہ وحی ان کو خبردار کر دیا ہے۔ اور آنحضرت نے بھی اپنے ہمراہی اصحاب سے فرمایا۔ جبرئیلؑ نے منافقوں کے اس مکر سے مجھے خبر دی ہے۔ جو انہوں نے مدینہ میں علیؑ بن ابی طالبؑ کے ساتھ کیا ہے۔ اور خدا تعالیٰ نے ان کو دشمنوں کے شر سے محفوظ رکھا۔ مخالفوں نے یقین نہ کیا۔ اور یہ گمان کیا کہ علیؑ کی وفات کی خبر پہنچ گئی ہے۔ اور ہم سے چھپائی جاتی ہے۔ اسی اثنا میں امیرالمؤمنین اصحاب کی ایک جماعت کو ہمراہ لئے آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور سارا واقعہ عرض کیا۔ ان

ملعونوں نے اس کو جادو پر محمول کیا اور کہا کہ معاذ اللہ محمدؐ اور علیؑ دونوں جادو میں پوری مہارت رکھتے ہیں۔
القصّہ آنحضرت نے مدینہ کا رُخ کیا۔ اور رات کے آخری حصّے میں عقبہ کے پاس پہنچے۔ سلمانؓ ناقہ ہنکاتے تھے۔ اور حذیفہ بن الیمان آگے آگے مہار کھینچتے جاتے تھے۔ اور عمار یاسرؓ دائیں یا بائیں پہلو پر جا رہے تھے۔ اور چودہ شخصوں نے جو اس فرقہ گمراہ سے عقبہ کی چوٹی پر تھے۔ کنکروں سے بھرے ہوئے مشکوں کو اوپر سے لڑھکایا۔ ناقوں نے ذرا بھی گھبراہٹ ظاہر نہ کی اور آرام اور سکون سے گزر گئے آنحضرتؐ نے حذیفہ سے اور ایک روایت کے موافق عمار یاسرؓ سے فرمایا۔ کہ عقبہ کی چوٹی پر جا کر ان (منافقوں) کے اونٹوں کو ڈنڈے لگائے۔ تو اُنہوں نے منافقوں کو زمین پر گرا دیا۔ کہ ان کے اعضا زخمی ہو گئے۔ اور جب تک زندہ رہے اُن کے زخم اچھے نہ ہوئے۔ تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے۔ کہ یہ عقبہ کے کید و مکر کی علامت ہے۔

منقبت ۳۰۶ کتاب مذکور میں مرقوم ہے۔ کہ قاتل الکفرۃ والزندیق ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ام فردہ نام ایک عورت تھی۔ جو نہایت عبادت گذار نیکو کار اور اہل بیت کی معتقد تھی۔ ایک دن اس کو ایک منافق مالدار کے ساتھ مناظرہ اور مباحثہ کرنے کا اتفاق ہوا۔ چونکہ اس پاکدامن نے اہلِ بیت رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے فضائل و مناقب اور تعریف و توصیف میں بہت کچھ بیان کیا۔ اس منافق نے سب شیخین کی تہمت لگا کر اس کو اس قدر مارا۔ کہ وہ ہلاک ہو گئی۔ اس کے شوہر نے استغاثہ اور طلب اعانت کرنے کے بعد اس کو دفن کر دیا۔ اور جناب امیرؑ کے در دولت پر حاضر ہوا۔ چونکہ آنجناب اس روز وادی قُرٰی میں تشریف فرما تھے۔ اس لئے اُدھر کا رُخ کیا۔ اور واپس آتے ہوئے زیارت سے مشرف ہوا۔ بے شمار گریہ و زاری اور زار و قطار رونے کے بعد سارا واقعہ عرض خدمت کیا۔ امیر المومنینؑ نے اس (مظلومہ) کی قبر پر جا کر دو رکعت نماز پڑھی۔ اور ہاتھ اُٹھا کر یوں دعا فرمائی۔ اَللّٰھُمَّ یَا مُحیِی النُّفُوسِ بَعدَ الْمَوتِ وَیَا مُنْشِئَ الْعِظَامِ الدَّارِسَاتِ بَعدَ الْفَوْتِ اَحیِ لَنَا اُمَّ فَرْوَۃَ وَاجْعَلْھَا عِبْرَۃً لِّمَنْ عَصَاكَ یعنی اے مرنے کے بعد نفسوں کو زندہ کرنے والے۔ اور اے بودی ہڈیوں کو فوت ہونے کے بعد زندہ اٹھانے والے۔ ام فروہ کو ہمارے لئے زندہ کر دے۔ اور اس کو اپنے عاصی اور نافرمان بندوں کے لئے عبرت کا باعث کر۔ بعد ازاں اس کی قبر کی طرف نگاہ کی۔ ایک شگاف دیکھا جس میں سے ایک پرندہ انار کا دانہ چونچ میں لئے اندر جاتا اور باہر آتا تھا اور امیرؑ کی طرف اشارہ کرتا تھا۔ ناگاہ قبر شگافتہ ہو گئی۔ اور ام فردہ سُندس کی ایک چادر سر پر اوڑھے باہر آئی۔ اور امیر المومنینؑ کو سلام کر کے عرض کی۔ اے مولائے مومناں! بے ایمان منافق چاہتے ہیں کہ تیری ولایت کے نور کو پوشیدہ کریں۔ لیکن نہیں کر سکتے چنانچہ اللہ تعالٰے نے فرمایا ہے۔ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰہِ بِاَفْوَاھِھِمْ وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوْرِہٖ وَلَوْ

کَرِہَ الْکَافِرُوْنَ (صف) (وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے مونہوں سے بجھادیں۔ اور اللہ اپنے نور کو کامل کرنے والا ہے۔ اگرچہ کافر کراہت کریں)، اس کے بعد ام فردہ کئی سال زندہ رہی۔ اور اس سے بچے پیدا ہوئے۔ اور بموجب قول مشہور اَلسَّعِیْدُ مَنْ سَعِدَ فِیْ بَطْنِ اُمِّہٖ (نیک بخت وہ ہے جو اپنی ماں کے پیٹ میں نیک بخت اور سعید ہو) اس کے لڑکے کربلا کے دشت خونخوار میں امام الثقلین امیر المومنین حسین رضوان اللہ علیہ کے ہمراہ سعادتِ شہادت پر فائز ہوئے۔

مؤلف عرض کرتا ہے کہ کتاب کفایۃ المومنین میں جو کتاب خرائج الجرائح کا ترجمہ ہے سلمان فارسیؓ سے منقول ہے۔ کہ جب میں نے ام فردہ کا قصہ امیر المومنین کی خدمت میں عرض کیا۔ تو آپ اُس کی قبر پر تشریف لائے۔ میں نے اس کی قبر کے کناروں پر چار سفید پرندے دیکھے۔ جن کی چونچیں سُرخ تھیں۔ اور ہر ایک کی چونچ میں ایک ایک دانہ انار کا تھا۔ جو انار کی طرح سرخ تھا۔ اور وہ اس کی قبر میں آتے جاتے تھے۔ جب انہوں نے شاہ ولایت پناہ کو دیکھا۔ اپنے بازوؤں کو پھیلایا۔ اور سب نے ایک دم مل کر آواز بلند کی۔ اور کچھ باتیں حضرت کی خدمت میں عرض کیں۔ جو ہماری سمجھ میں نہ آئیں۔ امیرؑ نے فرمایا۔ لَاَ فْعَلَنَّ کَذَا یعنی میں انشاء اللہ ایسا ہی کروں گا۔ اور ام فردہ کی قبر کے برابر کھڑے ہو کر دعا کے لئے ہاتھ اُٹھائے اور اس طرح دُعا فرمائی۔ یَا مُحْیِ الْمَوْتیٰ الخ دعا سے فارغ ہونے کے بعد ایک ہاتف نے بلند آواز سے کہا۔ یا امیر المومنینؑ! جو کچھ خاطر مبارک میں ہے۔ حکم فرمائیے۔ آپ نے ام فردہ کی قبر کی طرف اشارہ فرمایا۔ قبر شگافتہ ہو گئی اور ام فردہ لباس مذکور پہنے باہر آئی۔

منقبت ۴۲ نیز کفایۃ المومنین شیخ عبدالواحد بن زید قدس سرہٗ سے مروی ہے۔ کہ میں ایک دفعہ حج کو گیا تھا۔ اثنائے طواف میں دو لڑکیاں دیکھیں جو طواف کر رہی تھیں۔ اور آپس میں اپنے مدعا کے مطابق اس طرح قسمیں کھاتی تھیں۔ وَحَقِّ الْمُنْتَجَبِ لِلْوَصِیَّۃِ الْحَاکِمِ بِالسَّوِیَّۃِ وَالْعَادِلِ فِی الْقَضِیَّۃِ وَبَعْلِ فَاطِمَۃَ الزَّکِیَّۃِ الْمَرْضِیَّۃِ یعنی اس شخص کے حق کی قسم ہے جو وصیت کے واسطے برگزیدہ اور منتخب کیا گیا ہے۔ اور راستی اور سویت کے ساتھ حکم کرنے والا۔ اور معاملات و مقدمات کے حکم میں عدل کرنے والا۔ اور فاطمہؑ زکیہ مرضیہ کا شوہر ہے۔ میں نے اُن سے پوچھا۔ تمہارے ممدوح کا نام کیا ہے۔ اُنہوں نے جواب دیا۔ کہ امیر مومناں پیش رو متقیاں تقسیم کنندۂ دوزخ و بہشت۔ سرورِ غالب علیؑ ابن ابی طالب۔ میں نے کہا۔ تم اس کو پہچانتی ہو۔ جواب دیا کہ ہم کیوں کر نہ پہچانیں۔ کہ ہمارا باپ جنگ صفین میں آپ کے ہمرکاب شہید ہوا۔ اور اس کے انتقال کے بعد ہمارے گھر میں تشریف لائے۔ اور ہماری ماں سے دریافت فرمایا۔ اے ضعیفہ! کیوں کر گزران کرتی ہے۔ ماں نے عرض کیا۔ یا امیر المومنینؑ! خیریت سے گذرتی ہے۔ ہم دونوں

بہنیں آپ کی مشائعت کے لئے گھر سے باہر گئیں۔ اور چھوٹی بہن کی دائیں آنکھ باپ کی جُدائی کے غم میں اندھی ہوگئی تھی۔ جب حضرت کی نظر فیض اثر ہم پر پڑی۔ آہ وردناک بھر کر یہ بیت زبان معجز بیان پر جاری فرمائی۔

بیت

قَدۡمَاتَ وَالِدُهُمۡ مَنۡ كَانَ يَكۡفُلُهُمۡ فِي النَّائِبَاتِ وَفِي الۡاَسۡفَارِ وَالۡحَضَرِ

(ان کا باپ مرگیا ہے۔ جو مصیبتوں اور حادثوں اور سفر اور حضر میں ان کی کفالت اور خبر گیری کیا کرتا تھا) بعدازاں اپنا دست مبارک اس کی آنکھوں پر پھیرا۔ وہ فوراً ایسی روشن ہوگئی۔ کہ سوئی میں دھاگہ پرولیتی ہے۔

منقبت ۴۸ نیز کتاب مذکور میں مرقوم ہے۔ کہ ارباب سیر اور اصحاب خبر رحمہم اللہ نے اس طرح نقل کیا ہے۔ کہ جب جنگ صفین میں امیر المؤمنین کے لشکر ظفر اثر کو قیام کئے ہوئے بہت مدت ہوگئی۔ اور اہل لشکر نے بھوک کی زیادتی اور اپنی خوراک اور جانوروں کے چارے کی کمی کی شکایت کی۔ کہ یا امیر المؤمنین ہمارے پاس ایک روز کا کھانا اور جانوروں کے لئے ایک رات کا چارا باقی نہیں رہا۔ اس لئے ہم کمال مضطرب اور بیقرار ہو رہے ہیں۔ دوسرے روز نماز صبح کے بعد وہ آفتاب اوجِ ولایت ایک بلند ٹیلے پر تشریف لے گئے اور رب الارباب سے اس قوم باصواب کے مویشیوں کے چارے اور خوراک اور دیگر ضروریات کی توسیع و توقیر کے واسطے دعا کر کے واپس تشریف لائے۔ ابھی وہ اپنے قیام گاہ تک نہ پہنچے تھے کہ ایک قافلہ غیب سے وہاں آپہنچا۔ اور گوشت آٹا۔ خرما۔ سلے ہوئے کپڑے وغیرہ ضروریات انسانی اور چارپاؤں کے لئے چارہ اور جھول وغیرہ جملہ ضروریات مہیا ہوگئیں۔ جب اصحاب کھانے پہننے وغیرہ کے متعلق تمام اسباب سفر خرید کر چکے۔ تو اہل قافلہ صفین سے جنگل کی طرف روانہ ہوئے۔ بعدازاں کسی کو معلوم نہ ہوا کہ وہ کہاں سے آئے تھے اور کہاں چلے گئے۔ سُبْحَانَ اللهِ الْعَظِيْمِ۔

منقبت ۴۹ نیز کتاب مذکور میں مرقوم ہے۔ کہ ایک خارجی اور ایک مومن ایک مقدمے کے فیصلے کیلئے جناب امیر المؤمنین کی خدمت میں آئے۔ جب مومن کا حق پر ہونا ظاہر ہوا۔ تو آپ نے شریعت غرّا اور ملت بیضا کے موافق فیصلہ کر دیا۔ خارجی نے کہا۔ یا علیؑ آپ نے عدالت کی رُو سے فیصلہ نہیں کیا۔ امیرؑ نے غضب ناک ہو کر فرمایا۔ اے دشمن خدا تو مسخ ہوجا۔ وہ اسی وقت کتّے کی صورت میں ہوگیا۔ اور کپڑے اپنے بدن نجس سے اتار دیئے۔ جب اس قسم کا معجزہ باہرہ دیکھا۔ تو اضطراب اور گریہ وزاری کرنے لگا۔ اور اپنی چشم عمدیدہ سے حسرت کے آنسو برسا رہا تھا۔ جناب امیرؑ کو اُس پر رحم آیا۔ دُعا فرمائی۔ اور وہ پھر اصلی صورت پر آگیا۔ اس وقت امیر المؤمنین و امام المسلمین نے فرمایا۔ آصف برخیا جو سلیمانؑ کا وصی تھا تخت بلقیس کے لانے پر قادر تھا جس کا ذکر حق تعالیٰ قرآن میں کرتا ہے قَالَ الَّذِيۡ عِنۡدَهٗ عِلۡمٌ مِّنَ الۡكِتٰبِ اَنَا اٰتِيۡكَ بِهٖ قَبۡلَ اَنۡ يَّرۡتَدَّ اِلَيۡكَ طَرۡفُكَ (نمل) (اس شخص نے جس کے پاس کتاب کا کچھ علم

تھا۔ کہا کہ میں اس تخت کو تیری آنکھ جھپکنے سے پہلے تیرے پاس لے آؤں گا۔ آیا خدا کے نزدیک سلیمان افضل ہے یا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ حاضرین نے عرض کی کہ خاتم انبیا محمد مصطفےٰ افضل ہے۔ فرمایا۔ اگر اس جناب کے وصی سے ایسا معجزہ ظاہر ہو تو کچھ تعجب کا مقام نہیں ہے۔ اُنہوں نے عرض کی۔ یا امیر المومنین! آپ کو معاویہ کے ساتھ جنگ کرنے کی کیا ضرورت تھی اس کو بھی ایک اشارے سے کتے کی صورت کر دیتے۔ آپ نے یہ آیہ کریمہ تلاوت فرمائی۔ قولہ تعالیٰ فَلَا تَعْجَلْ عَلَيْهِمْ إِنَّمَا نَعُدُّ لَهُمْ عَدًّا[1] یعنی ان لوگوں کے عذاب و عقاب میں جلدی نہ کر۔ کیونکہ ہم نے ان کیلئے خوب طرح عذاب تیار کر رکھے ہیں۔

منقبت ۱۶۹ نیز اسی کتاب میں یہی مضمون اصبغ بن نباتہ سے اس طرح سے منقول ہے کہ ایک روز میں امیر المؤمنین کے پیچھے پیچھے جا رہا تھا۔ ایک قریشی نے پاس آکر کہا۔ یا علیؑ تو نے بہت سے مردوں کو قتل کیا۔ اور بہت سے بچوں کو یتیم کیا۔ امیر نے غضب میں آکر اس سے فرمایا۔ او کتے جا۔ دور ہو۔ جب میں نے نظر کی۔ تو وہ کالا کتا بن گیا تھا۔ دُم ہلاتا تھا۔ اور عوعو (بھوں بھوں) کر کے زمین پر لوٹتا تھا۔ یہ حال دیکھ کر حضرت کو رحم آیا۔ دُعا کی۔ اور وہ اصلی صورت پر واپس آ گیا۔ اور حضرت اسد اللہ الغالب کے پاؤں میں سر رکھ کر توبہ کی۔ حاضرین میں سے ایک شخص نے عرض کی۔ اے خیر المرسلینؐ کے وصی! قادرِ حقیقی نے آپ کو ایسے ایسے معجزات و کرامات پر قدرت عطا فرمائی ہے۔ کیا وجہ ہے کہ معاویہ کو جو آپ کا مخالف ہے۔ دفع نہیں کیا جاتا۔ فرمایا۔ نَحْنُ عِبَادٌ مُكْرَمُونَ لَا نَسْبِقُ بِالْقَوْلِ وَنَحْنُ بِأَمْرِهِ عَامِلُونَ۔ یعنی ہم خدا کے مکرم بندے ہیں۔ اس کے حکم بغیر کسی کام پر سبقت نہیں کرتے۔ اور اس کے حکم کے موافق عمل کرتے ہیں۔ اور جو کوئی رضائے خدا کے برخلاف اپنی خواہش نفسانی کے موافق کام کرنا جائز سمجھتا ہے۔ وہ عذاب آخرت میں گرفتار ہوگا۔ اور آخرت کا عذاب و عقاب دنیا کے عذاب و عقاب سے بہت زیادہ سخت ہے۔

منقبت ۱۷۰ نیز کتاب مذکور میں ابوالحسن بن علی بن ہارون منجم سے روایت ہے۔ وہ بیان کرتا ہے۔ کہ راضی جو خلفائے بنی عباس میں سے ایک خلیفہ تھا۔ نہایت مجادلے اور مباحثے کے ساتھ کہا کرتا تھا۔ کہ علیؑ ابن ابی طالب نے معاویہ کے ساتھ جنگ کرنے میں خطا کی تھی۔ اور میں ہر چند دلائل واضحہ اور براہین قاطعہ سے امیر المؤمنین کا حق پر ہونا ثابت کرتا تھا۔ اس کو قبول نہ کرتا تھا۔ بلکہ اس کا عناد اور بڑھتا جاتا تھا۔ جب میں نے دیکھا۔ کہ یہ اپنے اس عقیدے پر اصرار کرتا ہے۔ اس سے ملنا جلنا چھوڑ دیا۔ چند روز کے بعد مجھے بُلا کر کہا۔ کہ مجھ پر ظاہر ہو گیا۔ کہ معاویہ باغی تھا۔ اس لئے کہ آج کی رات میں نے خواب میں ایک شخص کو دیکھا۔ جس کا سر کتے کے سر جیسا تھا۔ میں نے اس سے اس شکل کی تبدیلی کی وجہ پوچھی۔ اس نے جواب دیا۔ کہ میں علیؑ ابن ابی طالب کو خطا پر کہا کرتا تھا۔ اور معاویہ کو اس سے زیادہ حقدار جانتا تھا۔ اس سبب سے میری صورت متغیر ہو گئی۔ چونکہ یہ خدا کے غضب کا نشان ہے۔ اس لئے میں اس خواب کو دیکھ کر متنبہ ہو گیا۔ اور توبہ کی۔ کہ اس کے بعد آنجناب

کے حق میں بے اَدبی نہ کروں گا۔

منقبت ۲۵ٍ۔ نیز کتاب مذکور میں سلمان فارسی سے منقول ہے۔ کہ صحابہ میں سے ایک شخص نے امیرالمومنین کی خدمت میں آکر عرض کی کہ فلاں شخص جو اکابر بنی عدی سے ہے۔ جہاں کہیں آپ کے محبوں کو دیکھتا ہے۔ طعن کرتا ہے۔ اور بُرا بھلا کہتا ہے۔ اور ایذا رسانی اور توہین کرنے میں کوشش کرتا ہے۔ امیرالمومنین ایک کمان ہاتھ میں لئے باغات کی طرف روانہ ہوئے۔ ناگاہ اس شخص سے ملاقات ہوئی۔ امیرؑ نے فرمایا۔ میں نے سُنا ہے۔ کہ تو میرے محبوں کو ایذا پہنچاتا ہے۔ وہ بولا۔ اگر میں نے ایذا دی ہے تو کسی کو مجھے منع کرنے کا حق حاصل نہیں ہے۔ امیرؑ نے فرمایا ایسا ہی ہے۔ اور کمان کو زمین پر ڈال دیا۔ فوراً اونٹ سے بڑا اژدہا بن گیا۔ اور مُنہ کھولے اس کی طرف دوڑا۔ تاکہ اُسے نگل جائے۔ شور و غل مچایا۔ اور فریاد کی۔ کہ یا امیرالمومنین! الامان! میں نے توبہ کی۔ آئندہ کبھی آپ کے محبوں اور دوستوں کو ایذا نہ دوں گا۔ امیرالمومنین نے کمان کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ کمان کما کان (جیسی کہ تھی) صورت اصلی پر آگئی۔

منقبت ۲۶ٍ۔ مؤلف عرض کرتا ہے۔ اسانید صحیحہ سے ثابت ہو چکا ہے۔ کہ مُرّہ بن قیس نام ایک کافر نہایت مالدار اور صاحب جاہ و تمکنت تھا۔ بہت سے کافر بہادر اس کے ملازم تھے۔ ایک روز اُس نے اپنے آباؤ اجداد کا حال دریافت کیا۔ بعض تاریخ والوں نے بیان کیا۔ کہ علیؑ ابن ابی طالب نے ہمارے ہزارہا بزرگوں کو قتل کیا ہے۔ اس نے پوچھا۔ وہ کون سے شہر میں مدفون ہے۔ انہوں نے جواب دیا۔ کہ نجف میں۔ وہ لعین دو ہزار سوار اور پانچ ہزار پیادے لے کر روانہ ہوا۔ جب منزلیں طے کرکے نجف کے قریب پہنچا۔ اور مجاور رساعات اور باقی اور لوگ اس کے بد ارادے سے واقف ہوئے۔ تو انہوں نے اپنے مقدور بھر شہر کی حفاظت میں پوری پوری کوشش کی۔ آخر کار روضۂ مقدسہ میں جاکر پناہ گزین ہوئے۔ اور روضہ کی فصیل کا دروازہ اینٹ اور گارے سے بند کر لیا۔ اور ادھر اُدھر ہر طرف سے چھ روز تک پتھر ڈھیلوں اور تیروں سے اس کا مقابلہ کرتے رہے۔ آخر وہ ملعون ایک دیوار توڑ کر اپنے رفیقوں سمیت فصیل کے اندر داخل ہوگیا۔ مسلمان جان کے ڈر سے بھاگ نکلے۔ وہ لعین روضۂ مقدسہ کے اندر گھس گیا۔ اور یہ کلمات زبان نجس پر لایا۔ اے علیؑ تو نے ہی میرے آباؤ اجداد کو قتل کیا ہے۔ اور چاہتا تھا کہ قبر مبارک کو اُکھاڑ ڈالے۔ اسی اثنا میں حیدر کرار کی دو انگلیاں ذوالفقار کی دو زبانوں کی طرح قبر سے نکلیں۔ اور اس طرح اس کی کمر میں آگرگئیں۔ کہ وہ ملعون دو ٹکڑے ہوکر فوراً دو سیاہ پتھر بن گئے۔ اور اب تک وہ بُت سیاہ اسی طرح پر فصیل کے دروازے پہ پڑا ہے۔ کہ جو کوئی اس سلطان الاولیاء کی زیارت کو جاتا ہے اس پر لات مار کر فصیل کے اندر داخل ہوتا ہے۔ چنانچہ فردوسیؔ ذیل کے شعر میں اس واقعہ کی خبر دیتا ہے۔ **بیت۔**

شہیکہ زوید و انگشت مُرّہ را بد و نیم   برائے قتل عدو ساخت ذوالفقار انگشت

(یعنی وہ بادشاہ جس نے مُرّہ بن قیس کو دو انگلیوں سے دو ٹکڑے کیا۔ اس نے دشمن کے قتل کرنے کے لئے انگلی سے ذوالفقار کا کام لیا۔) نیز ایک شاعر کا قول ہے۔ **بیت**

آنست امام کز دو انگشت چوں مُرّہ قیس کافرے گشت

نیز ملا حسن کاشیؒ نے بھی اس باب میں ایک قصیدہ کہا ہے۔

منقبت ۵۴ فوحات القدس میں رسکہ سے جو امیر المومنین کے اصحاب سے تھا منقول ہے۔ کہ ایک روز جناب امیرؑ کے ایک پیروکار نے عرض کی یا امیر المومنین بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السّلام کے وصی سے بہت معجزات اور براہین دیکھے اور نصاریٰ عیسیٰ علیہ السلام کے وصی سے معجزات وخوارق عادات مشاہدہ کرتے رہے۔ ہم بھی آپ سے کوئی کرامت دیکھنا چاہتے ہیں۔ جو اطمینان قلب اور زیادتی یقین کا باعث ہو۔ امیر نے فرمایا۔ تم کو علوم غریبہ کی تاب اور امور عجیبہ کے مشاہدہ کرنے کی طاقت نہیں ہے۔ جب انہوں نے بہت مبالغہ اور نہایت الحاح وزاری کی۔ تو صحابہ کی ایک جماعت کو ہمراہ لے کر قبرستان کی طرف روانہ ہوئے۔ یہاں تک کہ زمین شورہ زار میں پہنچے۔ اور آہستہ آہستہ اسمائے حسنیٰ میں سے ایک اسم پڑھ کر فرمایا۔ اے زمین! ع پردہ از روئے کار خود بردار۔ جو خزانے تیرے اندر پوشیدہ ہیں۔ ان کو ظاہر کر۔ ناگاہ اصحاب کیا دیکھتے ہیں۔ کہ جناب کے دائیں طرف جَنّٰتٍ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ۔ (باغات جن کے نیچے نہریں جاری ہیں) کا مضمون ولکشا ظاہر ہوا۔ اور میوہ دار درختوں کے نیچے خوشبودار پانی کی نہریں جاری ہیں۔ اور غرفوں سے حوریں نظارہ کے لئے سر جھکائے ہیں۔ اور اصحاب یمین کے حال سے خبر دے رہی ہیں۔ اور بائیں طرف سے فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیۡ وَقُوۡدُهَا النَّاسُ وَالۡحِجَارَةُ (اس آگ سے ڈرو جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں) کا مضمون غم افزا سُنائی دے رہا ہے۔ اور عذاب اور جانستان اژدہے اور دوزخ کے درکات مشاہدہ ہو رہے ہیں۔ اور اصحاب شمال کے حال کا نقشہ نمایاں ہو رہا ہے۔ جب اصحاب نے ایسا معجزہ دیکھا۔ تو جو لوگ دین میں مستقیم اور پختہ کار نہ تھے۔ اُنہوں نے شیطان کی طرح قرآن سے وحشتناک ہو کر کرامت کو سحر سے نامزد کیا۔ اور جو لوگ کہ صاحب یقین وایمان تھے۔ ان کے یقین میں زیادتی ہوئی اور کہنے لگے کہ اس حالت پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قول شاہد ہے۔ اَلۡقَبۡرُ رَوۡضَةٌ مِّنۡ رِّیَاضِ الۡجَنَّةِ اَوۡحُفۡرَةٌ مِّنۡ حُفَرِ النِّیۡرَانِ (قبر جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہے۔ یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہو۔

منقبت ۵۵ نیز کتاب مذکور میں خواجہ حسن بصری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ایک روز امیر المومنین شہر کوفہ میں اصحاب کی ایک جماعت کے ساتھ عام مومنین کے مقبروں کی طرف متوجہ ہوئے۔ جب وہاں

پہنچے تازیانہ سے تین خط کھینچے۔ اور تین دفعہ ایک دینار نکلا۔ اس کو لوگوں کو دکھا کر وہیں دفن کر دیا۔ اور فرمایا۔ تم کو کوئی نیک عمل اُٹھائے گا۔ اور وہاں سے واپس آ گئے۔ بعض واقف کاروں نے کدال لے جا کر اس مقام کو کھودا اور اتنی کوشش کی۔ کہ پانی نکل آیا۔ مگر ویناروں کا کہیں نشان نہ ملا۔ جب یہ خبر آپ کو پہنچی۔ تو ارشاد فرمایا۔ ان ویناروں پر محمد مہدیؑ متصرف ہوں گے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا۔ ان ویناروں پر میرے اولاد میں سے ایک شخص متصرف ہوگا۔ جو امامت کا مرتبہ رکھتا ہوگا۔

منقبت ۵۶ نیز کتاب مذکور میں منقول ہے۔ کہ خلفائے بنی عباس کے زمانے میں ایک مداح جو بلخ کا باشندہ تھا۔ مصر میں رہتا تھا۔ اور برابر اہل بیت رسول کی مدح کہتا رہتا تھا۔ اور صبح و شام ان کی صفت و ثنا میں مشغول رہا کرتا تھا۔ ایک روز مسجد میں جہاں خرد و کلاں اور ادنیٰ و اعلیٰ کا مجمع تھا۔ اور سب عبادتِ خدا میں مشغول تھے۔ اس نے شاہِ ولایت و نورِ ہدایت اسد اللہ الغالب علیؑ ابن ابی طالب کی مدح پڑھنی شروع کی۔ اور منقبت کے صیقل سے دوستانِ علی کے دلوں کے آئینہ سے زنگِ ملامت صاف کیا۔ اور شاہ ولایت پناہ کے عشق میں ایک من روٹی اور حلوا اس جماعت سے طلب کیا۔ ایک خارجی اس مجمع سے اُٹھا۔ اور اس مداح کا ہاتھ پکڑ کر کہا۔ میرے گھر چل۔ تاکہ تجھ پر لطف و احسان کا دروازہ کھول کر تیری حاجت کو پورا کروں۔ پس اپنے گھر جا کر غلام سے کہا۔ گھر کا دروازہ بند کر لے۔ اور جو کچھ میں کہوں اس کو بجا لا۔ تاکہ اس کے صلہ میں تجھے آزاد کر دوں۔ اور اشرفیوں کی ایک تھیلی اور انعام دوں۔ بعد ازاں حکم دیا۔ کہ اس رافضی کے ہاتھ اور پاؤں بھیڑ بکری کی طرح باندھ لے۔ اور اس کی دونوں آنکھیں باہر نکال دے۔ اور ہاتھ پاؤں اور زبان کاٹ کر مجھے خوش اور مسرور کر۔ غلام نے ویسا ہی عمل کیا۔ جب عالم نے عباسیوں کا لباس پہن لیا۔ اور خارجیوں کے سیاہ دل کی طرح بالکل سیاہ ہو گیا۔ اس ملعون نے غلام سے کہا۔ کہ قبرستان میں جا۔ اور اس مداح کو وہاں ڈال آ۔ تاکہ وہاں نہایت ذلت و خواری سے جان دے۔ غلام اس کے کہنے کے بموجب اس کو قبرستان میں لے گیا۔ اتفاقاً اس وقت خضر علیہ السلام امیر المومنینؑ کے روضۂ مقدسہ کی زیارت کو آئے ہوئے تھے۔ اور قبر مطہر کے گرد طواف کر رہے تھے۔ کہ یکایک قبر سے آواز سُنی کہ اے بھائی! مصر کی طرف جاؤ۔ اور اس مداح کی خبر لو۔ جو قبرستان میں بے حال پڑا ہے۔ بعد ازاں تلقین کے دروازے حضرت خضر پر کھولے۔ اور مداح کے ہر عضو بُریدہ کے لئے ایک ایک اسم اعظم تعلیم فرمایا۔ اور فرمایا۔ ان اسماء کو مداح کے کٹے ہوئے اعضاء پر پڑھو۔ اور بہ حکم خدا ان اسماء کی برکت سے اس کے اعضاء کو صحیح و سالم کر دو۔ اور اس سے کہو کہ علیؑ ابن ابی طالب فرماتے ہیں۔ کہ اسی مسجد میں جا کر اسی طرح ہماری مدح پڑھو۔ اور پہلی طرح سوال کر کے نان و حلوا طلب کرو۔ کہ ایک شخص تم کو اسی گھر میں لے جا کر دستر خوان بچھائیگا۔ اور تمہارے لئے نان اور حلوا لائے گا۔ جب تو گھر میں بیٹھے گا۔ تو ایک عجیب بات معائنہ کریگا۔ خضر علیہ السلام بموجب ارشادِ امیرؑ ایک

چشم زدن میں گورستان مصر میں پہنچے۔ اور اس مظلوم کی خبر گیری میں مصروف ہوئے۔ اور اس کے کٹے ہوئے اعضاء اسمائے خدا کی برکت سے فوراً درست ہو گئے۔ اور آنکھیں روشن ہو گئیں۔ اور زبان بولنے کے قابل ہو گئی پاؤں چلنے اور ہاتھ گرفت کرنے کے لائق ہو گئے۔ جب بالکل تندرست ہو گئے۔ تو امیرالمؤمنین کا پیغام اس کو پہنچایا مداح جناب امیر کی فرمائش کے موافق اسی مسجد کی طرف روانہ ہوا۔ اور حضرت کی مدح پڑھنے لگا۔ اور پہلے کی طرح نان اور حلوا طلب کیا۔ ایک جوان نے اُٹھ کر کہا۔ میں تیری حاجت پوری کروں گا۔ اور نان و حلوا دوں گا۔ یہ کہہ کر اس کو اپنے گھر لے گیا۔ جب مداح نے دیکھا۔ کہ یہ وہی گھر ہے جہاں اس خارجی نے اس کے اعضا قطع کئے تھے۔ ذرا دل میں ڈرا۔ پھر دل ہی دل میں کہا۔ چونکہ شاہ ولایت پناہ کا حکم ہے۔ اس لئے خلاف ورزی مناسب نہیں۔ القصہ اس جوان نے دستر خوان بچھایا۔ اور نان و حلوا حاضر کیا۔ مداح نے جب یہ حال دیکھا۔ تو متعجب ہو کر بولا۔ کل اسی جگہ ایک ظالم نے میرے اعضا کاٹ کر مجھ کو مرنے کے قریب کر دیا تھا۔ اور تو آج مجھ پر مہربانی کر رہا ہے۔ اور اس طرح شفقت اور رحمت سے پیش آ رہا ہے۔ میں اس بارے میں حیران اور سرگردان ہوں۔ براہ مہربانی اس راز کو مجھ پر واضح کر تا کہ میرے دل کو اطمینان حاصل ہو۔ جوان نے کہا۔ جس ظالم نے کل تم پر ظلم کیا۔ وہ میرا باپ تھا۔ اور وہ ظلم و جفا جو تم پر روا رکھا گیا مجھے بہت بُرا معلوم ہوا۔ اور سخت ناگوار گذرا۔ اور اس سے نہایت محزون و مغموم ہوا جب رات ہوئی۔ اور سویا۔ تو عالم رویا میں امیرالمؤمنین کو دیکھا۔ کہ غضبناک ہو کر میرے باپ کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور فرمایا اے خرس سیاہ (کالے ریچھ) جو کچھ تو نے میرے مداح سے کیا۔ اس کی سزا دیکھی کہ دنیا میں مسخ ہُوا۔ اور آخرت میں دوزخ میں جانے کا حقدار ہو گیا۔ اس خواب کی دہشت سے میری آنکھ کھُل گئی۔ کیا دیکھتا ہوں کہ وہ سیاہ ریچھ کی صورت میں تبدیل ہو گیا ہے۔ میں نے اسی وقت زنجیر اس کی گردن میں ڈال دی۔ ابھی وہ ریچھ گھر میں موجود ہے اُٹھ کر دیکھ لو۔ اور شاہ ولایت پناہ کی محبت کے نتیجہ سے اپنے دل محزون کو خوش کرو۔ جب مداح اس گھر میں گیا۔ تو ایک کالا ریچھ دیکھا۔ مداح یہ دیکھ کر زمین پر گر پڑا۔ اور شکر خدا میں نہایت عجز و نیاز سے سجدہ بجا لایا۔ اور اہلِ بیت کی مدح و ثنا کرنے لگا۔ اُسی وقت غضب الٰہی کی بجلی چمکی اور اس کالے ریچھ کو جلا کر خاکستر کر دیا۔ جب اس جوان نے باپ کا یہ حال دیکھا۔ خوارج کے عقیدے سے بیزار ہو کر اہل بیت کا تولّا اختیار کیا۔ اور ان کے دشمنوں سے تبرّا کیا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلَى التَّوْفِيْقِ۔

منقبت ۵۵ نیز کتاب مذکور میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ مدینہ میں ایک شخص عبداللہ نام رہتا تھا۔ جو اہلِ حجاز کا سردار اور عرب میں کرم و سخا کے سبب مشہور و ممتاز تھا۔ خدم و حشم بکثرت اور بزرگانہ اسباب اور سامان بے شمار موجود تھا۔ اور خاندان مصطفےٰ کا دوستدار تھا۔ اور مرتضیٰ علیؑ کی محبت پر بیحد فخر و مباہات کیا کرتا تھا۔ اس کے دس بیٹے تھے۔ اور ایک لڑکی جو نہایت خوبصورت اور نیکوکار پاک دامن تھی۔ ایک روز کا ذکر

ہے کہ وہ لڑکی نہانے کے لئے پانی میں اُتری۔ تاکہ غسل کرکے خدا کی عبادت میں مشغول ہو۔ اتفاقاً ایک کرم اس کے رحم میں داخل ہوا۔ اور اُسے ذرا بھی خبر نہ ہوئی۔ وہ کرم روز بروز رحم میں پلنے اور بڑھنے لگا اور اس سبب سے اس کو تکلیف ہونے لگی۔ آخر اس کا پیٹ بڑھ کر حاملہ عورت کا سا حال ہوگیا۔ لوگوں میں اس کا چرچا ہوا۔ آخر بہتان لگانے اور اَن کہنی کہنے لگے۔ اور قوم اور قبیلہ والوں نے ملامت کرنی شروع کی۔ اور اس کو ہر طرح لعنت اور پھٹکار دینے لگے۔ ہر چند وہ عفیفہ اپنی پاک دامنی کا اظہار کرتی تھی۔ لیکن کوئی شخص اس بات پر کان نہ دھرتا تھا۔ آخر کار جب باپ کو یہ خبر پہنچی۔ تو اس نے اپنا عمامہ زمین پر دے مارا۔ اور لباس پھاڑ ڈالا۔ اور بولا۔ میں عرب میں شرمندہ ہوگیا۔ اور نہایت بیتاب ہو کر فغان وزاری کرنے لگا۔ آخر کار اس کے قتل کرنے پر تیار ہوا۔ تاکہ اس کے بدن ناپاک کو کاٹ کر زمین کا پیوند کردیں۔ اس کی گردن میں رسی باندھ کر گھر سے نکالا۔ لوگ کھڑے تماشا دیکھ رہے تھے۔ یہ حال دیکھ کر اس عفیفہ پاک دامن نے اپنا روئے نیاز آسمان کی طرف اُٹھایا اور درگاہ قاضی الحاجات میں یوں استغاثہ کیا کہ اے عالم السر والخفیات۔ اے خدائے غیب دان تو میرے حال سے خوب آگاہ ہے۔ کہ مجھ سے کوئی حرکت ایسی ظاہر نہیں ہوئی۔ جس سے میں اس عذاب و سزا کی حق دار بنوں۔ اور اس غم والم میں گرفتار ہوں۔ مریمؑ بنت عمران کی پاکدامنی کا واسطہ پیغمبر آخر الزمان کی دختر نیک اختر خاتون قیامت کے نقاب کا تصدّق۔ جس کو زیارت کے واسطے آسمان پر لے گئے۔ اور اس معصومہ کی پشمین چادر کی حرمت کا طفیل جس کا اشارہ توریت میں بھی مذکور ہے۔ مجھ کو اس تہمت سے چھڑا۔ اور میری عفت وعصمت سب پر ظاہر کر۔ میں موت سے نہیں ڈرتی کیونکہ وہ ضروری اور حتمی ہے۔ اور ہر زندہ کو بموجب حکم کُلُّ نَفۡسٍ ذَآئِقَةُ الۡمَوۡتِ (ہر جاندار موت کا ذائقہ چکھے گا) مرنے سے چارہ نہیں۔ لیکن مجھے اپنے باپ کی رسوائی کا غم ہے۔ کہ وہ میرے سبب سے خلقت میں شرمسار ہو رہا ہے۔ اور میں اس کے اندوہ وغم کو دیکھ کر غمگین ومغموم ہوں کہ وہ میری وجہ سے ندامت اور حسرت کے آنسو بہا رہا ہے۔ اس وقت یکایک مشکل کشائے حاضر وغائب اسد اللّٰہ ابن ابی طالب کا خیال دل میں گذرا۔ اور کوفہ کی طرف مُنہ کرکے یوں فریاد کرنے لگی۔ آیَا مَوْلَایَ اَدۡرِکۡنِیۡ۔ یعنی اے میرے آقا میری خبر لیجئے۔ اور جلدی کیجئے۔ کیونکہ :-

بیت

تو طبیبی و درد منداں را   از شفاخانۂ تو درمان است

(تو ہی میرا طبیب ہے۔ اور میں بیمار ہوں۔ اور تیرے شفاخانہ ہی سے مجھے دوائے شفا عطا ہوگی) اس وقت امیر المومنین کرم اللّٰہ وجہہ اپنے اصحاب مستطاب کے مجمع کثیر میں مسجد کوفہ کے اندر وعظ فرما رہے تھے۔ کہ ناگاہ عالم غیب سے ایک ہاتف نے اس دردرسیدہ پاک دامن لڑکی کا حال آپ سے بیان کیا۔ اور اس کی رہائی کی

نہایت تاکید کی۔ امیر نے فرمایا۔ اے مومنو! اس وقت ایک مشکل پیش آئی ہے۔ جو باعثِ رنج و ملال ہے۔ اور میرے بغیر اس کا حل ہونا محال ہے۔ اب میں اس عقدے کو حل کرنے کی غرض سے مدینہ منورہ جاتا ہوں۔ وہاں سے واپس آکر اس کا حال بیان کروں گا۔ قنبر رضی اللہ عنہ نے ہمراہ جانے کی التماس کی۔ جو منظور ہو گئی۔ فرمایا اُٹھ جلدی کر کہ وقت بہت تنگ ہے۔ اور دیر کا موقع نہیں۔ میرے پاؤں کی پشت پر اپنا پاؤں رکھ کر آنکھیں بند کرلے۔ اور دل کو بیدار رکھ۔ الغرض وہاں سے روانہ ہوئے۔ اور جتنی دیر میں کہ آصف برخیا تخت بلقیس کو سبا سے اُٹھا کر سلیمان کے دربار میں لائے۔ اس سے بہت جلد امیر المومنین مدینے میں جا پہنچے۔ اس وقت وہاں ایک عام ہل چل پڑ رہی تھی۔ اور شور وغل مچا ہوا تھا۔ اور ہر طرف بھیڑ بھاڑ ہو رہی تھی۔ اس ہجوم میں دس بھائی آب دار تلواریں کھینچے اس لڑکی کے خون بہانے کو تیار تھے۔ اور کثرت غم واندوہ سے آنسوؤں کے دریا بہا رہے تھے۔ امیر المومنین نے ان سے فرمایا۔ کہ اس پاکدامن کے قتل سے باز آؤ۔ اور خبردار۔ اس کو کسی قسم کا آزار نہ دو۔ ابن عباس اور مدینہ کے باشندے حضرت کی تشریف آوری کا حال سُن کر خدمت اقدس میں حاضر ہُوئے۔ اور لڑکی کا باپ بھی حاضر خدمت ہوا۔ اور ایک دردناک آہ بھر کر عرض کی۔ یا مولا! اس دختر بداختر سے مجھ کو یہ رسوائی حاصل ہوئی ہے۔ اور میری ساری عزت وآبرو خاک میں مل گئی ہے۔ حضرت نے اس کو بغل میں لیا۔ اور نہایت مہربانی اور لطف وکرم سے پیش آکر ارشاد فرمایا۔ تو اس بات سے غمگین نہ ہو۔ اور کسی قسم کا غم نہ کھا تیری لڑکی گناہ کی آلائش سے بالکل پاک اور عصمت و پاک دامنی کے نور سے شرفیاب اور ممتاز ہے۔ دیکھو بہتّر مثقال وزن کا ایک کرم اس کے رحم میں داخل ہوا ہے۔ جو اس کی فضیحت اور رسوائی کا باعث ہو رہا ہے۔ پھر ایک طشت طلب فرمایا۔ کہ اس کو مینہ اور برف کے پانی سے بھر لائے۔ اُنہوں نے عرض کی کہ اس موسم میں نہ بارش ہے اور نہ برف۔ امیر نے اپنی انگشتری مبارک کا نگینہ آسمان کی طرف کیا۔ فوراً حکم خدا سے دو سیاہ بادل کے ٹکڑے ڈھال کی طرح کے ہوا میں ظاہر ہوئے۔ اور برسنا شروع کیا۔ اور اس طشت کو مینہ کے پانی سے بھر دیا۔ بعد ازاں اوپر کی طرف سے برف کا ایک ٹکڑا نمودار ہُوا۔ اور بارش کے پانی میں آملا۔ پھر کچھ لوسن منگا کر پانی اور برف میں ملایا۔ اور حکم دیا۔ کہ اس جنگل میں ایک خیمہ کھڑا کردیں اور اس لڑکی کو چند امانت گزار اور ایماندار عورتوں کے ہمراہ اس خیمہ میں لاکر نہایت آرام سے اس طشت میں بٹھا دیں اور خدا کی قدرت کی طرف متوجہ ہوں۔ جب حضرت کے ارشاد کی تعمیل کر چکے۔ تو وہ کرم لڑکی کے رحم سے نکل کر پانی میں آپڑا۔ اور اس پاکدامن کو تکلیف سے نجات دی۔ جب ترازو میں اس کو تول کر دیکھا۔ تو اس کا وزن ٹھیک بہتّر مثقال نکلا۔

منقبت ۵۵ نیز کتاب مذکور میں مرقوم ہے۔ کہ ایک روز امیر المومنین کرم اللہ وجہہ منبر پر وعظ فرما رہے

تھے۔ کہ جب شہسوارِ عرصہ سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْریٰ اور رازدارِ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنیٰ نے خاک دانِ دنیا سے طارمِ اعلیٰ کی طرف سفر کرنے کا عزم فرمایا۔ تو پانی سے بھرا ہوا کوزہ آپ کے سرہانے دھرا ہوا تھا۔ جب روانگی کے وقت حضرت کا دامن اس سے لگا۔ تو وہ زمین پر اوندھا ہو گیا۔ اور پانی گرنے لگا۔ اور براق نے برق کی طرح چلنا شروع کیا۔ جب حضرتؐ معراج سے واپس تشریف لائے۔ تو کوزے سے پانی بہ رہا تھا۔ اور بستر مبارک اسی طرح گرم تھا۔ ایک یہودی مجلس میں موجود تھا۔ جب اس نے یہ خبر سُنی تو یقین نہ آیا اور اسی انکار کی حالت میں اُٹھ کر گھر چلا گیا۔ وہاں جاکر اپنی بیوی کو دیکھا۔ کہ آٹے میں ہاتھ بھرے بیٹھی ہے۔ اور گوندھنا چاہتی ہے۔ اور پانی کا انتظار کر رہی ہے۔ جب شوہر کو دیکھا۔ تو بولی۔ گھر میں اتنا بھی پانی نہیں ہے کہ میں آٹا گوندھ لوں۔ چشمہ پر جاکر جلد گھڑا بھر لا۔ وہ گھڑا اٹھا کر چشمہ کی طرف روانہ ہوا۔ اور گھڑا بھر کر رکھ دیا۔ اور غوطہ لگانے کی نیت سے چشمہ کے کنارے پر گیا۔ اتفاقاً گھڑا گر پڑا۔ اور پانی بہنے لگا۔ یہودی نے کپڑے اُتار کر ایک پتھر پر دھر دیئے۔ اور خود پانی میں غوطہ مارا۔ جب پانی سے باہر نکلا۔ اپنے آپ کو ایک ننگی لڑکی پایا۔ دریا کا کنارہ نہ وہاں کوئی رشتہ دار نہ کوئی آشنا۔ نہایت حیران ہُوا۔ آخر کار جب کچھ نہ بن پڑا۔ تو وہاں سے روانہ ہُوا۔ ناگاہ ایک ہندنی سے ملاقات ہوئی۔ اُس نے اُس کو ننگا دیکھ کر ترس کھایا۔ اور بدن ڈھانپنے کو کپڑے دیئے۔ پھر اس کا حال دریافت کیا۔ اس نے اپنا سارا قصہ کہہ سُنایا۔ آخر کار شہر کی طرف روانہ ہوئی۔ جو دیکھتا سو جان سے اس کا خریدار ہو جاتا۔ آخر کار ایک مالدار نے اس سے عقد کر لیا۔ اور اپنے گھر میں داخل کیا۔ چھ سال شوہر کے گھر میں بسر کئے۔ اور پانچ بیٹے جنے۔ ایک روز دریا پہ جانا ہوا۔ اور نہانے کے لئے غوطہ لگایا۔ جب سر باہر نکالا۔ تو اپنے آپ کو اصلی حالت پہ دیکھا کہ وہی چشمہ ہے۔ جہاں پہلے غوطہ مارا تھا۔ اور کپڑے پتھر پر رکھے ہیں۔ اور پانی گھڑے سے گر رہا ہے۔ اور خاک میں مل رہا ہے۔ سخت متحیر اور نہایت پریشان ہُوا۔ کپڑے پہن گھڑا اُٹھا گھر کی راہ لی۔ وہاں جاکر عورت کو دیکھا۔ کہ آٹے میں ہاتھ ڈالے اسی طرح بیٹھی ہے۔ گھڑے کو گھر میں رکھ مسجد کو روانہ ہُوا۔ وہاں جاکر دیکھا کہ امیر المومنین اسی طرح منبر پہ بیٹھے وعظ فرما رہے ہیں۔ اسی وقت معراج کی تصدیق کی۔ اور نہایت نادم و شرمسار ہو کر رویا۔ اور امیر المومنین کی خدمت میں عرض کی کہ مجھ کو اسلام کا طریقہ فرمائیے۔ اور کفر کے زنگ سے میرا سینہ صاف کیجئے۔ کیونکہ میں کفر اور کافری سے بیزار ہوں۔ اور نہایت اعتقاد دلی اور عقیدت مندی سے شاہراہ اسلام کی طرف متوجہ ہوا ہوں۔ امیر المومنین نے فرمایا۔ جب تک پانچ بچے نہ جنے۔ ہماری تصدیق نہ کی۔ بعد ازاں اس کو اسلام کا کلمہ پڑھایا۔ اور کفر کا زنگ اس کے دل و جان کے آئینہ سے صاف کیا۔

منقبت ۵۹۔ نیز کتاب مذکور میں سید علی واعظ رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے۔ کہ سرورِ کائنات صلعم

کی وفات کے بعد ایک روز جناب امیر المؤمنین مسجد میں وعظ فرما رہے تھے۔ اثنائے وعظ میں فرمایا۔ اے لوگو! اگر سیّد آخر الزمان نے دنیا سے آخرت کی طرف کوچ فرمایا۔ تو میں بحکم پروردگار آنجناب کا وصی اور قائم مقام و نائب ہوں۔ جو مشکل تم کو پیش آئے۔ اس کے حل کرنے کے لئے میری طرف متوجہ ہو۔ کیونکہ پوشیدہ باتیں مجھ پر ظاہر ہیں۔ اور غیب کا حال مجھ پر آشکارا اور روشن ہے۔ اوّلین و آخرین کا علم میرے خزانے کا گوہر ہے۔ اور آسمان اور زمین کے راز میرے سینے میں موجود۔ میں مور اور مار کے حال سے خبردار اور واقف ہوں۔ اور سفید و سیاہ کا تمام حال مجھ پر روشن ہے۔ ہوا کے پرندوں اور دریا کی مچھلیوں کا حال مجھ پر ظاہر و آشکار ہے۔ اور جو کچھ تھا۔ اور ہے اور ہوگا۔ سب کا مجھ کو علم ہے۔ اور ہر شہر و دریا کے باشندوں کی عبادت اور بندگی سے خوب واقف ہوں۔ اگر میں چاہوں تو مشرق کو مغرب کر دوں۔ اور عورت کو مرد۔ اور زمین کو آسمان اور جابلقا کو جابلسا بنا دوں۔ ایک مشرک اس مجمع میں موجود تھا۔ جو قارون کا خزانہ رکھتا تھا۔ اور کثرت مال کی وجہ سے بڑا تکبّر اور تفاخر کیا کرتا تھا۔ جب حضرت کا یہ کلام سُنا۔ تو دل سے انکار کیا۔ جب مسجد سے نکلا۔ تو غضب الٰہی میں گرفتار ہو کر مسخ ہو گیا۔ اور کتا بن گیا۔ جب اپنا یہ حال دیکھا۔ تو بہت پشیمان ہُوا اور مسجد میں واپس گیا۔ تاکہ امیر المؤمنین اپنی نظر عنایت سے مالا مال کر کے اس کے درد بے درمان کا علاج فرمائیں۔ جب اندر گیا۔ تو مومنوں نے اس کو دھتکارنا شروع کیا۔ اور پتھر اور ڈنڈے مار کر باہر نکال دیا۔ جب رستہ نہ ملا۔ تو گھر کو بھاگا۔ اور اپنی خوابگاہ میں جا کر ریشمی بستر اور دیبا کے نہالچے پر لیٹ گیا۔ جب اس کی بیوی نے دیکھا کہ اس کے شوہر کے بستر پر کتا لیٹا ہے۔ تو باندیوں سے کہہ کر اس کو نکلوا دیا۔ اور پتھر اور ڈنڈوں سے خوب اس کے دانت توڑے۔ اور گھر سے باہر نکال دیا۔ جب میدان میں پہنچا۔ محلہ کے کتوں نے اس پر حملہ کیا اور دوڑ کر اپنے دانتوں اور پنجوں سے پھاڑ ڈالا۔ اور دھکیل شہر سے نکال دیا۔ لاچار ہو کر جنگل کا رُخ کیا۔ اور رتبہ مجنوں میں جا رہا۔ اور سات سال تک اس جنگل میں حیران و سرگردان پھرتا رہا۔ کوئی چیز اس کے حلق سے نہ اُترتی تھی۔ اور نہ خدا اس کو موت دیتا تھا۔ اس بیابان میں ریت کا ایک ٹیلہ تھا۔ رات دن اس کے گرد چکر کھاتا تھا۔ اور برف مینہ اور گرمی سردی کی تکلیفیں جھیلتا تھا۔ جب وُہ منافق کُتّا گم ہو گیا۔ تو اس کی قوم اور قبیلے نے اس کو تلاش کرنا شروع کیا۔ ہر چند کوشش کی۔ مگر کہیں نشان نہ ملا۔ آخر کار یہ فیصلہ کیا کہ کسی دشمن نے اس کو قتل کر دیا۔ اور اس کو ملک عدم کا راہی کیا۔ اس کا ماتم کیا گیا۔ اور تعزیت کی رسم ادا کی گئی۔ اس دشمن خدا کے گھر میں ایک عورت تھی۔ نہایت ایمان دار اور پاک اعتقاد اور بہت ہی حسین و جمیل۔ اس کا دل محمدؐ و آل محمدؐ کی محبت سے مالا مال اور معمور تھا۔ وہ پری پیکر شوہر کے ماتم میں سیاہ پوش ہوئی۔ اور سات سال تک اس لباس میں رہی۔ گویا چشمہ آبحیات ظلمات میں روپوش

تھا۔ اور لگاتار اسی کے غم میں حسرت واندوہ کے آنسو بہاتی تھی۔ عورتوں نے ہرچند اس کو رونے پیٹنے اور ماتم داری کرنے سے منع کیا۔ اور کہا کہ اگر شوہر مرگیا۔ تو کیا ہوا۔ تیرے ایک ایک بال پر ایک ایک شوہر قربان ہے۔ جب عورتوں کی باتوں سے ملول و محزون ہوئی۔ تو شاہ مرداں کی خدمت میں جاکر عرض کی۔ مجھ پر ایک مشکل پڑی ہے۔ اور مجھ کو کمال رنج لاحق ہوا ہے۔ حلالِ مشکلات اور سہلالِ معضلات نے فرمایا۔ اپنی مشکل کا حال بیان کر۔ تاکہ تیری مشکل حل کروں۔ اور تیرا دلی رنج دور کروں اس نے عرض کی کہ ایک روز میرا شوہر اکیلا گھر سے نکلا۔ اور بے پتہ ہوگیا۔ اس بات کو سات برس ہوچکے ہیں۔ ہرطرف تلاش کیا گیا۔ اور ہر قسم کی کوشش کی گئی۔ مگر کہیں نہ کچھ پتہ لگا۔ نہ کچھ خبر ملی۔ امیرالمؤمنین نے فرمایا۔ اے عورت! تیرا شوہر زندہ ہے۔ لیکن نہایت بدحال اور پریشان ہے۔ گھر میں جاکر کھانا تیار کر۔ اور کھانا لے کر اپنے محرموں کے ہمراہ برِّ مجنوں کی راہ لے۔ اور دو فرسخ راہ طے کرکے جب بائیں طرف ایک ریت کا ٹیلہ نظر آئے۔ اس کے آس پاس اپنے شوہر کی تلاش کر۔ یہ سُن کر عورت نہایت خوش ہوئی۔ گھر جاکر قسم قسم کے کھانے تیار کئے۔ اور برّ مجنوں کی راہ لی۔ ریت کے ٹیلہ پر پہنچ کر ہر طرف نگاہ دوڑائی۔ ایک ساعت کے بعد ایک کتا ظاہر ہوا۔ جب اس کی نظر ٹیلے کی چوٹی پر پڑی۔ تو اوپر چڑھنا چاہا۔ لیکن ضعف و ناتوانی کے سبب چڑھ نہ سکا۔ عورت اپنے آدمیوں سمیت نیچے آئی۔ وہ کتا اس کے پاؤں میں گر کر بیہوش ہوگیا۔ جب ہوش میں آیا۔ تو عورت نے اپنے غلام سے کہا۔ کہ ترس کھا کر اس کتے کو کچھ روٹی اور کچھ حلوا دے۔ غلام نے روٹی کا ٹکڑا اُس کے آگے ڈالا۔ مگر (ضعفِ جاذبہ) کمزوری کے سبب کھا نہ سکا۔ عورت نہایت حیران ہوئی۔ اور اپنے ہاتھ سے پانی کا پیالہ کتے کے آگے رکھا۔ جب پینے کا ارادہ کیا۔ تو سیاہ خاک پیالے میں نمودار ہوئی۔ یہ دیکھ کر عورت حیران رہ گئی۔ اور کہنے لگی۔ اے خالقِ ارض وسما تو دانا اور بینا ہے۔ میں نہیں جانتی کہ یہ کیا بات ہے؟ مجھ کو امیرالمؤمنین نے فرمایا ہے۔ کہ برّ مجنوں میں جا۔ وہاں اپنے شوہر سے ملے گی۔ اس کے گلشنِ مراد سے گلِ مراد چُنے گی۔ میں نے ان کے فرمانے کے موافق اس جنگل میں گردش کی۔ اور اس کتے کے سوا اور کوئی چیز مجھے نظر نہ آئی۔ اور یہ مجھے یقین ہے کہ اس بزرگوار کا قول کبھی خلاف نہیں ہوتا ہے۔ بعدازاں وہاں سے روانہ ہوئی۔ اور امیرالمؤمنینؑ کی خدمت میں آکر اپنی حسرت وناکامی پر خوب روئی۔ اور عرض کی۔ کہ جناب نے فرمایا تھا۔ کہ برّ مجنوں میں جا۔ وہاں اپنے شوہر سے ملے گی۔ آپ کے فرمانے سے اس بیابان کو طے کیا۔ وہاں ایک کتے کے سوا اور کسی کو نہ دیکھا۔ امیرؑ نے فرمایا۔ اے عورت! تیرا شوہر وہی کتا تھا۔ جو تو نے وہاں دیکھا۔ اور اُسے دیکھ کر حیران و سرگردان ہوئی عورت نے جب یہ بات سُنی۔ امیرؑ کے پاؤں میں گر پڑی اور نہایت تضرع وزاری کرکے عرض کی اے

امیر مومناں اور اے مقتدائے متقیاں! اس راز کو کھول کر بیان فرمائیے۔ فرمایا۔ تیرا شوہر مشرک تھا۔ اس نے خدا و مصطفٰے سے دشمنی کی۔ اور میری ولایت میں شک کیا۔ خدا تعالےٰ نے اسے مسخ کر دیا۔ عورت بیچاری نے جب یہ بات سُنی تو نہایت عجز و نیاز سے عرض کی۔ اے ولی برحق۔ خالق بے چون کے حق کا واسطہ اور پیغمبر رہنما کا تصدق ولایت کی طاقت سے میرے شوہر کو اصلی صورت میں مجھے دکھا دیجئے اور میرے دل غمدیدہ سے اس رنج و غم کو دور کیجئے۔ فرمایا اس کتے کے گلے میں رسی ڈال کر میرے پاس لاؤ یہ سُن کر عورت بہت خوش ہوئی۔ اور پھر اپنے آدمیوں کو لے کر بیابان میں گئی۔ اور کتے کی گردن میں رسی ڈال کر جناب امیر کے پاس آئی۔ جب وہ کتا حاضر ہُوا۔ تو خجالت اور شرم کے مارے اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے۔ اور زار زار رویا۔ امیرالمومنینؑ نے قاضی الحاجات کی درگاہ میں دُعا کے لئے ہاتھ اُٹھا کر اس کے لئے دُعا فرمائی۔ فوراً اصلی صورت پر ہو گیا۔ اسی طرح لباس پہنے اور پگڑی سر پر رکھے زمین پر گر پڑا۔ اور زار و زار عرض کی۔ اے امیرالمومنینؑ! میں نے آپ کے بارے میں شک کیا۔ اور اپنے کئے کی سزا پائی۔ اب میں شرک سے بیزار ہُوا۔ میرے حال پر لطف و کرم فرمائیے۔ اور ہدایت کی راہ دکھائیے۔ امیر نے جب دیکھا کہ دینِ اسلام کی خواہش اس کے دل میں پیدا ہو گئی ہے۔ تو زبان مبارک تلقین کے لئے کھولی۔ اور اس کو ایمان تعلیم فرمایا۔ وہ شخص دینِ محمدی پر ایمان لایا۔ اور اہلِ یقین میں داخل ہُوا۔

منقبت نیز کتاب مذکور میں منقول ہے۔ کہ جب امیرالمومنینؑ نہروان سے فتح پا کر واپس آئے۔ راستے میں دوراہہ آیا۔ ایک راستہ کہ نہر عیسےٰ کو جاتا تھا۔ اور ایک دُوسری نہر کو۔ ایک رستہ میں تو پانی تھا۔ اور دوسرا پانی سے خالی تھا۔ حضرت اپنے لشکر کو لے کر بن پانی والی راہ سے روانہ ہُوئے۔ اور نہایت تیزی سے اس دشت بے آب کو طے کیا۔ چونکہ ہَوا نہایت گرم تھی۔ اہلِ لشکر پر پیاس نے غلبہ کیا۔ اور کثرت حرارت سے ان کے مُنہ اور لب خشک ہو گئے۔ بعض منافقوں نے طعن و ملامت شروع کی۔ مومن ان کی باتوں سے نہایت آزردہ خاطر ہوئے۔ اور حضرت کی خدمت میں ان کی سخت کلامی کا ذکر کیا۔ اور بے آبی سے شعلۂ آتش کی طرح فریاد کی۔ فرمایا سب اہلِ لشکر حاضر ہوں۔ اور خدا کی قدرت کا تماشہ دیکھیں۔ حضرت کے خیمے کے آگے ایک پشتہ تھا۔ آپ کے حکم سے قنبر نے اُس کو کھودا نیچے سے ایک بھاری پتھر نکلا۔ حضرت نے بنفس نفیس اس پتھر کو اُٹھا کر دور پھینک دیا۔ ایک زینہ ظاہر ہُوا۔ قنبر سے فرمایا۔ اندر جاؤ۔ اور ہر طرف دیکھ بھال کر کے ساری کیفیت بیان کرو۔ قنبر حسب الارشاد اندر گئے۔ اور واپس آکر عرض کی۔ کہ جب میں پینتیس ۳۵ زینے نیچے اُترا۔ تو پتھر کا ایک دروازہ نظر آیا۔ جس پر قفل لگا ہوا ہے۔ معلوم نہیں اس کی کنجی کہاں ہے اور ویسے اس دروازے کا کھولنا مشکل بلکہ محال معلوم ہوتا ہے۔ حضرتؑ نے اپنے عمامے میں سے ایک کنجی نکال کر قنبر کے حوالے کی۔ اور فرمایا دروازے کی طرف جاؤ۔ اور پانی کا ایک پیالہ لاؤ۔ جب دروازہ کھولا تو پانی کا ایک حوض دیکھا اور اُس کے

کنارے پہ ساقیٔ کوثر کو موجود پایا۔ یہ دیکھ کر اس کو حیرت پہ حیرت ہوئی۔ امیر نے پانی سے بھر کر ایک پیالہ اس کو دیا۔ اور فرمایا۔ اے قنبر! پانی لے جاؤ۔ اور پیاسوں کی حاجت روائی کرو۔ قنبر پانی کا پیالہ لے کر باہر آیا۔ امیرالمومنین کو اپنی جگہ کھڑا دیکھا۔ چاہا کہ کچھ زبان سے کہے۔ اور راز کو فاش کرے۔ امیرؑ نے فرمایا۔ کیا تو نے دشت ارژنہ کا قصہ نہیں سُنا۔ جو یہاں تعجب کرتا ہے۔ پھر حضرت نے اس پانی کے پیالے سے تمام اہلِ لشکر اور لشکر کے سارے حیوانات کو سیراب فرمایا۔ اور پھر وہ پیالہ اسی طرح پانی سے بھرا ہوا تھا۔

منقبت ۱۶ نیز کتاب مذکور میں علی حجازی سے مروی ہے۔ کہ جب سرور غالب علی بن ابی طالب عمارؓ یاسرؓ۔ نصیرؓ اور دیگر اصحاب کے ہمراہ بغداد سے واپس ہو کر حلہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور فرات کے کنارے پر پہنچے۔ نصیر کے دل میں خیال گزرا۔ کہ ہم فرات کو کس راہ سے عبور کریں۔ اور کون سے گھاٹ کی طرف متوجہ ہوں۔ شاہ ولایت نور فراست سے اس کے دلی خیال پر آگاہ ہوگئے۔ اور فرمایا کہ اے نصیر! فرات کے کنارے پر جا کر بلند آواز سے کہ اے جُمجمہ علی بن ابی طالب دریافت کرتا ہے۔ کہ ہم کس گھاٹ کی طرف جائیں اور فرات کو کہاں سے عبور کریں۔ جب نصیر نے دریا کے کنارے پر جا کر آواز دی اور جُمجمہ کو پکارا۔ تو سات ہزار جُمجمہ نام شخصوں نے جواب دیا۔ کہ فرات میں جُمجمہ نام اشخاص بہت ہیں۔ شاہ دلدل سوار کس جُمجمہ کو چاہتے ہیں نصیر نے شاہ ولایت سے عرض کی۔ فرمایا۔ جُمجمہ ابن کرہ کو چاہتا ہوں۔ نصیر نے پھر آواز دی۔ حضرت جُمجمہ بن کرکرہ کو طلب کرتے ہیں۔ فرات سے آواز آئی۔ کہ کرکرہ بھی بیحد و بیشمار ہیں۔ کونسا کرکُرہ جناب کو مطلوب ہے۔ نصیر نے جو سُنا تھا۔ عرض کیا۔ امیرالمومنین نے فرمایا۔ کہ کرکُرہ بن مرمرہ کو چاہتا ہوں۔ جب نصیر نے جُمجمہ بن کرکُرہ بن مرمرہ کو پکارا۔ تو اس شخص نے لبیک کہا۔ اور بولا اے غلام بیان کر کہ امیرالمومنین کیا حکم دیتے ہیں۔ اس نے کہا۔ کہ وہ فرماتے ہیں۔ فرات کا گذرگاہ کہاں ہے۔ اور خلق خدا کے عبور کرنے کا مقام کونسا ہے۔ بولا۔ اے لڑکے کیا تیری عقل جاتی رہی ہے۔ اور دیوانہ ہوگیا ہے۔ بھلا! جو شخص میرا اور میرے باپ دادا کا نام جانتا ہے۔ اُسے اتنی خبر نہیں کہ فرات کا گھاٹ کہاں ہے۔ تو کس لئے اس کے حالات سے غافل ہے۔ اور اپنی نادانی سے خوارج کی طرح جاہل ہے۔ اے نصیر! تجھ کو معلوم رہے۔ کہ میں ایک ہزار سات سو برس سے اس دریا میں رہتا ہوں۔ اور پروردگار کی رحمت کا امیدوار ہوں۔ نصیر نے جب یہ باتیں سُنیں۔ تو نہایت بے کل اور بیقرار ہُوا۔ اور حاضر خدمت ہو کر عرض کی۔ کہ جُمجمہ کے زندہ ہونے کی دعا فرمائیں۔ ابھی حضرت کی دُعا ختم نہ ہوئی۔ کہ جُمجمہ زندہ ہو کر دریا سے نکلا۔ اور آ کر حضرت کی رکاب کو بوسہ دیا۔ جب نصیر نے یہ عجیب وغریب واقعہ مشاہدہ کیا۔ تو کافر ہوگیا۔ اور بولا یا علی تو خدا ہے۔ اور رہنما ہے۔ اور کریم و رحیم تو ہی ہے۔ اور جبار و ستار تو ہی ہے۔ امیرالمومنین نے کافر ہو جانے کی وجہ سے ذوالفقار کے ساتھ اس کا سر تن سے اڑا دیا۔ اور

پھر دعا فرما کر زندہ کیا۔ راوی بیان کرتا ہے کہ امیر المؤمنین نے ستر دفعہ نصیر کو قتل کیا۔ اور پھر زندہ کیا۔ قاسم کاہی فرماتے ہیں:۔ **بیت**

زلطف وقہر او بمردو زندہ شد صدرہ ہمانا بود اعجازِ مسیحا کار او یکسر

مؤلف عرض کرتا ہے۔ کہ خطبۃ البیان سے امیر المومنین کے کلام نصرت آیات کی شرح میں بابِ فضائل کے اندر یہ لکھا گیا ہے کہ امیر نے فرمایا۔ اَقْتُلُ مَرَّتَیْنِ وَاُحْیِیْ مَرَّتَیْنِ یعنی میں ہوں وہ شخص جو دو بار قتل کرتا ہوں اور دوبارہ زندہ کرتا ہوں۔ یہاں ستر بار مروی ہے۔ ظاہراً یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ جُمجمہ مذکور کے زندہ کرنے سے پہلے اس قسم کا معجزہ حضرت سے ظاہر ہوا ہوگا۔ اس لئے آپ نے ارشاد فرمایا ہوگا۔ اور اگر یہی جُمجمہ مراد ہے۔ پس پہلا قول زیادہ ترجیح ہے۔ کیوں کہ آپ کا کلام معجز نظام اس پر جاری ہے۔ وَاللّٰہُ تعالیٰ اعلم بحقائق الامور۔

القصہ حضرت جمجمہ سمیت فرات سے عبور کرکے کوفہ میں واپس آئے۔ راوی کہتا ہے۔ کہ جُمجمہ ستر سال اور زندہ رہا۔ بعد ازاں عالم آخرت کو سدھارا۔ **بیت**

آمدی باز از جراحت تازہ کردی میہنہ را بار دیگر زندہ کردی کشتۂ دیرینہ را

منقبت ۶۲۔ نیز کتاب مذکور میں سلمان فارسیؓ سے منقول ہے کہ ایک روز امام حسن رضوان اللہ علیہ جناب امیر المومنین کرم اللہ وجہہ کے سامنے تقریر کر رہے تھے۔ اور قرآن سے سلیمان علیہ السلام کی سلطنت کا حال بیان کرتے تھے۔ اسی اثنا میں ذکر کیا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ عُلَمَآءُ اُمَّتِیْ کَاَنْبِیَآءِ بَنِیْ اِسْرَآئِیْلَ (میری امت کے علما بنی اسرائیل کے انبیا کی مانند ہیں) اور آپ یا امیر المومنینؑ اس امت میں سب اولیاء سے افضل اور تمام علماء سے اعلم ہیں۔ اور خدا تعالیٰ نے حضرت سلیمان کو ملک عظیم عطا فرمایا تھا۔ آپ کو کیا چیز عنایت کی ہے۔ امیر المومنینؑ نے دعا کے لئے ہاتھ اُٹھائے۔ فوراً ایک ابر کا ٹکڑا ہوا میں نمودار ہوا۔ اور اونٹ کی طرح آپ کے آگے آکر زمین پر سینہ لگا کر بیٹھ گیا۔ امیر امامین کو لے کر اس پر سوار ہوئے۔ اور میں بھی آنجناب کے اشارے سے اس پر بیٹھ گیا۔ اور بادل نے پرندے کی طرح اُڑنا شروع کیا۔ اور ایک خشک درخت کے پاس جا کر اُترا۔ امیر المومنینؑ نے امام حسنؑ سے فرمایا۔ درخت کی طرف متوجہ ہو۔ اور اس سے حال دریافت کرو۔ جب حضرت نے بموجب ارشاد امیر المؤمنین اس درخت سے سوال کیا۔ تو اس نے اپنا حال اس طرح سے بیان کیا۔ کہ اے شاہزادۂ دوجہان علیؑ عالی مقام رات کو اس مقام پر عبادت کیا کرتے تھے۔ ان کے قدوم فرحت لزوم کی برکت اور میمنت سے میں ہرا بھرا اور ترو تازہ رہتا تھا۔ جب سے رسول خدا صلعم نے اس دار فانی سے عالم باقی کی طرف رحلت فرمائی ہے۔ حضرت نے آنا ترک کر دیا ہے۔ آپ کی جدائی کے غم سے میری یہ حالت

ہوگئی ہے۔ امیر المومنینؑ کی خدمت میں میرا حال عرض کیجئے۔ کہ میری سرسبزی کے لئے دُعا فرمائیں۔ امام عالی مقام نے جب اس کا حال خدمت اقدس میں عرض کیا! تو امیرؑ نے دعا کے لئے ہاتھ اُٹھا کر دعا کی۔ حق تعالیٰ نے اس درخت فرخندہ بخت کو سرسبز اور ہرا بھرا کر دیا۔ اور اس کے نیچے پانی کا ایک چشمہ جاری کیا۔ بعدازاں بادل وہاں سے اُڑا۔ اور ایک بحر بے پایاں کے کنارے جا کر اُترا۔ میں نے وہاں پر ایک پرندہ اونٹ کے برابر دیکھا۔ جس کے پَر گر گئے تھے۔ اور بازو شکستہ ہوگئے تھے۔ اور محزون و ملول سمندر کے کنارے بیٹھا تھا۔ امیر المومنینؑ نے امام حسنؑ سے فرمایا۔ اس بے بال و پَر پرندے سے اس انقلاب کی کیفیت دریافت کر کے مجھ سے بیان کرو امامؑ نے جا کر حال دریافت کیا۔ اس نے جواب دیا۔ اے شاہزادۂ دنیا و دیں۔ میں ایک فرشتہ ہوں۔ امیر المومنینؑ کے ساتھ صدر بہشت میں میرا مکان تھا۔ اور وہاں عبادت کیا کرتا تھا۔ جب سے سلطان انبیا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے دنیا کو رخصت کر کے عالم آخرت کی طرف توجہ فرمائی ہے۔ میں اپنے عبادت خانے سے الگ ہوں۔ اور اس دُوری کے سبب گریہ وزاری کرتا ہوں۔ میرے بال و پَر شکستہ ہوگئے۔ اور میرا راحت و آرام جاتا رہا۔ امیر المومنینؑ کی خدمت میں عرض کیجئے۔ کہ میرے حق میں دعا فرمائیں۔ کہ خدا تعالیٰ مجھ کو بال و پَر عطا فرمائے۔ امام حسنؑ نے اس کا سارا حال حضرت کی خدمت میں عرض کیا۔ امیر المومنینؑ نے اس کے لئے دعا فرمائی۔ فوراً بال و پَر عطا ہوئے جب اس کو پَر و بال مل گئے۔ تو دریا کے کنارے سے اُڑ کر امیر المومنینؑ کی قدم بوسی کے لئے حاضر ہوا۔ اور تحیت و سلام کے ادا کرنے کے بعد عرض کی۔ اے سرتاج خلق آپ کو اور آپ کے دوستوں کو ملک علّام کے حکم سے روضۂ رضوان اور حور و غلمان کی بشارت ہو۔ امیرؑ نے فرمایا۔ اے فرشتہ! تو بہشتِ جاوداں اور نعمت بیکراں کی بشارت کیونکر دیتا ہے؟ فرشتہ نے عرض کی۔ کہ خالق مطلق اور قادر برحق نے اپنی رحمت خاص سے ایک سمندر خلق فرمایا ہے اور اس میں بیشمار پرندے خلق فرمائے ہیں۔ جس وقت کوئی بندہ اطاعت کا طریقہ اختیار کرے۔ اور اعتقاد دلی سے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہے۔ تو دریائی پرندے پانی سے سر نکال کر شوق و نشاط کی تیاری کرتے ہیں۔ اور جب مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ زبان پر جاری کرے۔ تو کثرت ذوق و طرب سے اپنے بازوؤں کو جھاڑتے ہیں اور اگر وہ بندہ آپ کا نام مبارک زبان پر نہ لائے۔ تو شور و غل مچا کر بارگاہ الٰہی میں عرض کرتے ہیں اے بارخدا! اپنی رحمت کو اس بندے سے دور رکھ۔ جس نے اس کلمے کو ناتمام رکھا۔ اور اگر آپ کا نام لے تو اس کے لئے استغفار کرتے ہیں۔

بعدازاں وہ بادل پھر ہوا میں اُڑا۔ اور یاجوج و ماجوج کی سرحد میں جا کر اُترا۔ وہاں پر میں نے ایک گروہ کو دیکھا۔ جن میں سے بعض کے قد تو پچاس گز کے تھے۔ اور بعض کے نوّے گز کے۔ اور ان کے اعضا بھی ان کے قد کے مناسب تھے۔ وہاں سے روانہ ہو کر ایک نہایت شور و غل والے شہر میں اُترا۔ اور نقاروں۔ نفیریوں

اور باجوں کی آوازیں ہمارے کانوں میں آئیں۔ دونوں شہزادوں نے اپنے والد ماجد سے دریافت کیا۔ کہ یہ شور و غل کیسا ہے۔ فرمایا۔ اس شہر میں شور و غل کی یہ وجہ ہے کہ اس کا اتصال برج شمس سے ہے۔ اور شمس میں سے اس قدر زور و شور کی آواز نکلتی ہے۔ کہ اگر خلقت اس آواز کو سن پائے۔ تو اس کے خوف اور ہیبت سے بچے مر جائیں۔ اور حاملہ عورتوں کے حمل ساقط ہو جائیں۔ اس وجہ سے تہلیل و تکبیر اور نقارہ و نفیری پر یہاں کے باشندوں کی اوقات بسری ہوتی ہے۔ بعدازاں دونوں صاحب زادوں نے عرض کی۔ اے پدر بزرگوار اب وطن مالوف یعنی شہر مدینہ کی طرف تشریف لے چلئے۔ جناب امیرؑ کے حکم سے بادل نے تھوڑی دیر میں مدینہ میں پہنچا دیا۔

منقبت ۳۲۔ مخدوم جہانیاں قدس سرہٗ کے ملفوظات میں لکھا ہے کہ ایک روز عمر بن الخطابؓ اپنی خلافت کے عہد میں امیرالمومنین علیؑ کے دولت خانے میں رونق افروز تھے۔ کہ ایک قافلہ مکہ معظمہ کو روانہ ہوا۔ اور ثابتؓ نے جو زاہد صحابہ میں سے تھا۔ آکر کہا۔ کہ میر قافلہ کے سپرد کر دیجے تاکہ میں فراغت سے سفر کروں۔ جب قافلہ سالار دونوں امیروں سے وداع ہونے آیا۔ تو اس کی سفارش کر کے حوالہ کر دیا گیا قافلے والے حتی الامکان اس کی تعظیم و تکریم میں نہایت کوشش کرتے تھے۔ چونکہ ثابت ایک وجیہہ اور خوبصورت جوان تھا۔ ایک عورت نے اپنے آپ کو اس کے سامنے پیش کیا۔ چونکہ وہ زور و روع میں اسم بامسمیٰ تھا۔ اس کی طرف ذرا بھی التفات نہ کی۔ عورت نے کہا تجھے ایسی بلا اور تہمت میں گرفتار کرونگی جس کی شرمندگی سے کبھی نہ چھوٹے گا۔ ثابت نے جواب دیا۔ کہ خدائے تعالیٰ عادل ہے۔ عورت نے غلبۂ شہوت کی وجہ سے اپنی مراد ایک غلام سے حاصل کی۔ اور حاملہ ہو گئی۔ جب وہ حمل سے واقف ہوئی۔ تو اُس کو ثابت کے سر تھوپنے کا ارادہ کیا۔ ایک رات ثابت کو سوتا دیکھ کر اپنے زیورات کا ڈبہ اس کے اسباب میں چھپا دیا۔ صبح کو شور مچایا۔ کہ میرا مال چور لے گئے۔ قافلہ سالار نے کہا۔ اس جنگل میں ہم گنتی کے چند مرد ہیں۔ کوئی شہر اور گاؤں تو نہیں ہے۔ کہ سراغ نہ مل سکے۔ لوگوں کے اسباب میں تلاش کرو۔ کیونکہ یہاں سے باہر نہیں جا سکتا۔ سب کا اسباب دیکھ لیا۔ کہیں نہ ملا۔ عورت نے کہا۔ ثابت کا اسباب بھی دیکھو۔ بعض مومنوں نے جو اس کے حالات سے خوب واقف تھے۔ کہا۔ اس بزرگوار سے ایسی بدحرکت ہرگز وقوع میں نہیں آسکتی۔ عورت بولی۔ میرا گمان اس پر ہے۔ جب تلاش کیا۔ تو زیورات کا ڈبہ اس میں سے نکل آیا۔ بعدازاں عورت نے کہا۔ کہ یہ حمل بھی ثابت ہی کا ہے۔ کہ ایک رات جبراً مجھ سے زنا کیا تھا۔ چوری اور زنا کے ثابت ہو جانے کے بعد قافلہ سالار نے ثابت کے گلے میں رسّی ڈال کر اس عورت سمیت خلیفۂ وقت کے پاس بھیج دیا۔ خلیفہ نے اس کے سنگسار کرنے کا حکم دیا۔

روایت میں ہے۔ کہ اس روز مدینہ منورہ میں ہل چل پڑ گئی۔ جب یہ وحشت ناک خبر امیرالمومنینؑ کے

گوش مبارک میں پہنچی۔ امام حسنؑ کو بھیجا کہ میرے آنے تک ثابت کو اسی طرح رہنے دیں۔ ساتھ ہی خود بھی پہنچ گئے اور آ کر عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔ تم سوچ سمجھ کر کیوں حکم نہیں دیا کرتے۔ خصوصاً قتل کے باب میں۔ بعد ازاں امام حسنؑ ہی کو عورت کے بلانے کے لئے بھیجا۔ عورت نے پوچھا۔ مجھے کس نے بلایا ہے۔ فرمایا۔ امیر المومنین علیؑ نے۔ دل میں کہنے لگی کہ افسوس اب میری رسوائی کا وقت آ گیا۔ جب وہ حاضر ہوئی۔ تو امیرؑ نے اس سے فرمایا۔ تو مجھے پہچانتی ہے۔ میں علیؑ ابن ابی طالب ہوں۔ میرے سامنے خلاف نہ کہنا۔ اور سچ سچ بیان کر دینا کہ اصلی واقعہ کیا ہے۔ اور یہ حمل تجھ کو کس کا ہے؟ وہ بولی کہ ثابت کا۔ اور خلیفہ زمان کے سامنے چوری بھی ثابت ہو چکی ہے۔ جب جناب امیرؑ نے دیکھا کہ عورت سچ نہیں کہتی۔ اور اپنے قول پر اصرار کرتی ہے۔ تو امام حسنؑ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ کہ وہ نیم عصا (لٹھیا) اور پلاس کا ٹکڑا (گاڑھے کا ٹکڑا) جو گھر کے ایک کونے میں رکھا ہے۔ لاؤ۔ جب لے آئے۔ تو پھر نہایت تاکید سے فرمایا۔ کہ سچ سچ بیان کر دے کہ اصل واقعہ کیا ہے؟ جب اس سمجھانے اور تاکید کرنے سے کچھ نتیجہ نہ نکلا۔ تو عورت کو لٹا کر نیم عصا اور وہ کپڑا اس کے پیٹ پر رکھا۔ اور فرمایا۔ اے پیٹ کے بچے! جو کچھ حق اور سچ ہے۔ بیان کر۔ بچہ بحکم قادر مختار بولا۔ میں سچ عرض کرتا ہوں۔ کہ خدا ایک ہے۔ اور محمدؐ مصطفٰے خاتم انبیا ہے۔ اور مرتضٰیؑ حضرت مصطفٰے کا وصی ہے۔ امیرؑ نے فرمایا۔ میں یہ بات نہیں پوچھتا۔ یہ بتا کہ تو کس شخص کا نطفہ ہے؟ اور وہ زیور کا ڈبہ ثابت کے اسباب میں کیونکر چلا گیا۔ بچہ نے جواب دیا۔ اے وصی خیر المرسلین! اس عورت نے کئی بار اپنے آپ کو ثابت کے سامنے پیش کیا۔ جب وہ بزرگوار اس کی طرف ملتفت نہ ہوا۔ تو اس نے ایک غلام سے زنا کیا۔ اور میں اس غلام کا نطفہ ہوں۔ اس غصہ کے مارے اپنا زیورات کا ڈبہ ثابت کے اسباب میں چھپا دیا۔

القصہ اس صاف معجزے کو دیکھ کر سب خلقت حیران رہ گئی۔ اور خلیفۂ زماں کے حکم سے عورت کو سنگسار کیا گیا۔ پھر خلیفہ اور دیگر اصحاب نے نہایت عجز و نیاز سے عرض کی۔ یا امیر المومنینؑ! یہ نیم عصا اور پارچہ پلاس کیا چیز ہے۔ فرمایا۔ ایک روز کا ذکر ہے۔ کہ میں اسی مسجد میں سرور کائنات مفخر موجودات علیہ افضل الصلوٰۃ واکمل التحیات کی خدمت میں بیٹھا تھا۔ کہ ثابت بیچارہ آیا۔ آنحضرت نے نہایت لطف و مرحمت سے اس کی طرف دیکھ کر مجھ سے ارشاد فرمایا۔ کہ ایک روز ثابت کو ایک عورت زنا اور چوری کی تہمت لگائے گی۔ اور اس کے لئے سنگسار کرنے کا حکم دیا جائے گا۔ میں نے عرض کی۔ یا رسول اللہ! اس کی خلاصی کی تدبیر کیا ہوگی؟ اس وقت یہ لکڑی اور گزی کا ٹکڑا مجھے دے کر فرمایا۔ جب اس قسم کا قضیہ پیش آئے۔ تو اس لکڑی اور کپڑے کو عورت کے پیٹ پر رکھنا۔ نطفہ جو رحم میں ہوگا۔ کلام کرے گا۔ اور جو کچھ حق ہوگا۔ بیان کرے گا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے اٹھ کر امیر المومنینؑ کے دونوں ابروؤں کے درمیان بوسہ دیا۔ اور ان کے دونوں دست حق پرست اپنی دونوں آنکھوں پر پھیر کر

فرمایا۔ خدا کی قسم یا علیؓ آنحضرتؐ کے جانشین آپ ہی ہیں۔ نہ کہ اور کوئی۔ خدا تعالیٰ عمر کو آپ کے بغیر ایک لحظہ بھی دُنیا میں نہ رکھے۔

مؤلف عرض کرتا ہے سبحان اللہ۔ ان دونوں بزرگواروں میں باہم ایسا تعلق ہے۔ جیسا کہ اوپر مذکور ہُوا۔ اور بعض گمراہ جاہل خیال محال میں پڑ گئے ہیں۔ اے خدا تمام امت محمدی کو اپنے بے انتہا فضل اور لطف و عنایت کی مدد سے راہ راست کی طرف ہدایت فرما۔ اور نادانی و جہالت کے تاریک پردوں کو ان کی آنکھوں پر سے اُٹھا۔ تاکہ وہ سب کو ایک دیکھیں اور ایک جانیں۔ بحق الحق و اھلہ۔

باب ہفتم

جناب امیر المومنین کرم اللہ وجہہ کے زہد و ورع کے بیان میں

فصل الخطاب میں مرقوم ہے۔ کہ برادرِ مصطفٰے و غریق بحرِ بلا و حریق نارِ ولا و مقتدائے اولیا و اصفیاء امام المشارق و المغارب ابو الحسنؓ علی بن ابی طالب کو طریقت میں شانِ عظیم اور حقیقت میں ایک درجہ رفیع و اعلیٰ حاصل ہے۔ اور اصولِ حقائق کے نکات بیان کرنے میں پوری پوری مہارت رکھتے تھے۔ جُنید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں شَيْخُنَا فِي الْاُصُوْلِ وَالْبَلَاءِ عَلِيُّ الْمُرْتَضٰى كَرَّمَ اللّٰهُ وَجْهَهٗ۔ یعنی ہمارا امام علم طریقت اور معاملات طریقت میں علیؓ مرتضیٰ ہے۔ اس لئے کہ علم طریقت کو اہل طریقت اصول کہتے ہیں۔ معاملات طریقت بلاکشی اور دکھ اُٹھانا ہیں۔

منقول ہے کہ ایک شخص نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی۔ یا امیر المومنینؓ! مجھے کچھ وصیت فرمائیے فرمایا۔ لَا تَجْعَلَنَّ اَكْبَرَ شُغْلِكَ لِاَهْلِكَ وَوَلَدِكَ فَاِنْ يَّكُنْ اَهْلُكَ وَوَلَدُكَ مِنْ اَوْلِيَآءِ اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَوْلِيَآءَهٗ وَاِنْ كَانَ اَهْلُكَ وَوَلَدُ مِنْ اَعْدَاءِ اللّٰهِ فَمَا هَمُّكَ وَشُغْلُكَ لِاَعْدَآءِ اللّٰهِ۔ ترجمہ یعنی تو اپنے اہل و عیال اور اولاد کے کاروبار کو اپنا بڑا شغل نہ بنا۔ کیونکہ اگر یہ خدا کے دوستوں میں سے ہیں تو خدائے بزرگ و برتر اپنے دوستوں کو ضائع نہ کریگا۔ اور اگر وہ خدا کے دشمنوں میں سے ہیں۔ تو تو خدا کے دشمنوں کی غمخواری اور ہمدردی کیوں کرتا ہے۔ **قطعہ**

فرزند بندہ ایست خدا را غمش مخور! تو کیستی کہ بہ ز خدا بندہ پروری

گر مقبل است گنج سعادت ازان اُوست ورنہ براتِ رنج زیادت چہ میبری

منقبت نیز کتاب مذکور یعنی کشف المحجوب سے منقول ہے۔ کہ ایک دن ایک شخص نے امیر المومنین سے یہ سوال کیا۔ کہ سب سے زیادہ پاکیزہ کسب کونسا ہے۔ فرمایا۔ غِنَاءُ الْقَلْبِ بِاللّٰہِ سُبْحَانَہٗ یعنی جو دل خدائے عزّ و جل کی عنایت سے تونگر اور مستغنی ہو جائے۔ دنیا و مافیہا کا موجود نہ ہونا اس کو محتاج اور مفلس نہیں کرتا اور وہ ماسوائے اللہ کے موجود ہونے سے کبھی خوش نہیں ہوتا۔ **رباعی**

خاکش برسر کزیں سرائے اندیشد برجائے نماند وز جائے اندیشد

اندیشۂ نیستی چہ دامن گیرد آں را کہ زہستی خدائے اندیشد

منقبت ترجمہ مستقصٰے میں منقول ہے کہ جب ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے معیت میں طلحہ اور زبیر نے بصرہ پر غلبہ پایا۔ تو طلحہ نے بیت المال میں جا کر جب بے شمار روپیہ موجود پایا۔ تو آیۂ ذیل کی تلاوت کی وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ (فتح ۳) (اللہ تعالیٰ نے تم سے بہت سی غنیمتوں کے پانے کا وعدہ فرمایا ہے۔ اور یہ غنیمت تم کو جلدی اور فوری عطا کی ہے) اور جب امیر المومنین کرم اللہ وجہہ ان پر فتح یاب ہوئے۔ اسی مکان (بیت المال) میں داخل ہوئے۔ جب آپ کی نظر فیض اثر دیناروں پر پڑی۔ تو زبان گوہر فشان سے فرمایا۔ اے زر سرخ مجھے دھوکہ نہ دے۔ اور اے سیم سفید میرے سوا کسی اور کو فریب دے کیونکہ میں تمہارے ناز و انداز اور عشوہ پر فریفتہ نہ ہوں گا۔ اور تمہارے جلوہ نمائی پر مائل نہ ہوں گا۔ اور یہ حدیث نبوی تلاوت فرمائی۔ كُنْ فِي الدُّنْيَا كَاَنَّكَ غَرِيْبٌ اَوْ كَعَابِرِ سَبِيْلٍ۔ یعنی دنیا میں اس طرح رہ گویا تو غریب اور مسافر ہے یا رستے کے عبور کرنے والا اور (رہگذر) رستے پر سے جانے والا ہے۔

رباعی

معشوقۂ دہر چوں کند جلوہ گری در روے نہ کنی نظر اگر دیدہ وری

در دارِ فنا کہ از ثباتست بری مانند غریب باش یا رہگذری

یہی وجہ ہے کہ حکیم سنائی حدیقۃ الحقائق میں ارشاد فرماتے ہیں:۔

مثنوی

کودک از زرد و سرخ بشکیبد مرد بر زرد و سرخ نفریبد

شیر زاتش ہمیشہ پرہیزد جانِ حیدر در آزنا ویزد

اور شیخ عطار قُدِّسَ سِرُّہٗ بھی فرماتے ہیں:۔

مثنوی

سوارِ دیں پسر عمِّ پیمبر شجاعِ شرع و صاحب حوضِ کوثر

زجودش ابر و دریا پر توے بود بچشمش عالم پُر زر جوئے بود

نہ ہرگز آرزوئے سیم و زر داشت نہ ہرگز سوئے سیم و زر نظر داشت

چُناں در راہِ معنی سُرخرو بود — کہ سیم و زر بچشمش خاک کر بُود
تو اے زر زرد گرداز نا امیدی — تو نیز اے سیم میکش ایں سفیدی
چو دنیا آتش و اُو شیر بودہ — ازیں معنی ز دنیا سیر بودہ
اگرچہ کم نشیند گرسنہ شیر — نخورد اونانِ دنیا یک شکم سیر
ازاں جستے بدنیا فقر و فاقہ — کہ دنیا بود پیشش سہ طلاقہ

مؤلف نے کتاب شاہدِ قدسی میں بہ مثنوی کی چند بیتیں دنیا کی مذمت میں عرض کی ہیں۔ جو بموجب حُبُّ الدُّنیَا رَأسُ کُلِّ خَطِیْئَۃٍ وَتَرْکُ الدُّنیَا رَأسُ کُلِ عِبَادَۃٍ۔ یعنی (دنیا کی محبت ہر گناہ کی اصل ہے۔ اور دنیا کو ترک کرنا سب عبادتوں کا راس و رئیس ہے) اس کا ترک کرنا شاہد عبادت کی زینت اور اس کی محبت خطا و عصیان کا سرمایہ ہے۔

نظم

ہر کہ از دل ترکِ دنیا کردہ است — جائے در فردوسِ اعلیٰ کردہ است
ہیچ مردے دل بایں بیوہ نہ بست — ہیچ نامردے ازیں بیوہ نہ رست
جملۂ مرداں طلاقش گفتہ اند — لیک نامرداں باوخوش خفتہ اند
ہر کہ اومرداست خود سوئش ندید — ہیچگہ برابرو درویش ندید
آنکہ نامرداست در دام وی است — مرغ جانش سربسر رام وی است
چیست دنیا؟ ساحر مکارۂ — درپئے او یک جہاں آوارہ
چیست دنیا؟ معدن کذب و دروغ — شمع بزمش ہمچو دودے بیفروغ
چیست دنیا؟ مسکن حرص و ہوس — طالبانش خوار مانندِ مگس
چیست دنیا؟ منزلِ ویرانۂ — سربسر از مکر دام و دانۂ
چیست دنیا؟ مایۂ دیوانگی — قربِ او بخشد ز حق بیگانگی
چیست دنیا؟ دُشمن دیرینۂ — دُشمنِ دیرینۂ پُر کینۂ
چیست دنیا؟ سربسر خواب و خیال — حاصل دنیا و بال آمد و بال
حاصلِ دنیا بود بے حاصلی — عاقلانش غرقِ بحرِ غافلی

منقبت ۳۳ تفسیر حافظی و فخر رازی۔ ترجمۃ الخواص۔ صحائف۔ ہدایۃ السعداء اور ذخیرۃ الملوک میں مرقوم ہے کہ امیرالمومنینؑ جمعہ کے روز نہایت بلاغت اور کمال فصاحت کے ساتھ منبر پہ خطبہ فرما رہے تھے۔ پُرانا لباس جو پیوندں سے بھرا ہُوا تھا۔ زیبِ تن کئے۔ اور ایک تلوار جس میں لیفِ خرما کا بند تھا۔ دستِ مبارک

میں لئے تھے۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے دل میں گذرا۔ کہ یہ حالت امیر المؤمنین کے شایان وسزاوار نہیں آنحضرت کرم اللہ وجہہ علم ولایت سے اس کے دلی خیال پر آگاہ ہوئے۔ اور فرمایا۔ لَقَدْ رَقَّعْتُ مُرَقَّعِیْ حَتّٰی اسْتَحْیَیْتُ مِنْ رَاقِعِهَا مَا لِعَلِیٍّ وَزِیْنَةِ الدُّنْیَا کَیْفَ اَفْرَحُ بِلَذَّةٍ تَفْنٰی وَنَعِیْمٍ لَّا یَبْقٰی وَکَیْفَ اَشْبَعُ وَحَوْلَ الْحِجَازِ بُطُوْنٌ غَرْثٰی وَکَیْفَ اَرْضٰی بِاَنْ اُسَمّٰی اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَلَا اُشَارِکُهُمْ فِیْ خُشُوْنَةِ الْعَیْشِ وَشَدَائِدِ الضَّرِّ وَالْبَلْوٰی۔
یعنی مجھے اس قدر پیوند پہ پیوند لگانے والے سے شرم آنے لگی۔ اور علی کو دنیا کی زینت اور آرائش سے کیا سروکار ہے۔ جس کا پھول کانٹا ہے۔ اور اس کا نوش (شہد) نیش (زہریلا ڈنک) ہے۔ اور میں کیونکر اس لذت سے خوش ہوں۔ جو تھوڑی دیر میں ختم اور فنا ہو جائے گی۔ اور میں کس طرح پیٹ بھر کر کھاؤں جبکہ ملک حجاز میں بہت سے پیٹ خالی اور بھوکے ہوں گے۔ اور بھوک کی زیادتی سے پیچ وتاب کھاتے ہوں گے۔ اور میں کیوں کر اس بات سے خوش ہوں کہ مجھ کو امیر المومنین کہیں۔ اور مسلمان اپنا مقتدا اور پیشوا جانیں اور میں سختیوں اور مشکلوں میں ان کے ساتھ شریک نہ ہوں۔ اور بھوک اور تنگی معاش واحتیاج میں ان کے ساتھ موافقت نہ کروں۔

راوی بیان کرتا ہے۔ کہ ان کلمات بابرکات کے سننے سے حاضرین مجلس فردوس آئیں پر رقت طاری ہوئی اور سب زار زار روئے۔

منقبت ۴: حبیب السیر جلد اول میں مرقوم ہے کہ امیر المومنین کرم اللہ وجہہ کے حقیقی بھائی عقیلؓ تنگی معاش کے سبب معاویہ کے پاس گئے۔ کیونکہ بیت المال سے دو درہم روزانہ وظیفہ مقرر تھا۔ اور خواہش کی۔ کہ اس میں اضافہ کیا جائے۔ تاکہ فراغت سے زندگی بسر ہو۔ ایک دفعہ رات کے وقت کچھ کھانا پکوا کر امیر المومنینؑ کی ضیافت کر کے گھر پہ بلایا۔ اور اثنائے گفتگو میں اپنی مفلسی کا اظہار کیا۔ اور مقررہ وظیفہ میں زیادتی کرنے کی خواہش کی۔ امیر نے پوچھا۔ کہ اس دعوت کا سامان کہاں سے بہم پہنچایا۔ عرض کی۔ کہ کئی دن روزانہ ڈیڑھ درہم خرچ کیا۔ اور آدھا درہم بچایا۔ اور جمع کر کے اس دعوت پر صرف کیا۔ امام المتقین نے فرمایا۔ اس حساب سے معلوم ہوا۔ کہ ڈیڑھ درہم روزانہ تمہاری وجہ معاش کے لئے کافی ہے۔ پھر کس لئے تنگی معاش کی شکایت کرتے ہو؟ عقیل نے مکرر اپنی درخواست پر زور دیا۔ امیر المومنینؑ نے اس سے چھپا کر ایک لوہے کا ٹکڑا چراغ کے شعلہ پر لال کر کے بے خبر اس کے ہاتھ پر رکھ دیا۔ اس نے مضطرب ہو کر کہا اے بھائی! آپ نے میرا ہاتھ کیوں جلا دیا۔ فرمایا۔ اے عقیل جب تم کو دنیا کی اس قدر آگ کی برداشت نہیں ہے۔ تو پھر کیونکر اس بات کو جائز رکھتے ہو۔ کہ میں اہل اسلام کے حقوق میں سے تمہارے حصے سے

زیادہ تم کو دوں۔ اور اس وجہ سے عیاذاً باللہ آتش آخرت کے عذاب میں مبتلا ہو جاؤں عقیل اس بات کی تہ کو نہ پہنچے۔ اور امیر المومنینؑ سے رنجیدہ ہو کر دمشق کو چلے گئے۔ اور امیر المومنینؑ اس بات سے بہت ملول اور آزردہ خاطر ہوئے۔

اور ترجمہ مستقصٰے میں منقول ہے کہ عقیل کے دمشق میں پہنچنے پر معاویہ نے ان کی خاطر تواضع کرنے میں بہت کوشش کی۔ آخر کار ایک روز یہ درخواست کی۔ کہ منبر پر جا کر امیر المومنینؑ اور سبطینؑ کو برا بھلا کہے عقیلؓ نے اس کی صحبت کو ترک کر دیا۔ اور وہاں سے بے خبر نکل آئے۔ اور پھر امیر المومنینؑ کی خدمت میں واپس آ کر توبہ کی۔

منقبت ۵ حبیب السیر جلد دوم میں مرقوم ہے۔ کہ احادیث صحیحہ میں متواتر وارد ہوا ہے۔ کہ امیر المومنین کرم اللہ وجہہ نے کبھی تین دن پے درپے پیٹ بھر کر کھانا نہ کھایا۔ اور اکثر اوقات جَو کی روٹی کے ساتھ سالن کی طرف بھی رغبت نہ فرماتے تھے۔ جب آپ کے اہل بیت کھانا تناول فرمانے کو کہتے۔ تو آپ جواب میں ارشاد فرماتے۔ یَحْسبنی الطَّعام مَا یقیم ظہری۔ یعنی میرے لئے اتنا ہی کھانا کافی ہے۔ جو میری پیٹھ کو قائم رکھے۔ اور مجھ کو میرے پروردگار کی عبادت کرنے سے نہ روکے۔

منقبت ۶ نیز کتاب مذکور میں عدیؓ بن ثابت سے روایت ہے کہ میں ایک روز فالودے کی رکابی سلطان الاولیاء علیؑ مرتضیٰ کی خدمت میں لے گیا۔ ذرا بھی رغبت نہ فرمائی۔ اور ارشاد فرمایا۔ کہ میں اس چیز کا کھانا پسند نہیں کرتا۔ جو سیّد کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ واکمل التحیات نے تناول نہ فرمائی ہو۔

منقبت ۷ نیز کتاب مذکور میں عدیؓ سے مروی ہے کہ ایک روز امیر المومنین کرم اللہ وجہہ نے دو کُرتے موٹے کپڑے کے خریدے۔ اور قنبر سے فرمایا۔ ان میں سے جو پسند ہو۔ لے لو۔ قنبر نے ایک چھانٹ لیا اور دُوسرا کُرتا حضرت نے خود پہنا۔ اس کی آستینیں لمبی معلوم ہوئی۔ اس لئے جس قدر آپ کی انگشتہائے مبارک سے زائد تھیں۔ اس کو کاٹ ڈالا۔

منقبت ۸ اس امر کے بیان میں۔ کہ ایام بیض کے روزے کا حکم حق تعالیٰ نے اصل میں امیر المومنینؑ کو دیا ہے۔ اور دوسرے مومنوں کو بالتبعیت۔

عمدۃ الابرار میں امیر المومنین کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے۔ کہ میں ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور آنحضرتؐ نے مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ اے بھائی! یہ جبرئیلؑ موجود ہیں اور تم کو خدا کی طرف سے سلام پہنچا کر کہتے ہیں کہ فرمان خدا یہ ہے کہ ہر مہینے میں تین روز روزے رکھا کرو۔ پہلے روز کے روزے میں دس ہزار سال کے روزوں کا ثواب پاؤ گے۔ اور دوسرے میں تیس ہزار سال کے

روزوں کا ثواب عنایت ہوگا۔ میں نے عرض کی یا رسولؐ اللہ! یہ ثواب میری ہی ذات سے مخصوص ہے یا جو کوئی یہ تین روزے رکھے۔ اس کو بھی اتنا ہی ثواب ملے گا۔ رسولؐ نے فرمایا۔ جو کوئی تمہاری پیروی اور متابعت کی نیت کرکے یہ تین روزے رکھے گا۔ اس کو بھی اتنا ہی ثواب ملے گا۔ میں نے عرض کی۔ یا رسولؐ اللہ! وہ تین روزے کون سے ہیں۔ فرمایا کہ ایامِ بیض (تیرھویں چودھویں پندرھویں تاریخ ہر مہینے کی)

منقبت ۹ روضۃ الشہدا میں جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں۔ کہ میں خدائے یگانہ کی وحدانیت کی قسم کھا کر کہتا ہوں۔ کہ میں نے احمد محمود صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اس آسمان نیل گوں کے نیچے مرتضیٰ علیؑ سے بڑھ کر کوئی زاہد نہیں دیکھا۔ کہ دنیائے فانی کے مال و متاع سے بالکل قطع تعلق کرکے ریاضت کے منتظر بمحض مشاہدہ الٰہی کے امیدوار تھے۔

منقبت ۱۰ نیز کتاب مذکور میں منقول ہے۔ کہ امیر المومنینؑ کے عہدِ خلافت میں بصرے سے لے کر سُغد سمرقند تک تمام ملک آپ کے قبضۂ اقتدار میں تھا۔ اور آپ اس درجہ متواضع تھے کہ کوفہ کے بازار میں پیادہ پا چلا کرتے تھے۔ چنانچہ جو لوگ اپنے دنیوی کاروبار میں مشغول ہوتے۔ اور اپنے امیر سے واقف نہ ہوتے جب وہ حضرت کے گرد ہجوم کر لیتے تو نہایت مہربانی اور شفقت سے فرماتے۔ اے مسلمانو! علی کو راہ دو۔ جب لوگ آپ کی دلنواز آواز سُنتے۔ رستہ چھوڑ دیتے۔

منقبت ۱۱ نیز کتاب مذکور میں منقول ہے۔ کہ روایاتِ صحیحہ میں اسانیدِ صحیحہ سے وارد ہُوا ہے۔ کہ ایک روز امیر المومنین کرم اللہ وجہہ اپنے ضروری اسباب کو خرید کر خود اُٹھائے لئے جا رہے تھے آپ کے ایک خادم نے آکر عرض کی۔ یہ بوجھ مجھے دیجئے۔ کہ میں اُٹھالوں۔ فرمایا۔ اَبُوالْعِیَالِ اَحَقُّ اَنْ تَحْمِلَ۔ یعنی صاحب عیال ان کا بوجھ اُٹھانے کا زیادہ ترحق دار ہے خادم نے عرض کی۔ یا امیر المومنین۔ اور اے وصی خیر المرسلین! آپ رسولِ خدا کے خلیفہ برحق ہیں۔ اور مومنوں کے امام اور پیشوا ہیں۔ اس لئے یہ بات آپ کے شایاں اور مناسب نہیں ہے۔ جواب میں ارشاد فرمایا۔ لَا یَنْقُصُ الرَّجُلُ مِنْ کَمَالِہٖ مَا یَحْمِلُ اِلٰی عِیَالِہٖ۔ یعنی عیال کے لئے بوجھ اُٹھانے سے مرد کے کمال میں کچھ کمی واقع نہیں ہوتی۔

منقبت ۱۲ ذخیرۃ الملوک مصنفہ میر سید علی ہمدانی قدس سرہ میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ کہ جب امیر المومنین کرم اللہ وجہہ خلافت ظاہری پر مسند نشین ہوئے۔ تو امامین کو اپنی صحبت سے الگ کر دیا۔ اس کا سبب یہ تھا۔ کہ حسن سلام اللہ علیہ سیرت اور صورت میں سب مخلوقات کی نسبت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ تر مشابہت رکھتے تھے۔ اس لئے آپ

ان کی حرمت اور ان کی بات کو رد نہ فرماتے تھے۔
منقبت ۱۳؎ نیز کتاب مذکور میں ابن عباس سے منقول ہے۔ کہ امیرالمومنینؑ ہفتہ میں ایک صاع جَو کا آٹا پسوا کر کدو میں بھر لیتے۔ اور اس کے سر پر مہر لگا دیتے ہیں۔ اور کبھی اس میں سے ایک روٹی پکا کر افطار کرتے۔ اور کبھی ایک ہتھیلی بھر آٹے ہی پر قناعت کرتے۔ پھر بند کر کے مہر لگا دیتے۔ لوگوں نے عرض کی۔ یا امیرالمومنین! آپ اس پر مہر کیوں لگاتے ہیں؟ فرمایا۔ اس وجہ سے کہ کہیں حسنینؑ اس میں کچھ گیہوں کا آٹا نہ ملا دیں۔ ایک روز عرب کا ایک بادشاہ امام حسنؑ کی زیارت کے لئے مسجد میں آیا۔ اس وقت لوگ مغرب کی نماز سے فارغ ہو کر چلے گئے تھے۔ اور امیرالمومنین کرم اللہ وجہہ وہاں بیٹھے تھے۔ اور کدو آگے رکھے افطار کر رہے تھے۔ جب وہ شخص نماز سے فارغ ہُوا۔ تو امیرالمومنین نے ایک مٹھی آٹا اس کو دیا۔ اس نے پگڑی کے ایک کونے میں باندھ لیا۔ اور امام حسنؑ کی خدمت میں حاضر ہُوا۔ جب دستر خوان بچھا۔ اور رنگا رنگ کے کھانے اس پر چنے گئے۔ تو اس شخص نے اس میں سے کچھ کھانا اُٹھا کر عرض کیا۔ کہ ایک شخص مسجد میں بھوک کے مارے جَو کا آٹا کھا رہا ہے۔ مجھ کو اس پر رحم آیا۔ اگر اجازت ہو۔ تو یہ کھانا اس کو پہنچادوں امام حسنؑ نے رو کر فرمایا۔ وہ محتاج جو تو نے دیکھا ہے۔ وہ دین و دنیا کا بادشاہ اور خلیفۂ وقت ہے۔ اُس نے خود اس حالت کو اختیار کیا ہے۔
منقبت ۱۴؎ نیز کتاب مذکور میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ کہ ایک روز میں نے عرض کی۔ یا امیرالمومنین! کیا ہی اچھا ہو کہ آپ نیا لباس پہنیں۔ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے اہلِ اسلام کے امیروں (حاکموں) کو حکم دیا ہے۔ کہ اپنا کھانا اور پہننا ادنیٰ ترین رعیت جیسا رکھیں۔ تاکہ مال دار اپنی زندگانی میں ان کی پیروی کریں۔ اور ضعیف اور مفلس لوگ فقر و فاقہ کی وجہ سے غم و افسوس میں مبتلا نہ ہوں۔
منقبت ۱۵؎ نیز کتاب مذکور میں منقول ہے۔ کہ امیرالمومنین کرم اللہ وجہہ نے اپنے عہد خلافت میں ایک روز بازار میں جا کر تین درہم کو ایک پیراہن خریدا۔ اور اس کی آستین اور دامن جس قدر ہاتھ کے سروں اور ٹخنے سے بڑھے ہوئے تھے۔ کاٹ ڈالے۔ حاضرین نے عرض کی۔ آپ نے ایسا کیوں کیا۔ فرمایا۔ یہ پاکیزگی کے زیادہ تر قریب اور تواضع کے زیادہ تر مناسب ہے۔ اور مومنوں کی پیروی کے لئے زیادہ تر سزاوار ہے۔
منقبت ۱۶؎ نیز کتاب مذکور میں مرقوم ہے کہ جب نماز کا وقت داخل ہوتا۔ تو امیرالمومنین علیؑ

نہایت مضطرب ہوتے اور رنگ مبارک متغیر ہوجاتا۔ حاضرین عرض کرتے۔ یا امیرالمومنین! آپ کو کیا صدمہ پہنچا۔ جو اس قدر اضطراب اور بے چینی لاحق ہوئی۔ جواب میں فرمایا۔ کہ اس امانت کی ادائیگی کا وقت آ پہنچا۔ کہ زمین و آسمان جس کے اُٹھانے کی طاقت نہ رکھتے تھے۔

منقبت تفسیر حسینی میں منقول ہے۔ کہ آپ کی عبادت کا یہ حال تھا۔ کہ ہر رات آپ کے خلوت خانے سے ہزار تکبیر احرام کی آواز سنتے تھے۔ اور نماز میں استغراق و محویت کی یہ نوبت تھی۔ کہ جنگِ احد میں جب مخالفین کا تیر آپ کے پائے مبارک میں لگا۔ اور اس کی پیکان اس طرح گڑ گئی۔ کہ اس کا نکالنا سخت مشکل ہوگیا۔ اور امیرالمومنین علیہ السلام بھی زنبور سے کھینچنے کی تکلیف کو برداشت نہ کر سکے۔ آخر کار جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ کہ جب علی بن ابی طالب نماز میں کھڑے ہوں۔ تو زنبور سے پکڑ کر نکال لیں۔ اور ایک روایت میں ہے۔ کہ حضرت نے خود ہی ایسا فرمایا تھا۔

الغرض جب نماز کے وقت تیر کو پائے مبارک سے نکالا۔ تو تمام مصلّی خون سے بھر گیا۔ اور امیرالمومنینؑ کو ذرا بھی خبر نہ ہوئی۔ چنانچہ شیخ عطار قدس سرہٗ نے اس واقعہ کو نظم فرمایا ہے۔ **بیت**۔

چناں شد در نماز او محو سبحاں — کہ از پائش بروں کردند پیکاں

اور محقق نامی ملا عبدالرحمن جامی نے تحفۃ الاحرار میں اس واقعہ کو پورا نظم کیا ہے۔ **مثنوی**

شیر خدا شاہِ ولایت علی — صیقلی شرکِ خفی و جلی
روزِ اُحد چوں صفِ ہیجا گرفت — تیر مخالف بہ تنش جا گرفت
غنچۂ پیکاں بگل اُو نہفت — صد گل راحت زگلِ او شگفت
روئے عبادت سوئے محراب کرد — پشت بدرد سر اصحاب کرد
خنجر الماس چو بند اختند — چاک بہ تن چوں گلشن انداختند
غرقہ بخوں غنچہ زنگار رگوں — آمد ازاں گلبنِ احساں بروں
گل گل خونش بمصلا چکید — گفت چو فارغ زنماز آں بدید
کیں ہمہ گل چیست تہ پائے من — ساختہ گلزار مصلائے من
صورتِ حالش چو نمودند باز — گفت کہ سوگند بہ دانائے راز
کز الم زخم ندارم خبر — گرچہ ز من نیست خبر دار تر
طائر من صدر نشین شد چہ باک — گر سود م تن چو قفس چاک چاک
جامی از آلائش تن پاک شو — در قدم پاک رواں خاک شو

باشدازاں خاک بگردے رسی گرد شگافی و بمردے رسی

منقبت ۳۵ منقول ہے۔ کہ ایک روز امیرالمومنین و امام المتعبدین نے افطار کے وقت ایک سوکھی روٹی نکالی۔ اور اس کو توڑنا چاہا۔ تین دفعہ زور کیا۔ مگر توڑ نہ سکے۔ یہ حال دیکھ کر حاضرین مجلس میں سے ایک شخص نے عرض کی۔ یا امیرالمومنین! آپ نے خیبر کا دروازہ جو اتنا بڑا اور اس قدر بھاری تھا۔ دو انگلیوں سے اُکھاڑ کر اپنی سپر بنایا تھا۔ آج روٹی کے توڑنے میں یہ ضعف و ناتوانی کیسی؟ فرمایا۔ اے شخص! وہ قوت حق کے واسطے تھی۔ اور یہ ضعف و ناتوانی اپنے نفس کے واسطے ہے۔ ایک شاعر ہندی نے اس واقعہ کو کیا ہی دلچسپ پیرائے میں ادا کیا ہے۔ نظم (مخمس)

شکیل ایسے کہ بہتر روئے روشن ماہ کامل سے رحیم ایسے بدی کا حرف زائل یک قلم دل سے
سخی ایسے کہ جیتے جی لیا بدلہ نہ قاتل سے ضعیف ایسے کہ توڑا نان جو حضرت نے مشکل سے
قوی ایسے کہ دروازہ اُکھاڑا شہ نے خیبر کا

باب ہشتم

امیرالمومنین کرم اللہ وجہہ کی سخاوت اور اس کے متعلقات کے بیان میں

منقبت ۱ امالی زبدۃ المحققین شیخ شہید رحمۃ اللہ علیہ میں باسناد طویل خالد بن ربعی سے مروی ہے۔ کہ ایک دن امیرالمومنین کرم اللہ وجہہ خانہ کعبہ کے اندر داخل ہوئے۔ ایک اعرابی کو دیکھا۔ کہ کعبہ کے پردے سے لپٹا ہوا کہ رہا ہے۔ یَاصَاحِبَ الْبَیْتِ اَلْبَیْتُ بَیْتُكَ وَالضَّیْفُ ضَیْفُكَ وَلِکُلِّ ضَیْفٍ مِّنْ ضَیْفِكَ قِرًی وَّاجْعَلْ لِیْ قِرَایَ مِنْكَ فِیْ هٰذِهِ اللَّیْلَةِ الْمَغْفِرَةَ۔ یعنی اے اس گھر کے مالک! یہ گھر تیرا گھر ہے۔ اور یہ مہمان تیرا مہمان ہے۔ اور تو نے اپنے ہر مہمان کے واسطے ایک مہمانی و ضیافت مہیا فرمائی ہے۔ پس میرے لئے اس رات میں اپنی مغفرت اور آمرزش کو مہمانی قرار دے۔

امیرالمومنینؑ نے اپنے اصحاب سے فرمایا۔ کہ تم اس اعرابی کا کلام سُن رہے ہو۔ اُنہوں نے

عرض کی۔ کہ ہاں۔ فرمایا۔ وہ کہتا ہے۔ کہ خدا اس سے بزرگ و برتر ہے۔ کہ اپنے مہمان کو رد کرے یعنی خالی واپس کر دے۔

جب دوسری رات ہوئی۔ تو امیرالمومنین نے اس اعرابی کو دیکھا۔ کہ اسی رُکن سے لپٹا ہوا ہے۔ اور کہہ رہا ہے۔ یَاعَزِیْزُ فِیْ عِزِّكَ فَلَا اَعَزَّ مِنْكَ فِیْ عِزِّكَ اَعِزَّلِیْ بِعِزِّكَ فِیْ عِزٍّ لَّا یَعْلَمُ اَحَدٌ کَیْفَ هُوَ اَتَوَجَّهُ اِلَیْكَ وَ اَتَوَسَّلُ بِكَ بِمُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ عَلَیْكَ اَنْ تُعْطِیْنِیْ مَا لَا یُعْطِیْنِیْ اَحَدٌ غَیْرُكَ وَاصْرِفْ عَنِّیْ مَا لَا یَصْرِفُهٗ اَحَدٌ غَیْرُكَ۔ یعنی اے خدا کہ اپنی عزّت کے عالم میں عزیز و بزرگ ہے۔ پس تیری عزت کے مقابلے میں کوئی تجھ سے بڑھ کر عزیز و بزرگ نہیں ہے۔ اپنی عزت کا واسطہ اس عالم عزت میں کہ کوئی شخص نہیں جانتا۔ کہ وہ کیسا ہے۔ میں تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ اور محمدؐ و آل محمدؐ کی حرمت کے واسطے سے تجھ سے متوسل ہوتا ہوں۔ تجھ پر لازم ہے۔ کہ تو مجھے وہ چیز عطا کرے۔ جو تیرے سوا اور کوئی مجھے نہ دے اور مجھ سے اس چیز کو دور کر دے۔ جو تیرے سوا اور کوئی دور نہ کرے۔ جناب امیرالمومنینؑ نے اپنے اصحاب سے فرمایا۔ یہ سُریانی زبان میں اسم اکبر ہے۔ اور اس لُغت سے میرے حبیب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے خبردار فرمایا ہے۔ سُبحان اللہ! اعرابی نے خدا سے بہشت کا سوال کیا۔ اور اس کو پالیا۔ اور دوزخ سے نجات پانے کا سوال کیا۔ اور اس کو حاصل کیا۔

تیسری رات کو پھر امیر المومنینؑ نے اس اعرابی کو دیکھا کہ اُسی رُکن سے لپٹا ہوا کہہ رہا ہے۔ یَا مَنْ لَّا یَحْوِیْهِ مَکَانٌ وَّ لَا یَخْلُوْ مِنْهُ مَکَانٌ وَّ کَانَ بِلَا کَیْفِیَّةٍ اُرْزُقِ الْاَعْرَابِیَّ اَرْبَعَةَ الٰافِ دِرْهَمٍ۔ یعنی اے وہ خدا کہ اُس کے لئے مکان سزاوار نہیں ہے۔ اور نہ اس سے کوئی مکان خالی ہو سکتا ہے اور اس کو استمرار و استقرار بلا کیفیت حاصل ہے۔ تو اعرابی کو چار ہزار درہم عطا فرما۔ امیر اعرابی کے پاس تشریف لے گئے۔ اور فرمایا۔ اے اعرابی! تو نے خدا سے مہمانی طلب کیا۔ خدا نے تجھ کو عطا فرمائی۔ تو نے بہشت کا سوال کیا۔ اللہ تعالیٰ نے تجھے مرحمت فرما۔ تو نے دوزخ سے نجات پانے کا سوال کیا۔ اللہ تعالیٰ نے تجھ کو دوزخ سے نجات بخشی۔ اب آج کی رات چار ہزار درہم کا سوال کرتا ہے؟ اعرابی نے پوچھا۔ تم کون شخص ہو؟ فرمایا۔ میں علیؑ بن ابی طالب ہوں۔ یہ سُن کر اعرابی بولا۔ آپ ہی تو میرا مقصود و مراد ہیں۔ اور میری حاجت آپ کے ہی ذریعہ پوری ہو گی۔ امیر نے فرمایا تو چار ہزار کس غرض سے چاہتا ہے۔ عرض کی۔ ایک ہزار تو بیوی کے مہر میں دوں گا۔ ہزار سے قرض ادا کروں گا، اور ہزار میں مکان خریدوں گا۔ اور ایک ہزار وجہ معاش اور گزارے کے لئے فرمایا۔ جب تو مکہ سے مدینہ

ہیں آئے تو میرے گھر پر آنا۔ کہ تیری مراد پوری ہو گی۔ اعرابی نے ایک ہفتہ تو مکہ معظمہ میں قیام کیا بعدازاں مدینہ میں پہنچ کر آواز دی۔ کوئی ہے جو مجھے علیؑ ابن ابی طالب کے گھر کا پتہ بتائے۔ امام حسینؑ نے فرمایا۔ میں لے چلوں گا کہ وہ میرے باپ ہیں۔ پھر امیرالمومنینؑ کی خدمت میں آکر اس کا حال عرض کیا۔ امیرؑ نے جناب فاطمہؑ سے دریافت کیا۔ گھر میں کچھ ہے۔ کہ اعرابی کو کھلاؤں۔ عرض کی۔ کچھ نہیں۔ تب سلمان فارسی کو بلوا کر فرمایا۔ جو باغ جناب رسولِ خدا نے میرے لئے لگایا ہے۔ اسے فروخت کر دو۔ سلمانؓ نے چند روز میں وہ باغ بارہ ہزار درہم کو فروخت کر کے روپیہ حاضر کیا۔ امیر نے چار ہزار درہم حسب وعدہ اعرابی کو مرحمت فرمائے۔ اور چالیس درہم اور خرچ کے لئے اس کو عطا کئے باقی روپیہ حق داروں میں تقسیم کر دیا۔ جب گھر میں آئے تو جناب فاطمہؑ نے عرض کی۔ آپ نے وہ باغ جو میرے پدرِ عالی مقدار نے لگایا تھا۔ فروخت کیا ہے۔ فرمایا۔ ہاں۔ ایسی قیمت پر جس کا عاجل (نقد) اور آجل (ادھار) اس سے بہتر ہے۔ عرض کی۔ قیمت کہاں ہے۔ فرمایا مانگنے سے پہلے محتاجوں کو تقسیم کر دی اور مجھے شرم آئی۔ کہ ان کو سوال کرنے کی ذلت و خواری سے ذلیل و خوار کروں۔ فاطمہ زہرا نے عرض کی۔ کہ میں بھوکی ہوں۔ حسنینؑ بھی بھوکے ہیں۔ اور شک نہیں ہے۔ کہ آپ کی حالت بھی ایسی ہی ہے۔ افسوس کہ اس بھوک کی حالت میں باغ کی قیمت میں سے ایک درہم بھی نہ ملے۔ کہہ کر امیرؑ کا دامن پکڑ لیا۔ امیرؑ نے فرمایا۔ اے فاطمہ۔ مجھے چھوڑ دو۔ عرض کی۔ نہ چھوڑوں گی۔ جب تک میرے باپ مجھ میں اور آپ میں حکم نہ فرمائیں۔ اُسی وقت جبرئیلؑ امین نے جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی۔ کہ خدائے عزوجل آپ کو سلام کے بعد فرماتا ہے۔ علیؑ کو میرا سلام پہنچاؤ۔ اور فاطمہؑ سے کہو۔ کہ علیؑ کا دامن چھوڑ دے۔ حضرت امیرالمومنین کے گھر میں تشریف لائے۔ دیکھا کہ فاطمہ علیؑ کا دامن پکڑے ہیں۔ فرمایا۔ اے میری نورِ چشم! تو نے علیؑ کا دامن کس لئے پکڑا ہے۔ عرض کی۔ اے پدرِ عالی مقدار! انہوں نے باغ بارہ ہزار درہم میں فروخت کیا۔ اور تمام روپیہ محتاجوں میں تقسیم کر دیا۔ اور ایک درہم ہمارے لئے نہ لائے۔ کہ اس سے کھانا کھاتے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اے دخترِ نیک اختر! جبرئیلؑ نے آکر بیان کیا۔ کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ فاطمہؑ سے کہہ دو کہ علیؑ کا دامن چھوڑ دے۔ سیدۃ النساءؑ نے عرض کی۔ میں اللہ سے استغفار کرتی ہوں۔ اور آئندہ ایسا نہ کروں گی۔ فاطمہؑ فرماتی ہیں۔ کہ میرے والد ماجد ایک طرف کو تشریف لے گئے۔ اور علیؑ کسی اور طرف کو چلے گئے۔ آنحضرتؐ بہت جلد واپس آئے۔ اور سات درہم سیاہ ہجری لا کر مجھ کو دئے۔ اور فرمایا۔ یہ درہم لو۔ اور جب علیؑ آئیں۔ ان سے کہو۔ کہ تمہارے لئے ان درہموں کا کھانا خرید لائیں۔ چند لمحہ کے بعد امیرؑ نے آکر فرمایا۔ کیا رسولِ خدا تشریف لائے تھے کہ ان کی بو مجھے

آئی ہے۔ فاطمہؑ نے عرض کی۔ ہاں تشریف لائے تھے۔ کچھ دے گئے ہیں۔ کہ ہم اس کے عوض کھا خرید لیں امیرؑ نے درہم ہائے مذکورہ لے کر فرمایا۔ بِسْمِ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ كَثِيْرًا طَيِّبًا هٰذَا مِنْ رِّزْقِ اللّٰهِ اور امام حسنؑ سے فرمایا۔ میرے ساتھ بازار چلو۔ رستے میں ایک شخص ملا۔ کہ کھڑا کہہ رہا تھا۔ مَنْ يُّقْرِضُ الْمَوْلَى الْوَفِيَّ۔ یعنی کون ہے۔ جو خداوند صادق الاقرار کو قرض دے۔ امیرؑ نے امام حسنؑ سے فرمایا اے فرزند! تم یہ درہم اس شخص کو دیتے ہو؟ امام حسنؑ نے حسب ارشاد وہ سب درہم اس کے حوالے کر دیئے۔ فرمایا۔ اے بیٹا جو تھوڑا دیتا ہے وہ بہت دینے پر بھی قادر ہے۔ یہ کہہ کر ایک شخص کے مکان کی طرف کو چلے۔ تاکہ اس سے کچھ قرض لیں۔ ناگاہ رستے میں ایک اعرابی ناقہ لئے ملا۔ اور بولا۔ اے علیؑ۔ یہ ناقہ مجھ سے خرید لیجئے۔ حضرت نے فرمایا۔ میرے پاس قیمت موجود نہیں ہے۔ اس نے کہا۔ میں اُدھار دیتا ہوں۔ امیرؑ نے سو درہم میں وہ ناقہ خرید لیا۔ اور امام حسنؑ سے فرمایا۔ کہ اس ناقہ کو پکڑ لو۔ امام حسنؑ نے ناقہ کی مہار تھام لی چند لمحہ کے بعد ایک اور اعرابی ملا۔ اور بولا۔ اے علیؑ یہ ناقہ بیچتے ہو۔ فرمایا۔ ہاں۔ پوچھا کتنے کو خریدا ہے۔ فرمایا۔ سو درہم کو۔ اعرابی نے ایک سو ستّر درہم آپ کے حوالے کئے۔ امام حسنؑ نے حسب ارشاد جناب امیرؑ ناقہ اس کے حوالے کر دیا۔ اور دونوں پہلے اعرابی کی تلاش میں چلے۔ جس سے ناقہ خریدا تھا۔ تاکہ اس کی قیمت ادا کریں، رستے میں جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایسی جگہ بیٹھا ہوا دیکھا کہ کبھی وہاں نہ دیکھا تھا۔ جب حضرتؐ کی نظر مبارک جناب امیر پر پڑی مسکرا کر فرمایا۔ اے بھائی! تم اس اعرابی کو ڈھونڈتے ہو۔ جس سے ناقہ خریدا تھا عرض کی کہ ہاں۔ فرمایا۔ اے ابوالحسنؑ جس نے ناقہ فروخت کیا۔ وہ جبرئیلؑ تھا۔ اور جس نے خریدا۔ وہ میکائیلؑ اور وہ ناقہ بہشت کا ناقہ تھا۔ اور درہم پروردگار کی طرف سے۔ ان کو خیر و نیکی سے خرچ کرو۔ اور اقتار یعنی کمی رزق سے نہ ڈرو۔

مؤلف عرض کرتا ہے۔ ناقہ مذکور کی فروخت کا حال مختلف روایات سے کتابوں میں وارد ہوا ہے۔ چنانچہ زہرۃ الریاض میں مرقوم ہے۔ کہ جب امیرالمومنینؑ کے گھر میں تین روز فاقہ رہا۔ تو جناب سیدۃ النساءؑ نے اپنی چادر فروخت کرنے کو دی۔ اور امیرالمومنینؑ نے اس کو چھ درہم میں فروخت کیا۔ اور مستحق کو دے دیئے۔ پس ایک شخص ناقہ کی مہار ہاتھ میں پکڑے آیا۔ اور عرض کی یا امیرالمومنینؑ! یہ ناقہ خریدتے ہو؟ فرمایا۔ اس کی قیمت میرے پاس نہیں ہے۔ وہ بولا۔ سو درہم کو اُدھار دیتا ہوں۔ امیرؑ قیمت طے ہونے کے بعد ناقہ لے کر روانہ ہوئے۔ رستے میں دوسرا شخص ملا۔ اس نے کہا کہ ایک سو ساٹھ درہم کو یہ ناقہ دیتے ہو۔ فرمایا ہاں۔ جب خریدار رقم مذکور حوالے کر اور ناقہ کی مہار پکڑ کر چلا گیا۔ تو پہلا شخص جس نے اُدھا بیچا تھا۔ آیا۔ اور قیمت کا مطالبہ کیا حضرت نے قرض ادا فرمایا۔ اور باقی ساٹھ درہم جناب سیدہ کے حوالے کئے۔ جب یہ خبر

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہنچی۔ فرمایا۔ اے بھائی بیچنے والا جبرئیلؑ ہے۔ اور خریدار میکائیلؑ۔ اور وہ ناقہ فاطمہؑ کی سواری کا ہے۔ جس پر قیامت کے دن سوار ہوں گی۔

اور اربعین جار اللہ زمخشری میں امام جعفر صادقؑ سے اس طرح مروی ہے۔ کہ ایک روز سلمان فارسیؓ نے چھ درہم جناب فاطمہؑ کو نذر دیئے۔ اسی اثنا میں امیر المومنینؑ نے جناب سیّد المرسلینؐ کے پاس سے آکر کھانا طلب کیا۔ جناب سیّدہ نے عرض کی۔ میرے پاس ان چھ درہموں کے سوا اور کوئی چیز موجود نہیں جن کو سلمان لائے ہیں۔ اور میں چاہتی ہوں۔ کہ حسنینؑ کے لئے کھانا تیار کروں۔ پس امیر وہ درہم لے کر کھانا خریدنے کی خاطر باہر تشریف لے گئے۔ ناگاہ ایک شخص ملا۔ جو یہ کہہ رہا تھا۔ مَنْ يُّقْرِضُ الْمَوْلَى الْوَفِيَّ امیر نے درہم اس کے حوالے کر دیئے۔ اور واپس آکر فاطمہ زہرا سے یہ حال بیان فرمایا۔ فاطمہؑ نے فرمایا۔ بے شک وہ وفا کرے گا۔ امیر المومنینؑ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں تشریف لے گئے۔ رستے میں ایک اعرابی ملا۔ جو ایک ناقہ ساتھ لئے تھا۔ حضرت امیر کو دیکھ کر کہنے لگا۔ اے ابوالحسنؑ اس ناقہ کو خریدتے ہو فرمایا۔ اس کی قیمت میرے پاس موجود نہیں ہے۔ اس نے کہا۔ اُدھار لے لیجئے۔ امیر نے سو درہم کو خرید لیا۔ اور وہاں سے روانہ ہوئے۔ راہ میں دوسرا اعرابی ملا۔ عرض کی یا علیؑ اس ناقہ کو بیچتے ہو۔ فرمایا۔ ہاں۔ اس نے پوچھا۔ کتنے کو؟ فرمایا۔ تین سو درہم کو۔ پس اعرابی تین سو درہم دے کر ناقہ لے گیا۔ اور امیر المومنینؑ نے گھر میں تشریف لا کر سارا قصہ جناب سیّدۃ النسا سے بیان کیا اور آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرتؐ نے فرمایا۔ اے بھائی! میں تم سے بیان کروں۔ یا تم خود ہی بیان کرتے ہو۔ عرض کی۔ یا رسول اللہ! آپ کی زبان مبارک سے بات بہت بھلی لگتی ہے آنحضرت نے فرمایا۔ اے بھائی! کیا تم اُن دونوں اعرابیوں کو جانتے ہو۔ امیر نے عرض کی۔ رسولِ خدا بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا۔ بَخٍ بَخٍ يَا اَبَا الْحَسَنِ اَعْطَيْتَهٗ سِتَّةَ دَرَاهِمَ اَعْطَاكَ اللّٰهُ ثَلٰثَمِائَةِ دِرْهَمٍ ۔ یعنی اے ابوالحسنؑ تم کو خوشخبری ہو۔ تم نے تو چھ درہم اس کو دیئے۔ اور اللہ تعالیٰ نے تم کو اس کے عوض میں تین سو درہم عطا فرمائے۔ بیچنے والے جبرئیلؑ۔ اور خریدار میکائیلؑ تھے۔ اور ایک روایت کے موافق اسرافیلؑ تھے۔

منقبت ۳۲ کتاب فوحات القدس میں منقول ہے۔ کہ سلطان اولیا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کا یہ دستور تھا۔ کہ دو تین روز کے بعد کوفہ سے باہر تشریف لاتے۔ اور مقام محفر الصفا میں بیٹھ کر دریا کا نظارہ فرماتے ایک روز کا ذکر ہے کہ وہاں بیٹھے تھے۔ کہ دریا میں ایک کشتی نمودار ہوئی۔ اس میں ایک جوان بیٹھا تھا۔ جب وہ کنارہ پر پہنچی۔ تو جوان کشتی سے اُتر کر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور آداب و نیاز بجالایا۔

حضرت اس کو ہمراہ لے کر گھر تشریف لائے۔ اور مہمان نوازی کا حق ادا کیا۔ بعدازاں اس سے دریافت فرمایا۔ تم کہاں کے باشندے ہو۔ اور اس شہر میں کس طرح آنا ہوا۔ اور تم کو کس سے کام ہے۔ جوان نے جواب دیا۔ میں یمن سے آرہا ہوں۔ اور یمن میں دو بادشاہ ہیں۔ ایک مومن ایک کافر۔ آدھا ملک کافر کا ہے۔ اور آدھا مومن کا۔ میں یمن میں سبزی فروشی کا پیشہ کرتا ہوں۔ اور میری دکان کافر بادشاہ کے محل کے دروازے پر ہے۔ اور اس کی ایک لڑکی ہے۔ جو نہایت حسین وجمیل اور بیحد خوبصورت ہے۔ ایک روز پوری زیب و زینت لگا کر حمام میں آئی۔ جب مجھ کو دکان میں بیٹھا دیکھا۔ تو برقع اُتار ڈالا۔ اور مجھے اپنا شیفتہ اور فریفتہ بنالیا۔ اور مجھ سے کہا۔ اے جوان! ہر روز ہمارے لئے بلا ناغہ ایک ٹوکری سبزی کی لایا کرو۔ میں اس ماہ رو کو دیکھ کر دیوانہ ہوگیا۔ اور آہ دردناک جگر سے نکالی۔ اور کہا۔ **نظم مؤلف**

نا غمت ویرانۂ سینہ بہ درد آباد کرو دل ز دردِ جان وجاں از دردِ دل فریاد کرو

آہ از رویت کہ در جانم فگند آتشے وا داز خویت کہ بر دل سربسر بیداد کرو

یعنی تیرے غم نے میرے ویران سینے کو آباد کرکے میرے جان و دل کو درد میں مبتلا کیا ہے۔ تیری رو اور خو دونوں کے دونوں میری جان اور دل کے لئے بیداد کن اور بیداد گر ہیں۔

الغرض ہر روز اس کے دروازے پر سبزی کی ٹوکری لے جاتا رہا۔ چند روز کے بعد دربان میرے حال کو تاڑ گئے۔ اور میرا جانا بند کر دیا۔ میں ان کی ممانعت سے بے اختیار چلا اُٹھا۔ اور گریبان پھاڑ ڈالا۔ ایک بے درد محرم نے بادشاہ کو خبر دی کہ محلے کا سبزی فروش حضور کی دخترِ نیک اختر پر عاشق ہوگیا اور نالہ و فریاد کرتا ہے۔ اور رسوائی پر نوبت پہنچ گئی ہے۔

جب میں اُس کی محبّت میں بالکل از خود رفتہ اور بے قرار ہوگیا۔ تو مجبوراً بادشاہ کے حضور میں حاضر ہُوا۔ اور اس سے لڑکی کی خواستگاری کی۔ بادشاہ نے جب میری بات سُنی۔ تو نہایت غضب ناک ہو کر میرے قتل کا حکم دیا۔ جلاد مجھ کو سولی کے نیچے لے گئے۔ خوف کے مارے میری جان لبوں پر آگئی۔ اس وقت سولی کے نیچے نہایت عجز و نیاز کے ساتھ سجدہ بجالایا۔ اور دل و جان سے متوجہ ہو کر یوں دعا کی۔ کہ اے رحیم کارساز اور اے کریم بندہ نواز! اپنے کرم و رحم کا تصدّق مجھ کو وصال کی دولت سے محروم نہ رکھ۔ میری دعا ختم نہ ہونے پائی تھی کہ ایک چوبدار نے آکر خبر دی۔ کہ اس جوان کو بادشاہ بلاتا ہے۔ جلادوں نے رسّی میری گردن سے نکال دی۔ اور کھینچتے کھینچتے بادشاہ کے پاس لے گئے۔ بادشاہ کا ایک وزیر نہایت عاقل اور باتدبیر تھا۔ اس نے بادشاہ کی خدمت میں عرض کی۔ کہ اس جوان کو معاف کر دے۔ اور اس کے قتل سے باز آ۔ میں ایک ایسا کام اس کے ذمّے لگاتا ہوں۔ جو اس کے امکان سے باہر ہے۔ اس تدبیر سے اس کو بند کروں گا

العرض اس وزیر نے مجھ سے مخاطب ہو کر کہا۔ اگر تو بادشاہ سے رشتہ داری کرنا چاہتا ہے۔ اور اس کی دختر سے مواصلت کا خواستگار ہے۔ تو علیؑ بن ابی طالب سے جا کر مقابلہ کر۔ اور ہمارے لئے اس کا سر اُتار لا۔ تاکہ ہم تجھ کو دامادی کی شرط سے ممتاز کریں۔ اور تو اپنی مراد دلی اور منشائے قلبی پر فائز ہو۔

اے میزبان مہربان! میں اس غرض سے اس ملک میں آیا ہوں۔ اور اس تردد میں بڑی تکلیف اُٹھائی ہے۔ میں ایک اجنبی مسافر ہوں۔ اور علی کو نہیں جانتا۔ اور اس تک نہیں جا سکتا۔ اگر تو میری رہنمائی کر کے میری مشکل آسان کر دے۔ تو بڑی مہربانی ہوگی۔ شاہِ ولایت پناہ نے فرمایا یہ کام بہت آسان ہے۔ میں تیری مشکل آسان کروں گا۔ اور تیرے درد کا علاج کر دوں گا۔ اور اگر تو دریا کے کنارے پر یہی کہتا۔ اور اس مطلب کو ظاہر کرتا۔ تو میں اس کی طرف رہبری کرتا۔ اور تیری مشکل حل کر دیتا۔ یہ فرما کر جوان کے ہمراہ دریا کی طرف روانہ ہوئے۔ اور دریا کے کنارے پر بیٹھ کر ذوالفقار اس کو دے کر فرمایا۔ میں ہوں علیؑ بن ابی طالب میرا سر اُتار کر لے جا۔ اور اپنی حاجت کو پورا کر۔ جوان نے جب تلوار چلانے کی غرض سے ہاتھ اٹھایا۔ اس کا ہاتھ تلوار سمیت ہوا میں کھڑا رہ گیا۔ اور حیرت کے دریا میں غرق ہو گیا۔ امیرؑ نے فرمایا۔ اے جوان تو تلوار مار کر میرا سر جدا کیوں نہیں کرتا۔ بولا میرا ہاتھ تو خشک ہو گیا۔ اور بالکل حرکت نہیں کرتا۔ امیرؑ نے دعا پڑھ کر اس کے ہاتھ پر دم کی۔ اُس کا ہاتھ فوراً اچھا ہو گیا۔ جوان نے یہ معجزہ دیکھا۔ تلوار ہاتھ سے رکھ دی اور حضرت کے پاؤں میں گر کر عرض کی۔ میری اور اس لڑکی کی ہزار جانیں آپ پر سے قربان ہوں۔ اب میں دل و جان سے آپ کا عاشق ہوں۔ اور اس آستانۂ مبارک کو چھوڑ کر کہیں نہ جاؤں گا۔ امیرالمومنینؑ نے ملک یمن کی طرف رُخ کر کے ولایت کے ہاتھ سے یمن کی طرف تلوار چلائی۔ پھر وہاں کے مومن بادشاہ کے نام اس مضمون کا خط لکھا۔ میں نے آج تلوار لگائی۔ اور اس کافر بادشاہ کو درک اسفل میں پہنچایا۔ جب یہ جوان یمن پہنچے تو اس کی اطاعت اور فرمانبرداری اختیار کرو۔ اور اس بادشاہ کافر کا ملک اور اس کی لڑکی اس کے حوالے کر دو پھر وہ خط جوان کے ہاتھ میں دیا۔ اور اُس کو اسی وقت یمن میں پہنچا دیا۔ جوان نے جب وہ خط مومن بادشاہ کو پہنچایا۔ تو اس نے حکم دیا۔ سب خورد و کلاں کو طلب کریں۔ اور بادشاہ کافر کے وزیر سے حال دریافت کیا۔ وزیر نے کہا۔ کہ ہمارا بادشاہ آج تخت سلطنت پر بیٹھا تھا۔ ناگاہ ایک تلوار بجلی کی طرح چمکتی ہوئی نمودار ہوئی۔ اور اس کا سر اڑا دیا۔ جب بادشاہ مومن نے اصل حال بیان کیا۔ تو انہوں نے اسی وقت شاہِ ولایت کی اطاعت کے لئے سر جھکا دیئے۔ اور کافر بادشاہ کا ملک اور اس کی بیٹی اس جوان کے حوالے کر دی گئی۔ اور ملک یمن کے باشندے جو اس کے تصرف میں تھے۔ سب مسلمان ہو گئے۔

منقبت ۳۲ نیز کتاب مذکور میں منقول ہے۔ کہ جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانۂ حیات

میں شاہ ولایت پناہ ایک روز مکہ معظمہ سے تن تنہا بغیر ذوالفقار کے سوار ہو کر نخلستان کی طرف روانہ ہوئے۔ جب کچھ دُور نکل گئے تو یکایک ایک غبار اُٹھا اور اس میں سے ایک سوار ظاہر ہوا۔ جو جنگی سپاہیوں کی طرح سلاح جنگی تن پر سجائے۔ گرز گاؤ سر قربوس زین پر رکھے۔ گنبد دوار کی طرح ایک خود آہنی سر پہ دھرے۔ اور ایک طویل نیزہ ہاتھ میں لئے۔ اور ایک تیغ صاعقہ کردار کمر میں حمائل کئے گھوڑے پر سوار چلا آرہا ہے۔ جب اس کی نظر اسد اللہ الغالب پر پڑی۔ غضب میں آکر پوچھا۔ تو کون ہے؟ اور کہاں کا رہنے والا ہے۔ اور نام و نسب کیا ہے۔ جلد بیان کر۔ پیشتر اس کے کہ ملکِ عدم کی راہ لے۔ شاہ ولایت نے فرمایا۔ تیزی کو چھوڑ دے۔ کیونکہ شیر کو شکار کا ذرا بھی خوف نہیں ہوتا۔ اور غرور کو ترک کر کے اسلام کی شاہراہ پر آجا۔ تاکہ نجات پائے۔ اور آخرت میں درجات رفیعہ پہ ممتاز و سرفراز ہو۔ یہ کلمات سُن کر وہ کافر جوش میں آیا۔ اور نیزہ لے کر حملہ آور ہوا۔ شاہِ ولایت نے دستِ مبارک سے اس کا نیزہ چھین کر جنگل میں پھینک دیا۔ کافر نے تلوار سنبھالی۔ صاحبِ ذوالفقار نے تازیانہ سے اس کی تلوار کو دو ٹکڑے کر ڈالا۔ اس نے گُرز اُٹھا کر چاہا۔ کہ فرقِ مبارک پر دے مارے۔ امیرؑ نے چابکدستی کر کے ایک ہاتھ میں گُرز اور ایک ہاتھ میں اس کا کمربند پکڑ کر زین سے اُونچا اُٹھا لیا۔ اور ہاتھ پر سنبھال کر فرمایا تو کون ہے اور کس ملک کا رہنے والا ہے۔ اور کیا کام کرتا ہے۔ اور تیرا کیا نام ہے۔ وہ کافر کچھ دیر ابر بہار کی طرح روتا رہا جناب امیر نے فرمایا۔ شیر مرد موت سے نہیں ڈرا کرتے۔ تیرے رونے کا کیا باعث ہے؟ اس نے عرض کی اے دلاور نام آور! جان کے ڈر سے رونا بیشک ننگ و عار کا باعث ہے۔ لیکن میرا رونا اس وجہ سے ہے کہ میں اپنے یار کے وصال سے محروم رہا۔ میرا نام رَعد جنگی ہے۔ اور میں ممالک مغرب کا رہنے والا ہوں اور وہاں کے نامور بہادروں میں انتخاب ہوں۔ بلادِ مغرب میں ایک بادشاہ رفیع القدر و بلند مرتبت حارث بن ربیع ہے۔ میں اس کا برادر زادہ اور بندۂ فرمان ہوں۔ اس کے کوئی لڑکا نہیں۔ جو اس کا جانشین ہو۔ لیکن ایک بیٹی ہے۔ جو فرطِ حسن و جمال سے خورشید منیر کو ذرہ حقیر سمجھتی ہے۔ میں ایک روز شکار کو گیا ہوا تھا۔ اور شکار کی تلاش میں دوڑ دھوپ کر رہا تھا۔ لڑکی کو شکار گاہ میں دیکھ کر عاشق ہوگیا۔ اور صحرا میں شکار کی تاک میں لگا رہا لیکن مجھے یہ خبر نہ تھی کہ وہ نازنین غمزے کے تیر سے مجھے شکار کرلے گی۔ جب میں گھر پہنچا۔ تو طاقت طاق ہوگئی۔ اور دل و جان سے اُس کا مشتاق ہوگیا۔ اپنے چچا کے پاس جا کر خواستگاری کی۔ اس نے جواب دیا۔ کہ اگر تو چاہتا ہے کہ اپنی لڑکی تجھ کو دے دوں۔ اور تیری مراد کو بر لاؤں۔ تو تن تنہا مکہ کا سفر کر۔ اور وہاں جا کر علیؑ بن ابی طالب کا سر لا۔ اور اگر یہ کام نہیں کرتا۔ تو ادھر کا خیال چھوڑ دے ہیں وصال محبوب کی آرزو میں ہتھیار بدن پر سجا کر علیؑ کی لڑائی کے لئے روانہ ہوا۔ ایک مہینہ ہو چکا۔ کہ رات دن سفر میں ہوں۔ اور اپنے دلدار کی آرزو میں اشک حسرت برسا رہا ہوں تم کو دیکھا۔ تو یہ خیال کیا۔ کہ تمہارا گھوڑا چھین لوں۔ اور تم کو علیؑ کی تلاش میں بھیجوں۔ تاکہ پتہ لے کر مجھے بتائے اور

میری مشکل کو آسان کرے۔ لیکن اس کی خبر نہ تھی۔ کہ تمہارے ہاتھ میں گرفتار ہو جاؤں گا۔ اور حسرت ہی میں جان دونگا
اے دلاور آفرین ہے تجھ پر۔ کہ دلیری کر کے مجھ جیسے نامور بہادر کو بغیر ہتھیار کے ایسا لاچار اور عاجز کر دیا جب شاہ
دلدل سوار نے یہ باتیں سُنیں۔ گھوڑے سے اُتر پڑے۔ اور فرمایا اے شخص! علیؑ میں ہی ہوں۔ میرے ہاتھ باندھ لے
اور تلوار سے میرا سر قلم کرلے۔ کیونکہ میں رضائے حق کا طالب ہوں اور کئی دفعہ اپنا سر دشمن کے حوالے کر چکا ہوں
جبکہ میرے قتل سے تیرا کام بنتا ہے اور مطلب پورا ہوتا ہے تو خدا کی رضا کے لئے تیری مطلب برآری کرتا ہوں۔ کافر
نے جب یہ حالات مشاہدہ کئے تو تعریف وثنا کرنی شروع کی۔ اور بولا۔ کہ آفرین ہے۔ تیری ہمت پر۔ کہ کبھی کسی شخص نے ایسا
کام نہیں کیا اور نہ آئندہ کرے گا۔ پس دل وجان سے اسلام کی طرف متوجہ ہوا۔ اور مسلمان ہو گیا۔ اور شیر خدا کے ہاتھ
پاؤں پر بوسہ دیا۔ امیرؑ نے فرمایا۔ غم نہ کھا۔ اور ذرا بھی فکر نہ کر۔ کہ میں تیرا مطلوب تجھ کو پہنچاؤں گا۔ اور اس کو تیرا قرین و
ہم نشین بناؤں گا۔ میرے گھوڑے پر بیٹھ جا۔ کہ دونوں مل کر بلادِ مغرب کو چلیں۔ اور وہاں جا کر تمہارے مطلب کی بات
کریں پس وہ شخص دلدل پر سوار ہو گیا۔ اور ایک چشم زدن میں ممالک مغرب میں پہنچ گیا۔ اتفاقاً بادشاہ مغرب کی بیٹی نے
حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ اور آنحضرتؐ کی رہبری سے مسلمان ہو گئی۔ اور اس
بات پر مامور ہو گئی۔ کہ کل علیؑ ابن ابی طالب کا استقبال کرے۔ اور ایمان کو تازہ کر کے کلمہ شہادت زبان پر
جاری کرے۔ جب وہ بیدار ہوئی۔ تو علی الصباح شہر سے نکل کر جنگل کو روانہ ہوئی۔ ناگاہ شاہ ولایت پناہ کے پاس
پہنچی۔ اور دیکھ کر پھول کی طرح کھل گئی۔ اور نہایت ادب سے عرض کی۔ اے ابن عم رسول اور اے زوج بتول
آپ پر میرا سلام ہو۔ بعد ازاں بیان کیا۔ یا علیؑ رات میں نے حضرت محمد مصطفےٰ کو خواب میں دیکھا۔ کہ میری طرف
آئے اور مسکرا کر فرماتے تھے۔ ہماری محبت اپنے دل میں قائم کر۔ اور اسلام اختیار کر۔ تاکہ ہمیشہ کی دولت سے
مالا مال اور سعادت ابدی سے خوشحال اور فارغ البال ہو۔ میں نے کفر سے توبہ کی۔ اور ایمان لائی۔ بعد ازاں حضرت
نے ارشاد فرمایا۔ کل میرا بھائی علی بن ابی طالب آئے گا۔ اور تجھ کو حق کی طرف رہنمائی کرے گا۔ اس کے ہاتھ پر ایمان
تازہ کرنا۔ اور حق کی راہ میں داخل ہونا۔ اس حال کے بیان کرنے کے بعد اسلام کی طرف متوجہ ہوئی۔ اور از سرِ نو
اسلام اختیار کیا۔ اس وقت گرد وغبار نمودار ہوا اور گروہ کواکب کی طرح بے تعداد لشکر سامنے آیا۔ لڑکی نے
عرض کی۔ یہ بادشاہ جو چتر فلک سا سر پر رکھے ہے۔ میرا باپ ہے۔ جو شکار سے آرہا ہے۔ جب شاہ ولایت پناہ نے
یہ خبر پائی۔ جھپٹ کر اُس کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور فرمایا۔ اے بادشاہ! میں ہوں۔ علیؑ بن ابی طالب ابن عم رسولِ خدا۔
اگر تو چاہتا ہے۔ کہ آتش دوزخ سے امان پائے۔ اور گلشن فردوس میں داخل ہو۔ تو کفر وضلالت کو چھوڑ کر
اسلام اختیار کر۔ اُس نے غضب آلود ہو کر لشکریوں کو حکم دیا کہ اے بہادرو۔ تلواریں کھینچ کر اس جوان کا کام
تمام کر دو۔ لشکری حکم ملتے ہی شاہِ ولایت کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور تلوار وسنان اور گرز گراں سے حملہ

کیا۔ حضرت نے رعدِ غراں کی طرح ایک نعرہ کیا۔ کہ تمام لشکر بیدست وپا ہوگیا۔ اکثر تو بیہوش ہو کر زمین پر گر پڑے پھر دلیرانہ جولانی کر کے شاہ مغرب کو زین سے اُٹھالیا۔ وہ پکارا الامان اے شیر مرداں اور اے شیر یزداں الامان۔ یہ سُن کر حضرت نے اس کو زمین پر چھوڑ دیا۔ اور اس نے کلمہ شہادت زبان پر جاری کیا۔ اور صدق دل سے تمام سپاہ مسلمان ہوگئی اور سب مومن بن گئے۔ بعدازاں امیرالمومنینؑ نے رعد اور بادشاہ مغرب کی بیٹی کو طلب فرمایا۔ اور ان دونوں کا باہم عقد کر دیا۔ اور وداع کر کے مکہ معظمہ کو روانہ ہوئے۔

راوی بیان کرتا ہے۔ کہ یہ سب کام اس ولایت پناہ سے تین ساعت میں ظہور پذیر ہوئے۔

نغانی کہتا ہے۔ **بیت**

امام اوست کہ بخشید سر بگاہ مصاف برآں امید کہ بیگانہ را برآید کام

منقبت ۱۲ نیز کتاب مذکور میں مرقوم ہے کہ ایک روز امیرالمومنین کرم اللہ وجہہ مسجد کوفہ میں تشریف رکھتے تھے کہ ایک اعرابی آیا۔ اور بعد ادائے تحیت و ثنا عرض کی۔ اے پیشوائے و مقتدائے اصفیاء میں مفلس و دل نگار اور عیال مند و قرض دار ہوں اور قرض خواہوں کے مطالبے سے سخت تنگ ہوں۔ اور آپ کے سوا دنیا میں کسی کو کریم اور سخی نہیں جانتا۔ امیرالمومنینؑ چند اصحاب کے ساتھ وہاں سے روانہ ہوئے اور چلتے چلتے احمد کوفی کے گھر پر پہنچے۔ قنبر نے اس کو خبر کی جب وہ حاضر ہوا۔ تو امیر نے کمال محبت اور شفقت سے اس کا حال پوچھا۔ اس نے عرض کی۔ یا وصی خیرالمرسلین میں چند روز گھر کی تعمیر میں لگا رہا۔ اور ایک بہت اچھا صاف اور روشن مکان بنایا ہے۔ **نظم مؤلف**

بعدازاں گفت از سرِ عجز و نیاز کائے سراپا گنجِ حسن و کانِ ناز
من کہ وزین گو نہ دولت از کجا برگدائے سایہ افگندہ ہما
بر سرِ مورے سلیمانے رسید برتنِ جاں وادۂ جانے رسید
غرقِ بحرِ حیرتم زیں واقعہ! بلکہ مے بینم بخواب ایں واقعہ
تا میسّر دولتِ دیدار شد بختِ خواب آلودِ من بیدار شد
مکرمت کردی فدایت جانِ من کفرِ عشقت رونقِ ایمانِ من

امیرؑ نے فرمایا اے دوست یگانہ! اس گھر پر کتنا روپیہ خرچ کیا ہے۔ عرض کی۔ اے پیشوائے ابرار! مبلغ ایک ہزار دینار۔ فرمایا۔ میں اس رقم کے عوض میں ایک سنہری مکان دارالقرار میں حورانِ گل رخسار سے معمور و آباد تیرے ہاتھ فروخت کرتا ہوں۔ احمد نے عرض کی۔ میں اس کا خریدار ہوں۔ اور حضرت کا ممنون اور منت گزار ہوں۔ امیر نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ پر رکھ کر بیع کر دیا۔ احمد نے اپنی بیوی

سے جا کر اس معاملے کا تذکرہ کیا۔ اور اس سے روپیہ طلب کیا۔ اس کی بیوی نے کہا۔ میں بھی اپنے فرزندوں سمیت اس بیع میں شریک ہوں۔ ہم اس مکان جاودانی میں سب مل جل کر رہیں گے۔ احمد نے بیوی کی درخواست مان لی۔ اور زرِ مطلوب حضرت کی خدمت میں حاضر کر دیا۔ اور سرورِ اسخیا اور رہبرِ اتقیا نے سائل کو عطا فرمایا احمد نے عرض کی۔ یا امیر المومنینؑ اس بیع کے لئے ایک حجت (قبالہ۔ تمسک۔ دست آویز) کا ہونا بھی ضروری ہے۔ کیونکہ بیع بلا تمسک پختہ کام نہیں۔ امیر نے تبسّم فرمایا۔ اور دوات و قلم طلب فرما کر ایک حجت اس مضمون کی تحریر فرمائی۔ میں کہ علیؑ بن ابی طالب ہوں۔ میں نے ایک گھر بہشت جاوداں میں احمد کوفی کے ہاتھ بیع کیا۔ جس کے حدود اربعہ مفصلہ ذیل ہیں۔ حدِ اوّل خانہ رسول آخر الزمان سے ملحق ہے حدِ دوم میرے گھر سے ملتی ہے۔ حدِ سوم حسن سبطِ رسول کے گھر سے ملی ہوئی ہے۔ اور حدِ چہارم حسین سبطِ رسولؐ کے گھر سے متصل ہے۔ اور شہد اور دودھ کی چار نہریں اس میں جاری ہیں۔ میں نے اس کو احمد کوفی کے حوالے کر دیا۔ احمد نے اس قبالہ کو اپنی زوجہ کے سپرد کر کے وصیت کی۔ اگر میں تجھ سے پہلے مر جاؤں۔ تو یہ تمسک میرے ساتھ قبر میں دفن کر دینا۔ اتفاقاً کچھ مدّت کے بعد احمد نے اس سرائے فانی سے سرائے باقی کی طرف کوچ کیا۔ جب اس کے مرنے کی خبر امیر کو پہنچی۔ اس کی تجہیز و تکفین کے لئے تشریف لائے۔ اور اُس پر نماز پڑھنے کے بعد اس کی آمرزش کے لئے دعا فرمائی۔ اس کو قبرستان میں لے جا کر دفن کر دیا۔ تو ایک کبوتر ایک کاغذ اپنی چونچ میں لئے آیا۔ اور شاہ ولایت کے دامن میں ڈال کر آسمان کی طرف اُڑ گیا۔ جب وہ کاغذ کھولا۔ تو اس میں خطِ سبز سے یہ مضمون درج پایا۔ یہ خط ہے حق سبحانہٗ تعالیٰ کی طرف سے علیؑ مرتضیٰ کی طرف کہ تیری بیع میری بیع ہے۔

منقبت ۵۰ ہدایۃ السعداء میں مرقوم ہے۔ کہ ایک دن ایک سائل نے امیر المومنینؑ کے پاس آ کر ایک روٹی طلب کی حضرت نے قنبر سے فرمایا۔ اس درویش کو روٹی دے۔ اس نے عرض کی۔ یا امیر المومنینؑ! روٹی اونٹ پر ہے۔ فرمایا۔ اونٹ سمیت دے دے۔ عرض کی۔ اونٹ قطار میں ہے۔ فرمایا۔ قطار سمیت دے ڈال۔ قنبر فوراً اونٹوں کی مہار ہاتھ سے چھوڑ الگ جا کھڑا ہوا۔ امیر المومنینؑ نے اس سے پوچھا اے قنبر تو علیحدہ کیوں ہو گیا۔ عرض کی اے بحرِ سخا اور اے کانِ عطا! میں نے اپنے دل میں خیال کیا۔ کہیں ایسا نہ ہو۔ کہ مجھے بھی ساتھ ہی بخش دیں اور میں خدمت کی سعادت سے محروم رہوں۔ میر سیّد علی قائنی فرماتے ہیں۔

بیت

بارو قطار داد بسائل کہ خواست ناں ۔۔۔ نفگند ہمتش سوئے بارو قطار چشم

قطعہ

ولایت دستگاہا بادشاہا ۔۔۔ کفت ابرو دولت دریا مثال است!

شود گر نہ فلک پر گوہر و زر ۔۔۔ بچشمت کمتر از سنگ و سفال است

منقبت ۶: ذخیرۃ الملوک میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ عید کے روز ضعیف اور مسکین امیر المومنین کے در دولت پہ جمع تھے۔ امیر نے باہر تشریف لاکر ابو موسیٰ سے فرمایا کہ بیت المال کا دروازہ کھول کر تین لاکھ درہم محتاجوں میں تقسیم کرے۔ جب ابو موسیٰ تعمیل ارشاد سے فارغ ہوا۔ تو عیدگاہ میں جاکر نماز ادا فرمائی۔ اور گھر میں واپس تشریف لائے۔ تو میں حضرت کے ہمراہ گھر میں گیا۔ جَو کی چند روٹیاں بے روغن لائے میں نے عرض کی۔ یا امیر المومنینؑ! اگر آپ فرماتے تو اس مال میں سے ایک درہم کا روغن خرید لاتے۔ تو کیا مضائقہ تھا فرمایا۔ اے ابوہریرہ! کیا تو چاہتا ہے کہ قیامت کے دن میں مجھ کو شرمندہ کرے۔ اور میری پیشانی پر خیانت کا داغ لگائے۔ خدا کی قسم! علیؑ کے نزدیک اور کوئی نعمت اس سے بڑھ کر نہیں ہے۔ کہ وہ قیامت کے میدان میں خیانت کی خجالت اور رسوائی سے محفوظ رہے۔ **نظم مؤلف**

آں امامِ برحق از قولِ نبیؐ — آں پناہِ مغربی و مشرقی
آں جہانِ علم را بدرِ منیر — آں شہانِ ملکِ تمکیں را امیر
آں سپہرِ معرفت را آفتاب — آں ز وصلِ شاہدِ جاں کامیاب
معدنِ حلم و حیا صدق و صفا — مخزنِ علم و عمل خُلق و سخا
از سخائش گشت مفلس کانِ زر — بلکہ در دریا نماند از دُر اثر
قبلۂ اربابِ عرفاں ذاتِ او — مصحفِ اصحابِ عشق آیاتِ او
زو ولایت را بسر تاجِ شرف — وز فیوضش مکّہ ثانی نجف
شمعِ بزمِ جنت آمد روئے او — عطر افشاں بر جہاں گیسوئے رِدِ
آفتابِ آسمانِ ھل اتیٰ — تاجدارِ انماء لا فتیٰ
بود زیبندہ بفرقش تاجِ دیں — زانکہ بیشک بود امیر المومنین
خاکِ پائش افسرِ عرشِ بریں — سایہ اش انوار بخشِ شمسِ دیں
گرفتند نورِ ضمیرش بر جہاں — ہمچوں خود یکسر شود کون و مکاں
در صحابہ چوں در انجم آفتاب — سجدہ گاہِ ہر دو کون او را جناب
سرفرازاں خاک بر درگاہِ او — چوں خس و خاشاک اندر راہِ او
بر سرش زیبندہ تاجِ سروری — روشن است از وے چراغِ رہبری
شاہِ اقلیمِ ولایت ذاتِ او — ماہِ گردونِ ہدایت ذاتِ او
سایۂ او آفتابِ دو جہاں — روشنی بخشِ ضمیرِ انفس و جاں

منظہرِ عرفانِ حق اندیشہ اش معرفت بخشیدن آمد پیشہ اش
برقِ تیغش شمعِ بزمِ دیں بود پرتوِ او را ظفر آئیں بود
گشت پُشتِ دیں قوی از تیغِ او ہم شریعت یافت بر رُو آبرو
ہر کہ رُو گرداند از وے کافر است خویشتن را تا جہنم رہبر است
چونکہ صائم بود آں شہ بر دوام نانِ جو بودہ غذائش وقتِ شام
میکنم نامِ شریفش بر ملا ہاں فدائے من شوید اے نہ سما
جانشینِ مصطفےٰ یعنی علیؑ مجتبےٰ و مرتضےٰ یعنی علیؑ
اے خوشا نامے کز و دل زندہ گشت ہمچو عیسیٰ و خضر پایندہ گشت
وصفِ او چوں ہست بیروں از خیال باب دیگر را و ہم صوت زقال

باب نہم

جناب اسد اللہ الغالب کلّ غالب مطلوب کل طالب امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ و رضی اللہ عنہ کی شجاعت اور اُس کے متعلقات کے بیان میں

روضۃ الاحباب، روضۃ الصفا، معارج النبوۃ اور حبیب السیر میں مرقوم و مسطور ہے۔ کہ اکثر مجاہدان میدان سیر اور مجتہدان معرکۂ خبر نے روایت کی ہے۔ کہ جناب مستطاب خیر البریہ علیہ السلام والتحیۃ کے مدینہ طیبہ میں تشریف لانے کے دوسرے سال میں آیۂ اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَ بِاَنَّھُمْ ظُلِمُوْا۔ (جن سے کفار لڑتے ہیں ان کو بھی اجازت دے دی گئی ہے۔ کیونکہ وہ مظلوم ہیں) کے نازل ہونے سے آیہ۔ لَکُمْ دِیْنُکُمْ وَلِیَ دِیْنِ (تمہارے لئے ہے تمہارا دین اور میرے لئے ہے میرا دین) کا حکم منسوخ ہوگیا۔ اور جہاد کرنے کی اجازت مل گئی۔ اور کلمۂ اَنَا نَبِیُّ السَّیْفِ کے قائل نے اُقْتُلُوا الْمُشْرِکِیْنَ کے حکم کی تعمیل پر کمر ہمّت باندھ کر عنان عزیمت

جنگِ کفار کی طرف پھیری۔

بہ سال دوم بہترین عباد　　برافراخت رایات غزو و جہاد
کمربست بر قتل اعدائے دیں　　چو گفتش خدا اُقْتُلُو الْمُشْرِکِیْنَ

اور اہل سیر و حدیث کی اصطلاح میں جس لشکر میں کہ خیر البشر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم بنفس نفیس خود تشریف رکھتے تھے۔ اور لشکرکشی میں شامل ہوتے تھے۔ اس جنگ کا نام غزوہ ہے۔ اور اس کی جمع غزوات ہے۔ اور جس لشکر میں خود ہمراہ نہ ہوتے تھے۔ بلکہ ان کے سوا اور کوئی شخص ان کا قائم مقام اور سپہ سالار مقرر ہو کر جاتا تھا۔ اس کو سریہ کہتے ہیں۔ اس کی جمع سرایا آتی ہے۔ اور ایک روایت کے بموجب سید کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ کے تمام غزوات اُنیس تھے۔ اور ایک قول کے موافق اکیس[۲۱]۔ اور بعض کے نزدیک چوبیس[۲۴] اور ایک گروہ کے اعتقاد میں ستائیس[۲۷] تھے۔ اور سرایا کی تعداد پچاس سے زائد ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نو غزوات میں اہل کفر و ضلال کے ساتھ جنگ و جدال کا اتفاق ہُوا اور بدر۔ احزاب۔ بنی قریظہ۔ مریسیع۔ خیبر۔ وادی القریٰ۔ فتح مکہ۔ اور حُنین کے معرکوں میں مُسلمانوں کو فتح و ظفر نصیب ہوئی۔

منقبت [۱] مؤلف عرض کرتا ہے۔ کہ اسد اللہ الغالب امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالب نے تمام غزوات میں آنحضرت کی رفاقت کی اور تائید دین اور نصرت اسلام میں کمال درجہ سعی فرمائی۔ صرف ایک غزوۂ تبوک میں ہمراہی سے قاصر رہے۔ کیونکہ آنحضرت نے ہجوم اعدا کے خوف سے ان کو مدینہ میں اپنا قائم مقام کرکے فرمایا تھا۔ اے بھائی! اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے۔ کہ تبوک لڑائی کے بغیر ہی فتح ہو جائے گا۔ تم میرے اہل و عیال پر نگران رہو۔ تاکہ وہ دشمنوں کے مکر و کید سے محفوظ و مصئون رہیں امیرؑ نے عرض کی۔ کہ یا رسولؐ اللہ! مجھ کو عورتوں اور بچوں میں چھوڑے جاتے ہو۔ اس کے جواب میں سرور کائنات نے ارشاد فرمایا۔ اَمَا تَرْضٰی اَنْ تَکُوْنَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰی غَیْرَ اَنَّهٗ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ۔ چنانچہ حدیث مذکور صحیح مسلم و بخاری میں سعد بن وقاص کی روایت سے اور مسند احمد بن حنبل اور مسند بزار میں ابو سعید خدری کی روایت سے اور اوسط طبرانی اور صواعق محرقہ میں اُمّ سلمہ اور ابن عباس کی روایت سے منقول ہے۔

الغرض اسی سال (دوم) میں غزوۂ بدر کبریٰ جس کو بدر قتال بھی کہتے ہیں۔ وقوع پذیر ہوا اور بموجب آیۂ کریمہ۔ لَقَدْ نَصَرَکُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّ اَنْتُمْ اَذِلَّةٌ [آل عمران ۱۳] اللہ تعالیٰ نے تم کو بدر میں فتح و نصرت عطا فرمائی۔ جبکہ تم ذلیل و خوار تھے) اسلام کی فتح ہوئی۔ اور کفار نے شکست کھائی۔ اس غزوے کا سبب یہ

ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معلوم ہوا کہ ابی سفیان ودیگر اہل قریش کے ہمراہ بہت سا مال لے کر شام سے مکہ معظمہ کو واپس جا رہا ہے اس لئے تین سو اصحاب (جن میں اسّی مہاجر اور باقی انصار تھے) کے ہمراہ جن کے پاس ستّر اونٹ۔ دو یا تین گھوڑے۔ چھ زرہیں اور آٹھ تلواریں تھیں۔ قافلے کو روکنے کے ارادے ۱۲ یا ۲ ماہ رمضان المبارک کو مدینہ طیبہ سے روانہ ہوئے۔ ابوسفیان نے اس واقعہ سے خبردار ہو کر ضمضم غفاری کو مکہ میں بھیجا۔ تاکہ قریش سے مدد طلب کرے۔ تاریخ کی بہت سی کتابوں میں لکھا ہے۔ کہ ضمضم کے مکہ معظمہ میں پہنچنے سے پہلے عاتکہ دختر عبدالمطلب نے ایک رات ایسا خواب دیکھا کہ اس کی دہشت سے خوف زدہ ہوئی۔ اور صبح کو عباس سے بیان کیا۔ کہ رات کو میں نے ایک خواب دیکھا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ قریش عنقریب کسی بلا میں گرفتار ہوں گے۔ اور میں وہ خواب تم سے بیان کرتی ہوں۔ مگر اس شرط پر کہ کسی کو اس راز سے خبردار نہ کرے۔ عباس نے اس کے پوشیدہ رکھنے کا وعدہ کیا۔ عاتکہ نے کہا۔ میں نے خواب میں دیکھا ہے۔ کہ ایک شتر سوار ابطح (وادی مکہ) میں آکر کھڑا ہوا۔ اور پکارا اے قریش! اپنے قتل گاہ کی طرف شتابی کرو۔ اس کے بعد مسجد حرام میں گیا۔ اور لوگ اس کے پیچھے پیچھے تھے۔ اس سوار نے خانہ کعبہ کے کوٹھے پر چڑھ کر تین بار اسی کلام کو دہرایا۔ پھر میں نے اس کو کوہ ابوقبیس کی چوٹی پر دیکھا۔ کہ اسی بات کو دہرا رہا ہے۔ بعدازاں پہاڑ کی چوٹی سے ایک پتھر لڑھکایا۔ اور وہ پتھر ریزہ ریزہ ہو گیا۔ اور مکہ میں بنی ہاشم اور بنی زہرا کے سوا کوئی گھر ایسا نہ رہا۔ جس میں کوئی ریزہ اس پتھر کا نہ گرا ہو۔ عباس جب گھر سے نکلے۔ تو بہن کی وصیّت کا کچھ خیال نہ رہا۔ اور ولید بن عتبہ سے جو کہ اُن کا دوست تھا۔ اس خواب کو ذکر کر دیا۔ اور اسی روز یہ بات سب جگہ مشہور ہو گئی۔ اور ابوجہل کے کان تک جا پہنچی۔ دوسرے روز طواف کے وقت عباسؓ سے کہا۔ اے ابوالفضل! کتنے دن ہوئے کہ یہ عورت نبوت کے درجہ پر فائز ہوئی ہے۔ عباس نے کہا۔ کونسی عورت؟ بولا۔ تمہاری بہن عاتکہ جس نے ایسا خواب دیکھا ہے۔ عباس نے انکار کیا۔ ابوجہل سفاہت اور جہالت کی باتیں کرنے لگا۔ اور بولا تم اس پر قناعت نہیں کرتے کہ تمہارے مرد نبوت کا دعوےٰ کرتے ہیں۔ اب تمہاری عورتیں بھی پیغمبری کا دعویٰ کرتی ہیں تین دن تک تو صبر کرتا ہوں اور کچھ نہیں کہتا۔ اگر اس خواب کا اثر کچھ ظاہر نہ ہوا۔ تو اطراف عرب میں تمام قبائل کے نام اس مضمون کے خط لکھوں گا۔ کہ بنی ہاشم تمام قبائل عرب سے بڑھ کر دروغگو اور جھوٹے ہیں۔

الغرض جب اس واقعہ کے تیسرے روز ضمضم غفاری نے حرم کعبہ میں پہنچ کر ابوسفیان کا پیغام قوم کو پہنچایا قریش کے اکثر ادنیٰ و اعلیٰ لوگوں نے سفر کا سامان تیار کیا۔ اور نو سو پچاس مُشرک حضرت پیغمبر صلعم کے مقابلے کو روانہ ہوئے۔ ان کے سات سو اونٹ اور سو گھوڑے تھے۔ اور تمام سوار اور بعض پیادے زرہ پوش تھے۔ اور ہر روز ایک رئیس قوم ساری فوج کو کھانا دیتا تھا۔ اکثر ثقہ راویوں کا اس پر اتفاق ہے۔ کہ عباس بن عبدالمطلب

قتیبہ بن ربیعہ۔ امیہ بن خلف۔ حکیم بن حزام۔ نضر بن الحارث۔ ابو جہل بن الہشام۔ سہل بن ہشام اور بنیہ و نبیہ پسران حجاج وغیرہ لشکر کفار کے رؤسا و عُظما میں سے تھے۔

یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے۔ کہ جب ابوسفیان بدر میں پہنچا۔ اس کو تحقیق ہوا۔ کہ سپاہِ اسلام اُس کی طرف کو آرہی ہے۔ تو رستے کو چھوڑ دیا۔ اور دوسری راہ سے قافلہ کو مکہ میں پہنچا دیا۔ اور قیس بن امراء القیس کو قوم کے پاس بھیج کر پیغام دیا۔ کہ تمہارا باہر آنا صرف قافلے کی حمایت کے واسطے تھا۔ اب کہ ہم بخیر و عافیت حرم میں پہنچ گئے ہیں۔ مناسب یہ ہے کہ تم بھی واپس آجاؤ۔ قیس نے سرداران قریش سے ملاقات کر کے پیغام پہنچا دیا۔ ابو جہل نے کہا۔ خدا کی قسم۔ ہم واپس نہ جائیں گے۔ جب تک کہ بدر میں نہ پہنچیں۔ اور وہاں شراب پی کر عیش و عشرت نہ منالیں۔ اور جب ہم ایسا کر گزریں گے۔ تو ہماری شوکت و حشمت کی شہرت تمام عرب کے اطراف و جوانب میں ہو جائے گی اور قوم نے مجبوراً ابو جہل کے کہنے پر عمل کیا۔ اور سپاہ اسلام کی طرف کوچ کیا۔ لیکن بنی زہرہ نے اپنے خلیفہ اخنس بن شریف کی صلاح سے مکہ کی طرف مراجعت کی۔

اور اس طرف سے حضرت خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب وادی سفر میں نزول فرمایا۔ تو سُنا کہ سرداران قریش قافلے کی حمایت کو آرہے ہیں۔ اور آیۂ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ (آل عمران) اور اُن سے کام میں مشورہ لے) کے موافق بڑے بڑے صحابہ سے مشورہ لیا۔ جب اکابر مہاجر و انصار نے اخلاص و اتحاد کا اظہار کیا۔ اور جنگ کے باب میں نہایت پختہ دلی سے سب کی رائے متفق ہو گئی۔ اس وقت حضور سرورِ کائنات نے ارشاد فرمایا۔ کہ اے صحابہ تم کو بشارت ہو۔ کہ خدا تعالےٰ نے مجھ کو ان دو گروہوں قافلہ اور ان کے حامی و مددگاروں میں سے (چونکہ ان کی حمایت کو آئے ہیں) ایک گروہ پر فتح و نصرت کا وعدہ فرمایا ہے۔

واقدی روایت کرتا ہے۔ کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۱۶۔ ماہ مبارک رمضان کو وادی بدر میں تشریف لائے۔ اور علیؑ ابن ابی طالب کو دوسرے صحابہ کے ساتھ خبر گیری پر مقرر فرمایا۔ اور ایک مقام کی طرف اشارہ کر کے فرمایا مجھے امید ہے۔ کہ اس کوئیں کے پاس جو وہاں پر واقع ہے۔ کچھ خبر ملے گی۔ جب امیر المومنینؑ اپنے ہمراہیوں سمیت اس مقام پر پہنچے۔ تو قریش کے کچھ سقے ملے۔ اور عریض اور اسلم نام دو غلاموں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لائے۔ حضرت نے پوچھا۔ قریش کہاں ہیں؟ انہوں نے جواب دیا۔ کہ اس سامنے کے ریت کے ٹیلے کے پیچھے۔ بعد ازاں لشکر کی گنتی اور سرداران لشکر کے نام دریافت کئے۔ جب تمام کیفیت واضح ہو گئی۔ تو اصحاب سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ مکہ نے اپنے جگر گوشوں کو تمہاری طرف پھینک دیا ہے۔ اور وہاں سے کوچ کر کے بدر کے اخیری کوئیں پر اُترے۔ اور اصحاب سے فرمایا۔ اس کوئیں کے قریب حوض کھود کر پانی سے بھر دیں۔ اور لڑائی کے دن مشرکوں کی ایک جماعت نے اس پانی کے پینے کا قصد کیا۔ مُسلمانوں نے

منع کرنا چاہا حضرت نے فرمایا۔ پانی پینے دو۔ جن کافروں نے وہ پانی پیا۔ ان میں سے حکیم بن حزام کے سوا اور کوئی شخص اس معرکے سے زندہ بچ کر نہیں گیا۔

الغرض منزل مذکور میں کفار نمودار ہوئے۔ اور انہوں نے لشکر اسلام کے برابر قیام کیا۔ اور ۱۷ ماہ رمضان کو صبح کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ کے جوشن کو زیب تن کر کے سپاہ ظفر اساس کی صف بندی فرمائی۔ اور رؤسائے قریش نے نہایت تیزی اور تندی سے صفوف جنگ کو آراستہ کر کے میدان میں پرے جمائے۔ اور مشرکین میں سے اوّل ہی اوّل جس نے قدم معرکہ کارزار میں رکھا۔ وہ عتبہ بن ربیعہ تھا۔ کہ اپنے بھائی شیبہ اور اپنے بیٹے ولید کو لے کر اہل اسلام کے مقابلے کو نکلا۔ اور لشکر اسلام سے فرزندانِ حارث معاذ۔ معوذ اور عوف نے ان سے مقابلہ کرنے کو قدم بڑھایا۔ جب یہ تینوں مشرکوں کے نزدیک پہنچے۔ عتبہ اور شیبہ نے پوچھا۔ تم کون ہو۔ جواب دیا۔ ہم فلاں و فلاں انصار سے ہیں۔ کفار بولے۔ ہم کو تم سے کام نہیں ہے۔ ہم اپنے بنی اعمام کو چاہتے ہیں۔ جب وہ واپس گئے۔ تو عتبہ اور شیبہ نے پکار کر کہا۔ اے محمدؐ! ہمارے ہمسروں اور کفووں کو میدان میں بھیج۔ آنحضرتؐ نے حمزہ بن عبدالمطلب علیؑ بن ابی طالب اور عبیدۃ بن الحارث کو اُن کے مقابلہ کے لئے بھیجا۔ عتبہ حمزہ کے مقابل ہوا۔ اور شیبہ ابو عبیدہ کی طرف متوجہ ہوا۔ اور ولید نے جو معاویہ کا ماموں تھا۔ امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کا سامنا کیا۔ امیر نے ایک وار میں ولید کو جہنم واصل کیا۔ اور حمزہ نے اپنی شمشیر خونریز سے عتبہ کو ریزہ ریزہ کر ڈالا۔ اور شیبہ نے ایک کاری زخم عبیدہ کے پاؤں پر لگایا۔ کہ وہ میدان میں گر پڑا۔ اور پنڈلی کی ہڈی کا مغز بہنے لگا۔ اور شیر بیشہ ہیجا سلطان الاولیا علیٰ مرتضےٰ علیہ التحیۃ والثنا نے عبیدہ کی امداد کی۔ اور جاتے ہی شیبہ کو قتل کیا۔ پھر تو لڑائی کی آگ بھڑک اٹھی۔ حیدر کرار کی شمشیر آبدار کفار کے خرمن حیات کو تباہ و برباد کرنے لگی۔ جس طرف وہ شیر حملہ آور ہوتا۔ مشرکوں کی فوج خوار و ذلیل ہو کر بھاگ نکلتی۔ نظم۔

امیر لشکر دیں پیشوائے اہل یقیں — کہ ہادی رہِ اسلام خواند رہبر او
چو وقت حملہ زند بانگ بر تکاور خویش — قدم بہ قُلّۂ گردوں زند تکاور او
دلاوری کہ چو تیغ دو سر کشد زینام — شود دو نیم دلِ خصم در برابر او!
بہ کوہِ قاف چو خنجر کشد بروزِ مصاف — شود شگاف شگاف از نہیبِ خنجر او
امامِ صفدر غالب کہ بود دولت دیں — ہمیشہ در کنفِ رو آیتِ مظفر او!

اور اہل اسلام کے اور بہادر بھی شاہِ ولایت کی حمایت میں بہت کشش و کوشش بجا لائے۔ اور ان کی سنانِ جاں ستاں مشرکوں کو دوزخ میں بھیجتی رہی۔ اس وقت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے درگاہِ قاضی

الحاجات میں دست مناجات بلند کئے۔ اور نہایت عجز و نیاز کے ساتھ اہل اسلام کی فتح و نصرت کے لئے دُعا فرمائی۔ آنحضرتؐ کی چشم ہائے مبارک پر اُونگھ غالب ہوئی۔ اور اُسی وقت آنکھ کھول کر مسلمانوں کی امداد کے لیئے ملائکہ مقربین کی افواج کے نزول کی بشارت حاضرین کو پہنچائی۔ اور آیہ وافی ہدایہ ۔ سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ (عنقریب یہ جماعت کفار شکست کھائے گی اور پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے) زبان وحی ترجمان پر جاری فرمایا۔ اور ریت کی مُٹھی اُٹھائی اور آیہ۔ وَشَاهَتِ الْوُجُوهُ ۔ (اور ان کے مُنہ سیاہ ہوگئے) پڑھ کر مشرکوں کی طرف پھینک دی۔ اور اسلامی لشکر کو فتح کی بشارت دے کر کفار کے مقابلے پر جرأت دلائی۔

امیرالمومنین کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے۔ کہ بدر کے روز تین دفعہ پے در پے تیز ہوا چلی۔ پہلی دفعہ، جبرئیلؑ ہزار فرشتے لے کر آئے۔ دوسری دفعہ میکائیلؑ ہزار فرشتے لے کر۔ اور تیسری دفعہ اسرافیلؑ ہزار فرشتوں کے ہمراہ لشکر اسلام کی مدد کو آئے۔ اُس روز فرشتے نور کی سُرخ اور زرد پگڑیاں سر پر باندھے ابلق گھوڑوں پر سوار تھے۔

القصّہ جب پروردگار کی مدد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شامل حال ہوئی۔ کفّار بھاگ نکلے۔ ان کے ۷۰ ستر آدمی مارے گئے۔ اور ۷۰ ستر اسیر ہوئے۔ ستر مقتولین میں سے ۳۶ چھتیس آدمی شیر یزداں شاہِ مرداں علی ابن ابی طالب کی شمشیر آبدار سے واصل جہنم ہوئے۔ منجملہ ان کے چند اشخاص کے نام یہ ہیں۔

عاص بن سعید۔ حنظلہ بن سفیان برادر معاویہ۔ طعیمہ بن عدی۔ نوفل بن خالد۔ رمنہ بن الاسود۔ عمر بن عثمان ۔ عم طلحہ بن عبداللہ۔ عثمان و مالک برادران طلحہ۔ مبنہ بن الحاج سہمی اور ابوجہل لعین معاذ و معوذ فرزندان عفراء کی تلوار سے واصل جہنم ہوا۔ اور عبداللہ بن مسعود نے فتح کے بعد اس ملعون کا سر آنحضرتؐ کی خدمت میں پیش کیا۔ اور اسیروں میں سے چند قیدیوں کے نام درج ذیل ہیں۔

عباسؓ ۔عقیلؓ۔ ابوالعاص۔ ابوعزیز۔ عمرو۔ وہب۔ سہیل۔ عقبہ بن معیط۔ اور نصر بن الحارث۔ ان میں سے عباس اور عقیل تو مسلمان ہوگئے۔ اور عقبہ اور نصر اسداللہ الغالب کی ذوالفقار کی تحریک سے اسفل السافلین کو سدھارے۔ اور باقی قیدی فدیہ دے کر رہا ہوئے۔ اور اہلِ توحید سے چودہ شہید ہوُئے چھ مہاجر سے اور آٹھ انصار سے اور ابوعبیدہ بن الحارث بن عبدالمطلب شہداء مہاجرین کی شمار میں ہیں۔

منقول ہے کہ عبیدہ رضی اللہ عنہ شیبہ کی تلوار سے زخمی ہو کر گر پڑے۔ تو ان کو اُٹھا کر رسولؐ خدا کے پاس لے گئے۔ عرض کی۔ یاسیدالمرسلین! کیا میں شہید ہوں؟ آنحضرت نے آب دیدہ ہو کر فرمایا۔ ہاں تم شہید ہو۔ اور واپسی کے وقت ابوعبیدہ کی روح عالم قدس کی طرف پرواز کر گئی۔ ان کی عمر بقول صاحب مقصدِ اقصیٰ اسّی سال تھی۔ جب یہ نامور فتح حاصل ہو چکی۔ اور کفار اپنے مُردوں کو چاہ بدر میں پھینک کر چلے گئے تو سیّد ابرار

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حیدر کرار اور دیگر اصحاب اخیار کے ہمراہ اس کوئیں پر تشریف لے گئے اور ان کشتوں کے نام لے کر فرمایا۔ هَلْ وَجَدْتُمْ مَا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا فَإِنِّي قَدْ وَجَدْتُ مَا وَعَدَ رَبِّي حَقًّا۔ (جو کچھ تمہارے پروردگار نے وعدہ کیا تھا۔ کیا تم نے اس کو حق پایا۔ میرے پروردگار نے جو وعدہ فرمایا تھا۔ میں نے تو اس کو حق پایا) عمر بن الخطابؓ نے عرض کی یا رسول اللہ! آپ ان بے جان جسموں سے بات کرتے ہیں۔ فرمایا تم ان سے زیادہ سُننے والے نہیں ہو۔

جب آنحضرتؐ نے مدینہ منورّہ کی طرف مراجعت فرمائی۔ تو وادی صفرا میں ایک ٹیلے پر بیٹھ کر غنیمتوں کو تقسیم کیا۔ اور ابوجہل کے اونٹ کو مخصوص فرمایا۔ اور روضتہ الاحباب میں مذکور ہے۔ کہ منیہ بن حجاج کی تلوار جس کا نام ذوالفقار تھا۔ امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کو عطا فرمائی۔ لیکن اکثر کتب معتبرہ میں ایسا نظر سے گذرا ہے کہ شمشیر مذکور جبرئیلؑ امین بہشت سے لائے تھے۔ چنانچہ حکیم سنائی نے حدیقہ میں اس طرف اشارہ کیا ہے۔ **بیت**

ذوالفقارے کہ از بہشت خدا بفرستادہ بُود۔ شرک زدائے

اور مورخین کا اس پر اتفاق ہے۔ کہ آٹھ آدمی بعض ضروریات کے سرانجام دینے کے سبب آنحضرتؐ کی اجازت سے اس غزوے میں حاضر نہیں ہُوئے۔ ابو البابہ عبد المنذر جو آنحضرتؐ کی طرف سے مدینہ میں خلیفہ تھا۔ عاصم بن عدی۔ حارث بن وہاب۔ حوات بن جبیر۔ حارث بن صابہ۔ سعد بن زید۔ طلحہ بن عبید اللہ اور عثمان بن عفان۔ بدر کے حاضرین میں غنائم کو تقسیم کر کے ان کا حصّہ بھی عطا فرمایا۔

منقبت ۲۳ نیز کتب مذکور میں مرقوم ہے کہ ہجرت کے تیسرے سال اُحد کی لڑائی ہوئی۔ اس کی کیفیت اس طرح پر ہے۔ کہ ابوسفیان تین ہزار لشکر شیطان کو جن میں سات سو زرہ پوش تھے۔ اور دو سو گھوڑے۔ اور تین ہزار اونٹ ان کے ساتھ تھے۔ ہمراہ لے کر مدینہ منورّہ پر چڑھ آیا۔ عباس نے مکہ معظمہ سے ایک خط حضرتؐ کی خدمت میں ارسال کیا۔ اور اس واقعہ کی خبر دی۔ سیّد المرسلین نے ارادہ کیا کہ مدینہ میں قلعہ بند ہو کر کفار کی مدافعت فرمائیں۔ لیکن بعض جنگ جو بہادروں کی الحاح ومبالغہ کے سبب نہایت کراہت کے ساتھ ۱۴ شوال کو نماز جمعہ کے بعد عبد اللہ بن مکتوم کو مدینہ میں اپنا نائب مقرر کر کے ایک ہزار بہادروں کے ہمراہ جن میں سو آدمی زرہ پوش تھے۔ کفّار کی جنگ کو روانہ ہوئے۔ اور عبد اللہ بن سلول اثنائے راہ میں تین سو منافقوں کے ساتھ واپس چلا گیا۔ اور لشکر اہلِ اسلام میں تین علم تھے۔ سیّد المرسلین کا علم خاص امام الاشجعین اسد اللہ الغالب کے دست مبارک میں تھا۔ اور ایک علم سعد بن عبادہ کے ہاتھ میں۔ ایک حباب بن المنذر کے ہاتھ میں تھا۔

القصہ روز شنبہ ۱۵ ؍شوال کو علی الصباح کوہ احد کے قریب دونوں لشکر ایک دوسرے کے مقابل ہوئے آنحضرت نے صفوف لشکر کو درست اور عکاشہ بن محسن اسیدی کو میمنہ پر مقرر فرمایا۔ اور ابو سلمہ کو میسرہ پر اور ابو عبیدہ اور سعد کو ہراول میں مقرر فرمایا۔ اور مقداد بن عمر کو ساقہ لشکر میں تعینات کیا۔ اور عبداللہ بن جبیر کو پچاس تیر اندازوں کے ساتھ پانی کے دو چشموں کا محافظ بنایا۔ جو لشکر کے بائیں طرف تھے۔ اور وصیت کی۔ کہ کسی حالت میں وہاں سے حرکت نہ کرے۔ اور ابو سفیان نے بھی اپنے لشکر کو مرتب کیا۔ خالد بن ولید کو میمنہ پر اور عکرمہ بن ابی جہل کو میسرہ پر مقرر کیا۔ اور عبداللہ بن ابی ربیعہ کو سو تیر اندازوں پر امیر بنایا۔ اور علم کو طلحہ بن ابی طلحہ کے جو نامور بہادروں میں سے تھا۔ اور آنحضرت نے خواب میں اپنے آپ کو اس کا قاتل تعبیر فرمایا تھا۔ سپرد کیا۔ جب جنگ کا میدان گرم ہوا۔ طلحہ مذکور نے میدان شجاعت میں قدم بڑھا کر مبارز طلب کیا۔ اور شیر خدا علی مرتضیٰ سیلِ رواں کی طرح اس بداختر کی طرف جھپٹے۔ اور ذوالفقار کے ایک وار میں اس کا کام تمام کیا۔ طلحہ کے قتل ہونے کے بعد اس کے بھائی مصعب نے اس علم کو اٹھا کر مبارز طلب کیا۔ اور عاصم بن ثابت کا تیر کھا کر جہنم واصل ہوا۔ اور اس کا دوسرا بھائی بھی عاصم کا تیر کھا کر دوزخ کو سدھارا۔ اور عثمان حضرت حمزہ کی تلوار سے مارا گیا۔ آخرکار بنی عبدالدار کا ایک غلام علم کفار اٹھا کر میدان میں آیا۔ اور حیدر کرار کی ذوالفقار کے وار سے دار البوار کی راہ لی۔ اور کشف الغمہ میں امام جعفر صادق سے روایت ہے کہ کفار کی طرف سے نو شخصوں نے علم برداری کر کے مبارز طلبی کی۔ اور سب کے سب امیر المومنین کرم اللہ وجہہ کے ہاتھ سے قتل ہوئے۔ اور مورخین و محدثین کا اس بات پر اتفاق ہے۔ کہ امیر المومنین حیدر کرار نے تمام معرکوں میں خصوصاً جنگ اُحد میں تمام اصحاب خیر البشر سے بڑھ کر شجاعت دکھائی۔ اور مشرکین کو شکست دے کر پسپا کیا۔ اور باقی مسلمان مالِ غنیمت کے حاصل کرنے میں مصروف ہو گئے۔ اور جو جماعت کہ خواجہ کونین رسول الثقلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے دونوں چشموں کے درے پر متعین تھی۔ اپنے سردار کی رائے کے خلاف مالِ غنیمت کے طمع میں میدان میں اتر آئی۔ اور خالد بن ولید اور عکرمہ بن ابی جہل۔ عبداللہ محافظ درہ کو اس کے چند رفقا سمیت قتل کر کے لشکرِ اسلام کی پشت کی طرف سے اندر داخل ہوئے۔ اور تلواریں کھینچ کر مسلمانوں پر آ پڑے۔ اور ان کو مغلوب کر لیا۔ بہت سے مسلمان شہید ہوئے۔ اور باقی بھاگ گئے۔ ہر چند آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو پکارتے تھے۔ مگر کوئی نہ سنتا تھا۔ یہ بات ثابت ہو چکی ہے۔ کہ لڑائی کے عین وسط میں چودہ آدمیوں سے زیادہ آنحضرت کی خدمت میں باقی نہ رہے۔ اور ان کے نام یہ ہیں۔ علیؑ ابن ابی طالب [۱] ابو بکر بن ابی قحافہ [۲] عبدالرحمٰن بن عوف [۳] سعد بن ابی وقاص [۴] زبیر بن عوام [۵] طلحہ [۶] بن عبیداللہ۔ ابو عبیدہ [۷] جراح حباب [۸] بن المنذر۔ ابو دجانہ [۹]۔ عاصم [۱۰] بن ثابت حارث [۱۱] بن صمہ۔ سہل [۱۲] بن حنیف۔ سعد [۱۳] بن عبادہ۔ محمد [۱۴] بن سلمان

اور جب لڑائی کا زور ہوا۔ تو ان چودہ بزرگواروں میں سے بھی چھ فرار ہوگئے۔ اور باقی آٹھ جاں نثاروں نے مرنے کی دل میں ٹھان کر باہم عہد کیا۔ کہ آنحضرت کی رکاب میں شہید ہوجائیں گے۔ اور میدان سے قدم باہر نہ اٹھائیں گے ان کے نام یہ ہیں۔ امیرالمومنین علیؑ۔ طلحہؓ۔ زبیرؓ۔ ابودجانہ۔ حارثؓ۔ حبابؓ۔ عاصمؓ۔ سہل۔ ان ناموروں نے مشرکوں کے مقابلے میں شجاعت ومردانگی کے آثار ظاہر کئے۔ اور باوجود دشمنوں کی کثرت اور ہجوم سپاہ کے ان میں سے کسی کو ذرا سا صدمہ بھی نہیں پہنچا۔ آخر کار سپاہ کفار کی مار دھاڑ سے ان آٹھ صحابہ کرام میں سے جنہوں نے مرجانے اور میدان سے قدم نہ اٹھانے پر باہم بیعت کی تھی۔ شاہ عالی مقام کرم اللہ وجہہ کے سوا اور کوئی میدان میں نہ رہا سب کے سب فرار کر گئے۔ اس حال میں جناب خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دائیں اور بائیں نظر اٹھائی۔ تو علی بن ابی طالب کے سوا اور کسی کو نہ دیکھا۔ فرمایا۔ اے بھائی! تم کیوں نہ گئے اور کس لئے اہل فرار کا ساتھ نہ دیا امیرؑ نے جواب میں عرض کی۔ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَکْفُرُ بَعْدَ الْاِیْمَانِ اِنَّ لِیْ بِکَ اُسْوَۃً۔ یعنی اے رسولؐ خدا کیا میں ایمان لانے کے بعد کافر ہوجاؤں۔ مجھ کو آپ کی پیروی اور تاسی ہے۔ اور خدا کی قسم۔ اس مقام سے قدم نہ اٹھاؤں گا۔ یہاں تک کہ قتل ہوجاؤں یا یہ کہ حق تعالیٰ حضرت کو فتح ونصرت عطا فرمائے۔ اس وقت کفار کی تین زبردست اور کثیر التعداد پارٹیوں نے یکے بعد دیگرے آنحضرت صلعم پر حملہ کیا۔ اور ہر دفعہ حیدر کرار نے ذوالفقار کے وار سے ان ملاعنہ کے شر کو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دفع کیا۔ پہلے فریق سے ہشام بن امیہ مخزومی کو قتل کیا۔ اور باقی بھاگ گئے۔ اور دوسری جماعت سے عمرو بن عبداللہ جمحی کو واصل جہنم فرمایا۔ اور باقی کفار حضرت کے شمشیر آبدار کے خوف سے بھاگ گئے۔ اور تیسری پارٹی سے بشر بن مالک عامری کو دوزخ میں بھیجا۔ اور باقی شکست کھا کر فرار ہوگئے۔ اس کے بعد کفار اشرار میں سے کسی کو جنگ کرنے کی جرأت باقی نہ رہی۔

اور یہ بات صحیح ثابت ہوچکی ہے۔ کہ جب کفار فرار کر گئے۔ اور میدانِ جنگ ان کی نجاست سے پاک ہوگیا تو سرور کائنات صلعم نے فرمایا۔ اے بھائی! سنتے ہو کہ ایک فرشتہ رضوان نام جو خازن بہشت ہے۔ آسمان پر کہہ رہا ہے۔ لَا فَتٰی اِلَّا عَلِیٌّ وَلَا سَیْفَ اِلَّا ذُوالْفِقَارِ (علیؑ کے سوا اور کوئی بہادر جوان نہیں۔ اور ذوالفقار کے سوا اور کوئی تلوار جوہر دار نہیں) اس بشارت کے سننے سے امیر المومنینؑ امام اجمعین اسد اللہ الغالب پر ایسا ذوق وسرور طاری ہوا۔ کہ زار زار رونے لگے۔ اور خدا کی نعمت کا شکر بجا لائے۔ اسی اثنا میں جبرئیلؑ نے عرض کی۔ یا رسولؐ اللہ علیؑ سے جو جوانمردی اور شجاعت آپ کی محبت میں ظاہر ہوئی ہے۔ اس کو دیکھ کر تمام ملائکہ کو کمال تعجب ہو رہا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیوں نہ ہو۔ اِنَّہٗ مِنِّیْ وَاَنَا مِنْہُ یعنی وہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں۔ جبرئیل نے گذارش کی۔ اَنَا مِنْکُمَا یعنی میں تم دونوں سے ہوں۔ اور اکثر کتب سیر میں منقول ہے۔ کہ غزوۂ احد میں حضرت خیر البشر صلعم نے خود بنفس نفیس بھی جنگ فرمائی ہے۔

مثنوی۔ دراں روز از دست بر قضا | بہ دندانِ آں سرورِ انبیا
یکے سنگ خورد و شکستے رسید | شد از عقدِ دُر لعل و مرجاں پدید

اور صحیح ترین روایت میں ہے کہ سعد بن ابی وقاص کے بھائی عتبہ نے ابوسفیان کے کہنے سے حضرت کو یہ پتھر مارا تھا۔ اور روضۃ الصفا میں مرقوم ہے۔ کہ احد کے روز عبد اللہ بن قمیہ۔ عتبہ ابی وقاص۔ عبد اللہ بن شہاب زہری۔ اور اُبی بن حلف نے باہم عہد باندھا تھا کہ رسول کو قتل کریں گے۔ اور بعض مورخین عبد اللہ بن حمید اسدی کو بھی ان چاروں میں شمار کرتے ہیں۔ اور ابن قمیہ اور عتبہ علیہما اللعنۃ نے اس قدر پتھر حضرت پر برسائے کہ آپ کے رخسارے مجروح ہو گئے۔ اور خود کے حلقے پیشانی مبارک میں گڑ گئے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ان ملعونوں کی تلوار کے وار سے آنحضرت ایک گڑھے میں جا پڑے۔ اور لوگوں کی نظروں سے اُوجھل ہو گئے ابلیس لعین نے چلّا کر کہا۔ کہ محمدؐ قتل ہو گئے۔ اور اس خبر کے شائع ہونے سے اہلِ اسلام کو حزن و ملال ہوا۔ اور ان میں تفریق پڑ گئی۔ اور کفار اشرار نہایت مسرور اور خوشحال ہوئے۔ اور اول جس شخص نے آنحضرت کو گڑھے میں دیکھ کر شناخت کیا۔ وہ کعب بن مالک انصاری تھا۔ پکار کر کہا۔ اے مسلمانو! سیّد المرسلین زندہ و سلامت ہیں۔ یہ سُن کر مسلمان ہر طرف سے حضرت کی طرف دوڑے۔ اول امیر المومنینؑ خدمت میں پہنچے۔ پھر طلحہ۔ طلحہ نے اس گڑھے میں داخل ہو کر کمر جھکائی۔ اور آنحضرتؐ نے اپنے پاؤں اس کی پیٹھ پر رکھے اور امام الاشجعین نے حضرت کے ہاتھ پکڑ کر وہاں سے اُٹھایا۔ اور یہ بات پایۂ صحت کو پہنچ چکی ہے۔ کہ آنحضرتؐ نے اُن پانچ کافروں کے حق میں بد دُعا فرمائی۔ جنہوں نے آپ کے قتل کرنے پر باہم عہد کیا تھا۔ بعض تو اسی معرکے میں مارے گئے۔ اور باقی سال کے اندر اندر جہنم واصل ہوئے۔

اور مقصدِ اقصلےٰ میں مرقوم ہے۔ کہ اُبی بن خلف لعنۃ اللہ نے آنحضرتؐ پر حملہ کیا۔ اور مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے اس کا مقابلہ کیا۔ اور اس شقی کے ہاتھ سے نیزہ کھا کر شہید ہو گئے۔ اور آنحضرت صلعم نے بھی سہل بن حنیف کے ہاتھ سے نیزہ لے کر اسے ملعون کی گردن پر مارا۔ اُسے نیزہ کھا کر بھاگ نکلا۔ اور اس زخم کے درد سے گائے کی طرح فریاد کرتا تھا۔ یہاں تک کہ اسی حال میں واصل جہنم ہوا۔ اور بعض روایات میں وارد ہوا ہے۔ کہ ایک دفعہ زید بن وہب نے عبد اللہ بن مسعود سے پوچھا میں نے سُنا ہے کہ احد کے روز علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ ابو دجانہ اور سہل بن حنیف رضی اللہ عنہما کے سوا حضرت رسالت پناہ کی خدمت میں کوئی رہ گیا تھا۔ یعنی باقی سب بھاگ گئے تھے۔ یہ خبر سچ ہے یا نہیں؟ اس نے جواب دیا۔ کہ شروع میں جب لشکرِ اسلام نے فرار اختیار کیا۔ تو امیر المومنین علیؑ مرتضیٰ کے سوا اور کوئی شخص آنحضرتؐ کے پاس باقی نہ رہا تھا۔ ایک ساعت کے بعد عاصم بن ثابت۔ ابو دجانہ۔ سہل بن حنیف اور طلحہ بن عبید اللہ حضرت کی خدمت میں

واپس آئے۔ اور لڑنے پر مستعد ہو گئے۔ زید نے پھر سوال کیا۔ کہ ابوبکرؓ اور عمرؓ کہاں تھے۔ اس نے جواب دیا۔ کہ وہ بزرگوار بھی ایک طرف کو چل دیئے تھے۔ اور جب عثمان بن عفان کا حال دریافت کیا۔ تو جواب دیا۔ کہ وہ جناب بھی لڑائی سے تیسرے روز نمودار ہوئے۔ کیونکہ وہ منزل عریض میں جا کر ٹھہر گئے تھے۔ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اے عثمانؓ! تم اس واقعہ میں عریض چلے گئے تھے۔

امیر المومنین کرم اللہ وجہہ سے منقول ہے کہ اس ہولناک دن میں ابودجانہ اور سعد وقاص تینوں ایک ایک طرف سے مشرکوں کو ہٹانے میں مصروف رہے۔ یہاں تک کہ خدا نے خوشی دکھائی۔ چنانچہ اکثر کتب سیر میں لکھا ہے۔ کہ اُحد کے دن اور صحابہ مثل ابوعبیدہ جراح۔ طلحہ بن عبید اللہ۔ ابوطلحہ انصاری نے بھی خوب شجاعت اور مردانگی کی داد دی۔ اور طلحہ کی دو انگلیاں ابن قمیہ کی تلوار سے کٹ گئیں۔ اور مالک بن زہیر کے تیر سے ایک آنکھ بھی بیکار ہو گئی۔

الغرض جب لڑائی ختم ہوئی۔ حضرت خیرالبریہ علیہ وآلہ السلام والتحیہ کچھ صحابہ کے ساتھ جو کہ آ کر جمع ہو گئے تھے شعب احد میں تشریف لے گئے۔ اور ہند زوجہ ابوسفیان والدہ معاویہؓ اور دیگر قریشی عورتوں نے جب میدان کو دلاوران شمشیر زن سے خالی پایا۔ تو شہدا کی طرف متوجہ ہوئیں۔ اور حنظلہ بن ابی عامر واہب کے سوا جس کا لقب غسیل الملائکہ ہے۔ تمام شہیدوں کو مثلہ کر ڈالا۔ (یعنی اعضا کاٹ ڈالے) اور ہند نے حضرت کے عم نامدار حمزہؓ کا جگر شکم مبارک سے نکال کر چبایا۔ اسی لئے اس کو آکلۃ الاکباد (جگر خوارہ) کہا کرتے تھے۔ ان واقعات کے بعد ابوسفیان اور اس کے ہمراہیوں نے شعب اُحد کے پاس آ کر باآواز بلند پکار کر کہا۔ کہ محمدؐ قوم میں موجود ہے۔ یا نہیں۔ حضرت کے اشارے سے کسی نے جواب نہ دیا۔ اور خاموش ہو رہے۔ ابوسفیان نے پھر پکار کر کہا۔ کہ کیا ابن خطاب اور ابن ابو قحافہ ہیں یا نہیں۔ کسی نے جواب نہ دیا۔ اور بروایت مقصد اقصیٰ اسد اللہ الغالب نے فرمایا۔ خدا کی قسم! محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زندہ ہیں۔ اور تیری باتیں سُن رہے ہیں۔ تب ابوسفیان نے بتوں کی مدح وثنا کرنی شروع کی۔ اور کہا۔ اَعْلِ ھُبَل اَعْلِ ھُبَل (ہبل معزز ہوا۔ ہبل معزز ہوا) اصحاب نے حضرت کے حکم سے جواب دیا۔ اَللّٰہُ اَعْلٰی وَاَجَل (اللہ بزرگ و برتر ہے) پھر ابوسفیان نے کہا۔ اَلْعُزّٰی لَنَا وَلَا عُزّٰی لَکُمْ (عزیٰ لے (عزت) ہمارے لئے ہے۔ اور تمہاری کوئی عزت نہیں ہے) مسلمانوں نے جواب دیا۔ کہ اَللّٰہُ مَوْلَانَا وَلَا مَوْلٰی لَکُمْ (اللہ ہمارا مولا ہے۔ اور تمہارا کوئی مولا نہیں ہے) ابوسفیان نے کہا ہم سال آئندہ تم سے منزل بدر میں لڑیں گے۔ امام الاشجعین نے بموجب ارشاد سید المرسلین فرمایا منظور ہے۔ اور ابوسفیان مکہ کی طرف روانہ ہوا۔

اکثر اہل سیر نے روایت کی ہے۔ کہ جنگِ اُحد میں قریبًا تیس مشرک قتل ہوئے۔ ان میں سے بقول

محمد بن اسحاق بارہ شخص امیرالمومنین حیدر کرار کے ہاتھ سے مارے گئے۔ ان کے نام یہ ہیں۔

طلحہ[1] ابن ابی طلحہ۔ اس کا بیٹا ابوسعید[2]۔ اور بھائی[3] کلدہ۔ ابوعبداللہ[4] بن جمیل۔ ابو[5] الحکم بن الاخنس۔ ولید[6] بن حذیفہ۔ اس کا بھائی امیہ[7]۔ ارطات[8] بن شرحبیل۔ ہشام[9] بن امیہ۔ عمرو[10] بن عبداللہ جمحی۔ بشر[11] بن مالک صواب[12]۔ غلام بنی عبدالدار۔ اور بہ روایت روضۃ الاحباب مسلمانوں کے ستر آدمی اور ایک روایت کے موافق پینسٹھ شہید ہوئے۔ ان میں سے چار تو مہاجر تھے۔ اور باقی سب انصار۔ اور شہدائے مہاجرین میں سے ایک حمزہ رضی اللہ عنہ تھے۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا تھے۔ اور کتب معتبرہ میں وحشی قاتل حمزہؓ سے روایت ہے۔ وہ بیان کرتا ہے۔ کہ میں جبیر بن مطعم بن عدی کا غلام تھا۔ اور جنگ بدر میں میرے آقا کا چچا طعیمہ بن عدی حمزہؓ کے ہاتھ سے مارا گیا تھا۔ اس لئے جبیر نے اُحد کی طرف آتے ہوئے مجھ سے کہا۔ اگر تو حمزہؓ کو قتل کر دے۔ تو میں تجھے آزاد کر دوں گا۔ اور رستے میں کسی وقت ہند بھی اپنے باپ عتبہ کے قتل ہو جانے کا انتقام لینے کی وجہ سے مجھ کو اس امر پر ترغیب و تحریص کیا کرتی تھی۔ اور کہتی تھی۔ اگر یہ کام تیرے ہاتھ سے ہو جائے۔ تو میں خاص طور پر تیری پرورش کروں گی۔ احد کے دن جبکہ معرکہ جنگ و جدال خوب گرم ہو رہا تھا۔ میں میدان میں گیا۔ حمزہ کو دیکھا۔ کہ مست شیر کی طرح میدان میں آیا۔ اور مشرکوں کی صفوں کو اُلٹ پلٹ کر دیا۔ اس وقت سباع عبدالعزیٰ خزاعی نے جس کی ماں مکہ میں عورتوں کا ختنہ کیا کرتی تھی۔ مسلمانوں کے برابر آکر مبارز طلب کیا۔ اور حمزہؓ نے اس کے آگے اوّل اس کی ماں کے پیشے پر اس کو ملامت کی۔ بعد ازاں ایک تلوار کی ضرب سے اس کو خاک میں ملا دیا۔ میں اس وقت ایک پتھر کے پیچھے گھات میں بیٹھا تھا۔ جب حمزہ میرے نزدیک پہنچا۔ میں نے وار کیا۔ اور میری تلوار ناف کے نیچے لگ کر دوسری طرف سے پار نکل گئی۔ اس نے میری طرف رُخ کیا۔ اور اُسی وقت زمین پر گر کر ٹھنڈا ہو گیا۔ بعد ازاں ہند حمزہؓ کی لاش پر آئی۔ اور اس کے کان کاٹ لئے۔ اور جگر نکال کر چبایا۔

منقول ہے کہ جب کفار و مشرکین نے مکہ کی طرف مراجعت کی۔ تو مسلمان شہدا کے حالات معلوم کرنے میں مشغول ہوئے۔ حضرت رسالت مآبؐ نے فرمایا۔ حمزہؓ کا کیا حال ہے۔ میں اُن کو نہیں دیکھتا۔ امیرالمومنین علیؑ کرم اللہ وجہہ اپنے چچا کی تلاش کرنے لگے۔ ناگاہ اُن کا جسد مبارک ایک مقام پر پڑا ہوا دیکھا۔ اُن کے حالِ زار پر خوب آنسو بہائے۔ اور صورتِ واقعہ آکر آنحضرت کی خدمت میں عرض کی۔ حضرت رسول اللہ سُنتے ہی وہاں تشریف لے گئے۔ جب اپنے عم نامدار کو مُثلہ ہوا دیکھا۔ نہایت محزون ہوئے۔ اور فرمایا۔ خدا کی قسم! جب قریش پر قابو پاؤں گا۔ تو ستر اشخاص کو مُثلہ کروں گا۔ اسی وقت یہ آیہ نازل ہوا۔ وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصَّابِرِيْنَ۔ (نحل ۱۶) اگر تم کسی کو

عقاب کرو۔ تو جیسی تکلیف تم کو دی گئی ہے۔ ویسی ہی تکلیف دو۔ اور اگر تم صبر کرو۔ تو بیشک وہ صبر کرنے والوں کے لئے بہتر ہے) جناب سرور کائنات نے آیہ مذکور کے منشار کے موافق صبر کیا۔ اور اپنے ارادے کو ترک فرمایا۔ اور قسم کا کفارہ ادا کیا۔ اور حمزہ رضی اللہ عنہ حضرت سے عمر میں دو سال بڑے تھے۔ اور مؤلف اعمار الاعیان نے اُن کی عمر انسٹھ سال بیان کی ہے۔ اور ان کی کُنیت ابو العلےٰ لکھی ہے۔ اور بعض نے ابو عمارہ بیان کی ہے۔ اور شہدائے مہاجرین میں سے ایک عبداللہؓ بن حجش۔ آنحضرتؐ کا پھوپھی زاد بھائی تھا بیان کرتے ہیں کہ احد کے دن عبداللہ نے دعا کی۔ اے خدا اس لڑائی میں ایسے شخص کو میرا مقابل کر جو نہایت قوی اور زبردست ہو۔ اگر مجھ پر غالب ہو جائے تو میرے ناک کان کاٹ لے۔ جب تیرے دربار میں حاضر ہوں اور تو مجھ سے پوچھے کہ تیرے ناک اور کان کس لئے کاٹے گئے۔ میں عرض کروں کہ تیری اور تیرے رسولؐ کی محبت میں۔ اور تو میری بات کی تصدیق کرے اور فرمائے ع

گوش و بینی بریدہ مائی

یعنی تیرے کان اور ناک ہماری راہ میں کاٹے گئے ہیں۔

سعد سے مروی ہے کہ عبداللہؓ نے صبح کے وقت یہ آرزو کی۔ اور میں نے شام کو دیکھا۔ کہ کفار اس کے ناک اور کان کاٹ کر لے گئے ہیں۔ اس کو حضرت حمزہؓ کے ساتھ ایک قبر میں دفن کیا گیا۔ اور اس کی عمر چالیس سال سے اوپر تھی۔ اور مہاجرین میں سے ایک شہید مصعب بن عمیر ہے۔ کہ مدینہ کے بہت سے باشندوں نے اس کی کوشش سے اسلام اختیار کیا۔

مقصد اقصیٰ میں لکھا ہے۔ کہ جب مسلمانوں نے معرکہ اُحد سے فرار کیا۔ اس وقت مہاجرین کا علم مصعب کے ہاتھ میں تھا۔ اس جری نے بھاگنے کا خیال تک نہ کیا۔ اور برابر میدان میں قدم جمائے رہا۔ ابن قمیہ نے اس کا دایاں ہاتھ تلوار مار کر کاٹ ڈالا۔ اس نے علم کو بائیں ہاتھ میں لے لیا۔ اور اس آیت کی تلاوت کی وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ (محمد فقط خدا کا رسولؐ ہے اس سے پہلے بہت سے رسول گزر چکے ہیں) ابن قمیہ نے دوسری طرف سے بایاں ہاتھ بھی قلم کیا مصعب رضی اللہ عنہ نے دوسری دفعہ وہی آیت پڑھی۔ اور علم کو اپنے دونوں کٹے بازوؤں کے دباؤ سے سینے سے لگا لیا۔ ابن قمیہ نے نیزہ مار کر اس مرحوم کا کام تمام کر دیا۔ (رحمۃ اللہ علیہ)

کہتے ہیں کہ مصعب مال و متاع دنیا سے اس قدر خالی تھا۔ کہ جب شہید ہوا۔ تو ایک چمڑے کا ٹکڑا ترکہ چھوڑا۔ کہ جب اس کا سر اس سے ڈھانپتے تھے۔ تو پاؤں کھل جاتے تھے۔ اور جب پاؤں ڈھانپتے تھے تو سر کھل جاتا تھا۔

بیت غلامِ ہمت آنم کہ زیرِ چرخِ کبود ز ہر چہ رنگ تعلق پذیرد آزاد است

نظم مؤلف

مشو بر خانقاہ و خانہ و باغ و سرا مغرور کہ ایں نقشے است بر آبے کہ رُو سوئے عدم وارد
بہ تجرید آشنا باش و ازیں شط ہمچو بط بگذر کہ چوں ماہی شود غرق آنکہ با خود وہ درم وارد

اور شہدائے انصار میں سے ایک ذکوان بن قیس ہے۔ اور وہ اہلِ بدر میں داخل ہے۔ آنحضرت نے اُس کی شان میں فرمایا۔ جو کوئی ایسے شخص کو دیکھنا چاہے کہ وہ بہشت کے سبزے پر چلتا ہے۔ اس کو چاہیئے کہ ذکوان کی طرف نظر کرے۔

اور روضۃ الصفا میں منقول ہے۔ کہ جب مسلمان احد کو روانہ ہوئے۔ تو ذکوان نے اپنے بال بچوں کو وداع کیا۔ انہوں نے کہا۔ کہ اب ملاقات کب ہوگی۔ جواب دیا۔ کہ قیامت کے دن۔ اور جب دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے تو اس زور شور سے جنگ کی۔ کہ درجہ شہادت پہ فائز ہوئے۔ اور لڑائی کے آخر میں آنحضرت نے فرمایا۔ کسی کو ذکوان کی بھی خبر ہے۔ امام الاشجعین کرم اللہ وجہہٗ نے عرض کی۔ یا رسولؐ اللہ! میں نے دیکھا۔ کہ ایک سوار اس کے قتل کے درپے ہو رہا ہے۔ اور کہتا ہے۔ مجھ کو نجات نہ ہو اگر تو نجات پا جائے۔ پھر اس کے کندھے پر تلوار ماری۔ اور میں نے اس سوار کو پُشت زین سے زمین پر گرا کر قتل کر ڈالا۔ جب غور سے دیکھا۔ تو وہ ابو الحکم بن اخنس تھا۔

اور شہدائے انصار میں سے ایک شہید حنظلہ ہے۔ واقدی سے روایت ہے۔ کہ اس نے جنگ احد کے قریب ہی نکاح کیا تھا۔ اور لڑائی کی رات کو آنحضرت کی اجازت سے مدینہ میں رہ کر اپنی بیوی سے زفاف کیا۔ اور اسی حالت میں میدانِ جنگ کا رُخ کیا۔ اور ایک ساعت لڑ کر شہید ہوگئے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ میں دیکھتا ہوں کہ فرشتے اس کو غسل دے رہے ہیں۔ جب مدینہ میں تشریف لائے۔ اور اُس کا حال اس کی زوجہ سے دریافت کیا۔ اس نے عرض کی۔ یا رسولؐ اللہ! جہاد کا شوق اس قدر غالب تھا۔ کہ رفع جنابت کئے بغیر ہی ہتھیار لگا کر میدانِ جنگ کو چل دیا۔ اس بات کے ثابت ہونے پر آنحضرتؐ نے حنظلہ کو غسیل الملائکہ کا لقب دیا۔ اور شہدائے انصار میں ایک عمرو بن الجموع ہے۔ جس کے چار بیٹے آنحضرتؐ کی خدمت میں رہتے تھے۔ اور خود لنگڑا ہونے کی وجہ سے لڑائیوں میں جانے سے معذور رہتا تھا۔ اس دفعہ جہاد کے لئے تیار ہو کر روانہ ہوا۔ ہر چند لوگوں نے کہا کہ لنگڑے پر جہاد واجب نہیں۔ لَیْسَ عَلَی الْاَعْرَجِ حَرَجٌ مگر کچھ اثر نہ ہوا۔ اور آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی۔ میں چاہتا ہوں کہ اس لنگڑے پاؤں سے بہشت حاصل کروں۔ سیّد عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا۔ لَاجِهَادَ عَلَيْكَ

تجھ پر جہاد واجب نہیں۔ عمرو نے مکرر التماس کی۔ آخر کار رخصت مل گئی۔ اور اپنے بیٹے اور سالے کے ساتھ شہید ہوا۔

واقدی سے مروی ہے کہ احد کے روز جب متوحش خبریں مدینہ منورہ میں پہنچیں تو عورتیں تحقیق کرنے کی غرض سے لشکر گاہ کی طرف متوجہ ہوئیں۔ امّ المومنین عائشہؓ نے بھی اُدھر کا رُخ کیا۔ رستے میں عمرو کی بیوی کو دیکھا۔ کہ اپنے شوہر۔ بھائی اور بیٹے کو اونٹ پر لادے ہوئے لارہی ہے۔ پوچھا کیا حال ہے؟ بولی الحمدللہ۔ سیّد کائنات کی۔ ذات فائض البرکات صحیح و سالم ہے۔ ان کی سلامتی میں سب مصیبتیں آسان اور سہل ہیں۔ اسی اثنا میں اونٹ بوجھ کی زیادتی کے سبب چلنے سے رہ گیا۔ اور زانو کے بل گر گیا۔ ہر چند سختی کی۔ مگر نہ چلا۔ حضرتؐ کی خدمت میں پہنچ کر اپنا حال عرض کیا۔ حضرت نے اپنی زبان معجز بیان سے فرمایا۔ اِنَّ الْجَمَلَ مَامُوْرٌ (اونٹ مامور ہے) بعدازاں دریافت فرمایا۔ کہ عمرو نے روانگی کے وقت کیا کہا تھا۔ اس کی عورت نے جواب دیا۔ کہ۔ اَللّٰھُمَّ لَا تَرُدَّنِیْ اِلٰی اَھْلِیْ (اے خدا مجھ کو میرے اہل و عیال کی طرف واپس نہ کرنا) آنحضرتؐ نے فرمایا۔ یہی وجہ ہے۔ کہ اونٹ مدینہ کی طرف نہیں جاتا۔ نیز آنحضرتؐ نے اُس کو بشارت دی۔ تیرا شوہر۔ بیٹا۔ اور بھائی بہشت میں ایک دُوسرے کے ساتھ مل جل کر بسر کر رہے ہیں۔ اور منجملہ ان کے ایک انس بن نضر ہے۔ منقول ہے کہ انس نے اس روز عمر بن الخطابؓ کو دیکھا۔ کہ مسلمانوں کی ایک جماعت کے ساتھ متفکر و متحیر ایک گوشے میں بیٹھے ہیں۔ انس نے پوچھا کیا حال ہے؟ وہ بولے کہ رسولؐ نے شہادت پائی۔ یہ سُن کر انسؓ نے کہا۔ پھر ہماری زندگی کس کام آئے گی۔ اُٹھو۔ اور دشمنوں سے جنگ کرو۔ یہاں تک کہ مارے جاؤ۔ جب ان میں سے کسی نے بھی ساتھ نہ دیا۔ تو تلوار میان سے نکال کر میدان کا رُخ کیا۔ اور اس قدر لڑائی کی کہ شہید ہو گیا۔

بیان کرتے ہیں کہ اس مرحوم نے اسّی زخم بدن پر کھائے (رحمۃ اللہ علیہ) اور منجملہ ستر اشخاص کے خارجہ بن زید سعد بن ربیع یمان بن حبل (جو نادانستگی کی حالت میں اہل اسلام کے ہاتھ سے شہید ہوا) اور عبداللہ بن جبیر اور وہ جماعت جو چشموں کے شگاف کی محافظت میں ثابت قدم رہی۔ شہید ہوئے۔ اور جس شہید کا جنازہ لاتے تھے۔ آنحضرتؐ اُس کو حمزہؓ کے پہلو میں رکھ کر نماز پڑھتے تھے۔ چنانچہ حمزہؓ پر ستّر دفعہ نماز پڑھی اور ایک قول یہ ہے۔ کہ آنحضرتؐ نے شہداء پر نماز نہیں پڑھی۔ اور مذہب شافعی کے مجتہدوں نے اس قول کو ترجیح دی ہے۔ اور اہلِ اخبار اس بات پر متفق ہیں کہ شہداء کو بغیر غسل دیئے اسی مقام میں دفن کر دیا اور اسی روز شام کے وقت جب آنحضرتؐ نے مدینہ میں مراجعت فرمائی تو رستے میں جس قبیلے کے پاس سے گذرتے۔ اس کے مرد اور عورتیں سب رستے پر آکر آپ کی صحت و سلامتی پر خدا کا شکر ادا کرتے تھے۔ اور

کہتے تھے۔ آپ کے سوا اور تمام مصیبتیں سہل اور آسان ہیں۔ حالانکہ ان لوگوں میں سے اکثر مصیبت زدہ تھے۔
اور یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے۔ کہ جنگ احد کے دوسرے روز خبر پہنچی۔ کہ ابو سفیان مراجعت سے پشیمان ہوا۔ اور پھر اپنے ہمراہیوں سمیت جنگ کے ارادے سے مدینہ کو آرہا ہے۔ اس لئے حضرت نے اپنا علم امیر المومنینؑ کے سپرد کیا۔ اور اسی جماعت کے ہمراہ جو احد کے دن آنحضرتؐ کے ہمرکاب تھی دشمنوں سے لڑنے کے ارادے سے روانہ ہوگئے۔ اور منزل حمراالاسد تک تشریف لے گئے۔ کفّار نے جب اہل اسلام کی کثرت کا حال سُنا۔ تو فرار کرکے مکہ کی طرف روانہ ہُوئے۔ اور آنحضرت صلعم نے مدینہ سکینہ کی طرف مراجعت فرمائی۔

منقبت ۳۔ نیز کتب مذکورہ میں لکھا ہے۔ کہ ہجرت کے چوتھے سال میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ستر تن زہاد صحابہ کو اہلِ نجد کی ہدایت پر مامور فرمایا۔ اور منذر بن عمر و ساعدی کو ان کا امیر مقرر کیا۔ جب وہ منزلیں طے کرکے مقام بیر معونہ پر پہنچے۔ تو عامر نے جو قوم یہود کا امیر تھا۔ ایک جمعیت کثیر فراہم کرکے ایک شخص کے سوا جس کا نام عمرو تھا۔ تمام صحابہ کو قتل کر ڈالا۔ جب عمرو مدینہ میں واپس پہنچا۔ اور سارا حال بیان کیا۔ تو آنحضرت نے صحابہ کے تلف ہونے پر افسوس کیا۔ اور عامر کے لئے بد دعا فرمائی۔ چنانچہ وہ ملعون اُسی روز گھوڑے سے گر کر اسفل السافلین کو سدھارا۔ اس وقت عمرو نے عرض کی کہ میں نے بھی واپسی کے وقت قبیلۂ عامر کے دو آدمیوں کو سوتا دیکھ کر قتل کردیا ہے یہ سُن کر آنحضرتؐ کا قلق اور زیادہ ہوا اور عمرو کو خطا و سہو سے منسوب کرکے فرمایا۔ وہ دونوں شخص مومن تھے۔ اب ان دونوں کا خون بہا ادا کرنا واجب ہے اور اسی وقت یہود بنی نضیر (جو اہل اسلام کے حلیف تھے۔) کے حصار میں تشریف لے گئے اور ان دو شخصوں کی دیت کے باب میں ان سے امداد طلب کی۔ یہودیوں نے اوّل تو قبول کرلیا۔ پھر دل میں عذر و بیوفائی کا ارادہ کیا۔ جبرئیلؑ نے ان کے خیال فاسد سے آنحضرت کو اطلاع دی۔ اس لئے مدینہ میں واپس چلے آئے اور محمد بن سلمہ کی معرفت بنی نضیر کو وہاں سے نکل جانے کا پیغام بھیجا۔ اور ان کے خیال فاسد سے آگاہ کرکے فرمایا کہ اس تاریخ سے دس روز گذر جانے کے بعد تم میں سے جو کوئی اس علاقے میں پایا جائے گا۔ ہمارے حکم سے قتل کیا جائے گا۔ وہ اُن گمراہوں نے اس تہدیدی پیغام سے خوفزدہ ہو کر سفر کی تیاری شروع کردی۔ اور آخر کار عبداللہ بن ابی کے بہکانے سے وہیں توقف کرنے کی صلاح قائم کرلی۔ آنحضرتؐ نے ابن مکتوم کو ایک جماعت کے ہمراہ مدینہ میں اپنا جانشین چھوڑا۔ اور علم حضرت علی بن ابی طالب کے ہاتھ میں دے کر بنی نضیر کی طرف متوجہ ہوئے اور عصر کی نماز ان کے قلعے کے نیچے پہنچ کر ادا فرمائی۔ اور پندرہ روز تک محاصرہ رہا۔ اور محاصرہ کے دنوں میں غرور نام ایک تیر انداز نے خیر المرسلین کے خیمہ کی طرف تیر پھینکا۔ جب رات ہوئی۔ تو حضرت اسد اللہ الغالب

لشکر گاہ سے غائب ہو گئے۔ بعض اصحاب نے آپ کی غیبت کا حال آنحضرت سے عرض کیا۔ فرمایا۔ وہ تمہاری کسی ضرورت ہی کے واسطے باہر گئے ہوں گے۔ اسی اثنا میں شاہ شجاعت خصال نے غزور پر غرور کا سر نجس لا کر حضرت کے پاؤں میں ڈال دیا۔ اور عرض کی۔ یہ اس ملعون کا سر ہے۔ جس نے آنحضرتؐ کے خیمے کی طرف تیر چلایا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اس واقعہ کی کیفیت دریافت کی۔ امام الاشجعین کرم اللہ وجہہٗ نے عرض کی۔ میں نے اس میں آثار شجاعت دیکھ کر خیال کیا۔ شاید اس کی جرأت اس کو اس بات پر آمادہ کرے۔ کہ رات کو قلعہ سے نکل کر جس کو غافل پائے۔ قتل کر ڈالے۔ اس لئے میں گھات میں جا بیٹھا۔ ناگاہ میں نے دیکھا۔ کہ ننگی تلوار ہاتھ میں لئے نو آدمیوں کے ہمراہ قلعے سے باہر آیا۔ میں نے اس پر حملہ کر کے اس کا سر تن سے اُتار لیا۔ اور اس کے ہمراہی بھی بہت قریب ہیں اگر آپ اجازت دیں۔ تو امید ہے کہ اُن پر بھی فتح پاؤں۔ آنحضرت نے ابو دجانہ اور سہل بن حنیف کو آٹھ اور آدمیوں سمیت امام الاشجعین کے ہمراہ کر دیا۔ اسد اللہ الغالب نے غزور کے رفیقوں کو جا لیا۔ اور سب کو قتل کر کے ان کے سرہائے نامبارک سیّد کائنات کی خدمت میں حاضر کئے۔ اور آنحضرتؐ کے حکم سے ان سروں کو بنی خطمہ کے گھر کے دروازے پر لٹکا دیا۔ جب بنی نضیر محاصرے میں تنگ آ گئے۔ تو آنحضرتؐ کی خدمت میں آدمی بھیج کر درخواست کی۔ کہ ہم کو اس ملک سے نکل جانے کی اجازت دیں۔ فرمایا۔ آج یہ درخواست قبول نہیں ہو سکتی۔ مگر اس شرط پر کہ اپنے ہتھیار یہیں چھوڑ دو۔ اور جس قدر مال تمہارے مویشی اُٹھا سکیں لے جاؤ۔ باقی یہیں رہنے دو۔ یہودی مجبوراً اس شرط پر راضی ہو گئے۔ اور جلاوطنی اختیار کی۔ بعض خیبر کے قلعوں میں اور بعض اور اطراف میں متفرق ہو گئے۔

منقبت ۔ نیز کتب مذکورہ میں مرقوم ہے۔ کہ ہجرت کے پانچویں سال میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سُنا کہ بنی مصطلق کا سردار حارث بن ضرار ایک لشکر جمع کر کے مسلمانوں سے جنگ کرنے کے لئے تیار ہے ناچار سرور کائنات نے تیاری کی اور مہاجرین کا علم امام الاشجعین علی مرتضیٰؑ کو عطا فرمایا۔ اور انصار کا علم سعد بن عبادہ کے سپرد کیا۔ اور قدوہ اصحاب عمر بن الخطاب کو مقدمہ لشکر میں متعین فرمایا۔ اور میمنہ پر زید بن حارث کو اور میسرے پر عکاشہ بن محصن کو مقرر کیا۔ اور اس ترتیب و آئین سے دشمنان دین کی طرف روانہ ہوئے۔ اور اس سفر میں بہت سے منافق غنیمت کے لالچ میں ساتھ ہوئے۔ اور سپاہ اسلام میں تیس گھوڑے تھے اور امہات المومنینؓ میں سے ام سلمہؓ اور عائشہؓ اس غزوہ میں حضرت کے ہمراہ تھیں۔ جب حارث بن ضرار سیّد ابرار کی تشریف آوری سے مطلع ہوا تو صفوان نام ایک پہلوان کو اپنا علم دار بنا کر میدان میں قدم رکھا جب لڑائی شروع ہوئی۔ تو حیدر کرار نے مالک نام ایک نامی شجاع کو اس کے بیٹے سمیت ذوالفقار کی ضرب سے دو نیم کیا۔ اور ابو قتادہ کو جو مشرکوں کا علمدار تھا۔ دو پارہ کر ڈالا۔ حضرت کی یہ شجاعت دیکھ کر کفار و مشرکین پر سخت

خوف طاری ہوا۔ اور باقی مسلمانوں نے فتح ونصرت سے مخصوص ہوکر وہیں مشرکوں کو قتل کیا۔ اور باقی قوم اسیر ہوئی۔ اور ان کا سارا مال غنیمت میں داخل ہوا۔ چنانچہ کشف الغمہ میں مرقوم ہے کہ امام الاشجعین کرم اللہ وجہہ نے نزہ بنت حارث بن ابی ضرار کو اسیر کر کے خیر البشر کی خدمت میں پیش کیا۔ اور آنحضرتؐ نے اس کا نام جویریہ مقرر کر کے ازواج مطہرات میں داخل فرمایا۔

منقبت ۳۰ نیز کتب مذکورہ میں منقول ہے۔ کہ اسی سال میں غزوۂ خندق جس کو جنگِ احزاب بھی کہتے ہیں۔ واقع ہوا۔ اہلِ تاریخ بیان کرتے ہیں۔ کہ جب سرور کائنات نے یہود بنی نضیر کو جلا وطن کر کے متفرق کر دیا۔ تو ہر ایک قوم نے ایک ایک طرف سکونت اختیار کی۔ اور بعض نواحی خیبر میں جا بسے۔ اس وقت ان کے رؤسا کی ایک جماعت مثل حی اخطب۔ کنانہ۔ ابو عامر وغیرہ قریباً بیس آدمی مل کر مکہ میں گئے۔ تاکہ ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں کو سیّد کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جنگ پر ترغیب وتحریص دلا کر باہمی معاہدے کو مستحکم کر لیں۔ ابوسفیان نے بہادروں کی ایک جماعت کے ساتھ کعبہ میں جا کر قسم کھائی۔ کہ ہم جب تک زندہ رہیں گے محمدؐ کے مقابلے سے باز نہ آئیں گے۔ اور اسی طرح اور قبائل کی طرف متوجہ ہو کر ان سے بھی اسی قسم کے عہد لئے۔ پھر ابوسفیان نے لشکر شیطان کو جمع کیا۔ اور چار ہزار آدمی۔ ڈیڑھ ہزار گھوڑے۔ اور تین سو اونٹ لے کر باہر نکلا۔ اور دوسرے قبائل کی جمعیت بھی مرالظہران میں ان سے ملحق ہوگئی۔ اور دس ہزار کا لشکر مدینہ پر چڑھ گیا۔ جب یہ خبر حضرت کو پہنچی تو مشورے کے بعد سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی رائے سے خندق کھودنے کی صلاح قرار پائی۔ اور تین ہزار مہاجر وانصار کی جمعیت کو ہمراہ لے کر کوہ سلع کے دامن میں جو مدینہ کے قریب ہے خندق کھودنے میں مصروف ہوئے مسلمانوں نے نہایت کوشش اور محنت سے کام لے کر چھ روز میں خندق کا کام پورا کر دیا۔ اور یہ ثابت ہو چکا ہے کہ سلمان فارسیؓ اکیلے دس مرد کے برابر کام کرتے تھے۔ ایک روز قیس نے ان کو نظر لگا دی۔ مرگی کا عارضہ لاحق ہو گیا۔ اور کام سے رہ گئے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ کہ قیس کے وضو کے پانی سے سلمان کو دھوؤ۔ اور اس کے برتن کو اُن کی پیٹھ کے پیچھے اوندھا کر کے رکھ دیں۔ جب آپ کے فرمانے کے موافق عمل کیا گیا۔ تو سلمانؓ تندرست ہو گئے۔

مؤلف مناقب مرتضوی عرض کرتا ہے۔ کہ خندق کھودنے کے زمانے میں نہایت عجیب وغریب معجزات جناب سرورِ کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ واکمل التحیات سے ظاہر ہوئے۔ انشاء اللہ کتاب اعجاز مصطفوی میں جس کی تکمیل پیشِ نظر ہے۔ ان کا ذکر کیا جائے گا۔

القصّہ جب مشرکوں کے لشکروں نے اہلِ اسلام پر چڑھائی کے ارادے سے مدینۃ الاسلام کے میدان میں اجتماع کر کے اہلِ ایمان کا محاصرہ کر لیا۔ ان کے درمیان بڑے بڑے نامور پہلوان اور نامی سپہ سالار عمرو بن عبدود

جیسے موجود تھے۔ جو وفور شجاعت و کمال جرأت اور استعمال آلات حرب و استکمال ادوات طعن و ضرب میں قبائل عرب کے درمیان نہایت مشہور و معروف تھا۔ اور بہادرانِ عرب اس کو ہزار مرد کا مدِ مقابل خیال کرتے تھے۔ چنانچہ عمر بن الخطاب فرماتے تھے۔ کہ ایک روز ہم قریش کی ایک جماعت کے ساتھ جن میں عمرو بن عبدود بھی تھا۔ بہت سا مال لے کر تجارت کے لئے شام کو جا رہے تھے۔ ناگاہ قریباً ایک ہزار لٹیروں نے رستہ روک لیا اور قافلے والے مال و جان سے ناامید ہو گئے۔ اسی اثنا میں عمرو بن عبدود تلوار میان سے نکال کر شیر ژیان اور پیل دماں کی طرح مخالفوں پر حملہ آور ہوا۔ یہ دیکھتے ہی لٹیرے بھاگ نکلے۔ اور اہل قافلہ صحیح و سلامت وہاں سے گزر گئے۔ اور عمرو بن عبدود بدر کی لڑائی میں زخم کھا کر بھاگ گیا تھا۔ اور احد میں کسی وجہ سے شامل نہ ہو سکا تھا۔ اس لئے اس کا ارادہ تھا کہ اس جنگِ احزاب میں شریک ہو کر تلافی مافات کرے۔ اور اپنی بہادری اور شجاعت کو تمام قبائلِ عرب میں مشتہر اور منتشر کر دے۔

الغرض چند کار آزمودہ سپاہیوں مثل عکرمہؓ بن ابوجہل۔ ہبیرہ بن ابی وہب۔ نوفل بن عبداللہ۔ ضرار بن خطاب اور مرداس (جو بنی محارب سے تھا) کے ہمراہ خندق کے کنارے پر آیا۔ اور ایک تنگ مقام تلاش کر کے اپنے گھوڑوں کو ایک ایک تازیانہ لگایا۔ اور وہ جست کر کے خندق پر سے کود کر اندر آ گئے۔ اور خالد بن ولید اور ابوسفیان اور دیگر کفار نے خندق کے کنارے پر پرہ جمایا۔ عمرو بن عبدود نے ان سے کہا۔ تم ہمارے ساتھ خندق کے پار کیوں نہیں آتے۔ انہوں نے جواب دیا۔ کہ ضرورت کے وقت ہم بھی عبور کر آئیں گے۔ الغرض عمرو بن عبدود نے دلیرانہ قدم آگے بڑھایا۔ اور بآواز بلند مبارز طلب کیا۔ مسلمان چونکہ اس کی پہلوانی اور شجاعت سے واقف تھے۔ اور اس ملعون کے تیور اور مردانگی کو خوب جانتے تھے۔ اس لئے ایسا خوف ان پر چھایا۔ کہ کسی کے بدن میں خون نہ رہا۔ اور سر جھکا کر چپ چاپ رہ گئے۔ جب کسی شخص نے اس کا جواب نہ دیا۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ کوئی ایسا دوست ہے۔ جو اس دشمن کے شر کو ہمارے سر سے دور کرے۔ اس وقت سلطانِ تخت ولایت، برہانِ بخت حمایت، امام الاشجعین امیر المومنین اسد اللہ الغالب علیؑ بن ابی طالب نے عرض کی یا رسولؐ اللہ اَنَا اُبَارِزُہٗ (میں اس سے مقابلہ کروں گا) مگر اجازت نہ ملی۔ دوسری دفعہ پھر عمرو نے مبارز طلب کیا۔ امامؑ الاشجعین نے پھر اجازت مانگی۔ مگر حضرتؐ نے اجازت نہ دی۔ تیسری بار عمرو نے کہا۔ تمہارے درمیان کوئی مرد نہیں ہے جو میدان میں آ کر مجھ سے مقابلہ کرے؟ اسد اللہ الغالب نے عرض کی۔ یا رسولؐ اللہ۔ مجھے اجازت دیجئے۔ تاکہ اس سے جنگ کروں۔ ایک روایت میں ہے کہ آنحضرتؐ نے اپنی تلوار (جو ذوالفقار کے نام سے نامزد تھی۔ اس جنگ میں جناب امیر کو عطا فرمائی۔ اور اپنی خاص زرہ پہنائی۔ اور عمامۂ متبرک ان کے سر پہ رکھا۔ اور یوں دُعا فرمائی۔ اَللّٰھُمَّ اَعِنْہُ عَلَیْہِ۔ یعنی اے بارِ خدا! علیؑ کو عمرو بن عبدود پر فتحیاب کر۔ بعد ازاں مناجات کے لئے

دست مبارک اُٹھا کر درگاہ باری تعالیٰ میں عرض کی۔ اے خدا! تو نے عبیدہؓ کو بدر کے دن مجھ سے جدا کر لیا۔ اور حمزہؓ کو اُحد کے روز مجھ سے چھڑا لیا۔ یہ علیؑ میرا بھائی اور میرے چچا کا بیٹا ہے۔ لَا تَذَرْنِیْ فَرْدًا وَّاَنْتَ خَیْرُ الْوٰرِثِیْنَ (مجھے تنہا نہ چھوڑ۔ اور تو سب سے اچھا وارث ہے) پس امام الاشجعین پیادہ پا روانہ ہوئے۔ اور اس کے آگے پہنچ کر فرمایا۔ اے عمرو بن عبدود! میں نے سُنا ہے۔ کہ تیرا یہ قول ہے۔ کہ جو کوئی مجھ سے تین سوال کرے ان میں سے ایک سوال قبول کر لیتا ہوں۔ اس نے جواب دیا کہ ہاں۔ امیرؑ نے فرمایا۔ میں تجھ سے تین سوال کرتا ہوں۔ اوّل یہ کہ تو گواہی دے۔ کہ خدا واحد و یکتا ہے۔ اور محمد مصطفٰےؐ اس کا رسول اور بھیجا ہوا ہے۔ اور اس پروردگار کی فرمانبرداری کر۔ جو سب کا خالق ہے۔ عمرو نے جواب دیا۔ کہ مجھ سے اس بات کی توقع نہ رکھ۔ امیرؑ نے فرمایا۔ دوسری بات مان لے۔ وہ بولا۔ وہ کیا ہے۔ فرمایا۔ لڑائی سے باز آ۔ اور اپنے ملک کو واپس چلا جا۔ اس لئے کہ اگر محمدؐ کا کاروبار درست ہو گیا۔ اور وہ اپنے دشمنوں پر فتحیاب ہوئے۔ تو تو حضرتؐ کے معاونوں اور مددگاروں میں شمار ہو گا۔ اور اگر کام برعکس ہوا۔ تو جنگ اور مقابلہ کئے بغیر ہی تیرا مقصد حاصل ہو گیا۔ اس ملعون نے جواب دیا۔ کہ قریش کی عورتیں بھی اس طرز پر بات نہیں کرتیں۔ کبھی ایسا ہوا ہے کہ کسی شخص نے اپنی نذر پر قابو پایا ہو۔ اور نذر کو پورا کئے بغیر ہی واپس چلا جائے۔ اور جنگ بدر سے فرار کرتے وقت اس نے نذر کی تھی کہ جب تک انتقام نہ لے لوں گا بدن پر تیل نہ ملوں گا۔

الغرض جب اس نے ان دونوں باتوں سے انکار کیا۔ تو حضرت امیرؑ نے فرمایا۔ تو بس اب میرا اور تیرا مقابلہ ہی ہو گا۔ عمرو نے ہنس کر کہا۔ اچھا یہ بات ہے۔ کہ میں گمان نہ کرتا تھا۔ کہ دلیرانِ عرب میں سے کوئی مرد مجھ سے اس امر کی درخواست کر سکے گا۔ تو واپس چلا جا۔ کیونکہ ابھی نو عمر ہے۔ اور ابھی تیرا وہ وقت نہیں ہے۔ کہ مردانِ مرد سے میدان جنگ میں آ کر مقابلہ کرے۔ حالانکہ مجھ میں اور تیرے باپ میں باہم دوستی تھی۔ میں نہیں چاہتا۔ کہ تیرا خون میرے ہاتھ سے گرایا جائے۔ امیرؑ نے جواب میں فرمایا۔ اگر تو نہیں چاہتا کہ میرا خون تیرے ہاتھ سے گرایا جائے۔ تو میں تو چاہتا ہوں کہ تیرا خون گراؤں۔ اور تجھے قتل کروں۔ عمرو یہ بات سُن کر بہت برہم ہوا۔ اور غصہ میں آ کر گھوڑے سے اُتر آیا۔ اور اپنے گھوڑے کو پے کیا۔ اور تلوار میان سے نکال کر نہایت غصہ اور غضب سے امیرؑ پر حملہ کیا۔ امیرالمومنینؑ نے اس کی ضرب کو روکنے کے لئے ڈھال سر پر روکی۔ اس مردود نے بے دھڑک ایسی تلوار حضرت امیرؑ کے سر پر لگائی۔ کہ اگر وہ ضرب پتھر کے پہاڑ پر پڑتی تو پارہ پارہ ہو کر گر پڑتا۔ الغرض تلوار کے وار نے خود کو ایسا شگافتہ کیا۔ کہ اس کا اثر سر مبارک تک پہنچا۔ اس وقت حیدر کرار نے ذوالفقار کی ایک ضرب سے اس ملعون نابکار کے بدن کو سر کے بوجھ سے سبک بار کیا۔ اور اس کا سر نجس تن سے اُڑا کر بہ آواز بلند تکبیر کہی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تکبیر کی آواز سُنی۔ جان لیا۔ کہ وہ لعین مقتول ہوا۔

جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب مرتضیٰ علیؑ اور عمرو ایک دوسرے سے نزدیک ہوئے۔ تو اس قدر گرد و غبار اٹھا۔ کہ ہم ان کو نہیں دیکھتے تھے۔ ایک لحظہ کے بعد تکبیر کی آواز سنی۔ اس سے معلوم کیا۔ کہ امیرؑ نے اس کافر کو قتل کیا۔

القصہ عمرو کے قتل ہو جانے کے بعد ضرار بن خطاب اور ہبیرہ بن ابی وہب نے امیرؑ پر حملہ کیا۔ اور امیرؑ بھی ان کی طرف متوجہ ہوئے۔ ضرار نے جب حیدر کرار کو دیکھا۔ تو ذرا بھی قرار نہ کیا۔ اور فوراً میدان سے فرار کر گیا۔ جب اس سے دریافت کیا گیا۔ کہ اس قدر تیزی سے بھاگنے کا کیا سبب ہے۔ اس نے جواب دیا کہ مجھے اس وقت موت آنکھوں سے نظر آگئی تھی۔ لیکن ہبیرہ نے کچھ دیر قیام کیا۔ آخر کار ذوالفقار کا زخم اس کو لگا۔ تو اپنی زرہ وہیں پھینک میدان کو خالی کر گیا۔ اور نوفل بن عبداللہ مخزومی میدان جنگ سے بھاگا۔ اور گھوڑے پر سے خندق میں جا گرا مسلمانوں نے اس پر پتھر برسائے۔ اس نے چلا کر کہا۔ کہ اس کے بغیر بھی تو قتل کر سکتے ہیں امیر المومنینؑ نے خندق میں اُتر کر ذوالفقار کے ایک وار سے دو ٹکڑے کر ڈالا۔ عکرمہ۔ ہبیرہ۔ مرداس اور ضرار نے معرکہ جنگ سے فرار کر کے عمرو بن نوفل کے قتل ہو جانے کی خبر اپنی سپاہ کو پہنچائی۔ ابو سفیان اپنے رفیقوں سمیت بھاگ گیا۔ اور منزل عفیف تک کہیں دم نہ لیا۔

کہتے ہیں کہ جب اسد اللہ الغالب نے عمرو کو قتل کیا تو اس کی زرہ۔ لباس اور ہتھیاروں کی طرف مطلق توجہ نہ فرمائی۔ جب عمرو کی بہن اس کی لاش پر آئی۔ اور اس کو اس حال میں پڑا ہوا دیکھا تو کہنے لگی۔

یعنی اس کو کسی بزرگ اور کریم ہمسر نے قتل کیا ہے۔ جب اس کو معلوم ہوا۔ کہ میرا بھائی حیدر کرار کی تلوار سے مارا گیا ہے۔ تو اس کی لاش پر یہ دو شعر پڑھے۔

اَشعَار

لَوْ کَانَ قَاتِلُ عَمْرٍو غَیْرَ قَاتِلِهٖ ۔۔۔ لَکُنْتُ اَبْکِیْ عَلَیْهِ اٰخِرَ الْاَبَدِ

لٰکِنَّ قَاتِلَهٗ مَنْ لَا یُعَابُ بِهٖ ۔۔۔ مَنْ کَانَ یُدْعٰی قَدِیْمًا بَیْضَةَ الْبَلَدِ

(یعنی اگر اس کا قاتل اس کے سوا اور کوئی ہوتا۔ تو میں اس پر ہمیشہ تک گریہ و زاری کیا کرتی۔ لیکن اس کا قاتل ایسا شخص ہے جو کسی طرح معیوب اور عیب دار نہیں ہے۔ اور کوئی عیب اس میں پایا نہیں جاتا۔ اور قدیم سے اپنے شہر کا رئیس اور مقبول خلائق ہے۔)

القصہ جب امیر المومنین علیؑ بن ابی طالب ذوالفقار صاعقہ بار سے کفار و مشرکین کے خرمن ہستی کو خاک سیاہ کر کے خوشی خوشی آفتاب تاباں کی طرح چمکتے دمکتے چہرے کے ساتھ جناب رسالت مآبؐ کی خدمت میں واپس آئے۔ اور عمرو کا سر آنحضرت کے قدمہائے مبارک میں ڈال دیا۔ تو چند بیتیں فرمائیں۔ جن کا آخری حصّہ یہ ہے:۔

اشعار

عَبَدَ الْحِجَارَةَ مِنْ سَفَاهَةِ رَأْيِهٖ وَعَبَدْتُ رَبَّ مُحَمَّدٍ بِصَوَابِ
لَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ خَاذِلَ دِيْنِهٖ وَنَبِيِّهٖ يَا مَعْشَرَ الْاَحْزَابِ

(یعنی اس نے اپنی سفاہت اور کم عقلی سے پتھروں کی پوجا کی۔ اور میں نے صواب رائے اور درستی عقل سے محمدؐ کے پروردگار کی عبادت کی۔ اے گروہ احزاب! تم ہرگز یہ گمان نہ کرو۔ کہ خدا اپنے دین اور اپنے پیغمبرؐ کو بے یار و مددگار چھوڑ دے گا۔)

اور حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب ولایت مآب کرم اللہ وجہہ کو نوازش بیکراں اور التفات بے پایاں سے ممتاز و سرفراز فرما کر ارشاد فرمایا۔ لَمُبَارَزَةُ عَلِيٍّ يَوْمَ الْخَنْدَقِ اَفْضَلُ مِنْ اَعْمَالِ اُمَّتِيْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ (یعنی روز خندق علی کا کفار سے جنگ کرنا قیامت تک میری اُمت کے تمام اعمال سے بہتر اور افضل ہے۔

مثنوی

زتیغ علی عمرو چوں کشتہ گشت فلک نامۂ ذاتش در نوشت
رسولِ خدا گفت از یک ولی کہ در روزِ خندق مصافِ علی
بہ از ہر عمل کامذریں روزگار کنند اہلِ دین تا بہ روز شمار

اور کشف الغمہ۔ حبیب السیر اور معارج النبوۃ میں مسطور ہے کہ ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما رسولؐ مقبول کی مجلس میں موجود تھے۔ دونوں نے اُٹھ کر امام الاشجعین کے سر مبارک پر بوسہ دیا۔ اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے آیہٗ وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ وَكَانَ اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيْزًا (اور اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو لڑائی سے بچالیا۔ اور اللہ تعالیٰ قوی اور زبردست ہے) جو اُسی روز نازل ہوا تھا۔ تلاوت کیا۔

نظم

زضرب ذوالفقارش روزِ ہیجا ہزاراں سر بہر سو پائمال است
اگر رستم کشد تیغ خلافش بمیدانِ وغا کمتر ززال است
چہ جائے پورِ دستاں شیرِ افلاک بہ دستِ او زبوں تراز غزال است

اور روایت میں آیا ہے۔ کہ قریش نے آدمی بھیج کر اُن دونوں کافروں کی لاشیں طلب کیں۔ اور ان کے عوض میں روپیہ دینا چاہا۔ حضرت نے فرمایا۔ ہم کو ان نجس لاشوں اور اس خبیث روپے کی ضرورت نہیں ہے۔ اُٹھا کر لے جاؤ۔ اور یہ غزوہ اجمالی طور پر صحائف اور ہدایۃ السعداء میں بھی سورۂ احزاب کے تحت میں مذکور ہے۔

منقبت ۶ اور اسی روز غزوۂ بنی قریظہ واقع ہوا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ جب احزاب کے لشکر شکست کھا کر بھاگ گئے۔ تو حضرت خیر البشر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مظفر و منصور کوہِ سَلع کے دامن سے

مدینہ منورہ کی طرف مراجعت فرمائی۔ اور دستورِ قدیم کے موافق جنابِ سیّدۃ النساء فاطمہ زہرا کے گھر میں آ کر بدن مبارک سے رستے کا گرد و غبار دھو کر نماز ظہر ادا کرنے کے لئے قیام فرمایا۔ اسی اثنا میں جبرئیل امین سر پر دستار سفید باندھے۔ ایک اونٹ پر سوار ہو کر حاضر خدمت ہوئے۔ اور عرض کی۔ یا سیّد المرسلین! خدا آپ کو معاف فرمائے۔ کہ آپ نے ہتھیار بدن سے اُتار ڈالے۔ حالانکہ ملائکہ بدستور مسلح ہیں۔ حکم خداوندی یہ ہے کہ اسی وقت بنی قریظہ کی جنگ کو روانہ ہو جاؤ۔ اور میں اب ان کے قلعے میں زلزلہ ڈالنے کے لئے جاتا ہوں بعدازاں بلال نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے مدینہ کی گلی کوچوں میں آواز دی کہ جو شخص امر خدا کا مطیع اور حضرت مصطفٰےؐ کا پیرو ہے۔ نماز عصر کو حصار بنی قریظہ کے آس پاس جا کر ادا کرے لشکر اسلام اور اصحاب عظام حضرت خیر الانام کے علمبردار اسد اللہ الغالب علی بن ابی طالب کے ساتھ روانہ ہو گئے۔ پھر سرورِ کائنات مسلح ہو کر چند اصحاب کرام کے ہمراہ پیچھے سے تشریف لے گئے۔ اس غزوے میں کل تین ہزار آدمی ہمرکاب تھے۔ اسد اللہ الغالب سے مروی ہے۔ کہ جب میں ان کے قلعے کے پاس پہنچا۔ تو کچھ لوگوں نے مجھے دیکھ کر آواز بلند کی۔ قَدْ جَاءَكُمْ قَاتِلُ عَمْرٍو۔ یعنی عمرو کا قاتل تمہارے پاس آ پہنچا۔ میں نے کہا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَظْهَرَ الْاِسْلَامَ وَقَمَعَ الشِّرْكَ (اس خدا کا شکر ہے جس نے اسلام کو ظاہر کیا۔ اور شرک کی بنیاد اکھیڑ دی۔ اور علم لشکر کو زمین میں گاڑ دیا۔ کفار نے قلعے کے اوپر سے آنحضرت کو سب و شتم کرنا۔ اور بُرا بھلا کہنا شروع کیا۔ اس لئے میں نے ابو قتادہ کو علم کی نگہبانی پر مامور کیا۔ اور خود آنحضرتؐ کے استقبال کو گیا۔ اور عرض کی۔ کہ یا سیّد المرسلینؐ! آپ یہود عنود کے قلعے کے پاس تشریف نہ لے جائیں کیونکہ میں دیکھ رہا ہوں کہ عنقریب حق تعالیٰ ان کو ذلیل و رسوا کرے گا۔ فرمایا۔ کیا تم نے ان سے کھلم کھلا کوئی ایسی بات سُنی ہے جو میری ایذا کا باعث ہو۔ میں نے عرض کی۔ ہاں۔ فرمایا۔ جب مجھے دیکھیں گے تو ایسی باتیں زبان پر نہ لائیں گے۔ اور اس قلعہ کے نزدیک تشریف لے جا کر فرمایا۔ یَا اِخْوَةَ الْقِرَدَةِ وَالْخَنَازِیْرِ۔ اے بندروں اور سوروں کے بھائیو! خدا اور رسولؐ کے حکم سے نیچے اُترو۔ انہوں نے جواب میں کہا۔ یَا اَبَا الْقَاسِمِ مَا کُنْتَ جَهُوْلًا وَّلَا فَحَّاشًا۔ اے ابو القاسم تو بہت جاہل اور گالیاں دینے والا نہ تھا۔ آج تجھے کیا ہو گیا۔ اس بات کے سُننے سے آنحضرتؐ پر اس قدر حیا غالب ہوئی کہ دوش مبارک سے ردا اور ہاتھ سے نیزہ چھوٹ کر گر پڑا اور چند قدم پیچھے ہٹ گئے۔

الغرض دس روز یا بروایتے پندرہ روز بنی قریظہ محاصرے میں رہے۔ اور سلطان الاولیاء علی مرتضیٰ اہل اسلام کی ایک جماعت کی رفاقت میں قلعے کے اطراف و جوانب میں پتھروں اور تیروں کے ساتھ لڑائی کرتے تھے۔ یہاں تک کہ حق سبحانہٗ نے ان کے دل میں ایسا رعب اور خوف ڈالا۔ کہ لڑائی سے ہاتھ روک کر قلعے سے

باہر نکل آئے۔ اور یہ شرط پیش کی۔ کہ سعد بن معاذ کو ہمارے معاملہ میں حکم (منصف ثالث) بنایا جائے۔ آنحضرتؐ نے یہ شرط منظور فرمائی۔ اور سعد کو مدینہ سے طلب کر کے حکم مقرر فرمایا۔ سعد نے کہا۔ کہ میں یہ حکم دیتا ہوں کہ بنی قریظہ کے تمام مردوں کو تو قتل کر دیا جائے۔ اور عورتوں اور بچوں کو مسلمان بردہ بنائیں۔ اور ان کے مالوں کو باہم تقسیم کر لیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ اے سعد تو نے وہ حکم کیا۔ جو حق تعالیٰ نے سات آسمانوں کے اُوپر کیا تھا۔

منقول ہے کہ جب یہودان بنی قریظہ قلعہ سے نیچے اُترے۔ محمد بن سلمان کے مردوں کے جو نوسو یا بروایتے سات سو تھے۔ ہاتھ اور گردنیں باندھ کر مدینہ میں لے گیا۔ اور عبداللہ بن سلام کو عورتوں بچوں اور ان کے ہتھیاروں اور مال و متاع کے انتظام کے لئے مقرر فرمایا۔ اور اس قلعے میں ڈیڑھ ہزار تلواریں تین سو زرہیں اور پانسو ڈھالیں۔ اور عورتیں۔ برتن۔ بھیڑ۔ بکریاں۔ اونٹ۔ چوپائے اور مویشی بکثرت ہاتھ آئے۔ جب آنحضرتؐ مدینہ منورہ میں تشریف لائے۔ تو حکم دیا۔ کہ شہر کے باہر ایک خندق کھودیں۔ اور زبیر کو اس جماعت کے قتل کرنے پر مقرر فرمایا۔ کہ ان کو تھوڑے تھوڑے کر کے امیرالمومنین علیؑ کے سامنے خندق کے کنارے لاکر قتل کرتا تھا۔ اور ان مقتولوں میں کعب بن اسود اور حی بن اخطب مشاہیر قوم میں سے تھے۔

منقبت ۲۸ روضۃ الاحباب اور حبیب السیر میں منقول ہے۔ کہ ہجرت کے چھٹے سال میں آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خبر پہنچی۔ کہ بنی سعد نے لشکر جمع کیا ہے۔ اور ارادہ ہے کہ خیبر کے یہودیوں کی مدد کریں۔ اور چاہتے ہیں کہ ان کے ساتھ مل کر مدینہ پر چڑھائی کریں۔ اس لئے اسداللہ الغالب علیؑ بن ابی طالب کو سو آدمیوں کے ہمراہ موضع فدک میں بھیجا۔ شاہِ ولایت پناہ رات کو چلتے تھے۔ اور دن کے وقت چھپ رہتے تھے۔ یہاں تک کہ موضع سُنح میں پہنچے۔ وہاں پر ایک شخص سے مل کر دشمنوں کا حال دریافت کیا۔ اس نے کہا۔ اے امیرالمومنینؑ میں تم کو ان کے سر پہ لے جاتا ہوں۔ بشرطیکہ مجھ کو امان دو۔ امیرؑ نے اس کی بات مان لی۔ وہ شخص مسلمانوں کو بے خبر اس جماعت کے سر پہ لے گیا۔ اہلِ اسلام نے امیرؑ کے حکم سے لوٹنا شروع کیا۔ اور بنی سعد بھاگ گئے۔ ثابت ہو چکا ہے کہ پانسو اونٹ۔ اور دو ہزار بھیڑ۔ بکریاں اصحاب کے ہاتھ آئیں ان میں سے امیرالمومنینؑ نے چند اونٹ حضرت سرور کائنات صلعم کے لئے جدا کئے۔ اور باقی مالوں کو اہلِ قریہ پر تقسیم کر دیا۔ اور فتح و فیروزی کے ساتھ مدینہ منورہ کو مراجعت کی۔

منقبت ۲۹۔ دستورالحقائق صحیح نسائی۔ صحائف تشریح و شروح لامیہ۔ شواہدالنبوۃ۔ روضۃ الاحباب روضۃ الصفا۔ حبیب السیر اور معارج النبوۃ میں لکھا ہے۔ کہ جمہور مفسرین و مورخین اس باب میں متفق ہیں۔ کہ ہجرت کے ساتویں سال میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حسب وعدہ صادقہ صادقہ وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيرَةً تَأْخُذُونَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ ۔ فتح خیبر کے ارادے سے ایک ہزار چار سو جانباز دلاوروں کو

ساتھ لے کر مدینہ منورہ سے کوچ فرمایا مسافت طے کرنے کے بعد منزلِ منزلہا میں فروکش ہوئے خیبر کے یہودیوں کو جب آنحضرتؐ کی تشریف آوری کی خبر ملی۔ تو رات اور دن کے وقت کچھ یہودی مسلح ہو کر قلعے سے باہر آتے اور حالات دریافت کر کے اندر واپس چلے جاتے لیکن جس رات کو آنحضرتؐ وہاں پہنچے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر خوابِ غفلت کو ایسا غالب کیا۔ کہ طلوع آفتاب تک کسی کی بھی آنکھ نہ کھلی۔ اور سب کے سب بے خبر پڑے سوتے رہے۔ صبح نہایت بیقراری اور اضطراب کی حالت میں بیلچے اور تھیلے اُٹھا کر قلعہ سے باہر آئے تاکہ اپنے اپنے کھیتوں میں جا کر کاروبار زراعت میں مشغول ہوں۔ یکایک ان کی نظر لشکر اسلام پر جا پڑی۔ فوراً واپس ہو کر قلعوں میں داخل ہو گئے۔ جب آنحضرتؐ نے یہودیوں کا یہ حال دیکھا۔ تو فرمایا۔ خَبُرَتْ خَیْبَرًا (میں نے خیبر کو آزمالیا) اس وقت خیبریوں نے اپنے قلعوں کو مضبوط کر کے تیر اور پتھر پھینکنے شروع کر دئے۔ غازی بہادروں نے محاصرے کے قائم رکھنے میں سعی و کوشش کی پوری پوری داد دی۔ اور ہر روز شجاعت اور مردانگی کا حق ادا کرتے رہے۔ تھوڑے ہی دنوں میں نطاتؔ۔ شقؔ۔ صعبؔ تینوں قلعے فتح ہو گئے۔ اور صحیح روایتوں میں وارد ہوا ہے۔ کہ قلعہ قموص کے محاصرے کے دنوں میں چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو درد شقیقہ عارض ہو رہا تھا۔ اس لئے خود بہ نفس نفیس معرکہ جنگ میں قدم رنجہ نہ فرماتے تھے۔ بلکہ ہر روز اشراف و اعیان مہاجر و انصار میں سے کسی ایک کو علم لشکر دے کر قلعہ والوں سے جنگ کرنے کے لئے روانہ کرتے تھے۔

احادیث صحیحہ میں ثابت ہو چکا ہے۔ کہ ایک روز ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ علم لے کر قلعے کے نیچے تشریف لے گئے۔ اور بے نیل مرام وہاں سے فرار کر آئے۔ اور دو دفعہ قدوۂ اصحاب عمر بن الخطاب نے مسلمان بہادروں کو لے کر کفار سے جنگ کرنے کے لئے معرکہ جنگ میں قدم رکھا۔ اور مقصود کے حاصل کئے بغیر ہی فرار کیا جب رات کے وقت شام کا عباسی شامیانہ اس آبنوسی رنگ حجرے پر لگایا گیا۔ تو خواجۂ کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ واکمل التحیات نے فرمایا۔ لَاُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ غَدًا رَجُلًا كَرَّارًا غَيْرَ فَرَّارٍ يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيُحِبُّهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ يَفْتَحُ اللّٰهُ عَلٰى يَدَيْهِ۔ بیشک میں کل صبح ایسے شخص کو رایت (علم) عطا کروں گا۔ جو بار بار حملے کرنے والا۔ اور میدان سے فرار نہ کرنے والا ہے۔ اور وہ اللہ اور اس کے رسول کو دوست رکھتا ہے اور اللہ اور اس کا رسولؐ اس کو دوست رکھتے ہیں۔ اللہ اس کے ہاتھوں پر فتح دے گا۔)

اور امیر المومنین کرم اللہ وجہہ اس غزوے کے شروع میں آشوبِ چشم کے عارض ہو جانے کے سبب مدینہ ہی میں رہ گئے تھے۔ اس اثنا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مفارقت آپ کے ضمیر منیر پر گراں گزری۔ اور اس نور دیدہ کی جدائی کا الم آنکھوں کے درد سے بدرجہا بڑھ گیا۔ باوجود درد و الم کے سیّد عالم صلوات اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں روانہ ہوئے۔

سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ جس رات آنحضرت کی زبان مبارک پر یہ کلمہ جاری ہوا۔ اصحاب میں ایک شور وغل برپا ہوگیا۔ کہ دیکھئے کل صبح علم ہم میں سے کس کو عطا فرمائیں گے۔ بریدہ بن الحصیبؓ بیان کرتا ہے۔ کہ جس شخص کو آنحضرتؐ سے تقرب اور نزدیکی رکھنے کا گمان تھا۔ وہ امید رکھتا تھا۔ کہ علم مجھ کو ہی ملے گا۔ اور قریش کے کچھ آدمی آپس میں یہ تذکرہ کرتے تھے۔ کہ یہ تو طے شدہ بات ہے۔ کہ اس مرد سے مراد علیؑ بن ابی طالب تو ہرگز ہو ہی نہیں سکتے۔ کیونکہ ان کی آنکھیں ایسی پُرآشوب ہیں کہ وہ اپنے پاؤں پر بھی نظر نہیں کرسکتے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وہ کلام امیرالمومنینؑ نے سُنا۔ تو بارگاہ ایزدی میں یوں مناجات فرمائی اَللّٰھُمَّ لَا مُعْطِیَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَیْتَ۔ (یعنی اے خدا! جس چیز کو تو منع کرے۔ اس کو کوئی عطا نہیں کرسکتا۔ اور جو تو عطا فرمائے اس کو کوئی منع نہیں کرسکتا۔)

الغرض جب صبح ہوئی۔ تو بہادران نامی اور دلاوران گرامی سلطانِ دوسرا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ عالی کے دروازے پر جمع ہوئے۔ اور ان سپہ سالارانِ نامور میں سے ہر ایک کو یہ گماں تھا۔ کہ شاید اس سعادتِ عظمےٰ اور موہبتِ کبرےٰ پر میں ہی فائز ہوں گا۔ سعد بن ابی وقاص کا بیان ہے۔ کہ میں حضرت رسول اللہ کی آنکھ کے برابر گھٹنے ٹیک کر اٹھا۔ اس اُمید پر کہ شاید علم مجھ کو ہی مل جائے۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ کہ میں نے اس روز کے سوا کبھی امارت (حکومت۔ حاکم بننا) کی خواہش نہیں کی۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خیمہ مبارک سے باہر تشریف لائے۔ تو ارشاد فرمایا علیؑ بن ابی طالب کہاں ہے؟ لوگوں نے ہر طرف سے آوازیں بلند کیں۔ اور پکار پکار کر عرض کی۔ یا حضرت! ان کی تو آنکھیں ایسی پُرآشوب ہیں۔ کہ وہ اپنے پاؤں کو بھی نہیں دیکھ سکتے۔ فرمایا۔ ان کو لے آؤ۔ اسی اثناء میں امیرالمومنینؑ وہاں تشریف لے آئے۔ آنحضرتؐ نے آپ کا سر مبارک اپنے زانوئے متبرک پر رکھ کر اپنا آب دہن ان کی آنکھ میں لگایا۔ اسی وقت آشوب زائل ہوگیا۔ اور ان کی نرگسی آنکھیں تر و تازہ اور پہلے سے بھی بہتر اور بڑھ کر روشن ہوگئیں، بعد ازاں اُن کے بارے میں دُعا فرمائی۔ اَللّٰھُمَّ اَذْھِبْ عَنْہُ الْحَرَّ وَالْقَرَّ (اے خدا تو اس سے گرمی اور سردی کی اذیت کو دور کردے) امیرالمومنین علیہ السلام فرماتے ہیں۔ کہ رسول صلوات اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا کی برکت سے پھر کبھی مجھ کو سردی اور گرمی کی اذیت نہ ہوئی۔

اور ابن لیلےٰ سے مروی ہے۔ کہ امیرالمومنینؑ سخت شدت کی گرمی میں روئی دار کپڑا پہنتے تھے۔ اور اس کی ذرا پروا نہ کرتے تھے۔ اور سخت جاڑے کے موسم میں باریک لباس پہنتے اور ذرا بھی ان کو ناگوار معلوم نہ ہوتا۔ اور اس کے بعد جیتے جی پھر کبھی اس قرۃ العیونِ اولیاء کو آشوب چشم کا عارضہ نہ ہوا اور حدیث۔ لَاُعْطِیَنَّ الرَّایَۃَ...... کا شان نزول جیسا کہ مذکور ہوا۔ احادیث کی اکثر کتب معتبرہ خصوصاً صحیح مسلم اور صحیح بخاری میں

نیز اوسط طبرانی اور صواعق محرقہ ابن حجر میں بھی اسی طرح مرقوم و مسطور ہے۔
الغرض جب آنکھ کے آشوب (رمدِ چشم) سے خلاصی پائی۔ تو حضرت رسالت پناہ صلعم نے اپنا رایت فتح آیت ان کو عطا فرمایا۔ اور اپنی زرہ ان کو پہنا کر اور ذوالفقار ان کی کمر میں باندھ کر فرمایا۔ اے بھائی! لڑائی کرو۔ یہاں تک کہ خدائے تعالیٰ تمہارے سبب سے ایک شخص کو بھی ہدایت کر دے۔ تو تمہارے واسطے ہزار سرخ بالوں والے اونٹوں کو راہِ خدا میں تصدق کر دینے سے بہتر ہے۔ اس کے بعد امیر المومنینؑ بہ تائید رب العالمین حسبِ ارشاد سید المرسلینؐ آگے کو روانہ ہوئے۔ جب آپ قلعہ قموص کے نزدیک پہنچے۔ تو وہاں پہنچ کر علم کو سنگریزوں کے ڈھیر میں جو دروازے کے قریب تھا۔ گاڑ دیا۔ اس وقت ایک یہودی عالم قلعہ کے اوپر موجود تھا۔ اس نے پوچھا۔ کہ اے علم دار تو کون ہے۔ اور تیرا نام کیا ہے۔ حیدر کرار نے جواب میں فرمایا۔ میں ہوں علیؑ ابن ابی طالب یہودی عالم نے اپنی قوم سے مخاطب ہو کر کہا۔ غُلِبْتُمْ وَمَآ اُنْزِلَ عَلٰی مُوْسٰی۔ یعنی توریت موسیٰ کی قسم ہے کہ تم مغلوب ہو گئے۔ اور کہتے ہیں کہ پہلے پہل جو شخص اپنی قوم کو ساتھ لے کر مقابلہ کرنے کے لئے قلعہ سے باہر آیا۔ وحارث یہودی مرحب کا بھائی تھا۔ اور لڑائی شروع کر دی۔ اور دو مسلمانوں کو شہید کیا۔ اس وقت امیر المومنینؑ نے اس کی طرف توجہ فرمائی اور ایک ہی وار میں دوزخ کو راہی کیا۔ مرحب کو جب بھائی کے مارے جانے کی خبر ہوئی۔ تو ہتھیار لگا کر خیبری شجاعوں کی جماعت کو ساتھ لے کر نہایت تندی و تیزی کے ساتھ بھائی کا عوض لینے کے لئے باہر آیا۔ مرحب نہایت بلند قد تن آور اور پُر دل بہادر تھا۔ اُس کی سنان تین من وزنی تھی۔ اور شجاعت اور بہادری میں اپنا نظیر نہ رکھتا تھا۔ تلوار کندھے پر رکھے۔ عمامہ سر پر باندھے اور اُس پر خود رکھے ہُوئے میدان میں آیا۔ اور یہ رجز پڑھنے لگا:۔

قَدْ عَلِمَتْ خَیْبَرُ اَنِّیْ مَرْحَبٌ   شَاکِی السِّلَاحِ بَطَلٌ مُّجَرَّبٌ!

(یعنی خیبر کو معلوم ہے۔ کہ میں ہتھیار بند دلیر جنگ جو مرحب ہوں) اپنی شجاعت اور جلاوت و شہامت کا اس قدر اظہار کیا۔ کہ مسلمانوں میں سے کسی نے بھی میدان میں آنے اور اس سے مقابلہ کرنے کی جرات نہ کی۔ اور ایک دوسرے کا مُنہ تکتے رہے۔ یہ دیکھ کر شاہ مردان شیر رحماں نے اُس کی طرف توجہ فرمائی اور یہ رجز زبان مبارک پر جاری فرمایا۔

اَنَا الَّذِیْ سَمَّتْنِیْ اُمِّیْ حَیْدَرَہْ   ضِرْغَامُ اٰجَامٍ وَلَیْثُ قَسْوَرَہْ

(میں وہ ہوں۔ کہ میری ماں نے میرا نام حیدر رکھا ہے۔ میں نیستان کا شیر اور شیروں کا شیر ہوں) اور مرحب نے خواب میں دیکھا تھا کہ ایک شیر اس کو مار رہا ہے۔ جب امیر المومنینؑ نے پہلا مصرع رجز کا پڑھا۔ جس میں یہ ذکر ہے۔ کہ میرا نام حیدر یعنی شیر ہے تو اس کو اپنے خواب کی تعبیر معلوم ہو گئی لیکن قضائے الٰہی

کو بدل نہ سکا۔میدان میں آیا اور آگے بڑھ کر امیر المومنینؑ کے سر پر تلوار کا وار کرنا چاہا۔مگر امیر المومنینؑ نے سبقت کرکے اس ملعون غدار کے سر پر ذوالفقار اس انداز سے لگائی۔کہ ڈھال۔خُود اور دستار سے گزر کر قربوس زین تک سب کو دو ٹکڑے کر ڈالا۔پھر تو مسلمان شاہ مردان کی امداد سے میدان میں داخل ہوئے اور کفار کو قتل کرنے لگے۔خیبر کے نامی بہادروں اور رؤسا میں سے سات شخص امیر المومنینؑ کے ہاتھ سے مارے گئے۔اور باقیوں نے بھاگ کر قلعہ کا رُخ کیا۔شاہ مردان ان کے تعاقب میں روانہ ہوئے۔اسی اثنا میں ایک دشمن نے امیر المومنینؑ کے ہاتھ پر ایک ایسی ضرب لگائی کہ ڈھال آپ کے ہاتھ سے چھوٹ گئی۔اور دوسرا کافر ڈھال اُٹھا کر بھاگ نکلا۔شاہ مرداں اس واقعہ سے نہایت خشمناک ہوئے۔اور ایک جست میں خندق سے پار ہو کر قلعہ قموص کے دروازے پر جا پہنچے۔اور اپنا پنجہ فولادی حلقۂ در میں مارا اور دروازۂ آہنی کو اکھاڑ کر سپر بنا لیا۔

نظم

سپر در زمانِ جدال وقتال بیفتاد از دستِ شاہِ رجال
برآشفت زاں شاہِ عالی اثر درِ قلعہ را کند و گردش سپہر

اور امام محمد باقر رضوان اللہ علیہ سے منقول ہے۔کہ امیر المومنینؑ نے قلعہ کا دروازہ پکڑ کر ہلایا۔یہاں تک کہ اس کو اکھاڑ ڈالا۔اور تمام قلعہ کو ایسا زلزلہ ہوا۔کہ صفیہ دختر حی اخطب تخت سے گر پڑی۔اور اُس کا چہرہ زخمی ہو گیا۔

بیت

کف کافی آنشاہ جوانمرداں یداللہ بُود وگرنہ کے تواند آدمی کندن درِ خیبر

(یعنی شاہِ مرداں کا ہاتھ دراصل خدا کا ہاتھ تھا۔ورنہ آدمی درِ خیبر کو کیوں کر اکھاڑ سکتا ہے)

اور بعض راویوں کا عقیدہ ہے۔کہ درِ خیبر آٹھ سو من وزن رکھتا تھا۔اور بعض نے تین ہزار من بیان کیا ہے۔

صواعق محرقہ میں منقول ہے کہ امیر المومنینؑ نے درِ خیبر کو اکھاڑ کر اپنی پیٹھ پر رکھا۔یہاں تک کہ سب مسلمان اس پر سے گذر کر قلعہ میں داخل ہوئے۔پھر سپر بنا کر جنگ کرنے میں مشغول ہوئے۔یہاں تک کہ قلعہ فتح ہو گیا۔بعد ازاں اس کو اپنے ہاتھ سے گرا دیا۔اور چالیس آدمی مل کر اس کو اُٹھا سکے۔اور کشف الغمہ میں منقول ہے۔کہ ستر آدمی اس کے اُٹھانے سے عاجز تھے۔

مثنوی

بنزدیکِ آں دستِ با اقتدار کہ گوید زدو زنِ درِ آں حصار
کہ گردست بُردے بسوئے سپہر سپہرش سپر بودے وقبہ مہر

القصہ جب خیبری یہودیوں نے یہ امرِ عجیب مشاہدہ کیا۔تو الامان الامان کا شور مچایا۔اور پناہ کے

طالب ہوئے۔ شاہِ مردان نے پیغمبر آخر الزمان سے اجازت لے کر ان کو امان دی۔ اور دروازے کو پیٹھ کے پیچھے کی طرف اسّی بالشت کے فاصلے پر ڈال دیا۔ فردوسی کہتا ہے ؎

شہیکہ تا بہ دو انگشت در زخیبر کند　　بر آمد از پے اسلام صد ہزار انگشت

اور کہتے ہیں کہ جب فتح خیبر کی خبر جناب خیر البشر کو پہنچی، نہایت خوش ہوئے۔ اور امیر المومنینؑ سے ملاقات کرتے وقت فرمایا قَدْ بَلَغَنِیْ نَبَأُكَ الْمَشْكُوْرُ وَصَنِیْعُكَ الْمَذْكُوْرُ قَدْ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْكَ وَرَضِیْتُ اَنَا عَنْكَ۔ (مجھ کو تمہاری قابل شکر گذاری خبر اور تمہاری قابلِ ذکر کارگزاری معلوم ہوئی۔ اللہ تعالیٰ تم سے رضا مند ہوا۔ اور میں بھی تم سے راضی ہوا۔) یہ سن کر امیر المومنینؑ پر رقت طاری ہوئی۔ چنانچہ رخسارۂ مبارک پر آنسو جاری ہو گئے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا۔ اے بھائی یہ خوشی کا رونا ہے۔ یا غم کا۔ عرض کی یا رسول اللہ! یہ سرور شادمانی کا رونا ہے۔ اور میں کیوں کر مسرور و فرحناک نہ ہوں۔ کہ اللہ تعالیٰ اور آپ مجھ سے راضی ہوئے۔

اور یہ بات پایۂ صحت کو پہنچ چکی ہے۔ کہ امیر المومنینؑ نے خیبر یوں کو اس شرط پر امان دی تھی۔ کہ ان میں سے ہر ایک شخص ایک بارِ شتر غلہ اٹھا کر اس علاقے سے چلا جائے اور باقی تمام مال و اسباب مسلمانوں کے پاس چھوڑ جائیں۔ اور اگر کوئی چیز چھپا کر لے جائیں گے۔ تو ان کا خون ہدر ہوگا۔ کنانہ بن ابی الحقیق نے اونٹ کی ثابت کھال سونے اور زیور سے بھر کر چھپا لی۔ جب اس کی خیانت ظاہر ہو گئی۔ تو شرط مذکور کے موافق اس یہودی کا خون مباح ہو گیا۔ اور خاتم انبیاء علیہ اشرف التحایا کنانہ مذکور کو محمد بن مسلمہ کے سپرد کر کے فرمایا۔ کہ اپنے بھائی کے خون کے عوض جو کہ اس جنگ میں شہید ہوا تھا۔ اس کو قتل کر ڈالے۔ اور باقی یہودیوں کو معاف کر دیا۔ اور تمام مسلمانوں کو خیبر کے قلعوں میں سے بے شمار مال اور بے انتہا اجناس اور بہت سے برتے اور بیشمار مویشی غنیمت میں ہاتھ آئے منجملہ ان کے قلعہ قموص سے سو جوشن۔ چار سو تلواریں۔ ہزار نیزے اور پانسو کمانیں دستیاب ہوئیں۔ اور ان غنیمتوں میں سے خمس یعنی پانچواں حصہ حضرت اقدس نبوی سے مخصوص ہوا۔ باقی تمام مال ($\frac{4}{5}$) مسلمانوں میں تقسیم ہوا اور صفیہ دختر حیی اخطب جو کنانہ کی زوجہ تھی۔ دحیہ کلبی کے حصے میں آئی۔ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی عوض میں کوئی چیز دحیہ کو عنایت فرمائی۔ اور مدت عدۃ کے پورا ہونے پر صفیہ کو اپنے نکاح میں لائے۔ اور خیبر سے مراجعت کے وقت منزل صہبا میں اس سے زفاف واقع ہوا۔ اور بروایت روضۃ الاحباب آنحضرتؐ نے دحیہ کلبی سے وعدہ فرمایا تھا۔ کہ اسیران خیبر میں سے ایک کنیز اس کو دیں گے۔ اس لئے اس نے آ کر عرض کی۔ کہ اب وعدہ وفائی کا وقت ہے۔ فرمایا جس کو چاہو لے لو۔ دحیہ نے صفیہ کو پسند کیا۔ حضرت سے عرض کیا گیا۔ کہ صفیہ ہارونؑ اور موسیٰؑ کی نسل سے ہے۔ وہ حضرت کے سوا کسی کو سزاوار نہیں ہے۔ آنحضرتؐ نے اس کو طلب فرما کر دحیہ کو اس کا

معاوضہ مرحمت فرمایا۔

اور ایک روایت میں ہے کہ صفیہ کے چچا کی لڑکی وحیہ کو دی۔ اور اس کو آزاد کر دیا۔ اور اس کی آزادی کو اُس کا مہر قرار دیا۔ اور صفیہ کے استبرا کی مدت گزرنے تک صبر کیا۔ اور منزل مذکور میں اس سے زفاف واقع ہوا۔ اور فتح خیبر کے روز جعفر بن ابی طالب اور ان کی زوجہ بنت عمیس رضی اللہ عنہا اور ابو موسیٰ اشعری مع پانچ دیگر اشعریین کے جو تجارت کے لئے گئے ہوئے تھے۔ حبشہ کی طرف سے حضرت خیر البشر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پہنچے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جعفر کو دیکھ کر نہایت خوش ہوئے اور فرمایا میں نہیں جانتا ان دونوں امور میں سے کس ایک سے زیادہ خوش ہوں۔ جعفرؑ کے آنے سے یا خیبرؓ کی فتح سے۔ اور جعفر اور اس کے ہمراہیوں کو خیبر کی غنیمتوں سے حصہ عطا فرمایا۔

منقول ہے۔ کہ جب سرورِ کائنات صلعم نواح خیبر میں پہنچے۔ محیصہ بن مسعود کو فدک کی طرف بھیجا تاکہ وہاں کے باشندوں کو اسلام کی طرف دعوت دے۔ اہل فدک نے اوّل سخت سخت جواب دیئے۔ لیکن جب سُنا کہ خیبر کے قلعے فتح ہو گئے۔ تو اپنے ایک رئیس کو مصالحت کے واسطے بھیجا۔ اور یہ بات قرار دی کہ ان کی نصف زمینیں والیان رسول سے متعلق رہیں۔

اور مقصدِ اقصیٰ میں لکھا ہے۔ کہ فدک کی طرف امیر المومنینؑ کو بھیجا۔ اور مصالحت حضرت امیرؑ کے ہاتھ پر واقع ہوئی۔ پس جبرئیلؑ نے حاضر ہو کر عرض کی۔ حق سبحانہ و تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ حوائطِ فدک اور جو کچھ اس میں حق خدا اور حق رسول ہے۔ فاطمہؑ اور حسنینؑ کو دے دیں۔ سرورِ انبیا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیّدۃ النساء فاطمۃ الزہرا علیہا التحیۃ والثنا کو طلب فرما کر ایک حجت (دست آویز) لکھ کر حوالے کی۔ اور وہ معظمہ اس وثیقہ کو آنحضرت کی وفات کے بعد ابوبکر کے پاس لائیں۔ اور بیان کیا کہ یہ ایک حجت ہے۔ جو رسولِ خدا نے میرے اور حسنینؑ کے واسطے تحریر فرمائی ہے۔

منقبت ۹ مقصدِ اقصیٰ۔ روضۃ الاحباب۔ روضۃ الصفا حبیب السیر اور معارج النبوۃ میں مرقوم ہے کہ راویانِ اخبار خیر البشر نے تاریخ کی کتب معتبرہ میں غزوہ حُنین کا حال اس طرح بیان کیا ہے۔ کہ ہجرت کے آٹھویں سال میں جب فتح مکہ کی خبر ملک عرب میں ہر طرف مشتہر ہوئی۔ تو اکثر قبائل نے سیّد کائنات کی اطاعت اختیار کی۔ مگر بنی ہوازن اور بنی ثقیف نے آنحضرت کی مخالفت پر اتفاق کر کے مالک بن نصری کو اپنا سردار بنایا۔ بقول صاحب مقصد اقصیٰ تیس ہزار اور بروایت روضۃ الاحباب چار ہزار آدمی جمع کر کے اپنے عیال و اطفال اور مال و متاع لے کر وادی حنین کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور دُرید حبشی کو آنکھوں سے اندھا اور ایک سو بیس سال کا تجربہ کار بوڑھا۔ اور نہایت صاحب الرائے اور صاحب تدبیر تھا۔ اپنے ساتھ لیا۔ جب دُرید

اوطاس میں پہنچا۔ تو اُس نے بچّوں کے رونے اور عورتوں کے بولنے چالنے کی آوازیں سُنیں۔ پوچھا یہ کیسی آوازیں ہیں؟ رفیقوں نے جواب دیا۔ کہ لشکر والے مالک بن نصری کے حکم سے اپنے اہل و عیال اور اموال و اسباب کو ہمراہ لائے ہیں۔ تاکہ جنگ کرنے میں سُستی نہ کریں۔ دُرید ہ نے اس رائے کو نادرست جانا۔ اور مالک سے کہا۔ مال و عیال کا ساتھ لانا بہادر دلاوروں کے شایانِ شان نہیں ہے۔ کیونکہ اگر بھاگنے کی ضرورت پڑ جائے۔ تو بھاگنے والوں کو کوئی چیز بھاگنے میں سدِّ راہ نہ ہو۔ یہی مناسب ہے۔ کہ عورتوں اور بچّوں کو واپس کر دو۔ تاکہ اگر شکست ہو جائے۔ تو وہ دشمنوں کے ہاتھ میں اسیر نہ ہوں۔ مالک نے اس بات کی طرف توجہ نہ کی اور آگے کو روانہ ہوا۔ اور دریدہ نے ناراض ہو کر ساتھ چھوڑ دیا۔

القصّہ جب ہوازن اور ثقیف کے متفق ہونے کی خبر آنحضرتؐ نے سُنی۔ عتاب بن اسید کو مکہ معظمہ میں اپنا خلیفہ مقرر کر کے دو ہزار سوار سپاہ خاصہ اور دو ہزار طلقائے مکہ کو اور ایک روایت کے موافق سولہ ہزار جانباز من چلے بہادروں کو ہمراہ لے کر ماہ شوال کے عشرۂ اول میں کُفار کی طرف کوچ فرمایا۔ اس لشکر میں مہاجرین کے تین علم تھے۔ کہ شاہِ مردان مرتضیٰ علیؑ۔ عمر بن الخطابؓ اور سعد بن ابی وقاص ان کے محافظ تھے اور انصار کے دو علم تھے۔ اور ایک روایت میں ہے۔ کہ اس سفر میں ہر قوم اور قبیلے کا علیحدہ علیحدہ علم تھا۔ منقول ہے کہ جب وہ لشکر مکہ معظمہ سے باہر نکلا۔ اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی نظر خجستہ اثر اس کثرت و شوکت پر پڑی۔ تو زبان مبارک سے یہ کلمات جاری ہوئے۔ کہ ہم آج کے دن قلت سپاہ کی وجہ سے مغلوب نہ ہوں گے اور اس بات کے مُنہ سے نکلنے کی وجہ سے حُنین میں اوّل اوّل لشکر سیّد الثقلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے شکست کھائی۔ اور آیہ لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ (توبہ ع۴) (اللہ تعالےٰ نے بہت سے مقامات میں اور روز جنگ حُنین میں تمہاری مدد کی۔ جبکہ تم کو تمہاری کثرت نے حیرانی میں ڈالا) اس باب میں نازل ہوا۔

القصّہ جب سپاہ اسلام وادی مذکور میں پہنچی۔ تو رستہ تنگ ہونے کی وجہ سے کئی حصّوں میں تقسیم کر دی گئی۔ اور ٹکڑے ٹکڑے ہو کر مختلف راہوں سے اس وادی میں داخل ہوئی۔ مالک اپنے رفیقوں سمیت تیر و کمان سے لیس ہو کر گھات میں بیٹھا تھا۔ سامنے آتے ہی ان پر تیر برسانے شروع کر دیئے۔ اہل اسلام پر رعب طاری ہوا۔ اور بھاگنا شروع کیا۔ پہلے پہل نبی صلعم کی جماعت نے میدان سے پاؤں باہر رکھا۔ جس کا سر گروہ خالد بن ولید تھا۔ اور اس روز مسلمانوں کے لشکر میں اس قدر بھگدڑ پڑی کہ صاحب کشف الغمہ کی روایت کے موافق دس آدمیوں سے زیادہ جن میں ۹ ہاشمی تھے۔ کوئی شخص جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس نہ رہا۔ اور اُن کے نام یہ ہیں۔ علیؑ ابن ابی طالب عباسؓ بن عبد المطلب

فضل بن العباس۔ ابوسفیان بن الحارث۔ نوفل بن الحارث۔ عبداللہ بن الزبیر بن عبدالمطلب۔ عتبہ و معتب پسران ابولہب۔ عاشر بن جماعت اور ایمن بن ام ایمن۔ اور ایک روایت میں ہے۔ کہ اس روز امیرالمومنین علیؑ۔ عباسؓ۔ ابوسفیانؓ۔ اور عبداللہ بن مسعود کے سوا اور کوئی شخص آنحضرت کی خدمت میں ثابت قدم نہ رہا۔ جب سرور کائنات نے اہلِ اسلام کا شکست کھا کر بھاگنا مشاہدہ فرمایا۔ تو باوازِ بلند ان کو صبر و ثبات کی تلقین کرتے ہوئے ارشاد فرماتے تھے۔ اَنَا النَّبِیُّ وَلَا کِذْبَ اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ (میں پیغمبر ہوں اور اس میں کسی قسم کا جھوٹ نہیں ہے۔ اور میں عبدالمطلب کا فرزند ہوں) لیکن ان پر ایسی دہشت طاری ہو رہی تھی۔ کہ کوئی بھی اُس مخبرِ صادق کے قول کو نہ سنتا تھا۔ آنحضرتؐ اس روز سفید خچرؐ پر سوار تھے۔ ابوسفیان ہاشمی اس خچر کی باگ پکڑے تھا۔ اور عباس بن عبدالمطلب دائیں طرف سے رکاب میں ہاتھ ڈالے کفار کے حملے کو روکتے تھے۔ اسی اثناء میں مالک حضرت کی طرف متوجہ ہوا۔ ایمن نے اس کے آگے آ کر مقابلہ کیا۔ اور شہادت پائی۔ اس کے بعد پھر مالک نے خاتم الانبیاء تک پہنچنے کی کوشش کی۔ مگر اس کا گھوڑا شطرنج کے گھوڑے کی طرح خشک ہو کر رہ گیا۔ اور جب سیّد ابرار کے اصحاب نے میدان سے فرار کیا۔ تو ابوسفیان (بنی امیہ) اور ان لوگوں نے جنہوں نے کراہت سے کلمہ توحید زبان پر جاری کیا تھا۔ شماتت کرنی شروع کی۔ اور بکواس کرنے لگے۔ لیکن صفوان بن امیہ باوجودیکہ ابھی تک مسلمان بھی نہ ہوا تھا۔ مغموم و محزون ہو کر کہنے لگا۔ کہ اگر قریش میں سے کوئی شخص ہم پر حاکم ہو۔ تو میرے نزدیک بنی ہوازن کے حاکم ہونے سے بہتر ہے۔ محمود بن اسحاق شیبہ بن عثمان بن ابی طلحہ سے روایت کرتا ہے۔ کہ جب سیّد الثقلین جنگ حنین کی طرف متوجہ ہوئے تو میں اس ارادے سے کہ موقع پا کر اپنے باپ اور بھائی کا جو اُحد میں مارے گئے تھے۔ انتقام لوں گا۔ اس سفر میں گیا۔ اور جب اہلِ اسلام بھاگ گئے۔ تو تلوار کھینچ کر آنحضرتؐ کے قتل کا ارادہ کیا۔ چونکہ دائیں طرف سے عباس اور بائیں طرف سے ابوسفیان ہاشمی حفاظت کر رہے تھے۔ اس لئے میں نے عقب سے آ کر چاہا کہ تلوار کا وار آنحضرتؐ پر کروں۔ ناگاہ آگ کا شعلہ ایسا بھڑکا کہ قریب تھا کہ مجھے جلا دے۔ میں نے کمال خوفزدہ ہو کر آنکھیں بند کر لیں۔ اسی اثنا میں خاتم الانبیاؐ نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ اُدْنُ مِنِّیْ۔ (میرے پاس آ) میں بموجب ارشاد آنحضرتؐ کے پاس گیا۔ میرے سینے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا۔ اَللّٰھُمَّ اَذْھِبْ عَنْہُ الشَّیْطَانُ (یعنی اے خدا اس سے شیطان کو دور کر) خدا کی قسم! اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے نزدیک اپنی جان سے زیادہ عزیز معلوم ہوئے۔ پھر میں نے آنحضرت کی اجازت سے کفار سے مقابلہ کرنا شروع کیا۔ اور صحیح روایات میں وارد ہوا ہے۔ کہ جنگِ حنین کے دن صبح کے وقت مسلمانوں کے فرار کرنے کے بعد عباس نے آنحضرت کے فرمانے سے بلند آواز کے ساتھ مسلمانوں کو پکارا۔ یَا مَعْشَرَ الْاَنْصَارِ یَا

اَصحَابَ الشَّجَرَۃِ یَا اَصحَابَ سُوْرَۃِ البَقَرَۃِ رلے گروہ انصار! اے اصحاب شجرہ! اے اصحاب سورۂ بقرہ سپاہِ اسلام کے عباس رضی اللہ عنہ کی آواز سن کر اطراف وجوانب سے قریبًا سو آدمی انصار وغیرہ سے آنحضرت کی خدمت میں جمع ہوئے۔ اور مشرکوں پر حملہ کیا۔ آنحضرت نے سنگریزوں کی ایک مٹھی ہاتھ میں لے کر کفار کی طرف ڈال دی اور کوئی شخص ایسا نہ رہا جس کی آنکھ میں کچھ نہ کچھ ریت نہ پڑی ہو۔ پس مشرکوں کے پاؤں اُکھڑ گئے۔ اور وہ میدانِ جنگ سے فرار کر گئے۔

کشف الغمہ اور بعض اور کتابوں میں لکھا ہے۔ کہ اس معرکے میں ایک مشہور کافر ابو خزول نام ایک اونٹ پر سوار میدان میں آیا۔ اور رجز پڑھ کر مبارز طلب کیا۔ دلاوران سپاہِ اسلام اس کے طول قامت اور بزرگی جسم کی ہیبت سے رعب زدہ ہو کر ایسے خاموش ہوئے۔ کہ کوئی بھی اس کے مقابلے کو میدان میں نہ نکلا۔ یکایک شاہ ولایت پناہ اس بدبخت کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور ذوالفقار کے ایک ہی وار میں اس کو جہنم کی طرف روانہ فرمایا۔ اس کے قتل ہونے سے سپاہِ اسلام کا حوصلہ بڑھ گیا اور کفار کا ستارۂ اقبال پستی و زوال کی طرف مائل ہوا۔ منقول ہے کہ اس لڑائی میں مسلمانوں میں چار شخص شہید ہوئے۔ اور کفار مشرکین کے ستر آدمی مارے گئے۔

کشف الغمہ میں روایت ہے کہ ان ستر میں سے چالیس کافر امام الاشجعین امیر المومنینؑ کی تلوار سے جہنم واصل ہوئے کہتے ہیں کہ جو کفار اس معرکہ سے شکست کھا کر بھاگے۔ وہ تین حصوں میں منقسم ہو گئے۔ ایک گروہ تو مالک کے ساتھ قلعہ طائف میں چلا گیا۔ اور ایک فریق نے بطن نخلہ کی راہ لی۔ اور ایک جماعت بھاگ کر اوطاس میں چلی گئی رسید کائنات صلعم نے ابو عامر اشعری کو ایک جماعت کے ہمراہ جن میں اس کا بھتیجا ابو موسیٰ اشعری اور زبیر بن العوام شامل تھے۔ ان مشرکوں کے تعاقب میں روانہ کیا۔ جو اوطاس میں مقیم تھے ابو عامر شہید ہوا۔ اور ابو موسیٰ نے اس کا قائم مقام ہو کر کفار سے مقابلہ کرنے اور قلعہ کو خالی کرانے میں بہت کوشش کی۔ تین کفار قتل ہوئے۔ اور اوطاس فتح ہو گیا۔ ان دونوں لڑائیوں میں چھ ہزار بردے۔ چوبیس ہزار اونٹ۔ چالیس ہزار اوقیہ چاندی اور چالیس ہزار سے زیادہ بھیڑ۔ بکریاں غنیمت میں مسلمانوں کے ہاتھ آئیں۔ آنحضرت نے عباد بن بشر انصاری سے فرمایا۔ کہ منزلِ جعرانہ میں مال غنیمت کی حفاظت کرے۔ اور خود لشکر لے کر قلعہ طائف پر چڑھ گئے۔ اور علم خاصہ امیر المومنینؑ کو عطا فرمایا۔ اور ابو عبیدہ جراح کو ہزار مردوں کے ہمراہ ہراول مقرر کیا۔ جب حضرت کا لشکر طائف میں جا پہنچا۔ تو کفار نے قلعہ کو مستحکم کر کے تیر چلانے اور پتھر مارنے شروع کر دیے۔ ادھر سے مسلمان بھی برسرِ پیکار ہوئے اور اس کشمکش میں بہت سے آدمی مجروح ہوئے۔ اور محاصرے کے دنوں میں اصحاب آنحضرت سے بارہ شخص درجۂ شہادت پر فائز ہوئے۔ عبداللہ بن ابی بکر اور عبداللہ بن ابی امیہ برادر ام سلمہ اسی شمار میں ہیں۔ محاصرۂ طائف کے

زمانے میں حضرت رسالت پناہ نے جب ولایت انتباہ امیر المومنینؑ کو ایک جماعت کے ہمراہ اس امر پر مقرر فرمایا۔ کہ اس علاقے میں گشت لگائیں۔ جہاں کہیں کوئی بت پائیں۔ توڑ ڈالیں۔ رستے میں قبیلہ خثعم کے کچھ دلاوروں سے جناب امیرؑ کی مڈ بھیڑ ہوئی۔ شہاب نامی ایک بہادر جو اپنی قوم میں شجاعت و شہامت میں نامور تھا۔ باہر آیا اور سامنے آکر مبارز طلب کیا۔ امیر المومنین علیؑ نے ذوالفقار کی ایک ضرب سے دارالبوار کو روانہ فرمایا۔ باقی ماندہ بھاگ گئے۔ شاہِ مرداں اس علاقے کے بتوں کو توڑ کر آنحضرت کی خدمت میں واپس آ گئے۔ جناب سرورِ کائناتؐ نے امیر المومنینؑ کو خلوت میں طلب کیا۔ اور دیر تک راز و نیاز کی باتیں ہوتی رہیں۔ اور اتنا طول ہوا۔ کہ اصحاب متعجب اور حیران ہو گئے۔ آخر کار عمر بن الخطابؓ نے عرض کی۔ یا رسول اللہ! آپ نے ہماری عدم موجودگی میں اپنے ابن عم سے خلوت کی۔ اور بہت سے راز بیان کئے۔ فرمایا۔ یَا عُمَرُ مَا انْتَجَیْتُهٗ وَلٰکِنَّ اللّٰهَ انْتَجَاهُ۔ یعنی اے عمر میں نے اپنی مرضی اور رائے سے اس سے کوئی راز نہیں کہا۔ بلکہ خدا کے حکم سے راز کی باتیں کہیں۔ بیت

بفرمانِ دارائے رازِ جہاں کشادم باین راز با او زباں

القصہ جب طائف کے محاصرے کو اٹھارہ روز گزر گئے۔ اور حضرت خیر البشر پر واضح ہو گیا۔ کہ اس قلعہ کا فتح ہونا آسان نہیں تو وہاں سے منزل جعرانہ میں تشریف لے گئے۔ اور وہاں پر حنین کی غنیمتوں کو تقسیم فرمایا۔ اور مکہ معظمہ کے نومسلموں کی جماعت کو تالیف قلوب کی نظر سے بے انتہا عطیات سے مالا مال کر دیا۔ اور مہاجرین و انصار کے جاں باز بہادروں کو ان پر اعتماد و وثوق رکھنے کی وجہ سے کچھ کم کم عطا فرمایا۔ انصار اس بات سے ناراض ہو گئے اور کہنے لگے۔ کہ پیغمبر نے قریش اور دیگر قبائل عرب کو اپنی عنایات سے مالا مال کر دیا۔ اور ہم کو ان کے برابر نہ دیا۔ حالانکہ ہم ہمیشہ سخت سخت مصیبتیں جھیلتے اور سختیاں اٹھاتے ہیں۔ اور ابھی تک مشرکوں کا خون ہماری تلواروں سے ٹپک رہا ہے۔ جب یہ بات آنحضرت کے گوش مبارک میں پہنچی تو حکم دیا کہ انصار کے رؤساء و اکابر ایک خیمہ میں جمع ہوں۔ اور ان کے سوا اور کوئی شخص وہاں نہ جائے۔ پھر شاہ ولایت پناہ کو ہمراہ لے کر وہاں تشریف لے گئے۔ اور ان کی دلجوئی اور اطمینان خاطر کے لئے تقریر فرمائی۔ اور اپنی مہربانی اور محبت بھری باتوں سے ان کے دلوں کو تسلّی دی۔ اور فرمایا۔ کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو۔ کہ اور لوگ اونٹ اور بھیڑ بکریاں لے کر اپنے گھروں کو جائیں اور تم رسولِ خدا کو ساتھ لے کر اپنے وطن میں واپس جاؤ۔ نیز فرمایا کہ انصار میرے مخصوص رازدار ہیں۔ اگر سب لوگ ایک رستے پر چلیں۔ اور انصار دوسرے رستے پر۔ تو میں انصار کی راہ پر چلوں گا۔ اے خدا ان کو ان کی اولاد کو بخش دے۔ انصار اس بشارت کو سن کر اس قدر روئے۔ کہ اُن کی ڈاڑھیاں آنسوؤں سے تر ہو گئیں۔

منقبت ۱۲۔ نیز کتب مذکورہ میں مرقوم ہے۔ کہ ہجرت کے آٹھویں ہی سال میں حیدر کرار حسب فرمان سیّد

ابرار ڈیڑھ سو سوار کے ہمراہ بت خانہ فلس کو ویران کرنے کے ارادے سے قبیلہ طے میں تشریف لے گئے۔ اور اس بت خانے کو تباہ کیا۔ عدی بن حاتم حضرت امیرالمومنینؑ کی تلوار کے خوف سے شام کو بھاگ گیا۔ اور اس کی بہن اور بہت سے بردے اور بے شمار مال واسباب ہاتھ آئے۔ حضرت امیرؑ نے غنائم کو تقسیم کیا۔ لیکن حاتم کی بیٹی کو اسیروں میں داخل کیا۔ اور اپنے ہمراہ لے گئے۔ رسول نے اس ضعیفہ کو اس کے حسب منشا اس کے وطن مالیف میں بھیج دیا۔ جب دختر حاتم اپنے بھائی سے ملی۔ تو اس کو جناب سید کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ کے حالات سے خبردار کر کے مدینہ روانہ کیا۔ اور عدی ہجرت کے دسویں سال میں آ کر مسلمان ہو گیا۔

منقبت:۔ کشف الغمہ۔ حبیب السیر اور معارج النبوۃ میں مرقوم ہے۔ کہ ہجرت کے نویں سال میں غزوۂ تبوک کے بعد ایک اعرابی نے آنحضرت صلعم کی خدمت میں آ کر عرض کی۔ کہ عرب کی ایک قوم وادی الرمل میں جمع ہے اور چاہتے ہیں کہ اہل یثرب پر چھاپا ماریں۔ اس لئے نبی آخرالزماں نے حضرت ابوبکرؓ کو علم عنایت فرمایا۔ اور اصحاب صفہ کی ایک جماعت کا سردار بنا کر وادی الرمل کی طرف روانہ فرمایا۔ تاکہ وہاں جا کر ان کے شر کو رفع کرے۔ حالانکہ وہ لوگ ایسی وادی میں اترے ہوئے تھے۔ جہاں پر پتھر اور درخت بیشمار تھے۔ اور وہاں پہنچنا بہت مشکل تھا۔ مگر تاہم حضرت ابوبکر صدیق وہاں پر پہنچے مگر جب کفار نے اطراف وجوانب سے یکبارگی سپاہ اسلام پر حملہ کیا۔ تو مسلمان شکست کھا کر بھاگ نکلے۔ تب آنحضرتؐ نے دوسرا علم قدوہ اصحاب عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو دیکر آنجناب کو مسلمانوں کی ایک جماعت کے ساتھ اس مہم کے تدارک کے لئے روانہ فرمایا۔ مگر فاروق بھی صدیق کی طرح واپس آگئے۔ بعد ازاں عمرو عاص اس مہم کے ذمہ دار بنے۔ اور وہ بھی بے نیل مرام پسپا ہو کر مدینہ میں چلا آیا۔ پھر آنحضرت نے اسد اللہ الغالب کو علمدار بنایا۔ اور اپنی سپاہ ظفر پناہ کی ایک جماعت کا سردار مقرر کر کے حکم دیا کہ شیخین اور عمرو عاص اس لشکر میں ہمراہ جائیں۔ اور شاہ ولایت پناہ کی رائے سے تجاوز نہ کریں۔ اور خود مسجد احزاب تک مشایعت فرمائی۔ اور شیر یزدان کی شان میں۔ **بیت**

دعا ہائے کہ بر لب نارسیدہ نوید فَاسْتَجَبْنَاھَا شنیدہ

اس مستجاب الدعوات نے دعائیں کر کے وادی الرمل کی طرف رخصت فرمایا۔ امیرالمومنینؑ رات کو چلتے تھے۔ اور دن کو رستے سے ایک طرف ہو کر آرام فرماتے تھے۔ جب مساکن مشرکین کے نزدیک پہنچے۔ تو آہستہ آہستہ اس راہ سے روانہ ہوئے۔ جو نم عادی پر منتہی ہوتی تھی۔ اور خود بنفس نفیس لشکر کے آگے آگے چلتے تھے۔ عمرو عاص نے شاہ عالی مقام کے حرکات وسکنات سے معلوم کر لیا۔ کہ وہ جناب فتح پائیں گے۔ اس لئے ارادہ کیا کہ اس مہم کو درہم برہم کر دے۔ اور شیخین سے کہا کہ اس رستے میں وحشی جانوروں اور بھیڑیوں کا بہت خطرہ ہے۔ مصلحت یہ ہے۔ کہ وادی کی جانب اعلیٰ سے دشمنان اسلام شبخون ماریں۔ شیخین رضی اللہ عنہما نے یہ بات امیرالمومنینؑ

کرم اللہ وجہہ کے سامنے پیش کی۔ مگر منظور نہ ہوئی۔ صدیق اور فاروق نے امیر المومنینؑ کی متابعت اختیار کی اور عمرو عاص کی بات نہ مانی۔ اُس نے مضطرب ہو کر اہل لشکر کو ڈرانا اور خوف دلانا شروع کیا۔ اور شاہ ولایت کی متابعت اور پیروی سے ہٹایا۔ لیکن کسی نے اس کی بات کی طرف توجہ نہ کی۔ امیر المومنینؑ اپنی رائے صواب نمائے کے موافق مسافت طے کرتے ہوئے علی الصباح یکایک ان کے سر پر جا پہنچے اور اس قوم بدانجام پر تیغ انتقام کھینچ کر حملہ آور ہوئے۔ وہ جماعت ذوالفقار کے انوار کی تاب نہ لا سکی۔ اور چمگادڑ کی طرح آفتاب کی شعاعوں سے فرار اختیار کیا۔ اور ملک داد گر نے اس والی ملک ولایت کو فتح وظفر عطا فرمائی۔ اور سورہ وَالْعَادِیَاتِ اس باب میں نازل ہوا۔ اور حضرت رسالت مآب نے اصحاب کو فتح کی بشارت دی اور جب امیر المومنینؑ حسب دلخواہ اعدائے دین کی مہم سے فارغ ہو کر مظفر و منصور نواح مدینہ منورہ میں واپس آئے۔ تو سرورِ پیغمبراں نے اپنے یاروں کو شاہ مرداں کے استقبال پر مامور فرمایا۔ اور خود ان کے آگے آگے روانہ ہوئے۔ جب امیر المومنینؑ نے جناب سید المرسلینؐ کو دیکھا۔ گھوڑے سے پیادہ ہو گئے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ اے بھائی! سوار ہو جاؤ۔ کہ خدا و رسول تم سے راضی ہیں۔ امیر المومنینؑ کثرت شادمانی و سرور کی وجہ سے رونے لگے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ لَوْلَا یَا اَخِیْ اُشْفِقُ لِیَقُوْلُ فِیْكَ طَوَائِفُ مِنْ اُمَّتِیْ مَا قَالَتِ النَّصَارٰی فِی الْمَسِیْحِ عِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ لَقُلْتُ فِیْكَ الْیَوْمَ قَوْلًا لَا تَمُرُّ بِمَلَاءٍ اِلَّا اَخَذُ وَالتُّرَابَ مِنْ تَحْتِ قَدَمَیْكَ وَمِنْ فَضْلِ طُهُوْرِكَ یَسْتَشْفُوْنَ مِنْهُ الحدیث) (اے بھائی! اگر مجھے یہ ڈر نہ ہوتا۔ کہ میری امت کے بعض گروہ تیرے باب میں وہ بات کہیں گے۔ جو نصاریٰ نے مسیح عیسیٰ بن مریم کے باب میں کہی۔ تو میں بیشک آج کے دن ایک بات کہتا۔ کہ جس گروہ پر سے تیرا گزر ہوتا وہ تیرے پاؤں تلے کی مٹی لیتے۔ اور تیری طہارت کی زیادتی کے سبب اس مٹی سے شفا طلب کرتے ..... الخ

مثنوی۔

چنیں گفت آں روز خیر الانامؐ	کہ اندیشہ دارم ز بعضے مہام
وگرنہ حدیثے ز قدرِ علیؑ	ہمے گفتم از غایت یک ولی
کہ بر ہر کہ کردے زامت گذر	نہادے بجائے قدمہاش سر
ز خاکِ قدمہاش برداشتے	ازاں آبروئے دگر داشتے

منقبت[۱۲] مقصد اقصیٰ۔ روضۃ الاحباب۔ روضۃ الصفا۔ حبیب السیر اور معارج النبوۃ میں منقول ہے۔ کہ ہجرت کے دسویں سال میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امیر المومنین کرم اللہ وجہہ کو حکم دیا کہ یمن کو جائیں۔ اور اپنے کلام ہدایت انجام کی یمن و برکت اور حسام بہرام انتقام کی ضربت سے وہاں کے باشندوں کو بادیۂ ضلالت سے نکال کر شاہراہ اسلام پر لائیں۔ سید المرسلین نے ایک علم تیار کر کے آنجناب کے

حوالے فرمایا۔ اور اپنے دست مبارک سے عمامہ پُرنوران کے سر پر باندھا۔ اور آگے اور پیچھے کی طرف اس کے دوسرے چھوڑ دیئے۔ اور اس میدان دغا کے شیر بہادر کے کانوں کو نصائح کے جواہرات بے بہا سے گرانبار کرکے روانگی کی اجازت عطا فرمائی۔ امیرالمومنینؑ تین سو مسلمان ہمراہ لے کر اس ملک کو روانہ ہُوئے۔ جب آپ وہاں پہنچے تو مشرکوں کی ایک جماعت مقابلے سے پیش آئی۔ حضرتؑ نے اول تو اُن کو ملّت بیضا کے قبول کرنے کی دعوت دی۔ اور فرمایا۔ تم اسلام اختیار کرو۔ جب اس جماعت نے حضرتؑ کا ارشاد رضامندی سے نہ سُنا۔ تو ناچار لڑائی پر مستعد ہوئے۔ دونوں طرف کے بہادروں نے خوب دادِ مردانگی دی۔ کفار کے بیس آدمی مارے گئے۔ اور باقی شکست کھا کر بھاگ نکلے۔ امام الاشجعین نے دوسری دفعہ ان کے آگے جاکر اسلام کی دعوت فرمائی۔ اُنہوں نے کلمہ توحید زبان پر جاری کیا۔ اور اپنے مالوں سے حق خدا جدا کیا۔

روضۃ الاحباب میں براؔ بن عاذب سے اس طرح روایت ہے۔ کہ میں بھی اس مہم میں جناب امیرؑ کے ہم رکاب تھا۔ جب یمن میں اعدائے دین نے امیرالمومنینؑ کے مقابل میں آکر میدان میں قدم رکھا۔ تو حضرت امیرؑ نے سپاہ کو آراستہ فرمایا۔ اور میدان جنگ میں جاکر جناب رسالتؐ پناہ کا خط ان کے سامنے پڑھا۔ اور ان کو ایمان کی طرف دعوت دی۔ قبیلہ ہمدان سب یک بارگی مسلمان ہوگئے۔ شاہ مرداں نے بذریعہ خط سارا حال جناب رسالت مآبؐ کو لکھ بھیجا۔ آنحضرتؐ خط کے مضمون سے خبر پاکر نہایت خوش ہوئے۔ اور سجدۂ شکر بجالائے اور فرمایا۔ اَلسَّلَامُ عَلَی الْھَمْدَان۔ (ہمدان پر میرا سلام ہو) اور امیرالمومنینؑ ابھی یمن ہی میں تھے۔ کہ سیّد المرسلینؐ نے حجۃ الوداع (حج آخری) کی نیت کرکے جناب امیرؑ کو اطلاع بھیجی۔ اور وہ جناب سرورِ کائنات سے رستے ہی میں آکر ملحق ہوگئے۔

مثنوی

کمر بست در خدمت مصطفیٰؐ — شد از سالکانِ طریق وفا
بہ اوصاف اشراف موصوف شُد — بر دسّر کونین مکشوف شد
در اسلام کارش بجائے رسید — کہ چشمِ فلک مثلِ اُو کس نہ دید

اور تمام مواقف اور معارک میں حضرت رسالت پناہ کی خدمت میں شجاعت و ہدایت کے لوازمات بجالائے۔ اور خدا کے الطاف و اعطاف سے مفتخر و ممتاز ہو کر تمام امصار و اقطار میں علم ولایت و کرامت بلند کیا۔

مثنوی

زرائش اساس شریعت متیں — دلش مہبط نورِ علم الیقین
ضمیرش منوّر با نوارِ وحی! — کلامش مفسّر بہ انوارِ وحی

اور اسی سال میں موضع غدیر خم میں آنحضرتؐ نے جناب امیرؑ کو بحکمِ الٰہی اپنا خلیفہ اور نائب مناب بنایا۔ اور اس کے چوراسی ۸۴ روز بعد اس دارِ فنا سے دارِ بقا کو رحلت فرمائی۔ چنانچہ اس کا مجمل بیان باب آیات و احادیث

میں مذکور ہوا۔ لیکن باب خلافت میں مفصل ذکر کیا جائے گا۔

اب ہم ان غزوات کا ذکر کرتے ہیں۔ جو امیرالمومنینؑ کو سرورِ کائنات صلعم کے بعد پیش آئے حبیب السیر اور بحر المناقب میں لکھا ہے کہ شاہ ولایت کو ایام خلافت میں تین گروہ یعنی ناکثینؔ۔ قاسطینؔ اور مارقینؔ سے جنگ کرنے کا اتفاق ہوا۔ ناکثینؔ سے طلحہ وزبیر اور وہ جماعت مراد ہے۔ جنہوں نے حضرت امیرؑ کی بیعت توڑنے کی جرأت کی۔ اور اس جنگ کو مورخین جنگِ جمل کہتے ہیں۔ کیونکہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس مخالفت میں طلحہ وزبیر سے موافقت کی تھی۔ اور لڑائی کے دن جمل (اونٹ) پر سوار تھی۔ اس روز جناب امیرالمومنینؑ حیدر کرار کو فتح عظیم حاصل ہوئی۔ اور مخالفوں کے بہت سے آدمی مارے گئے۔ اور قاسطین سے معاویہ اور وہ جماعت مراد ہے۔ جنہوں نے امیرالمومنینؑ کے ساتھ جنگ کرنے میں اس کی مدد کی۔ اور یہ جنگ صحرائے صفین میں واقع ہوئی۔ اور بہت سی خونریزی اور سخت سعی و کوشش کے بعد آخر کار مصالحت پر اس کا انجام ہوا۔ اور تحکیم کا قضیہ شنیعہ وقوع میں آیا۔ اور مارقین خوارج نہروان کو کہتے ہیں۔ جن کا سردار عبداللہ بن وہب الراسی تھا۔ اور اس جنگ میں بھی امیرالمومنین علیؑ کو فتح ہوئی۔ اور ذوی الثدیہ اکثر ملاعین کے ساتھ رودِ نہروان کے کنارے پر دوزخ کو روانہ ہوا۔

تمام مورخین کا اس پر اتفاق ہے کہ جنگ جمل کے موقع پر جب کوفہ کی فوج شاہ ولایتؑ کے زیر علم جمع ہوئی اور آپ نے بصرے کی طرف کوچ فرمایا۔ وہاں پہنچ کر قعقاع بن عمرو کو پیغام دینے کے لئے عائشہ اور طلحہ وزبیر کے پاس بھیجا۔ اور ان کو مخالفت کی بدانجامی سے ڈرایا۔ اور مصالحت اور موافقت کی طرف رہبری فرمائی قعقاع نے ان کی مجلس میں پہنچ کر ان کو معقول باتیں سنائیں۔ اور صلح و صفائی کی طرف رغبت دلائی۔ اُدھر سے بھی عاصم بن کلیب سو آدمیوں کے ہمراہ رسالت کے طور پر جناب شاہ ولایت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت نے ہدایت آمیز کلمات سے ان کے کانوں کو گرانبار فرمایا۔ ان سو آدمیوں نے ہدایت اختیار کر کے امیرالمومنینؑ سے بیعت کی اور دعا دیتے اور مدح و ثنا کرتے بصرے کو واپس چلے گئے۔ اور آنحضرت جب منزلیں طے کر کے نواحِ بصرہ میں پہنچے تو مقام زاویہ کو لشکر گاہ بنایا۔ اور آپ کا لشکر بقول صاحب کشف الغمہ بیس ہزار آدمی تھے اور عائشہ اور طلحہ وزبیر بھی باہر آئے۔ اور تیس ہزار آدمیوں کی جمعیت کے ساتھ موضع خزینہ میں مقام کیا۔ اور دوسری دفعہ پھر دونوں طرف سے امر مصالحت کی تحریک ہوئی۔ آخر یہ قرار پایا۔ کہ عثمان کے قاتل حضرت امیرؑ کے لشکر گاہ سے باہر چلے جائیں۔ تاکہ مہم فیصل ہو جائے۔ اور اس جماعت میں پانسو سے زیادہ آدمی تھے۔ اور اکثر قبائل عرب کے رؤسا صناوید تھے مثلاً مالک اشتر۔ عبہ بن القرم۔ عدی بن حاتم۔ شریح بن اوفے۔ خالد بن ملجم وغیرہ۔ اور جب یہ لوگ شاہِ ولایتؑ پناہ کے لشکر سے جدا ہو کر ایک گوشہ میں چلے گئے۔ تو باہم یہ تذکرہ کیا۔ کہ علیؑ اور طلحہ وزبیر کا باہمی مصالحہ

ہمارے قتل پر مبنی ہے۔ اب ہم کو کوئی تدبیر ایسی سوچنی چاہیئے جس سے ہم اس ہلاکت سے نجات پائیں۔ بہت سی قیل وقال اور بحث مباحثے کے بعد یہ بات قرار پائی۔ کہ کوئی تجویز نکالیں کہ مصالحت لڑائی سے تبدیل ہوجائے صبح کو جب آفتاب نے اپنا علم زرین بلند کیا۔ تو اس تمام جماعت نے گھوڑوں پر سوار ہوکر عائشہؓ کے لشکرگاہ پہ حملہ کیا۔ اور تیر چلانے شروع کیئے۔ اور اس وجہ سے اس لشکر میں ایک شورش عظیم برپا ہوگئی۔ سب نے یہ خیال کیا۔ کہ امیرالمومنینؑ شبخون کے ارادے سے اُن پر چڑھ آئے۔ ناچار طلحہ اور زبیر نے لشکر کو مرتب کرکے میدانِ جنگ میں قدم رکھا۔ اور عثمان کے قاتلوں نے جب دیکھا۔ کہ ان کی تدبیر مقصود کے موافق پڑی۔ تو واپس ہو کر لشکر مبارک میں آملے۔ جب لشکر عائشہؓ کے ایک دستہ نے اُن کا تعاقب کیا۔ تو مشہور کردیا۔ کہ یہ طلحہ و زبیر نے چھاپہ مارا۔ ناچار امیرالمومنینؑ بھی صف آرائی میں مشغول ہوئے۔ صبح کو جب کارگزارانِ قضا و قدر نے آفتاب کے ہودج زرین کو آسمان کے اونٹ پر دیکھا۔ اور آسمان کے تماشائی نیلا پردہ تان کر نظارے میں مصروف ہوئے۔ تو طلحہ و زبیر نے عائشہؓ کے ہودج کو زرہ میں لپیٹ کر اونٹ پر رکھ صف لشکر کے آگے لا کھڑا کیا۔ اور میمنہ اور میسرہ مرتب کرکے لڑائی شروع کردی۔ اور امیرالمومنینؑ نے بھی نہایت شائستگی کے ساتھ صفوف لشکر کو آراستہ کیا۔ اور سرورِ انبیاء کے سفید خچر پر سوار ہو کر فرمایا۔ کوئی شخص لڑائی کرنے میں تعجیل نہ کرے۔ اس وقت دونوں صفوں کے درمیان قیام فرما کر نصیحت کرنی شروع کی۔ اور عائشہؓ کو حرم رسولؐ سے باہر نکلنے اور اس کے رفیقوں کو بیعت شکنی پر ملامت فرمائی۔ اور ایک روایت میں ہے۔ کہ زبیر و طلحہ کو پاس بلایا۔ اور یہ دونوں بزرگ اپنے مقام سے حرکت کرکے جناب امیرؑ کے اس قدر نزدیک آگئے۔ کہ ان کے گھوڑوں کی گردنیں ایک دوسرے سے گذر گئیں۔ اور امام المسلمین نے مقدمات ہدایت آئین ادا کرکے ان سے دریافت کیا۔ کہ کیا وجہ ہے۔ کہ تم نے مجھ سے جنگ کرنے کی تیاری کی ہے۔ اور میرا خون حلال جانتے ہو۔ انہوں نے جواب دیا۔ چونکہ آپ نے مفسدوں اور فتنہ انگیزوں کو اطراف و جوانب سے طلب کرکے ان کو خلیفہ مظلوم کے قتل کرنے پر ترغیب دی۔ اس لئے مسلمانوں پر واجب ہے کہ تم کو خلافت سے علیحدہ کرنے میں پوری پوری کوشش کریں۔ فرمایا۔ تم عثمان کا قصاص مجھ سے طلب کرتے ہو۔ حالانکہ ابھی تک اس کا خون تمہاری تلواروں سے ٹپک رہا ہے۔ آؤ مباہلہ کریں۔ تاکہ جو کوئی عثمان کے قتل پر رضامند ہو۔ عذاب میں گرفتار ہوجائے۔ جب انہوں نے مباہلہ کرنے سے پہلوتہی کی۔ امیرالمومنینؑ نے زبیر سے فرمایا۔ تمہیں یاد ہوگا کہ ایک روز میں اور تم سرورِ عالم کے ساتھ کہیں جارہے تھے۔ اور میرا ہاتھ تمہارے ہاتھ میں تھا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ اے زبیر! تو میرے بھائی کو دوست رکھتا ہے۔ اُس نے جواب دیا۔ یارسول اللہ بے شک۔ فرمایا۔ عنقریب تو اس سے جنگ وجدل سے پیش آئے گا۔ اور اس وقت تو ظالم ہوگا۔ مورخوں نے اس واقعہ کو مختلف طریق سے

روایت کیا ہے۔ چونکہ سب روایات کا خلاصہ مضمون زبیر کی بغاوت سرکشی ہے۔ اس لئے ان کی تکرار کو غیر مفید سمجھ کر ترک کیا گیا۔

القصّہ۔ زبیر نے امیر المومنینؑ کی بات سُن کر عرض کی۔ کہ یا اباالحسنؑ! آپ نے ایسی حکایت مجھے یاد دلائی۔ اگر اس سے پہلے یاد ہوتی۔ تو ہرگز آپ کے مخالف نہ ہوتا۔ اب بھی خدا کی قسم آپ سے لڑائی نہ کروں گا۔ پھر عائشہؓ کے پاس جا کر حدیث مذکور بیان کی۔ اور اس معرکے سے نکل جانے کا قصد کیا لیکن اس کے بیٹے عبداللہ نے ملامت کرکے کہا۔ تو علیؑ کی تلوار سے ڈر گیا۔ اس لئے بھاگتا ہے۔ زبیر نے غصّے میں آکر امیر المومنینؑ کے لشکر پر تین دفعہ حملے کئے۔ مگر کسی کو زخمی نہیں کیا۔ بعد ازاں واپس جا کر بیٹے سے کہا۔ اے فرزند! جس شخص پر بزدلی غالب ہو۔ وہ کیوں کر ایسی دلیری کر سکتا ہے۔ اس کے بیٹے نے چونکہ پھر بھی لڑائی کرنے پر زور دیا۔ تو اس کے جواب میں کہا۔ میں نے قسم کھائی ہے۔ کہ میں ہرگز اس جناب سے لڑائی نہ کروں گا۔ بیٹے نے کہا۔ قسم کے کفارے میں ایک غلام آزاد کردے زبیر نے اس بات کو قبول کرکے مکحول نام غلام کو آزاد کر دیا۔ اور بدستور سابق اپنی صف میں جنگ کرنے کے لئے جا کھڑا ہوا۔ امیر المومنینؑ نے جب دیکھا۔ کہ صلح کی صورت نہیں بن سکتی۔ مسلم نام ایک جوان کے ہاتھ قرآن مجید ان کے پاس بھیجا۔ مسلم نے جا کر کہا۔ اے اہل بغی! امیر المومنین نے تم کو قرآن مجید کی طرف دعوت دی ہے۔ ایک شخص نے اس کا دایاں ہاتھ تلوار سے جدا کر دیا۔ اس نے قرآن شریف کو بائیں ہاتھ میں لے لیا۔ دوسرے شخص نے اس کو بھی کاٹ ڈالا۔ اس مسلمان جانباز نے مصحف کو دونوں کٹے ہوئے بازوؤں میں تھام لیا۔ آخر ایک اور ضرب سے اس کا کام تمام کر ڈالا۔ چنانچہ باب علم میں یہ واقعہ مفصّل طور پر مذکور رہا۔ الغرض اس وقت لڑائی شروع ہوگئی۔ دونوں طرف کے بہادر میدان میں آکر دادِ شجاعت دینے لگے۔ اور تلواروں اور نیزوں کے زخموں سے بیابان کی خاک کو گلرنگ کر دیا۔ اور ہر طرف خون کے دریا بہا دیئے۔

مثنوی

نمود آغاز شمشیر یمانی — زدستِ پہلواناں سرفشانی

سناں چوں شعلۂ آتش برافروخت — بہ چشم پُر دلاں اُفتاد وجاں سوخت

کمان و تیر چوں پیوست باہم — جدا شد جسم وجاں از ہم بیک دم!

اور اس خوفناک دن میں ابتدائے صبح سے شام تک لڑائی کی آگ مشتعل رہی۔ آخر کار جناب حیدرؑ صفدر کی فتح ہوئی۔ اور اکثر مخالف میدانِ جنگ سے فرار کر گئے۔ لیکن جہلائے بصرہ کی ایک جماعت عائشہ کے اونٹ کو احاطہ کرکے لڑائی میں مشغول رہی۔ اس لئے شاہ مردان نے محمد بن ابی بکر۔ مالک اشتر

اور چند بہادروں کو حکم دیا۔ کہ اس اونٹ کو پے کردو۔ اور ان دلاوروں نے متواتر حملے کر کے اونٹ تک رسائی کی۔ اور مالک اشتر نے پے درپے دو ضربوں سے اونٹ کے دو پاؤں کاٹ ڈالے۔ تاہم وہ اُونٹ زمین پر نہ گرا۔ مالک اشتر سخت متحیر ہوئے۔ اسی اثنا میں امیرالمومنینؑ وہاں پہنچے۔ اور فرمایا۔ اے مالک! اونٹ کا ایک اور پاؤں قلم کردو۔ کہ اس کو شیطان نے تھام رکھا ہے۔ جب مالک اشتر نے آپ کے حسبِ ارشاد تیسرا پاؤں بھی کاٹ دیا۔ تو وہ اونٹ گر پڑا۔ اور بہ روایت ابو حنیفہ دینوری اس اونٹ کو عیبن بن ضیعہ کوفی نے پے کیا۔ بہر تقدیر جب ہودج زمین پر آپڑا۔ تو عائشہ رضی اللہ عنہا نے فریاد بلند کی۔ آنحضرت کرم اللہ وجہہ نے محمد بن ابی بکر سے فرمایا۔ اپنی بہن کی خبر لو۔ محمد نے نزدیک جاکر ہودج کے اندر ہاتھ ڈالا۔ تاکہ معلوم کرے۔ کہ کہیں تیر کا زخم تو نہیں لگا۔ جب محمد کا ہاتھ عائشہ کے ہاتھ سے لگا۔ تو اُس نے شور مچایا۔ اور نفرین کرنی شروع کی۔ اور کہا تو کون؟ کہ تیرا ہاتھ اس ہاتھ سے لگا جس سے رسول صلعم کے ہاتھ کے سوا اور کسی کا ہاتھ نہیں لگا۔ محمد بن ابی بکر نے کہا میں تیرا سب سے زیادہ قریبی اور سب سے بڑا دشمن ہوں جب اس نے اپنے بھائی کو شناخت کرلیا۔ تو اس کا دل مطمئن ہوگیا۔ اور امیرالمومنینؑ نے حکم دیا۔ کہ کوئی شخص بھاگے ہوؤں کا پیچھا نہ کرے۔ اور زخمی کو قتل نہ کرے اور عائشہؓ کو عبداللہ بن خلف کے گھر میں بھیج دیا۔ جو بصرے کا ایک بڑا رئیس تھا۔ اور اس جنگ میں ذوالفقار کا زخم کھا کر وارالبوار کو سدھار اتھا۔

اور کشف الغمہ میں مرقوم ہے۔ کہ جنگِ جمل میں عائشہؓ کے لشکر سے سولہ ہزار سات سو نوے آدمی قتل ہوئے۔ اور شاہ ولایتؑ پناہ کی سپاہ سے ایک ہزار ستر آدمی شہید ہوئے۔ اور تاریخ گزیدہ میں مرقوم ہے کہ اس معرکہ میں کل آٹھ ہزار آدمی مارے گئے۔ اور ان میں سے ایک ہزار آدمی امیرالمومنینؑ کے لشکر سے تھے اور باقی عائشہؓ کے لشکر کے آدمی تھے۔ اور روضۃ الصفا میں مذکور ہے۔ کہ اس معرکے میں قریباً سترہ ہزار آدمی عائشہؓ کے لشکر سے قتل ہوئے۔ اور قریباً تین ہزار پیروانِ امیرالمومنینؑ سے شہید ہوئے! اور صاحب مستقصی کے عقیدے میں آنحضرت کے لشکر کے شہداء نوسو سے زیادہ تھے۔ اور بعض مورخ بیان کرتے ہیں۔ کہ اس معرکے میں دو سو ستر آدمی قبیلہ بنی ضبہ کے تھے۔ جو عائشہؓ کے اونٹ کی مہار نوبت بنوبت پکڑنے تھے اور ان کے ہاتھ کاٹے گئے۔ اور لشکر عائشہؓ کے مقتولوں میں سے ایک زبیر ہے۔

روضۃ الاحباب۔ روضۃ الصفا اور حبیب السیر میں منقول ہے۔ کہ جب زبیر نے جنگ جمل میں عمار یاسر کو حیدر کرار کے انصار میں دیکھا۔ اور وہ جانتا تھا۔ کہ رسول نے فرمایا ہے۔ اَلْحَقُّ مَعَ عَمَّارٍ یعنی حق عمار کے ساتھ ہے۔ اور اس بنا پر اس کو اپنے باطل پر ہونے کا یقین تھا۔ لڑائی ختم ہونے کے بعد کعبہ کو روانہ ہوا۔ اتفاقاً وادی السباع میں اس کا گذر ہُوا۔ احنف بن قیس چھ ہزار آدمیوں کے ساتھ جو اس کی قوم

اور قبیلے کے تھے۔ وہاں ٹھہرا ہوا تھا۔ اور اس کا ارادہ یہ تھا۔ کہ فریقین میں سے جو غالب ہوگا۔ اس سے جا ملوں گا۔ احنف نے دور سے زبیر کو آتا دیکھ کر پہچان لیا۔ اور رفیقوں سے کہا۔ کون ایسا ہے جو زبیر سے خبر معلوم کرکے مجھے بتائے۔ حاضرین میں سے ایک شخص عمرو بن جرموز نام نے اس خدمت کو قبول کیا۔ اور زبیر کے پاس جاکر دونوں لشکروں کا حال پوچھا۔ زبیر نے جواب دیا۔ کہ فریقین ابھی جنگ میں مشغول تھے۔ کہ میں اوہر کو چلا آیا۔ عمرو نے کہا۔ تونے کس لئے تخلف اور روگردانی کی۔ زبیر نے کچھ عذر بیان کیا۔ اور اس کے ساتھ روانہ ہوا۔ ایک لمحہ کے بعد عمرو سے کہا۔ کہ میں چاہتا ہوں کہ ظہر کی نماز پڑھ لوں۔ آیا مجھ کو تیری طرف سے امن ہے یا نہیں؟ عمرو نے کہا۔ امن حاصل ہے۔ پس زبیر نماز میں مشغول ہوا۔ عمرو نے ایک تلوار مارکر اس کا کام تمام کرڈالا۔

اور تاریخ اعثم کوفی اور کشف الغمہ سے ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ جب زبیر معرکے سے نکل کر قوم بنی تمیم میں فروکش ہوا۔ تو عمرو بن جرموز نے اس کی ضیافت کی۔ جب زبیر سو گیا۔ تو اس کو قتل کرڈالا۔ اور اکثر محدثین نے روایت کی ہے کہ عمرو اس جرأت کا مرتکب ہونے کے بعد زبیر کے گھوڑے پر سوار ہوکر امیرالمومنینؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور تمام حال بیان کیا۔ آنحضرت کرم اللہ وجہہ نے فرمایا۔ اے زبیر کے قتل کرنے والے تجھ کو آتش دوزخ کی بشارت ہو۔ عمرو یہ مژدہ سن کر خشم ناک ہوا۔ اور بولا۔ اگر تیرے لئے قتل کریں۔ تو دوزخ کی بشارت سنیں۔ اور اگر تیرے طرف دار کو قتل کریں۔ تو کافر ہوں۔ اور نہایت غضب میں تلوار کا سر اپنے پیٹ پر رکھ کر اتنا زور لگایا۔ کہ وہ پیٹھ کی طرف سے نکل گیا۔

اور منجملہ کشتگانِ جمل ایک طلحہ ہے۔ یہ بات ثابت ہوچکی ہے۔ کہ جب زبیر معرکہ جنگ سے نکل گیا۔ تو طلحہ نے بھی بھاگنے کا قصد کیا۔ اور مروان بن حکم جو عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل میں طلحہ کے کوشش کرنے کی وجہ سے کینہ اپنے دل میں رکھتا تھا۔ جب اس کے اس قصد سے واقف ہوا تو ایک زہر آلود تیر کمان میں جوڑ کر ایسا مارا کہ طلحہ کا پاؤں رکاب ہی میں جوڑ دیا۔ جب خون جاری ہوا تو اپنے غلام سے کہا۔ مجھے بصرے لے چل۔ غلام اپنے آقا کے پیچھے بیٹھ کر میدان جنگ سے نکال لایا اور باہر آکر ایک خرابہ میں گھوڑے سے اُترا اور اسی ویران مکان میں دنیا سے رخصت ہوا۔

اور بعض کتب تاریخ میں منقول ہے۔ کہ جان نکلنے سے پہلے ایک سوار وہاں سے گزرا۔ طلحہ نے پوچھا تو کون سے لشکر سے ہے؟ اس نے جواب دیا۔ کہ امیرالمومنین علیؑ کے لشکر سے۔ طلحہ نے کہا۔ ہاتھ آگے لا۔ تاکہ میں تیرے ہاتھ پر امیرالمومنینؑ کی بیعت کو تازہ کروں۔ اور اپنے آپ کو خدا کی رحمت بے حد کے قابل بناؤں۔ سوار نے ان ابیات کا مضمون اپنی زبان پر جاری کیا۔

نظم

اے سر موئے ولت سفید نشد ہیچ مو بر تنت سیاہ نماند

اے حسن توبہ آنزماں کردی کہ ترا قوتِ گناہ نماند

(یعنی بڑھاپا آ گیا۔ اور دل صاف نہ ہوا۔ توبہ اس وقت کی۔ جب کہ گناہ کی قوت نہ رہی)

اور طلحہ کی درخواست کو قبول کیا۔ اس کے بعد طلحہ اس دار فانی سے عالم جاودانی کو راہی ہوا۔ اس سوار نے حاضر خدمت ہو کر سارا ماجرا عرض کیا۔ آپ نے فرمایا۔ حق تعالیٰ نے نہ چاہا۔ کہ طلحہ کو میری بیعت شکنی پر مصر ہونے کی حالت میں بہشت میں فائز کرے۔ وَاللّٰہُ وَلِیُّ التَّوْفِیْقِ وَمُقَلِّبُ الْقُلُوْبِ وَبِیَدِہٖ اَزِمَّۃُ التَّحْقِیْقِ وَھُوَ کَاشِفُ الْکُرُوْبِ۔

اور روضۃ الصفا میں شعبی سے مروی ہے۔ کہ جب روز جمل مروان بن حکم۔ عمرو بن عثمان بن عفان اور اس کے بھائی سعید۔ اور عمرو بن عاص وغیرہ کو وصی خیر البشر کے حضور میں پیش کیا۔ تو عمار یاسر نے عرض کی یا امیر المومنینؑ! اس منافق جماعت کو مار ڈالنا چاہیئے۔ فرمایا۔ میں اسیران قبلہ کو توبہ کر لینے کے بعد قتل نہیں کرتا۔ **بیت**۔

آنہا کہ بجانِ من بدیہا کردند گر دست دہد بجز نکوئی نکنم

کہتے ہیں۔ کہ جب امیر المومنینؑ کی نظر مروان طرید رسول پر پڑی۔ تو فرمایا۔ اگر رُبع مسکون (دنیا) کی خلقت باہم متفق ہو جائیں۔ تو بھی مروان کے ناخن نہیں لے سکتے۔ اور فرمایا اے مروان! تیری اولاد سے اُمت کو بہت سی آفتیں پہنچیں گی۔ اور حضرت کا یہ فرمانا۔ اس سر گروہ اہلِ عناد کی اولاد کی حکومت پر دلالت کرتا تھا۔

اور صحیح روایت میں وارد ہوا ہے کہ جنگ جمل جمادی الآخر ۳۶ھ ہجری میں واقع ہوئی۔ اور امیر المومنینؑ نے فتح پانے کے بعد فرمایا۔ کہ اہل لشکر مال غنیمت میں سے ہتھیاروں اور چارپاؤں پر قابض ہو جائیں اور مقتولوں کی متاع و جنس کو ان کے وارثوں کو پہنچا دیں۔ بعد ازاں بصرہ میں تشریف لائے اور وہاں کے باشندوں پر نظر لطف و کرم فرمائی اور ابن عباس اور مالک اشتر کی معرفت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس پیغام بھیجا۔ کہ مدینہ طیبہ کو واپس چلی جائے۔ ام المومنین نے انکار کر دیا۔ پھر آپ جا کر نصیحتیں فرمائیں مگر رضامند نہ ہوئی۔ آخر کار امام حسنؑ کے ہاتھ اس مضمون کا پیغام بھیجا کہ اگر تم مدینہ نہ جاؤ گی۔ تو تم کو ازواج پیغمبر سے خارج کر دوں گا۔ اور اس واقعہ کی حقیقت تجھے خوب معلوم ہے۔ یہ سُن کر ام المومنین جھٹ پٹ مدینہ کو روانہ ہوئیں اور جب تک زندہ رہیں۔ استغفار کرتی رہیں۔

مؤلف عرض کرتا ہے۔ کہ ام المومنین کے پاس امیر المومنینؑ کے تشریف لانے اور امام حسنؑ کو بھیجنے کا حال باب

فضائل میں مفصّل طور پر مذکور ہو چکا ہے۔ جو صاحب پوری واقفیت حاصل کرنی چاہیں۔ وہ باب مذکور میں ملاحظہ فرمائیں۔

منقبت [۱۶۱]۔ حبیب السیر میں منقول ہے۔ کہ محدثین و مورخین نے معاویہ بن ابی سفیان کی طغیان و سرکشی کا حال اس طرح پر تحریر و تقریر فرمایا ہے۔ کہ جب عثمان رضی اللہ عنہ نے مخالفوں کو دور کرنے کے لئے اپنے عاملوں کو طلب کیا تھا۔ تو ایک روز مدینہ کے کسی کوچہ میں معاویہ کی کعب احبار سے ملاقات ہوئی۔ اور اس سے کہا مجھے ڈر ہے کہ اہلِ خلاف ہجوم کر کے عثمانؓ کو قتل نہ کر دیں کعب نے جواب دیا۔ کہ اس حادثہ کا وقوع حسب تقدیر ایزدی ایک ناگزیر امر ہے۔ معاویہ نے کہا۔ اگر مجھے معلوم ہو کہ اس کے بعد خلافت کس کو ملے گی۔ تو میں اس شخص کی اخلاص و محبت کے شرائط و لوازم عمل میں لاؤں۔ کعب نے جواب دیا۔ کہ عثمانؓ کے بعد یہ منصب تجھ پر قرار پائے گا۔ لیکن سخت خونریزی کے بعد کعب سے یہ بات سُن کر اس کو امارت کا سخت لالچ پیدا ہو گیا جب عثمان مارا گیا۔ تو رُوسائے بنی امیہ کی ایک جماعت جو ابن عم خیر البشر کی قدیمی دشمن تھی۔ اس سے جا ملی۔ اور اس کو شاہ ولایت کی مخالفت پر ترغیب و تحریص دلاتے رہے۔ چونکہ وہ خود بھی ریاست کا طالب تھا۔ اس لئے اس منشاء کو پورا کرنے کی غرض سے ارادہ کیا۔ کہ شامیوں کے عقائد امیر المومنینؑ کی نسبت فاسد کر دے۔ اس واسطے اس کے حکم سے ہر جمعہ کے روز عثمانؓ کے خون آلود پیراہن کو دمشق کی جامع مسجد میں لے جاتے تھے۔ اور لوگوں پر ایسا ظاہر کرتے تھے کہ عثمانؓ کا قتل علیؑ بن ابی طالب کے کہنے سے واقع ہوا ہے۔ اور اس باب میں اس قدر مبالغہ کیا کہ شام کے جنگ جو بہادروں نے قسم کھائی۔ کہ جب تک انتقام نہ لیں گے۔ نہ تو ٹھنڈا پانی پیئیں گے۔ اور نہ نرم بچھونے پر آرام کریں گے۔ اسی اثنا میں عمرو بن العاص جو فن تزویر و مکاری میں اپنا نظیر نہ رکھتا تھا۔ فلسطین سے دمشق میں آ پہنچا۔ اور اہلِ فتنہ و فساد کا معین و مددگار بنا۔ اور حکومت بصرہ کے لالچ سے معاویہ سے بیعت کی۔ اور باہم دوستی اور اتحاد کے رواسم و قواعد کو مضبوط کیا۔ اسی حال میں عبید اللہ بن عمر الخطابؓ جو قتل کی وجہ سے امیر المومنینؑ سے ڈرتا تھا۔ معاویہ کے پاس چلا گیا۔ اور ان دو شخصوں کی بیعت اور متابعت کرنے کے سبب سے معاویہ کا کام کمال رونق پکڑ گیا۔ اور تمام شامیوں نے اس کی خدمت میں کمربستہ ہو کر وصی رسول سے جنگ کرنے کے باب میں اتفاق کیا۔ اور معاویہ نے اسباب جنگ کے فراہم کرنے میں پوری پوری کوشش کر کے تھوڑے ہی دنوں میں ایک لشکر جرار تیار کیا۔ جب امیر المومنینؑ کو معلوم ہوا کہ معاویہ بغاوت و سرکشی کی راہ پر چل رہا ہے۔ تو کئی بار بڑے بڑے قابل اور چرب زبان فصیح اللسان قاصد دمشق میں بھیجے۔ اور مواعظ دلپسند اور نصائح سودمند بذریعہ خطوط لکھ کر ارسال فرمائے۔ لیکن اس جاہ و مال کے طالب پر ان تحریرات و پیغامات ہدایت آیات کا کچھ بھی اثر

نہ ہوا۔ اور بدستور بغاوت و عناد پر تلا رہا۔ اور اطاعت و فرمانبرداری کی طرف ذرا بھی مائل نہ ہوا۔ اور ہر دفعہ یعسوب المسلمین کے خط کے جواب میں کمال بیحیائی سے سخت اور درشت کلمات لکھتا۔ اور قتل عثمانؓ کو آنجناب سے منسوب کرتا تھا۔ اور امیر المومنینؑ کے قاصدوں اور پیغامبروں کو نہایت آزردہ خاطر کرکے رخصت کرتا تھا۔ جب سلطان الاولیاء کرم اللہ وجہہ پر بخوبی واضح ہوگیا۔ کہ معاویہ کا نزاع تلوار کے سوا رفع نہیں ہوسکتا اور ظالمان شام کی عداوت سیف وسنان سے کام لئے بغیر دور نہ ہوگی۔ تو ناچار سلطنت کے اطراف و جوانب میں فرمان جاری کئے۔ کہ دلاوران گرامی اور شجاعان نامی دارالسلطنت میں جمع ہوں۔ تھوڑی ہی مدت میں شہر کوفہ میں ایک لشکر جمع ہوگیا۔ ایک روز جبکہ قبائل کے رؤساء مسجد کوفہ میں جمع تھے۔ جناب شاہِ ولایت منبر پر تشریف لے گئے۔ اور حمد و نعت کے بعد ارشاد فرمایا۔ اے لوگو! تم اپنی ہمت ہائے عالیہ کو اشرار شام اور اصحاب ظلام کے رفعیہ اور ان کے قلع قمع کرنے میں صرف کردو۔ اور باغیوں سے جنگ کرنے میں پوری پوری کوشش کرو۔ کیونکہ وہ دین کے دشمن اور مسلمانوں کے قاتل ہیں۔ اس وقت مالک اشتر نے کھڑے ہوکر عرض کی یا امیر المومنینؑ! جب تک جان ہمارے بدنوں میں ہے۔ ہم آپ کی متابعت اور معاونت سے دست بردار نہ ہوں گے۔ اور دشمنوں کے ساتھ مقابلہ اور مقاتلہ کرنے میں کسی قسم کی تقصیر اور کوتاہی نہ کریں گے۔ آپ نہایت دلجمعی اور تسلی سے لڑائی کی طرف متوجہ ہوں اور اہلِ شام کے ساتھ جنگ کرنے میں کسی قسم کا تساہل نہ فرمائیں۔ بعد ازاں دیگر اعیان و اشراف مثل عمار یاسر۔ سہل بن حنیف۔ قیس بن سعد بن عبادہ۔ اور عدی بن حاتم طائی وغیرہ نے مالک اشتر کی تائید و تقویت میں کلمات پسندیدہ زبان پر جاری کرکے اہل ضلالت و بغاوت سے جنگ کرنے پر تحریص و ترغیب کا اظہار کیا۔ جب سب خورد و کلاں نے اس باب میں مصمم ارادہ کرلیا۔ تو امیر المومنینؑ ابو مسعود انصاری کو اپنا نائب مقرر کرکے آخر شوال ۳۶ھ کو کوفہ سے روانہ ہوئے۔ چند روز نخیلہ کو لشکرگاہ مقرر کیا۔ اور اس مقام میں نوے ہزار آدمی شاہِ ولایت کے زیر حمایت جمع ہوگئے۔ جن میں ساٹھ اہلِ بدر اور چھ سو اصحاب بیعت الرضوان سے تھے۔ پھر وہاں سے کوچ کرکے شام کی طرف روانہ ہوئے۔

تاریخ اعثم کوفی سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جب شاہِ مرداں راہِ شام کی منزلیں طے کر رہے تھے۔ تو دوسری بار آنحضرتؑ اور معاویہ میں خط و کتابت کا سلسلہ جاری ہوا۔ اور جب امیر المومنینؑ کا لشکر نواح رقّہ میں تھا۔ تو معاویہ کی طرف سے ایک خط وصول ہوا۔ جس کا مضمون یہ تھا۔

امابعد۔ اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات میں سے محمد مصطفےٰ کو برگزیدہ کرکے اس پر اپنی وحی نازل فرمائی۔ اور اس جناب نے امورِ رسالت کو انجام دیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس بزرگوار کو مہاجرو انصار میں سے لائق لائق وزیر اور معین و مددگار عطا فرمائے۔ جنہوں نے اخلاص و خدمت گزاری کا حق ادا کیا۔ اور شریعت کے

قائم کرنے میں سعی جمیل عمل میں لائے اور سب اصحاب واحباب سے فاضل وکامل ابو بکرؓ صدیق تھا جس نے آنحضرتؐ کی وفات کے بعد مہمات خلافت کو انجام دیا۔ اس کے بعد عمر بن الخطاب بعد ازاں عثمانؓ بن عفان۔ اور تو ہمیشہ ابو بکرؓ اور عمرؓ کا مخالف رہا۔ اور ان سے عداوت کرتا رہا۔ اور جب وہ دونوں بزرگوار دارالقرار کی طرف روانہ ہوئے۔ تب تو نے عثمانؓ سے جو تیرا قریبی رشتہ دار تھا سخت عداوت اور مخالفت سے کام لیا۔ اور قطع رحم کو جائز رکھ کر اس کے نیک افعال کو لوگوں کی نظر میں بداعمالیوں کا لباس پہنایا۔ اور مختلف ملکوں سے بہت سے سوار اور پیادے سیّد ابرار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حرم محترم میں طلب کئے یہاں تک کہ انہوں نے اس کے قتل کا قصد کیا۔ اور خود گھر میں بیٹھ رہا۔ اور اس مظلوم خلیفہ کو کسی قسم کی امداد نہ دی۔ یہاں تک کہ وہ مارا گیا۔ اور میں کریم لایزال کی عظمت وجلال کی قسم کھا کر کہتا ہوں۔ کہ اگر تو عثمانؓ کی امداد کو تیار ہوتا۔ اور اہل فساد کو دھمکاتا اور نصیحت کرتا۔ تو وہ کبھی تیرے کہنے کو نہ ٹالتے۔ اور اپنی بیہودہ حرکت کو چھوڑ کر آنجناب کو قتل نہ کرتے۔ اور اس بات کی کہ تو اس خلیفہ مرحوم کے قتل پر راضی تھا۔ دلیل یہ ہے۔ کہ آج اس کے تمام قاتلوں کی نہایت عزت اور اکرام کر رہا ہے۔ اور ان کو طرح طرح کے انعام واحسانات سے مالا مال کرتا ہے۔ اگر تو عثمانؓ کے قتل پر رضامند نہ تھا۔ تو لازم ہے۔ کہ اُس کے قاتلوں کو گرفتار کرکے میرے پاس بھیج دے۔ تاکہ میں ان سے قصاص لوں۔ بعد ازاں میں حاضر خدمت ہو کر موافقت کا طریق اختیار کروں۔ ورنہ بصورت دیگر میرے پاس تیرے اور تیرے یاروں کے لئے تلوار کے سوا اور کچھ نہیں۔ والسّلام۔

جب یہ خط وصی خیر البشر کی نظر انور سے گزرا۔ تو اس کا جواب اس طرح پر تحریر فرمایا۔

امابعد تیرا خط وصول ہوا۔ تو نے جو کچھ تبلیغ رسالت اور ہدایت ارباب ضلالت کے واسطے محمد مصطفےٰؐ کے برگزیدہ کرنے کے باب میں لکھا تھا۔ واضح ہوا۔ خدا کا شکر واحسان ہے۔ کہ حضرت عزّت نے اس سید ستودہ کو مزید لطف واحسان کے ساتھ تمام پیغمبروں سے ممتاز اور مستثنیٰ فرمایا۔ متواتر خصوصیات سے آپ کے ساتھ جو وعدے فرمائے تھے۔ انہیں پورا کیا۔ اور دشمنانِ دین پر فتح ونصرت عطا فرمائی۔ اور ان کے ذکر جمیل کو عالم کے شرق وغرب میں شہرت دی۔ اور ان کے تابعین کو روز افزوں ترقی عنایت فرمائی۔ اور مجھ کو تیری طرف سے تعجب آرہا ہے۔ کہ تو اس بات کو لکھتا ہے۔ اور جس نعمت سے خدا تعالیٰ نے ہم کو مخصوص کیا ہے۔ اس کو ہم پر شمار کرتا ہے۔ تیری مثال اس صورت میں اس شخص کی سی ہے۔ جو خرما ہجر کو اور زیرہ کرمان کو بھیجے۔ تُو یہ بات کس مصلحت سے کہتا ہے اور اس تکرار اور ذکر سے تجھے کیا حاصل ہے؟ شاید تیرا گمان یہ ہے۔ کہ حالات مجھ کو فراموش ہوگئے

ہیں۔ یا یہ کہ میں آنحضرت کے علوِ شان اور بلندی مکان کی معرفت نہیں رکھتا۔ سبحان اللہ! علیؑ بن ابی طالب سے کیوں کر کہا جا سکتا ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک عظیم الشان پیغمبر تھے۔ اور یہ جو تو نے لکھا ہے۔ کہ سب صحابہ میں افضل و اعلیٰ ابو بکرؓ تھا۔ اس کے بعد عمرؓ۔ اور عثمانؓ ان کا تیسرا تھا۔ تجھ کو اس بات سے کیا سروکار! اگر ابو بکرؓ اور عمرؓ نیکوکار تھے۔ تجھے کیا فائدہ؟ اور اگر معاذ اللہ بد افعال تھے تجھ کو کیا نقصان؟ ابو بکرؓ اگر صدیق تھا۔ تو ہمارا صدیق تھا۔ کیونکہ ہماری شرافت اور حقیقت اور ہمارے دشمنوں کی جہالت اور بطلان کی تصدیق کرتا تھا۔ اور اسی طرح سے عمرؓ بھی ہمارا فاروق تھا۔ اس لئے کہ ہمارے لئے حق کو باطل سے جُدا کرتا تھا۔ اور عثمانؓ اگر حمیدہ افعال اور پسندیدہ خصال تھا۔ تو اپنی جزا پائے گا۔ اور اگر اس کے اعمال ناستودہ اور غیر پسندیدہ تھے۔ تو بدی کے شرر اس پر چمکیں گے کیونکہ إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ وَإِنَّ الْفُجَّارَ لَفِي جَحِيمٍ (الانفطار) نیکوکار بہشت میں ہوں گے۔ اور فاجر و بدکار جہنم میں جائیں گے ہاے ہندہ کے بیٹے! مجھے یہ بتا۔ کہ تو کس شمار میں ہے۔ اور پچھلوں کی باتیں کیوں لکھتا ہے۔ کیا تو نہیں جانتا کہ طلقاء اور اولاد طلقاء اور احزاب اور ذرّیات احزاب کو مہاجر و انصار کے اعمال و افعال میں دخل دینے کی کیا مجال ہے؟ مناسب یہ ہے کہ اپنی حد سے تجاوز نہ کرے۔ اور جو باتیں تیرے طرز و طریق سے باہر ہیں۔ زبان پر نہ لائے۔ نعمتِ الٰہی کی قسم ہے۔ کہ جس طرح محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام انبیا سے افضل ہیں۔ اسی طرح ہم کو مہاجرین و انصار پر فضیلت حاصل ہے۔ کیا تو نہیں دیکھتا۔ کہ ہم میں سے جو کوئی شہید ہوا۔ اسی کو ایک خاص شرف عطا کیا گیا۔ کہ غیر کو وہ مرتبہ حاصل نہیں۔ میرے عم نامدار حمزہؓ کو سیّد الشہداء کہتے ہیں اور میرے بھائی جعفر کو طیار فِي الْجَنَّةِ کہتے ہیں۔ ہمارے مسلمان تمہارے مسلمانوں پر ترجیح اور فوقیت رکھتے ہیں۔ اور ہمارے کافر کفر میں تمہارے کافروں سے بڑھ چڑھ کر ہیں۔ اور اگر اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو تزکیہ نفس (اپنی تعریف خود کرنا) سے منع نہ فرماتا۔ تو اس خط میں اپنے اہل بیت کے کسی قدر ایسے فضائل اور مناقب تحریر کرتا۔ کہ جو مسلمان اُن کو سُنتا۔ اقرار و اعتراف کرتا۔ اگر تجھ کو میرے فضائل کثیرہ اور مفاخر مشہورہ فراموش ہو گئے ہیں۔ تو میں ان میں سے کسی قدر بیان کرتا ہوں۔ اے ہندہ کے بیٹے! اس کام سے باز آ۔ اور مجھے اس بات پر آمادہ نہ کر۔ کہ کلمۂ حق تجھ سے کہوں۔ تو اس گروہ کے ساتھ جو ہر حیثیت سے تجھ پر سبقت رکھتے ہیں۔ مساوات کا دعوےٰ نہ کر معلوم رہے۔ کہ ہم خلاق عالم کی صنائع عجیبہ سے ہیں۔ اور باقی مخلوقات کے حکم میں نہیں ہیں۔ یہ ہمارا کمال حکم ہے۔ کہ لوگوں کے ساتھ نشست و برخاست اور میل جول رکھتے ہیں۔ مشکوٰۃ ہدایت (چراغ ہدایت یعنی محمّد مصطفےٰ) ہم سے ہے اور شجرۂ ملعونہ تم سے۔ ہاشم بن عبد مناف ہم سے ہے اور سگ بداخلاق یعنی امیہ تم سے۔ شیبۃ الحمد عبد المطلب ہم سے ہے اور کذّاب مکذّب تم سے۔ اور طیار بہشت ہم سے ہے۔ اور طرید پیغمبر خدا تم سے ہے۔ حمزہ سیّد الشہداء

ہم سے ہے۔ اور سیّد ابرارؐ کی سنت کا دشمن تم سے سیّدۂ نساء العالمین ہم میں سے ہے۔ اور ام جمیل حمالۃ الحطب تم میں سے اور قاتلان عثمانؓ کے باب میں جو فیصلہ تونے لکھا ہے۔ سو تجھ کو کسی طرح یہ حق حاصل نہیں ہے کہ عثمانؓ کے خون کا مطالبہ کرے اور یہ بات میرے لئے بھی شایاں نہیں ہے۔ کہ اس جماعت کو تیرے پاس بھیج دوں۔ اور اگر عثمانؓ کی اولاد اپنے باپ کے قاتلوں کا مطالبہ کرے۔ تو حق رکھتی ہے اور اگر تو یہ دعوے کرے کہ میں قوت و مکنت اور تلوار کے لحاظ سے اولادِ عثمانؓ سے بڑھ کر ہوں۔ تو مناسب اور سزاوار یہ ہے۔ کہ جس معاملے میں اکابر مہاجر و انصار نے اتفاق کیا ہے۔ تو بھی ان سے موافقت کرے پھر عثمانؓ کے قاتلوں کو میرے سامنے لاکر دعوےٰ کر سکتا ہے اور اس باب میں جو حجت تیرے پاس ہے۔ ظاہر کر۔ تاکہ وہ معاملہ کتاب الٰہی اور سنت رسالت پناہی کے حکم کے موافق فیصلہ کیا جائے۔ اور یہ جو تونے اپنے خط کے آخر میں لکھا تھا۔ کہ "تیرے اور تیرے پیروؤں کے لئے تلوار کے سوا اور کچھ نہیں" میں اس فقرے کو پڑھ کر بہت متعجب ہوا۔ اے آکلۃ الاکباد (یعنی ہند جگر خوارہ) کے بیٹے! تونے کس سے سُنا۔ اور کب دیکھا کہ عبدالمطلب کی اولاد تلوار سے ڈر گئی۔ اور لڑائی میں دشمن سے پیٹھ پھیر لی۔ تو جلدی نہ کر اور اتنا توقف کر کہ میں تیرے پاس پہنچوں۔ تاکہ تو وہ تلواریں دیکھے۔ جن کے دستے ابھی تک تیرے بھائی ماموں۔ نانا۔ اور ماں کے چچا کے خون میں آلودہ ہیں۔ اگر اس معرکے میں تونے شکست کھائی۔ تو اصحاب دیں اور اربابِ یقین کے عزم و ارادے تیرے مشاہدے میں آجائیں گے۔ اور اگر فتح و نصرت تجھے نصیب ہوئی۔ تو بھی ہماری حقیقت کو کچھ نقصان نہ پہنچے گا۔ اِنَّا اِلیٰ رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ (کیونکہ ہم ضرور اپنے پروردگار کی طرف پلٹ کر جائیں گے۔ وَالسَّلَامُ علیٰ عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ۔

جب یہ مکتوب ہدایت اسلوب معاویہ کے پاس پہنچا۔ تو سخت متردد و متحیر ہو کر بہت پیچ و تاب کھائے اور کچھ سمجھ میں نہ آیا کہ کیا کروں۔ اور کیا جواب لکھوں۔ آخر کار یہ بیت لکھ کر امیرالمومنینؑ کے پاس بھیج دیا۔ **شعر**

لَیْسَ بَیْنِیْ وَبَیْنَکَ قِیَاسُ عِتَابٍ　　غَیْرَ طَعْنِ الْکُلیٰ وَضَرْبِ الرِّقَابِ

(یعنی میرے اور تیرے درمیان جگر دوز نیزوں اور گردنیں اتارنے والی تلواروں کے سوا اور کوئی چیز عتاب اور غصے کا اندازہ نہیں ہے)

اور شاہ ولایت مآب نے اس کے جواب میں یہ آیت تحریر فرمائی۔ اِنَّکَ لَا تَھْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ وَھُوَ اَعْلَمُ بِالْمُھْتَدِیْنَ (قصص) (یعنی جس کو تو چاہے۔ ہدایت نہیں کر سکتا۔ لیکن خدا جس کو چاہے ہدایت کرتا ہے۔ اور وہ ہدایت یافتہ لوگوں سے خوب خبردار اور واقف ہے)

الغرض جب امیرالمومنینؑ نواحِ رقّہ سے کوچ فرما کر دریائے فرات سے گذرے۔ تو زیاد بن نصر اور

شریح بن ہانی کو سپاہِ مظفر ومنصور کا ہراول مقرر فرمایا۔ اور معاویہ نے جب حضرت کے قریب پہنچنے کی خبر سُنی تو شامی لشکروں کی جمعیت کا حکم دیا۔ اور اکثر مورخوں کی روایت کے موافق ایک لاکھ بیس ہزار آدمی ساتھ لے کر دمشق سے چلا۔ ابوالاعور سلمی کو جنگ آزمودہ اور تجربہ کار بہادروں کی ایک جماعت کثیر کے ساتھ ہراول بنا کر آگے بھیج دیا۔ جب زیاد ابوالاعور کے قریب پہنچا۔ اور اس کی سپاہ کو اپنے ہمراہیوں سے زیادہ دیکھا۔ تو تمام کیفیت امیرالمومنینؑ کی خدمت میں عرض کی۔ امام عالی مقام نے اس مہم کو مالک اشتر کے سپرد فرمایا۔ جب مالک زیاد سے آملے۔ تو اس کے اور ابوالاعور کے درمیان ایک سخت لڑائی ہوئی اور شام کے وقت ابوالاعور مالک کی تلوار سے خوفزدہ ہو کر بھاگ گیا۔ اور معاویہ سے جا ملا۔ اور ابن ابی سفیان نے صفین کا رخ کیا۔ اور ابوالاعور کو دریائے فرات کی حفاظت پر مقرر کیا۔ اُدھر سے اسداللہ الغالب بھی اس منزل میں آپہنچے۔ اور معاویہ کے لشکر گاہ کے مقابل میں فروکش ہوئے۔ جب آپ کو پانی کی بندی کا حال معلوم ہوا۔ صعصعہ بن صوحان کو ایلچی بنا کر معاویہ کے پاس بھیجا۔ اور پیغام دیا۔ کہ اس معاملے کا فیصلہ جس کے لئے ہم نے تلواروں کو آب دی ہے۔ پانی کی محافظت سے زیادہ تر اہم اور ضروری ہے۔ تجھے لازم ہے کہ اپنے لشکریوں کو حکم دے کہ ہماری فوجوں کو پانی لینے سے منع نہ کریں۔ اور صعصعہؓ نے معاویہ کی مجلس میں جا کر حضرت کا پیغام پہنچایا۔ معاویہ نے اس باب میں اپنے اصحاب سے مشورہ کیا۔ عمرو عاص نے کہا۔ اے معاویہ! کیا تیرا یہ گمان ہے۔ کہ ساقی کوثر دریائے فرات کے کنارے پر پیاسا رہے گا۔ حالانکہ عراقی گھوڑوں کی باگیں اس کے قبضۂ اقتدار میں ہیں۔ ؏

زہے تصوّر باطل زہے خیالِ محال

تیرا یہ خیال باطل اور تیرا یہ گمان فاسد ہے۔ ولید بن عقبہ نے کہا۔ ان لوگوں میں سے اکثر عثمانؓ کے قاتل ہیں۔ جنہوں نے کئی روز عثمانؓ پر پانی بند رکھا۔ بہتر یہ ہے۔ کہ ہم بھی ان کو پیاس کے عذاب میں مبتلا کریں۔ معاویہ نے ولید کی بات مان لی۔ اور صعصعہؓ کو بے نیل مرام واپس کر دیا۔ لشکر امیر کے ضعیف لوگ بے آبی سے بیتاب ہو گئے۔ اور لشکر نصرت اثر میں ایک مشک پانی کی قیمت تین درہم تک پہنچ گئی۔ ناچار مالک اشتر اور اشعث بن قیس نے حاضر خدمت ہو کر پانی کی کمی کا حال عرض کیا۔ اور بولے کہ اگر حضور کی اجازت پائیں تو ابھی تیغ آب دار کی ضرب سے مخالفان نابکار کو ہلاک کر ڈالیں۔ اور صحرائے صفین کو ان کے خون سے دریائے جیحون کا نمونہ بنا دیں۔ شاہِ ولایت نے ان کو اجازت عطا فرمائی۔ مالک اور اشعث دس ہزار مرد جرار ہمراہ لے کر بحر ناپیدا کنار کی طرح جوش میں آئے۔ اور بجلی اور ہوا کی طرح ابوالاعور پر حملہ آور ہوئے۔ اور دریا کے کنارے پر آگ کے شعلے بلند کر دے۔ آخر بدبختانِ شام ناصرانِ امام علیہ السلام کی تیغ آب دار کی تاب نہ لا کر دریا

پر سے فرار کر گئے۔ اور سپاہِ نصرت مآب نے کنارۂ آب پر اپنے خیمے برپا کئے۔ معاویہ نے جب یہ حال دیکھا۔ تو مضطرب ہو کر عمرو عاص سے کہا۔ تیرا گمان علیؑ کے باب میں کیا ہے۔ ہم کو پانی دے گا کہ نہیں؟ عمرو نے جواب دیا۔ وہ کبھی مروت کی آبروریزی نہ کرے گا۔ اور تیری طرح پانی لینے سے نہ روکے گا۔ معاویہ نے نہایت شرم اور خجالت کی حالت میں اپنے ارکانِ دولت میں سے بارہ شخص مثل مقاتل بن زید اور داؤد بکری وغیرہ پانی کی درخواست کرنے کی غرض سے امیرالمومنین کرم اللہ وجہہ کی خدمت میں روانہ کئے۔ جب وہ آفتاب آسمان دین ان کی رسالت کے مضمون سے آگاہ ہوا۔ تو حمد و ثنائے الٰہی اور درود رسالت پناہی کے ادا کرنے کے بعد اپنے کچھ مفاخر و مناقب بیان فرمائے۔ بعد ازاں ارشاد فرمایا۔ ہم کسی کو پانی لینے سے منع نہ کریں گے مقاتل بن زید اور داؤد بکری جناب امیر کے مواعظ سے اثر پذیر ہو کر تائب ہوئے۔ اور خدمت اقدس ہی میں قیام کیا۔ باقی شامیانِ شوم نے واپس آ کر پانی بند نہ کرنے کی خبر معاویہ کو پہنچائی۔ یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچ چکا ہے کہ اس واقعہ کے بعد شاہ ولایت پناہ نے حجت ختم کرنے کی غرض سے کئی خط معاویہ کو بھیجے اور اس کو راہِ مستقیم کی طرف رہبری فرمائی۔ مگر معاویہ بدستور سابق اپنی ضلالتِ قدیم پر ثابت قدم رہا۔ جب اس تہدید و تاکید سے کچھ مفید نتیجہ نہ نکلا۔ تو ناچار جنگ کی تیاری میں مصروف ہوئے۔ اور اپنے لشکر کو تین حصوں میں منقسم فرمایا۔ اور ہر حصے پر ایک ایک شخص کو امیر مقرر کیا۔ اور اسی طرز پر معاویہ نے بھی اپنے لشکر شقاوت اثر کے سات حصے کئے۔ اور ہر حصے پر ایک شخص کو سردار بنایا۔

مثنوی

مورخ کہ تاریخ عالم نہاد ۔۔۔ ز اخبار صفین چنیں کرد یاد!
کہ چوں گشت نومید جیش عراق ۔۔۔ ز ارشادِ اصحابِ ظلم و شقاق
صباحیکہ خورشید عالی مکاں ۔۔۔ برافراخت اعلامِ نصرت نشاں
علم کرد تیغ ظفر انتقام ۔۔۔ برزم سپاہ سیہ روز شام
امیرِ نجف شاہِ ملکِ عرب ۔۔۔ علیؑ قریشی بنام و نسب
بہ بست از نطاقِ کرامت کمر ۔۔۔ بیاراست از تاجِ تائید سر
برافراخت رایات دشمن شکن ۔۔۔ ز ادرعِ توکّل بپوشید تن
سپر کرد از حفظِ پروردگار ۔۔۔ بزد دست در قبضۂ ذوالفقار
در آورد پائے ظفر در رکاب ۔۔۔ برآمد بہ شبدیز گردوں شتاب
پئے نصرتش جملہ جیشِ عراق ۔۔۔ کہ بودند عاری ز عیبِ نفاق
بہ صحرائے صفین کشیدند صف ۔۔۔ گرفتہ ہمہ گرز و خنجر بہ کف

اور اس طرف سے معاویہ بھی بے شرمی کی تلوار کمر میں لگائے۔ اور بے حیائی کی زرہ پہنے اور وقاحت و بدلحاظی کی ڈھال کندھے پر رکھے قباحت کا علم ہاتھ میں لئے عناد و خذلان کے گھوڑے پر سوار ہوا۔ اور سواران اہل بغی و ظلال اس کے جلو میں مسلح اور مکمل ہوکر صلح و مدارا کی حد سے تجاوز کر کے لڑائی پر مستعد ہوئے اور دونوں طرف سے شیرانِ پیشۂ دغا اور نہنگانِ دریائے ہیجا جوش میں آکر حملہ آور ہوئے۔ **مثنوی**

درفشِ درخشاں برافراختند ازاں پس بمیدانِ کیں تاختند

سناں تیز کردہ زبہر مصاف کشیدند تیغ جدال از غلاف

صہیل ستوراں برآمد بلند تزلزل درارکانِ عالم فگند

روضۃ الصفا میں منقول ہے۔ کہ جب اس روز فرقۂ ناجیہ اور طائفہ طاغیہ اپنے اپنے علموں کے سایہ تلے میدانِ جنگ میں آکر کھڑے ہو گئے۔ تو سپاہِ ظفر مآل سے ایک شخص حمل بن آثال نام نے میدان میں آکر مبارز طلب کیا۔ اور لشکر شام نا کام سے اس کا باپ آثال نادانستہ باہر آکر اس کے مقابل ہوا۔ اور باپ بیٹے باہم مقابلہ کرتے ہوئے گھوڑوں پر سے زمین پر گر پڑے۔ اس وقت ایک دوسرے کو شناخت کیا۔ اور اپنے اپنے لشکر کو واپس چلے گئے۔ الغرض اس روز ہر طرف سے بہت سے آدمی مارے گئے۔ اور خوب خونریزی ہوئی۔

دوسرے روز عبیداللہ بن عمر خطاب میدان میں آیا۔ اور شاہزادہ محمد بن حنفیہؓ کو مقابلے کے لئے طلب کیا۔ جب محمد حنفیہ نے جانے کا عزم کیا۔ تو اسد اللہ الغالب نے اپنے فرزند ارجمند کو تسکین دی۔ اور خود عبیداللہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ وہ ذوالفقار کے انوار کی تاب نہ لا سکا۔ اور چمگادڑ کی طرح فرار کر گیا۔

تیسرے روز ہندہ کے غلام حریث نے عمرو بن عاص کے اشارے سے میدان میں آکر امیرالمومنینؑ کو مقابلے کے لئے طلب کیا۔ حیدر کرار نے اس کی طرف توجہ فرمائی۔ اور ذوالفقار کے ایک وار میں اس کو دارالبوار کی طرف کو راہی کیا۔ معاویہ کو اس کے قتل ہونے سے بہت رنج ہوا۔ پھر عبیداللہ بن مسعدۃ الفزاری کو خوشش آئندہ وعدوں سے فریب میں لاکر اپنا لباس پہنایا۔ اور شاہِ مرداں کے مقابلہ میں بھیجا۔ جب حیدر کرار نے ذوالفقار کھینچ کر اس کے سر پر مارنے کا ارادہ کیا۔ ابن مسعدۃ نے فریاد بلند کی۔ یا امیرالمومنینؑ! میں معاویہ نہیں ہوں۔ بلکہ اس نے مکر و فریب سے اپنا لباس مجھے پہنا کر آپ کے مقابلہ میں بھیجا ہے۔ حضرت نے ہاتھ اس سے روک لیا۔ وہ بدنصیب واپس ہوکر معاویہ کے پاس گیا۔ ہندہ کا فرزند اس پر ناراض ہوا۔ اُس نے کہا۔ اے معاویہ! جس طرح تو اپنی جان کو عزیز رکھتا ہے۔ اسی طرح

میں بھی اپنی زندگی چاہتا ہوں۔
اور مقصدِ اقصٰی میں مرقوم ہے۔ کہ چوتھے روز عمرو سکونی کو شاہِ مردان کے مقابلے میں بھیجا گیا۔ امیر نے بموجب اس شفقت و مہربانی کے جو خلقِ خدا پر آپ کو تھی۔ اول تو عمرو کو ہدایت کی تلقین فرمائی۔ جب اس گرفتارِ اجل نے ہدایت کو قبول نہ کیا۔ تو کلمۂ لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔ فرماکر اس کو نیزے پر اُٹھاکر بلند کیا۔ اور فرمایا۔ نظر کر۔ عمرو نے چلا کر کہا۔ خدا کی قسم میں دوزخ کی آگ کو دیکھ کر پشیمان ہوا۔ بعدازاں مرکر زمین پر گر پڑا۔ **بیت**

نہالِ گلشنِ فتح است نخلِ نیزہ اش کہ دران   ظفر شاخ است و نصرت برگ و دولت گل سعادت بر

چھٹے روز مغیرہ بن خالد جو قبیلہ ربیع کا سردار تھا۔ اس مال کی وجہ سے جو شام میں اس کی ملک تھا اپنی قوم سمیت امیر المومنینؑ کے لشکر سے نکل کر معاویہ کی طرف چلا گیا۔ اس کے بعض اقربا نے حاضر خدمت ہو کر اس کا حال عرض کیا۔ اسد اللہ الغالب ایک حملہ میں شامیوں کی صفوں کو چیر کر مغیرہ کے پاس جا پہنچے اور اس کو وہاں سے لاکر اس کے رشتہ داروں سے ملحق کر دیا۔ اور فرمایا۔ یہ ہے تمہارا رئیس۔ اب مجھ کو اس کی نصرت کی حاجت نہیں ہے۔ اگر تم چاہو۔ تو ہمارے لشکر میں رہو۔ اور اگر اس کا دل اہلِ شقاوت کی صحبت کی طرف مائل ہو۔ تو کچھ مضائقہ نہیں۔ وہاں چلے جاؤ۔

اور روضۃ الصفا میں لکھا ہے۔ کہ ایک روز ابوسفیان کا غلام احمر نام جو ارباب عصیان میں زبان بطالت و بُطلان میں ممتاز اور نامور تھا۔ میدان میں آیا۔ اور امیر المومنینؑ کو مقابلے میں طلب کرکے صعصعہؓ بن صوحان نے اس کو پکار کر کہا۔ خدا کی لعنت ہو اس شخص پر۔ جس نے تجھ جیسے کتے کو شیرِ خدا کے مقابلے میں بھیجا ہے۔ اسی اثنا میں حضرت خاتم الانبیاءؐ کا غلام شقران احمر کا مقابل ہو کر درجۂ شہادت پر فائز ہوا۔ احمر نے غرور میں آکر دوبارہ امیر المومنینؑ کو میدان میں طلب کیا۔ لوگوں نے کہا۔ اے کتے! تو اس جناب کا کفو نہیں ہے۔ بولا۔ خدا کی قسم! جب تک علیؑ کو قتل نہ کروں گا۔ واپس نہ جاؤں گا۔ امیر المومنینؑ نے میدان میں آکر اس کی طرف توجہ فرمائی۔ اور اس کو بازو سے پکڑ کر اس طرح زمین پر دے پٹکا۔ کہ اس کے تمام اعضا اور ہڈیاں چور چور ہو گئیں۔ پھر کریب بن ابرہ جو مہابت و قوت میں مشہور تھا۔ میدان میں آیا۔ اور حضرت کو مقابلے میں بلایا۔ مرتفع اور حارث ایک دوسرے کے بعد اس بداختر کے مقابل ہو کر شہید ہوئے اس وقت شاہ ولایت پناہ کریب کی طرف متوجہ ہوئے۔ اسی اثنا میں عبداللہ بن عدی نے عرض کی یا مولا مجھے اس لعین سے مقابلہ کرنے کی اجازت دیجئے۔ اجازت پاکر ایک ساعت مقابلہ کیا۔ آخر کار شہادت پائی۔ امیر المومنینؑ اس کی مصیبت سے متاثر ہوئے۔ اور میدان میں آکر کریب کو عذاب آخرت سے خوف دلایا۔ اور

نصیحت فرمائی۔ اس ملعون نے کہا۔ یہ تلوار جو میرے ہاتھ میں ہے تجھ جیسے بہت سوں کو قتل کر چکی ہے۔ اور اسد اللہ الغالب پر تلوار کا وار کیا۔ حضرت نے اس کا وار ڈھال پر روکا۔ ذوالفقار اس طرح اس کے سر پر لگائی۔ کہ قربوس زین تک دو ٹکڑے ہوگیا۔ یہ حال دیکھ کر لشکر میں بہت شور ہوا۔ اور دوست اور دشمن نے اس دست و بازو پر آفرین و تحسین کا غلغلہ بلند کیا۔ اور امیرمنینؑ اپنی صف میں واپس آگئے۔ اور محمد حنفیہ کو اپنی جگہ مقرر فرمایا۔ کریب کا ایک چچا زاد بھائی محمد کے مقابلے میں آیا۔ اور بولا جس سوار نے میرے ابنِ عم کو مارا ہے۔ کہاں ہے؟ محمد نے جواب دیا۔ میں اس کا نائب یہاں موجود ہوں۔ یہ سُن کر دشمن نے حملہ کیا۔ اور محمد رضی اللہ عنہ نے ایک ضرب میں اس کو قتل کر ڈالا۔ اسی طرح کریب کے رشتہ دار ایک ایک کر کے محمد پر حملہ آور ہوئے۔ یہاں تک کہ آٹھ شخص اس بزرگوار کی تلوار سے جہنم کو سدھارے۔ اور کشف الغمہ میں روایت ہے۔ کہ کریب کے مارے جانے کے بعد معاویہ کے طرف داروں میں سے تین آدمی شاہِ ولایت کے مقابلے میں آکر مقتول ہوئے۔ امیرالمومنینؑ نے فرمایا۔ معاویہ کہاں ہے۔ جو لمبے لمبے خط لکھتا تھا۔ اور شجاعت کے بڑے بڑے دعوے کرتا تھا۔ لوگوں نے معاویہ کے پاس جا کر کہا۔ مرتضیٰ علیؑ تجھے مقابلے کے لئے بلاتا ہے۔ جواب میں کہا۔ کہ اس سے جا کر کہہ دو۔ کہ مجھ سے یہ توقع نہ رکھ۔ کیونکہ مجھ کو تجھ سے لڑنے کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن عروہ بن داؤد جو اس کے طرف داروں میں سے تھا۔ حیدر کرار کے مقابلے میں آیا۔ حضرت نے ذوالفقار سے اس کو دو ٹکڑے کر ڈالا۔ اور فرمایا۔ اِنْطَلَقَ اِلَی النَّارِ (جہنم کو سدھار) اور تکبیر کہہ کر اپنے مقام پر تشریف لے گئے۔ پھر عبدالرحمٰن بن خالد نے میدان میں آکر مبارز طلب کیا۔ مالک اشتر نے اس کے برابر آکر ایسی تلوار اس کی ڈھال پر لگائی۔ کہ وہ ٹوٹ گئی۔ اور اس کا سر زخمی ہوگیا۔ پھر میدان سے بھاگ گیا۔ اور معاویہ سے کہا۔ اب اس سے زیادہ ہم کو خونِ عثمانؓ کے طلب کرنے کی تاب باقی نہیں رہی۔ معاویہ نے کہا۔ تو اتنی جلدی لڑائی سے تنگ دل ہوگیا۔ اور اتنے سے زخم سے جو کھیلتے وقت بچوں کو لگ جایا کرتا ہے۔ زیاد کرنے لگا۔ عبدالرحمٰن نے کہا۔ کہ تو یہاں فراغت اور دلجمعی سے بیٹھا سیر دیکھ رہا ہے۔ اور ہم نیزوں اور تلواروں میں گرفتار ہیں۔ تو بھی ذرا میدان میں چل کر لڑائی کا مزا چکھ۔ معاویہ ہنس کر امیر نجف کی صف کی طرف متوجہ ہوا۔ اور قبیلۂ ہمدان سے مبارز طلب کیا۔ سعید ہمدانی نے اس کے مقابل ہو کر حملہ کیا۔ معاویہ ڈر کر اس طرح بھاگا۔ جیسے چڑیا عقاب سے خوف کھا کر بھاگے۔ اور اپنے خیمے میں جا گھسا۔ اور اس قدر خوفزدہ ہوا۔ کہ کسی سے بات تک نہ کی۔ اسی اثنا میں مالک اشتر رضی اللہ عنہ نے میدان میں آکر مبارز طلب کیا۔ عبداللہ بن عمرو عاص اس کے مقابل ہوا۔ اور نام و نسب دریافت کیا۔ مالک نے اپنا نام و نسب بتایا۔ یہ سُن کر بولا۔ اے چچا اگر مجھے معلوم ہوتا۔ تو میں تیرے مقابلے میں نہ آتا۔ اب میں واپس

جاتا ہوں۔ مالک نے کہا۔ کہ فرار کرنے کی شرم و عار کا کچھ خیال نہیں کرتا۔ بولا تجھ سے بھاگنے میں کچھ عار نہیں۔ معاویہ نے سختی سے اعتراض کیا۔ اور کہا۔ تو اس سے اس قدر کیوں ڈرا۔ تجھ میں اور اشتر میں کیا فرق ہے۔ عبداللہ نے جواب دیا۔ پھر تو ہی اس کے مقابلے میں کیوں نہیں جاتا؟ معاویہ نے کہا۔ میں اس شخص کے مقابلہ میں گیا تھا۔ جو اشتر سے کسی طرح کم نہیں۔ عبداللہ نے کہا۔ یہ بات تو سچ ہے۔ لیکن جب سعید تیرے قریب آیا۔ تو لومڑی کی طرح بھاگ آیا۔ معاویہ نے کہا۔ اگر میں علیؑ کے مقابل میدان میں ہوں۔ تو فرار کا عیب کبھی اپنے لئے پسند نہ کروں۔ اتنے میں امیر المومنینؑ کی آواز مبارک اس کے اور عبداللہ کے کان میں پہنچی۔ کہ فرما رہے تھے۔ یَا ابْنَ آکِلَۃُ الْاَکْبَادُ۔ اے ہندہ جگر خوارہ کے فرزند! مسلمانوں کی خونریزی سے باز آ۔ اور خود میدان میں آ۔ کہ ہم دونوں آپس میں مقابلہ کریں۔ اگر تو غالب ہوا۔ تو دنیا حاصل کرے گا۔ اور اگر رب العزّت نے مجھ کو فتح عنایت فرمائی۔ تو یہ لوگ رنج و محنت سے نجات پائیں گے۔ معاویہ خاموش رہ گیا۔ عبداللہ نے کہا۔ قول اور عمل میں مطابقت ہونی چاہیئے۔ یہ توحید رکرار تجھے پکار رہے ہیں۔ اگر تو ابوسفیان کا بیٹا ہے۔ تو باہر میدان میں نکل۔ تاکہ ہم بھی تیری کارگزاری دیکھیں۔ جب امیر المومنینؑ نے معلوم کر لیا۔ کہ معاویہ میدانِ جنگ میں نہ آئے گا۔ تو دشمنوں کی صفوں پر جھپٹے اور ان کے میمنہ اور میسرہ کو درہم برہم کر کے واپس تشریف لے گئے۔ عبداللہ نے اس شجاعت کے مشاہدے سے معاویہ کو متغیر دیکھ کر کہا کہ تو نے سعید سے فرار کیا۔ اور علیؑ کے دیکھنے سے لرز گیا۔ اس حالت میں یہ مہم کیونکر سر ہوگی معاویہ نے خفا ہو کر عمرو عاص سے کہا۔ تو دیکھ رہا ہے۔ کہ عبداللہ مجھ سے کیا کہہ رہا ہے۔ عمرو نے جواب دیا۔ کہ سچ تو کہتا ہے۔ مناسب نہیں ہے۔ کہ علیؑ میدان میں آ کر تجھ کو پکارے۔ اور تو قدم آگے نہ بڑھائے۔ معاویہ نے کہا۔ شاید تجھے خلافت کی ہوس ہے۔ جو علیؑ سے جنگ کرنے کی مجھ کو ترغیب دلاتا ہے۔ خدا کی قسم! میں نے کسی شخص کو نہیں دیکھا کہ اس کے مقابل ہو کر زندہ بچ کر گیا ہو۔ اسی اثنا میں امیر المومنینؑ اپنا لباس تبدیل کر کے میدان میں آئے۔ اور مبارز طلب کیا۔ عمرو عاص نے نہ پہچانا۔ اور مقابلے کے لئے چند قدم آگے بڑھا۔ جناب امیرؑ اس کے قریب نہ جاتے تھے۔ تاکہ وہ دلیر ہو کر قریب آجائے۔ عمرو نے اس بات کو بزدلی سمجھا۔ اور چند قدم آگے آ کر بولا۔ اے عثمانؓ کے قتل کرنے والو! میں تمہارے اعضاء کو اپنی تیز تلوار سے ریزہ ریزہ کروں گا اگرچہ تمہارے درمیان سب علی ہی کیوں نہ ہوں۔ پس امیر المومنینؑ کے اس کی طرف رخ کرتے ہی بھاگنے لگا۔ امیرؑ نے اُس کا رستہ روکا۔ اور ایک نیزہ اس کی زرہ کے دامن میں مارا۔ جب اس کو معلوم ہوا۔ کہ یہ امیر المومنینؑ ہیں۔ تو پیٹھ کے بل گھوڑے سے زمین پر گر پڑا۔ اور اپنے دونوں پاؤں کو اونچا کر دیا۔ چوں کہ پاجامہ نیچے نہ تھا۔ اس لئے اس کی شرمگاہ نمودار ہوگئی۔ امیرؑ نے آنکھیں بند کرلیں۔ اور اس کے قتل سے ہاتھ روک لیا۔

اور مسکرا کر فرمایا۔ اے عمرو عاص جا کیونکہ تجھ کو تیری شرمگاہ نے آزاد کیا ہے۔ جب عمرو نہایت شرمندہ ہو کر معاویہ کے پاس گیا۔ اس نے بہت لعن وطعن کی۔ اور مدت تک عمرو سے تمسخر اور ٹھٹھا مخول کرتا رہا۔

کشف الغمہ میں مرقوم ہے۔ کہ جنگ صفین میں ایک روز امیر المومنینؑ معاویہ کو مقابلے کے لئے طلب فرما رہے تھے۔ کہ بشر بن ابی ارطاط جو شجاعت میں مشہور تھا۔ امیر المومنینؑ سے مقابلہ کرنے کی نیت سے میدان میں آیا۔ جب امیرؑ نے اس پر حملہ کیا۔ تو خوف زدہ ہو کر پیٹھ کے بل زمین پر گر پڑا۔ اور عمرو عاص کی طرح اپنی شرم گاہ ننگی کر دی۔ ناچار امیرؑ اس کو اسی طرح چھوڑ کر واپس آ گئے۔ اور بشر نہایت بیقراری اور اضطراب کے ساتھ بھاگ گیا۔ لوگ اس کو شناخت کر کے باآواز بلند پکارے۔ یا امیر المومنینؑ۔ بشر بن ارطاط ہے۔ جو آپ کا نہایت سخت دشمن ہے۔ فرمایا۔ جانے دو۔ کہ خدا کی لعنت اس پر ہو۔ معاویہ نے قہقہہ مار کر بشر سے کہا۔ لَا بَأسَ عَلَيْكَ فَقَدْ نَزَلَ لِعَمْرٍو مِثْلُهُ۔ تجھے کیا ڈر ہے۔ عمرو کو بھی ایسا ہی واقعہ پیش آچکا ہے۔

دوسرے روز عذار نام ایک پہلوان میدان میں آیا۔ اور عیاش کو مقابلے کے لئے طلب کیا۔ عیاش نے اس کی درخواست قبول کی۔ اور دونوں گھوڑوں سے پیادہ ہو کر خوب خوب مقابلہ کیا۔ آخر کار عیاش نے تلوار کی ایک ضرب سے عذار کو قتل کر ڈالا۔ اسی اثنا میں دو شخص معاویہ کے وعدوں پر فریفتہ ہو کر عذار کے خون کا مطالبہ کرنے کے واسطے میدان میں آئے۔ اور آ کر عیاش کو پکارا۔ امیر المومنینؑ عیاش کے گھوڑے پر سوار ہو کر میدان میں تشریف لائے۔ ان دو میں سے ایک کے تو عین بیچ سے دو ٹکڑے کئے۔ اور دوسرے بدبخت کو بھی ذوالفقار کی ضرب سے جہنم واصل کیا۔

اور روضۃ الصفا میں منقول ہے۔ کہ ایک روز ایک شامی بہادر عثمانؓ نام جو کہ بہادری میں سو سوار کے برابر سمجھا جاتا تھا۔ میدان میں آیا۔ اور عیاش کی تلوار سے مارا گیا۔ اس کے بعد اس کے بھائی حمزہ نے لڑائی کا ارادہ کیا۔ امیر المومنینؑ عیاش کے ہتھیار زیب تن کر کے حمزہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور ذوالفقار سے اس کا سر کاٹ ڈالا۔ عمرو بن حصین نے اس خیال سے کہ حمزہ کو عیاش نے قتل کیا ہے۔ امیرؑ پر حملہ کیا۔ آنحضرت نے اس لعین کو اس طرح دو ٹکڑے کیا۔ کہ آدھا جسم تو زمین پر آ گرا۔ اور آدھا زین پر باقی رہا۔ جب یہ عجیب و غریب صورت لوگوں نے مشاہدہ کی۔ تو عمرو عاص نے کہا۔ کہ علیؑ کے سوا اور کوئی ایسی تلوار نہیں چلا سکتا۔ معاویہ نے انکار کیا۔ عمرو نے کہا کہ لشکر کو حکم دے۔ کہ سب مل کر حملہ کریں۔ اگر یہ سوار حیدر کرار ہے۔ تو کبھی مقابلے سے منہ نہ پھیرے گا۔ معاویہ نے ویسا ہی کیا۔ امیر المومنینؑ نے جہاں پر کھڑے تھے۔ دو قدم آگے بڑھا کر اپنے لشکر کو حکم دیا۔ کہ مقابلہ کریں۔ اس روز شامیان شوم سے تینتیس بدبخت ذوالفقار کی ضرب سے دار البوار کو راہی ہوئے۔

اگلے روز لشکر معاویہ سے مخارق بن عبدالرحمٰن نے میدان میں آکر مبارز طلب کیا۔ سپاہ امیرالمومنینؑ سے مومن عبدالمرادی نے اس سے مقابلہ کیا۔ اور شہادت پائی۔ اور مسلمہ بھی اس سے لڑ کر شہید ہوا۔ اسی طرح دو اور مسلمان اس کے ہاتھ سے درجۂ شہادت پر فائز ہوئے۔ اس وقت شاہ ولایت نے ذوالفقار کے ایک وار سے طول میں دو ٹکڑے کر کے زین سے زمین پر گرا دیا۔ بعدازاں گھوڑے سے اُتر کر سات بہادروں کو جو مخارق کے خون کا بدلہ لینے میدان میں آئے۔ محض ذوالفقار کی تحریک سے کمر سے دو ٹکڑے کر کے گرا دیا۔ اس کے بعد کسی نے خوف کے مارے میدان میں قدم نہ رکھا۔ معاویہ ہر چند شام کے دلاوروں کو لڑائی پر ترغیب دلاتا تھا۔ لیکن کسی نے قدم نہ اُٹھایا۔

مقصد اقصیٰ میں مرقوم ہے۔ کہ جنگ صفین کے چھبیسویں روز عمار یاسرؓ نے جنگ کا مصمم ارادہ کر کے مخالفوں پر حملہ کیا۔ حارث نام ایک لعین نے برابر میں آکر اس کو قتل کر ڈالا۔ جب اثنائے محاربہ میں اس بزرگوار پر پیاس کا غلبہ ہوا۔ تو پانی طلب کیا۔ ایک دودھ کا پیالہ پیش کیا گیا۔ عمار نے تکبیر کہی۔ اور کسی قدر دودھ اس میں سے پی کر بیان کیا۔ کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ کو خبر دی ہے۔ کہ اے عمارؓ! تیرا قاتل جہنمی ہوگا۔ اور تیرا مقتل جبرئیل اور میکائیل کے درمیان ہوگا۔ تیرے قتل کی علامت یہ ہوگی۔ کہ جب تُو پانی طلب کریگا۔ تو پانی کی جگہ تجھ کو دودھ دیا جائے گا۔ اب مجھ کو یقین ہوگیا۔ کہ میری شہادت کا وقت آج کا دن ہے۔ اور پھر لڑائی میں مصروف ہوگئے۔ ایک بدبخت شقی یسار نام نے اس بزرگوار کے تہیگاہ پر ایسا نیزہ مارا۔ کہ بیتاب ہو کر گھوڑے سے گر پڑے۔ جناب امیرؑ کے چند اصحاب نے حملہ کر کے اس کے قاتل کو قتل کر ڈالا۔

اور مستقصٰے میں ابن عوف سے روایت ہے۔ کہ عمار رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر پا کر معاویہ نے کہا۔ جو شخص عمارؓ کا سر کاٹ کر میرے پاس لائے ایک انبان درہموں سے بھر کر اس کو دونگا۔ ایک لحظہ کے بعد ولید بن عقبہ عثمان رضی اللہ عنہ اور ابن الجواز سکونی عمار کا سر معاویہ کے پاس لائے۔ اور ہر ایک نے دعویٰ کیا۔ کہ میں نے قتل کیا ہے۔ معاویہ نے کہا۔ تم دونوں عبداللہ بن عمرو عاص کے پاس جاؤ۔ تاکہ وہ تمہارا فیصلہ کرے۔ جب وہ اس کے پاس گئے۔ تو عبداللہ بن عمرو عاص نے ولید سے پوچھا۔ تو نے عمارؓ کو کیوں کر قتل کیا۔ اس نے کہا۔ کہ میں نے اس پر حملہ کر کے قتل کیا۔ عبداللہ نے کہا۔ اے ولید! تو عمارؓ کا قاتل نہیں ہے پھر سکونی سے اسی طرح سوال کیا۔ اس نے جواب دیا۔ کہ ہم دونوں نے اس پر حملہ کیا۔ تو میرا نیزہ کارگر ہوا۔ اور اس نے گھوڑے سے گر کر کہا۔ نجات نہ پائے گا۔ وہ شخص جس نے جبرئیل و میکائیل کی موجودگی میں یہ جسارت کی ہے یہ کہتا تھا اور دائیں اور بائیں نظر کرتا تھا۔ کہ میں نے اس کا سر بدن سے جدا کیا۔ عبداللہ نے کہا۔ خُذِ الْجَوَاز وَبَشِّرْ۔ بِالْعَذَابِ۔ (تو انعام لے اور عذاب جہنم سے خوش ہو۔) سکونی درہموں کا انبان لے کر معاویہ کے پاس گیا۔

اور عبداللہ کا قول اس کو سُنایا۔ وہ سُن کر نہایت ناراض ہوا۔ اور عبداللہ کو اس قسم کی باتوں کے ظاہر کرنے سے منع کیا۔ عبداللہ نے کہا۔ کہ تو اس کارگزاری پر ہم سے راضی نہیں ہے۔ کہ ہم اس جنگ میں تیرے ساتھ شریک ہیں۔ اور اب ہم کو ایک بات کے ظاہر کرنے سے منع کرتا ہے۔ جو ہم نے رسول خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم سے سُنی ہے۔ معاویہ نے کہا۔ تُو نے کیا سُنا ہے؟ عبداللہ نے کہا۔ میں نے اور بہت سے لوگوں نے پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے سُنا ہے۔ کہ وہ ارشاد فرماتے تھے۔ یَا عَمَّارُ سَتَقْتُلُكَ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ۔ (اے عمارؓ عنقریب تجھ کو گروہ باغی قتل کرے گا) معاویہ نے کہا۔ عمارؓ کا قاتل وہ شخص ہے جو اس کو لڑائی میں لایا۔ عبداللہ نے جواب دیا۔ تو اس بنا پر حضرت حمزہ کو محمد مصطفےٰ صلعم نے قتل کیا ہوگا۔ نہ وحشی نے۔ معاویہ ناراض ہوگیا۔ اور تین دن تک عبداللہ سے کلام نہ کیا۔ اور امیر المومنینؑ عمارؓ کے مارے جانے سے سخت غمگین ہوئے اور فرمایا " جو کوئی عمارؓ کی وفات سے رنجیدہ نہ ہو۔ وہ اسلام سے بہرہ نہیں رکھتا۔ خدا قیامت کے روز عمارؓ پر رحمت کرے۔ جبکہ نیک و بد سے سوال کرے گا۔ نیز ارشاد فرمایا۔ جس وقت میں نے رسولِ خدا کی خدمت میں تین آدمی دیکھے۔ ان کا چوتھا عمارؓ ہوتا تھا۔ عمارؓ کے لئے ایک ہی بار بہشت واجب نہیں ہوا۔ بلکہ بارہا حق اس کے ساتھ تھا۔ اور وہ حق کے ساتھ چنانچہ رسولؐ خدا صلعم نے اس کی شان میں فرمایا ہے۔ يَدُورُ الْحَقُّ مَعَ عَمَّارَ حَيْثُ دَارَ۔ (حق عمارؓ کے ساتھ پھرتا ہے۔ جدھر کو عمارؓ پھرے) اور امیر المومنینؑ نے اس پر نماز جنازہ پڑھی۔ اور خود اپنے ہاتھ سے دفن کیا۔ اور صحیح تر قول یہ ہے۔ کہ عمارؓ کی عمر اکانوے ۹۱ سال تھی لیکن صاحب کف الحقائق کے نزدیک سو سے گذر گئی تھی۔ اور اس کو مروان بن حکم نے قتل کیا۔ چنانچہ فرمایا ہے۔ **مثنوی**

روز صفین چو حرب در پیوست ۔۔۔ زُود شُد کار زار دستادست

زود عمار یاسرؓ آمد پیش ۔۔۔ کہ فدا کرد خواہم ایں سر خویش

آلت و ساز حرب پیش آرید ۔۔۔ گر شوم کُشتہ زندہ انگاریدہ

سال او ور گذشت از صد و پنج ۔۔۔ تیغ را بر کشید زود برنج

در مصاف آمد و گفت نسب ۔۔۔ کہ منم شیخ دین و پیر عرب

کرد جولان و گفت تکبیرے ۔۔۔ سقلہ مرواں درانبز و تیرے

بے خود از اسپ سرنگوں اُفتاد ۔۔۔ در زماں جاں بدرد و رنج بداد

چوں بدیدند مرورا از نیساں ۔۔۔ زود برخاست زاں میانہ فغاں

کہ شنیدیم ما ز قولِ رسولؐ ۔۔۔ کہ بگفت ایں سخن بشوئے بتول

وانکہ عمارؓ رس ہمایون است ۔۔۔ قاتل او بداں کہ ملعون است

ایں زماں کشتہ شدچہ چارہ کنیم — دل دریں دردورنج پارہ کنیم
ہمہ تیغ و سپر بیفگند ند — خود و مغفر ز سر بیفگند ند
ایں سخن چوں معاویہ بشنید — بجز از مکر ہیچ چارہ ندید
گفت ظن شما خطاست چنیں — ایں ہمہ گفت وگو چراست چنیں
آنکہ صد سالہ را بحرب آورد — بے شک و شبہ کُشتہ انگارد
پس علی است قاتلِ عمارؓ — نیست جائے ملامت وگفتار
جملہ راضی شدند و بشنید ند — رونق کار خود دراں دیدند
ہر کرا مکر زیں نمط باشد — مرد خوانی و را غلط باشد
با چنیں کس علی نیا میزد — شاید از عقل از دیہ پرہیزد

مقصدِ اقصٰی میں مرقوم ہے۔ کہ ابوالہیثم جو انصار کا نقیب تھا صفین کے مشہور شہیدوں میں سے ہے۔ اور صاحب مستقصٰی اور امام یافعی نے روایت کی ہے۔ کہ اویس قرنیؓ جس کے فضائل شرح وبیان سے مستغنی ہیں۔ اسی معرکے میں لشکر معاویہ کی تلوار سے شہید ہوئے۔ اور حبیب السیر میں منقول ہے۔ کہ ایک روز اویس قرنیؓ دریائے فرات کے کنارے وضو کر رہے تھے۔ کہ یکایک طبل کی آواز کان میں آئی۔ پوچھا یہ آواز کیسی ہے۔ لوگوں نے جواب دیا۔ کہ امیرالمومنین علیؑ کی متابعت سے بڑھکر کوئی عبادت نہیں ہے۔ پھر اسی وقت حضرت کے لشکر ظفر اثر کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور جاکر حضرت کی بیعت سے سرفراز وممتاز ہوئے۔ اور برابر حضرت کی بیعت میں رہے۔ یہاں تک کہ شربت شہادت نوش فرمایا رحمتہ اللہ علیہ۔

ناظرین اخبار سلف پر یہ بات پوشیدہ نہ رہے۔ کہ جب جنگ صفین کو بہت طول ہوگیا۔ اور عراق اور شام کے بڑے بڑے نامور بہادر قتل ہوگئے۔ اور ان معرکوں میں ہمیشہ شاہ ولایت پناہ کا لشکر مظفر ومنصور رہا۔ اور معاویہ نے اپنے رفیقوں اور زبردستوں میں عاجزی اور فرار کے آثار مشاہدہ کئے تو مکر وفریب اور حیلہ وتلبیس سے کام لینا شروع کیا۔ اور اس مضمون کا خط لکھ کر امیرالمومنینؑ کی خدمت میں بھیجا۔ اگر ہمیں اور تمہیں یہ معلوم ہوتا۔ کہ یہ لڑائی اس قدر طول کھینچے گی۔ تو ہم کبھی اس کو شروع نہ کرتے۔ خیر ہُوا سو ہُوا۔ اب مصلحت یہ ہے کہ صلح کرلیں۔ اور جس طرح ہم اپنی بقا چاہتے ہیں۔ اسی طرح آپ بھی اس کے امیدوار ہیں۔ اور جس طرح ہم موت سے ڈرتے ہیں۔ آپ کو بھی اس کا ڈر ہے۔ اور یہ بات آپ پر روشن ہے۔ کہ نیکوکار اور صالح لوگ اس مہم میں کام آئے۔ اگر جنگ کا سلسلہ قائم رہا۔ تو باقی بھی نہ رہیں گے۔

اس لئے آپ کو چاہیئے۔ کہ شام کی حکومت میرے لئے مسلم رکھیں۔ اور مجھے اپنی متابعت کی تکلیف نہ دیں۔ کیونکہ ہم بھی عبد مناف ہی کی اولاد ہیں۔ اور ہم میں سے کسی ایک کو دوسرے پر فضیلت اور ترجیح نہیں۔ والسّلام

جب یہ خط امیرالمومنینؑ کے پاس پہنچا۔ تو اس کے جواب میں تحریر فرمایا۔ اما بعد اے معاویہ تیرا خط پہنچا۔ اور مضمون معلوم ہوا۔ اور تیری بغاوت وعناد اور ظلم وفساد کا حال از سر نو روشن ہوا۔ تو نے لکھا ہے اگر میں اور تم جانتے ہوتے کہ جنگ کی یہ نوبت ہوگی تو اس کام کو شروع نہ کرتے "پوشیدہ نہ رہے۔ کہ میں آج تیری نسبت لڑائی پر زیادہ مائل ہوں۔ اور روز بروز یہ بات بڑھتی اور ترقی کرتی جائے گی۔ نیز تو نے لکھا تھا۔ کہ ہم اور تم خوف اور امید میں برابر ہیں۔ یہ درست نہیں۔ اس لئے کہ تم مشرک اور منافق ہو۔ اور ہم صاحبانِ ثبات و یقین۔ اور حکومت شام کی درخواست میری متابعت کے بغیر قبول نہیں۔ اس سے پہلے بھی یہ درخواست کی تھی۔ جو منظور نہ ہوئی تھی۔ اب تو نے کونسا حق مجھ پر ثابت کر دیا ہے۔ جو اس عطیہ کا مستحق ہوگیا۔ اور یہ جو تو نے لکھا ہے۔ کہ ہم دونوں عبد مناف کے بیٹے ہیں۔ اگر تو دراصل ابوسفیان کا بیٹا ہو۔ تو یہ بات درست ہے۔ اور یہ بات غلط ہے۔ کہ کسی ایک کو دوسرے پر فضیلت نہیں ہے۔ اس لئے کہ عبد الشمس ہاشم جیسا نہ تھا۔ اور نہ حرب عبد المطلب کے برابر اور نہ ابوسفیان ابو طالب کی مانند تھا۔ اور تو میرا مقابل نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ طلیق بن طلیق راہ توفیق پر چلنے والے کے برابر نہیں ہو سکتا۔ نہ تو تجھ کو اسلام میں سبقت حاصل ہے۔ نہ رسول علیہ السّلام کی ہجرت میں موافقت۔ پس تو مجھ سے جو کہ آنحضرت کا ابن عم۔ بھائی۔ وارثِ علم اور جانشین ہوں۔ کونسی فضیلت کے ساتھ معاوضہ اور مقابلہ کرتا ہے۔ اور مجھ کو رسول سے وہ نسبت ہے۔ جو کہ ہارون کو موسیٰ سے ہے۔ اگر بابِ پیغمبری خاتم الانبیاءؐ کی مہر نبوت سے مختوم اور مسدود نہ ہو جاتا۔ تو جس طرح پر میں ولایتِ خاص سے اختصاص وخصوصیت رکھتا ہوں۔ اسی طرح نبوتِ عام سے بھی ضرور موسوم ہوتا۔ واہب العطیلات نے مجھ کو آیاتِ بابرکات کے خلعت سے مشرف وممتاز فرمایا ہے۔ اور طرح طرح کی عنایات سے مفتخر ومکرم بنایا ہے۔ ہماری اولادِ کرام کو تیرے ابنائے الہام کے برابر نہیں کہہ سکتے۔ تیرے خاطر فاتر میں یہ خیال نہ گزرے۔ کہ میں جدال وقتال سے ملول وتنگ دل ہو گیا ہوں۔ اگر اہلِ عرب کو میری موافقت کی سعادت مددگار نہ ہوتی۔ تو ایسی بلائے عظیم میں گرفتار ہوتے کہ کوئی واقعہ اس سے زیادہ مشکل اور کوئی حادثہ اس سے زیادہ خوفناک نہ ہوتا۔ وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ وَالدّولام۔ (شعراء ۲۲۷)

جب یہ مکتوب فصاحت اسلوب معاویہ کو پہنچا۔ اور اس کے سچے مضمون سے خبردار ہوا۔ تو صلح سے ناامید ہو کر از سر نو اسبابِ جنگ کی تیاری میں مصروف ہوا۔ دوسرے روز جب دن چڑھا۔ تو حضرت امیرؑ نے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دستار مبارک سر پہ باندھی۔ اور آنجناب کی زرہ مبارک زیب تن فرمائی۔ اور حضور کی تلوار حمائل کی۔ اور حضرت کا تازیانہ ممشوق نام ہاتھ میں لے کر تائید ربانی کے گھوڑے پر سوار ہوئے۔ اور دونوں صفوں کے درمیان کھڑے ہو کر ایک فصیح و بلیغ خطبہ بیان فرمایا۔ اور اصحاب کو صبر و ثبات کی وصیّت کر کے نصائح سے بہرہ ور کیا۔ اور ان کو اہل عناد و شقاق سے لڑنے پر ترغیب و تحریص دلائی۔ اور سپاہ حجاز و عراق کے سردارا ور سپہ سالار وفا و وفاق کے قدموں سے آگے بڑھے۔ اور دس ہزار آزمودہ کار سواروں نے تلواریں کھینچ کر شاہ ولایت پناہ کی موافقت میں اہل غوایت و ضلالت کی طرف باگیں اُٹھائیں۔ اور جب دشمنوں کے صفوں کے پاس پہنچے سب نے یکبارگی حملہ کیا۔ اور شیر ژیان اور پیل دمان کی طرح شامیوں کی فوج میں گھس کر اس قدر خون بہائے کہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گھوڑوں کے سُم مہندی سے رنگین کئے گئے ہیں۔ اس حملے سے معاویہ کے معاونوں کے استقلال و ثابت قدمی میں تزلزل پڑ گیا۔ اور ان کے ہاتھ اور بازو سُن ہو کر رہ گئے۔ معاویہ نے عمرو عاص سے کہا۔ آج صبر و شکیبائی سے کام لینا چاہیئے۔ جو کل کو باعثِ فخر و مباہات ہو سکے۔ عمرو نے جواب دیا۔ ہاں آج موت حق ہے۔ اور زندگی باطل۔ اگر علیؑ مرتضیٰ نے ایک دفعہ اور ایسا ہی حملہ کیا۔ تو ہماری سپاہ کا کہیں نشان تک بھی باقی نہ رہے گا۔ اور واقعتاً اس روز اسد اللہ الغالب کے حملات ایسے ہی بے نظیر تھے۔ چنانچہ شاعر نے اشعار ذیل میں ان کا خاکہ کھینچا ہے۔

مثنوی

بر ہر سُو کہ دُلدل برانگیختے ۔۔۔ بسے سر زفتراک آویختے!

زدے بر سر ہر کہ شمشیر کیں ۔۔۔ دو نیم اوفتادے بروئے زمیں

زخونِ سیاہ روزگارانِ شام ۔۔۔ زمین و زماں ساختے لعل فام

زبان سنانش بہ اہلِ ستم ۔۔۔ بہ گفتے پیامِ اجل دمبدم!

اس روز جنگ و جدال کی آگ ساعت بساعت زیادہ بھڑکتی جاتی تھی۔ آخر کار تلوار اور نیزوں کا موقع نہ رہا۔ اور اس قدر نزدیک ہوئے۔ کہ دست و گریبان ہو کر تھپڑ اور مُکّوں پر نوبت پہنچ گئی۔ اور خون کی ندیاں جاری ہو گئیں۔ جب شامی بھاد رشکست کھا کر بھاگنے کی طرف رخ کرتے۔ تو امیر المومنین کرم اللہ وجہہ قتل و غارت سے دست بردار ہو کر اپنے رفیقوں کو بھی لڑنے سے منع فرماتے۔ اصبغ بن نباتہ اور بعض اور خواصوں نے عرض کی۔ یا امیر المومنینؑ! ہم کو فتح کیونکر میسّر آسکتی ہے۔ جبکہ آپ دشمنوں کے بھاگنے کے وقت ان کے تعاقب اور پیچھا سے ہم کو منع کرتے ہیں۔ حالانکہ اگر ہمارے طرفداروں میں سے کوئی بھاگنے کی طرف متوجہ ہو۔ تو معاویہ کے طرفدار اور جوش میں آجاتے ہیں۔ فرمایا۔ معاویہ کتاب الٰہی اور سنتِ رسالت پناہی پر عمل نہیں کرتا۔ اور میں وہ کام نہیں کر سکتا۔ جو وہ کرتا ہے۔ اور اگر اس کو علم اور عمل ہوتا۔ تو کبھی مجھ سے جنگ نہ کرتا۔

القصہ اس روز سارے دن لڑائی برابر ہوتی رہی۔ اور ساعت بساعت سختی بڑھتی جاتی تھی۔ یہاں تک کہ شام ہوگئی۔ اور ہر طرف تاریکی چھاگئی۔ مگر دونوں طرف کے بہادر لڑائی سے دست بردار نہ ہوئے۔ اور برابر خونریزی میں مصروف رہے۔

معتبر راویوں نے روایت کی ہے کہ اس رات جس کو لیلۃ الہریر کے نام سے نامزد کرتے ہیں۔ حیدر کرار جب ذوالفقار کی ضرب سے کسی ناری کو فی النار کرتے۔ تکبیر کا نعرہ بلند فرماتے۔ خاص صحابی نے جو تکبیروں کو شمار کرتا جاتا تھا۔ روایت کی ہے۔ کہ جب دن ہوا۔ تو تکبیرات کی تعداد پانسو تیئیس پر پہنچ گئی تھی۔ **بیت**

ہر عدو راکہ او فگندز پا نام بر دشتش و زنندہ خدا

اور کتاب مستقصٰے میں ابوسعید سمعانی سے مروی ہے۔ کہ معاویہ نے بیان کیا۔ کہ لیلۃ الہریر میں علیؑ مرتضٰی نے اپنے ہاتھ سے نوسو سے زیادہ آدمی قتل کئے۔

اور اعثم کوفی اور روضۃ الصفا میں منقول ہے۔ کہ لیلۃ الہریر میں اثنائے جنگ میں دلاوران شام نے نوحہ و بے قراری شروع کردی۔ تضرع وزاری کرکے کہتے تھے۔ اے مسلمانو! خدا سے ڈرو۔ اور اس تھوڑی سی جماعت پر جو اتنے ہزار میں سے باقی رہی ہے۔ ترس کھاؤ۔ اور ہمارے عیال واطفال پر رحم کرو۔ اور لڑائی سے باز آؤ۔ مگر ان باتوں سے کچھ حاصل نہ ہوا۔ اور لڑائی برابر قائم رہی۔ یہاں تک کہ سورج نکل آیا۔ مناہج السالکین میں مرقوم ہے۔ کہ اس رات میں تینتیس ہزار آدمی طرفین سے قتل ہوئے۔ اور اعثم کوفی اور کشف الغمہ میں لکھا ہے۔ کہ چھتیس ہزار آدمی مارے گئے۔ **مثنوی**

روایت کنند اہلِ عزو جہاد کہ چوں یافت امرِ قتال اشتداد
عیاں گشت آثارِ فتح وظفر براعلامِ شاہِ شجاعت اثر
بہ ترسید فرماندہ ملکِ شام زتیغ شہنشاہ عالی مقام

آخرکار معاویہ نے عمروعاص سے کہا آج کوئی ایسی تدبیر نکال جس سے ان لوگوں کی جان بچ جائے ورنہ اگر یہ لڑائی اسی طرح پر قائم رہی۔ سب مارے جائیں گے۔ اور ہم میں سے ایک بھی زندہ نہ رہے گا۔ عمرو نے کہا کہ کوئی تدبیر اس سے بہتر نہیں ہے۔ کہ تو فوج کو حکم دے۔ کہ جس کے پاس قرآن موجود ہو۔ وہ اس کو لاکر نیزے پر باندھے۔ اور نیزوں کو ہاتھوں میں پکڑکر بلند کریں اور بلند آواز سے پکاریں۔ کہ اے مسلمانو! اگر تم مسلمان ہو۔ ان قرآنوں کی طرف نگاہ کرو۔ جو نیزوں پر ہیں۔ اور ہم نے اپنی عاجزی اور کمزوری کی وجہ سے باندھے ہیں۔ اور ہم نے ان کی پناہ لی ہے۔ ان میں تامل کرو۔ کہ کلام خدا ہے۔ اور ہم اس پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور تم سے اس کے موافق عمل کرتے ہیں۔ تم بھی اگر مسلمان ہو۔ اور خدا کو پہچانتے ہو۔ اور خدا پر ایمان رکھتے ہو۔

ہم سے قرآن کے موافق عمل کرو۔ اور اس سے زیادہ مسلمانوں کے قتل میں کوشش نہ کرو۔ پس اے معاویہ اگر تو ایسا کرے۔ شاید کچھ نیک نتیجہ نکل آئے۔ اور یہ جنگ تمام ہو جائے۔ معاویہ نے یہ رائے پسند کی۔ اور اسی وقت حکم دیا۔ کہ جس شخص کے خیمے میں قرآن موجود ہو۔ لاکر نیزے پر باندھے۔ اور ہاتھ کو اونچا کرے لوگوں نے اس کے حکم سے ایسا ہی کیا۔ ایک قرآن شریف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ کا لکھا ہُوا موجود تھا۔ جس کا حجم بہت بڑا تھا۔ اس کو ایک سب سے بلند نیزے پر باندھ کر امیر المومنینؑ کے برابر نصب کیا۔ اور کہا۔ اے امیرؑ اور اے اہل حجاز و عراق! یہ خدائے جل جلالہ کی کتاب اور وحی منزل ہے کہ ہم اور تم اس پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور جو احکام اس کتاب میں مذکور ہیں۔ اور جو اوامر و نواہی اس میں بیان کئے گئے ہیں۔ ہم اُن پر راضی ہیں۔ اور ان کے مطابق تم سے سلوک کرتے ہیں۔ اور اس کے فرائض و سُنن اور شرائط و لوازم کو اپنا امام و پیشوا بناتے ہیں۔ تم بھی اگر اہل ایمان سے ہو۔ اور قرآن کا اقرار رکھتے ہو۔ ہمارے ساتھ اس کے موافق سلوک کرو۔ اور آئندہ خونریزی اور مردم کشی سے باز آؤ۔ اور بچوں اور کمزوروں پر رحم کرو۔ اور اس خدا سے ڈرو جس کی طرف سب کی بازگشت ہے۔ اور حق تعالےٰ کے کلام سے روگردانی نہ کرو۔

جب اس قوم نے اس مکر و شعبدے پر عمل کیا۔ یک لخت کئی ہزار آدمیوں نے عجز و زاری کی آواز بلند کی۔ اور الامان الامان کی فریاد مچائی۔ اشعث بن قیس جو کہ امیر المومنین کرم اللہ وجہہ کے معتبر امراء اور اہل عراق کے بہادروں میں سے تھا۔ اور اس کو امیر المومنینؑ کے نزدیک بہت اعتبار و امتیاز حاصل تھا۔ اپنی جگہ سے حرکت کر کے امیر المومنینؑ کی خدمت میں پہنچا۔ وہاں آکر حضرت کو دیکھا۔ کہ نہایت جوش و خروش کی حالت میں خود بھی حملہ کرتے اور تکبیر کہتے اور قتل کرتے ہیں۔ اور اپنے رفیقوں کو بھی اہل بغاوت کے قتل و غارت کرنے پر تحریص و ترغیب فرما رہے ہیں۔ اور آپ کے فرزند اور رفیق جو بنی ہاشم سے ہیں۔ ہر طرف سے غضبناک شیروں کی طرح حملے کرتے ہیں اور مخالفوں کے خون سے ہاتھوں اور تلواروں کو رنگین کر رہے ہیں ہر طرف سے ہائے وہوئے کی صداؤں سے آسمان گونج رہا ہے۔ اور گرد و غبار سے آفتاب تاباں کا چہرہ روپوش ہو رہا ہے۔ باپ بیٹے سے اور بیٹا باپ سے بے خبر ہے۔ اور ہر ایک اپنے اپنے حال میں مشغول ہے۔ اور کسی کو کسی کی خبر نہیں۔ اس وقت اشعث نے عرض کی۔ اے امیر المومنینؑ! اتنی جلدی نہ کیجئے اور خونریزی سے ہاتھ روکئے۔ اور میری بات سُنئے۔ آپ نے اپنے امکان بھر اس کام میں کوشش کی اور اہل بغاوت کو سزا دی۔ اور آپ ہر روز فرمایا کرتے تھے کہ میں ان کے مقابلے میں اتنی کوشش کروں گا۔ کہ بے راہی سے راہ پر آجائیں۔ اور کتاب خدا اور سنت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر عمل کرنے لگیں۔

یہ لیجئے اب تو انہوں نے خصومت اور منازعت کو ترک کر دیا ہے۔ اور کتاب خدا کی طرف رجوع کیا ہے اور اس جملہ پر جو آپ سنتے ہیں۔ زاری اور عاجزی کر رہے ہیں۔ اب اُن پر رحم کیجئے۔ اور ان تھوڑے سے ضعیفوں اور کمزوروں پر جو باقی رہ گئے ہیں۔ ترس کھائیے۔ اور زیادہ خونریزی اور مردم کشی میں کوشش نہ فرمائیے۔ اگر آپ میری بات نہ سنیں گے۔ تو خدا کی قسم۔ اہل عراق میں کوئی کماندار ایک تیر بھی آپ کے کہنے سے اُن کی طرف نہ چلائے گا۔ اور تلوار میان سے نہ نکالے گا۔ امیرالمومنینؑ نے عین شدتِ جنگ کی حالت میں اس کو جواب دیا۔ کہ اے اشعث! تجھے خوب معلوم ہے۔ کہ میری غرض ان سے سوا اس کے اور کچھ نہیں ہے۔ کہ یہ جہالت اور ضلالت کو چھوڑ دیں۔ اور سعادت اور شہادت کی طرف رجوع کریں۔ لیکن یہ جماعت ویسی نہیں ہے جیسا کہ تو نے گمان کیا ہے۔ اتنی مدت ہو گئی ہم نے اور تم نے ان کو نصیحتیں کیں۔ اور کتاب خدا اور سنتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف دعوت دی لیکن ذرا بھی اثر نہ ہوا۔ اس وقت جبکہ مغلوب اور مخذول ہو کر معلوم کر لیا ہے۔ کہ اہلِ عراق کی فتح ہو گی۔ تو اس تدبیر سے ہم کو اپنے سر سے ٹالنا۔ اور اس مکر و شعبدہ سے جان بچانا چاہتے ہیں۔ خبردار ان کے فریب میں نہ آنا۔ اور اس حالت کو بالکل حیلہ اور محض مکر و فریب سمجھنا۔ اور بدستور اپنے کام میں سرگرم رہ۔ اور حتی الامکان اس کام میں پوری پوری کوشش کر۔ کیونکہ فتح کے آثار نمودار ہیں۔ باری تعالیٰ کی مہربانی سے ظفر و نصرت کی ہوا چل رہی ہے۔ ذرا ایک ساعت صبر کر۔ اور یہ بات نہ کہہ۔ کیونکہ تجھ جیسے شاندار سردار اگر ایسی بات کریں گے۔ تو دوسروں کو دھوکا ہو گا۔ اور اس میں سخت خرابی واقع ہو گی۔ اشعث بولا۔ معاذ اللہ اے امیرالمومنینؑ میں ہرگز ہرگز یہ کام نہ کروں گا۔ کہ ایک جماعت ہم کو کتاب خدا و سنتِ مصطفےٰ کی طرف دعوت کرتی ہے۔ اور ہم ان کی دعوت کو قبول نہ کریں۔ اور ان کے مقابلے میں تلواریں کھینچیں۔ اگر آپ کو اس معاملے میں کچھ تردد ہے۔ تو مجھے اجازت دیجئے۔ کہ معاویہ سے ملاقات کر کے تمام کیفیت معلوم کروں۔ امیرالمومنینؑ نے فرمایا۔ اس جماعت کی مکاری اور ان کا ضعف جو کچھ مجھے معلوم تھا۔ میں نے تجھ سے بیان کر دیا۔ پھر بھی اگر تو معاویہ یا کسی اور سے ملنا چاہتا ہے۔ تجھے اختیار ہے۔

الغرض اشعث بن قیس کی انتہائی کوشش اور مبالغہ کے سبب امیرالمومنینؑ نے لڑائی سے ہاتھ روک لیا۔ اور باہم بہت بحث مباحثے اور گفت و شنید کے بعد حکمین یعنی دونوں طرف سے دو حکم یعنی منصف مقرر ہوئے۔ اسی اثنا میں عبیداللہ بن حارث طائی نے جو کثرت عبادت کی وجہ سے بیس سال تک نماز عشا کے وضو سے صبح کی نماز ادا کرتا تھا۔ لیلۃ الہریر میں سولہ بار سخت زخم کھائے۔ اور سخت زخمی ہو کر امیرالمومنینؑ کے خیمہ میں آیا۔ امیرؑ نے اس کا کمال احترام کیا۔ اور فرمایا۔ اے عبیداللہ! تیرا کیا حال ہے؟

اور مزاج کیسا ہے۔ عرض کی۔ اے وصی خیر المرسلین! میری زندگی ایک دن سے زیادہ باقی نہیں رہی۔ امیرؑ آنکھوں میں آنسو بھر لائے۔ اور اُسے بشارت دی کہ دل خوش رکھ۔ کہ رحیم و غفار کے جوارِ مغفرت میں واصل ہو رہا ہے۔ اور تیرا حشر شہدائے کبار کے ساتھ ہوگا۔ عبید اللہ نے عرض کی۔ یا امیر المومنینؑ! میں نے سُنا ہے۔ کہ آپ کے اصحاب آپ کے مخالف ہو کر معاویہ سے صلح کرنے پر آمادہ کر رہے ہیں۔ آپ ہرگز ہرگز ان کے قول پر عمل نہ فرمائیں۔ اور اس نافرمان گروہ کی جنگ سے ہاتھ نہ اٹھائیں۔ فرمایا۔ اے عبید اللہ کون سے ناصر و مددگاروں کی امداد سے قاسطین سے جنگ کروں؟ اور کیا تجھے معلوم نہیں ہے۔ کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حالانکہ چالیس پیغمبروں کی طاقت رکھتے تھے۔ تین سال اعلانیہ طور پر کسی شخص کو اسلام و ایمان کے کلمے کی طرف دعوت نہ فرمائی۔ اور نبوّت کا اظہار کرنے کے بعد دس سال تک جنگ و جدال کی طرف رُخ نہ کیا۔ لیکن جب اعوان و انصار بہم پہنچ گئے۔ تو جدال و قتال پر مامور ہوئے۔ اب اگر مجھ کو بھی مددگار مِل گئے۔ تو دشمنان بیدین اور باغیان لعین سے جنگ کروں گا۔ ورنہ صبر و شکیبائی سے کام لوں گا۔ اور انبیاءؑ کے طریق پر تحمل کو عمل میں لاؤں گا۔ اے عبید اللہ! مجھ کو رسولؐ خدا نے تمام واقعات سے جو ہو چکے اور ہوں گے خبر دی ہے۔ میں قوم کی شکایت بارگاہ ایزدی سے عرض کروں گا۔ کسی ایسے کام کا مرتکب نہ ہوں گا۔ جس سے دائرۂ امامت سے نکل جاؤں۔ عبید اللہ نے عرض کی۔ میں گواہی دیتا ہوں۔ کہ رسولِ خدا کے بعد امام برحق اور خلیفۂ برحق اور ایسا نشان جو خدا اور بندوں کے درمیان نصب کیا گیا ہے۔ آپ کے سوا اور کوئی نہیں ہے۔ عجب خوش نصیب ہے۔ وہ شخص جو آپ کی اطاعت و فرمانبرداری کرے۔ اور جو بد بخت آپ کی پیروی نہ کرے گا۔ وہ سخت خسران اور نہایت نقصان میں رہے گا۔ **بیت**

کسے کہ دست بداماں حیدرؑ آلش ۔۔۔ نہ رد بسا کہ بہ دندان کند نگار انگشت

القصّہ جب صلح کا معاملہ حکمین کے مقرر کرنے پر قرار پایا۔ تو معاویہ نے پیغام بھیجا کہ میں اپنی طرف سے عمرو عاص کو (ریخ) مقرر کرتا ہوں۔ اور امیر المومنینؑ نے فرمایا۔ میری طرف سے عبد اللہ ابن عباس حکم ہوگا معاویہ نے اس بات کو قبول نہ کیا۔ اور کہا۔ کہ ابو موسیٰ اشعری کے سوا میں دوسرے کو اس کام کے لئے قبول نہیں کرتا۔ بہت سی رد و کد کے بعد ابو موسیٰ کو جو کسی گوشہ میں گمنامی کی حالت میں پڑا تھا۔ طلب کیا گیا۔ جب امر خلافت کا فیصلہ حکمین کے حکم پر قرار پایا۔ تو امیر المومنینؑ اشراف عراق کے ہمراہ اور معاویہ رؤسائے شام کو لے کر دونوں لشکر گاہوں کے درمیان ایک مجلس میں جمع ہوئے۔ اور طرفین کی رائے سے اس باب میں ایک وثیقہ تحریر کیا گیا۔ اسد اللہ الغالب کے کاتب عبد اللہ بن عباس نے کتابت شروع کی۔ جب اس نے لکھا هٰذَا مَا صَالَحَ عَلَیْهِ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلِیُّ ابْنُ اَبِیْ طَالِبٍؑ ۔ (یہ صلح ہے جو امیر المومنینؑ

علیؑ ابن ابی طالب نے کی ہے) معاویہ باغی نے کہا۔ میں بہت بُرا آدمی ہوں۔ اگر علیؑ کو امیر المومنین جان کر پھر اُس سے جنگ کروں۔ لفظ امیر المومنین مٹا کر اس کی جگہ اس کے باپ کا نام لکھنا چاہیئے۔ امیرؑ نے فرمایا۔ صَدَقَ رَسُوْلُ اللّٰہ (رسولِ خدا نے سچ فرمایا تھا) اس قسم کا واقعہ مجھے بھی آیا۔ کیونکہ حدیبیہ کے روز جب میں صلحنامہ لکھ رہا تھا۔ تو میں نے لکھا۔ یہ صلح ہے۔ جو محمد رسولؐ اللہ سہیل بن عمرو کافر کے ساتھ کرتے ہیں... سہیل بن عمرو نے مجھ سے کہا۔ لفظ رسولؐ اللہ مٹا کر محمد بن عبد اللہ لکھو۔ کیونکہ اگر ہم اس کو رسولِ خدا جانتے تو اس پر ایمان لاتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ یَا عَلِیُّ اُمْحُہٗ فَاِنَّ لَکَ یَوْمًا کَیَوْمِیْ ھٰذَا۔ (اے علیؑ اُس کو مٹا دے۔ کیونکہ تجھے بھی ایسا ہی دن پیش آئے گا) اور آج وہ دن ہے۔ اے عبد اللہؓ اب جس طرح معاویہ کہتا ہے۔ لکھ دے۔ ھٰذَا مَا صَالَحَ عَلَیْہِ عَلِیُّ ابْنُ اَبِیْ طَالِبٍ وَمُعَاوِیَۃُ ابْنُ اَبِیْ سُفْیَانَ۔ (یہ صلحنامہ ہے علیؑ بن ابی طالب اور معاویہ بن ابی سفیان کے درمیان) وثیقہ کا باقی مضمون یہ تھا" کہ فریقین نے قبول کیا۔ کہ حکم الٰہی پر قائم رہیں گے۔ اور آیات کے مضمون سے تجاوز نہ کریں گے۔" جب وثیقہ تحریر ہو چکا۔ طرفین کے حاضرین نے مالک اشتر کے سوا اپنی اپنی شہادت اس پر درج کی۔ اور اس میں اور معاویہ میں سخت کلامی ہوئی۔ امیر المومنینؑ نے مالک کو تسکین دے کر فرمایا۔ اے میرے محب یک رنگ! یہ مقدر ہو چکا ہے۔ کہ اس گروہ سے اہلِ بیت محمد مصطفٰےؐ کو ضرر و نقصان پہنچے۔ اور یہ لوگ اس کے سبب سے ابداً الا باد جہنم کے عذابِ عظیم و عقابِ الیم میں گرفتار رہوں۔

القصہ حکمین کے مقرر ہونے اور وثیقہ تحریر ہو جانے کے بعد امیر المومنینؑ نے کوفہ کا رخ کیا۔ اور معاویہ دمشق کو چلا گیا۔ اور یہ قرار پایا۔ کہ ابو موسٰی امراؤ روسائے حجاز کی ایک جماعت کے ساتھ اور عمرو عاص سردارانِ شام کے ہمراہ دومۃ الجندل جو عراق عرب اور ملک شام کے درمیان ایک منزل ہے۔ جمع ہوں اور وہاں دونوں شریک ہو کر امر خلافت کا فیصلہ کریں۔ جب وہ مقام مذکور میں پہنچے۔ تو فریقین کے آدمیوں نے جمع ہو کر ایک منبر نصب کیا۔ پھر ابو موسٰی نے عمرو سے کہا۔ منبر پر جا۔ اور جس بات پر ہم دونوں نے اتفاق کیا ہے۔ بیان کر۔ عمرو کذاب نے کہا۔ معاذ اللہ! میں تم پر سبقت کروں۔ کیونکہ تم مجھ سے عمر میں بڑے اور افضل ہو۔ پس ابو موسٰی اشعری منبر پر گیا۔ اور حمد و ثنائے الٰہی اور نعت حضرت رسالت پناہی کے بعد بیان کیا۔ اے لوگو! تمام رعایا اور برایا کی مرفہ الحالی اسی میں ہے۔ کہ ہم علی مرتضیٰؑ اور معاویہ کو خلافت کے کاروبار کی ذمہ داری سے سبکدوش کر دیں۔ اور اس کام کو شوریٰ پر چھوڑ رکھیں۔ تاکہ اہلِ اسلام جس کسی کو اس منصب کے قابل سمجھیں۔ اختیار کریں۔ اور انگوٹھی کو باہر نکال کر کہا میں نے علیؑ اور معاویہ دونوں کو خلافت سے

اس طرح الگ کیا۔ جیسے یہ انگوٹھی اپنی انگلی سے جدا کی۔ یہ کہہ کر منبر سے اُتر آیا۔ بعدازاں عمروعاص منبر پر گیا اور لوگوں سے یوں خطاب کیا۔ اے لوگو! ابوموسیٰ نے اپنے صاحب (علیؑ) کو خلافت سے خلع کیا جیسا کہ تم سب نے سُن لیا۔ اب میں نے اپنے صاحب معاویہ کو خلافت پر مقرر کیا۔ اس لئے کہ وہ عثمانؓ کا ولی اور اس کے خون کا طالب ہے۔ ابوموسیٰ نے چلاکر کہا کہ ہم میں اور عمرو میں باہم ایسی سمجھوتہ نہ ہوا تھا۔ اور عمرو پر لعنت کی۔ اس نے بھی ابوموسیٰ کو گالیاں دیں۔ کہ تو خلافِ واقعہ کیوں کہتا ہے۔ اور لوگوں میں سخت شور و غل پڑ گیا اور امیرالمومنینؑ کے اکثر دوستوں نے چاہا کہ ابوموسیٰ اور عمرو دونوں کو قتل کر ڈالیں۔ اور ایک نے آکر ابوموسیٰ کو تازیانہ لگایا۔ اور قریب تھا کہ اہلِ شام اور اہلِ حجاز میں تلوار چل جائے۔ آخر عبداللہ بن عباس اور عدی بن حاتم مانع ہُوئے۔ اور کہا کہ امام کی اجازت کے بغیر لڑائی کرنا جائز نہیں۔

ترجمہ مستقصٰے میں لکھا ہے۔ کہ اس قضیہ شنیعہ کے وقوع میں آنے کے بعد لوگ چار فرقوں میں منقسم ہو گئے۔ ایک جماعت نے کہا۔ لَاحُکْمَ اِلَّا لِلّٰہِ (اللہ کے سوا اور کوئی قابل حکومت نہیں۔) ان کو خوارج (محکمہ) کہتے ہیں۔ اور ایک گروہ اس امر کے قائل ہوئے۔ کہ ہم نے ان دونوں شخصوں کے معاملے کو خدا کے حوالے کیا۔ ان کو مرجیہ کہتے ہیں۔ اور ایک جماعت نے بیان کیا۔ کہ یہ تحکیم یعنی حکم بنانا غلط تھا۔ خدا کی قسم ہم حضرت رسالت پناہ کے بعد علیؑ مرتضیٰ اور اس کی آل کے سوا اور کسی شخص کو امامت اور خلافت کے قابل اور اس کا حق دار نہیں سمجھتے۔ اور ان کے سوا سب سے تبرا کرتے ہیں۔ یہ جماعت روافض کے نام سے مشہور ہوئی۔ شیخ عطار نے یہ بیت گویا اُس جماعت کی زبان سے فرمائی ہے۔ **بیت**

زمشرق تا بمغرب گرامام است　　　علی وآل او مارا تمام است

اور ایک گروہ نے کہا۔ کہ ہم پہ واجب ہے۔ کہ کتاب خدا کی پیروی کریں۔ ان کو معتزلہ کہتے ہیں۔

القصہ جب عمرو اپنے اعوان وانصار کے ساتھ دمشق میں پہنچا۔ تو معاویہ کو خلافت کا سلام کیا۔ اور عبداللہ بن عباسؓ نے اصحاب ہدایت انتساب کے ساتھ کوفہ میں پہنچ کر سارا حال عرض کیا۔

مستقصٰے میں روایت ہے کہ امیرالمومنین کرم اللہ وجہہ نے اس واقعہ منکرہ کو سُن کر فرمایا۔ کہ خطیب لوگ منبروں پر معاویہ اور اس کے پیروؤں پر لعنت کریں۔ اور جب یہ خبر معاویہ کو پہنچی تو اس نے حکم دیا۔ کہ امیرالمومنینؑ سبطین رسول۔ ابنِ عباسؓ مالک اشتر اور باقی اصحاب امیر کو منبر پر بُرا بھلا کہیں۔

منقبت ۱۲ خوارج کے حالات اور شیر خدا کی تلوار سے ان میں سے اکثر کے مقتول ہونے

کے بیان میں۔

صحیحین میں ابوسعید خدریؓ سے روایت کی گئی ہے۔ کہ ایک روز حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وبلیبہ یعنی خشک انجیر یں جو علی مرتضیٰؑ نے غنائم یمن سے بھیجی تھیں۔ اقرع بن جابس۔ عتبہ بن حصین فزاری علقمہ بن علاء عامری اور زید الخیل میں تقسیم کر رہے تھے۔ حرقوس بن زبیر تمیمی جس کا لقب ذوالخویصرہ ہے اس مجلس میں حاضر تھا۔ اثنائے تقسیم میں آنحضرت صلعم سے مخاطب ہو کر بولا۔ اِتَّقِ اللّٰهَ يَا مُحَمَّدُ (اے محمد خدا سے ڈر) سرور کائنات نے اصحاب سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ کہ اس لعین کی نسل سے ایک قوم پیدا ہو گی۔ کہ وہ قرآن کی تلاوت کریں گے۔ اور قرآن اُن کے گلوں سے نیچے نہ اُترے گا۔ وہ مسلمانوں کو قتل کریں گے۔ اور بُت پرستوں کو زندہ رکھیں گے۔ اور دین سے اس طرح نکل جائیں گے۔ جیسے تیر کمان سے باہر نکل جاتا ہے۔ اگر تم اُن کے خروج کا زمانہ پاؤ۔ تو ان کو قتل کرو۔ اور قوم عاد کی طرح ان کی بیخکنی کرو۔ حرقوس بن زبیر کہ اکثر روایات کے موافق ذوالثدیہ سے وہی مراد ہے۔ خوارج نہروان کے رؤسا میں شامل تھا۔ اور حدیث مذکور اسی فرقۂ طاغیہ پر صادق آتی ہے۔ اور مورخین ان لوگوں کو مارقین کہتے ہیں۔ اور ان ملاعین کے خروج کی کیفیت اس طرح پر ہے۔ کہ جب ابوموسیٰ اشعری۔ دومۃ الجندل کی طرف جا رہا تھا۔ حرقوس بن زبیر اور زرعہ بن مالک نے امیرالمومنینؑ کی خدمت میں عرض کی۔ کہ خدا تعالےٰ کے حکم کی باگ ابوموسیٰ کے ہاتھ میں نہ دیجئے۔ اور تحکیم سے اجتناب کر کے لشکر کے جمع ہونے کا حکم جاری فرمائیے۔ تاکہ ہم مل جل کر اہل عناد و شقاق سے جنگ کریں۔ حضرت امیرؑ نے فرمایا۔ کہ کلام ربانی کی آیات بیّنات کے موافق عہد و پیمان پر وفا کرنا ایمان کی شرائط میں داخل ہے۔ اور عہد کا توڑنا۔ اور غدر و بیوفائی کرنا۔ خدائے منان کی ناراضی اور ناخوشی کا باعث ہے۔ میں عہد شکنی کو کبھی جائز نہ رکھوں گا۔ اور اس فعل قبیح کا خیال بھی دل میں نہ لاؤں گا۔ عبداللہ ابن الکوا اور دیگر اشقیا نے جب حضرت کے یہ کلمات سُنے تو پکار کر کہا۔ لَا حُكْمَ إِلَّا لِلّٰهِ۔ حکم خدا ہی کو سزا وار ہے۔ ابوموسیٰ کو دومۃ الجندل میں بھیجنا گناہ ہے اس فعل سے توبہ کر۔ حضرت ولایت مآبؑ نے جواب دیا۔ کہ یہ امر گناہ نہیں ہے۔ بلکہ تمہاری رائے کی سُستی اور ضعف سے پیدا ہُوا ہے۔ اس لئے کہ جس روز اہل شام نے قرآن نیزوں کے اوپر باندھے تم نے لڑائی سے ہاتھ روک لیا۔ میں نے ہر چند کہا۔ کہ یہ ایک مکر ہے۔ جو معاویہ اور عمرو عاص نے اپنی رہائی کے لئے تراشا ہے۔ مگر تم نے نہ مانا۔ یہاں تک کہ معاملہ صلح پر ختم ہوا۔ زرعہ نے کہا۔ اگر ابوموسےٰ کو جانے سے منع نہ کرو گے۔ اور تحکیم سے باز نہ آؤ گے۔ ہم تم سے جنگ کریں گے۔ امیرالمومنینؑ نے ارشاد فرمایا۔ میں دیکھ رہا ہوں۔ کہ تو میرے نیزے سے مارا جائے گا۔ اس ملعون نے جواب دیا۔ کہ میرا مقصود

یہی ہے۔ حرقوس بولا۔ اے امیر! یوں کہہ کہ مجھ سے گناہ ہوا۔ میں نے اس سے توبہ کی۔ امیر نے فرمایا۔ مجھ سے کوئی گناہ صادر نہیں ہوا۔ بلکہ تم نے گناہ کیا ہے۔ اسی اثنا میں ایک شخص نے عرض کی۔ کہ امیر یہ جماعت بہت ہوگئی ہے۔ اور یہ لوگ چاہتے ہیں۔ کہ اگر آپ ابو موسیٰ کے بھیجنے سے تبرا نہ کریں گے۔ تو آپ سے جنگ کریں گے۔ حضرت نے فرمایا۔ کہ میں بھی ان سے لڑوں گا۔

کشف الغمہ میں منقول ہے۔ کہ صفین کے صلحنامہ کی میعاد ختم ہونے سے پہلے بارہ ہزار خوارج موضع حرورا میں آکر جمع ہو گئے۔ اور عبداللہ ابن الکوا کو اپنا امیر بنا کر امیر المومنینؑ کی مخالفت پر تیار ہو گئے۔ اور امیر المومنینؑ نے پہلے عبداللہ ابن عباسؓ کو اس قوم کے پاس بھیجا۔ اور راہِ راست کی طرف ہدایت فرمائی۔ جب ابن عباس کے بھیجنے سے کچھ فائدہ نہ ہوا۔ تو اُن لوگوں کی درخواست کے موافق خود بہ نفس نفیس وہاں تشریف لے گئے۔ اور عبداللہ ابن الکوا نے اپنے دس خواصوں کے ساتھ حاضر خدمت ہو کر سودمند نصیحتیں اور دل پسند باتیں سُنیں۔ اور معلوم کر لیا کہ امیر المومنینؑ مدت مقررہ کے ختم ہونے پر قاسطین کی لڑائی پر متوجہ ہوں گے۔ اس پر وہ ان دس آدمیوں سمیت مذہب خوارج سے باز آیا۔ اور حضرت سے آ ملا۔ باقی خوارج آپ کی مخالفت پر متفق ہو گئے۔

القصّہ جب حکمین کے مذکورہ بالا فیصلے کی خبر کوفہ میں پہنچی۔ تو خوارج کی ضلالت میں اور زیادتی ہو گئی۔ اور عبداللہ بن وہب راسبی کو اپنا سردار بنایا۔ اور مشورہ کرنے کے بعد ایک ایک اور دو دو کر کے کوفہ سے نکل کر نہروان میں جا پہنچے۔ اور خوارج بصرہ کے نام خط لکھ کر عبداللہ بن سعید عبسی کو اس طرف بھیجا۔ کہ ان کو نہروان کی طرف روانہ کرے۔ عبداللہ کے بصرے میں پہنچنے کے بعد ایک جمعیت کثیر اس علاقے سے حرکت میں آئی۔ اور عبداللہ بن وہب سے آ ملی۔ جب اس گروہ کے اجتماع کی خبر حضرت کو معلوم ہوئی۔ تو ایک خط تحریر فرما کر اُن کے پاس بھیجا۔ جس کا مضمون یہ تھا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ مِنْ عَبْدِ اللّٰهِ عَلِيٍّ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِلٰى عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ وَهْبٍ الرَّاسِبِيِّ وَيَزِيْدَ بْنِ الْحُصَيْنِ وَمَنْ تَبِعَهُمَا سَلَامٌ عَلَيْكُمْ فَاِنَّ الرَّجُلَيْنِ الَّذَيْنِ ارْتَضَيْتُمْ لِلْحُكُوْمَةِ خَالَفَا كِتَابَ اللّٰهِ وَاتَّبَعَا اَهْوَاءَهُمَا بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ فَلَمَّا لَمْ يَعْمَلَا بِالسُّنَّةِ وَلَمْ يَحْكُمَا بِالْقُرْاٰنِ نَتَبَرَّءُ مِنْ حُكْمِهِمَا وَنَحْنُ عَلٰى اَمْرِنَا الْاَوَّلِ نَاقْبِلُوْا رَحِمَكُمُ اللّٰهُ اِلَيْنَا فَاِنَّكُمْ فَارِسُوْنَ فَاِنَّا سَائِرُوْنَ اِلٰى عَدُوِّنَا وَعَدُوِّكُمْ لِتَعُوْدُوْا فَتَعُوْدُوْا۔ لِمُحَارَبَتِهِمْ حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ وَهُوَ خَيْرُ الْحَاكِمِيْنَ (بندۂ خدا علی امیر المومنینؑ کی طرف سے عبداللہ بن وہب

اور یزید بن الحصین اور ان دونوں کے تابعین کی طرف۔ تم پر میرا سلام ہو۔ جن دو شخصوں کو تم نے حَکَم مقرر کیا تھا۔ اُنہوں نے کتاب خدا کی مخالفت کی۔ اور ہدایت خدا کو چھوڑ کر اپنے نفسانی خواہشات کی پیروی کی پس جبکہ ان دونوں نے سنت رسول پر عمل نہ کیا۔ اور قرآن کے موافق حکم نہ دیا۔ تو ہم ان کے حکم سے بیزار ہیں۔ اور اپنے پہلے ارادے پر قائم ہیں پس تم ہماری طرف آؤ (خدا تم پر رحم کرے) تم ہمارے شہسوار ہو۔ اور ہم اپنے اور تمہارے دشمن کی طرف جانے والے ہیں۔ تاکہ ہم ان کی لڑائی کی طرف عود کریں۔ تم بھی واپس آ جاؤ۔ یہاں تک کہ خدا ہمارے اور ان کے درمیان حکم کرے اور وہ سب حاکموں سے بہتر حکم کرنے والا ہے۔

جب یہ خط ہدایت نمط خوارج کے پاس پہنچا۔ تو اُنہوں نے جواب میں لکھا۔ کہ تو نے جس وقت تحکیم کے باب میں رضامندی ظاہر کی۔ اسی وقت (معاذ اللہ) کافر ہو گیا۔ اب اگر تو بہ کر کے شرائط ایمان کی رعایت مدِ نظر رکھے۔ تو ہم تیری درخواست میں غور کریں گے اور اگر تو اپنے گناہ پر اصرار کرے گا۔ تو تجھ کو راہِ راست پر چلنے کی دعوت کریں گے۔ اس میں شک نہیں ہے۔ کہ خدا تعالیٰ اہلِ خیانت کو دوست نہیں رکھتا۔

جب یہ جواب ناصواب حضرت ولایت مآب کی خدمت میں پہنچا۔ تو ان لوگوں کی اطاعت سے ناامید ہو گئے۔ اور ان کی مہم کو آسان خیال کر کے نخیلہ کو لشکر گاہ مقرر فرمایا۔ اور اہل شام سے جنگ کرنے کے ارادے سے لشکروں کو جمعیت کا حکم دیا۔ اور ساٹھ ہزار سے زیادہ جنگجو بہادر جمع ہو گئے۔ دمشق کی طرف روانگی سے پہلے متواتر خبر آئی۔ کہ خوارج نے عراق میں فتنہ و فساد برپا کر رکھا ہے۔ اور جو شخص مذہب میں اُن کے موافق نہیں اس کو کافر کہتے ہیں۔ اور عبداللہ بن خباب بن ارت اور اس کی بیوی کو صرف اتنا کہنے پر کہ حکمین کا تقرر سیّد الثقلین صلعم کے مخالف نہ تھا۔ قتل کر ڈالا ہے۔ اور ام سنان صیداویہ کو اسی بہانہ سے مار دیا۔ اور برابر قتل و غارت میں مصروف ہیں۔ ان خبروں کے سُننے کے بعد اصحاب کبار کی صلاح اور صوابدید سے اول خوارج کا دفعیہ لازم اور ضروری سمجھا گیا۔ اور لشکروں کو نہروان کی طرف روانہ فرمایا۔ اور جب مارقین کے لشکر گاہ میں پہنچ گئے۔ تو ایک دفعہ بہ نفس نفیس خود تشریف لے جا کر اور ایک دفعہ عبداللہ بن عباس کے ذریعے سے اس گروہ سے معارضہ و مباحثہ فرمایا۔ اور ان کے نامعقول اعتراضوں کے دندان شکن اور مُسکت جواب دیئے۔ اور معاویہ کی مصالحت پر رضامند ہونے اور حکمین کے مقرر کرنے کے باب میں صلح حدیبیہ کے قصّے اور کلمہ۔ يَحْكُمُ بِهٖ ذَوَا عَدْلٍ۔ (دو عادل اس میں حکم کریں اور آیہ کریمہ) فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا (ایک حَکَم مرد کے کنبے سے اور ایک حَکَم عورت کے سے کھڑا کرو) کو ثبوت میں پیش کیا۔ لیکن کچھ بھی فائدہ نہ ہوا۔ آخر کار حضرت علیہ السلام نے لشکر کو مرتب کیا۔ میمنہ پر حجر بن الکندی

کو اور میسرہ پر شبث بن ربعی کو مقرر فرمایا۔ اور تمام سواروں پر ابو ایوب انصاری کو افسر بنایا۔ اور فرمایا کہ تمام پیادے ابو قتادہ کے زیرِ حکم رہیں۔ اُدھر سے خوارج نے بھی صفوف لشکر کو آراستہ کیا۔ میمنہ میں یزید بن حصین اور میسرہ میں شریح بن ابی اوفی العبسی مقرر ہوا۔ اور حرقوص بن زہیر سواروں کا افسر بنا۔

اور ایک روایت میں ہے کہ عبداللہ بن الکوا نے پیادوں کی سواری قبول کی جب دونوں لشکر آمنے سامنے پرے جما کر کھڑے ہو گئے۔ تو امیر المومنینؑ کے حکم سے ایک علم ایک مقررہ مقام میں نصب کیا اور دو ہزار آدمی اس کی حفاظت پر مقرر ہوئے۔ اور حضرت کے حکم سے منادی کی گئی۔ کہ مخالفوں میں سے جو کوئی اس علم کی طرف چلا آئے گا۔ اس کو امان دی جائے گی۔ اور جو کوئی کوفہ کو چلا جائے گا۔ وہ بھی امن میں رہے گا۔ اسی اثنا میں فروت بن نوفل اشجعی نے جو روسائے خوارج سے تھا۔ اپنے رفیقوں سے کہا۔ میں نہیں جانتا کہ علیؑ کے ساتھ جو خدا کا ولی اور مصطفیٰ کا وصی ہے۔ بیوجہ کیوں جنگ کریں۔ اور پانسو آدمیوں کے ساتھ مارقین سے جدا ہو کر دسکرہ کی طرف چلا گیا۔ اور ایک گروہ اس قوم سے جدا ہو کر کوفہ کو چلا گیا۔ اور ایک جماعت نے علم مذکور کے سایہ میں جا کر پناہ لی۔ تاریخ ابو حنیفہ دینوری میں لکھا ہے۔ وَاسْتَأْمَنَ اِلَى الرَّايَةِ اَلْفُ رُجُلٍ فَلَمْ يَبْقَ مَعَ عَبْدِ اللهِ بْنِ وَهَبٍ اِلَّا اَقَلَّ مِنْ اَرْبَعَةِ اٰلَافِ رَجُلٍ (اور ہزار آدمیوں نے علم کی طرف پناہ لی اور عبداللہ بن وہب کے ساتھ چار ہزار سے کم رہ گئے۔

اور ترجمہ مستقصے میں مذکور ہے کہ عبداللہ بن وہب کے پاس دو ہزار آٹھ سو آدمی باقی رہ گئے۔ اور ان ملاعین نے کلمۂ لَا يَحْكُمُ اِلَّا اللهُ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ۔ (اللہ کے سوا اور کوئی حاکم نہیں اگرچہ مشرکین بُرا مانیں زبان سے کہتے ہوئی یکبارگی حضرت کی سپاہ پر حملہ کیا۔ اور لڑائی کا میدان گرم ہوا۔ اثنائے جنگ میں عبداللہ بن وہب نے میدان میں آکر شاہ ولایت پناہ کو مقابلے میں طلب کیا۔ اور ذوالفقار کی ایک ضرب سے جہنم کو راہی ہوا۔ اور لشکر مظفر و منصور نے باقی خوارج پر حملہ کیا۔ اور ان کو حسبِ دلخواہ ان کے کیفرِ کردار کی سزا دی۔ چنانچہ اس جماعت شوم سے نُو سے زیادہ آدمی میدان سے بچ کر نہ گئے۔ اور لشکرِ مظفر و منصور سے نَو سے زیادہ شہید نہ ہوئے۔

اور ترجمہ مستقصے میں مسطور ہے کہ امیر المومنینؑ نے خوارج کے خروج کرنے سے پہلے ارشاد فرمایا تھا کہ ایک قوم دین سے اس طرح گریزاں ہوگی۔ جس طرح تیر کمان سے نکل کر بھاگتا ہے۔ اگرچہ وہ قرآن پڑھیں گے۔ مگر قرآن ان کے حلق سے نہ گزرے گا۔ اور ان کا دل قرآن کے احکام پر ثابت اور قائم نہ ہوگا۔ اور اس خدا کی قسم ہے۔ جس نے دانہ کو شگافتہ کیا اور آدمی کو اپنے خزانہ کرم سے لباس وجود عطا فرمایا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا تھا۔ اور خبر دی تھی کہ تو ان سے جنگ کرے گا۔ اور یہ لوگ ضلالت و گمراہی میں پڑ کر

راہِ راست پر نہ آئیں گے۔ جس طرح تیر کمان سے نکل کر پھر شست پر نہیں آتا۔ اور اس جماعت کی علامت یہ ہے کہ ان کے درمیان ایک شخص ہوگا۔ کہ ایک ہاتھ کی جگہ اس کے کندھے میں گوشت کا ایک ٹکڑا عورت کے پستان کی شکل کا ہوگا۔ جس کے سرے پر بلی کی موچھوں کی طرح کے بال ہوں گے۔ نیز قتلِ خوارج سے پہلے شاہ ولایت پناہ نے ارشاد فرمایا تھا۔ کہ اس معرکے میں ہمارے[۹۱] شہیدوں کی تعداد اکائیوں سے گزر کر دہائیوں پر نہ پہنچے گی۔ اور دشمنوں کی فوج میں سے نوؔ سے زیادہ آدمی جانبر نہ ہوں گے۔

عبیدہ سلمانی سے روایت ہے کہ جب امیرالمومنینؑ نے ذوالثدیہ (پستان والا) کی حدیث بیان فرمائی اور میں نے تین دفعہ حضرتؑ کو قسم دی کہ آپ نے اس بات کو رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے سنا ہے؟ امیر نے تین بار قسم کھا کر فرمایا۔ کہ ہاں میں نے رسولِ خدا سے سُنا ہے۔ جب خوارج قتل ہو چکے۔ تو فرمایا۔ کہ ذوالثدیہ کو کشتوں میں تلاش کرو۔ اور کچھ لوگ اس کی تلاش میں گئے۔ مگر نہ پایا۔ اور آکر عرض کیا۔ کہ اس قسم کا کوئی آدمی کشتوں میں نہیں ہے۔ امیر نے فرمایا۔ خدا کی قسم۔ ذوالثدیہ ضرور ان میں موجود ہے۔ دوسری دفعہ پھر ایک جماعت نے جا کر تلاش کیا۔ اور چالیس لاشوں کے نیچے اس کو پایا۔ جس میں وہ تمام نشانات موجود تھے۔ جو حضرت نے بیان فرمائے تھے۔ حضرت نے سجدۂ شکر بجا لا کر اصحاب سے فرمایا۔ کہ اگر تمہاری معذوری کا باعث نہ ہوتا۔ تو میں خبر دیتا۔ کہ رسولِ خدا نے اس گروہ کے قاتلوں کے لئے کیا کیا وعدے فرمائے ہیں۔

القصّہ مہم خوارج سے فارغ ہو کر حمد و ثنائے الٰہی اور درود رسالت پناہی بجا لائے۔ اور بعد ازاں ارشاد فرمایا۔ جب پروردگارِ عالم نے اپنے لطف و احسان سے تم کو فتح عنایت فرمائی اور اعدائے دین کو مغلوب و مقتول فرمایا۔ تو اب مناسب اور سزاوار یہ ہے۔ کہ گمراہانِ شام کی لڑائی کی تیاری کرو۔ اور مارقین کی طرح قاسطین کا قضیہ بھی فیصل کر دو۔ اشعث بن قیس نے چند بہادرانِ فوج کی ہمراہی میں عرض کیا کہ یا امیرالمومنینؑ! ہمارے تیر ختم ہو گئے ہیں۔ اور تلواریں کُند ہو گئیں۔ اور نیزے ٹوٹ گئے۔ ہم کو کوفہ میں لے چلیئے تاکہ از سرِ نو ہتھیاروں کی تیاری کریں۔ اور پوری پوری تیاری کے ساتھ ظالمانِ شام کی بیخکنی کے لئے چلیں ان کی یہ درخواست منظور ہو گئی۔ اور حضرت کوفہ کو روانہ ہوئے۔ اور وہاں پہنچ کر اس شہر کے نواح میں مقام نخیلہ کو اپنا لشکر گاہ بنایا۔ اور ارشاد فرمایا۔ کہ جس شخص کو ضرورت ہو۔ وہ شہر میں جائے۔ اور ایک روز ٹھہر کر واپس چلا آئے۔ تاکہ جلد تر شام کی طرف کوچ کریں۔ دوسرے روز (یا بہ اختلاف روایات) چند روز گذرنے کے بعد تھوڑے سے معززین تو امام الثقلین کی خدمت میں رہ گئے۔ باقی تمام فوج نے لشکر گاہ (کیمپ) کو خالی کر دیا۔ اور آرام کو لڑائی سے بہتر سمجھا۔ امیر المومنین نے جب یہ حال دیکھا۔ تو آپ بھی کوفہ میں تشریف لے آئے۔ اور کوفیوں نے عذر کیا۔ لیکن قبول نہ فرمایا۔ اور بعد ازاں جب

حضرت فرماتے۔ وہاں کے لوگوں کو ملامت کرتے۔ جب کئی بار رنجش کا اظہار فرما چکے تو اس ملک کے بعض معززین نے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کی۔ یا امیر المومنینؑ! حضرت جس طرف کو تشریف لے جائیں۔ ہم ہرگز رکاب سے جدا نہ ہوں گے۔ اس باب کو امیر المؤمنین نے پسند کیا۔ اور آپ کے حکم سے حارث ہمدانی نے پکار کر کہا۔ کہ جو کوئی صدق دل اور نیک نیتی سے ساتھ دینے کو تیار رہے۔ اس پر لازم ہے۔ کہ کل فلاں مقام میں جو جمعیت لشکر کے قابل ہے حاضر ہو۔ اور دوسرے روز جب امیر المومنینؑ حیدر لشکر گاہ میں تشریف لے گئے۔ تو دیکھا۔ کہ تین سو سے زیادہ کوئی شخص نہیں آیا۔ فرمایا کہ اگر یہ جمعیت ہزار تک بھی پہنچ جاتی۔ تو میں ان کے بارے میں کچھ فکر کرتا۔ اور اس منزل میں دو روز غم و رنج کی حالت میں بسر کر کے کوفہ میں واپس آ گئے۔ اکثر مورخین نے روایت کی ہے کہ نہروان کے خوارج ملاعنہ کا واقعہ ۳۸ھ ہجری میں واقع ہُوا۔

منقبت [۱۵]۔ فوحات القدس میں ابو عبیداللہ عنوی سے روایت کی گئی ہے۔ کہ میں جنگ جمل . . . کے روز امیر المومنین کے پاس بیٹھا تھا کہ اتنے میں کچھ ملازموں نے آ کر عرض کی۔ یا امیر المومنینؑ! لشکر مخالف کے تیر ہم کو آ کر لگتے اور ہم کو زخمی کرتے ہیں۔ ہم کو لڑائی کی اجازت عطا فرمائیے۔ امیر المومنینؑ۔ خاموش رہے۔ دوسری جماعت نے نہایت خوف زدہ اور ہراساں ہو کر عرض کی۔ نزدیک ہے کہ دشمن ہم پر غالب ہو جائے۔ اور آپ ہم کو لڑائی کی اجازت نہیں دیتے۔ فرمایا اے قوم! میں کیوں کر جنگ کروں۔ حالانکہ میں ابھی فرشتوں کے نازل ہونے کا منتظر ہوں۔ جن کی بابت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے خبر دی ہے۔ اور جب تک فرشتے نازل نہ ہوں۔ میں لڑائی شروع نہ کروں گا۔

راوی بیان کرتا ہے کہ تھوڑی ہی دیر کے بعد ایک ہلکی ہلکی ہَوا چلی۔ جو عبیر و عنبر سے بھی زیادہ خوشبودار تھی۔ اور مشک اذفر سے بھی بڑھ کر خوشبو ہر طرف پھیل گئی۔ جب یہ آثار و علامات ظاہر ہوئے۔ تو امیر المومنینؑ اپنی زرہ جسم سے اُتار کر جنگ پر تیار ہو گئے۔ خدا کی قسم میں نے بہت سے معرکے اور بڑے بڑے نامور بہادروں کی بے شمار لڑائیاں دیکھی ہیں۔ لیکن ان میں کوئی لڑائی ایسی نہ تھی۔ جس میں اس سے جلد تر فتح نصیب ہوئی ہو۔

منقبت [۱۶]۔ نیز کتاب مذکور میں سرایت سے منقول ہے۔ کہ ایک روز مامون خلیفہ نے مجھ کو بُلا کر کہا۔ کہ میں تجھ سے دیوؤں کا قصّہ سُننا چاہتا ہوں۔ میں نے کہا۔ کہ میں نے محمد بن عبداللہ سے سُنا ہے۔ کہ وُہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتا ہے کہ اس معظمہ نے فرمایا۔ کہ ایک روز رسولؐ نے صحرا کا عزم کیا اور مجھ سے فرمایا۔ کہ جب میرا بھائی آئے اُس سے کہنا کہ مشکیزہ پانی سے بھر کر دو پہاڑوں کے درمیان میرے پاس لائے۔ جب امیر المومنینؑ آئے۔ میں نے رسولؐ خدا کا پیغام پہنچا دیا۔ وہ بزرگوار فوراً ذوالفقار کمر میں لگا مشک

کو پانی سے بھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے روانہ ہوئے۔ امیر المومنینؑ سے روایت ہے کہ جب میں دو پہاڑوں کے درمیان پہنچا۔ ایک بڈھا دیکھا کہ بکریاں چرا رہا ہے۔ میں نے کہا۔ اے بڈھے تجھے معلوم ہے کہ رسولِ خدا کہاں ہیں؟ وہ بولا۔ رسولِ خدا کون ہے۔ میں نے جواب دیا۔ کہ محمدؐ بن عبداللہ۔ بڈھے نے کہا۔ میں خدا اور رسولؐ کو نہیں جانتا۔ میں نے ایک پتھر اُٹھا کر اس کو مارا کہ اس کا سر ٹوٹ گیا۔ اس نے فریاد کی۔ اس کی فریاد سُن کر بے شمار سوار اور پیادے ان دونو پہاڑوں کے درمیان آکر جمع ہو گئے۔ اور سب نے مجھ پر حملہ کیا۔ میں نے بھی ذوالفقار کھینچ لی۔ اور بے دھڑک دائیں بائیں سے قتل کرنا شروع کیا۔ یہاں تک کہ وہ شکست کھا کر بھاگ گئے۔ آگے چل کر میں نے ایک عورت دیکھی۔ جو کالی رات سے بھی زیادہ سیاہ تھی۔ اور اس کے نیش میناروں کی مانند لمبے لمبے تھے۔ اور اس کی آنکھوں سے آگ اور ناک کے سوراخوں سے دھواں نکلتا تھا۔ مجھے دیکھ کر ہاتھ زمین پر مارا سات دیو نمودار ہوئے۔ اور انہوں نے مجھ پر حملہ کیا۔ میں نے ان پر حملہ کیا۔ اور ایک دیو کو دو ٹکڑے کر ڈالا۔ یہ دیکھ کر اس عورت نے آہ کی۔ اور بولی۔ میری کمر ٹوٹ گئی۔ پھر میں نے دوسرے دیو کو قتل کیا۔ باقی بھاگ گئے۔ اس عورت نے مجھ پر حملہ کیا۔ میں نے اس کو بھی دو ٹکڑے کیا۔ اس وقت ان دونوں پہاڑوں کے درمیان عجب طرح کا دھواں اور غبار اٹھا اور تاریکی چھا گئی اور میں نماز میں مصروف ہوا۔ یہاں تک کہ وہ دھواں دور ہو گیا۔ اس کے بعد آنحضرتؐ کے پاس پہنچ کر پانی کی مشک رکھ دی۔ آپ کو سخت پیاس لگی ہوئی تھی۔ پانی نوش فرما کر میری دونوں ابروؤں کے درمیان بوسہ دیا۔ اور فرمایا۔ اے بھائی! تم نے اس قدر دیر کیونکر کر دی؟ میں نے ساری سرگذشت عرض کی، فرمایا۔ وہ بڈھا چرواہا ابلیس ملعون تھا۔ اور اپنے لشکر کو تم پر چڑھا کر لایا تھا۔ اور وہ عورت یغوث تھی کہ اہلِ جاہلیت جب خانہ کعبہ کا طواف کرتے تھے تو اس سے مدد مانگا کرتے تھے۔ اے بھائی! تم نے جو اس ملعون کو قتل کیا تو ملائکہ آسمان اور کروبیان سخت متعجب ہوئے۔ اور اہلِ بہشت نے مسرور و خوشحال ہو کر کہا۔ سُبحان اللہ! آج تو نے ہم کو وہ نعمت عطا کی ہے۔ کہ آج تک ایسی نصیب نہ ہوئی تھی۔ اس لئے کہ تیرے ولی نے اس عورت کو قتل کیا۔ اور بہشت نے کہا۔ مجھ کو یہی شرف کافی ہے کہ میں علیؑ بن ابی طالب کا مسکن ہوں۔ بعد ازاں رسولؐ نے اپنا ہاتھ میرے کندھے پر مار کر فرمایا۔ اگر یہ خیال نہ ہوتا۔ کہ میری امت کے کچھ لوگ تمہارے حق میں وہی بات کہیں۔ جو نصاریٰ نے عیسیٰؑ کے حق میں کہی۔ تو میں تمہارے حق میں ایک ایسی بات کہتا۔ کہ لوگ تمہارے پاؤں کی خاک کو اپنی آنکھوں کا سرمہ بناتے۔ بعض منافقوں نے جب یہ بات سُنی تو کہنے لگے۔ کہ کیا یہ فضائل جو اپنے ابن عم کے حق میں بیان کرتا ہے۔ کافی نہیں ہیں جواب اُس کو

عیسیٰؑ سے مشابہت دیتا ہے۔ تب حق تعالیٰ نے ان کی تکذیب میں یہ آیت نازل فرمائی وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا إِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّونَ ۔ (اور جب ابنِ مریم کی مثال بیان کی جاتی ہے تو اس وقت تیری قوم اس سے روگردانی کرتی ہے۔)

منقبت ۳۸ نیز اسی کتاب میں منقول ہے۔ کہ ایک روز امیرؑ جنگل میں تشریف لے گئے تھے۔ خالد ایک لشکر لئے جا رہا تھا۔ جب امیرؑ کو دیکھا۔ تو ایک گرز آہنی جو اس کے ہاتھ میں تھا۔ اُٹھا کر سر پر مارنا چاہا۔ امیرالمومنینؑ نے ہاتھ بڑھا کر گرز اُس سے چھین لیا۔ اور اس کو موڑ کر قلادہ یعنی گردن بند کی طرح اس کی گردن میں ڈال دیا۔ تمام لوہاروں کو جمع کیا کہ اس کے نکالنے کی تدبیر کریں۔ اُنہوں نے کہا کہ جب تک اس لوہے کو آگ میں نہ ڈالیں نکال نہیں سکتے۔ اور جب آگ میں ڈالیں گے۔ تو ہلاک ہو جائے گا۔ اس کا علاج وہی شخص کر سکتا ہے۔ جس نے اس کو تیری گردن کی ہنسلی بنایا ہے۔ آخر مجبور ہو کر خالد نے چند اصحاب ستطاب کو واسطہ بنایا کہ امیرالمومنینؑ سے سفارش کریں۔ اصحاب خالد کو امیرالمومنینؑ کے پاس لے گئے۔ اور سید کائنات علیہ افضل الصلوٰت واکمل التحیات کی روح پرفتوح کی قسم دی کہ خالد پر رحم فرمائیے۔ اور بہت تضرع وزاری اور منت وسماجت کی۔ پس امیرالمومنینؑ نے اپنی دو ولایت نما اُنگلیوں سے خالد کو اس بلائے بے درمان سے نجات دی۔

منقبت ۳۹ عیون الرضا میں امیرالمومنین کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے۔ کہ ایک روز ایک بڈھا جس کا قد خمیدہ تھا اور شدتِ پیری کے سبب بھوؤں کے بال آنکھوں پر پڑے تھے اور ہاتھ میں عصا لئے ہوئے اور سر پر لمبی سُرخ رنگ کی ٹوپی رکھے تھا۔ اور اس کے کندھے پر ریشمی چادر پڑی تھی۔ جناب رسالت مآب صلعم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جبکہ آنحضرت خانہ کعبہ کو تشریف لے جا رہے تھے۔ اور عرض کی یا رسولؐ اللہ! میرے حق میں بخشش کی دعا فرمائیے۔ سرور کائنات صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا۔ اے بڈھے تیری کوشش ناامیدی اور خسران ونقصان ہے۔ اور تیرا عمل اور کارگزاری گمراہی اور ضلالت ہے۔ جب وہ بڈھا پیغمبرؐ کے پاس سے واپس چلا گیا۔ تو فرمایا اے بھائی! تم نے اس کو پہچانا۔ میں نے عرض کی۔ رسولِ خدا بہتر پہچانتے ہیں۔ فرمایا وہ ابلیس تھا۔ یہ سُن کر میں اس کے پیچھے روانہ ہوا۔ اور پاس پہنچ کر اس کو زمین پر دے مارا اور اس کے سینے پر چڑھ بیٹھا۔ اور گلا گھونٹنے کے لئے اس کے حلق پر اپنے ہاتھ رکھے۔ وہ بولا۔ اے ابوالحسنؑ! ایسا نہ کیجئے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو قیامت کے دن تک مہلت دے رکھی ہے۔ اور کہا۔ اے امیرالمومنینؑ خدا کی قسم! میں آپ کو واقعاً دوست رکھتا ہوں۔ اور آپ کو کوئی شخص دشمن نہیں رکھتا۔ مگر یہ کہ میں اس کی ماں میں اس کے باپ کے ساتھ شریک ہوتا ہوں۔ میں اس کی بات سُن کر مسکرایا اور اس کو چھوڑ دیا۔

بیت محبتِ شہ مرداں مجوز بے پدرے　　کہ دست غیر گرفت است پائے مادر اُو

منقبت[۱۹] ۔ کتاب امالی میں اسناد طویل کے ساتھ امام زین العابدین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز رسولِ خدا صلعم نے نماز صبح کے بعد فرمایا۔ اے لوگو! تم میں سے کون شخص ان تین مردوں کی طرف جاتا ہے۔ جنہوں نے میرے قتل کے لئے لات و عُزّےٰ کی قسم کھائی ہے۔ جب کسی نے جواب نہ دیا۔ تو فرمایا۔ معلوم ہوتا ہے کہ علیؑ بن ابی طالب تم میں موجود نہیں۔ اسی اثنا میں عامر بن قتادہ نے عرض کی۔ یارسولؐ اللہ امیرالمومنین علیؑ کمزور ہو رہے ہیں۔ اگر آپ فرمائیں۔ تو میں ان کو خبر دوں۔ فرمایا۔ بلا لو۔ جب ان کو خبر دی گئی۔ تو بہت جلد رسولِ خدا کی خدمت میں آ کر عرض کی۔ یا سیّدالمرسلینؐ کیا ارشاد ہے؟ فرمایا جبرئیلؑ نے مجھے خبر دی ہے کہ تین مشرکوں نے میرے قتل کا ارادہ کر رکھا ہے۔ امیرؑ نے عرض کی۔ یارسولؐ اللہ! آپ کی توجہ کی برکت سے میں اکیلا ہی ان تینوں کے لئے کافی ہوں۔ سرورِ کائناتؐ نے اپنی زرہ پہنائی اور اپنا عمامہ سرِ مبارک پر باندھا۔ اور اپنی تلوار کمر میں بندھوا کر اپنے خاص گھوڑے پر سوار کر کے فرمایا۔ جاؤ تمہیں بطور امانت خدا کے حوالے کیا۔ امیرالمومنینؑ باہر تشریف لے گئے۔ اور جب تین روز تک واپس نہ آئے۔ تو جناب سیّدۃ النساؑ حسنینؑ کو لے کر آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور اس معصومہ کے چہرۂ انور سے حزن و ملال کے آثار ظاہر ہو رہے تھے۔ سرورِ کائنات نے فرمایا۔ اے میری نورِ دیدہ غم نہ کھا کہ حق علیؑ کے ساتھ ہے۔ جہاں پر کہ وہ ہو۔ پھر آنکھوں میں آنسو بھر کر فرمایا۔ اے لوگو! جو کوئی میرے بھائی اور حبیب کی خبر لائے۔ میں اس کو بہشت کی خوشخبری دوں گا۔ لوگ متفرق ہو کر جناب امیرؑ کی تلاش میں نکلے۔ اسی اثنا میں جبرئیل علیہ السلام نے حاضر خدمت ہو کر امیرؑ کے احوال مفصل بیان کئے۔ ایک ساعت کے بعد امیرالمومنینؑ دو شخصوں کو قید کئے اور ایک کا سر نجس کاٹ کر اپنے ایک ہاتھ میں لٹکائے۔ اور دوسرے ہاتھ میں تین اونٹوں کی مہار تھامے رسولِ خدا کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ امیرؑ نے ان دو شخصوں سے فرمایا۔ کہو۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ایک بولا۔ مجھ سے یہ توقع نہ رکھو اور جلدی مجھ کو میرے اس ساتھی سے ملحق کرو۔ امیرؑ نے سرورِ کائناتؐ کے ارشاد کے موافق اس کو قتل کرنے کا ارادہ کیا۔ کہ اتنے میں جبرئیلؑ نے حاضر ہو کر عرض کی۔ یارسولؐ اللہ! حق تعالےٰ آپ کو تحفۂ سلام بھیجتا ہے اور فرماتا ہے۔ اس شخص کو قتل نہ کرنا۔ کیونکہ یہ اپنی قوم میں خلق اور سخاوت میں مشہور ہے۔ آنحضرت نے امیرالمومنینؑ سے فرمایا اے بھائی اس شخص کو قتل نہ کرو۔ کیونکہ یہ شخص اس جماعت سے ہے۔ جن کو انکا حسن خلق اور سخاوت بہشت عنبر سرشت میں لے جائے گی۔ اس یہودی نے جب یہ معجزۂ رسولؐ سے دیکھا تو ایمان لایا۔ اور بولا۔ اَشْهَدُ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ۔ (میں گواہی دیتا ہوں کہ تو خدا کا بھیجا ہوا ہے) اور اُس دوسرے شخص نے جب رسالت کا اقرار نہ کیا۔ امیرؑ نے اُس کو قتل کر دیا۔

منقبت[۲۰] شواہدالنبوۃ میں عبداللہ بن عباس سے روایت ہے۔ کہ جب خاتم الانبیا علیہ التحیۃ والثناء

مدینہ سکینہ سے مکہ معظمہ کی طرف روانہ ہوئے۔ اور منزل جحفہ میں فروکش ہوئے۔ وہاں پانی نہ ہونے کی وجہ سے مسلمان شدتِ تشنگی سے بیتاب ہوئے۔ اور اپنی بیتابی کا حال حضرت کی خدمت میں عرض کیا۔ فرمایا اے مسلمانو! تم میں کوئی ایسا بھی ہے۔ جو چند مسلمانوں کو ساتھ لے کر فلاں کوئیں میں سے پانی کی مشکیں بھر لائے کہ رسولِ خدا اس کے لئے ہمیشہ بہشت میں رہنے کی ضمانت کرتا ہے۔ ایک صحابی نے اور ایک روایت میں بیان کیا ہے۔ کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اُٹھ کر اس خدمت کو قبول کیا۔ آنحضرتؐ نے کچھ سقّے اُس کے ساتھ کر دیئے راوی سلمہ بن الاکوع سے نقل کرتا ہے کہ میں بھی اس جماعت کے ساتھ تھا۔ جب ہم اس کنوئیں کے قریب پہنچے تو وہاں کچھ درخت تھے۔ جن کی شاخوں اور پتّوں سے ہم نے عجیب وغریب آوازیں سُنیں۔ اور عجیب عجیب حرکتیں مشاہدہ کیں۔ اور سب سے عجیب تر بات یہ ہے۔ کہ ہر طرف سے بغیر لکڑی کے آگ بھڑکتی نظر آ رہی تھی۔ جب ہم نے یہ خوفناک اور وحشت انگیز عجیب وغریب واقعات مشاہدہ کئے۔ تو بڑا خوف ہم پر طاری ہوا۔ اور ان درختوں تک پہنچنے کی تاب باقی نہ رہی۔ ناچار واپس آ کر سارا ماجرا حضرت کی خدمت میں عرض کیا۔ حضرت نے مُسکرا کر فرمایا۔ وہ جنوں کی ایک جماعت تھی۔ جو تم کو ڈراتے تھے۔ اگر تم چلے جاتے تو کسی قسم کا آسیب اور کوئی ضرر نہ پہنچتا۔ جب دوسرے نے یہ بشارت سُنی۔ عرض کی یارسولؐ اللہ! اگر اجازت ہو تو میں اس خدمت کو انجام دوں؟ حضرت نے بدستور سابق سقّے اس کے ساتھ کر دیئے۔ جب وہ مقام موعود پر پہنچے تو ان کو وہی صورت پیش آئی۔ اور پہلوں کی طرح بے نیل مرام واپس آ کر سارا حال عرض کیا۔ جب آفتاب غروب ہونے لگا اور اصحاب پیاس کے مارے مرنے کے قریب ہو گئے۔ تو سیّد المرسلینؐ نے امیر المومنین کرم اللہ وجہہ سے فرمایا۔ اے بھائی! ان سقّوں کو ہمراہ لے کر اس کوئیں سے پانی لاؤ۔ سلمہ بن الاکوع بیان کرتا ہے کہ ہم نے مشکیں کندھوں پر رکھ لیں۔ اور تلواریں حمائل کر کے حضرت امیر المومنینؑ کے ہمراہ باہر نکلے۔ اور امیر المومنینؑ خضر علیہ السلام کی طرح آگے آگے چلے جاتے تھے اور ہم پیاسوں کی جماعت اس ساقی کوثر کے پیچھے پیچھے جا رہی تھی۔ اور حضرت امیرؑ یہ رجز پڑھ رہے تھے۔ ؎

اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ اِنْ اسیلا — عن جرف جن اظهرت تهویلا

وقدت نیرانها تعویلا — وقرات مع عزلها الطویلا

یہاں تک کہ ہم اس مقام پر جا پہنچے۔ جہاں سے آوازیں اور حرکتیں اس کثرت سے ظاہر ہوئی کہ ہم پر خوف طاری ہوا۔ میں اپنے دل میں کہتا تھا۔ کہ امیر المومنینؑ بھی ان دو شخصوں کی طرح خالی واپس ہوں گے۔ اسی اثنا میں ہماری طرف مخاطب ہو کر فرمایا۔ میرے قدم بقدم چلے آؤ۔ اور اس طلسمات سے جو تمہیں نظر آ رہا ہے۔ انشاء اللہ کوئی ضرر تم کو نہ پہنچے گا۔ جب ہم ان درختوں کے درمیان پہنچے پہلے کی طرح آگ کے بڑے بڑے

شعلے بھڑکنے لگے۔ اور کٹے ہوئے سر نظر آتے تھے۔ اور ہولناک آوازیں کانوں میں سُنائی دیتی تھیں۔ کہ ہمارے ہوش وحواس جاتے رہے۔ امیرؑ دلیرانہ ان سروں پر سے گزر رہے تھے اور ہم سے فرماتے جاتے تھے۔ بیدھڑک میرے پیچھے پیچھے چلے آؤ۔ اور دائیں بائیں نظر نہ کرو۔ تم کو کسی قسم کا خطرہ نہیں ہے ہم سب آپ کے پیچھے چلے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ اس کوئیں پر پہنچ گئے۔ اور اس مالک کا ایک ڈول تھا۔ جو دو ڈولوں کے برابر تھا۔ جب ہم نے اس کو کوئیں میں ڈالا۔ تو اس کی رسی ٹوٹ گئی اور کوئیں کے اندر سے قہقہہ مار کر ہنسنے کی آواز آئی۔ امیرؑ نے فرمایا۔ تم میں سے کوئی شخص جاکر لشکر میں سے اور ڈول لے آئے۔ اصحاب نے عرض کی۔ کہ آپ کی پیروی کی برکت سے ہم درختوں سے گزر کر یہاں تک پہنچے ہیں۔ اب کس کو طاقت ہے۔ کہ تنہا لشکر میں جاکر ڈول لائے۔ تب امیر علیہ السلام رسی اپنی کمر میں باندھ کر کوئیں میں اُترے۔ قہقہہ کی آواز زیادہ تر آنی شروع ہوئی جب آپ پانی کے قریب پہنچے۔ تو آپ کا پاؤں لغزش کھا گیا۔ اور آپ گر پڑے۔ کوئیں میں سے ایک شور عظیم بلند ہوا۔ اور ایسی آواز آئی۔ جیسے کسی کا گلا گھونٹ دیا ہو۔ ناگاہ امیرالمومنینؑ نے یہ آواز بلند پکارا۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَنَا عَبْدُ اللّٰہِ وَاَنَا اَخُ رَسُوْلِ اللّٰہِ۔ (میں اللہ کا بندہ ہوں اور میں رسولؐ خدا کا بھائی ہوں) اور مشکیں طلب فرمائیں اور ایک ایک کو بھر کر اُوپر بھیجتے رہے۔ بعد ازاں کوئیں سے نکلے اور آپ دو مشکیں اٹھائیں اور سب ایک ایک مشک اُٹھا کر لشکر کو روانہ ہوئے۔ اور جب ان درختوں میں پہنچے تو پہلے جو دیکھا اور سُنا تھا۔ اس کا کہیں نشان بھی نہ پایا۔ اور جب ہم ان درختوں سے نکل گئے۔ تو ایک خوفناک آواز سُنی کہ ایک ہاتف سیدالمرسلینؐ کی نعت اور امیرالمومنینؑ کی منقبت میں اشعار پڑھ رہا ہے اور امیرالمومنینؑ بدستور سابق سرو خراماں کی طرح ہمارے آگے آگے رہبری کرتے اور رجز پڑھتے جاتے تھے، یہاں تک کہ ہم جناب رسالت مآب کی خدمت میں جا پہنچے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ وہ ہاتف عبداللہ نام ایک جن تھا۔ جس نے شیطان صنّامِ مشعر کو کوہِ صبا میں قتل کیا۔

منقبت [۱۲] احسن الکبار میں منقول ہے کہ بدر کی رات میں تین ہزار فضیلتیں امیرالمومنین کرم اللہ وجہہ کو حاصل ہوئیں منجملہ ان کے ایک یہ ہے۔ کہ جب سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تین سو پانچ اصحاب کو ہمراہ لے کر بدر میں فروکش ہوئے۔ اور کفار قریش بھی حضرت کے ساتھ لڑنے کے لئے وہاں آ اُترے جب رات ہوئی تو حضرت کے لشکر گاہ میں پانی موجود نہ تھا۔ اصحاب کو پانی کی ضرورت ہوئی۔ آنحضرتؐ نے تین دفعہ فرمایا کوئی مرد ایسا ہے جو پانی لائے اور تینوں دفعہ امیرالمومنینؑ کے سوا کسی نے جواب نہ دیا۔ آخر کار رسولؐ کی اجازت کے بعد مشک اٹھائی۔ اور اس نواح میں ایک کُنواں تھا۔ جو بہت دور اور سخت تاریک تھا اور دن میں بھی اس سے پانی لینا محال معلوم ہوا تھا۔ آپ اس کوئیں میں اُترے۔ اور مشک بھر کر جب اُوپر آئے۔

تو ایک تُند ہوا چلی۔ اور سارا پانی گر گیا۔ جب دوبارہ پانی بھر کر لائے۔ تو بھی ہوائے تُند نے گرا دیا۔ اور تین دفعہ ایسا ہی واقع ہوا۔ جب چوتھی دفعہ پانی لے کر باہر آئے۔ تو ہوا نہ تھی۔ آخر رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر سارا قصہ بیان کیا۔ فرمایا۔ اے بھائی! پہلی ہوا تو جبرئیل علیہ السّلام تھے۔ کہ ہزار فرشتہ ہمراہ لے کر تم کو سلام کیا۔ اور دوسری میکائیلؑ تھے۔ جس نے ہزار فرشتوں کے ہمراہ تمہیں سلام کیا۔ اور تیسری دفعہ اسرافیلؑ نے ہزار فرشتوں کے ہمراہ تمہیں سلام کیا۔ اور تمہاری تین ہزار منقبت بیان کی۔ اور پانی تین دفعہ اس لیئے گرایا گیا کہ تمہاری شجاعت کو آزمائیں کہ کس درجہ کی ہے۔

مؤلف عرض کرتا ہے۔ کہ اس قصہ کو ابوسفیان ثوری علیہ الرحمہ نے اسانید صحیحہ سے روایت کیا ہے۔

منقبت [۲۲]۔ نیز اسی کتاب میں اسناد طویل کے ساتھ عبداللہ بن ابی لیلٰے رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ ایک روز ایک جن نے رسولِ خدا کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی۔ کہ یارسولؐ اللہ اپنے کسی صحابی کو ہماری قوم میں بھیج دیجئے تاکہ ہم کو قرآن کی تعلیم دے۔ سیّدالمرسلین صلعم نے امیرالمومنین کرم اللہ وجہہ کو جانے کا حکم دیا۔ اور شیخین۔ عثمان اور ابوذر غفاری رضی اللہ عنہم کو بھی آپ کے ہمراہ کیا۔ اور فرمایا کہ بات نہ کرنا۔ کہ نقصان ہوگا۔ جب امام انس وجان رسول ذوالمنن کو ہمراہ لے کر روانہ ہوئے۔ تو ایک ایسے مقام پر پہنچے۔ جو کانٹوں اور کوڑے کرکٹ سے اس قدر بھرپور تھا۔ کہ چڑیا کو بھی گزرنا ممکن نہ تھا۔ پس امیرالمومنینؑ کی اجازت سے اوّل تو ابوبکرؓ نے آگے جا کر سلام کیا۔ بعد ازاں ابوذر غفاریؓ اور عمرؓ بن الخطاب رضی اللہ عنہم نے آگے بڑھ کر سلام کیا۔ مگر کسی نے اُن کے سلام کا جواب نہ دیا۔ جب امیرؑ نے آگے بڑھ کر سلام کیا تو ہر طرف سے عَلَیْكَ السلام وَرَحْمَۃُ اللہِ وَبَرَکَاتُہٗ کی صدائیں بلند ہوئیں۔ اور کانٹے اور کوڑا کرکٹ بھی ایک دم صاف ہو کر ایک تخت نمودار ہوا۔ امیرالمومنینؑ نے اس تخت پر جلوس فرمایا۔ اور ہماری نظروں سے غائب ہو گئے۔ اصحاب آنجناب کی کثرت محبت کی وجہ سے محزون و غمگین ہوئے۔ اور کہنے لگے۔ افسوس کہ جن علیؑ کو لے گئے۔ اسی اثنا میں امیرالمومنینؑ اُن کو قرآن کی تعلیم دے کر باہر آئے۔ اور اصحاب کو ہمراہ لے کر جناب رسالتمآبؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آنحضرت نے صحابہ سے فرمایا۔ تم نے وہاں جا کر بات کی۔ حالانکہ میں نے منع کر دیا تھا۔ انہوں نے عرض کی یارسولؐ اللہ جب علیؑ ہماری نظروں سے غائب ہو گئے۔ تو ہم ان کی جدائی میں مکدر و محزون ہو کر ڈر گئے تھے۔ فرمایا حق علیؑ کے ساتھ ہے۔ جہاں کہ وہ ہو۔ اور وہ خدا و رسولؐ کے سوا اور کسی شخص سے خوف و ہراس نہیں رکھتا۔

منقبت [۲۳]۔ نیز کتاب مذکور میں بہ اسناد طویل امام جعفر صادق رضوان اللہ علیہ سے روایت ہے

کہ ایک روز جنگ صفین میں مالک بن اُشتر نے اپنے دل میں یہ بُرا خیال کیا۔ کہ آیا میری قوت زیادہ ہے۔ یا جناب امیرالمومنین کی۔ امیرؑ نے اس کے دلی خیال پر مطلع ہو کر دُلدل کو آگے بڑھایا۔ اور ذی الکلاح حمیری پر جو کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک دشمن تھا۔ حملہ کیا۔ اور اس کو زمین سے اُٹھا کر ہوا میں پھینکا۔ اور نیچے آنے پر ذوالفقار سے دو ٹکڑے کر ڈالا۔ جب مالک نے اس قسم کا کشف وکرامت اور یہ قوت وشجاعت مشاہدہ کی۔ دُلدل کے پاؤں میں سر رکھ دیا اور معافی مانگی اور توبہ کی کہ پھر کبھی ایسا خیال دل میں نہ لاؤں گا۔

منقبت[۲۴] حکایات ناصری میں مرقوم ہے۔ کہ امیرالمومنین علیؑ شیر کی طرح نعرہ مارتے اور شیر کی طرح جھپٹ کر حملہ کرتے۔ اور آپ کی قوت شیر سے بدرجہا بڑھی ہوئی تھی۔ جس نے درِ خیبر کو بنیاد سے اُکھاڑ ڈالا۔ بے شک وشبہ وہ اسداللہ یعنی شیر خدا ہیں۔

منقول ہے کہ ایک روز آپ نے گینڈے کی ٹانگ کو پکڑ کر گرا دیا۔ اور اس کے سینگ کو پاؤں کے تلے دبا کر ذبح کیا۔ اصحاب نے رسولؐ سے سوال کیا۔ کہ امیرالمومنین علیؑ نے گینڈے کو ذبح کیا ہے ہم کھائیں یا نہ کھائیں۔ فرمایا پوچھنے کی کیا ضرورت ہے۔ جس چیز کو علیؑ ذبح کرے وہ حلال ہے۔

منقبت[۲۵] زہرۃ الریاض میں عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے۔ کہ ایک دن جبرئیل علیہ السلام بہشت سے ذوالفقار لے کر رسولؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کی کہ حق تعالیٰ بعد تحفۂ سلام ودرود فرماتا ہے۔ اے محمدؐ بنی آدم میں وہی شخص ذوالفقار کے رکھنے کا مستحق وسزاوار ہے۔ جو ہر وقت لڑائیوں میں مشغول رہے۔ اور کافروں یعنی معاندوں اور دین سے خارج لوگوں کا قلع قمع کرتا رہے۔ سرورِ کائنات صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا۔ وہ شخص کون ہے؟ جبرئیلؑ نے عرض کی۔ کہ جو شخص ابلیس کی بیٹی کو جو فلاں وادی میں ہے۔ قتل کرے۔ رسولؐ اپنے اصحاب کے ہمراہ اس وادی میں تشریف لے گئے۔ دیکھا کہ ابلیس کی بیٹی نہایت حسینہ وجمیلہ ہے۔ اور اس کے آگے ایک کالے پانی کا نالہ نہایت تیزی سے جاری ہے۔ پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تلوار ابوبکرؓ کے حوالے کی۔ اور فرمایا۔ جا کر اس دخترِ ابلیس کو قتل کر۔ ابوبکرؓ روانہ ہوئے۔ جب اس کے پاس پہنچے۔ تو لڑکی نے اس طرح فریاد کی۔ کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کثرتِ خوف سے واپس آ گئے۔ پھر امیرالمومنین علیؑ نے سیدالمرسلینؐ کے حکم سے ادھر کا رُخ کیا جب اس کے نزدیک پہنچے۔ ابلیس کی دختر بداختر نے بدستور سابق مکروفریب سے فریاد کی۔ حضرت نے اس پر حملہ کر کے سر تن سے جدا کیا۔ اور سرورِ کائنات کی خدمت میں لائے۔ آنحضرتؐ نے ذوالفقار مرتضیٰ علیؑ کو عطا فرمائی۔ امیرالمومنینؑ نے جب

ذوالفقار پر سے خون کو صاف کیا۔ تو دیکھا کہ اس کے اوپر چار مقام پر لکھا ہے لَا فَتیٰ اِلَّا عَلِی لَا سیف اِلَّا ذوالفقار۔ (علی سا کوئی جوان نہیں اور ذوالفقار سی کوئی تلوار نہیں) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سطروں کو دیکھ کر نہایت خوش ہوئے۔ اور فرمایا۔ صاحب ذوالفقار علیؑ بن ابی طالب ہے۔

غزل

اے گزیدہ مرخدا بیت یا امیر المومنینؑ — خوانده نفس مصطفایت یا امیر المومنینؑ
گردنان دہر را آورده سرہا زیرِ حکم — بازوئے زور آزمایت یا امیر المومنینؑ
خازنان کان و دریا کیسہ ہا پُر ساختند — زورِ بازوئے سخایت یا امیر المومنینؑ
از نسیم باد نوروزی نہ شاید کرد یاد — پیش قلب جانفزایت یا امیر المومنینؑ
مدح را شائستہ فات تو باید گفت و بس — کیست تا گوید ثنایت یا امیر المومنینؑ
خاطر ہمچوں من شوریده خاطر کے کند — وصف قدر کبریایت یا امیر المومنینؑ
با ہمہ بالا نشینی عقل کل نا برده را — زیر شادروان رایت یا امیر المومنینؑ
گر بُدے بالا تر از عرش بریں جائے دگر — گفتمے کا نجاست جایت یا امیر المومنینؑ
آنچہ تو شائستہ آنی زروئے عز و جاه — کس نہ داند جز خدایت یا امیر المومنینؑ
ما ہمہ بر درگہ لطف گدائی میکنیم — اے ہمہ شاہاں گدایت یا امیر المومنینؑ
آنچہ عیسٰی مرده زنده کرد در مزے بود و بس — از لب معجز نمایت یا امیر المومنینؑ

باب دہم

امیر المومنین کرم اللہ وجہہ کی فراست وکیاست (دانائی) اور اُس کے متعلقات کے بیان میں

قدوۂ محققان مخدوم جہانیاں قدس سرہٗ کے ملفوظات میں لکھا ہے۔ کہ خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے

زمانے میں چالیس سے اوپر مسائل ہیں جو امیر المومنین کرم اللہ وجہہ کی فراست کے سوا حل نہیں ہو سکتے۔ اس خبر کی بنا پر مؤلف نے نہایت کوشش اور جد و جہد کے ساتھ ان میں سے چند مسائل کتب معتبرہ سے انتخاب کر کے اس مجموعۂ محمودہ میں درج کئے ہیں۔ ان میں سے کچھ تو باب علم و خوارق میں مذکور ہو چکے ہیں۔ باقی اس باب میں تحریر کئے جاتے ہیں۔

منقبت ۱؎ ملفوظ مخدوم میں لکھا ہے۔ کہ اسانید صحیحہ سے ثابت ہو چکا ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب کے عہد خلافت میں دو شخصوں نے دار الشرع میں آکر میراث کا دعوےٰ کیا۔ ہر ایک دوسرے کو کہتا تھا۔ تو میرے باپ کا بیٹا نہیں ہے۔ اور ان کا کوئی گواہ بھی نہ تھا۔ عمرؓ نے فرمایا۔ کہ شرع شریف میں یہ معاملہ بغیر گواہ کے فیصل نہیں ہو سکتا اور ان دونوں شخصوں نے کہا۔ یا امیر المومنین چونکہ تو زمانے کا خلیفہ ہے پس ہم جیسے غریب اور عاجز جناب کے سوا اور کہاں پناہ لیں۔ اور کس کی طرف متوجہ ہوں۔ خلیفہ صاحب اس عرض کو سُننے کے بعد مراقبے کے طور پر دیر تک سر جھکا کر سوچتے رہے۔ پھر سر اُٹھا کر عمار یاسرؓ سے فرمایا جو کچھ شرع میں ہے وہ تو میں نے ان کے خاطر نشان کر دیا۔ کہ تم میں سے جو شخص حق پر ہو۔ وہ دو گواہ پیدا کرے عمار رضی اللہ عنہ نے عرض کی۔ یا ابا حفص! ایسے مشکل مسائل میں امیر المومنین علیؑ کی طرف رجوع کرنا چاہیئے اس لئے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اکثر اپنے اصحاب مستطاب سے مخاطب ہو کر فرمایا کرتے تھے۔ اَقْضَاکُمْ عَلِیٌّ وَالْقَضَاءُ تَحْتَاجُ اِلیٰ جَمِیعِ العلی (یعنی تم سب میں بڑا قاضی یعنے فیصلہ کرنے والا علی ہے۔ اور قضا یعنے فیصلہ کرنے میں تمام علوم کی ضرورت پڑتی ہے) یہ سُن کر عمر رضی اللہ عنہ نے کہا۔ جَزَاکَ اللہُ خَیْراً یَا عَمَّارُ اے عمارؓ خدا تجھے جزائے خیر دے۔ جو بات مجھے بھول گئی تھی۔ خوب یاد دلائی۔ تم ان دونوں کو علیؑ بن ابی طالب کی خدمت میں لے جاؤ۔ اور سارا قصّہ بیان کرو۔ عمارؓ بیان کرتے ہیں۔ کہ جب میں در شہر علوم کے دروازے پر پہنچا۔ قبل اس کے کہ آپ کی نظر مجھ پر پڑے۔ اندر ہی سے ارشاد فرمایا۔ اے عمارؓ! ان دونوں شخصوں کو دار الشرع میں واپس لے چل۔ تھوڑی دیر کے بعد وہاں تشریف لائے اور فرمایا۔ وہ دو جوان کہاں ہیں؟ جب وہ حاضر ہوئے۔ تو دونوں جدا جدا کر کے فرمایا۔ سچ سچ کہو۔ اس شخص کا صلبی بیٹا جو اس کی وراثت کا دعویدار ہے۔ تم میں سے کون ہے۔ دونوں نے اپنے اپنے قول پر اصرار کیا۔ اور ہر ایک نے یہی کہا کہ میں اس شخص کا صلبی بیٹا اور وارث ہوں۔ فرمایا۔ تمہارے باپ کی قبر کہاں ہے؟ انہوں نے پتہ بتا دیا ایک شخص کو حکم دیا۔ کہ ان کے باپ کی قبر اکھاڑ کر ایک ہڈی نکال لا۔ جب وہ لے آیا۔ تو حجام کو بلوا کر دونوں کو فصد کرائی۔ اور ہر ایک کا خون جدا جدا برتنوں میں لیا۔ اور اس ہڈی کے دو ٹکڑے کر کے دونوں برتنوں میں ایک ایک ٹکڑا ڈال دیا۔ اور دونوں برتنوں کو اُوپر سے ڈھانپ دیا۔ جب ایک ساعت کے بعد کھولا۔ تو خلقت نے

اپنی آنکھ سے دیکھ لیا کہ ایک ہڈی نے تو سارا خون چوس لیا ہے۔ اور دونوں مل کر ایک چیز بن گئی ہے۔ اور دوسرے ٹکڑے میں خون کا ذرا بھی اثر نہ ہوا۔ یہ دیکھ کر حضرت امیرؑ نے اس چھوٹے جوان سے فرمایا۔ اگر تو اس کا صلبی بیٹا ہوتا تو اس کی ہڈی تیرے خون کو ضرور جذب کر لیتی۔ اور جس کے خون کو ہڈی نے جذب کر لیا تھا۔ اس کے باب میں حکم دیا۔ کہ میراث اس کے حوالے کی جائے۔ حاضرین مجلس نے جب یہ عجیب وغریب واقعہ مشاہدہ کیا۔ سب کے سب ایک زبان ہو کر امیر المومنین کرم اللہ وجہہ کی مدح وثنا کرنے لگے۔ اور عمر رضی اللہ عنہ نے جناب امیرؑ کے دونوں ہاتھوں پر بوسہ دیا۔ اور افراط محبت کی وجہ سے آنکھوں میں آنسو بھر لائے۔ اور کہا یا ابا الحسن خدا تعالےٰ آپ کے بغیر عمرؓ کو دنیا میں زندہ نہ رکھے۔

منقبت ۲۷۔ نیز اسی کتاب میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آکر اپنی عورت کی شکایت کی کہ وہ زنا سے حاملہ ہوئی ہے۔ عمرؓ نے پوچھا۔ تیرا کوئی گواہ ہے۔ وہ بولا۔ کوئی نہیں لیکن میں اس طرح جانتا ہوں کہ ہمیشہ اس کے دُبر میں جماع کرتا رہا ہوں۔ اس لئے اس نے ضرور زنا کیا ہے حضرت عمرؓ نے اس عورت کے سنگسار کرنے کا حکم دیا۔ جب اس کو دار الشرع سے باہر لائے . . . . . تو رستے میں امیر المومنین کرم اللہ وجہہ سے ملاقات ہوئی۔ عورت نے فریاد کی۔ یا امیر المومنینؑ میری فریاد کو پہنچو۔ کہ مجھے بے قصور سنگسار کرتے ہیں۔ امیرؑ نے اس کو ٹھہرانے کا حکم دیا۔ اور دار الشرع میں آکر فرمایا۔ اے ابو حفص مقدمات کے حکم دینے اور فیصلہ کرنے میں جلد بازی سے کیوں کام لیا کرتے ہو خصوصاً سنگسار کرنے کے معاملات ہیں۔ عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی۔ یا ابوالحسن! دُبر میں جماع کرنے سے عورت کیوں کر حاملہ ہو سکتی ہے؟ امیرؑ نے فرمایا۔ دونوں رستے ایک ہی مقام پر جا کر منتہی ہوتے ہیں۔ شاید کوئی قطرہ رحم میں پڑ گیا ہو۔ لیکن اس شخص کو جو اپنی زبان سے دُبر میں دخول کرنے کا اقرار کرتا ہے۔ حد لگانی چاہیئے۔ تاکہ آخرت کے عذاب میں گرفتار نہ ہو۔ اس لئے کہ وہ سیدھے رستے نہیں چلا۔ عمرؓ نے عرض کی۔ یا ابوالحسن! اس مرد کے لئے آپ حد لگانے کا حکم کس لئے فرماتے ہیں۔ امیر المومنینؑ نے مسکرا کر فرمایا۔ کیا تم نے وہ حدیث سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نہیں سُنی۔ کہ فرمایا ہے۔ مَنْ دَخَلَ اِمْرَءَ تَہٗ فِی الدُّبُرِ اَکَبَّہُ اللہُ فِی النَّارِ یعنی جو کوئی اپنی عورت سے پیچھے کی راہ سے نزدیکی کرے۔ اللہ تعالیٰ اُس کو اوندھا آتش دوزخ میں ڈالے گا۔ نیز ارشاد فرمایا ہے۔ مَنْ دَخَلَ اِمْرَءَ تَہٗ فِی الدُّبُرِ لَعَنَہُ اللہِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَھُوَ اَنْتَنُ مِنَ الْجِیفَۃِ۔ یعنی جو کوئی اپنی بیوی سے پیچھے کی راہ سے دخول کرے۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اسکو ایسی حالت میں اُٹھائے گا۔ کہ وہ مردار سے زیادہ بدبودار ہوگا۔ خلیفہ زمان نے جب اس قسم کا موعظہ جناب امیرؑ سے سُنا۔ تو بولے صَدَقْتَ

یَا اَبَا الحَسَنِ۔ اے ابوالحسن آپ نے سچ فرمایا۔ خدا تعالیٰ عُمرؓ کو آپ کے بغیر زندہ نہ رکھے۔

اس قضیے کے بیان کرنے کے بعد مخدوم جہانیاں فرماتے ہیں "یہاں سے یہ لازم نہیں آتا کہ دُبُر بھی حرث یعنی کھیت ہے۔ حرث صرف قُبُل ہی ہے۔ مثلاً اگر دانہ کسی پہاڑ پر یا زمین خراب یا سنگلاخ زمین پر پڑے اور اُگ آئے۔ تو کچھ تعجب کی بات نہیں۔ لیکن اس کو کھیتی نہیں کہہ سکتے۔ اس لئے امیرالمومنینؑ کا قول قرآن مجید کے مخالف اور مناقض نہیں ہے۔ کہ خدا فرماتا ہے۔ فَأْتُوا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ (پس تم اپنی کھیتی میں آؤ۔ جہاں سے چاہو)۔ بقرہ ۲۸

منقبت ۳ لطائف الطوائف میں منقول ہے۔ کہ احادیث صحیحہ میں متواتر وارد ہوا ہے۔ کہ ایک روز جناب سیّد کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اصحاب کے ساتھ خرما تناول فرما رہے تھے۔ اور ظرافت اور مزاح کے طور پر گٹھلیاں امیرالمومنینؑ کے آگے رکھتے جاتے تھے۔ اور حضرت کے اشارے سے اصحاب بھی ایسا ہی کرتے تھے۔ جب فارغ ہو چکے۔ تو اصحاب سے مخاطب ہو کر دریافت فرمایا۔ تم میں سے خرما کس نے زیادہ کھائے ہیں؟ انہوں نے عرض کی۔ یا سیّدالمرسلینؐ! فَمَنْ كَثُرَ نَوَاتُهٗ فَهُوَ اَكُوْلٌ یعنی جس کی گٹھلیاں زیادہ ہوں۔ اُس نے زیادہ خرما کھائے ہیں۔ امیرالمومنین نے جواب دیا۔ مَنْ اَكَلَ مَعَ النَّوَاةِ فَهُوَ اَكُوْلٌ۔ (یعنی جس نے گٹھلیوں سمیت کھائے۔ اس نے زیادہ کھائے ہیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ میرے بھائی کو بات میں مات دینا مشکل ہے۔ اس لئے کہ میں علم کا شہر ہوں۔ اور علیؑ اس شہر کا دروازہ ہے۔

منقبت ۴ نیز کتاب مذکور میں کشف الغمہ سے منقول ہے۔ کہ ایک روز ابوبکر صدّیقؓ۔ عمر بن الخطابؓ اور امیرالمومنین علی رضی اللہ عنہم سیر کرتے ہوئے پیادہ چلے جاتے تھے۔ چونکہ شیخین طویل القامت تھے مزاح اور ہنسی کے طور پر امیرؑ سے کہا۔ یَا عَلِیُّ اَنْتَ بَيْنَنَا كَالنُّوْنِ فِیْ لَنَا۔ یعنی اے علیؑ تم ہمارے درمیان ایسے ہو۔ جیسے لَنَا میں نُون۔ امیرالمومنینؑ نے جواب میں فرمایا۔ لَوْلَا اَنَا بَيْنَكُمَا لَكُنْتُمَا لَا۔ اگر میں تمہارے درمیان نہ ہوں تو تم دونوں لَا رہ جاؤ۔ یعنی کچھ نہ رہو۔

منقبت ۵ نیز کتاب مذکور میں مسطور ہے۔ کہ ایک روز دو منافق امتحان کے طور پر حضرت امیرالمومنینؑ کے پاس آئے۔ ایک نے کہا۔ یا امیرالمومنینؑ! اس شخص نے میری توہین کی ہے۔ اس لئے کہ یہ کہتا ہے۔ کہ مجھے رات کو تیری ماں سے احتلام ہوا ہے۔ شرع میں اس کی تعزیز کا کیا حکم ہے؟ فرمایا۔ اس کو دھوپ میں کھڑا کر۔ اور اس کے سایہ پر دُرّہ لگا۔

منقبت ۶ نیز کتاب مذکور میں منقول ہے۔ کہ ایک روز ایک یہودی نے اعتراض کے طور پر امیرالمومنینؑ

سے کہا۔ ابھی تمہارے پیغمبر کو دفن بھی نہ کیا تھا۔ کہ تمہارے درمیان اختلاف پیدا ہوگیا۔ امیرؑ نے جواب میں فرمایا۔ جو اختلاف کہ ہمارے درمیان پیدا ہُوا۔ وہ ایک مسئلہ میں تھا۔ لیکن ابھی تمہارے پاؤں نیل سے خشک نہ ہونے پائے تھے۔ کہ تم نے اپنے پیغمبر سے کہا۔ اِجْعَلْ لَنَا اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ ۔ یعنے تو ہمارے واسطے ایک خدا پیدا کر۔ جیسا کہ بُت پرستوں کے خدا ہیں۔ یہود شرمندہ ہو کر اپنے اعتراض سے سخت پشیمان ہُوا۔

منقبت نیز کتاب مذکور میں منقول ہے۔ کہ ایک روز امیرالمومنین کرم اللہ وجہہ نے اپنے اصحاب سے فرمایا۔ میں نے کبھی کسی شخص سے نہ نیکی کی ہے نہ بدی۔ اصحاب نے عرض کی۔ یا امیرالمومنینؑ! یہ نکتہ ہماری سمجھ میں نہیں آیا۔ مہربانی کرکے بیان فرمائیے۔ فرمایا۔ جو کوئی کسی شخص سے نیکی کرے۔ اس نیکی کی جزا اس کو مل جاتی ہے۔ تو دراصل اس نے اپنے ہی ساتھ نیکی کی ہے۔ اور جو کوئی کسی کے ساتھ بدی کرتا ہے۔ اس بدی کی سزا بھی اس کو ملتی ہے۔ پس درحقیقت اس نے اپنے ہی ساتھ بدی کی ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۔ پس جو کوئی ذرہ بھر نیکی کرے۔ وہ اُس کو دیکھتا ہے۔ اور جو کوئی ذرّہ برابر بدی کرے وہ اُس کو دیکھتا ہے) زلزال ع۱

منقبت مستدرک حاکم اور صواعق محرقہ میں ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ کہ سیّدِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں ایک بیل نے ایک گدھے کو مار ڈالا۔ بیل اور گدھے کے مالک حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور صورت واقعہ بیان کی۔ آنحضرتؐ نے اصحاب سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ اس مقدمے میں حکم کرو۔ صحابہ نے متفق ہو کر عرض کی۔ یا رسولؐ اللہ۔ بیل اور گدھے کے مالکوں پر کوئی تکلیف نہیں ہو سکتی۔ اور نہ حیوانوں کا کچھ قصور ہے۔ اگر حیوان حیوان کو مار ڈالے۔ تو شرع میں کچھ تکلیف اس پر نہیں ہے۔ بعد ازاں امیرؑ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ اے بھائی! تم اس مقدمے میں کیا حکم دیتے ہو۔ امیرؑ نے دریافت کیا۔ کہ دونوں جانور کھلے ہوئے تھے۔ یا بندھے ہوئے۔ یا ایک کھلا ہُوا تھا۔ اور ایک بندھا ہوا۔ دونوں شخصوں نے عرض کی کہ بیل کھلا ہوا تھا۔ اور اس کا مالک اس کے ساتھ تھا۔ امیر نے فرمایا۔ گدھے کا تاوان بیل والے پر ہے۔ پس رسولؐ نے علیؑ کے فیصلے کو قبول کیا۔ اور اس کو جاری فرمایا۔

مؤلف عرض کرتا ہے کہ احسن الکبار میں منقول ہے۔ کہ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آسمان کی طرف ہاتھ اُٹھا کر بارگاہِ الٰہی میں یوں عرض کی۔ الحمدللہ تو نے ایسے شخص کو میرا وصی

بنایا ہے۔ جو عمل کامل رکھتا ہے۔ اور جس طرح انبیا نے شرعی مرافعات میں حکم کیا ہے۔ وہ کرتا ہے۔

منقبت ۹۔ نیز احسن الکبار میں منقول ہے۔ کہ حضرت عمر بن الخطابؓ کے زمانے میں ایک جوان کہتا تھا اے خداوند! میرے اور میری ماں کے درمیان عدل کر۔ کیونکہ وہ میرے حق میں ظلم کرتی ہے۔ جب عمر نے اس کا کلام سُنا تو فرمایا۔ اے جوان تو اپنی ماں کے حق میں کیوں بد دعا کرتا ہے! جوان نے عرض کی۔ اے امیرالمومنینؓ! مجھ کو دس مہینے پیٹ میں رکھا۔ اور دو سال دودھ پلایا۔ اب کہتی ہے۔ تو میرا بیٹا نہیں ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ وہ کہاں ہے۔ بولا فلاں محلے میں رہتی ہے۔ حضرت عمرؓ نے آدمی بھیج کر اُس کو بلوایا۔ عورت اپنے چار بھائیوں اور چالیس گواہوں کو ہمراہ لے کر حاضر ہوئی۔ عمرؓ نے فرمایا۔ اے عورت یہ جوان کہتا ہے کہ تو اس کی اصلی ماں ہے۔ اور تو اپنی کسی غرض کے سبب اس کی فرزندی کا انکار کرتی ہے۔ اس نے جواب دیا۔ خدا کی قسم وہ جھوٹ کہتا ہے۔ میں اس کو بالکل نہیں پہچانتی اور وہ چاہتا ہے۔ کہ مجھے میرے قبیلے میں رُسوا کرے۔ کیونکہ میں نے اس کو نہیں جنا۔ اور مدّت ہو چکی کہ میرا شوہر مر گیا۔ اور میں تجارت کے طور پر اس شہر میں آئی ہوں۔ خلیفہ نے فرمایا۔ اے عورت! تیرا کوئی گواہ ہے۔ بولی۔ یہ لوگ جو میرے ساتھ ہیں۔ سب میرے گواہ ہیں۔ اور چالیس شخصوں نے شہادت دی کہ یہ عورت سچ کہتی ہے۔ خلیفہ نے ناراض ہو کر فرمایا کہ اس مفتری جوان کو قید خانہ میں لے جاؤ۔ اتفاقاً رستے میں امیرالمومنین علیؑ سے ملاقات ہوئی۔ جوان نے فریاد کی۔ کہ اے حلّالِ مشکلات! میری فریاد کو پہنچئے۔ کیونکہ مجھ پر ظلم ہو رہا ہے اور سارا قصّہ مفصّل بیان کیا۔ امیرالمومنینؑ نے فرمایا۔ اس جوان کو دارالشرع میں واپس لے چلو۔ کہ میں بھی وہاں آتا ہوں۔ اور تھوڑی دیر کے بعد تشریف لا کر فرمایا۔ اے ابا حفص! کیا مجھے اجازت ہے کہ میں اس جوان اور عورت کے باب میں ایسا حکم کروں۔ جس میں خدا کی رضا اور خوشنودی ہو۔ عمرؓ نے عرض کی۔ اے ابوالحسن کیونکر اجازت نہ ہو۔ کہ میں نے بارہا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سُنا ہے۔ کہ فرماتے تھے اَقْضَاکُمْ عَلِیٌّ۔ یعنی تم سب میں زیادہ تر عالم اور سب سے بہتر قاضی علیؑ ہے۔ پھر فرمایا۔ اے عورت! کیا تو اس جوان کی ماں نہیں ہے۔ وہ بولی۔ نہیں۔ فرمایا۔ کیا تو مجھ کو اپنا ولی مقرر کرتی ہے؟ اس نے عرض کی۔ بے شک۔ اس وقت قنبر سے فرمایا۔ چار سو درہم لا۔ کہ اس عورت کا مہر ادا کر کے اس جوان سے نکاح کر دوں۔ جب رقم مذکور آ گئی۔ تو فرمایا۔ اس جوان کے دامن میں ڈال دے۔ کہ میں نے چار سو درہم کے مہر پر اس عورت کا نکاح اس جوان سے کر دیا۔ حاضرین مجلس تم گواہ رہو۔ اور جوان سے فرمایا۔ عورت کا ہاتھ پکڑ کر گھر میں لے جا۔ اور اس وقت باہر آنا۔ جبکہ جماع کے آثار تجھ سے نمودار ہوں۔ جوان نے نہایت اضطراب

اور بے چینی سے عرض کی۔ یا امیر المومنینؑ! مجھ سے یہ کام نہیں ہو سکتا۔ امیرؑ نے فرمایا۔ جو کچھ میں کہتا ہوں۔ کر جب وہ جوان اس عورت کا ہاتھ پکڑ کر گھر میں لے گیا۔ عورت نے شور مچایا۔ اور فریاد کی۔ واویلا! یا امیر المومنینؑ مجھ کو خدا اور خلقِ خدا کے سامنے رسوا نہ کیجئے۔ کیونکہ یہ جوان میرا حقیقی بیٹا ہے۔ کیونکر اس کو شوہر بناؤں اصل بات یہ ہے کہ میرے بھائیوں نے مجھ کو اس امر پر آمادہ کیا۔ کہ اس کو اپنے پاس سے نکال دے۔ ورنہ باپ کی میراث کا دعوےٰ کرے گا۔ اب میں نے توبہ کی۔ تب امیرؑ نے فرمایا۔ کہ گواہوں کو حد لگائیں۔ اور ماں نے بیٹے کا ہاتھ پکڑ کر اس کے منہ پر بوسہ دیا۔ اور بہت روئی۔ اور اس کو اپنے گھر لے گئی۔ اس وقت عمر رضی اللہ عنہ نے ازروئے انصاف کہا۔ لَوْ لَا عَلِیٌّ لَهَلَكَ عُمَرُ (یعنی اگر علیؑ نہ ہوتے تو عمرؓ ضرور ہلاک ہو جاتا۔

منقبت ۹۔ نیز کتاب مذکور میں مرقوم ہے۔ کہ ایک شخص نے عمرؓ کے پاس آکر کہا۔ میں حق سے بیزار ہوں۔ فتنہ کو دوست رکھتا ہوں۔ بن دیکھے گواہی دیتا ہوں۔ مُردے (بے جان) کو امام بناتا ہوں مُرغ بسمل (بے ذبح) کھاتا ہوں۔ حضرت عمرؓ نے بموجب مقولہ نَحْكُمُ بِالظَّاهِرِ (اور ہم ظاہر کے موافق حکم کرتے ہیں) فرمایا۔ جو شخص اس قسم کی برائیوں سے موصوف ہے۔ وہ واجب القتل ہے اور صحابہ کے اتفاق سے اس کے قتل کا حکم دیا۔ جب یہ خبر امیر المومنین علیؑ کو پہنچی۔ تو ارشاد فرمایا۔ کہ میرے آنے تک اس کو محفوظ رکھو۔ پھر دار الشرع میں تشریف لائے۔ اور فرمایا۔ اے عمرؓ! اس صادق القول اور راست گو شخص کے لئے قتل کا حکم کیوں کر دیا؟ وہ جو اس شخص نے کہا ہے۔ کہ میں حق سے بیزار ہوں۔ وہ موت ہے۔ وَالْمَوْتُ حَقٌّ (اور موت حق ہے) اور یہ جو کہا ہے۔ میں فتنہ کو دوست رکھتا ہوں سو وہ اولاد اور مال کو دوست رکھتا ہوں۔ اور یہ دونوں چیزیں ازروئے نصِ قرآنی فتنہ ہیں۔ چنانچہ حق تعالےٰ فرماتا ہے۔ اِنَّمَا اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ۔ تغابن (تمہارے مال اور اولاد یہی فتنہ ہیں) اور یہ جو اس نے کہا ہے کہ میں بن دیکھے گواہی دیتا ہوں۔ سو ذات حق سبحانہٗ کو کسی شخص نے آنکھ سے نہیں دیکھا۔ اور سب اس کی وحدانیت کی گواہی دیتے ہیں۔ اور قرآن مجید جملہ کائنات کا امام ہے۔ اور وہ ذی حیات نہیں ہے اور مُرغ بسمل (بے ذبح جانور) مچھلی ہے۔ اور سب کھاتے ہیں۔ ان باتوں کے سُننے کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اُٹھ کر ازروئے انصاف بلند آواز سے فرمایا۔ اے مسلمانو! گواہ رہو۔ لَوْ لَا عَلِیٌّ لَهَلَكَ عُمَرُ۔ یعنی اگر علیؑ نہ ہوتے تو عمرؓ ضرور ہلاک ہو جاتا۔

منقبت ۱۰۔ نیز کتاب مذکور میں لکھا ہے کہ عمر بن الخطابؓ کے زمانہ میں ایک امیر نہایت مالدار سوداگر تھا۔ بحکم كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ وہ امیر اور اس کی بیوی انتقال کر گئے۔ اور اُن سے ایک لڑکا

سیاہ رنگ اور ایک غلام چٹا گورا اور چار اور غلام اور بہت سی لونڈیاں اور بہت سی زمینیں اور جائدادیں باقی رہیں۔ اتفاقاً چند روز کے بعد امیر کے بیٹے اور گورے غلام میں جھگڑا ہو گیا۔ لڑکا غلام کو مارنے لگا غلام نے دارالشرع میں جا کر بیان کیا۔ اے امیرالمومنین! میں فلاں امیر کا حقیقی بیٹا ہوں۔ جو انتقال کر گیا ہے اور کچھ ترکہ چھوڑ گیا ہے۔ اور میرا ایک غلام ہے۔ اس نے مجھ پر دست درازی کی ہے۔ آپ میری دادرسی کیجئے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اس غلام کو اور دو گواہوں کو حاضر کر۔ اس نے کہا۔ میرا باپ تجارت کے طور پر اس شہر میں آیا تھا۔ کسی شخص سے میری جان پہچان نہیں ہے۔ اگر حکم ہو۔ تو میرے باپ کے چند غلام ہیں۔ جو ساتھ تھے۔ ان کو شہادت کے لئے حاضر کروں۔ خلیفہ نے کہا کیا مضائقہ ہے۔ پس آ کر غلاموں سے کہا۔ اگر تم یہ گواہی دو گے کہ میں تمہارے آقا کا بیٹا ہوں۔ تو میں تم کو آزاد کر دوں گا۔ ان چار میں سے دو غلاموں نے اس بات کو قبول کیا۔ اور دارالشرع میں آ کر گواہی دے دی۔ خلیفہ نے فرمایا کہ اس لڑکے کو بھی حاضر کریں۔ خلیفہ کا غلام افلح جا کر اس کو لے آیا۔ خلیفہ نے اس سے پوچھا۔ اے غلام! تو امیر سوداگر کا غلام مملوک ہے۔ اس نے جواب دیا نہیں۔ بلکہ میں اس کا حقیقی فرزند ہوں۔ اور اس مدعی غلام کے سوا چار غلام اور میرے گواہ ہیں۔ حکم ہوا کہ ان کو حاضر کیا جائے۔ جب اس نے جا کر غلاموں سے مشورہ کیا۔ تو انہوں نے کہا کہ ہم گواہی دیں گے کہ تو ہمارے آقا کا بیٹا ہے۔ اور تیرا مدعی تیرے باپ کا زرخرید غلام ہے۔ پس حکماً چاروں غلام خلیفہ کے سامنے حاضر ہوئے۔ دو غلام جنہوں نے جھوٹی گواہی دی تھی۔ لا خَیرَ فی العبید (غلاموں میں کوئی نیکی نہیں ہے) اپنے عہد پر پکے رہے۔ اور باقی دو نمک حلال غلاموں نے بیان کیا۔ کہ یہ لڑکا ہمارے آقا کا بیٹا ہے۔ اور یہ تین غلام جن میں سے ایک مدعی ہے اور دو گواہ۔ تینوں جھوٹے اور نمک حرام ہیں۔ اور اس جماعت کا اصل حال مہاجرین و انصار میں سے کسی کو بھی معلوم نہ تھا۔ جب دونوں طرف سے گواہ گزر لئے تو عمر بن الخطابؓ نے حاضرین سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ اے مومنو! کوئی آدمی اس واقعہ میں کیا حکم دے۔ اور اس مشکل عقدہ کو کیونکر حل کر سکتا ہے۔ بعض وقت دل میں آتا ہے۔ کہ خلافت کو چھوڑ دوں۔ اس کی وجہ یہی ہے۔ کہ یہ ایک نہایت مشکل کام ہے۔ اسی اثنا میں سلمان فارسیؓ نے کہا۔ اے ابو حفص! اس قسم کے مشکل مقدمات میں امیرالمومنین علیؑ کی طرف رجوع کرنا چاہیئے۔ کیونکہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بارہا اپنی زبان معجز بیان سے ارشاد فرمایا۔ کہ حق سبحانہٗ و تعالےٰ نے حکمت کو دس حصّوں پر تقسیم فرمایا۔ نو حصّے علیؑ بن ابی طالب کو عطا فرمائے۔ اور ایک حصّہ باقی مخلوقات

کو عنایت کیا پھر ابن عباسؓ نے کہا۔ خدا کی قسم! وہ دسویں حصّے میں بھی ہمارے ساتھ شریک ہے۔ اور اس میں بھی سب پر فوقیت رکھتا ہے۔ عمر بن الخطابؓ نے فرمایا۔ جزاک اللہ۔ تم نے سچ کہا کیونکہ ابوالحسنؑ کے جو مناقب اور فضائل میں نے سرورِ کائنات صلعم سے سُنے ہیں۔ اگر ان کو بیان کروں تو لوگ ان کی پرستش کرنے لگیں۔ جس طرح نصاریٰ عیسیٰ کی پرستش کرتے ہیں۔ بعدازاں فرمایا۔ اے سلمانؓ جا کر علیؑ ابن ابی طالب کو میری التماس کے موافق یہاں بلا لاؤ۔ تاکہ اس نکتہ کو حل کریں۔ سلمانؓ خوش خوش امیرالمومنینؑ کے حجرہ منورہ کے دروازے میں داخل ہوئے۔ امیرؑ نے فرمایا۔ اے سلمانؓ! مجھ سے تعجب ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انتقال کے بعد تو خوش اور شاد ماں ہے۔ سلمان بہت روئے اور عرض کی۔ یا امیرالمومنینؑ! یہ خوشی آپ کی راحت افزا زیارت کی وجہ سے ہے۔ خدا کی قسم! جب آپ کو دیکھتا ہوں۔ گویا کہ آنحضرت کی زیارت سے مشرف ہو جاتا ہوں۔ امیرؑ نے فرمایا۔ اب کس طرح آنا ہوا! عرض کی۔ اس وقت اس قسم کا واقعہ درپیش ہے۔ جس کے حل کرنے سے زمانہ کے مشکل کشا عاجز اور قاصر ہیں۔ اگر اس قسم کے دقائق حل نہ ہوں۔ تو اہل کتاب اہل اسلام پر طعن کریں۔ امیرالمومنینؑ نے دارالشرع میں تشریف لا کر فرمایا۔ وہ دو شخص کہاں ہیں جن کا باہم مناقشہ ہے؟ جب وہ حاضر ہوئے۔ تو قنبرؓ سے فرمایا۔ ان دونوں شخصوں کو لے جا کر مسجد کے دریچہ میں بٹھا کہ ان کے سر باہر کی طرف نکلے رہیں۔ جب حضرت کے ارشاد کی تعمیل ہو چکی تو ایک تلوار قنبر کے ہاتھ میں دے کر فرمایا۔ غلام کی گردن اُتار دے۔ تلوار کا میان سے نکلنا تھا۔ کہ غلام نے اپنا سر دریچہ کے اندر کر لیا۔ اور لڑکا اسی طرح سر باہر نکالے بیٹھا رہا۔ اس حالت کے نظارے سے حاضرین پر ثابت ہو گیا کہ غلام کون ہے۔ پھر اس غلام نے بھی اپنے جھوٹے ہونے کا اقرار کیا۔ اور توبہ کی۔ اور خلیفہ وقت نے امیرالمومنینؑ کی مدح و ثنا کرتے ہوئے فرمایا۔ لَوْ لَا عَلِیٌّ لَهَلَكَ عُمَرُ۔

منقبت ۱۲ نیز کتاب مذکور میں سلمان فارسی اور عمار یاسر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ حضرت عمر بن الخطابؓ کے عہد میں ایک امیر صاحب جاہ و ثروت تھا۔ اور اس کے تین غلام تھے۔ جب وہ مرض الموت میں گرفتار ہوا۔ تو وصیت کی کہ اس کے ایک غلام کو لڑکی نقد و جنس اور زمین و جائداد سمیت حوالہ کریں۔ اور ایک غلام کو ہزار دینار دے کر آزاد کر دیں۔ اور ایک کو قتل کر ڈالیں۔ جب اس امیر کا انتقال ہو گا۔ تو تینوں غلام آپس میں لڑنے جھگڑنے لگے۔ اور لڑکی اور مال کے دعویدار ہوئے۔ اور یہ معلوم نہ ہوتا تھا کہ لڑکی کس کو دی جائے۔ اور کسے آزاد کیا جائے اور کونسا واجب القتل ہے۔ اس لئے امیر متوفی کی لڑکی تینوں غلاموں کو لے کر دارالشرع میں حاضر ہوئی۔ اور سارا واقعہ خلیفہ کے روبرو بیان کیا۔ خلیفہ اور تمام اصحاب رضی اللہ عنہم نے ہر چند غور کی۔ مگر کوئی تجویز ایسی سمجھ میں نہ آئی جو شرع شریف کے مطابق ہو۔ ناچار یہ قرار پایا۔ کہ قاضی۔ لَوْ كُشِفَ الْغِطَاءُ مَا ازْدَدْتُ يَقِينًا۔ اور قائل سَلُوْنِيْ عَمَّا دُوْنَ الْعَرْشِ۔ کے پاس جا کر التماس کریں۔ کہ اس دقیق مسئلے کو حل فرمائیں۔ پس خلیفہ بہت سے

صحابہ عظام واصحاب کرام کو ہمراہ لے کر امیرالمومنینؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور صورت حال عرض کی۔ امیرالمومنینؑ دارالشرع میں تشریف لائے۔ اور آپ کے حکم کے موافق تینوں غلام حاضر ہوئے۔ آپ نے ایک چھُری ایک غلام کے ہاتھ میں دے کر فرمایا۔ اپنے آقا کی قبر پر جا۔ اور اس کو چھوڑ کر اس کا سر کاٹ لا۔ اس نیک انجام غلام نے بے تامل عرض کی۔ یا امیرالمومنین! توبہ توبہ۔ اس قسم کی بے ادبی مجھ سے ہرگز ہرگز نہیں ہوسکتی۔ پس اس پر کسی قدر تاکید و تشدد فرما کر چھُری دوسرے غلام کے ہاتھ میں دی۔ اس نے بھی چند قدم راہ طے کر کے دل میں سوچا بھلا کیونکر جائز ہے جو کہ میں اپنے آقا اور ولی نعمت کی قبر کو پھاڑوں۔ اور ایسی گستاخی عمل میں لاؤں۔ یہ خیال کر کے واپس آگیا۔ اور پہلے غلام کی طرح عذر کیا۔ اور معافی کا طالب ہوا۔ بعدازاں چھُری تیسرے غلام کے حوالے کی۔ اور اس کو بھی وہی حکم دیا۔ وہ فوراً چھُری لے کر روانہ ہوگیا۔ جب کچھ رستہ طے کر چکا۔ تو حضرت نے ایک اور شخص سے فرمایا۔ کہ اس کے پیچھے پیچھے جا۔ اگر بالفرض وہ قبر پھاڑنی شروع کرے۔ تو اس کو روک دے۔ کیونکہ بلاضرورت قبر کا کھودنا جائز نہیں ہے۔ الغرض جب وہ نمک حرام غلام قبر پر جا کر کھودنے لگا تو اس شخص نے جو ساتھ گیا تھا منع کر دیا۔ اور اُس کو دارالشرع میں لا کر سارا حال بیان کیا۔ امیرالمومنینؑ نے فرمایا۔ جس غلام نے اپنے آقا کے حقوق نمک کو مدنظر رکھ کر چھُری کو ہاتھ میں نہ پکڑا۔ لڑکی اور مال واسباب اس کے حوالے کریں۔ اور جو غلام تھوڑی دور جا کر واپس چلا آیا۔ اُس کو ہزار دینار دے کر آزاد کردیں۔ اور جس نے اپنے آقا کی قبر پھاڑنے کی جرأت کی۔ وہ اپنے آقا کی وصیت کے موافق واجب القتل ہے۔ جب یہ بات قرار پائی کہ نمک حرام غلام کو قتل کیا جائے۔ تو جناب امیر نے فرمایا۔ کہ امیر متوفی کی وصیت ان دو غلاموں کے باب میں تو جاری ہوسکتی ہے۔ لیکن شریعت کے موافق اس تیسرے غلام کا قتل جائز نہیں ہے۔ انسب اور اولیٰ یہ ہے۔ کہ یہ اس غلام کا خدمت گزار رہے۔ جس کو لڑکی دی گئی ہے۔ کیونکہ یہ بھی قتل کی قائم مقام ہے۔ حضرت کی فرمائش کے بموجب خلیفہ وقت نے ویسا ہی حکم جاری کیا۔ اور امیرؑ کی دونوں ابروؤں کے درمیان بوسہ دے کر عرض کی۔ یا اباالحسنؑ! اللہ تعالیٰ آپ کے بغیر عمرؓ کو دنیا میں زندہ نہ رکھے۔ جب لوگوں نے آپ کی فراست و دانائی دیکھی تو سب کے سب مدح و ثنا کرنے لگے۔ اور بولے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ علیؑ بن ابی طالب کی شان میں فرمایا ہے۔ بالکل سچ اور حق ہے۔

منقبت ۱۳ نیز کتاب مذکور میں امام جعفر صادق رضوان اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ایک شخص کو گرفتار کر کے لائے۔ جس نے شراب پی تھی۔ ابوبکرؓ نے اس سے پوچھا۔ اس نے اقرار کیا۔ اور کہا کہ شراب کا حرام ہونا از روئے نص مجھ پر ظاہر نہ ہوا تھا۔ اب اے خلیفہ زمان میں نے تیری طرح سے توبہ کرلی ہے۔ اور آئندہ اس کا مرتکب نہ ہوں گا۔ حاضرین نے کہا۔ جو عذر وہ کرتا ہے۔ تنبیہہ کے قابل ہے۔ اور یہ بات قرار پائی کہ شراب نوشی کی حد اس پر جاری کی جائے۔ اس شخص نے امیرالمومنینؑ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی

یا امیر المومنین۔ مجھے بالکل خبر نہ تھی۔ کہ شراب حرام ہے۔ اور اصحاب مجھ پر حد جاری کرنا چاہتے ہیں۔ امیرالمومنین نے خلیفہ عہد سے کہلا بھیجا کہ اس شخص کے ساتھ کسی شخص کو مقرر کر کے مہاجر و انصار میں گشت کرائیں۔ پوچھیں کہ اس شخص نے کسی سے شراب کے حرام ہونے کی آیت سُنی ہے۔ یا نہیں۔ اگر سُننا ثابت ہو تو شراب نوشی کی حد اس پر جاری کریں۔ ورنہ اس پر کچھ بھی لازم نہیں ہے۔ جب اس کو گشت کرائی گئی تو کسی نے بھی نہ کہا۔ کہ میں نے یہ آیت اس کو سُنائی ہے۔ اس لئے یہی بات قرار پائی کہ اس پر کچھ بھی لازم نہیں ہے۔

منقبت ۱۱۲۔ نیز کتاب مذکور میں مرقوم ہے۔ کہ عمر بن الخطاب کے زمانہ میں ایک لڑکا پیدا ہوا جس کے دُو پیٹ۔ دُو سر۔ دُو ناک۔ دُو منہ۔ چار آنکھیں اور چار ہاتھ تھے۔ لیکن نیچے کے اعضاء میں کمی اور زیادتی نہ تھی۔ اس کی ولادت کے چند روز بعد اس کا باپ جو ایک نامی سوداگر تھا۔ انتقال کر گیا۔ اس کے دفن کفن اور تعزیت کرنے کے بعد وارثوں میں اختلاف پڑا۔ کہ اس بچے کو دو حصے ملیں گے یا ایک۔ بہت رد و کد کے بعد دارالشرع میں حاضر ہوئے اور صورتحال خلیفۂ عیلیٰ مقال کی خدمت میں عرض کی۔ خلیفہ نے بلا تامل ایک صحابی سے فرمایا کہ اس مجمع کو اس بحث سمیت علیؑ بن ابی طالب کی خدمت میں لے چلو۔ اور درخواست کرو۔ کہ اس مسئلۂ غریبہ کو حل فرمائیں۔ جب امیر المومنینؑ کی خدمت میں آ کر صورت حال گزارش کی گئی۔ امیر نے فوراً بلا تامل فرمایا۔ کہ جب یہ لڑکا سوئے اور روئے تو غور کر کے دیکھو کہ ایک سوتا ہے اور ایک جاگتا ہے۔ یا دونوں جاگتے ہیں۔ یا دونوں سوتے ہیں۔ اور یا ایک خاموش ہے اور ایک روتا ہے۔ اور یا دونوں ایک دفعہ روتے ہیں۔ اگر مثلاً دونوں ایک وقت میں سوئیں۔ اور روئیں پس تم سمجھ لو، کہ وہ ایک شخص ہے جو اس صورت میں جلوہ گر ہوا ہے۔ اور اگر ایک سوئے اور ایک جاگتا رہے۔ اور ایک روئے اور ایک خاموش رہے۔ تو جانو کہ وہ دو آدمی ہیں۔ جب آزما کر دیکھا۔ تو ثابت ہوا کہ وہ ایک ہی شخص ہے۔

منقبت ۱۱۳۔ نیز کتاب مذکور میں قاضی شریح رضی اللہ عنہ سے جو امیر کی خلافت ظاہری کے زمانے میں قاضی کے عہدے پر تھا۔ منقول ہے کہ ایک روز ایک خُنثےٰ ایک مرد اور ایک لڑکا ساتھ لے کر آیا۔ اور کہا۔ اے مسلمانوں کے قاضی! میں عورت اور مرد دونوں کا آلہ رکھتا ہوں۔ چنانچہ یہ لڑکا میرا بیٹا اور یہ مرد میرا شوہر ہے۔ اب مردی کی شہوت نے مجھ پر غلبہ کیا ہے۔ اس لئے عورت کرنا چاہتا ہوں۔ اس بارے میں کیا حکم دیتے ہو۔ راوی بیان کرتا ہے کہ میں اس مسئلہ میں عاجز رہ گیا۔ اس کو امیر المومنینؑ کی خدمت میں لے گیا۔ اس شخص نے اپنا حال عرض کیا۔ امیر نے قصاب کو بلا کر فرمایا اس شخص کے پہلو کی ہڈیاں گن۔ جب اس نے گنیں تو دائیں طرف آٹھ ہڈیاں تھیں اور بائیں طرف سات۔ حضرت نے فرمایا۔ اے شخص تو مرد ہے۔ نہ کہ عورت۔ اس کے بعد چادر سر پہ نہ اوڑھ۔ اور عورتوں میں نہ جا۔ کیونکہ تو نامحرم ہے۔

منقبت ۱۱۴۔ نیز کتاب مذکور میں لکھا ہے کہ عمر بن الخطابؓ کے عہد میں دو شخص جو عیالدار تھے اور ایک ہی گھر میں رہتے تھے۔ اکٹھے سفر کو گئے۔ اور ان کی عورتیں ایک ہی گھر میں رہتی تھیں۔ ایک کی عورت نو مہینے کی

حاملہ تھی۔ اور دوسرے کی بیوی کے پاس ایک مہینے کا بچّہ تھا۔ اتفاقاً انہی دنوں میں وہ ایک ماہ کا بچہ فوت ہوگیا۔ جب حاملہ عورت کے بچہ پیدا ہوا۔ تو اس پسر مردہ عورت نے اس جننے والی عورت سے خاص طور پر کہا۔ کہ تو اپنے بیٹے کو میرے حوالے کر دے۔ تو میرا دل بھی مطمئن ہو جائے گا۔ اور تو دودھ پلانے کی تکلیف سے بچی رہے گی۔ چونکہ دونوں میں نہایت اُلفت تھی۔ لڑکے کی ماں نے کہا۔ تو مبارک ہو۔ چند ماہ کے بعد جب وہ لڑکا اس سے مانوس ہوگیا۔ تو دونوں عورتوں میں بشریت کی وجہ سے تنازع ہو پڑا۔ لڑکے کی ماں نے اپنا لڑکا طلب کیا۔ اُس نے کہا تو باؤلی ہوگئی ہے۔ جو لڑکا مجھ سے مانگتی ہے۔ لڑکا تو میرا ہے۔ اگر تیرا لڑکا ہوتا۔ تو میں دودھ کاہے کو پلاتی اور تیرا دودھ کیوں خشک ہو جاتا۔ لڑکے کی ماں نے کہا۔ لَا تَسْتَحِيْ مِنَ اللّٰهِ۔ یعنے تجھے خدا سے شرم نہیں آتی۔ اور اسی طرح باہم بحث مباحثہ کرتی اور جھگڑتی رگڑتی ہوئی خلیفہ زمان کے دربار میں پہنچیں اور مقدمہ پیش کیا۔ حضرت عمرؓ نے ان کے بیانات سُن کر فرمایا۔ اس قسم کی مشکلات کا حل کرنا مرتضیٰ علیؑ ہی کا کام ہے۔ پھر ایک خط اس مضمون کا لکھ کر حضرت کی خدمت میں بھیجا۔ کہ اگر آنجناب دارالشرع میں تشریف لائیں۔ ہم مشتاقانِ قدمبوسی کے لئے باعث افتخار و مشرف ہوگا۔ حضرت خط پڑھ کر نسیم بہشت کی طرح جناب سرورِ کائنات کی مسجد عنبر سرشت کی طرف روانہ ہوئے۔ جب مسجد کے دروازے پر پہنچے تو خلیفہ زمان نے حاضرینِ مسجد کے ساتھ درِ مسجد تک آپ کا استقبال کیا۔ اور امیر المومنینؑ کو مسجد میں لے گئے۔ امیر نے پہلے دوگانہ ادا فرمایا۔ پھر قنبر کو حکم دیا کہ آرہ لائے۔ قنبر نے آرہ لا کر حاضر کیا۔ امیر نے فرمایا۔ میں اس بچّے کو ٹکڑے کر کے آدھا اس عورت کو دیتا ہوں اور آدھا اس عورت کو۔ تاکہ یہ خرخشہ رفع ہو جائے۔ جو عورت اس لڑکے کی رضاعی ماں تھی۔ اس فیصلے پر راضی ہوگئی۔ لیکن جو عورت اصلی ماں تھی۔ اس نے خاک سر پر ڈالی۔ اور رونا پیٹنا شروع کیا۔ اور عرض کی یا امیر المومنین! میں گواہی دیتی ہوں۔ کہ یہ لڑکا اسی عورت کا ہے۔ لیکن آپ اس کو دو ٹکڑے نہ کیجئے جہاں رہے۔ زندہ رہے۔ امیر نے فرمایا اے عورت! یہ لڑکا بے شک تیرا ہی بیٹا ہے۔ اس کو لے اور چلی جا۔ عمرؓ بن الخطاب نے عرض کی۔ اے ابو الحسنؑ! اس امر کا یقین کیونکر ہو سکتا ہے۔ جبکہ بالفعل اس کے پاس دو عادل گواہ موجود ہیں۔ ایک تو دودھ دوسرے لڑکا اس سے ہلا ہوا ہے۔ امیر نے فرمایا۔ اے ابو حفص! یہ بات صاف ظاہر اور باہر ہے کہ مادری محبت اس بات کی اجازت نہیں دیتی کہ اس کے لڑکے کو دو ٹکڑے کیا جائے۔ اور جس عورت کا وہ بچہ نہیں ہے۔ اس کو اس بچے کے مرنے کا کیا غم؟ یہ سُن کر عمر رضی اللہ عنہ نے جناب امیرؑ کی فراست و دانائی پر آفرین کی۔ اور کہا آپ نے سچ فرمایا۔ اے ابو الحسنؑ اللہ آپ کے ساتھ ہے۔ جہاں پر کہ ہو۔

نیز اس عورت نے جس نے لڑکے کا جھوٹا دعوے کیا تھا۔ جب اس قسم کی دانائی اور فراست مشاہدہ کی تو اپنے جھوٹ کا اقرار کر کے کہا۔ اے شیر یزداں اور اے امیر مومناں! آپ نے سچ فرمایا۔ بعد از ال

حضرت نے ان دونوں عورتوں میں صلح کرادی اور وہ دونوں حضرت کی مدح و ثنا کرتی ہوئی اپنے گھر کو چلی گئیں اور اس لڑکے کی ماں جب تک جیتی رہی حضرت کی شکرگزار رہی۔ اور کہتی تھی۔ یہ لڑکا علیؑ کا غلام ہے۔

مؤلف عرض کرتا ہے کہ یہ حکایت لطائف الطوائف میں بھی مجملاً مذکور ہے۔

منقبت ۱۱ کتاب استیعاب اور لطائف الطوائف میں لکھا ہے۔ کہ امیرالمومنین کرم اللہ وجہہ کی خلافت کے زمانہ میں دو مسلمان مرد ایک جگہ ٹھہرے۔ ایک نے پانچ روٹیاں اپنی جیب سے نکالیں۔ اور دوسرے نے تین روٹیاں۔ جب کھانے کی تیاری کی۔ تو ایک تیسرا شخص بھی آکر ان کے ساتھ شریک ہوگیا۔ کھاچکنے کے بعد وہ تیسرا شخص آٹھ درہم بیچ میں رکھ کر چلا گیا۔ اور درہموں کی تقسیم میں ان دونوں کا جھگڑا ہوا۔ پانچ روٹیوں والا کہتا تھا۔ پانچ درہم میرے ہیں۔ اور تین تیرے۔ اور تین والا کہتا تھا۔ کہ یہ درہم غیب سے پہنچے ہیں۔ دونوں میں برابر تقسیم ہونے چاہئیں۔

الغرض دونوں جھگڑتے ہوئے قاضی شریح کے پاس گئے۔ اور سارا قصہ بیان کیا۔ قاضی صاحب نے تین روٹیوں والے سے کہا۔ جو کچھ پانچ والا کہتا ہے۔ قریب الفہم ہے۔ تجھے اس پر عمل کرنا لازم ہے۔ اس نے جواب دیا کہ جب تک امیرالمومنینؑ کے پاس نہ جاؤں۔ میری تسلی نہ ہوگی۔ الغرض امیرؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور سارا حال بیان کیا۔ حضرت نے پانچ روٹیوں والے سے کہا۔ کہ تو اس شخص کو اپنی خوشی سے تین درہم دیتا ہے؟ اس نے عرض کی کہ ہاں۔ پھر تین روٹی والے سے فرمایا۔ اس باب میں زیادہ مبالغہ نہ کر۔ جو کچھ ملتا ہے۔ لے کر چل دے اس نے عرض کی۔ یا امیرالمومنینؑ! انصاف کیجئے۔ فرمایا۔ چونکہ معاملہ نہایت قلیل تھا۔ اور وہ شخص تجھے اپنے حق میں سے تجھے دیتا تھا۔ اس لئے میں نے اس معاملہ میں غور کرنا پسند نہیں کیا۔ لیکن چونکہ تو خود ہی عدل کا خواہاں ہے۔ سو عدل یہ ہے کہ ایک درہم تیرا حصہ ہے۔ اور سات درہم اس کے۔ کیونکہ ہم یہ تو فیصلہ نہیں کرسکتے۔ کہ ان تینوں شخصوں میں سے کس نے زیادہ کھایا۔ کس نے کم۔ اس نے عرض کی۔ کھانے میں ہم تینوں برابر تھے۔ تب حضرت نے ارشاد فرمایا۔ ہم آٹھ روٹیوں کے تین تین ٹکڑے کریں۔ تو چوبیس ٹکڑے ہوں گے (یعنی ایک کے پندرہ اور دوسرے کے نو) اس حساب سے اس تیسرے شخص نے تیری تین روٹیوں میں سے ایک ٹکڑا کھایا۔ اور پانچ والے کی روٹیوں سے سات ٹکڑے۔ اس لئے ایک درہم تیرا حق ہوا۔ اور سات درہم اس کے۔ یہ فیصلہ سُن کر حاضرین مجلس سے ایک شور بلند ہوا۔ صَدَقَ امیرالمومنینؑ (امیرالمومنین نے سچ فرمایا) اور اس شخص نے خود بھی اپنی نادانی کا اقرار کرتے ہوئے ایک درہم قبول کیا۔ اس وقت امیرؑ نے فرمایا۔ خدا کا شکر ہے۔ کہ علیؑ کی خلافت کے زمانے میں حق تعالیٰ نے روا نہ رکھا کہ کسی شخص پر ایک ذرہ بھی ظلم ہو۔

باب یازدہم

امام علی الاطلاق وخلیفہ بہ استحقاق اسد اللہ الغالب امیر المومنین سیّد الوصیین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کی صوری ومعنوی خلافت اور اس کے متعلقات کے بیان میں

ارباب دانش واصحاب بینش پر ظاہر اور روشن ہے کہ شیعہ اور سنیوں کے درمیان امیر المومنینؑ کی خلافت طریقت میں جو بموجب خرقۂ معراج سیّد المرسلین سے پہنچی ہے۔ اتفاق ہے۔ جیسا کہ اس کتاب کے خطبہ میں اس واقعہ کو مفصل اور مشرح طور پر بیان کیا گیا ہے۔ اور خلافت شریعت کے زمانے میں اختلاف ہے علمائے امامیہ نص قطعی کی بنا پر اس بات کے قائل ہیں کہ آیہ کریمہ اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ وَالَّذِیْنَ آمَنُوا الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ وَھُمْ رَاکِعُوْنَ ۵۵ کے نازل ہونے کے وقت سے سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قائم مقام اور نائب مناب ہیں۔ جس طرح ہارون حضرت موسیٰ کی زندگی میں ان کے قائم مقام اور نائب تھے۔ چونکہ آیۂ مذکورہ کا شان نزول باب آیات میں لکھا جا چکا ہے۔ اس لئے تکرار کی ضرورت نہیں۔ نیز حدیث شریف مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ کے بموجب جو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے دسویں سال میں حجۃ الوداع سے واپسی کے وقت فرمان واجب الاذعان یَآ اَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ (مائدہ ۶۷) کے موافق مقام غدیر خم میں بتاریخ ۱۸ ذی الحجہ منبر پر تشریف لے جا کر ایک لاکھ چوبیس ہزار آدمی کے مجمع میں زبان معجز بیان سے ارشاد فرمائی۔ اہل اسلام کے امیر اور بادشاہ خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلیفہ اور جانشین جانتے ہیں اور حدیث مذکور کے وارد ہونے کا سبب بھی مجمل اور مفصّل اکثر کتب معتبر مثل صحیح بخاریؒ۔ صحیح مسلمؒ۔ صحیح ترمذیؒ۔ صحیح نسائیؒ۔ صحیح ابن ماجہؒ اور صحیح ابن کو امیں کہ ان چھ صحیح کو علمائے فریقین صحاح ستہ کہتے ہیں۔ اور مشکوٰۃ۔ مصابیح۔ مسند احمد بن حنبل۔ صحیح واقدی بیہقی۔ کشاف زمخشری اسباب نزول واحدی۔ نزل السائرین۔ وسیلۃ المتعبدین۔ اعلام الورٰے۔ حلیۃ الاولیا۔ فردوس الاخبار

معانی الاخبار۔ کفایت الطالب صواعق محرقہ۔ مودات۔ دستور الحقائق۔ ہدایت السعداء مقصد اقصےٰ۔ ترجمہ مستقصے کشف الغمہ۔ مناقب خطیب خوارزم۔ مناقب ابن مردویہ۔ سفینہ کاملہ۔ ربیع الابرار میں اور اکثر تفاسیر مثل تفسیر امام حسن عسکری۔ تفسیر ثعلبی۔ تفسیر حافظی۔ تفسیر فخر رازی ہیں۔ اور کتب معتبرہ تواریخ طبری۔ روضۃ الاحباب روضۃ الصفا تاریخ حافظ ابرو۔ گزیدہ۔ معارج النبوۃ اور حبیب السیر وغیرہ میں اس طرح مرقوم ہے۔ کہ جب سید کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مناسک حج کے ادا کرنے کا عزم بالجزم فرمایا۔ تو قبائل عرب میں پیغام بھیجا۔ کہ جو کوئی حج کا ارادہ رکھتا ہے وہ ہم سے آملے۔ جب اطراف واکنافِ بلاد سے بہت لوگ جمع ہوگئے تو روز دوشنبہ پچیسویں ماہ ذیقعد کو آنحضرت نے غسل فرمایا۔ سر مبارک میں کنگھی کی۔ اور بالوں میں تیل لگایا اور بدن مبارک کو سلے ہوئے لباس سے خالی کرکے اور خوشبو لگا کر مسجد مدینہ میں نماز ظہر ادا فرمائی۔ اور ذوالحلیفہ میں جا کر عصر کی نماز پڑھی۔ اور حدی کے اونٹوں کو اشعار اور تقلید کرکے ناجیت بن جندب اسلمی کے سپرد فرمایا۔ اور اس سفر میں سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرا علیہا التحیۃ والثنا اور تمام امہات المومنین ہمراہ تھیں۔ اور ایک روایت کے موافق ایک لاکھ چودہ ہزار آدمیوں نے حضرت رسالت مآبؐ کی رکاب میں کامیاب ہو کر لبیک لبیک کے کلمات جاری کئے۔ اور منزلیں طے کرتے ہوئے شب یک شنبہ چہارم ذیحجہ کو منزل ذی طوئے میں جا پہنچے۔ اور آنحضرت نے صبح یک شنبہ کی نماز اس مقام میں ادا فرمائی اور طرف اعلیٰ سے مکہ معظمہ میں داخل ہو کر مسجد الحرام میں تشریف لے گئے۔ اور رکن و مقامات کے شرائط ادا فرمائے۔ اور حجر الاسود کو بوسہ دے کر صفا و مروہ کے درمیان حسب دستور سعی فرمائی۔ پھر حکم دیا۔ کہ جو شخص ہدیٰ اپنے ہمراہ نہیں رکھتا۔ وہ احرام سے نکل کر محل ہو جائے اور روز ترویہ (آٹھویں ماہ ذیحجہ) منٰے کو جاتے وقت حج کا احرام باندھے۔ اور جو شخص ہدیٰ ہمراہ لے کر آیا ہے۔ اور روز نحر (دسویں ذیحجہ) تک اپنے احرام پر قائم رہے۔ جناب سیدۃ النساء اور امہات المومنین چونکہ ہدیٰ ساتھ نہ لائی تھیں۔ احرام سے نکل گئیں۔ اسی اثنا میں امیر المومنین علیؑ یمن سے وہاں آپہنچے اور چند اونٹ جو حضرت سید کائنات کی ہدیٰ کی نیت سے ہمراہ لائے تھے حضور میں پیش کئے۔ آنحضرت نے پوچھا۔ اے بھائی! تو نے احرام کیوں کر باندھا۔ اور کیا نیت کی۔ جواب میں عرض کیا۔ کہ میں نے یہ کہا۔ اے بارخدا میں نے اسی نیت سے احرام باندھا جس نیت سے رسول نے باندھا ہے۔ خیر الانامؐ نے فرمایا۔ میں نے حج کا احرام باندھا ہے اور ہدیٰ ساتھ لایا ہوں۔ تو بھی اپنے احرام پر قائم رہ۔ اور ہدیٰ میں میرا شریک ہو۔ صحیح حدیثوں میں بتواتر وارد ہوا ہے کہ سید المرسلینؐ نے روز یک شنبہ۔ سہ شنبہ۔ چہار شنبہ اور شب پنجشنبہ مکہ معظمہ میں قیام فرمایا اور روز پنجشنبہ (جمعرات آٹھویں ذیحجہ کو تمام لوگوں کے ساتھ منٰے میں تشریف لے گئے۔ اور رات کو وہاں مقام رہا۔ دوسرے روز نماز صبح ادا کرکے طلوع آفتاب سے پہلے عرفات کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور عرفات میں پہنچ کر زوال آفتاب کے بعد اپنی سواری پر بیٹھ کر بطن وادی میں تشریف لے گئے۔ اور اسی طرح سواری کی حالت میں نہایت فصاحت و بلاغت کے ساتھ ایک خطبہ جو بعض

احکام شریعت اور طرح طرح کے وعظ و نصیحت پر مشتمل تھا۔ زبان وحی ترجمان پر جاری فرمایا۔ اور نماز ظہر و عصر کو ایک اذان اور دو اقامت سے ادا کیا۔ پھر قبلہ رو ہو کر دعا فرمائی اور اس باب میں بہت مبالغہ کیا۔ جب آفتاب غروب ہونے کو ہوا تو آنحضرت عرفات سے مزدلفہ کو روانہ ہوئے۔ اور وہاں پہنچ کر نماز مغرب و عشا ایک اذان اور دو اقامت سے ادا فرمائی۔ اور اس رات کو وہیں مقام رہا۔ اور نماز صبح اوّل وقت ادا فرما کر وہاں سے روانہ ہوئے۔ جب جمرۃ العقبہ میں پہنچے۔ تو سات سنگریزے پھینکے۔ اور اسی روز منیٰ میں خطبہ بلیغہ پڑھا۔ اور روز عرفہ میں جو احکام فرمائے تھے ان کا اعادہ کیا۔ بعد ازاں قربانی کے اونٹوں میں سے مع اُن اونٹوں کے جو امیر المومنینؑ یمن سے لائے تھے۔ اور سو کے قریب تھے۔ تریسٹھ اونٹوں کو اپنے دست مبارک سے قربان فرمایا۔ باقی کے واسطے امیر کو حکم دیا۔ بعد ازاں سر مبارک منڈوا کر بال اصحاب میں تقسیم کئے۔ اور فرمایا۔ ہر ایک اونٹ کے گوشت میں سے ایک ایک ٹکڑا لیں۔ اور دیگ میں پکا کر لائیں جب گوشت تیار ہو گیا۔ تو اس گوشت اور شوربے میں سے تھوڑا سا امیر المومنینؑ کے ساتھ مل کر تناول فرمایا۔ بعد ازاں سوار ہو کر مکہ معظمہ میں تشریف لے گئے۔ اور خانہ کعبہ کا طواف کیا۔ اور چاہ زمزم کے پاس گئے اور پانی منگا کر پیا۔ پھر شنبہ یک شنبہ دوشنبہ اور سہ شنبہ (سنیچر سے منگل تک چار روز) منےٰ میں قیام فرمایا اور سہ شنبہ کے روز شام کے قریب موضع بطحےٰ میں تشریف لے گئے اور چہار شنبہ (بدھ) کی صبح کو پھر مکہ میں تشریف لے گئے۔ اور صبح کے طلوع ہونے سے پہلے طوافِ وداع فرمایا۔ اس کے بعد مدینہ کی طرف رُخ کیا۔ اور منزلیں طے کرتے ہوئے منزل غدیر خم میں جو نواح جحفہ میں سے ہے پہنچے۔ اور باوجود آب و دانہ اور چارہ کی کمی کے اس منزل میں اس لئے قیام فرمایا۔ کہ اس سے پیشتر وحی آسمانی کے ذریعہ حضرت اس بات پر مامور ہوئے تھے۔ کہ امیر المومنین کو اپنی خلافت پر نصب فرمائیں۔ اور اس امر کے اظہار کو آپ نے اس غرض سے تاخیر اور توقف میں ڈال دیا تھا۔ کہ جب ایسا وقت ملے گا۔ جو اختلاف سے محفوظ ہو گا۔ اس حکم کی تعمیل کی جائے گی۔ جب معلوم ہوا کہ اس مقام سے گذر کر لوگوں کی جماعتیں اور گروہ آپ کی ہمراہی سے الگ ہو کر اپنی اپنی منزلوں کی طرف راہی ہوں گے۔ اور ارادہ ازلی اور مشیت ایزدی اس بات کی مقتضی تھی کہ وہ سب لوگ شاہ ولایت کی امامت سے واقف ہو جائیں۔ یہ آیۂ کریمہ نازل ہوا۔ کہ یٰاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ یعنی اے رسول جو چیز کہ تیرے پروردگار کی طرف سے تیری طرف نازل ہوئی ہے۔ اس کو پہنچا دے۔ اور اگر تو ایسا نہ کرے گا تو (گویا) تو نے اس کی رسالت کو نہیں پہنچایا۔ حالانکہ خدا تجھ کو لوگوں سے محفوظ رکھتا ہے۔

الغرض جب آیۂ مذکور کے مدلول (مضمون) کے موافق امیر المومنینؑ کو خلافت پر نصب کرنا واجب ثابت ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس مقام میں منزل کر کے فرمایا۔ کہ بعض درختوں کے سایہ میں جگہ صاف کر کے اونٹوں کے پالانوں کو جمع کریں۔ اور اوپر تلے رکھیں۔ جب یہ کام ہو چکا۔ اور پالانوں سے منبر تیار ہو گیا۔ تو بلال نے

حسب ارشاد سب کو آواز دی۔ جب لوگ جمع ہو گئے۔ تو سیدکائناتؐ پالانوں کے اوپر تشریف لے گئے اور علیؑ مرتضیٰ بھی حسب فرمان اوپر جاکر سیدالمرسلینؐ کے دائیں ہاتھ کھڑے ہوئے۔ سرورِ عالم نے حمد وثنائے باری تعالیٰ کے ادا کرنے کے بعد عالم بقا کی طرف اپنے کوچ کرنے کی خبر لوگوں کو پہنچائی اور فرمایا میں تم میں دو چیزیں چھوڑتا ہوں کہ ایک دوسرے سے بہتر ہے اگر تم ان میں ہاتھ مارو گے تو ہرگز گمراہ نہ ہوگے اور وہ دُرِّ گرانمایہ قرآن اور میرے اہلبیتؑ ہیں اور یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے۔ یہاں تک کہ حوضِ کوثر پر میرے پاس پہنچیں۔ بعد ازاں اصحاب اور دیگر مومنین کی طرف خطاب کر کے بہ آواز بلند فرمایا۔ اَیُّھَا النَّاسُ اَلَسْتُ اَولٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِھِمْ۔ یعنی اے لوگو! کیا میں مومنوں کا ان کے نفسوں سے بڑھ کر ولی اور مختار نہیں ہوں۔ ہر طرف سے آواز بلند ہوئی کہ یا رسولؐ اللہ بے شک آپ ہم سے ہر طرح پر اولیٰ ہیں۔ بعد ازاں امیرالمومنین کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا۔ مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَھٰذَا عَلِیٌّ مَوْلَاہُ اَللّٰھُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاہُ وَعَادِ مَنْ عَادَاہُ وَانْصُرْ مَنْ نَصَرَہٗ وَاخْذُلْ مَنْ خَذَلَہٗ وَاَدِرِ الْحَقَّ مَعَہٗ حَیْثُ کَانَ۔ جس شخص کا میں مولا یعنی والی و مختار ہوں۔ یہ علیؑ بھی اس کا مولا اور ولی و مختار ہے۔ اے خدا جو اُس کو دوست رکھے۔ تو بھی اس کو دوست رکھ اور جو کوئی اُسے دشمن رکھے۔ اے خدا تو بھی اُسے دشمن رکھ۔ اور جو کوئی اس کا مددگار ہو۔ تو بھی اس کا مددگار ہو۔ اور جو کوئی اس کی مدد کرنا چھوڑ دے۔ تو بھی اس کو بے یار و مددگار چھوڑ دے۔ اور حق کو اس کے ساتھ ساتھ گردش دے۔ جہاں کہیں وہ ہو۔)

بعد ازاں سیدالمرسلینؐ کے حکم کے بموجب امیرالمومنین کو ایک خیمہ میں بٹھایا۔ اور خلائق کے گروہوں نے ان کی خدمت میں حاضر ہو کر تہنیت اور مبارکباد کے لوازم و مراسم کو پورا کیا۔ اور قدوہ اصحاب عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے جناب ولایت مآب سے کہا۔ بَخٍ بَخٍ لَکَ یَا ابْنَ اَبِیْ طَالِبٍ اَصْبَحْتَ مَوْلَایَ وَمَوْلٰی کُلِّ مُؤْمِنٍ وَمُؤْمِنَۃٍ۔ یعنی اے ابوطالب کے بیٹے۔ تجھے مبارک ہو۔ کہ تو نے اس حال میں صبح کی کہ تو میرا اور ہر مومن مرد اور مومنہ عورت کا مولا ہو گیا۔ بعد ازاں امہات مومنین یعنی رسول خدا کی زوجات حسب ارشاد سیّدالمرسلینؐ امام المسلمین کے خیمہ میں جاکر تہنیت کے شرائط و آداب بجا لائیں۔

اور علمائے امامیہ کی روایت کے موافق آیۂ کریمہ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا (آج کے دن میں نے تمہارے واسطے دین کو کامل کیا۔ اور اپنی نعمت تم پر کامل کر دی۔ اور تمہارے لئے اسلام کو دین پسند کیا) اسی روز نازل ہوا۔ تب آنحضرتؐ نے فرمایا۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ عَلٰی اِکْمَالِ الدِّیْنِ وَاِتْمَامِ النِّعْمَۃِ وَاِرْضَاءِ بِرِسَالَتِیْ وَبِوِلَایَۃِ عَلِیِّ ابْنِ اَبِیْ طَالِبٍ (یعنی میں دین کے کامل کرنے اور نعمت کے پورا کر دینے اور میری رسالت اور علیؑ بن ابی طالب کی ولایت پر رضا مند

ہونے پر تکبیر کہتا ہوں)

الغرض قصّہ مذکورہ سے فارغ ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقام غدیر خم سے کوچ فرما کر مدینہ منوّرہ میں تشریف لے گئے۔ اور بہ اتفاق علمائے فریقین اس واقعہ کے چوراسی روز بعد عالم فنا سے عالم بقا کی طرف رحلت فرمائی۔ اور جمہور مورخین کی کتابیں اس مضمون سے پُر ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجۃ الوداع سے مدینہ میں واپس تشریف لائے تو یہاں پہنچ کر بیمار ہو گئے۔ اور چند روز صاحب فراش رہے۔ بعدازاں آپ تندرست ہو گئے۔ اور یہ بیماری مرض الموت کے علاوہ ہے۔ جب اس بیماری کی خبر ملک عرب کے اطراف و جوانب میں پھیل گئی تو تین مردوں اور ایک عورت نے سرداری کے خیال سے پیغمبری کا دعوےٰ کیا۔ مردوں میں ایک تو مسیلمہ بن ثمامہ حنفی تھا۔ اور دوسرا طلحہ بن خویلد اسدی۔ اور تیسرا اسود بن کعب عنسی۔ اور وہ عورت سجاح تمیمہ بنت حارث بن سوید ہے۔ اور بعض اہل ضلالت ان پر ایمان لائے تھے۔ مسیلمہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خط لکھا تھا۔ جس کا مضمون یہ تھا۔ مِنْ مُّسَیْلَمَۃِ رَّسُوْلِ اللّٰہِ اِلٰی مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰہِ۔ **اما بعد** فَاِنِّیْ قَدْ اُشْرِکْتُ فِی الْاَمْرِ مَعَکَ وَاِنَّ لَنَا نِصْفُ الْاَرْضِ وَ لِقُرَیْشٍ نِصْفُھَا وَلٰکِنَّ قُرَیْشًا قَوْمٌ یَعْدِلُوْنَ۔ یعنی یہ خط خدا کے رسول مسیلمہ کی طرف سے خدا کے رسول محمدؐ کی طرف ہے۔ اما بعد میں امر نبوت میں تیرے ساتھ شریک ہو گیا ہوں۔ اور آدھی زمین تو میری ہے۔ اور آدھی قریش کی۔ لیکن قریش ایک غدّار قوم ہے۔ اور اس خط کو لکھ کر دو آدمیوں کے ہاتھ مدینے میں بھیجا۔ جب اس کے قاصد خط لے کر مدینے میں پہنچے۔ آنحضرت صلعم نے اُن سے پوچھا تمہارا اعتقاد مسیلمہ کے بارے میں کیا ہے۔ اُنہوں نے عرض کی۔ وہ نبوّت میں تیرے ساتھ شریک ہے آنحضرت نے مسکرا کر فرمایا۔ اگر قاصدوں کے قتل کرنے کی ممانعت نہ ہوتی۔ تو میں تمہیں قتل کر دیتا۔ پھر مسیلمہ کے خط کا جواب اس طرح پر تحریر فرمایا۔ مِنْ مُحَمَّدٍ رَسُوْلِ اللّٰہِ اِلٰی مُسَیْلَمَۃِ الْکَذَّابِ۔ سَلَامٌ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی قَدْ بَلَغَنِیْ کِتَابُکَ کِتَابُ الْکِذْبِ وَالْاِفْکِ وَالْاِفْتِرَاءِ عَلَی اللّٰہِ فَاِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰہِ یُوْرِثُھَا مَنْ یَّشَاءُ مِنْ عِبَادِہِ الصَّالِحِیْنَ وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ محمد رسول اللہ کی طرف سے مسیلمہ کذاب کی طرف۔ سلام ہو۔ اس شخص پر جو ہدایت کی پیروی کرے۔ تیرا خط جو اللہ تعالیٰ پر افترا اور افک و کذب کا خط ہے میرے پاس پہنچا۔ زمین خدا کی ہے۔ وہ اپنے نیکوکار بندوں میں سے جس کو چاہے۔ اس کا وارث بناتا ہے۔ اور عاقبت پرہیزگاروں کے لئے ہے۔)

القصّہ اس خط کے ارسال کرنے کے بعد چھبیسویں ماہ صفر ۱۱ھ ہجری کو شیخین۔ عثمان۔ اور اکثر اعیان و اشراف صحابہ کو اسباب سفر کی تیاری کا حکم فرمایا۔ اور اسامہ بن زید کو ان کے اُوپر امیر بنایا۔ اور حکم دیا۔ کہ روم کے جہاد کا

عزم کرکے نواحِ اُبنی تک جو جعفر طیار اور زید کا مقام شہادت ہے۔ جاؤ۔ اور ان کے خون کا عوض قرار واقعی لیکر واپس آؤ۔ اور اُسامہ کو نصائح فرماکر رخصت کیا۔ اور اسامہ نے موضع جرف کو اپنا لشکر گاہ بنایا۔ تاکہ جب لوگ جمع ہو جائیں۔ آگے کو روانہ ہو جائے۔ جیش اسامہ کے مقرر کرنے کے دو تین روز بعد آنحضرت کو مرض لاحق ہو گیا اور ان ہی دنوں میں حضرتؐ نے سُنا کہ اسامہ کو امیر لشکر بنانا۔ بزرگ اصحاب کو ناگوار گذرا ہے۔ اور وہ کہتے ہیں۔ کہ پیغمبر آخر الزمان نے ایک غلام کو مہاجرین اولین پر امیر بنایا ہے۔ یہ سُن کر آپ کو قلق ہوا۔ اور غضب ناک ہو کر تپ اور دردِ سر کی شدّت کے باوجود مسجد میں تشریف لے گئے۔ اور منبر پر جاکر حمد و ثنائے باری تعالیٰ کے بعد فرمایا۔ اے لوگو! یہ کیا بات ہے۔ جو اُسامہ کی امارت کے بارے میں تمہاری طرف سے مجھ کو پہنچی ہے۔ اگر تم آج اُسامہ کی امارت کے باب میں طعن کرتے ہو۔ تو تم نے اس سے پہلے جنگِ موتہ میں اس کے باپ زید کی امارت پر طعن کیا ہوگا۔ خدا کی قسم! زید امارت کے قابل تھا۔ اور اس کا بیٹا اسامہ بھی اس کام کی قابلیت اور صلاحیت رکھتا ہے میری وصیت کو اس بارے میں قبول کرو۔ اور اس کے رفیق بنو۔ کیونکہ وہ تمہارے نیکوں میں سے ہے۔ پھر منبر سے اُتر کر حجرۂ مبارک میں تشریف لے گئے۔

اور روضۃ الاحباب میں منقول ہے کہ یہ بات روز شنبہ دہم ماہ ربیع الاول کو واقع ہوئی اور جو صحابہ اسامہ کی ہمراہی میں مقرر ہوئے تھے۔ ایک ایک آکر آنحضرت کو وداع کرکے لشکر گاہ میں چلے جاتے تھے۔ اور آنحضرتؐ شدّت مرض کی حالت میں نہایت مبالغہ اور تاکید سے فرماتے تھے لشکر اُسامہ کو روانہ کرو۔

القصہ احادیث غدیر خم اور بعض آیات مثلاً آیہ مباہلہ جس میں خدائے تعالیٰ نے امیر المومنین کو نفس سید المرسلینؐ فرمایا ہے۔ اور اکثر احادیث مثل۔ اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ ھَارُوْنَ بِمُوْسٰی اِلَّا اَنَّہٗ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ اور جیش اُسامہ کو بطریق مذکور بالا روانہ کرنے کی بنا پر مجتہدین مذہب امامیہ کا یہ عقیدہ ہے۔ کہ سید المرسلینؐ کے بعد امیر المومنینؑ بموجب حدیث۔ اَلْخِلَافَۃُ ثَلٰثُوْنَ سَنَۃً (خلافت تیس سال ہے) تیس برس امام۔ غوث اعظم۔ قطب دائرہ بنی آدم۔ عالم پناہ۔ خلیفۂ خدا۔ اور قائم مقام رسولِ خدا رہے۔ اگرچہ خلفائے ثلٰثہ حاکم اور خلیفہ کے نام سے مشہور و معروف رہے۔ لیکن حقیقت میں مرتضیٰ علیؑ خلافت صوری و معنوی کے کمال سے موصوف اور منعوت تھے اسی لئے تمام مشکلات میں آپ ہی کے حکم پر عمل کیا کرتے تھے۔ اور بہ کرات و مرات یعنی بہت دفعہ یَامُفَرِّجَ الْکُرَبِ (اے سختی کے دور کرنے والے) اور کبھی لَوْلَا عَلِیٌّ لَہَلَکَ عُمَرُ کہتے تھے اور ان تیس سال میں سے چوبیس سال اور چند مہینے غیر مشکل اور سہل امور میں تصرف اور مداخلت کرنے سے ممنوع رہے جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبوت پر مبعوث ہونے کے بعد چند سال احکامِ نبوت میں دخیل ہونے سے ممنوع رہے اسی طرح امیر المومنین خیر النبیین کی وصیت کے موافق صبر و مدارا سے زندگانی بسر کرتے تھے۔ اس کے بعد پانچ سال اور چند مہینے ناکثین

قاسطین اور مارقین سے جہاد کرنے میں مبتلا رہے۔ جیسا کہ باب شجاعت میں مذکور ہوا۔ نیز وہ بیان کرتے ہیں۔ کہ اُن روایات سے جو اسانید صحیحہ سے ہم کو پہنچی ہیں۔ ایسا مستفاد ہوتا ہے کہ امیرالمومنینؑ نے سیّد کائنات کے سوا اور کسی شخص سے بیعت نہیں کی۔ لیکن خلفائے ثلاثہ سے بیعت کرنے میں توقف کرنے کا ذکر جو اہل سنن کی کتب متداولہ میں بہ تواتر وارد ہوا ہے۔ نیز اس بات پر دلالت کرتا ہے۔ کہ خلافت امیرالمومنین کا حق تھی۔ کیوں کہ اگر وہ آپ کا حق نہ ہوتی تو بیعت کرنے میں توقف نہ کرتے۔ اس لئے کہ بحکم آیۂ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا (الاحزاب) آپ گناہان صغیرہ وکبیرہ سے معصوم اور محفوظ ہیں۔ چنانچہ روضۃ الاحباب کے دفتر ثانی میں منقول ہے۔ کہ جب بیعت کے کاروبار سے فراغت حاصل ہوئی۔ تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بڑے بڑے روسار واشراف مہاجر وانصار کا ایک مجمع مرتب کیا۔ اور علیؑ مرتضیٰ کو اس مجمع میں بلایا۔ امیر تشریف لائے۔ اور اپنے مناسب مقام پر بیٹھ گئے۔ اور بلانے کا سبب پوچھا۔ قدوۂ اصحاب عمر بن الخطاب نے کہا۔ ہم چاہتے ہیں کہ جس طرح تمام صحابہ نے ابوبکر سے بیعت کرلی ہے۔ تم بھی بیعت کرو۔ امیر نے اس کے جواب میں فرمایا۔ جس بات کو تم نے انصار پر حجت کر کے اس منصب کو لیا ہے۔ اسی کو میں تم پر حجت کرتا ہوں۔ سچ کہو سیّد کائنات سے زیادہ قریب اور بموجب آیۂ اُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ (ذوی الارحام میں سے بعض بعضوں سے کتاب خدا میں اولیٰ ہیں) (انفال ع۱۰، احزاب ع۱) کے خلافت کا حقدار کون ہے۔ عمرؓ بن الخطاب نے کہا ہم تم کو نہ چھوڑیں گے جب تک کہ بیعت نہ کرلو۔ امیر نے فرمایا۔ پہلے میری بات کا جواب باصواب دو۔ اس کے بعد مجھ سے بیعت کی خواہش کرو۔ ابوعبیدہ جراح نے کہا۔ اے ابوالحسن! تم سبقت اسلامی اور سیدالانام سے قریبی قرابت کی فضیلت رکھنے کی وجہ سے حکومت اور خلافت کے مستحق اور سزاوار ہو۔ لیکن چونکہ صحابہ نے ابوبکر پر اجماع کیا ہے۔ مناسب یہ ہے کہ تم بھی ہمارے ساتھ موافقت کرو۔ امیر نے فرمایا۔ اے ابوعبیدہ! تو بقول رسول مختار اس امت کا امین ہے۔ جو موہبت وبخشش کہ حق تعالیٰ نے خاندان نبوت کو کرامت فرمائی ہے۔ تم اُس کو دوسری جگہ منتقل کرنے کی فکر نہ کرو۔ قرآن و وحی کے نازل ہونے اور امر ونہی کے وارد ہونے کا مقام اور فضل وعلم کی کان اور عقل وحلم کا منبع ہم ہیں۔ ان امور کی وجہ سے ہم خلافت کے قابل اور امارت کے سزاوار ہیں۔ بشر بن سعد انصاری نے کہا اے ابوالحسن جو دعوے کہ تم آج ظاہر کرتے ہو۔ اگر اس سے پہلے معلوم ہوتا تو بے شک وشبہ کوئی شخص تم سے اس باب میں مضائقہ اور نزاع نہ کرتا۔ اور سب کے سب تم ہی سے بیعت کرتے۔ لیکن جبکہ تم گھر میں بیٹھ رہے۔ اور لوگوں سے ملنا جلنا چھوڑ دیا تو خلق خدا کو یہ گمان ہوا۔ کہ تم خلافت سے علیحدگی اور کنارہ کشی کرتے ہو۔ اب جبکہ مسلمانوں کی ایک جماعت نے دوسرے شخص کو انتخاب کرلیا ہے۔ تم پیشوا بننا چاہتے ہو۔ اور اختلاف کرتے ہو۔ امیر نے فرمایا۔ اے بشر! تو اس بات کو روا رکھتا ہے۔ کہ میں آنحضرت کے جسد اطہر اور قالب انور کو غسل وکفن دینے اور دفن کرنے سے فراغت حاصل کرنے

سے پہلے ہی خلافت اور حکومت کا دعوےٰ کرتا۔ اور لوگوں کے ساتھ لڑتا جھگڑتا۔ ابو بکر صدیقؓ نے جب دیکھا کہ امیر کے تمام کلمات مضبوط اور استوار اور ایک ایک کلمہ لاکھ لاکھ کے برابر ہے۔ رفق و مدارا کی رُو سے بولے۔ کہ اے ابوالحسن! میرا تو یہ گمان تھا۔ کہ تم کو میرے ساتھ اس بات میں کچھ مضائقہ نہ ہوگا۔ اور اگر مجھے یہ معلوم ہوتا۔ کہ تم بیعت کے باب میں میری مخالفت کروگے۔ تو کبھی اس کو قبول ہی نہ کرتا۔ اب کہ لوگوں نے مجھ سے اتفاق کرلیا ہے۔ اگر تم بھی ان کے ساتھ موافقت کرو۔ تو میرا گمان واقع کے مطابق ہو جائے گا۔ اور اگر اب توقف کرو۔ اور اس باب میں کچھ غور کرنا چاہو۔ تو خیر کوئی مضائقہ نہیں۔ یہ سُن کر امیر المومنینؑ مجلس سے اُٹھ کر اپنے گھر چلے گئے۔ اسی اثنا میں ابوسفیان نے امیر کے پاس آکر کہا۔ کیا یہ جائز ہے کہ قریش کے کمینہ ترین لوگ تم پر غالب ہوگئے۔ اپنا ہاتھ کھولئے کہ میں آپ سے بیعت کروں۔ خدا کی قسم۔ اگر چاہو تو مدینہ کو آپ کی خاطر سے سواروں اور پیادوں سے بھردوں۔ امیر المومنینؑ نے جھڑک کر فرمایا۔ تیرا منشا اس کلام سے فساد کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ تو ہمیشہ اسلام اور مسلمانوں کا دشمن رہا ہے۔ لیکن خدا کا شکر ہے کہ تو ان کو کسی قسم کا ضرر نہیں پہنچا سکا۔ ہم ابوبکر کو امارت کے قابل جانتے ہیں۔ اور تیری خیر خواہی کی ہمیں ضرورت نہیں ہے۔

نیز روضۃ الاحباب میں منقول ہے۔ کہ یہ بات ثابت ہو چکی ہے۔ کہ امیر المومنینؑ نے جناب فاطمہؑ کے جیتے جی بیعت نہیں کی۔ اور اکثر بنی ہاشم اور قریش کی ایک جماعت مثل زبیر۔ طلحہ۔ خالد بن سعید بن العاص اور انصار کے ایک گروہ نے امیرؑ سے متفق ہو کر ابوبکرؓ سے بیعت نہ کی۔ اور سعد بن عبادہ نے جب تک زندہ رہا۔ تعصب اور حمیّت کے سبب بیعت نہ کی۔ اور ایک ضعیف روایت ہے کہ آخر کار اس سے جبراً بیعت لی گئی۔ اور خلیفہ دوّم کی نوبت میں یہ بات مشہور و معروف ہے کہ جب عہد نامہ خلافت سربمہر کرکے لوگوں میں پھرایا گیا۔ کہ خلیفہ رسولؐ خدا نے اپنی جگہ ایک شخص کو مقرر کیا ہے۔ اور یہ عہد نامہ اس کے نام پر لکھا ہے۔ مومنوں میں سے جو شخص خلیفہ کے حکم کو قبول کرتا ہے، وہ اپنا حال ظاہر کرے۔ جب وہ عہد نامہ اس طرح پر امیر کے پاس لائے۔ تو از روئے فراست یا کشف کے ذریعہ سے فرمایا۔ بَایَعْتُ لِمَنْ فِیْهَا وَاِنْ کَانَ عُمَرُ۔ یعنی میں نے اس شخص کی بیعت کی۔ جس کا نام اس عہد نامے میں درج ہے۔ اگرچہ وہ عمر ہو۔ اور عہد نامہ مذکور کی عبارت شرح مقاصد میں اس طرح پر منقول ہے۔ هٰذَا مَا عَهِدَ اَبُوْ بَکْرِ بْنِ قَحَافَةَ فِیْ اٰخِرِ عَهْدِهٖ فِی الدُّنْیَا خَارِجًا اِنِّیْ اَسْتَخْلِفُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ فَاِنْ عَدَلَ فَذَالِكَ ظَنِّیْ بِهٖ وَرَاْیِیْ فِیْهِ وَاِنْ جَارَ فَلِکُلِّ امْرِءٍ مَا اکْتَسَبَ (یہ وہ عہد ہے جو ابوبکرؓ بن قحافہ نے اپنے آخری وقت میں دنیا سے جاتے ہوئے کیا ہے۔ کہ میں عمرؓ بن الخطاب کو اپنا جانشین کرتا ہوں پس اگر وہ انصاف اور عدل کرے۔ تو یہ میرا اس پر گمان اور اس کے باب میں ایسی ہی میری رائے ہے۔ اور اگر وہ ظلم کرے تو ہر شخص اپنے کئے کا بدلہ پائے گا۔) اور اس عہد نامہ کو عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے تحریر کیا تھا۔

علمائے امامیہ کہتے ہیں۔ تعجب ہے کہ قدوۂ اصحاب عمرؓ بن الخطاب نے اس عہد نامہ کی تحریر کے وقت

حَسْبُنَا کِتَابُ اللّٰہِ اِنَّ ھٰذَا الرَّجُلُ قَدْ اِشْتَدَّ وَجَعُہٗ (ہم کو کتاب خدا کافی ہے اس شخص پر تو درد کا غلبہ ہو رہا ہے۔) کیوں نہ کہا۔ جیسا کہ اس وقت کہا تھا۔ جبکہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوات اور قلم طلب فرمایا تھا اور ہم اس کے جواب میں کہتے ہیں۔ ؎

خطائے بزرگاں گرفتن خطاست

یعنی بزرگوں کی خطائیں پکڑنا گناہ ہے۔ وہ بزرگ تھے۔ جو کچھ انہوں نے کیا۔ اپنے موقع پر ٹھیک تھا)

اور خلیفہ سوم کی تقرری کے موقع پر بھی روضۃ الاحباب میں مرقوم ہے کہ جب شوریٰ کا جھگڑا طے ہو چکا اور عبدالرحمٰن بن عوف کی تجویز کے موافق لوگوں نے عثمان بن عفان سے بیعت کر لی۔ تو امیرالمومنین علیؑ نے اس مجمع میں تامل اور توقف کر کے فرمایا۔ اے اہل مجلس میں تم کو قسم دیتا ہوں۔ سچ کہو۔ اصحابِ رسول کے درمیان میرے سوا کوئی شخص ایسا ہے۔ جس سے عقد اُخوت (بھائی چارا) منعقد کرتے وقت جبکہ رسولِ خدا نے اپنے اصحاب کے درمیان عقدِ اُخوت کو مستحکم کیا تھا۔ یہ فرمایا ہو۔ اَنْتَ اَخِیْ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ (یا علیؑ تو دُنیا و آخرت میں میرا بھائی ہے)، تمام حاضرین مجلس نے جواب دیا کہ کوئی نہیں۔ بعدازاں ارشاد فرمایا میرے سوا کوئی شخص ایسا بھی موجود ہے۔ جس کی شان میں حضرت نے فرمایا ہو۔ مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَھٰذَا عَلِیٌّ مَوْلَاہُ۔ (میں جس کا مولا ہوں پس یہ (علی) اس کا مولا ہے) سب نے جواب دیا کہ نہیں۔ بعدازاں ارشاد فرمایا۔ تمہارے درمیان میرے سوا کوئی ایسا ہے۔ جس کے لئے آنحضرت نے فرمایا ہو۔ اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ ھَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰی اِلَّا اَنَّہٗ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ۔ تمام حاضرین ادنیٰ و اعلیٰ نے عرض کی۔ کہ نہیں۔ پھر فرمایا۔ تمہارے درمیان میرے سوا کوئی مرد ایسا ہے کہ امینِ وحی اور مہبطِ امر و نہی (رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اس کو سورۂ برأت پر امین مقرر کر کے کلمۂ کافیہ وافیہ لَا یُؤَدِّیْ عَنِّیْ اِلَّا اَنَا اَوْ رَجُلٌ مِّنْ عِتْرَتِیْ سے عالی شان فرمایا ہو۔ سب حاضرین نے عرض کی۔ کہ نہیں۔ بعدازاں ارشاد فرمایا۔ کہ کیا تم کو معلوم نہیں ہے۔ کہ سیدالبشر اور شفیع روزِ محشر نے کل مہاجرین و انصار پر مجھ کو متعین فرما کر سرایا کے طور پر دشمن کی طرف بھیجا۔ اور ان کو امیر جیش کی متابعت اور فرمانبرداری کی وصیت فرمائی اور مجھ پر ہرگز کسی کو امیر نہیں بنایا۔ تمام حاضرین نے جواب دیا۔ کہ ہاں بیشک ایسا ہی تھا۔ جیسا کہ حضرت فرماتے ہیں۔ بعدازاں فرمایا۔ آیا تمہیں معلوم ہے کہ مُعلّم مُعلّمہ علم اولین و آخرین نے میرے علم کا اعلان فرما کر اس طرح پر اہل ایمان کو مطلع فرمایا۔ کہ اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا وَاَنَا دَارُ الْحِکْمَۃِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا حاضرین نے عرض کی۔ کہ ہاں ہم جانتے ہیں۔ پھر فرمایا۔ کیا تم کو معلوم نہیں ہے کہ اصحاب رسولؐ رسول کو خطر کے مقام پر دشمنوں میں چھوڑ معرکۂ جنگ میں کفار سے فرار کر گئے اور میں نے کسی خوف کے مقام میں آنحضرت سے روگردانی نہیں کی۔ اور اپنی جان کو آنحضرت کے جسدِ اقدس اور نفس انفس کا

محافظ اور سپر بنایا ہے۔ سب نے عرض کی کہ ہاں ایسا ہی ہے۔ پھر فرمایا۔ کیا تم نہیں جانتے۔ کہ اول جس شخص نے دائرۂ اسلام میں قدم رکھا۔ وہ میں ہوں۔ سب نے جواب دیا کہ ہاں۔ پھر ارشاد فرمایا۔ کون ایسا شخص ہے جو حسب اور نسب میں ہم سے زیادہ قریب ہو۔ سب نے عرض کی۔ کہ آپ کا اقرب ہونا مسلم اور ثابت ہے اور آنحضرت صلعم سے قربت اور قرابت کی راہ میں آپ کی زیادتی کا قدم نہایت راسخ اور مضبوط ہے۔

اُس وقت عبدالرحمٰن بن عوف نے کہا۔ یا ابوالحسن یہ تمام فضائل جو آپ نے شمار کئے۔ اسی طرح پر ہیں جس طرح آپ نے بیان کئے۔ اور تمام اصحاب ان امور کا اقرار رکھتے تھے۔ اور اب بھی مقر اور معترف ہیں۔ لیکن اب اکثر آدمیوں نے عثمانؓ سے بیعت کر لی ہے۔ آپ سے امید کی جاتی ہے کہ ان کے ساتھ موافقت فرمائیں گے اور مخالفت کی طرف قدم نہ بڑھائیں گے۔ شاہ عرصۂ ولایت نے فرمایا۔ خدا کی قسم۔ تم جانتے ہو۔ خلافت کا سب سے بڑھ کر حق دار کون ہے؟ اس پر بھی نفسانی اغراض اور دنیاوی مصالح کے سبب اپنے علم اور واقفیت کے مطابق عمل نہیں کرتے۔ خدا کی قسم میں نے اس امر خلافت کو اپنے غیر کے لئے تسلیم کر لیا۔ کیونکہ میں جانتا ہوں کہ مسلمانوں کی سلامتی اسی تنزل اور تسلیم میں ہے کیونکہ اس تسلیم یعنی حوالہ کر دینے میں خاص مجھ پر ظلم ہے نہ کہ اسلام اور مسلمانوں پر۔ اس لئے اجر آخرت کی امید پر میں نے مناقشہ اور جھگڑے رگڑے کو ترک کر دیا۔ اور یہ اشعار آب وار اس ابر گہر بار اور بحر پُر زور شاہ وار کرم اللہ وجہہ سے اس بحث و مباحثے کے متعلق زمانے کی یادگار رہ گئے ہیں۔

اشعار

(۱) قَدْ یَعْلَمُ النَّاسُ اَنَّ خَیْرَھُمْ نَسَبًا نَحْنُ وَ اَفْخَرَھُمْ بَیْتًا اِذَا فَخَرُوْا

یعنی سب لوگ جانتے ہیں کہ ہم از روئے نسب ان سب سے بہتر ہیں۔ اور از روئے خاندان جبکہ لوگ اس پر فخر کریں۔ سب سے بڑھ کر ہم ہی ہیں۔

(۲) وَرَھْطُ النَّبِیِّ وَھُمْ مَاوٰی کَرَامَتِہٖ وَنَاصِرُ الدِّیْنِ وَالْمَنْصُوْرُ مَنْ نَصَرُوْا

یعنی ہم نبی کا گروہ ہیں اور وہ (گروہ نبی) آپ کی کرامت کا مقام اور دین کے مددگار ہیں۔ اور منصور و مظفر وہ شخص ہے۔ جس کے یہ مددگار اور ناصر ہوں۔

(۳) وَالْاَرْضُ تَعْلَمُ اَنَّا خَیْرُ سَاکِنِھَا کَمَا بِہٖ تَشْھَدُ الْبَطْحَاءُ وَالْمَطَرُ

یعنی اور زمین جانتی ہے کہ میں اس پر سکونت رکھنے والوں میں سب سے بہتر ہوں چنانچہ سنگلاخ اور نرم زمین میری افضیلت کی قائل ہے۔

(۴) وَالْبَیْتُ ذِی السِّرِّ وَالْاَرْکَانِ لَوْ سُئِلُوْا نَادٰی بِذٰلِكَ رُکْنُ الْبَیْتِ وَالْحَجَرُوْا

یعنی اسرار اور کان والا گھر بھی اس بات کو جانتا ہے۔ اگر اس سے سوال کیا جائے۔ تو رکن بیت الکعبہ اور حجر الاسود میری افضیلت کی گواہی دیں گے۔

اب اگر کوئی شخص یہ کہے کہ جناب ولایت پناہ نے معاویہ کے معاملے میں اس دستور پر کیوں عمل نہ فرمایا۔ کیونکہ اس واقعہ میں بھی مسلمانوں کی سلامتی اسی میں تھی کہ آپ تنزل اور تسلیم پر عمل کرتے۔ اس کے جواب میں ہم کہیں گے کہ ان دونوں صورتوں میں نہایت بیّن اور واضح فرق ہے۔ اس لئے کہ حضرت امیر عثمانؓ کو خلافت کے لائق جانتے تھے۔ لیکن اپنے آپ کو اس کا زیادہ ترحق دار اور مستحق سمجھتے تھے۔ اور اسلام اور مسلمانوں کی مصلحت کی وجہ سے اپنے حق سے درگذر فرمائی۔ لیکن معاویہ کو خلافت کے لائق اور مسلمانوں کی عام امارت اور حکومت کے قابل نہ جانتے تھے۔ کیونکہ امیر کے سوا صحابہؓ میں سے بہت سے آدمی معاویہ کی نسبت خلافت کے زیادہ تر حقدار اور سزاوار تھے۔ اس جماعت صحابہ سے اپنے اشرف و اعلیٰ ہوتے ہوئے اگر معاویہ کی خلافت پر رضامند ہوجاتے تو اسلام میں خلل و خرابی پڑ جاتی اور امر دین میں مداہنت اور خیانت کا الزام آپ پر عائد ہوتا۔ لہذا ضرورتاً اہلِ بغات سے جنگ میں مشغول ہوئے۔ تاکہ اسلام اور مسلمانوں پر ظلم نہ ہونے پائے اور حضرت نے اپنی تقریر مذکور میں جو یہ ارشاد فرمایا ہے کہ لَمْ يَكُنْ حَيْفًا اِلَّا عَلَيَّ خَاصَّةً اس میں صرف میری ہی ذات پر ظلم تھا۔ وہ اسی مطلب کی طرف اشارہ ہے۔ نیز چونکہ آخری صورت میں مہاجر و انصار کے اہلِ حل وعقد نے باہم متفق ہو کر امیر سے بیعت کی تھی۔

اور حدیث صحیح میں وارد ہوا ہے کہ اِذَا بُوْيِعَ بِخَلِيْفَتَيْنِ فَاقْتُلُوا الْاٰخِيْرَ مِنْهُمَا یعنی جب دو خلیفوں سے بیعت کی جائے تو ان دونوں میں سے دوسرے کو قتل کرو۔ اس حدیث کے مطابق معاویہ قتل اور جنگ کا سزاوار ہوگیا تھا۔ اور اس صورت میں چونکہ اہلِ حلّ وعقد نے عثمانؓ کی خلافت پر بیعت کی تھی۔ اس لئے آنجناب نے مسلمانوں کی سلامتی کو مدنظر رکھتے ہوئے مخالفت نہ فرمائی۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الْمَلِكِ الْمَعْبُوْدِ۔

اب ہم خلافت کے اس زمانے کا بیان کرتے ہیں۔ جو فریقین کے عام اور خاص کے اتفاق سے ۳۵ھ میں متحقق ہوا۔ روضۃ الاحباب میں منقول ہے کہ اہل سیر و تواریخ رحمہم اللہ نقل کرتے ہیں۔ کہ جب عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے قتل کا واقعہ وقوع پذیر ہوا۔ تو جناب ولایت مآب وصایت نصاب امیرالمومنین کرم اللہ وجہہ خانہ نشین ہوگئے۔ اور لوگوں سے ملنا جلنا قطعاً چھوڑ دیا۔ رؤسائے مصر اور علمائے عصر بیعت کرنے کی غرض سے در دولت پہ حاضر ہوئے۔ لیکن آپ نے قبول نہ کیا۔

اور ایک روایت میں ہے کہ قتل عثمان کے پانچ روز بعد اہلِ مصر نے اہلِ مدینہ سے کہا۔ کہ مرتضیٰ علیؓ کے پاس چل کر درخواست کرنی چاہیئے کہ وہ منصب خلافت کو منظور فرمائیں۔ اور متفق ہو کر آستانۂ مبارک پر حاضر ہوئے۔ اور

عرض کی کہ دنیا کو ایک امام و پیشوا اور خلیفہ و مقتدا کی ضرورت ہے۔ اور ہم زمانے میں اس کام کے زیادہ تر قابل اور حقدار آپ کے سوا اور کسی کو نہیں جانتے۔ جواب میں ارشاد فرمایا۔ مجھے اس کام کی طرف رغبت اور میلان نہیں ہے۔ جس شخص پر تم اتفاق کرو۔ میں بھی تمہارے ساتھ متفق ہو کر اس کی بیعت اور متابعت کروں گا۔ اُنہوں نے عرض کی۔ کہ مرتضیٰ کے ہوتے امیر کی تلاش کرنا گویا آفتاب کے ہوتے سہا ستارے کو تلاش کرنا ہے جیسا کہ شاعر نے کہا ہے۔

مرتضیٰ اندر میاں وانگہ کسے جوید امیر آفتاب اندر سما وانگہ کسے جوید سُہا

یعنی جب تک حضور زندہ و سلامت ہیں۔ کس کی مجال ہے۔ کہ خلافت اور بادشاہی خاص و عام کا ذمہ دار ہو سکے اگر جناب نے ہم غریبوں کی التماس کو قبولیت کا شرف عطا نہ فرمایا۔ تو بموجب قول مشہور لَوْلَا السُّلْطَانُ لَاَکَلَ النَّاسُ بَعْضُھُمْ بَعْضًا۔ (اگر بادشاہ نہ ہو۔ تو لوگ ایک دوسرے کو کھا جائیں) لوگوں میں فتنہ و فساد برپا ہو جائے گا۔ اور خلقت کے کاروبار میں خلل واقع ہوگا۔ امیرالمومنینؑ نے ان طالبان صواب کے جواب میں فرمایا۔ تمہارا یہ کلام نہیں ہے کہ نصبِ امام کے ذمہ دار بن سکو۔ یہ کام اہلِ بدر کی رائے و صلاح پر موقوف ہے جو ارباب حل و عقد اور اصحابِ ذوی الاقتدار ہیں۔ یہ لوگ جس شخص کو خلافت اور ریاست کے لئے تجویز کریں گے خلیفہ وہی ہوگا۔ جب اُنہوں نے جناب امیر کا یہ کلام متین اس گروہ جلیل القدر کو پہنچایا تو ان میں سے جو بزرگوار مدینہ میں موجود تھے۔ امیرالمومنین کے درِ دولت پر حاضر ہوئے۔ اور بیعت کی درخواست کی۔ جب حضرت نے بیعت کے باب میں مہاجر انصار کی الحاح و زاری اس درجہ پر دیکھی۔ گھر سے باہر تشریف لائے۔ اور مسجد نبوی میں جا کر منبر پر تشریف لے گئے۔ اور حمد و ثنائے الٰہی اور درود و سلام رسالت پناہی کے متعلق ایک فصیح خطبہ بیان فرمایا۔ بعد ازاں حاضرین سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا۔ اے گروہِ مومنین! کیا تم اس بات پر رضامند ہو۔ کہ میں تمہارا امیر ہوں سب نے عرض کی۔ ہاں۔ اور اوّل جس شخص نے اُٹھ کر حضرت سے بیعت کی۔ وہ طلحہ بن عبیداللہ تھا اور اُس کا ہاتھ اُحد کی لڑائی میں ضرب لگنے سے شل ہو گیا تھا۔ جناب امیر کی نظر جب اس پر پڑی۔ تو خاطر مبارک میں یہ خیال گزرا۔ کہ یہ ہاتھ نکث و نقض بیعت یعنی بیعت توڑنے کے زیادہ تر لائق اور سزاوار ہے۔ اور دل میں فرمایا یَدٌ شَلَّاءُ وَاَمْرٌ اَشَلُّ۔ (ہاتھ لُنجا ہے اور امر بیعت اس سے بھی زیادہ لُنجا ہے)

اور ایک روایت میں ہے کہ حبیب بن ذویب نے کہا۔ کہ اوّل جس شخص نے امیرؑ سے بیعت کی ہے۔ اس کا ہاتھ شل ہے۔ یہ بیعت کبھی انجام کو نہ پہنچے گی۔ یَدٌ شَلَّ وَبَیْعَۃٌ لَا تَتِمُّ (ہاتھ شل ہے۔ اور بیعت انجام کو نہ پہنچے گی) اس کے بعد زبیر نے بیعت کی۔ بعد ازاں مہاجر و انصار کے باقی شرفا اعیان اور دوسرے لوگ بیعت سے مشرف ہوئے اور بعض کتابوں میں نظر سے گزرا ہے۔ کہ یہ بیعت روز جمعہ یعنی جس روز عثمانؓ مارا گیا۔ وقوع میں آئی۔ اور زیادہ تر

صحیح قول یہی ہے کہ قتل عثمانؓ کے ایک ہفتہ بعد امیرالمومنینؑ سے بیعت کی گئی۔

اور کتاب مستقصیٰ میں لکھا ہے کہ اہلِ مدینہ نے سعد بن ابی وقاص سے کہا۔ کہ ہاتھ کھول۔ تاکہ ہم تجھ سے بیعت کریں۔ جب اس نے انکار کیا تو سعد بن زید اور عبداللہ بن عمر سے درخواست کی۔ انہوں نے بھی قبول نہ کی۔ اور امیرالمومنینؑ اپنے آپ کو اس کام سے بالکل علیحدہ رکھتے تھے۔ کیونکہ لوگوں کے اختلافِ کثیر کو مشاہدہ فرما رہے تھے جب قتل عثمان (روز جمعہ) کے بعد جمعرات کا دن آیا تو وہ لوگ جو تعین خلیفہ کے درپے ہو رہے تھے۔ رؤسائے اصحاب میں سے ایک ایک کے پاس جا کر کہتے تھے۔ علی مرتضیٰؑ اہلِ مدینہ کے درمیان موجود ہیں ہم نے ہر چند چاہا کہ ان سے سلسلہ بیعت کی تحریک کریں۔ لیکن قبول نہ فرمایا۔ اور کل جمعہ ہے۔ اور لوگوں کا کوئی امام نہیں ہے۔ جو اس فرض مؤکد کا ذمہ دار ہو۔ تمہاری رائے اس باب میں کیا ہے۔ سب نے کہا۔ ہم اس سے احق اور اولیٰ نہیں ہیں۔ ان لوگوں نے کہا۔ تم ہم سے موافقت کرو۔ تاکہ آنجناب سے بیعت کر کے ان کو خلیفہ بنائیں۔ اہلِ بدر سوائے طلحہ و زبیر کے سب متفق ہو کر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور بیعت کرنے کے لئے گذارش کی۔ امیرالمومنینؑ نے فرمایا طلحہ اور زبیر کہاں ہیں؟ وہ بولے۔ وہ دونوں ایسا اور ایسا کہتے ہیں۔ فرمایا۔ اس جلیل الشان کام میں ان کا موجود ہونا ضروری ہے پس مالک اشتر اور حکیم بن جبلہ نے دونوں کے پاس جا کر کہا۔ ہم نے منصب خلافت جدا جدا تم دونوں کے سامنے پیش کیا تم نے انکار کیا اور قبول نہ کیا۔ اب مسلمانوں نے ایک دوسرے شخص کو جو اس کام کے قابل ہے اختیار کیا ہے تم موافقت نہیں کرتے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ تم اسلام کے ہمدرد اور خیرخواہ نہیں ہو۔ اس لئے اس شخص سے بیعت نہیں کرتے۔ جس پر سب مسلمانوں نے اتفاق کر لیا ہے۔ اس لئے تمہارا خون مباح و حلال ہے۔ اور تمہارا نفس عذاب و وبال کا سزاوار ہے۔ انہوں نے جب دیکھا کہ انکار کرنے کی صورت میں عثمان بن عفان سے ملحق کئے جائیں گے۔ تو دونوں امیرالمومنینؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے ان سے فرمایا۔ مجھے اس کام میں کوئی رغبت نہیں ہے۔ تم میں سے جو کوئی رغبت رکھتا ہے وہ اپنا ہاتھ پھیلائے۔ میں اس سے بیعت کرتا ہوں۔ دونوں نے عرض کی کہ آپ اس کام کے احق و اولیٰ اور انسب اور اصلح ہیں۔ تب پہلے طلحہ نے پھر زبیر نے بیعت کی۔

اور بعض معتبرین سے ایسا سنا گیا ہے کہ یہ بیعت اس روز واقع ہوئی۔ جبکہ شاہِ سیارگان یعنی آفتاب برج حمل میں داخل ہوا تھا۔ اس وقت فلک ولایت کے چاند نے منزل خلافت میں قرار پایا۔ اور جب دوسرا دن ہوا۔ تو عام لوگوں نے بیعت کی۔ بعد ازاں امیرالمومنینؑ نے ایک نہایت فصیح و بلیغ خطبہ پڑھا۔ اور صحابہ کے ساتھ باجماعت نماز پڑھ کر فرمایا۔ کہ مروان اور بنی معیط کے چند اور آدمیوں کو بلاؤ تفتیش و تلاش کے بعد اس جماعت کا کہیں نشان تک نہ ملا۔ جناب خلافت مآب نے زوجہ عثمان بن عفان سے دریافت کیا۔ کہ عثمانؓ کا قاتل کون تھا۔ اس نے جواب میں عرض کی کہ دو مرد گھر میں داخل ہوئے۔ اور محمد بن ابی بکر ان کے ساتھ تھا۔ ان دو مردوں نے اس کو قتل کر کے

شہادت کے درجہ پہ فائز کیا میں نے ان کے مُنہ دیکھے۔ لیکن پہچان میں نہ آئے۔ امیرالمومنینؑ کرم اللہ وجہہ نے محمد بن ابی بکر کو بلایا۔ اور واقعہ کی کیفیت دریافت فرمائی۔ اس نے عرض کی۔ کہ خدا کی قسم! میں عثمانؓ کے گھر میں داخل ہوا اور اس کے قتل کا ارادہ رکھتا تھا۔ جب اس نے میرے باپ کا ذکر کیا۔ اس کی الحاح وزاری نے مجھ میں اثر کیا۔ اور اس کے قتل سے ہاتھ روک لیا اور اب میں اس کام سے پشیمان اور تائب ہوں۔ اور خدا کی قسم میں نے اس کو قتل نہیں کیا۔ اور دوسرے کو بھی منع نہیں کیا۔ عثمانؓ کی زوجہ نے اس کی تمام باتوں کی تصدیق کی۔

نیز بعض کتب سیر وتواریخ میں لکھا ہے۔ کہ جب امیرالمومنین کی یہ بات کہ عام مسلمانوں کی خلافت اور حکومت کا قائم کرنا اہل بدر کے اختیار میں ہے۔ ان کے کان میں پہنچی تو طلحہ وزبیر رؤسائے مہاجر وانصار کو ساتھ لے کر امیرالمومنین کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کی۔ مسلمانوں کے لئے ایک امام اور خلیفہ ہو نا ضروری ہے۔ اور اس کام کے لئے آپ سے زیادہ کوئی حق دار اور سزا وار نہیں ہے۔ امیر نے ان کے جواب میں فرمایا۔ لَاحَاجَةَ لِیْ فِی اَمْرِکُمْ فَمَنِ اخْتَرْتُمْ رَضِیْتُ بِہٖ۔ (مجھے تمہاری حکومت کی ضرورت نہیں ہے۔ جس کو تم اختیار کرو میں بھی اس پر راضی ہوں) اُنہوں نے جواب دیا۔ کہ ہم نے آپ ہی کو اختیار کیا ہے۔ اور بار بار مبالغہ کر کے اسی مضمون کو ادا کیا۔ کہ قبائے خلافت آپ کے سوا اور کسی کے قد۔ پر موزون معلوم نہیں ہوتی۔ اس لئے کہ قوم قریش کے خلاصہ۔ اور جماعت ہاشمیہ کے سرگروہ۔ تمام مخلوقات سے افضل واکمل۔ اور ہادی سبل وطریق یعنی رسول حضرت خالق کے سب سے زیادہ نزدیکی اور قریب آپ ہی ہیں۔ امیر نے فرمایا مجھے اس کام کی رغبت اور خواہش نہیں ہے۔ مجھے بھی اپنے جیسا ہی رہنے دو اور جس کو تم اپنا والی بناؤ میں اس کام کا وزیر اور مشیر بنوں۔ کیونکہ میرے لئے وزارت حکومت وامارت سے بہتر ہے انہوں نے اپنی التماس کے گزارش کرنے میں بہت زور دیا۔ جب مبالغہ حد سے گزر گیا۔ امیرالمومنینؑ نے فرمایا۔ اگر مجھ سے بیعت کرتے ہو۔ تو یہ جان لو۔ کہ میں شریعت کی حد سے تجاوز نہ کروں گا۔ اور مجھ سے کسی شخص کی رُو رعایت عمل میں نہ آئے گی۔ اور امور کا فیصلہ جمہور کے مشورے سے ہُوا کرے گا۔ اور بیت المال میں سے ایک درہم اپنے لئے صرف نہ کروں گا اور تمہارے درمیان کسی کو ترجیح نہ دوں گا۔ بلکہ ہر ایک کو رحمت و مہربانی کی نظر سے دیکھوں گا۔ اور کتاب خدا اور سنّتِ رسول کے موافق بندوں کے درمیان احکام جاری کروں گا۔ بعد ازاں ارشاد فرمایا۔ مسجد میں چلو۔ کیونکہ یہ معاملہ پوشیدہ طور پہ قطع نہیں کیا جا سکتا۔ پس سب کے سب مسجد میں گئے۔ اور پہلے جس شخص نے بیعت کی۔ وہ طلحہ تھا۔ اس کے بعد زبیر نے پس تمام اہل مصر نے یکبارگی بیعت کی۔ بعد ازاں مہاجر وانصار گروہ گروہ حاضر خدمت ہو کر مشرف بیعت سے ممتاز ہوئے۔

پس آنجناب نے روز جمعہ منبر رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پہ ایک نہایت فصیح وبلیغ خطبہ انشاء فرمایا کہتے ہیں کہ اس خطبہ کے شروع میں یہ عبارت تھی۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی اِحْسَانِہٖ قَدْ رَجَعَ الْحَقُّ اِلٰی مَکَانِہٖ۔ (خدا کا شکر ہے۔ اُس

کے احسان پر۔ کہ حق اپنی جگہ پر واپس آگیا) جب آپ خطبہ سے فارغ ہو چکے تو خزیمہ بن ثابت انصاری جس کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ذوالشہادتین کے لقب سے ملقب فرمایا تھا۔ اُٹھ کر منبر کے سامنے کھڑا ہوا۔ اور اشعار ذیل جو خود اس نے انشا کئے تھے۔ اس جلسے کے روبرو پڑھے :۔

نظم

(۱) إِذَا نَحْنُ بَايَعْنَا عَلِيًّا فَحَسْبُنَا	أَبُو حَسَنٍ مِمَّا نَخَافُ مِنَ الْفِتَنِ
(۲) وَجَدْنَاهُ أَوْلَى النَّاسِ بِالنَّاسِ إِنَّهُ	لَوَدْرَى قُرَيْشٍ بِالْكِتَابِ وَبِالسُّنَنِ
(۳) وَمَا فِي قُرَيْشٍ مَنْ يَشُقُّ غُبَارَهُ	إِذَا مَاجَرَى يَوْمًا مِنَ الضِّغْنِ وَالْإِحَنِ
(۴) وَأَنْتَ الَّذِي فِيهِمْ مِنَ الْخَيْرِ كُلِّهِ	وَمَا فِيهِمْ بَعْضُ الَّذِي فِيهِ مِنْ حَسَنٍ
(۵) وَأَوَّلُ مَنْ صَلَّى مِنَ النَّاسِ وَاحِدًا	سِوَى خَيْرَةِ النِّسْوَانِ وَاللّٰهُ ذُوالْمِنَنِ
(۶) وَصَاحِبُ حَبْشِ الْقَوْمِ فِي كُلِّ وَقْعَةٍ	يَكُونُ بِهَا نَفْسُ الْجِبَانِ لَدَى الذَّقَنِ
(۷) فَذَاكَ الَّذِي يُثْنِي الْخَنَاجِرَ بِاسْمِهِ	إِمَامٌ لَنَا حَتَّى يُلَفَّفَ فِي الْكَفَنِ

ترجمہ

(۱) جب ہم نے علیؑ کی بیعت کی۔ تو تمام فتنوں سے بچانے کے لئے ابوالحسنؑ ہمیں کافی ہے۔

(۲) ہم نے اس کو تمام لوگوں سے زیادہ ان پر تصرف کا حق دار پایا۔ کیونکہ وہ تمام قریش سے کتاب اور سنّت کا جاننے والا ہے۔

(۳) اور قریش میں کوئی بھی نہیں ہے جو اس کا مقابلہ کر سکے اور اس سے سبقت لے جائے جبکہ دشمنی اور کینہ نکالنے کا موقع آئے۔

(۴) اور تو اے علیؑ ان میں سراسر خیر ہے۔ اور ان میں کوئی اتنا بھی نہیں جس میں کوئی بھی خوبی ہو۔

(۵) اور تمام لوگوں میں سے پہلا شخص ہے جس نے تنہا رسولؐ کے ساتھ نماز ادا کی سوائے بہترین نساء (خدیجہ) کے۔ اور اللہ بڑا احسان والا ہے۔

(۶) اور تو ہی ہے۔ جو قوم کی قوم کا سردار ہے۔ اور ہر لڑائی میں جہان کے نامردوں کی جان لبوں پہ آجاتی ہے۔

(۷) یہی وہ بزرگ ہے جس کا کرتے وقت نام لیا جاتا ہے۔ اور ہمارا امام ہے۔ جب تک میں کفن میں لپیٹا جاؤں۔

منقول ہے۔ کہ طلحہ اور زبیر بیعت کرنے کے بعد کچھ اصحاب کو ساتھ لے کر امیرالمومنین کے پاس گئے۔ اور عرض کی۔ کہ ہم قاتلانِ عثمانؓ سے قصاص کیونکر لیں۔ فرمایا۔ ایک جماعت کثیر اس میں متہم ہے۔ سب کو گواہی اور ثبوت کے بغیر قتل نہیں کر سکتے۔ اور اگر یقینی طور پر تم کو معلوم ہے۔ کہ فلاں ایک شخص نے یہ کام کیا ہے۔ تو خون عثمانؓ کا قصاص لینے میں میں تم سے متفق ہوں۔ اتنے دنوں صبر کرو۔ کہ صاحب قصاص آ کر اس شخص معین پر دعوےٰ کرے اور تم گواہی دو۔ میں اس کے قتل کا حکم دوں۔

مورخین بیان کرتے ہیں کہ اکثر بنی اُمیہ مدینہ سے فرار کر گئے۔ بعض مکہ کی طرف چلے گئے۔ بعض شام میں معاویہ کے پاس جا رہے۔ اور کہتے ہیں کہ نعمان بن بشیر انصاری اس کف بریدہ جماعت کے ہمراہ نائلہ زوجہ عثمانؓ کو خون آلودہ پیراہن کے ساتھ معاویہ کے پاس لے گیا۔ اور ایک قلیل جماعت مدینہ منورہ میں خائف و ترساں ہو کر پوشیدہ ہو رہی۔ اور موقع پا کر مکہ معظمہ میں عائشہؓ سے جا ملی اور بنی امیہ میں سے کسی ایک کو بھی بیعت امیرالمومنین علیؑ کی سعادت حاصل کرنے کی توفیق نہ ہوئی۔ ع

این کار دولت است کنوں تا کرا رسد

وَاللّٰهُ الْمُوَفِّقُ وَالْمُلْهِمُ لِلرَّشَادِ۔

کہتے ہیں کہ بیعت سے اگلے روز حضرت ولایت پناہ کے حکم سے بیت المال کا دروازہ کھولا گیا۔ اور جو مال کہ خزانہ میں جمع پڑا تھا۔ اس کو نکال کر لوگوں پر تقسیم کر دیا۔ صاحب مستقصیٰ نے بیان کیا ہے۔ کہ امیر کے حکم سے جو ہتھیار کہ صدقے کے اونٹوں سے لئے گئے تھے۔ اور عثمانؓ کے گھر میں تھے۔ ان کو بیت المال کے لئے ضبط کیا گیا۔ اور عثمانؓ کا سب مال اس کے وارثوں میں تقسیم کیا گیا۔

منقول ہے کہ قرار خلافت کے دوسرے روز مغیرہ بن شعبہ جو عرب میں نہایت عاقل اور مدبر مشہور تھا امیرالمومنین کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی۔ کہ جب اللہ تعالےٰ نے آپ کو محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت مرحومہ پر والی بنایا ہے۔ اور ہم کو آپ کی متابعت اور پیروی کی دولت عطا فرمائی ہے۔ تو ہم پر لازم ہے۔ کہ آپ کی خیر خواہی اور خدمت گزاری بجا لائیں۔ اگر آپ اجازت دیں۔ تو جو کچھ رائے ناقص میں آیا ہے۔ عرض خدمت کروں۔ امیرالمومنین نے اجازت دی کہ جو چاہو۔ پھر مغیرہ نے عرض کی۔ میں بعض شخصوں کو دیکھ رہا ہوں۔ کہ آپ کی خلافت کے بارے میں منافقانہ پہلو رکھتے ہیں۔ اس لئے لازم ہے۔ کہ اس سال عثمانؓ کے عاملوں کو بدستور اپنے کام پر رہنے دیں۔ تاکہ آپ خلافت کے کام میں بلا خلاف مستقل ہو جائیں۔ اور معاویہ کو ایک خط لکھیں اور ملک شام

کی حکومت جس پر سالہا سال سے مستقل ہے۔ بدستور سابق برقرار رکھیں۔ اور اس خط میں اس کے اور اس کے بزرگوں کے فضائل اور بزرگیاں تحریر فرمائیں اور اس کو مطلع کریں کہ اس کے ساتھ عمرؓ اور عثمانؓ کی نسبت بہتر سلوک کیا جائے گا اور عمرو عاص کو ملک مصر عطا فرما کر ممنون فرمائیں اور ایک استمالت نامہ اس کو تحریر کیا جائے۔ جس میں اس کی شرف و بزرگی اور امثال و اقران پر اس کی فوقیت کا ذکر فرمائیں۔ کیونکہ وہ ایسا شخص ہے۔ کہ ناموری اور ابرو کی فکر میں لگا رہتا ہے۔ اور نہایت مکار و صاحب فراست۔ اور حکومت و ریاست کا طالب ہے۔ کیونکہ میں ان دونوں کی مخالفت سے بہت ہی ڈرتا ہوں۔ امیرالمؤمنینؑ نے فرمایا۔ یہ کام ہرگز مجھ سے نہیں ہو سکتا۔ کہ معاویہ عمرو عاص اور عثمان کے باقی عاملوں کو ایک ساعت بلکہ ایک لحظہ بھی برسر حکومت رہنا تجویز کروں۔ کیونکہ میں رات دن ظاہر اور پوشیدہ عثمانؓ کو گمراہ عاملوں کے رکھنے سے منع کرتا تھا۔ اس نے اس باب میں ہماری بات نہ مانی یہاں تک کہ اس کا جو نتیجہ اس کو پہنچنا۔ سو پہنچا۔ اور جو نہ دیکھنا تھا۔ وہ دیکھا۔ اب میں کیونکر اس گمراہ اور گمراہ کنندہ قوم کو مسلمانوں پر مسلط کر سکتا ہوں۔ وَمَا كُنتُ مُتَّخِذَ الْمُضِلِّينَ عَضُدًا۔ اور گمراہ کنندہ لوگوں کو اپنا مددگار نہیں بناتا۔)

دوسرے روز پھر مغیرہ نے آکر عرض کی۔ یا امیرالمؤمنینؑ! کل میں نے عاملان عثمانؓ کے باب میں ایک عرض خدمت کی تھی۔ جو حضرت کو پسند نہ آئی تھی۔ آج میں اپنی اس بات سے پھر گیا۔ اور مجھ کو معلوم ہو گیا۔ کہ انسب یہی ہے کہ حضرت ان کو حکومت سے معزول فرمائیں۔ تاکہ منافق اور موافق میں فرق معلوم ہو جائے۔ یہ کہا۔ اور اپنے دل میں معاویہ کے پاس جانے کی ٹھان کر مجلس اقدس سے باہر چلا گیا۔ مصرع

بہ بیں کہ از کہ بریدی و با کہ پیوستی

اتفاقاً اسی روز عبداللہ بن عباس سفر حج سے واپس آئے تھے۔ اور امیر سے ملاقات کو آرہے تھے۔ کہ دروازہ پر مغیرہ سے ملے۔ جب امیر کی مجلس میں حاضر ہوئے تو آداب و سلام عرض کرنے کے بعد دریافت کیا۔ کہ مغیرہ یہاں کس لئے آیا تھا۔ امیرالمؤمنینؑ نے فرمایا۔ کل مجھ کو ایک صلاح دی تھی۔ اور آج اس کے برخلاف آکر بیان کیا اور اس کی پہلی اور دوسری دونوں باتیں بیان فرمائیں۔ ابن عباس نے عرض کی۔ اس کی پہلی بات نصیحت اور خیر خواہی تھی۔ اور دوسری بات خیانت اور تباہی۔ امیرالمؤمنینؑ نے فرمایا۔ میں جانتا ہوں کہ میری دنیوی مصلحت تو اسی میں ہے۔ جو تم کہتے ہو۔ لیکن میری اصلی نظر دینی مصلحت پر ہے۔ اور اس دنیائے دوں کی پاسداری میں نہ دین ہی حاصل ہوتا ہے۔ اور نہ دُنیا۔ **بیت مؤلف۔**

دین و دنیا ہست ضدِّ یکد گر دولتِ دین خواہی از دنیا گذر

اور ایک روایت میں ہے۔ کہ حضرت نے ارشاد فرمایا۔ اے ابن عباسؓ۔ جب میں جہات کے

متعلق تم سے مشورہ لوں۔ جو کچھ تمہارے دل میں آئے۔ مجھ سے کہہ دیا کرو۔ اگر بعض امور میں تمہاری رائے کے برخلاف عمل کروں۔ تو تم میری موافقت اور متابعت کرو۔ ابن عباسؓ نے عرض کی۔ آپ کی فرمانبرداری تمام کاموں سے مجھ پر سہل اور آسان ہے۔

مؤلف عرض کرتا ہے کہ امیرالمومنینؑ کی عہد خلافت میں جو واقعات ظہور میں آئے۔ اُن میں سے جو واقعات کرامت۔ فراست۔ کشف اور فضل کی جنس سے تھے۔ وہ فضائل معجزات۔ علم اور فراست کے بابوں میں مذکور ہوئے اور جو اعدائے دین سے محاربات و مہمات کے متعلق تھے۔ وہ باب شجاعت میں درج کئے گئے۔ اور باقی حالات تواریخ کی کتابوں میں مرقوم و منقول ہیں۔ چونکہ اس فقیر کا مطلب اس باب میں صرف اتنا ہی تھا کہ امیرالمومنین کی خلافت ظاہری کے وقت کے تعین کرنے میں فریقین کا اعتقاد بیان کروں۔ اس لئے اسی پر اکتفا کی گئی۔ اور زیادہ طول نہ دیا۔

بابُ دوازدہم

امیرالمومنین امام المتقین علی مرتضیٰ کے عالم فنا سے عالم بقا کی طرف انتقال فرمانے اور درجہ شہادت پر فائز ہونے کی برکت سے ذاتِ خداوند عزوجل میں واصل ہونے اور اس کے متعلقات کے بیان میں

ارباب دانش وذکا اور اصحاب فطنت و صفا کی رائے معنی آرائے پر ظاہر و باہر اور واضح اور روشن ہے کہ ایزد متعال کی سنتِ سنیہ بمقتضائے آیۂ فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيلًا دفاطرؐ ہمیشہ سے اس طرح پر جاری ہے کہ جو کوئی از روئے محبت و اخلاص قدمِ نیاز اختصاص سے بارگاہِ احدیت کے میدان کو طے کرے اور ارادت و بندگی کے ہاتھ سے درگاہ الوہیت کی ملازمت کے دروازے اپنے منہ پر کھولے۔ غموم و بلایا کی بارشیں حزن وغم کے بادلوں سے اس پہ برستی ہیں۔ اور بہجت و راحت کے انوار اور فرحت و شادمانی کے آثار اس کے صفوات احوال سے گریزاں اور کوسوں دور رہتے ہیں۔ حدیث صحیح اِنَّ اللّٰهَ اِذَا اَحَبَّ قَوْمًا

ابْتَلَاھُمْ (جب اللہ تعالیٰ کسی قوم سے محبت کرتا ہے، تو اُن کو بلاؤں میں مبتلا کرتا ہے۔)اور کلمۂ فصیحہ
اَلْبَلَاءُ لِلْوِلَاءِ کَاللَّھَبِ لِلذَّھَبِ۔ (دوستی اور محبت کے لئے بلا ایسی ہے جیسے سونے کے لئے
آگ) اس دعوے کی موئد اور اس مُدعا کی موکد ہے۔ **بیت**

دوستی چوں زر بلا چوں آتش است زرِ خالص در دلِ آتش خوش است

یہی وجہ ہے۔ کہ بڑے بڑے انبیا پر جو حریمِ کبریا کے محرم ہیں۔ نوائب و مصائب کا نزول دیگر مخلوقات کی نسبت زیادہ تر ہوتا ہے۔ اور بڑے بڑے اولیا پر جو مقربانِ عالمِ بالا ہیں۔ حوادث و بلیات باقی مخلوقات کے مقابلے میں بہت زیادہ اور بڑھ چڑھ کر وارد ہوتی ہیں۔ کونسا نبی ہے۔ جس کا بدن اس کے شعلۂ تعب سے گداختہ نہیں ہوا۔ اور کونسا ولی ہے۔ جس کا دل اس کے تیر ہائے کرب کا نشانہ نہیں بنا۔ بلکہ اس کی بلا کی آگ پر ہر جنگل میں لاکھوں دل کباب ہیں۔ اور اس کی ابتلا کے دھوئیں سے ہر گوشے میں ہزارہا آنکھیں پُر آب۔ **رباعی**

اندر ہمہ دشت خاوراں سنگے نیست کز خونِ دل و دیدہ براں رنگے نیست
در ہیچ زمین ہیچ فرسنگے نیست کز دستِ غمش نشستہ دل تنگے نیست

اور ان واقعات میں جو امیر المؤمنین و امام المسلمین اسد اللہ الغالب علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ اور معاویہ بن ابی سفیان و اہل شام کے واقع ہوئے۔ جیسا کہ پہلے بابوں میں ان کا کچھ ذکر کیا گیا۔ غور و تامل کرنے سے خوب ظاہر اور واضح ہو جاتا ہے۔ اور مضمون مذکورہ بالا کی پوری پوری تصدیق ہو جاتی ہے۔ باوجودیکہ وہ مہر سپہر امامت بہ اتفاق جمیع فرقہ ہائے امتّ خلیفہ بحق اور امام مطلق تھے۔ اور تمام اہلِ اسلام سے پیشتر نبی علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی متابعت و پیروی کی طرف قدم بڑھایا۔ اور رسولِ عربی صلعم سے قرابت نسبی اور خصوصیّت جبلی بوجہ اکمل حاصل تھی۔ اور ہمیشہ آنحضرتؐ کی خدمت میں غزا و جہاد کرتے اور علمی خدمات بجالاتے رہے۔ اور میدان شجاعت و دلاوری میں تمام نامی بہادروں پر سبقت رکھتے تھے۔ اور ایوان سخاوت و فرزانگی میں جملہ کریمان روزگار سے سابق اور فائق تھے۔ اور اکثر اکابر مہاجر و انصار ان کی متابعت کے غاشیہ بردار تھے۔ اور اکثر اشراف بلاد و امصار ان کے مطیع و فرمانبردار۔ لیکن اس پر بھی اس بزرگوار کو معاویہ بن ابی سفیان پر جو بیشک و شبہ طلیق ابن طلیق اور مولفتہ القلوب کی فہرست میں داخل تھا۔ خاطر خواہ غلبہ میسّر نہ ہوا۔ اور اسی وجہ سے مدت مدید تک طرح طرح کے غصہ و غم اور قسم قسم کے حزن والم میں اپنا وقت گزار کر آخر کار شہادت درجۂ رفیعہ پر فائز ہوئے۔

منقول ہے کہ ایک دفعہ حضرتؓ کے کسی خاص محب نے آپ سے سوال کیا۔ یا امیر المومنینؓ! باوجود اس

کے کہ اس قدر فضائل صوری و معنوی اور کمالات دنیوی اور اُخروی آپ کی ذات فائض البرکات کو حاصل ہیں۔ پھر کیا سبب تھا کہ ابنِ ہندہ کو مغلوب نہ کر سکے۔ فرمایا۔ دنیا دو پاؤں سے قائم ہے۔ ایک حق اور دوسرا باطل۔ میں نے ارادہ کیا کہ ایک پاؤں سے کھڑی ہو۔ نہ ہو سکی۔

عجب حالت ہے۔ کہ والیان ہدایت۔ دنیائے بے وفا کے ظلم و جور کے سبب ہمیشہ یاس و حرمان کے گوشوں میں رہتے ہیں۔ اور سالکان مسالک غوایت فلک بے سر و پا کی کجروی سے ہمیشہ قلبی مرادوں اور دلی آرزوؤں کے باغوں اور گلزاروں میں دولت و کامرانی کے پھل چُنتے ہیں۔ مقربانِ بارگاہ سبحانی بوجہ حصول سعادت جاودانی اس عالم فانی کی لذتوں سے محروم اور مہجور رہتے ہیں۔ اور مردودانِ درگاہ یزدانی خواہشات نفسانی کی زیادتی دونوں کے سبب اس جہان کی مرادات کی کامیابی پر فریفتہ اور مغرور ہوتے ہیں ؛

مثنوی

فلک بر خویش پیچاں اژدہای است　　پئے آزار ما زو ساز مائی است
رساند ہر کرا یک لحظہ راحت　　کند سالے زد نبالش جراحت
بہر اختر کہ و روشن چراغی است　　نہادہ بر دلِ آزادہ داغی است
ہزاراں داغ ہست و مرہمی نے　　وزاں بے مرہمی ہیچش غمے نے

اس تمہید و ترتیب سے غرض یہ ہے کہ شاہ اولیا و قدوہ اصفیا کے واقعہ مصیبت افزا کا ذکر کیا جائے۔ جو کہ ۴۰ھ ہجری میں وقوع پذیر ہوا۔ اور اس وجہ سے کوکبِ ہدایت و اقبال اوج عزت سے پستیٔ مذلت میں پڑ گیا ؛

نظم

دِل اہلِ عالم ازیں غم شکست　　بشہ چرخ چارم بہ ماتم نشست
قمر زاں الم جیب جاں چاک زد　　زُحل جامہ در خُمّ افلاک زد!
فرشتہ ز سوز درون پر بسوخت　　عُطارد ورقہائے دفتر بسوخت

اگرچہ اہلِ اخبار تمام اس پر تو متفق ہیں۔ کہ شاہِ ولایت کو عبدالرحمٰن بن ملجم مرادی نے شہید کیا۔ لیکن اس لعین نابکار کے حالات اور اس واقعہ شنیعہ کے وقوع میں آنے کی کیفیت میں بہت سا اختلاف ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ ابن ملجم دراصل مصر کا باشندہ تھا۔ جب مصریوں نے قتل عثمان رضی اللہ عنہ کے لئے خروج کیا۔ تو یہ ملعون ان کے ساتھ تھا۔ بعد ازاں کوفہ میں آ کر حضرت ولایت کی خدمت میں بسر کرتا تھا۔ اور ایک روایت یہ ہے کہ واقعہ نہروان کے بعد شاہِ مردان نے محمدؓ بن ابی بکر کو لکھا۔ کہ مصر کے چند شہسوار یہاں بھیج دو۔ محمد رضی اللہ عنہ نے بموجب ارشاد بیس بہادر دل کو کوفہ کی طرف روانہ کیا۔ ابن ملجم مرادی بھی ان میں تھا۔ جب امیر المومنینؓ

حیدر کی نظر اس لعین بداختر پر پڑی۔ تو ارشاد فرمایا۔ **شعر**

اُشْدُدْ حَیَازِیمَكَ لِلْمَوْتِ فَاِنَّ الْمَوْتَ یَاتِیكَ
وَلَا تَجْزَعْ مِنَ الْمَوْتِ اِذَا حَلَّ بِوَادِیكَ

یعنی کمر کو موت کے لئے مضبوط کر کے باندھ۔ کیونکہ موت تجھ سے ملاقات کرے گی۔ اور موت سے جزع فزع نہ کر جبکہ وہ تیری وادی میں آ کر اُترے۔

روضۃ الشہداء میں مرقوم ہے۔ کہ نہروان کی چڑھائی کے موقع پر امیرالمومنین رضوان اللہ علیہ نے اپنے ایلچی سلطنت کے اطراف میں بھیج کر مدد طلب کی۔ یمن سے دس آدمی آپ کی خدمت میں آئے۔ ابن ملجم بھی ان میں تھا اور ان دسوں شخصوں نے حضرت کی خدمت میں تحفے پیش کئے سب کے تحفے قبول فرمائے۔ مگر ابن ملجم نے ایک قیمتی تلوار پیش کی تھی۔ قبول نہ فرمائی۔ وہ لعین اس بات سے غمگین ہُوا۔ اور عرض کی۔ یا امیرالمومنین! کیا وجہ ہے۔ کہ آپ نے میرے رفیقوں کے تحفے تو قبول کر لئے۔ اور میری تلوار کو جو عرب میں بے نظیر ہے۔ قبول نہیں فرماتے۔ فرمایا۔ میں اس تلوار کو کیونکر تجھ سے لے لوں۔ حالانکہ تیری مراد مجھ سے اسی تلوار کے ذریعے بر آئے گی۔ ابن ملجم نے اس خبر کو سُن کر جزع فزع کیا۔ اور زمین پر گر پڑا۔ اور عرض کی۔ یا امیرالمومنین! افسوس افسوس۔ خدا کرے کبھی ایسا خیال میرے دل میں نہ گزرے۔ اور یہ فکر محال میرے وہم و خیال میں نہ آئے۔ میں نے آپ کی خدمت گزاری کے شوق میں وطن کو چھوڑا اور اس خاندان عالی کے خادموں کی محبت اپنے دل میں قائم کی ہے۔ امیر نے فرمایا۔ یہ ایک شدنی اور لابدی امر ہے۔ تو عنقریب ہماری محبت کو چھوڑ کر نفاق اختیار کرے گا۔ اور بے مروتی اور شقاوت قلبی کو اپنا شیوہ بنائے گا۔ بیت

آئین مہر و رسم وفا عادتِ تو نیست ہر چند عہد و شرط کنی باز بشکنی

ابن ملجم نے عرض کی۔ یا امیرالمومنین! یہ لیجئے میں حضور کے سامنے کھڑا ہوں۔ حکم دیجئے کہ میرے ہاتھ کاٹ ڈالیں۔ اور اگر واقعاً یہ امر مجھ سے وقوع میں آئے گا تو مجھ سے قصاص لیجئے! امیر نے فرمایا جب تک کہ تجھ سے کوئی امر قابلِ سزا و عقوبت سرزد نہ ہو۔ کیونکر قصاص لے سکتا ہوں۔ لیکن مخبر صادق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اس کی خبر دی ہے۔ اور میں جانتا ہوں۔ کہ حضرت کا قول سچا ہے۔

اور ایک روایت میں ہے کہ ابن ملجم خوارج میں شامل تھا۔ لیکن کوفہ سے فرار کرنے کا موقع نہ پایا۔ اور امیرالمومنین کے لشکر ہی میں رہا۔ یہاں تک کہ اس کی قوم کی مہم فیصل ہو گئی۔ اور بعض روایات میں آیا ہے۔ کہ جب علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نہروان سے کوفہ کی طرف روانہ ہوئے۔ ابن ملجم نے اجازت طلب کی۔ کہ میں پہلے جا کر کوفہ والوں کو فتح دلپذیر وزی کا مژدہ سناؤں۔ اجازت ملنے پر جب کوفہ میں آیا۔ تو محلوں میں گشت لگاتا پھرتا۔ اور بآواز بلند فتح کی

قتل کی تدبیر کروں گا۔ اور باہم یہ بات قرار پائی۔ کہ سترھویں ماہ رمضان کی صبح کو ہر ایک شخص اپنے اپنے مقررہ کام کو سرانجام دے۔ یہ کہہ کر اپنی تلواروں کو زہر میں بجھا کر اپنے اپنے مقصود کی طرف راہ لی۔

اور یافعی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں ہے۔ کہ جس شخص نے معاویہ کے قتل کا بیڑا اٹھایا تھا۔ وہ حجاج بن عبداللہ ضمیری تھا۔ اور زاذویہ عنبری نے عمر وعاص کے قتل کی ذمّہ داری کی تھی۔ القصہ جو شخص معاویہ کو قتل کرنا چاہتا تھا۔ وہ دمشق میں پہنچا۔ اور روز مقررہ کی صبح کو گھات میں بیٹھا۔ جس وقت کہ معاویہ باہر آ رہا تھا ایک تلوار اس کو لگائی۔ اور کہا۔ اے دشمن خدا۔ میں نے تجھے قتل کیا۔ معاویہ کے اعوان وانصار اسی وقت اس کو گرفتار کر کے سامنے لائے۔ معاویہ نے اس کے قتل کا حکم دیا۔ اس شخص نے کہا۔ اگر میں تجھ کو ایسی خوشخبری سُناؤں جس کے سُننے سے تو خوش ہو جائے۔ تو بھی مجھے کچھ نفع ہو سکتا ہے؟ معاویہ نے پوچھا۔ وہ کیا ہے؟ کہا۔ آج کی رات میرے بھائی عبدالرحمٰن نے علیؑ کو قتل کیا۔ معاویہ نے کہا۔ جس طرح تو مجھے قتل نہ کر سکا اور وار خالی گیا شاید اسی طرح اس کا وار بھی خالی گیا ہو۔ اور سب سے صحیح روایت یہ ہے۔ کہ اس کو قتل کر دیا۔ اور ایک طبیب بلا کر اپنے سرین کے زخم کا علاج کروایا۔ اور وہ زخم اچھا ہو گیا۔ اور جس شخص نے عمر وعاص کے قتل کا عزم کیا تھا۔ وہ مصر میں گیا۔ لیکن اس پر قابو نہ پا سکا۔ جب عمرو کو اس کی خبر ہوئی۔ تو اس کو قتل کرا دیا۔

اور ابن ملجم لعین جب کوفہ میں پہنچا۔ جیسا کہ اوپر مذکور ہوا۔ اور قطامہ جو عرب میں کمال حسن وجمال میں ضرب المثل تھی۔ اس کے وصل کا طالب ہوا۔ اور قطامہ نے اپنے نکاح میں امیر المومنین کے قتل کی شرط لگائی۔ ابن ملجم نے کہا میں تو خود ہی اسی کام کے لئے کوفہ میں آیا ہوں۔ پس قطامہ نے اپنے چند رشتہ داروں کو اس نابکار کی امداد کے لئے مقرر کیا۔ اور ابن ملجم نے شبیب بن بجرہ کو بھی اپنے ساتھ شریک کر کے قتل امیر المومنین پر مستعد ہو گیا۔ اور یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچ چکا ہے۔ کہ جب شاہ ولایت کی شہادت کا وقت قریب آیا۔ تو کئی دفعہ صراحتہً اور کنایتہً اس واقعہ جانکاہ کی خبر دی۔ بلکہ اس سے پہلے بھی اکثر اوقات جب کوئی موقع ہوتا تھا۔ اس واقعہ کا اظہار فرماتے تھے۔ جیسا کہ باب علم میں مذکور ہوا۔ ایک دفعہ معاویہ نے یہ معلوم کرنا چاہا۔ کہ امیر المومنین اس سے پہلے فردوس بریں میں تشریف لے جائیں گے۔ یا وہ اُن سے پہلے اپنے مقر ومقام کی راہ لے گا۔ تین آدمیوں کو یکے بعد دیگرے اپنی موت کی خبر مشہور کرنے کے لئے کوفہ میں بھیجا۔ امیر المومنین نے اس کے مکر وفریب سے مطلع ہو کر فرمایا۔ معاویہ نہ مرے گا۔ جب تک کہ میری ڈاڑھی کو میرے خون میں رنگین نہ دیکھ لے۔

روضۃ الصفا میں منقول ہے۔ کہ ایک سفر میں ابن ملجم کا گھوڑا کھویا گیا۔ اور اس نے امیر المومنینؑ کی خدمت میں حاضر ہو کر گھوڑے کی خواہش کی۔ امیر نے اس کی التماس کو قبول کر لیا۔ اور فرمایا۔ اُرِیْدُ حَیَاتَکَ وَتُرِیْدُ قَتْلِیْ۔ ع

من حیاتت خواہم و تو موتِ من

میں تیری زندگی چاہتا ہوں۔ اور تو مجھے قتل کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔

منقول ہے۔ کہ ماہ رمضان ۴۰ھ میں ایک روز امیرالمومنینؑ مسجد کوفہ میں لوگوں کو وعظ و نصیحت فرما رہے تھے۔ اثنائے وعظ میں امام حسنؑ کی طرف دیکھ کر فرمایا۔ اے میرے نورِ چشم! اس مہینے کے کتنے دن گذر گئے ہیں۔ عرض کی کہ تیرہ دن۔ پھر امام حسینؑ کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا۔ اے میرے دل کے چین۔ اس مہینے کے کتنے دن باقی ہیں۔ عرض کی کہ سترہؔ دن۔ بعد ازاں اپنے ریش مبارک پر ہاتھ لگا کر فرمایا۔ اسی مہینے میں بدبخت ترین مردم میری داڑھی کو میرے سر کے خون سے رنگین کرے گا۔ اور چند بیتیں اسی مضمون کی زبان مبارک سے ارشاد فرمائیں۔ کہ قبیلہ مراد کا ایک نامرد میرے قتل کی خواہش کرتا ہے۔ اور میں اس سے نیکی کرنا چاہتا ہوں جب امیرالمومنینؑ منبر سے نیچے تشریف لائے۔ ابن ملجم نے نہایت اضطراب اور بے قراری سے آگے آ کر عرض کی۔ یا امیرالمومنینؑ! جو کچھ آپ میری نسبت گمان رکھتے ہیں۔ میں اس سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں۔ اور آپ سے التماس کرتا ہوں کہ آپ حکم دیں کہ مجھے قتل کر ڈالیں۔ اور میرے ہاتھ کاٹ دیں۔ امیرؑ نے فرمایا کہ قتل سے پہلے قصاص نہیں ہوا کرتا۔ لیکن جناب مخبر صادق نے مجھے خبر دی ہے۔ کہ تمہارا قاتل قبیلہ مراد سے ہو گا۔ ابن ملجم برابر انکار اور نفرت کرتا جاتا تھا۔ امیرؑ نے فرمایا۔ میں تجھے خدا کی قسم دیتا ہوں سچ بتا کہ ایام طفولیت میں تیری دایہ یہودی عورت تھی۔ اور تجھے کہا کرتی تھی۔ اے ناقۂ صالح کے پے کرنے والے سے بڑھ کر بدبخت اور شقی۔ اس نے عرض کی کہ ہاں۔ پھر خاموش ہو کر آپ کی طرف سے منہ پھیر لیا۔

اور صحیح روایت میں آیا ہے۔ کہ آپ ماہِ مذکور میں ایک رات امام حسنؑ کے گھر میں اور ایک رات امام حسینؑ کے گھر میں افطار فرمایا کرتے۔ اور تین لقمے سے زیادہ تناول نہ فرماتے۔ اور فرمایا کرتے چند رات اور تمہارا مہمان ہوں۔

ترجمہ مستقصٰے میں اُمّ موسٰی سریہؑ (کنیز) امیرالمومنینؑ سے روایت ہے کہ جس سحر کہ آپ کی شہادت مقدر تھی۔ ام کلثوم سے فرمایا۔ اے میری بیٹی! میں دیکھتا ہوں کہ ہماری یہ صحبت روح پرور عنقریب ختم ہونے والی ہے اور میرا طائر روح قفس عنصری سے ساکنان ملاءِ اعلیٰ کی طرف پرواز کرنے والا ہے۔ ام کلثوم نے اشک حسرت اپنی آنکھوں سے برسا کر عرض کی۔ اے پدر گرامی یہ کیسی رنج بھری خبر سناتے ہیں۔ اور یہ کیسی پُر شور و شر حکایت ذکر فرماتے ہیں۔ یہ ایسا قصہ نہیں۔ جس کو ہوش کے کانوں سے سن سکیں۔ اور ایسا رنج نہیں ہے۔ جس کی سختی و نکبت سے بے خوف رہ سکیں۔ بیت

از فراق تلخ مے گوئی سخن ہرچہ خواہی کن و لیکن ایں مکن

(یعنی اے بابا! آپ تو جدائی کا ناگوار تذکرہ فرما رہے ہیں۔ اس کے سوا اور ذکر جو چاہیئے کیجئے۔ لیکن یہ تو نہ کیجئے۔)

امیرؑ نے فرمایا۔ اے فرزند ارجمند رات کو میں نے جناب سیّد کائنات علیہ افضل الصلوات واکمل التحیات کو خواب میں دیکھا ہے۔ کہ دستِ مبارک سے میرے چہرے کا غبار صاف کرتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں۔ کہ اے بھائی۔ اب میری طرف چلے آؤ۔ کیونکہ جو کچھ تم پر واجب تھا۔ اس کو تم نے ادا کر دیا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ یہ خواب حضرت نے امام حسنؑ سے بیان فرمایا۔ اور امام نے متاثر ہو کر رونا شروع کر دیا۔ اور روضۃ الشہدا میں منقول ہے۔ کہ اس رات حضرت بالکل نہیں سوئے۔ اور سحر تک عبادت میں مشغول رہے۔ اور دم بدم صحن میں آکر آسمان کی طرف نگاہ کرتے اور فرماتے۔ صَدَقَ رَسُوْلُ اللّٰهِ۔ (رسولِ خدا نے سچ فرمایا ہے) اور یہ الفاظ زبان پر لاتے۔ اے خدا میرے قاتل کو میرے قتل کرنے سے کونسی چیز روکتی ہے۔ اور رات بھر یہی حال رہا۔ یہاں تک کہ مسجد کو جانے کا وقت آگیا۔ اُس وقت وضو کی تجدید فرمائی۔ کمر مبارک باندھ کر ذیل کی دو بیتوں کا مضمون زبان اقدس سے ارشاد فرمایا۔ **نظم مولف**

بعد ازیں تا بہ قیامت سرِ ما در رتو — کہ شد از خاکِ درت دیدۂ دل نورانی

ہر کسے شاد بہ عیدے من بیدل محزوں — عیدم آندم کہ زتیغ تو شوم قربانی

جب باہر نکل کر گھر کے وسط میں پہنچے۔ چند بطخیں جو وہاں پر تھیں۔ حضرت کے سامنے آکر چیخنے اور چلانے لگیں۔ اور ایک روایت میں ہے کہ آپ کا دامن پکڑ لیا۔ ایک خادم نے ان کو ایک لکڑی ماری۔ فرمایا۔ ان کو جانے دو۔ کچھ نہ کہو۔ کیونکہ یہ مجھ پر نالہ و فریاد کر رہی ہیں۔ پھر مسجد میں جا کر مقررہ طریقے کے موافق اذان کہی۔ اور ابن ملجم شبیب اور وردان قطامہ کے پاس اس رات شراب نوشی میں مشغول رہے تھے۔ جب اذان کی آواز اس ملعونہ کے کان میں پہنچی۔ ان ملاعنہ کو جگا کر کہا۔ اس وقت علیؑ اذان کہہ رہا ہے۔ اُٹھو اور اس کا کام تمام کرو۔ تینوں مرتد مسجد میں پہنچے۔ دو آدمی تو مسجد کے دروازے پر بیٹھ رہے۔ اور ابن ملجم اندر داخل ہوا۔ جب امیرالمومنین اذان سے فارغ ہوئے اور مسجد میں قدم رکھا۔ شبیب ملعون نے ایک تلوار کا وار کیا۔ لیکن وہ تلوار محرابِ مسجد پر پڑی اور وردان ملعون نے بھی تلوار کا وار کیا۔ لیکن اس کی تلوار دیوار پر ہی پڑی۔ تیسرے ملعون نے سر مبارک پر تلوار لگا کر کہا۔ اَلْحُکْمُ لِلّٰهِ لَا لَكَ وَلَا لِاَصْحَابِكَ (حکم خدا کے واسطے ہے۔ نہ کہ تیرے اور تیرے اصحاب کے لئے) ایک روایت میں ہے کہ ابن ملجم نے اتنی دیر توقف کیا کہ امیرؑ نے نماز کی نیت کر کے پہلا سجدہ کیا۔ جب سجدے سے سر اُٹھایا۔ اس ملعون نے تلوار لگائی۔ سب مورخوں کا اس پر اتفاق ہے کہ وہ تلوار اس جگہ پر لگی جہاں جنگ خندق کے روز عمرو بن عبدود کی تلوار لگی تھی۔ اور اس سر مبارک اولیا کے مغز سر تک شگافتہ کر گئی۔ اور امیرالمومنینؑ نے فرمایا۔

فُزْتُ بِرَبِّ الْکَعْبَۃِ (یعنی پروردگار کعبہ کی قسم ہے کہ میں اپنے مطلوب دلی پر فائز ہوگیا۔ اور امام حسنؑ سے فرمایا کہ شرائط امامت بجالائے اور لوگوں کے ساتھ نماز پڑھے۔

اور مستقصٰی میں مذکور ہے۔ کہ اس حادثۂ عظمٰی کے بعد وردان اپنے گھر گیا اور ایک شخص نے اس کے حال پر خبردار ہوکر اس کو واصل جہنم کیا۔ اور شبیب دوڑ کر باہر چلا گیا۔ جب لوگوں نے جمع ہوکر امیرالمومنینؑ سے دریافت کیا۔ کہ یہ زخم کس نے لگایا۔ فرمایا خدا تعالیٰ اس کو ظاہر کردے گا۔ اور مسجد کے دائیں طرف اشارہ کیا۔ کہ اسی وقت دروازہ سے داخل ہوگا۔ اور ابن ملجم اس صبح کو ایک خون سے بھری ہوئی تلوار ہاتھ پر لئے کوفہ کے کوچوں میں دوڑا پھرتا تھا۔ قبیلہ بنی عبد قیس کے ایک شخص نے آگے آکر کہا۔ تو کون ہے۔ وہ بولا عبدالرحمٰن ابن ملجم۔ اس نے کہا۔ کہ اے لعین۔ کیا تو نے ہی امیرالمومنینؑ کو زخم لگایا ہے۔ اس نے ہرچند چاہا۔ کہ انکار کرے۔ لیکن خدائے تعالیٰ نے اس کی زبان پر جاری کیا۔ کہ ہاں۔ اس شخص نے شور مچایا۔ اور لوگوں کو خبر دی۔ لوگ اس کو گرفتار کرکے امیرالمومنینؑ کے پاس لے گئے۔

اور روضۃ الشہدا میں ایک روایت یوں مرقوم ہے۔ کہ ابن ملجم جناب امیر کو زخم لگا کر اپنے ابن عم کے گھر میں چلا گیا۔ اور ہتھیار اُتار دیئے۔ اسی اثنا میں گھر والے نے آکر اُس کو پریشان اور مشوش دیکھا۔ پوچھا کیا تو نے ہی امیرالمومنینؑ کو قتل کیا ہے۔ اس ملعون نے نہیں کی جگہ ہاں کہا۔ اور وہ شخص اس کا گریبان پکڑ کر امیرالمومنین کے سامنے لایا۔ جب آپ کی نظر اس پر پڑی۔ فرمایا یَا اَخَا الْمُرَادِ! کیا میں تمہارا بُرا امیر تھا۔ اُس نے جواب دیا۔ معاذاللہ یا امیرالمومنین! فرمایا پھر تجھے کس چیز نے اس بات پر آمادہ کیا؟ کہ میرے فرزندوں کو یتیم کردیا۔ اور میرے زندگی کے محل میں رخنہ ڈال دیا۔ کیا میں نے تجھ سے نیکی نہ کی تھی۔ اُس نے جواب دیا۔ کہ ہاں۔ لیکن ہوا سو ہوا۔ وَکَانَ اَمْرُاللّٰہِ قَدَرًا مَّقْدُوْرًا (اور امر خدا مقرر اور مقدر ہو چکا تھا) اس وقت آپ نے حکم دیا۔ کہ اس بدبخت کو قید خانے میں لے جاؤ۔ اور کھانا دانہ اس پر بند نہ کرو۔ اگر میں زندہ رہا۔ تو اپنی رائے کے موافق اس سے سلوک کروں گا۔ اور اگر رحلت کر جاؤں۔ تلوار کی ایک ضرب سے زیادہ اسے نہ لگانا۔ کیونکہ اُس نے مجھ کو ایک سے زیادہ زخم نہیں لگایا پھر امیرالمومنینؑ کو ایک کمبل میں لٹا کر گھر میں لے گئے۔ اولاد امجاد و بنات مکرمات اور زوجات طاہرات نے جب حضرت کو اس حالت میں مشاہدہ کیا۔ بے اختیار گریہ و زاری شروع کی۔ اور بے قرار ہوکر مضمون ذیل وِرد زبان کیا۔

رباعی

شعلۂ آتش ہجران تو جان مے سوزد ‏ در فراقِ تو دلِ پیر و جواں مے سوزد
ایں چہ درد است کزو خون جگر میریزد ‏ اینچہ شور است کزو کون و مکاں مے سوزد

اور حضرت کا ضعف دم بدم بڑھتا جاتا تھا۔ اور اس زخم کا درد ساعت بساعت زیادہ ہوتا جاتا تھا۔ جب

رحلت کا وقت قریب آیا۔ امامینؑ کو مفید نصیحتیں کیں۔ اور ان کے حق میں دُعائیں فرمائیں۔ اور بار بار کلمۂ طیبہ زبان مبارک پر جاری فرماتے تھے۔ یہاں تک آپ کی رُوح پرفتوح نے عالم بالا کی طرف پرواز کیا۔ اور دار فنا سے روضۂ بقا کی راہ لی۔

اور مقتدائے مومنین امام حسنؑ سے مروی ہے۔ کہ میں نے شاہ ولایت کی رحلت کے بعد سُنا کہ ایک ہاتف کہتا تھا تم اس گھر سے باہر چلے جاؤ۔ اور اس ولی خدا اور وصی مصطفٰے کو ہمارے حوالے کر دو۔ جب ہم گھر سے باہر گئے تو ایک آواز ہمارے کان میں آئی۔ کہ محمدؐ مصطفٰے گذر گئے۔ اور ان کے وصی علیؑ مرتضٰی شہید ہو گئے۔ ان کے بعد دین کی حفاظت اور امت خیر النبیین کی نگہبانی کون کرے گا۔ دوسرے نے کہا۔ جو کوئی ان کی سیرت رکھتا ہو۔ اور ان کی متابعت اختیار کرے۔ جب اس آواز کو سکون ہوا۔ تو ہم نے گھر میں آ کر دیکھا کہ امیر المومنینؑ کو غسل دے کر کفن پہنا دیا گیا ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ رحلت کے وقت حضرت نے وصیت کی کہ جب میں اس عالم سے انتقال کر جاؤں۔ تو گھر کے ایک گوشہ سے ایک لوح ظاہر ہوگی۔ مجھے وہاں لٹا کر غسل دینا۔ اور گھر کی دہلیز سے کفن اور حنوط ملے گا۔ مجھ کو اس میں کفنا کر تابوت میں رکھ دینا۔ اور تابوت گھر میں رکھ کر میرے فرزندوں کو بلانا تاکہ وہ اپنے باپ کو وداع کریں۔ اور ایک دفعہ حسنؑ مجھ پر نماز پڑھے۔ اور ایک دفعہ حسینؑ۔ جب میرے تابوت کا اگلا حصّہ زمین سے اُٹھ جائے تو تم اس کا پچھلا حصّہ اُٹھاؤ۔ اور جہاں پر جا کر تابوت کا اگلا حصّہ زمین پر رکھا جائے۔ مجھ کو وہیں رکھ دو۔ اور قبر کھودو۔ اور وہاں سے ایک تابوت ساج کا بنا ہوا نکلے گا۔ مجھ کو اسی جگہ دفن کر دینا۔

مؤلف عرض کرتا ہے کہ فصل الخطاب میں اس طرح لکھا ہے۔ کہ امیر المومنینؑ نے وہ کافور جو سیّد المرسلینؐ کے بدن مبارک سے بچ رہا تھا۔ اپنے پاس رکھ چھوڑا تھا۔ اور رحلت کے وقت فرمایا۔ اس کو میرے بدن پر ملنا۔ اور روضۃ الشہدا۔ حبیب السیر۔ اور کشف الغمہ میں منقول ہے۔ کہ جبرئیل علیہ السلام ساٹھ مثقال کافور بہشت سے لائے تھے۔ سرور کائنات نے بیس مثقال اپنے لئے رکھ کر باقی چالیس مثقال سیّدۃ النسا اور علیؑ مرتضٰی کو مرحمت فرمایا تھا۔ اور وصیت کی تھی۔ کہ رحلت کے وقت اپنے بدن پر ملیں۔

الغرض اولاد گرامی نے بموجب ارشاد عمل کر کے اسی رات کو نجف اشرف میں اسی مقام پر جہاں تمام اطراف و جوانب عالم سے مخلوقات جا کر طواف و زیارت بجا لاتے ہیں۔ جسد مطہر کو دفن کر دیا۔ اور وصیّت کے موافق قبر کی جگہ کو زمین کے برابر کر دیا گیا۔ تاکہ دشمنوں کو اس کی خبر نہ ہو۔ اور ہارون الرشید کے زمانے تک ائمہ اہل بیت کے سوا کوئی بھی شخص اس سے واقف نہ تھا۔ اور دوسرے لوگوں کو اس مرقد عطر سا اور مشہد جنّت آسا سے اس طرح پر واقفیت ہوئی۔ کہ ایک روز ہارون الرشید اس سرزمین میں شکار کھیل رہا تھا۔ چند ہرنوں نے جان کے ڈر سے اس مقام پر جہاں امیر المومنینؑ کا مدفن تھا۔ جا کر پناہ لی۔ اور ہر چند چرغ اور کتے ان پر چھوڑے گئے۔ مگر اُنہوں نے

اُدھر کا رُخ تک نہ کیا۔ ہارون اس حالت کو دیکھ کر حیران رہ گیا۔ اور حاضرین سے اس کا راز پوچھا۔ تحقیقات کرنے پر ایک بڈھے نے عرض کی کہ اپنے باپ دادا سے ہم کو یہ روایت پہنچی ہے: کہ امیر المومنین حیدر کا جسدِ مطہر یہاں پر دفن ہے۔ ناچار ہارون نے وہاں پر شکار کرنا ترک کیا۔ اور مزار فائض الانوار کا طواف بجا لایا۔

اور زہرۃ الریاض میں اس طرح منقول ہے کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے نوح علیہ السلام پر وحی نازل فرمائی۔ کہ کشتی تیار کر۔ حضرت نے مقرر شدہ لوحوں سے کشتی تیار کی۔ جب تین تختے باقی بچ رہے۔ تو حضرت نوح نے عرض کی۔ خداوندا۔ میں ان تین لوحوں کو کیا کروں۔ وحی آئی۔ کہ اے نوحؑ۔ علیؓ نام میرا ایک دوست آخری زمانے میں پیدا ہوگا۔ فلاں جگہ کو کھود کر یہ تینوں تختے وہاں پر رکھ دے۔ اور میں فرشتوں کو اس کی قبر کی زیارت کرنے کا حکم دوں گا۔ الغرض وصیت کے موافق اسی جگہ جواب نجف کے نام سے مشہور ہے۔ اسی قاعدے سے جیسا کہ ارشاد فرمایا۔ حضرت کو دفن کیا۔ اور قبر مبارک کو پوشیدہ کر دیا گیا۔

اور کتاب فتوحات القدس میں حبیب بن عمرو سے مروی ہے کہ میں مرض الموت کی حالت میں امیر المومنینؓ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور آپ کے زخم کا حال پوچھا۔ فرمایا۔ اے حبیب! خدا کی قسم میں اسی ساعت میں تم سے مفارقت کروں گا۔ اسی اثنا میں ام کلثومؓ کے رونے کی آواز جناب امیر کے کان میں آئی۔ فرمایا اے دختر! اگر تو وہ چیز دیکھے جو تیرا باپ دیکھ رہا ہے۔ تو کبھی گریہ نہ کرے۔ راوی کہتا ہے میں نے عرض کی۔ آپ کیا دیکھتے ہیں فرمایا۔ میں دیکھ رہا ہوں۔ کہ آسمان کے فرشتے اور پیغمبر ایک دوسرے کے پیچھے کھڑے ہیں۔ اور مجھ کو شہادت کی مبارکباد دیتے ہیں۔ اور یہ میرے بھائی محمد مصطفیٰ ؐ میرے پاس بیٹھے ہیں۔ اور فرماتے ہیں۔ اَقْدِمْ فَاِنَّ اَمَامَكَ خَیْرٌ لَّكَ مِمَّا اَنْتَ فِیْهِ۔ یعنی راہ آخرت میں قدم رکھو۔ کیونکہ تمہاری آگے کی حالت اس موجودہ حالت سے بہتر ہے۔

منقول ہے کہ امیر المومنینؓ کے انتقال کے بعد امام حسن علیہ السلام نے ابن ملجم کو بلا کر فرمایا۔ تو نے ہی امیر المومنینؓ کو قتل کیا ہے۔ وہ بولا۔ ہاں۔ امام ہمام علیہ السلام نے ایک ضرب اس کو لگائی۔ اور عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہما نے اس کی آنکھوں میں سلائی پھیری۔ اور ایک روایت میں ہے۔ کہ اس کے ہاتھ پاؤں قطع کر کے اُس کی زبان کاٹی۔ اور شیعوں کی ایک جماعت نے اس بدبخت کے جسد نجس کو بورے میں لپیٹ کر جلا دیا۔

مؤلف عرض کرتا ہے۔ اگرچہ حبیب السیر میں روضۃ الشہدا سے اس طرح پر منقول ہے کہ ابن ملجم کو قتلِ امیر پر قطامہ نے آمادہ کیا تھا۔ لیکن قدوۃ المحققین حکیم سنائی نے ایسا تحقیق کیا ہے۔ کہ ابن ملجم نے معاویہ کے

کہنے سے امیر المومنین کو شہید کیا۔ چنانچہ اس مضمون کو حدیقۃ الحقائق میں اس طرح پر نظم کیا ہے۔ **مثنوی**

پسرِ مُلجم آں سگ بددین　　آن سزاوار لعنت و نفرین
بر زنے گشت عاشق آں میشوم　　آن نگونسار تر ز راہب روم
مردِ مفلس چو گشت عاشق او　　کُفر شد در میان عائق او
بود آں زن زآل بوسفیاں　　مُنعم و مالدار و خوب جواں
گشت ازین سر معاویہ آگاہ　　مرد را گشت جملہ کار تباہ
گفت کار تو باکمال شود　　ایں چنیں زن ترا حلال شود
گر تو در کار خویش شیر ولی　　ہست کابین محرّہ خونِ علیؑ
گر تو فارغ کنی دلم زیں کار　　بفزائی بہ نزد من مقدار
زن ترا با ہزار زینت و زیب　　نہ رساند ترا کے آسیب
اسپ و مرکب و سیم ترا پس ازاں　　بزی در جوار من آساں
مَردِ مُدبر ز بہر عشقِ زنے　　اندر افگند در جہاں محنے
آنچناں اصل و جبل منسلئے　　خیرہ بگزید قتلِ چوں علئے
آنچناں خاکسار بے مقدار　　رفت در کوفہ از پئے ایں کار
ایں خبر جملہ با علی گفتند　　ایں چنیں فتنہ ہیچ ننہفتند
کیں بد افعال را بگیر و بکش　　داد شاں پس جواب مردِ بہش
گفت دیحک بقتلِ قاتلِ خویش　　کس نہ کرد است سعی اندر پیش
آنچناں بے حفاظے از سر جد　　شب آدینہ رفت در مسجد
میر حیدر سحر ز بہر نماز　　رفت و دریافت خفتہ را بفراز
مرد را خفتہ دید و گفت ای مرد　　گاہ روز است بر دا زیں رہ برد
سفلہ از خواب گشت چوں بیدار　　متر صد نشست از پے کار
آں سرافراز مردِ جفتِ بتول　　چونکہ اندر نماز شد مشغول
رفت رز خمے سبک زدش بر پشت　　کہ بداں زخم سخت مرد بکشت
خلقے از ہر طرف فراز رسید　　پردۂ مردِ بدکنش بدرید
بگرفتند مرد را درحال　　کرد از و میرِ زخم خوردہ سوال

کہ کر فرمود مر ترا ایں کار | کرد بر لفظ خویشتن اقرار
کہ مرا ایں معاویہ فرمود | کار کردم کنوں نہ دارد سود
مُثلہ کردند مر ورا پس ازاں | رفت او را سوئے جہنم جاں
وانکہ فرمود۔ شاد ماند بزیست | ایں چہ علم است یارب ایں خود چیست

نیز حکیم سنائی علیہ الرحمہ نے کتاب مذکور میں امیر المومنین حسن رضوان اللہ علیہ کی شہادت کے سبب کو بھی نظم فرمایا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ معاویہ کے مبالغہ و تاکید سے جُعدہ بنت اشعث نے جو امام حسنؑ کی بیوی تھی۔ زہر دیا کہ آپ کا جگر مبارک ایک سو ستر سے زیادہ ٹکڑے ہو کر منہ سے نکل گیا۔
مؤلف اختصار کے طور پر ان میں سے چند ابیات درج کرتا ہے۔ تاکہ صاحبان شک کا شُبہ رفع ہو جائے۔

مثنوی

حق بگویم من از کہ اندیشم | آنچہ گویم یقین شدہ پیشم
جُعدہ بُد بنت اشعث آں بدزن | کہ ورا داد زہر صرف بہ فن
صد و ہفتاد و چند پارہ جگر | بدر انداخت زاں لبِ چو شکر
بر زمیں زن سبوئے و بر لب جو | کہ فرستادم مر ورا بر گوئے
زر و گوہر کہ نیست جائے وقوف | کہ پذیرفت از و درم مالوف
لولوئے ہند و عقد مروارید | کہ ز میرا شہائے ہند رسید
کیں نکو عقد مر ترا دادم | بتو بخشیدم و فرستادم
گر تو ایں شغل را تمام کنی | خویشتن را تو نیک نام کنی
بہ پسر مر ترا دہم بہ زنی | مر مرا دختری و جان و تنی
رفت و با خود ببرد بدنامی | چہ بتر در جہاں ز خود کامی
آنکہ دانی ہمے معاویہ اش | وانکہ در ہادیہ است زاویہ اش
صد ہزار آفریں بارِ خدا | بہ حسن داد تا بہ روز جزا
جاں بداد اندریں غم و حسرت | باد بر جان خصم او لعنت

نیز محقق نامی ملا عبدالرحمٰن جامی نے شواہد النبوۃ میں لکھا ہے مشہور یہ ہے کہ زوجہ امام حسنؑ نے معاویہ کے کہنے سے امام کو زہر دیا۔ اور روضۃ الصفا کے تیسرے دفتر میں مرقوم ہے۔ کہ جب معاویہ نے اپنے دِل میں یہ بات ٹھان لی۔ کہ یزید کو اپنا ولی عہد بنائے۔ اور دنیا کے مشاہیر اور رؤسا سے اس کی بیعت لے

اور یہ بات اس کو تحقیقاً معلوم تھی۔ کہ امیرالمومنین حسنؑ کے جیتے جی یہ کارروائی نہ ہو سکے گی۔ اس لئے مجبوراً رات دن امام کے دفعیہ کی تدبیریں سوچتا رہا۔ آخر کار ایک تدبیر سوچ کر مروان بن الحکم کو جو رسولؐ خدا اور شیخین کا طرید (یعنی جلاوطن کیا ہوا) تھا۔ مدینہ میں بھیجا۔ اور ایک رومال زہر آلود اس کے حوالے کیا۔ کہ اس رومال کو جعدہ بنت اشعث کو پہنچا کر اس سے کہنا کہ اگر تو مباشرت کے بعد حسنؑ کے بدن کو اس رومال سے پاک کرے اور وہ عالم آخرت کی طرف انتقال کرے۔ تو معاویہ پچاس ہزار درہم تجھے انعام دے گا۔ اور یزید کے نکاح میں لائے گا۔ مروان اس کے حکم سے مدینہ میں گیا۔ اور جُعدہ کو فریب دیا۔ اور اس نے طریقہ مذکورہ بالا پر عمل کیا۔ جب امام کے اندام اور اعضاء میں زہر سرایت کر گیا۔ تو اس کے اثر سے حضرت کا انتقال ہو گیا۔ جب یہ واقعہ ہائلہ وقوع پذیر ہوا۔ تو معاویہ نے پچاس ہزار درہم جُعدہ کو بھیجا۔ اور اپنے نور دیدہ یزید سے کہا۔ اے فرزند دلبند! بموجب مقولۂ اَلْکَرِیْمُ اِذَا وَعَدَ وَفیٰ (کریم جب وعدہ کرتا ہے۔ پورا کر دیتا ہے) لازم ہے۔ کہ تو بنت اشعث سے نکاح کرے۔ یزید نے کہا۔ جعدہ نے فرزند رسولؐ خدا سے دغا کی۔ اس سے اور کسی کو خیر و نیکی کی کیا توقع ہو سکتی ہے۔ اور دوسرا کون اس کے وصال اور مصاحبت کی آرزو کر سکتا ہے؟

اور صاحب حبیب السیر نے جلد اول میں تاریخ حافظ ابرو۔ ربیع الابرار زمخشری اور کامل السفینہ سے نقل کیا ہے۔ کہ جب ۵۶ھ میں معاویہ بن ابی سفیان یزید کے واسطے بیعت لینے کی غرض سے مدینہ گیا۔ اور حسین بن علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ۔ عبداللہ بن عمر۔ عبدالرحمٰن بن ابی بکر اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم کو آزردہ کیا۔ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اس پر معترض ہوئی۔ اور ملامت کی۔ پس معاویہ نے اپنے گھر میں ایک کنواں کھودا۔ اور اس کو تنکوں سے پاٹ دیا۔ اور آبنوس کی ایک کرسی اس کے اوپر رکھی۔ اور صدیقہ کو ضیافت کے بہانہ سے بلا کر اس کرسی پر بٹھایا۔ اور ام المومنین اس پر بیٹھتے ہی یکبارگی کوئیں میں جا پڑیں۔ معاویہ کوئیں کا دہانہ چونے سے مضبوط کر کے مدینہ منورہ سے چلا گیا۔ چنانچہ حکیم سنائی بھی اس واقعہ ہائلہ کی خبر دیتے ہیں۔

مثنوی

شد شہید و بکشتش آں طاغی عاقبت ہم بدستِ آں باغی

آنکہ با جفتِ مصطفےٰ زینساں بکند مرد را تو مرد مخواں!

مؤلف ان مقدمات مذکورہ بالا کی بنا پر عرض کرتا ہے۔ کہ آخر کار ام المومنین رضی اللہ عنہا کی آہ نے معاویہ میں اثر کیا۔ اور اس کو اس مقام میں جو اس کے لئے مقرر ہو چکا تھا۔ بھیج دیا۔ چنانچہ تاریخ اعثم کوفی رضی اللہ عنہ کے آخر میں منقول ہے۔ کہ ایک رات کو معاویہ قضائے حاجت کے لئے باہر آیا اور وہاں ایک کنواں تھا۔ اس میں جھک کر دیکھا۔ پانی کی بھاپ منہ پر لگی۔ اور اس کے بال کھڑے ہو گئے۔ اور وہ لقوے کی مرض میں گرفتار

ہوگیا۔ اور حالت نہایت تباہ اور خراب ہوگئی۔ اور ایسا بیمار ہوا کہ بہزار مشکل اور نہایت دِقت اور تکلیف سے اپنے بستر پر آیا۔ اور بیہوش ہوکر گر پڑا۔ دوسرے روز جب لوگوں کو خبر ہوئی۔ تو جوق جوق اس کی عیادت کو آتے اور دعائیں کرکے جاتے۔ جب اکیلا رہ گیا۔ تو بہت دل تنگ ہوکر رویا۔ لوگوں نے اندر آکر رونے کا سبب پوچھا۔ بولا۔ اس لئے روتا ہوں کہ بہت سے امورِ خیر تھے۔ جن کے بجا لانے کی مجھے قدرت حاصل تھی۔ لیکن نفس مقہور کی شومی اور بدبختی سے نہ کئے۔ اب میں اپنے احوال ندامت مآل پہ روتا ہوں۔ اور حسرت کھاتا ہوں۔ اور دوسرے یہ کہ یہ بیماری میرے ایک ایسے عضو سے ظاہر ہوئی ہے جس کو ہر وقت کُھلا رکھنا ضروری ہے اور یہ سب بلا اس سبب سے مجھ پر وارد ہوئی ہے کہ میں نے دیدہ و دانستہ علیؑ ابن ابی طالب کا حق غصب کیا۔ اور ظلم و ستم کے ساتھ اس سے چھین لیا۔ اور حجر بن عدی اور اس کے دیگر اصحاب کو قتل کیا۔ اس واسطے حق تعالےٰ نے یہ بلا مجھ پر نازل کی ہے۔ اور مجھ کو عذاب عاجل میں مبتلا کیا ہے۔ اور میں یہ تمام مصائب اپنے نور دیدہ یزید کی محبت کے سبب دیکھ رہا ہوں۔ اگر اس کی دوستی نہ ہوتی۔ تو میں راہ راست پر چلتا۔ لیکن یزید کی محبت نے مجھے ان حرکات اور محاربات پر آمادہ کیا۔ آخر آج دشمن میری حالت پر ہنستے ہیں۔ اور دوست روتے ہیں۔ اور وہ بیماری اس پر غالب ہوگئی تھی۔ اور ہر رات پریشان اور بُرے خواب دیکھتا اور ان سے ہر لحظہ ڈرتا تھا۔ اور اکثر ہذیان اور بکواس بکتا تھا۔ بیتاب ہوکر پانی مانگتا۔ اور زیادہ سے زیادہ پیتا اور پیاس سے تسکین نہ پاتا تھا۔ اور بعض وقت غش کر جاتا تھا۔ چنانچہ ایک ایک دن اور دو دو دن بیہوش پڑا رہتا تھا۔ جب ہوش میں آتا۔ تو بلند آواز سے کہتا۔ آہ افسوس! اے علیؑ بن ابی طالب! میں نے تجھ سے مخالفت کیوں کی؟ اور اے حجر بن عدی! مجھے تجھ سے کیا سروکار تھا۔ اور اے عمر بن الحمق! میں نے تجھ کو ناحق کیوں قتل کیا۔ الغرض اسی طرح پہ مضطرب اور بے قرار رہتا تھا۔

قصہ کوتاہ۔ یہ نقل اس لئے درج کی گئی ہے۔ کہ یہ بھی امیرالمومنین علیؑ بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ۔ امام حسن اور ام المومنین عائشہ صدیقہ رضؓ کا ایک خارق اور کرامت تھی۔ کہ ان کا دشمن اس حال میں مبتلا ہوکر اس عالم سے سدھارا۔

اور پوشیدہ نہ رہے۔ کہ تاریخ مذکور اسی نقل پہ ختم ہوئی ہے۔ چنانچہ اس سے پہلے اس نے لکھا ہے کہ جب معاویہ ہوش میں آیا تو یزید کو طلب کیا۔ اور لوگوں کو جمع کرکے پہلے خود اس سے بیعت کی۔ اور اس ملعون کو امیرالمومنین سے خطاب کیا۔ اور سب لوگوں کو حکم دیا کہ اس سے بیعت کریں۔ چونکہ یہ بیان بہت مفصّل تھا۔ نیز یہ بھی بھلا نہ لگا۔ کہ اس مجموعہ محمودہ میں غیر کا زیادہ حال درج کیا جائے۔ انہی چند کلمات پر اکتفا کی گئی۔ اگر کسی صاحب کو ان باتوں میں کچھ شبہ ہو۔ تو کتب مذکور میں دیکھ لے۔ اور بموجب آیۂ کریمہ

وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ وَاَعَدَّ لَهُ عَذَابًا عَظِيمًا۔ نساء ۹۳ (جو کوئی کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کرے پس اس کی سزا جہنم ہے۔ کہ ہمیشہ اس میں رہے گا۔ اور اللہ اس پر غضب ناک ہے۔ اور اس پر لعنت کرتا ہے اور اس کے لئے عذاب عظیم تیار کر رکھا ہے) اور دو احادیث نبوی صلعم کے موافق جن میں سے اول تو صحیح ابو داؤد اور صحیح نسائی میں ابو درداسے مروی ہے کہ رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ كُلُّ ذَنْبٍ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَغْفِرَهُ اِلَّا مَنْ مَاتَ مُشْرِكًا وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا (ہر ایک گناہ کو اللہ معاف کر دیتا ہے۔ سوائے اس شخص کے جو مشرک مرجائے۔ اور اس شخص کے جو کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کر ڈالے) اور دوسری حدیث صحیح ابن ماجہ میں ابوہریرہؓ سے مروی ہے۔ کہ رسولؐ خدا نے فرمایا ہے۔ مَنْ اَعَانَ عَلٰى قَتْلِ مُؤْمِنٍ شَطْرَ كَلِمَةٍ لَقِيَ اللّٰهَ مَكْتُوبًا بَيْنَ عَيْنَيْهِ اٰيِسٌ مِنْ رَحْمَةِ اللّٰهِ (جو کوئی مومن کے قتل پر ایک بات سے اعانت کرے۔ وُہ خدا سے ایسی حالت میں ملاقات کرے گا۔ کہ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان لکھا ہوگا۔ کہ یہ اللہ کی رحمت سے مایوس ہے) اہل بیت اور زوجہ مطہرہ رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قاتل کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھے۔ اور بیشک مشرک جانے۔

بیت

آنکہ او روئے بہ بہبود نداشت دیدن روئے نبی سود نداشت

(یعنی جس شخص کو اپنی بہتری مدنظر نہ تھی۔ اس کو نبی کے دیدار سے کچھ فائدہ حاصل نہ ہُوا۔)

اور فوحات القدس میں ابوالقاسم حسن بن محمد المعروف بہ ابن الوفا سے منقول ہے۔ کہ میں ایک روز مسجد کوفہ میں بیٹھا تھا کہ مقام ابراہیم کے پاس ایک عجیب وغریب مجمع نظر پڑا وہاں جا کر کیا دیکھتا ہوں کہ ایک راہب جو صوف کا جُبّہ پہنے ہے اور نہایت خوش محاورہ اور قوی ہیکل ہے مقام مذکور کے برابر میں بیٹھا ہوا ذکر کر رہا ہے کہ ایک دن میں اپنے عبادت خانے میں بیٹھا تھا اور کوئی شخص میرے پاس آ جا نہ سکتا تھا یکایک میں نے دیکھا کہ عقاب کی طرح کا ایک بڑا پرندہ اوپر سے نیچے اترا اور دریا کے کنارے پر ایک پتھر کے اوپر بیٹھا اور بدن انسانی کا چوتھا حصّہ قے کر کے چلا گیا پھر آیا اور پہلے حصّے کے برابر چوتھا ٹکڑا اور اگل کر اُڑ گیا اسی طرح چار دفعہ آیا اور چوتھائی حصّہ ہر دفعہ اُگل کر چلا گیا یہانتک کہ پُورا بدن انسانی اس پتھر پر چھوڑ کر پرواز کر گیا یکا یک کیا دیکھتا ہوں کہ وہ چاروں ٹکڑے باہم مل کر ایک مکمل انسانی بدن بن گیا وہ بدصورت مرد اٹھ کر اپنی طرف دیکھ رہا تھا کہ وہ پرندہ پھر آن پہنچا اور اپنی چونچ سے اس کا چوتھائی حصّہ کاٹ کر اڑ گیا اسی طرح چار دفعہ کر کے اس کے بدن کے چوتھائی حصّے کو لے جاتا تھا اور باقی بدن وہیں تڑپتا رہ جاتا تھا یہانتک کہ سارا بدن چار دفعہ میں اُڑا کر لے گیا میں اس واقعہ عجیبہ کو دیکھ کر

نہایت متحیر اور متعجب ہوا اور اپنے دل میں نہایت افسوس کرتا تھا کہ کاش جب وہ شخص اٹھ کر کھڑا ہوا تھا اور اس کے اعضاء درست اور مکمل ہو چکے تھے اس سے سوال کرتا تو کون ہے اور اس عذاب الیم اور عقاب عظیم کا کیا باعث ہے ناگاہ میں نے دیکھا کہ اسی جانور نے بدستور سابق چوتھائی چوتھائی بدن کو قے کر کے باہر نکالا اور چاروں ٹکڑے باہم مل کر پورا بدن تیار ہو گیا میں جلدی کر کے اس کے پاس پہنچا اور اس کا حال دریافت کیا اس نے جواب دیا کہ میں بدترین اولاد آدم عبدالرحمٰن بن ملجم ہوں جس نے رسول آخر الزمان صلعم کے وصی کو شہید کیا ہے اس روز سے اللہ تعالیٰ نے اس پرندے کو مجھ پر تعینات کیا ہے اور مجھ کو اس عذاب میں جو تو نے دیکھا مبتلا کر رکھا ہے اور ہر روز کئی دفعہ اس طرح مجھ کو ٹکڑے کر کے قے میں نکالتا ہے اور جب میں زندہ ہو جاتا ہوں تو پھر مجھ کو اسی ذلت و خواری سے مار ڈالتا ہے۔

مؤلف گزارش کرتا ہے کہ واقفان اسرار اور منصفان روزگار کے ضمیر خورشید تنویر پر پوشیدہ نہ رہے کہ وصی سید کائنات علیہ افضل الصلوات واکمل التحیات کے جو فضائل و مناقب اور کمالات و کرامات اس مجموعہ محمودہ میں اس حقیر کی قلم شکستہ رقم سے تحریر میں آئے ہیں۔ وہ گویا انوار بے پایاں میں سے ایک چمک اور بحر بے کراں میں سے ایک قطرہ ہے اور اس برگزیدہ ایزد متعال کے تمام اوصاف و کمال کو بیان کرنا بلغائے فصاحت بیان کی طاقت اور فصحائے بلاغت لسان کے مقدور سے باہر ہے۔ آپ کے فضائل و شمائل اس سے بہت زیادہ ہیں کہ تقریر یا تحریر میں آسکیں۔ اس لئے جو کچھ اختصاراً خامہ بدیع آثار نے اظہار کیا۔ اسی پر اکتفا کی جاتی ہے۔ **بیت**

ہر چہ گفتیم در اوصاف امیر ہمچناں ہیچ نہ گفتیم کہ صد چنداں است

لیکن مومنین کو شایان و سزاوار یہ ہے کہ اس کتاب کے مطالعہ کرنے سے جس کی تاریخ ع مہدیٔ آخر الزمان آمد ہے اور اس کا انجام راہنمائے خلق ہے۔ خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کی عداوت کو دل میں جگہ نہ دیں۔ اور جو ترتیب کہ علمائے اہل سنت و جماعت نے قرار دی ہے اس سے تخلف اور تجاوز نہ کریں۔ بلکہ تمام صحابہ عظام و کرام کے اکرام و احترام میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کریں۔ چنانچہ روضۃ الاحباب میں منقول ہے۔ کہ صحابہ کے لئے ایک خصوصیت حاصل ہے۔ جو باقی امت کو نہیں ہے۔ اور وہ خصوصیت یہ ہے۔ کہ ان کی عدالت سے بحث نہ کریں۔ بلکہ سب کو بلا بحث عدول شمار کریں۔ لیکن جس شخص کے اوپر فسق اور بے مروتی شرعاً ثابت ہو گئی ہو۔ وہ اس سے مستثنیٰ ہے کیونکہ وہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت کی برکت سے فسق اور خلاف مروت کے اسباب سے معصوم اور محفوظ ہیں اور خداوند سبحانہ وتعالیٰ نے قرآن مجید کے چند مقام میں ان کے فضائل کے اوصاف کو بیان فرمایا ہے اور اس فرقۂ ناجیہ کی خیر و عدالت کی صفت سے ستائش کی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ

اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (آل عمران) (تم اس امت میں سب سے بہتر ہو۔ جو لوگوں کے لئے نکالی گئی ہے۔ تم نیکیوں کا حکم دیتے ہو۔ اور برائیوں سے منع کرتے ہو۔) اور دوسری آیت میں فرمایا ہے۔ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ (بقرہ) (اور اسی طرح ہم نے تم کو امت وسط بنایا ہے تاکہ تم لوگوں پر شہید ہو) ائمہ تفسیر کی ایک جماعت کا یہ قول ہے کہ ان دونوں آیتوں میں صحابہ کرام سے خطاب کیا گیا ہے۔ اور ایک اور آیت میں فرمایا ہے۔ وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ۔ توبہ (اور مہاجرین اور انصار میں سے سبقت اور پیشدستی کرنیوالے اور جن لوگوں نے نیکی کے ساتھ انکی متابعت کی۔ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا۔ اور وہ اس سے راضی ہوئے اور اس نے ان کیلئے بہشتیں تیار کی ہیں۔ جن کے نیچے سے نہریں جاری ہیں۔ وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ یہ بڑی کامیابی ہے) اور خداوند عزوجل کی خوشنودی اور رضا مندی سے افضل اور اعلیٰ کوئی مرتبہ نہیں ہو سکتا۔ اور آیہ وافی ہدایہ۔ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ اور حدیث۔ اُحِلَّ لَكُمْ رِضْوَانِيْ فَلَا اَسْخَطُ عَلَيْكُمْ اَبَدًا (میں نے تمہارے لئے اپنی خوشنودی نازل کی ہے۔ پس میں کبھی تم پر ناراض نہ ہوں گا۔) اس بات پر وضاحت کرتی ہیں۔ اسی لئے آیۂ مذکور کے آخر میں ارشاد فرمایا ہے۔ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ مفسروں میں باہم اس میں اختلاف ہے۔ کہ سابقین اولین سے کون سی جماعت مراد ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اس سے اہل بدر مراد ہیں۔ اور یہ تین سو پانچ مرد تھے اور ایک روایت کے موافق تین سو تیرہ تھے۔ اور ایک گروہ قائل ہے کہ اس سے بیعت الرضوان والی جماعت مراد ہے۔ اور ان کی تعداد ایک ہزار پانسو تک پہنچتی ہے۔ اور بعض بیان کرتے ہیں۔ کہ اس سے مراد وہ جماعت ہے جنہوں نے دونوں قبلوں یعنی کعبہ اور بیت المقدس کی طرف نماز پڑھی ہے۔ اور علما کی ایک جماعت اس بات کی قائل ہے کہ اس سے مہاجر و انصار میں سے تمام صحابہ مراد ہیں۔ اور سیّد کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ واکمل التحیات سے احادیث کثیرہ ثابت ہو چکی ہیں جو ان کی فضیلت اور عدالت پر دلالت کرتی ہیں منجملہ ان کے ایک یہ ہے۔ کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے۔ خَيْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِيْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ (سب زمانوں سے بہتر میرا زمانہ ہے۔ پھر وہ لوگ جو ان سے ملتے ہیں) نیز دوسری حدیث میں فرمایا۔ لَا تَسُبُّوْا اَصْحَابِيْ فَوَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَوْ اَنَّ اَحَدَكُمْ اَنْفَقَ مِثْلَ اُحُدٍ ذَهَبًا مَا بَلَغَ مُدَّ اَحَدِهِمْ وَلَا نَصِيْفَهٗ۔ میرے صحابی کو گالی نہ دو قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ اگر تم میں سے کوئی شخص کوہ احد کے برابر راہ خدا میں سونا صرف کرے تو اس کا ثواب ان میں سے کسی صحابی کے مُدبھر یا نصف مد خرچ کرنے کے ثواب کو نہیں پہنچ سکتا۔ اور ایک اور حدیث میں فرمایا ہے۔ اَللّٰهَ اللّٰهَ اَصْحَابِيْ لَا تَتَّخِذُوْهُمْ غَرَضًا بَعْدِيْ فَمَنْ اَحَبَّهُمْ فَبِحُبِّيْ وَمَنْ اَبْغَضَهُمْ

فَیُبْغِضُنِیْ وَمَنْ اٰذَاھُمْ فَقَدْ اٰذَانِیْ وَمَنْ اٰذَانِیْ فَقَدْ اٰذَی اللّٰہَ وَمَنْ اٰذَی اللّٰہَ یُوْشِکُ اَنْ یَّاخُذَہٗ۔
(اللہ اللہ میرے اصحاب۔ تم ان کو میرے بعد اپنی خواہشات نفسانی کا نشانہ نہ بناؤ۔ پس جو کوئی ان کو دوست رکھے۔ وہ مجھے دوست رکھتا ہے۔ اور جو ان کو دشمن رکھے۔ وہ مجھے دشمن رکھتا ہے۔ اور جو کوئی ان کو ایذا پہنچائے وہ مجھے ایذا دیتا ہے۔ اور جو کوئی مجھے اذیت پہنچائے وہ خدا کو ایذا پہنچائے۔ عنقریب وہ اس سے مواخذہ فرمائیگا)
نیز فرمایا۔ مَنْ سَبَّ اَصْحَابِیْ فَعَلَیْہِ لَعْنَۃُ اللّٰہِ وَالْمَلٰٓئِکَۃِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ لَا یَقْبَلُ اللّٰہُ مِنْہُ صَرْفًا وَّلَا عَدْلًا (جو کوئی میرے اصحاب کو گالی دے۔ پس اس پر خدا اور تمام فرشتوں اور آدمیوں کی لعنت ہو۔ اور اللہ تو نہ اس کی توبہ قبول کرے گا۔ اور نہ فدیہ)

اور پوشیدہ نہ رہے کہ بعض صحابہ کے درمیان جو مخالفت اور مخاصمت واقع ہوئی وہ اہل سنّت وجماعت کے نزدیک اس بات پر محمول ہے۔ کہ وہ اجتہادی غلطی کی وجہ سے تھی۔ نہ کہ نفسانیت کی وجہ سے اور وہ سب واقعات قابل تاویل ہیں۔ اور اگر ہم یہ بھی تسلیم کرلیں کہ ان میں سے بعض واقعات کی درست محمول اور صحیح تاویل نہیں ہے۔ تو ہم اس کے جواب میں کہیں گے۔ کہ ان کی یہ باہمی مخالفت اور مخاصمت اخبار احاد کے طریق پر وارد ہوئی ہے۔ اور ان میں سے اکثر احادیث ضعیف اور جائز الکذب ہیں۔ وہ آیات قرآنی اور احادیث صحیحہ مشہورہ سے جو پہلے مذکور ہوئیں۔ معارضہ اور مقابلہ کرنے کے قابل نہیں ہیں پس مناسب اور سزاوار یہ ہے۔ کہ ان اخبار کی وجہ سے آنحضرتؐ کے اصحاب پر طعن نہ کریں۔ جو روز قیامت کو خسارت اور نقصان کا باعث ہے۔ تاکہ اخبار جائز الکذب کے سبب کتاب وسنت کا بطلان لازم نہ آئے۔ اور آدمی ان تہدیدات و وعیدات سے غافل نہ رہے۔ جو صاحب شریعت سے اس باب میں وارد ہوئے ہیں۔ بیت

من آنچہ شرط بلاغ است باتو میگویم تو خواہ از سخنم پند گیر وخواہ ملال

ہوشمندان اسرار اور خردمندانِ عالی مقدار پر پوشیدہ نہ رہے۔ کہ اصحاب رضی اللہ عنہم کے بہت سے حقوق مومنین پر ثابت اور لازم ہیں۔ اس لئے کہ انہوں نے رسولِ خدا کی نصرت کی۔ اور آنحضرتؐ کے دین کو تقویت دی۔ آپ کی حیات میں جانبازیاں دکھائیں۔ اور کفار کی ایذارسانی اور بے شمار فقر و فاقہ کے باوجود سبیل ثواب سے انحراف نہیں کیا۔ بلکہ ان کی ثابت قدمی اور استقلال میں ترقی ہوتی رہی۔ اور آنحضرتؐ کی وفات کے بعد آپ کی شریعت اور ملت کی اشاعت کرنے میں جان توڑ کوشش کی۔ اور اکثر ملکوں اور شہروں میں اسلام انہی کے زمانے میں شائع ہوا۔ اور روئے زمین عناد وکفر اور شرک کے خس وخاشاک سے پاک اور صاف ہوئی۔ اور آثار حسنہ اور امور مستحسنہ ان سے باقی رہے۔ اور احکام شریعت۔ آدابِ طریقت اور معارفِ حقیقت انہی کے ذریعے سے جہان میں اشاعت پذیر ہوئے۔ اور رسولِ خدا صلے اللہ

علیہ وآلہ وسلم کے افعال اور اقوال انہی کی وساطت سے ہم تک پہنچے۔ اور انہی کی برکت سے ہم آنحضرتؐ کی متابعت و پیروی کی دولت پر جو نجات کا سبب اور رفع درجات کا باعث ہے۔ فائز ہوئے۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلیٰ۔

مثنوی

ہمہ بختیارانِ بے رخت و بخت — ہمہ تاجداران بے تاج و تخت
جگر تشنہ و غرقِ آب آمدہ — زباں بستہ و درخطاب آمدہ
منازلِ شناسانِ راہ عدم — حقیقت نمایانِ کوئے قدم
حجابِ خودی برگرفتہ زراہ — زخود رفتہ و کردہ بیخود نگاہ
زدہ ناوک و در میاں شست نے — فگندہ سپر و تیغ در دست نے
عَلٰی اَزْوَاجِھِمْ تُحَفُ التَّحَایَا — مِنَ اللّٰہِ الَّذِیْ خَلَقَ الْبَرَایَا

(خدائے خالق مخلوقات کی طرف سے تحیّات وسلام کے تحفے اُن کی روحوں پر ہوں)

نظم مؤلف

چوں شنو کہ میاں میکنم چیاں مذہب — کہ راضی است خدا و رسول ازاں مذہب
میابہ در دل خود ہیچگہ تعصب را — کہ ہست کینہ و بغض از یزیدیاں مذہب
زدل بدوستیٔ چاریار واثق باش — بداں کہ خوشتر ازیں نیست درجہاں مذہب
ہر آنکہ بایک ازیں چار دشمن است برو — ہزاراں لعن دریں مذہب و درآں مذہب
بدوستیٔ علی و لی بکوش ولے — زاہل رفض مباش و مشو درآں مذہب
بہ مذہبے کہ شمار ند کم شہ دیں را — مکن نگاہ و بزن آتش اندراں مذہب
بگوش جاں شنو اے جواں کہ پیر شوی — بپوش در دل و باکس مکن عیاں مذہب
نگویم ایں سخن از خود کہ گفت شاہِ سبیل — نگاہ دار بہ دل ہیچو جاں نہاں مذہب
زجملہ مذہب خوش مذہبے کم آزاری است — مباش درپئے آزار کس بداں مذہب
اگرچہ مذہب من عشق و ملتم عشق است — ورائے عشق نمیدانم ایں و آں مذہب

ولے زبہر خدا بیت اے کشفی!
نوشتہ ام کہ بدانند گمراہاں مذہب

ان کے فضائل حد و حصر سے زیادہ ہیں۔ اگر ان کو شمار کرتا۔ تو خاتمہ کتاب بہت طویل ہو جاتا۔ ارادہ ہے کہ ان شاء اللہ العزیز کتاب اعجاز مصطفوی کے ختم ہونے پر اصحاب مستطاب رضی اللہ تعالے

عنہم اجمعین کے حالات میں ایک جداگانہ کتاب مرتب کروں گا۔ اس وقت اس پرختم کرتا ہوں ع

یک نکتہ ازیں بحث گفتیم وہمیں باشد

مثنوی

شکر آریم ز فیض حق تعالیٰ ۔۔۔ ختم شد ایں نامۂ ز قرب سہ سال
آفتابِ عالم علم الیقین ۔۔۔ دانشش آموز دل روح الامین
قبلۂ اہلِ معانی آمدہ ۔۔۔ شمع بزمِ جاودانی آمدہ
آتشِ اندازِ جہانِ کثرت است ۔۔۔ رہنما تا بارگاہِ وحدت است
سربسر مرآتِ حُسنِ عارفاں ۔۔۔ خضر آبے پیشوائے انس وجاں
راح روح افزائے روحِ آدم است ۔۔۔ ہمچو روح اللہ مسیح عالم است
نافۂ از آہوئے جاں آمدہ ۔۔۔ پائے تا سر یوسفستاں آمدہ
ہم نبیذِ نابِ انگورِ یقین ۔۔۔ ہم کلیدِ بابِ گنج نور دیں
رہروانِ عشق را آمد چراغ ۔۔۔ ہست صہبائے محبت را ایاغ
مطلعِ انوارِ سبحانی است ایں ۔۔۔ منبعِ اسرارِ ربانی است ایں
شمعِ خلوتخانۂ جان ودل است ۔۔۔ روشنی بخشِ ہزاراں محفل است
پائے تا سر مشعلِ راہِ ہدیٰ است ۔۔۔ جملہ تفسیرِ حدیثِ مصطفیٰ است
حرفہائش غنچہائے باغِ راز ۔۔۔ سطرہائش شعلہائے دل نواز
نقطہائش مردمِ چشمِ جہاں ۔۔۔ بل نجومِ آسمانِ ملکِ جاں
ایں نسیم از گلشنِ غیب آمدہ ۔۔۔ باشمیمِ شاہِ لاریب آمدہ
گشتہ طالع برجہاں انوارِ روح ۔۔۔ زیرِ ہر حرفش نہاں اسرارِ روح
شاہدے از حجلۂ دل آمدہ ۔۔۔ طالباں را پیرِ کامل آمدہ
افسرِ سبع المثانی برسرش ۔۔۔ خلعتِ تفسیرِ قرآں دربرش
دل رُبائے عاشقان وعارفاں ۔۔۔ رہنمائے مردمِ آخر زماں
ہمچو خورِ یکتاست برچرخِ کمال ۔۔۔ بلکہ روح آساست بیروں از خیال
دوستاں را تا بہ سبحاں رہنما ۔۔۔ حاسداں را ذوالفقارِ مرتضیٰ
بارک اللہ کشفیِ مشکیں قلم ۔۔۔ سربسر ایں نامہ خوش کردی رقم
کلکِ مشکیں تو مانندِ سحاب ۔۔۔ ریخت برعالم بسے دُرہائے ناب

از نئے کلکِ تو ہوشِ عقلِ کُل | شد بداں ساں کز سرستانِ مُل
اے پُر آوازہ نہ تو ملکِ سخن | بشگفاندی از سرِ نو ایں چمن
سوزشے در ملک جاں انداختی | شوزشے در دو جہاں انداختی
گرچہ بنوشتی ہمہ از روئے حال | لیک باید یک نظر از حق تعالٰی

تا شود مقبول طبع خاص و عام
لِلنَّبِی مِنَّا تَحِیَّتَ وَالسَّلَامَ

التماس مترجم

خدا کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اس کے فضل و کرم سے کتاب مستطاب مناقب مرتضوی کا ترجمہ اُردو اختتام کو پہنچا۔ حتی الامکان مصنف علام کے مطالب کو بلفظہ بیان کرنے میں پوری کوشش کی ہے۔ اور اپنی رائے کو ہرگز کسی قسم کا دخل نہیں دیا۔ جہاں کہیں عبارت عربی فارسی کے ترجمے کی ضرورت پڑی ہے۔ اس کو خطوط وحدانی میں لکھا ہے۔ باقی مصنف کی عبارت کا ترجمہ من وعن اُردو میں کر دیا ہے۔ اُمید ہے۔ کہ ناظرین کرام سہو و خطائے مترجم کو عفو و خطا کے دامن سے پوشیدہ فرما کر دعائے خیر سے یاد فرمائیں گے۔

بیت
ہر کہ خواند دعا طمع دارم | زانکہ من بندۂ گنہگارم
رستگار آمد سگے کو بود زاصحابِ رسولؐ | منکہ با آلِ علیم چوں بناشم رستگار
الٰہی بحق نبی فاطمہؑ | کہ بر قولِ ایماں کنم خاتمہ

الملتمس

مترجم کتاب مستطاب مناقب مرتضوی حقیر **سید شریف حسین سبزواری** پنشن یافتہ مدرس ساکن سھریلی سادات ضلع انبالہ۔ سابق مترجم تفسیر امام حسن عسکریؑ و مودات سید ہمدانی و تنزیہ الانبیاءؑ وغیرہ۔

روز سہ شنبہ ۲۴۔ اگست ۱۹۲۶ء
مطابق ۱۴۔ صفر المظفر ۱۳۴۵ھ

عقیدہ شیعیان علیؑ باصحابِ نبیؐ

(تمہید)

محبّت رسولؐ واصحابِ رسولؐ

اس کلیہ سے کسی ذی علم کو انکار نہیں ہو سکتا۔ بلکہ وہ جاہل بھی جو معنیٰ اسلام و ایمان سے واقف ہیں۔ اس کے تسلیم کرنے سے ابا نہیں کر سکتے کہ "کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں کہلا سکتا۔ جب تک کہ صاحبِ ایمان و بانیٔ اسلام نبی کی ذات پاک خدائے پاک کے بعد اس کو کائنات کی ہر شے سے زیادہ محبوب نہ ہو۔ اول نشان ایمان خدا اور اس کے رسول کی محبت ہے۔ اسی طرف یہ آیۂ کریمہ ناظر ہے۔ قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ ...... اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِيْنَ (توبہ) اس کا منطوق و مفہوم یہی ہے کہ جس کو خدائے عزّوجل کے بعد رسولؐ کی ذات کائنات کی کل اشیأ سے محبوب نہ ہو وہ دعوائے ایمان و اسلام میں جھوٹا۔ اور فاسق العقیدہ ہے اور خدا ایسے بدعقیدہ لوگوں کو کبھی اپنی راہ نہیں دکھلا سکتا۔ جو محبت رسول کی دولت سے محروم ہیں وہ صراطِ مستقیم سے دور ہیں اور سبیل الٰہی سے جدا کبھی اس محبوب تک نہیں پہنچ سکتے" وانهم لمحجوبون"۔ اس کی طرف خود حضرت نے بھی اپنی زبانِ اقدس سے اشارہ بلکہ تصریح فرمائی ہے۔ اور حدیث حضرت عمرؓ مشہور و معروف ہے۔ کہ آپ نے خدمت رسولؐ میں عرض کیا لَاَنْتَ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ اِلَّا نَفْسِي الَّتِيْ بَيْنَ جُنْبَيَّ۔" یارسول اللہ آپ مجھ کو میری جان کے سوا جو میرے پہلوؤں کے درمیان ہے اور ہر ایک شے سے زیادہ محبوب ہیں۔ اس وقت آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔ لَنْ يُّؤْمِنَ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ نَفْسِهٖ۔" تم میں سے کوئی شخص ہرگز مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کی جان سے بھی زیادہ محبوب نہ ہوں۔ الحدیث (الشفا و للقاضی عیاض) وَقَالَ لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وُّلْدِهٖ وَوَالِدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ۔" (یعنی جس شخص میں تین باتیں ہوں وہ اپنے اندر حلاوت ایمان پائے گا۔ اول وہ خدا و رسولؐ کو کل کائنات سے زیادہ محبوب رکھے۔ دوسرے جس کو وہ دوست رکھے اس کو خدا کے لئے دوست رکھے۔ تیسرے کفر میں عود کرنے کو ایسا برا سمجھے جیسے جہنم میں جھونکے جانے کو۔" جُبِلَتِ الْقُلُوْبُ اِلٰى مَحَبَّةِ مَنْ اَحْسَنَ اِلَيْهَا۔"

فطرت انسانی یہی ہے اور دلوں کی سرشت میں داخل کہ محسن اور منعم سے محبت کی جائے۔ اور رسول سے بڑھ کر مسلمانوں کا کون محسن ہو سکتا ہے۔ جس نے ہدایت کی اور آتش جہنم و ہلاکت سے بچایا اور اُن کی بہبودی کے لئے ہزارہا مشقتیں اور زحمتیں برداشت کیں جن کے تصور سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ بلکہ وہ ذات محسنِ نوعِ انسانی بلکہ محسنِ کل خلائق ہے۔ اور انسانیت کبھی اس کے بار احسان سے سبکدوش نہیں ہو سکتی اور یہ فطرت ہے کہ محبوب کی ہر شئے محبوب ہوتی ہے اور جو شخص کسی کو محبوب رکھتا ہے۔ اس کے ذکر کو محبوب رکھتا ہے اور اس کے آثار کو محبوب رکھتا ہے۔ دوست کا دوست دوست اور دوست کا دشمن دشمن اور دوست کے دشمن کا دشمن دوست (کَمَا بَیَّنَّاہُ سَابِقًا۔)

اور مومن کی محبت ہر مومن پر واجب ہے۔ پس صحابی رسول کی محبت یقیناً ہر مومن کا فریضہ قلبی ہے یہ نہیں ہو سکتا کہ مومن کہلا کر رسول کے دوستوں اور اس کے جان نثار ساتھیوں کا دشمن ہو۔ مومن آپس میں ایک دوسرے کے دینی بھائی ہوتے ہیں اور اصحاب سب مومن ہیں۔ اور غیر مومن صحابی نہیں کہلا سکتا۔ (کما سیجیئ۔) پس دائرہ اخوت اسلامی رسولؐ اور ذریت رسول کے بعد پہلے اصحابِ رسول سے ہی شروع ہوتا ہے۔ پس صحابی رسولؐ کی محبت ہر مومن پر لازم ہے۔

صحابی ناصر دین اسلام ہے اور ناصر دین اسلام ناصر رسول ہے۔ اور اپنے آقا اور پیشوا کے ناصر و مددگار کی محبت فطرۃً لازم ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِہٖ (صف ۴) صحابی محبوبِ خدا ہے۔ اور خدا کے ساتھ اس کے محبوبین کی محبت جزو ایمان ہے۔ اصحاب رسول محسن رسول و دین رسول بھی ہیں۔ وَاِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ " خدا احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ اصحاب رسولؐ متبعان رسول ہیں۔ اور اس لئے بھی وہ محبوب خدا ہیں۔ اور محبوب خدا کی محبت ہر بندہ مومن پر جو خدا کو دوست رکھتا ہے واجب ہے۔" قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ (آل عمران) یہ نہایت بیّن دلائل ہیں کہ اصحاب رسولؐ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی محبت ہر مومن کا فریضہ ایمانی ہے۔ جو اصحاب رسول کا دشمن ہو۔ وہ ہرگز رسول کا دوست اور درست صاحب ایمان نہیں ہے۔ اسی پر شیعیان علیؑ کا ایمان ہے۔ اور اسی پر ان کا عمل۔ مگر یہ نہیں کہ بعض اصحاب کی محبت رکھیں اور بعض سے دشمنی و عداوت۔ اور ان کے قاتلوں اور ان پر ظلم کرنے والوں اور ان کو ستانے والوں اور ان کے حقوق غصب کرنے والوں کو دوست رکھیں۔ وہ" اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْکِتَابِ وَتَکْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ (بقرہ) کی گرفت سے مامون اور محفوظ ہیں۔ بلکہ وہ ہر ایک صحابی رسول کو جان و دل سے دوست رکھنے والے ہیں۔

یہ بھی ایک فطرت ہے کہ ہر شخص اپنے بزرگ کے مصاحبوں اور ہم نشینوں کو دوست رکھتا ہے۔ اور ان کی حرمت و عظمت کو لازم جانتا ہے۔ شیعوں میں زیادہ تر آل رسول و اولاد رسول ہیں اور دُوسرے ان پر ایمان لانے والے۔ کیونکر ممکن ہے کہ وہ اپنے بزرگ اور آقائے دوجہان کے ہم صحبتوں سے بغض رکھیں اور ان کی حرمت و عزّت نہ کریں۔

محبت آل رسولؐ

یہ بھی ناقابل انکار حقیقت ہے۔ اور کوئی صاحب عقل سلیم اس سے اختلاف نہیں کر سکتا کہ کسی شخص کی محبت کو اس کی اولاد کی محبت لازم ہے اور وہ اس کے مصاحبوں اور ہم نشینوں سے مقدم ہے۔ کوئی شخص جو کسی کی محبت کا دم بھرتا ہو۔ مگر اس کی اولاد سے عداوت اور دشمنی رکھتا ہو۔ ہرگز دعوائے محبّت میں صادق نہیں ہے۔ یقیناً وہ کاذب۔ غادر اور خائن ہے۔ چہ جائیکہ اس بزرگ کی محبت کا دعوے کرے۔ اور اس کی اولاد کو ستائے اور قتل کرے۔ جو شخص رسول پر ایمان رکھتا ہے ضرور وہ رسولؐ سے محبت رکھے گا اور جو رسول سے محبت رکھے گا وہ ضرور اس کی اولاد سے محبت رکھے گا۔ اور سب محبتوں سے یہی محبت مقدم ہوگی بلکہ حقیقتاً رسولؐ کی محبت کے یہی معنی ہیں پس جو شخص اصحاب رسول کی محبت کا دم بھرے اور آل رسولؐ سے بغض و کینہ رکھے۔ بلاشبہ وہ منافق ہے۔ جو اصحاب رسول کو دوست رکھتا ہوگا۔ وہ ضرور آل رسولؐ کی محبّت مقدم رکھتا ہو۔ بلکہ ان کی محبت دوچند۔ اس لئے کہ جو اولاد رسول ہے وہ اکثر صحابئ رسول بھی ہے۔ جبکہ علیؑ و حسنین علیہم السّلام اور صحابیات میں جناب فاطمۃؑ الزہرا۔ علیؑ رسولؐ کے نور کا ٹکڑا اور آپ کے بھائی بھی ہیں اور صحابی بھی۔ حسنینؑ آپؐ کے فرزند بھی ہیں اور صحابی بھی۔ فاطمۃؑ الزہرا، جگر پارہ رسولؐ بھی ہیں۔ اور صحابیہ بھی۔ یہ سابقین اور اول مصداق صحابیت ہیں۔ ان کو جسمانی و روحانی دونوں قسم کی بیعت و مصاحبت حاصل ہے۔ لفظ اصحاب رسول اولاً ان پر اطلاق ہوگا۔ اور ثانیاً دوسرے صحابہ کرام پر۔ اسی واسطے آل رسولؐ کی محبّت عین ایمان و اجر رسالت قرار پائی ہے۔" قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى وَمَنْ يَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ فِيْهَا حُسْنًا۔" شوریٰ۔ اور اصحاب رسول کی محبت لوازم دین و ایمان جو آل رسول سے بغض رکھے وہ منافق یا خارجی ہے۔ اور جو اصحاب رسول سے بغض رکھے، وہ بلاشبہ ناقص الایمان ہے۔ یا خارج از ایمان۔ اور اس کو ہم رافضی کہنے سے ہرگز دریغ نہیں کرتے۔ چہ جائیکہ ان کو سب و شتم کرنے والا۔ لَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ۔" ہم کافروں اور ان کے جھوٹے خداؤں کو گالی دینا جائز نہیں سمجھتے۔ اصحاب رسول پر سب و شتم کو کیونکر روا رکھ سکتے ہیں۔ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآءِ ذِي الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ۔ (سورہ نحل ۱۳)

یہ بھی ایک فطرت ہے کہ ہر شخص اپنے بزرگ کے مصاحبوں اور ہم نشینوں کو دوست رکھتا ہے۔ اور ان کی حرمت وعظمت کو لازم جانتا ہے۔ شیعوں میں زیادہ تر آل رسول و اولاد رسول ہیں اور دوسرے ان پر ایمان لانے والے۔ کیونکر ممکن ہے کہ وہ اپنے بزرگ اور آقائے دوجہان کے ہم صحبتوں سے بغض رکھیں اور ان کی حرمت وعزت نہ کریں۔

محبت آل رسولؐ

یہ بھی ناقابل انکار حقیقت ہے۔ اور کوئی صاحب عقل سلیم اس سے اختلاف نہیں کر سکتا کہ کسی شخص کی محبت کو اس کی اولاد کی محبت لازم ہے اور وہ اس کے مصاحبوں اور ہم نشینوں سے مقدم ہے۔ کوئی شخص جو کسی کی محبت کا دم بھرتا ہو۔ مگر اس کی اولاد سے عداوت اور دشمنی رکھتا ہو۔ ہرگز دعوائے محبت میں صادق نہیں ہے۔ یقیناً وہ کاذب۔ غادر اور خائن ہے۔ چہ جائیکہ اس بزرگ کی محبت کا دعوٰے کرے۔ اور اس کی اولاد کو ستائے اور قتل کرے۔ جو شخص رسول پر ایمان رکھتا ہے ضرور وہ رسولؐ سے محبت رکھے گا اور جو رسول سے محبت رکھے گا وہ ضرور اس کی اولاد سے محبت رکھے گا۔ اور سب محبتوں سے یہی محبت مقدم ہوگی بلکہ حقیقتاً رسولؐ کی محبت کے یہی معنی ہیں پس جو شخص اصحاب رسول کی محبت کا دم بھرے اور آل رسولؐ سے بغض و کینہ رکھے۔ بلاشبہ وہ منافق ہے۔ جو اصحاب رسول کو دوست رکھتا ہوگا۔ وہ ضرور آل رسولؐ کی محبت مقدم رکھتا ہو۔ بلکہ ان کی محبت دوچند۔ اس لئے کہ جو اولاد رسول ہے وہ اکثر صحابیٔ رسول بھی ہے۔ جبکہ علیؑ وحسنین علیہم السلام اور صحابیات میں جناب فاطمۃؑ الزہرا۔ علیؑ رسولؐ کے نور کا ٹکڑا اور آپ کے بھائی بھی ہیں اور صحابی بھی۔ حسنینؑ آپؐ کے فرزند بھی ہیں اور صحابی بھی۔ فاطمۃؑ الزہرا جگر پارہ رسولؐ بھی ہیں۔ اور صحابیہ بھی۔ یہ سابقین اور اول مصداق صحابیت ہیں۔ ان کو جسمانی و روحانی دونوں قسم کی بیعت ومصاحبت حاصل ہے۔ لفظ اصحاب رسول اولاً ان پر اطلاق ہوگا۔ اور ثانیاً دوسرے صحابہ کرام پر۔ اسی واسطے آل رسولؐ کی محبت عین ایمان واجر رسالت قرار پائی ہے۔" قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى وَمَنْ يَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ فِيْهَا حُسْنًا "شوریٰ۔ اور اصحاب رسول کی محبت لوازم دین وایمان جو آل رسول سے بغض رکھے وہ منافق یا خارجی ہے۔ اور جو اصحاب رسول سے بغض رکھے۔ وہ بلاشبہ ناقص الایمان ہے۔ یا خارج از ایمان۔ اور اس کو ہم رافضی کہنے سے ہرگز دریغ نہیں کرتے۔ چہ جائیکہ ان کو سب وشتم کرنے والا۔ لَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ " ہم کافروں اور ان کے جھوٹے خداؤں کو گالی دینا جائز نہیں سمجھتے۔ اصحاب رسول پر سب وشتم کو کیونکر روا رکھ سکتے ہیں۔ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآئِ ذِي الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ۔ (سورہ نحل)

دشنام بمذہبے کہ طاعت باشد مذہب معلوم و اہل مذہب معلوم

محبت اصحاب رسول اور ان کے لئے دعا کرنا شیعوں کا وظیفہ ایمانی ہے

شیعہ آل رسولؐ کی محبت کے ساتھ اُن کے معصومینؑ کی اطاعت اور اقتداء کو بھی عین ایمان جانتے ہیں۔ اور بعد رسول اِنہی کے اتباع کو موجب نجات۔ اور بارہ معصوم اماموں میں سے ہر ایک کو مفترض الطاعۃ سمجھتے ہیں۔ "مَنْ اَنْکَرَ وَاحِدًا مِنْھُمْ فَقَدْ اَنْکَرَ الْجَمِیْعَ۔" جس نے ان میں سے کسی ایک کا انکار کیا۔ اس نے گویا سب کا انکار کیا۔ پس حقیقی شیعہ نہیں ہیں۔ مگر صرف اثنا عشری۔

اس سلسلہ میں اُن کے چوتھے امام حضرت علی ابن الحسینؑ زین العابدین و سیّد الساجدین علیہ السلام ہیں۔ صحیفہ کاملہ اُن کی ان دعاؤں کا ایک مجموعہ ہے جو وہ تلاوت فرمایا کرتے اور ان سے بارگاہ الٰہی میں مناجات کیا کرتے تھے۔ جو محبان اہل بیت رسالت میں زَبُوْرِ اٰلِ مُحَمَّدْ کے نام سے موصوف و ملقب ہے اور پڑھے لکھے شیعہ کے گھر میں اس کا نسخہ موجود۔ جس کی تلاوت وہ اپنا ایمانی فریضہ سمجھتا ہے۔ اور تعقیبات نماز و وظائف میں اس کا ورد رکھتا ہے۔ اس میں ایک دعا اصحاب رسول کے لئے بھی ہے۔ جس کی ابتدا یوں ہے۔ وَکَانَ مِنْ دُعَائِہٖ عَلَیْہِ السَّلَامُ فِی الصَّلٰوۃِ عَلٰی اِتْبَاعِ الرُّسُلِ وَمُصَدِّقِیْھِمْ اس میں وہ فرماتے ہیں۔ اَللّٰھُمَّ وَاَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَاصَّۃً الَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا الصَّحَابَۃَ وَالَّذِیْنَ اَبْلُوْا الْبَلَاءَ الْحَسَنِ فِیْ نَصْرِہٖ وَکَانَفُوْہُ وَاَسْرَعُوْا اِلٰی وَفَادَتِہٖ وَسَابَقُوْا اِلٰی دَعْوَتِہٖ الخ۔ خداوندا اور خاص کر ان اصحاب محمدؐ پر اپنی رحمت نازل فرما اور ان کو اپنی مغفرت اور رضا کے ساتھ یاد کر جنہوں نے آپ کا اچھا ساتھ دیا۔ اور جنہوں نے آپ کی مدد میں خوب خوب جہاد کیا۔ ان کو پناہ دی۔ اور ان کی طرف دوڑے اور ان کی دعوت اسلام کی طرف سبقت کی۔ اور ان کی باتوں کو مانا۔ جبکہ انہوں نے اپنی پیغامبری کی دلیلیں ان کو سنائیں۔ اور اُس کی حقانیت کے ظاہر کرنے میں اپنی بیوی بچوں کو چھوڑ کر ہجرت کی اور اس کی نبوت ثابت کرنے میں اپنے باپ اور بیٹوں سے لڑے اور اس کے ذریعہ سے ظفریاب ہوئے۔ اور وہ لوگ جو اس کی محبت میں لپٹے ہوئے تھے اور اس کی مودت میں ایسی تجارت کے امیدوار تھے جو کبھی تباہ نہ ہوگی اور خسارہ نہ دے گی۔ اور وہ لوگ جو اس کی محبت کی رسی سے وابستہ ہوئے تو ان کے قبیلہ والوں نے انہیں چھوڑ دیا اور ان کے اقربا ان سے جدا ہوگئے۔ جبکہ وہ رسول کی قرابت کے سایۂ رحمت میں آٹھہرے۔ خداوندا تو ان کے لئے

ان باتوں کو نہ بھولنا۔ جن کو انہوں نے تیری محبت میں چھوڑا ہے اور اپنی خوشنودی سے انہیں راضی کرلے۔ اور اس لئے بھی کہ انہوں نے مخلوق کو تیرے دین پر جمع کیا۔ اور تیرے رسول کے ساتھ تیرے دین کے دعوت دینے والے رہے۔ اور ان کی اس سعی کو مشکور فرما کر انہوں نے تیری محبت میں اپنی قوم کے وطن کو چھوڑا اور وسعت معاش کو ترک کرکے تنگی اختیار کی۔ پروردگارا ان تابعین کو بھی اپنی طرف سے نیک بدلا دے۔ جنہوں نے نیکی کے ساتھ رسول کی پیروی کی اور جو کہتے تھے کہ پروردگارا ہم کو اور ہمارے ان دینی بھائیوں کو بخشدے۔ جو ایمان میں ہم پر سبقت رکھتے ہیں اور ہم سے پہلے گذرے ہیں جن لوگوں نے اصحاب کے طریقہ کا ارادہ کیا اور ان کی روش کو اختیار کیا۔ اور انہی کے راستہ پر چلے۔ اور ان تابعین پر جو قیامت تک آنے والے ہیں اور ان کی ازواج اور ذرّیات پر اور ان پر جنہوں نے تیری اطاعت و فرمانبرداری کی ہے اپنی رحمت نازل فرما جس سے تو ان کو اپنی نافرمانی سے بچائے۔ اور اپنی جنّت میں وسیع جگہ دے اور اس کے ذریعہ سے انہیں شیطان کے مکر سے محفوظ رکھ۔ الخ

طول کے خوف سے اس وقت ہم صرف ایک دعا کے بعض فقرات اور ایک ہی امام کے قول پر اکتفا کرتے ہیں۔ دیگر معصومین کے اقوال اور ارشادات پھر کسی دوسری جگہ پیش کریں گے۔ اس سے ثابت ہے کہ **شیعیان علیؑ اور ان کے امام اصحاب رسول سے کیسی محبت رکھتے ہیں**۔ صرف زبانی محبّت کا دعویٰ نہیں بلکہ ہر دُعا اور نماز میں وہ اصحاب رسول کو یاد کرتے اور ان کے واسطے دین و دنیا کے لئے دعا کرتے ہیں۔

سچے دوستداران اصحاب رسول رضی اللہ عنہم محبان اہل بیت و شیعیان علیؑ ہی ہیں۔

جو یہ کہتا ہے کہ شیعہ اصحابؓ رسولؐ کو دشمن رکھتے ہیں یا ان کو سب وشتم کرتے ہیں وہ شیعوں کے عقائد اور ان کے عمل سے نابلد محض ہے۔

اسی طرح ہم یہ دعوےٰ بھی کرتے ہیں کہ جو شخص یہ کہے کہ اہل سنت آل رسولؐ کو دشمن رکھتے ہیں وہ بھی حقیقت سے ناواقف ہے اور وہ سُنی مسلمان اور خارجی کا فرق نہیں کرتا۔ مسلمان کبھی اپنے کو مسلمان نہیں کہہ سکتا جب تک کہ وہ محبت آلِ رسولؐ کا مدعی نہ ہو۔ جو آلِ رسول سے عداوت رکھتے ہیں۔ وہ ہرگز سُنّی مسلمان نہیں ہیں بلکہ وہ خارجی ہیں۔

اس مجموعہ فضائل و مناقب علیؑ میں جو ایک سُنّی عالم دین کی کتاب کی حیثیت سے پبلک میں پیش کیا جارہا ہے جس سے اردو داں مسلمان اب تک ناواقف ہیں۔ یہی ہمارے دعوےٰ کی بیّن دلیل ہے۔ اور اس سے ثابت ہے کہ درحقیقت جو مسلمان ہیں وہ علیؑ کو ایسا ہی مانتے ہیں جیسا کہ شیعہ اور وہ بھی انہی فضائل و مناقب کے قائل ہیں۔ جن کے شیعہ بلکہ صوفی منش اہل سنّت شیعوں سے بھی بڑھ کر عقیدہ رکھتے ہیں۔

سُنّی شیعہ میں فرق صرف حضرت علیؑ کے درجہ خلافتِ ظاہری کی تقدیم و تاخیر میں ہے۔ اور بس پس دشمنانِ آلِ رسول یقیناً دینِ اسلام سے خارج ہیں۔

لفظ اصحاب کی تشریح اس حقیقت کو کہ ہم اصحاب رسول پر کیسا اعتقاد رکھتے ہیں۔ لفظ صحابیؓ اصحاب کی حقیقت پر روشنی ڈال کر واضح کرتے ہیں۔ ہم لفظوں کو نہیں پوجتے معانی اور حقائق پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور یہی کل اہل تحقیق کا عقیدہ ہے۔ خواہ سُنّی ہو یا شیعہ۔

"اَلْمَعِيَّةُ وَالصُّحْبَةُ الْحَقِيْقِيَّةُ اِنَّمَا هِيَ بِالرُّوْحِ لَا بِمُجَرَّدِ الْبَدَنِ فَهِيَ بِالْقَلْبِ لَا بِالْقَالَبِ وَلِهٰذَا كَانَ النَّجَاشِيُّ مَعَهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَمِنْ اَقْرَبِ النَّاسِ اِلَيْهِ وَهُوَ بَيْنَ النَّصَارٰى بِاَرْضِ الْحَبْشَةِ وَعَبْدُ اللّٰهِ ابْنُ اُبَيٍّ مِنْ اَبْعَدِ الْخَلْقِ عَنْهُ وَهُوَ مَعَهُ فِي الْمَدِيْنَةِ"

حقیقی معیت رسول اور صحبت رسول وہ روحانی معیت ہے نہ محض بدنی و جسمانی معیت۔ وہ قلب سے تعلق رکھتی ہے۔ قالب مادی سے تعلق نہیں رکھتی۔ جو دل سے رسول کے ساتھ ہے وہ صحابی ہے۔ اور وَالَّذِيْنَ مَعَهُ کا مصداق۔ اور جو دل سے دور رہے خواہ وہ ہر وقت پاس رہتا ہو وہ صحابی نہیں ہے۔ اور معیت رسول اس پر صادق نہیں۔ اسی واسطے نجاشی آپ کے ساتھ تھا۔ اور سب لوگوں سے زیادہ نزدیک۔ حالانکہ وہ حبشہ میں نصرانیوں کے درمیان تھا۔ اور عبداللہ ابن ابی اگرچہ مدینہ میں آپ کے ساتھ تھا۔ مگر وہ منافق سب سے زیادہ آپ سے بعید تھا۔ قرب و معیت و صحبت ظاہری جسمانی کوئی معنی نہیں رکھتی جس پر شرف صحابیت کی بنیاد قائم ہو سکے (سیرۃ حلبیہ جلد ۳ صـ ۳۶۶)

معنی لغوی صحبت لفظ معروف ہے جس کے معنے ساتھ رہنا پاس بیٹھنا۔ ہم سفر ہونا ہیں۔ والصحبة للشئ هي الملازمة له انسانا كان او حيوانا او مكانا او زمانا۔ کسی شے کی صحبت اس کے ساتھ لزوم و تعلق و مصاحبت ہے۔ خواہ وہ چیز انسان ہو یا حیوان ہو یا مکان ہو۔ یا زمان ہو۔

انسان کا ہم صحبت بھی صاحب کہلاتا ہے اور حیوان کا بھی۔ ایک شخص گھوڑا لئے ہوئے ہے اس کو صاحب الفرس کہیں گے۔ اور ایک گدھا لئے ہوئے ہے اس کو صاحب الحمار کہیں گے۔ ایک ہاتھ میں لاٹھی رکھتا ہے وہ صاحب العصا ہے۔ گھر والا صاحب الدار اور صاحب البیت و صاحب المکان اور ایک تلوار لئے ہوئے ہے تو وہ صاحب السیف کہلائے گا اور جو جس زمانے سے تعلق رکھتا ہے وہ اس کے محافظ سے صاحب الزمان اور صاحب العصر کہلاتا ہے اور اسی لحاظ سے اصحاب الجمل اور اصحاب الفیل مشہور ہیں۔ مکان و زمان کی طرح یہ ملازمت و مصاحبت مال کے ساتھ بھی ہوتی ہے

اوراس لحاظ سے مال والا صاحب المال کہلاتا ہے اور صاحب الدراہم وصاحب الدنانیر۔ بدنی وجسمانی صحبت و مصاحبت و ملازمت کی طرح صحبت وعنایت کے لحاظ سے بھی یہی اطلاق ہوگا۔ اور قرآن رکھنے والے۔ قرآن پڑھنے والے۔ قرآن کے حافظ اور قرآن کے عامل اور قرآن کے عالم کو صاحب القرآن کہتے ہیں۔

حدیث میں ہے۔" یقال بصاحب القران اقرأ وارق" صاحب موسیٰ حضرت یوشع بن نون پر اطلاق ہوتا ہے اور صاحب سلیمان سے آصف بن برخیا مراد ہوتے ہیں۔ اور صاحب یٰسین سے حبیب بن اسرائیل النجار۔ عرب کہتے ہیں۔

ان الحمار مع الحمار مطیۃ　　فاذا خلوت بہ فبئس الصاحب

زرت ھند ذالک غیر　　ومعی صاحب کتوم اللسان

پہلے شعر میں گدھے کو صاحب کہا ہے۔ دوسرے میں تلوار کو۔

صاحبہ۔ صاحب کی تانیث ہے اور اس کا اطلاق عموماً بیوی پر ہوتا ہے۔ وَلَمْ يَتَّخِذْ صَاحِبَةً وَلَا وَلَدًا۔ خدا کے نہ بیوی ہے اور نہ اولاد۔ صواحب صاحبہ کی جمع ہے اور صواحب یوسف سے وہ عورتیں مراد ہیں جو زلیخا کے ساتھ حضرت کی عصمت آزمانے والی ہیں اور قرآن میں ان کا تذکرہ ہے۔ اِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيْمٌ بلبشک تم بڑی مکار ہو۔ صَحْب صحبۃ صحبان صحابہ صحاب صاحب کی جمع ہے اور اصحاب صحب کی جمع اور صحبت و مصاحبت چونکہ ملازمت ہے۔ اس لیئے اس کا صدق دونوں جانب سے ہوگا۔ جس طرح ایک گھوڑے والا۔ صاحب فرس ہے۔ فرس اس طرح اپنے مالک اور ساتھی کا صاحب ویار و رفیق ہے۔ اوراسی طرح گدھا گدھے والے کا اور اونٹ اونٹ والے کا اور ہاتھی ہاتھی والے کا۔ وعلیٰ ہذا القیاس۔ ایک مومن کافر کی صحبت میں بیٹھتا ہے تو مومن کافر کا صاحب کہلائے گا۔ اور کافر مومن کا اسی طرح مشرک موحد کا۔ اور موحد مشرک کا اور اسی طرح پر تمام معانی کا قیاس کر لیا جائے۔ سورۂ کہف[۵] میں ہے۔ فَقَالَ لَهٗ صَاحِبُهٗ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗ وَقَالَ لَهٗ صَاحِبُهٗ" مومن کافر کا صاحب اور کافر مومن کا صاحب ہوتا ہے۔

پس لغوی حیثیت سے لفظ صاحب۔ صحابہ یا اصحاب کوئی خاص فضیلت و شرافت نہیں رکھتا۔ اچھے بُرے۔ نیک وبد۔ انسان وحیوان۔ مکان وزمان اور مال ومنال سب پر بولا جاتا ہے۔ مچھلی والے کو صاحب الحوت کہیں گے۔ اور غار والوں کو صاحب الغار اور کہف والوں کو اصحاب الکہف اور جھاڑیوں والوں کو۔ اَصْحَابُ الْاَيْكَةِ۔ وَاِنْ كَانَ اَصْحَابُ الْاَيْكَةِ لَظَالِمِيْنَ۔ (حجر[۵])

اسی طرح اَصْحَابُ الْحِجْرِ حجر والے۔ روز سبت میں حدود الٰہی سے تجاوز کرنے والے اصحاب السبت کہلاتے ہیں۔ اصحاب مدین۔ شہر مدین والے۔ اصحاب مؤتفکات الٹی ہوئی بستیوں والے (توبہ ۷) اصحاب الرس (ق ۲) نہر والے۔ اصحاب السفینہ کشتی والے۔ اور اصحاب القبور قبروں والے (مردے) اصحاب الاعراف۔ اعراف والے۔ وَعَلَى الْاَعْرَافِ رِجَالٌ يَّعْرِفُوْنَهُمْ بِسِيْمَاهُمْ۔ اور اعراف پر کچھ افراد ہوں گے۔ جو ہر مومن کافر کو اُس کی پیشانی سے پہچانتے ہوں گے۔ اعراف ۶

حضرت یوسف فرماتے ہیں۔ یَا صَاحِبَیِ السِّجْنِ اے میرے قید خانہ کے صاحبو اور رفیقو! یہ دونوں کافر تھے۔ لفظ صاحب لغوی حیثیت سے یا لفظ اصحاب مستلزم ایمان بلکہ مستلزم اسلام بھی نہیں ہے۔

چنانچہ اس معنی میں بھی قرآن پاک میں صاحب کا اطلاق ہوا ہے۔ اور جناب رسالت مآب کو کفار و مشرکین کا صاحب کہا گیا ہے۔ اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا مَا بِصَاحِبِهِمْ مِّنْ جِنَّةٍ۔ اعراف ۲۳ کیا ان منکرین رسالت محمدی و کافرین نے غور و تدبر سے کام نہیں لیا۔ جو معلوم ہو کہ ان کے صاحب (رسول) کو جنون نہیں ہے۔ ثُمَّ تَتَفَكَّرُوْا مَا بِصَاحِبِكُمْ مِّنْ جِنَّةٍ "پھر تم غور کرو۔ کہ تمہارے صاحب (پیغامبر) کو جنون تو نہیں ہے" وَمَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى نجم تمہارا صاحب نہ راستہ بھٹکا ہے اور نہ بھولا ہے۔ وَمَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُوْنٍ" تمہارا صاحب مجنون نہیں ہے (دیوانے پیغمبر نہیں ہوا کرتے۔ مالیخولیا والے اور مراقی کو نبی نہیں کہتے) تکویر ۱۔

اصحاب الجنۃ و اصحاب الجحیم

فَاَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ مَا اَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ۔ واقعہ دائیں ہاتھ والے کیسے اچھے ہیں دائیں ہاتھ والے۔ وَاَصْحَابُ الْيَمِيْنِ مَا اَصْحَابُ الْيَمِيْنِ فِيْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ وَّطَلْحٍ مَّنْضُوْدٍ وَّظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ وَّمَاءٍ مَّسْكُوْبٍ وَّفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ۔ واقعہ ۱ دائیں ہاتھ میں نامۂ اعمال پانے والے نیکوکار بندے کیسے خوش نصیب ہیں کہ بے کانٹے کی بیریوں کے گھنے باغوں میں ہوں گے اور لدے ہوئے کیلوں۔ مقطر پانیوں اور لاتعداد میووں اور پھلوں میں لطف اندوز۔ وَاَمَّا اِنْ كَانَ مِنْ اَصْحَابِ الْيَمِيْنِ فَسَلَامٌ لَّكَ مِنْ اَصْحَابِ الْيَمِيْنِ۔ (واقعہ ۳) اور اگر وہ دائیں ہاتھ والوں میں سے ہوگا تو اس سے کہا جائے گا کہ تجھ پر اصحاب الیمین کی طرف سے سلام پہنچے۔ اُولٰٓئِكَ اَصْحَابُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيْهَا خَالِدُوْنَ۔ بقرہ ۹ بس یہی اہل جنت ہیں جو اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ لَا يَسْتَوِيْٓ اَصْحَابُ النَّارِ وَاَصْحَابُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ۔ اصحاب نار اور اصحاب جنت دونوں قسم کے اصحاب مساوی نہیں ہو سکتے۔ اصحاب جنت رستگار اور فائز المرام ہیں۔ حشر ۳

ٖ قاموس۔ مجمع البحرین۔ منتہی الارب۔ قرآن پاک۔ مرآۃ الانوار و مشکوۃ الاسرار وغیرہا۔

مَنْ اَصْحَابُ الصِّرَاطِ السَّوِیِّ وَمَنِ اهْتَدٰی (طہ ۸) پس اس وقت تم ضرور معلوم کر لو گے کہ واقعاً راہِ راست پر کون ہیں۔ اور کون ہدایت یافتہ ہیں۔ وَاَصْحَابُ الْمَشْئَمَةِ مَا اَصْحَابُ الْمَشْئَمَةِ (واقعہ) اور بائیں ہاتھ والے ہائے کیسے بدبخت ہیں بائیں ہاتھ والے۔ مَا اَصْحَابُ الشِّمَالِ فِیْ سَمُوْمٍ وَّحَمِیْمٍ وَّظِلٍّ مِّنْ یَّحْمُوْمٍ لَّا بَارِدٍ وَّلَا کَرِیْمٍ۔ واقعہ۲ اور بائیں ہاتھ میں نامہ اعمال پانے والے بدبخت وہ جہنم کی گرم لو۔ کھولتے ہوئے پانی اور سیاہ دھوئیں کے سائے میں ہوں گے جو نہ ٹھنڈا ہوگا۔ اور نہ خوشگوار فَاُولٰئِکَ اَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِیْهَا خَالِدُوْنَ۔ بقرہ۳ پس یہی اہلِ جہنم ہیں جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے وَاُولٰئِکَ اَصْحَابُ الْجَحِیْمِ۔ مائدہ وَلَا تُسْئَلُ عَنْ اَصْحَابِ الْجَحِیْمِ۔ بقرہ ان کا تو حال ہی مت پوچھو فَسُحْقًا لِّاَصْحَابِ السَّعِیْرِ۔ ملک برا ہوا ان بدبخت جہنمیوں کا۔ دست افسوس ملیں گے اور کہیں گے لَوْ کُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا کُنَّا فِیْ اَصْحَابِ السَّعِیْرِ۔ ملک کاش ہم اگر اہلِ حق کی باتیں سنتے اور ان میں غور کرتے اور عقل سے کام لیتے تو آج اصحاب الجحیم و اصحاب نار میں شمار نہ ہوتے۔ تَنْدَمُوْا حَیْثُ لَا یَنْفَعُ النَّدَمُ۔ ہم تمام اصحاب جنت کے دوست ان کے ساتھ اور ان کے جان نثار ہیں اور شب و روز یہی دعا کرتے ہیں کہ خداوند عالم ہمیں ان اصحاب کے زمرہ میں محشور فرمائے۔

اصطلاحِ شریعت اور معنی صحابی

بعض اہلِ علم و حدیث نے مطلق صحابی کی یہ تعریف کی ہے۔ کُلُّ مُسْلِمٍ زَارَ النَّبِیَّ" ہر مسلمان جس نے نبی کی زیارت کی ہے وہ صحابی بمعنی عام کہلاتا ہے چنانچہ مقدمہ جامع ترمذی میں ہے۔ اَلصَّحَابِیُّ مُسْلِمٌ رَاٰ النَّبِیَّ وَقَالَ الْاُصُوْلِیُّوْنَ مَنْ طَالَتْ صُحْبَتُهٗ جامع ترمذی ص۶ وکذا فی البخاری) صحابی وہ مسلمان ہے۔ جس نے رسول اللہ کو دیکھا ہو۔ اور بعض اصولیین کہتے ہیں۔ جس کو بہت دیر تک صحبت رسول حاصل رہی ہو لیکن یہ مسلم ہے کہ جو مسلمان مرتد ہو جائے اور اس کا اسلام پر خاتمہ نہ ہو وہ تعریف صحابی سے خارج ہو جاتا ہے جس کی تشریح صاحب سیرہ حلبیہ نے کی ہے۔ جس کا ذکر پہلے آچکا کہ اصل ایمان پر شرف صحابیت موقوف ہے۔ نہ مصاحبت جسمانی پر۔ اس لئے صحیح تعریف صحابی یہی ہے۔ جس کو شیخ شہاب الدین احمد اپنی مشہور کتاب الاصابہ فی تمییز الصحابہ میں فرماتے ہیں۔ الفصل الاول فی تعریف الصَّحَابِیِّ وَاَصَحُّ مَا وَقَفْتُ عَلَیْهِ مِنْ ذٰلِکَ اَنَّ الصَّحَابِیَّ مَنْ لَقِیَ النَّبِیَّ مُؤْمِنًا بِهٖ وَمَاتَ عَلَی الْاِسْلَامِ۔ فرماتے ہیں کہ صحیح ترین تعریف صحابی ہمارے علم میں یہ ہے کہ صحابی وہ مومن ہے جس نے رسول کی زیارت کی ہو۔ اور اسلام پر اس کا خاتمہ ہوا ہو۔ جو مومن صادق نہیں ہے۔ وہ صحابی واقعی نہیں ہے اور جو مرتد ہو جائے اور اسلام پر خاتمہ نہ ہو۔ وہ بھی صحابیت کے شرف سے خارج ہو جاتا ہے۔

پس شرف صحابیت آپ کے دیکھنے والوں میں سے صرف اس کو حاصل ہے جو صادق الایمان ہوا اور ایمان پر مرے۔ آگے چل کر شیخ موصوف فرماتے ہیں۔ فَیَدۡخُلُ فِیۡمَنۡ لَقِیَهٗ مَنۡ طَالَتۡ مَجَالِسَتُهٗ اَوۡ قُصُرَتۡ وَمَنۡ رَوٰی عَنۡهُ وَمَنۡ لَمۡ یَرۡوِ وَمَنۡ غَزَا مَعَهٗ وَمَنۡ لَمۡ یَغۡزُ۔ وَمَنۡ رَاٰهُ رُؤۡیَتَهٗ وَلَمۡ یُجَالِسۡهُ وَمَنۡ لَمۡ یَرَهٗ لِعَارِضٍ کَالۡعَمٰی۔ اصابہ مطبوعہ کلکتہ ص۶ پس اس تعریف صحابی میں داخل ہوجاتا ہے۔ ہر وہ شخص جس نے رسول کو دیکھا۔ خواہ مجالست وہم نشینی دیر تک رہی یا تھوڑی دیر اور جس نے آپ سے روایت کی ہے۔ اور جس نے روایت نہیں کی۔ اور جس نے آپ کے ساتھ جہاد کیا اور جو نہیں کرسکا۔ معذور رہا اور جس نے زیارت کی اگرچہ مجالست نصیب نہ ہوئی۔ اور جو اس وقت مومنین میں تھا مگر بوجہ مرض و مانع حضور کو نہ دیکھا اور زیارت نہ کرسکا۔ جیسے کہ نابینا مومن۔ سب صحابی کی تعریف میں داخل ہیں۔ **یعنی حضور کے عہد کا ہر مومن جس کا ایمان پر خاتمہ ہوا صحابی ہے اور انہی کی محبت واجب ہے۔** اور انہی کی مدح میں ارشادات رسول اور آیات قرآنی نازل ہوئی ہیں اور سیرت حلبیہ کی مذکورۃ الصدر عبارت سے واضح ہوچکا ہے کہ صحابیت اور معیت ایک ہی معنی رکھتی ہے اس لئے آیہ مجیدہ وَالَّذِیۡنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَی الۡکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیۡنَهُمۡ تَرٰىهُمۡ رُکَّعًا سُجَّدًا سِیۡمَاهُمۡ فِیۡ وُجُوۡهِهِمۡ مِّنۡ اَثَرِ السُّجُوۡدِ الآیہ فتح۴ کل صحابہ کرام کی مدح وثنا ہے اور سب واجب التعظیم ہیں نہ صرف اصحاب ثلثہ یا چار یار۔ یعنی خدائے منان ارشاد فرماتا ہے کہ جو لوگ رسول کے صحابی ہیں۔ وہ کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں ایک دوسرے پر مہربان۔ تم انکو دیکھو گے کہ وہ یا رکوع میں ہیں یا سجود میں ان کی پیشانیوں میں سجدے کے نشان ہیں۔ یہی وہ بزرگوار ہیں جن کی شان۔ یُقَاتِلُوۡنَ فِیۡ سَبِیۡلِهٖ صَفًّا کَاَنَّهُمۡ بُنۡیَانٌ مَّرۡصُوۡصٌ۔ بصفوہ راہ خدا میں اس طرح جم کر لڑتے ہیں اور قدم پیچھے نہیں ہٹاتے گویا کہ وہ سیسہ پلائی ہوئی آہنی دیواریں۔ یُقَاتِلُوۡنَ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ فَیَقۡتُلُوۡنَ وَیُقۡتَلُوۡنَ۔ توبہ۱۴ راہ خدا میں جہاد کرتے ہیں۔ دشمنان دین کو قتل کرتے ہیں اور شہید ہوجاتے ہیں۔ میدان وغا سے پیچھے ہٹنے کا نام نہیں لیتے۔ یُجَاهِدُوۡنَ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ وَلَا یَخَافُوۡنَ لَوۡمَةَ لَآئِمٍ۔ مائدہ۸ وہ راہ خدا میں جہاد کرتے ہیں اور کسی ملامت کرنے والے کی پرواہ نہیں کرتے۔ ذٰلِكَ فَضۡلُ اللّٰهِ یُؤۡتِیۡهِ مَنۡ یَّشَآءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ (مائدہ ۸ع)

اخص معانی اصحاب

قاعدہ کلیہ ہے کہ کلی مشکک میں اول اطلاق لفظ اس کی فرد کامل پہ ہوتا ہے۔ مثلاً لفظ رسول جہاں مطلق مذکور ہوگا وہاں سید المرسلین خاتم النبیین مراد ہوں گے۔ وَقَالَ الرَّسُوۡلُ یٰرَبِّ اِنَّ قَوۡمِی اتَّخَذُوۡا هٰذَا الۡقُرۡاٰنَ مَهۡجُوۡرًا۔ اور روز قیامت رسول

یعنی محمد کہے گا پروردگار امیری قوم قریش نے اس قرآن کو پس پشت ڈال دیا ہے۔ اور مومن جہاں علی الاطلاق ہوگا۔ وہاں اول اس کی فرد کامل مراد ہوگی۔ صاحب حلیۃ الاولیا تحریر فرماتے ہیں۔ جہاں کہیں قرآن پاک میں یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا آیا ہے۔ وہاں اول مراد علی ابن ابی طالبؑ ہیں کہ اوّل مصدق رسالت وصالح المومنینؑ ہیں۔ صاحب درالمنثور بھی یہی تحریر فرماتے ہیں۔ کہ علیؑ راس رئیس مومنین ہیں اور اس واسطے لفظ امیرالمومنینؑ آپ کی ذات سے مختص ہے۔ وَلَا یُبِدَّ عَلَیْھَا اِلَّا کَاذِبٌ۔

اسی طرح بعض اوقات لفظ اصحاب اخص معانی میں خاص طور سے ان افراد کاملہ پر اطلاق ہوا ہے۔ جو ہر حال میں رسول سے معیت تامہ رکھتے ہیں۔ عالم ارواح میں عالم انوار میں عالم مواد میں اور عالم اجسام میں اور ہر امر میں تابع رسول اور ان کے اوصاف کا آئینہ ہیں یعنی اہل بیت نبوت و رسالت۔ چنانچہ بعض جگہ آنحضرت نے لفظ اصحاب ارشاد فرمایا ہے اور مراد ان سے معصومین اہل بیت ہیں۔ قَالَ رَسُوْلَ اللّٰہِ مَا قَالَ اَصْحَابِیْ فَقُوْلُوْا۔ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا۔ جو کچھ میرے اصحاب کا قول ہے۔ اس کے تم بھی قائل ہو۔ جو کچھ وہ کہیں وہ ہی تم کہو۔ تو آپ سے عرض کیا کہ یا رسولؐ اللہ وہ آپ کے اصحابی کون ہیں۔ قَالَ اَھْلُ بَیْتِیْ۔" تو ارشاد فرمایا میرے اہل بیت (عَنْ عَلَیْہِ السَّلَامِ۔ شرح نہج البلاغۃ) "وَعَنْہُ عَلَیْہِ السَّلَامِ ان النبی قال اختلاف اصحابی رحمۃ فقیل لہ من اصحابك قال اھل بیتی۔ یعنی میرے اصحاب کا تردد و آمدرفت رحمت ہے۔ عرض کیا گیا کون اصحاب فرمایا میرے اہل بیت۔

جن کے ہر قول پر عمل واجب ہو وہ وہی ہو سکتے ہیں۔ جن کا قول قول رسول اور فعل فعل رسول ہو اور خطا و نسیان اور غلطی اور سہو سے پاک ہوں یعنی معصوم اور معصوم نہیں ہیں امّت محمدی میں مگر اہل بیت رسول پس ایسے اصحاب سے یہی مراد ہو سکتے ہیں۔ اور یہی مدعا ہے۔ حضرت نے جہاں فرمایا ہے۔ اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّھِمْ اِقْتَدَیْتُمْ اھْتَدَیْتُمْ میرے اصحاب مثل ستاروں کے ہیں۔ جس کی اقتدا کروگے۔ ہدایت پاؤگے۔ والصحابۃ کلھم العدول۔ بھی انہیں کی شان ہو سکتی ہے معصوم ہی سب کے سب عادل ہو سکتے ہیں۔ غیر معصومین۔ عدل مطلق کا وجود محال ہے۔ اور اس طرح سے احادیث مرویہ میں توافق ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد رسول ہے۔ اھل بَیْتِیْ امان لامتی کما ان النجوم امان اھل السماء۔ میرے اہل بیت میری امت کے لئے امان ہیں۔ جس طرح کہ نجوم اہل آسمان کے لئے امان ہیں " واھل بَیْتِیْ کالنجوم" وغیرہا۔ اور حب اہلبیت ہر امتی پر بلاشبہ واجب ہے اور ہر مسلمان کا یہی عقیدہ ہے۔ (کَمَا اَشَرْنَا اِلَیْہِ سَابِقًا فِیْ ذِکْرِ حب الاول)

امکان ارتداد و انقلاب

سورہ آل عمران میں ارشاد باری ہے۔ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِہِ الرُّسُلُ اَفَاِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰی

أَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشَّاكِرِيْنَ (آل عمران ۱۵)

اور محمد بس ایک رسول ہیں جیسے کہ ان سے پہلے رسول ہو چکے ہیں۔ تو کیا اگر وہ مر جائیں یا قتل ہو جائیں تو ہم ایڑیوں کے بل دینِ اسلام سے پیچھے پھر جاؤ گے۔ اور جو شخص اس طرح دین سے پھر جائے اور مرتد ہو جائے وہ خدا کو کچھ ضرر نہیں پہنچا سکتا۔ اور خدا عنقریب دین پر قائم رہنے والوں شکر گذاروں کو جزائے خیر دے گا۔

امام فخر الدین رازیؒ اس آیت کے ذیل میں ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ تیسرا مسئلہ یہاں یہ ہے کہ رسول کی موت دین سے رجوع کا موجب نہیں ہو سکتی۔ اور اسی طرح قتل بھی۔ کیونکہ دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے جب آیت کے معنے یہ ہوئے تو مقصود اس سے ان لوگوں کا رد ہے جو دین میں شک کرتے تھے اور جنہوں نے ارتداد کا قصد کر لیا تھا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَأْتِى اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ أَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ أَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِيْنَ (مائدہ ۵) اے ایمان والو۔ جو شخص تم میں سے مرتد ہو جائے (تو کچھ حرج نہیں) تمہارا خدا عنقریب ایسی قوم پیدا کرے گا جو خدا کو محبوب رکھتے ہوں گے اور خدا ان کو محبوب رکھے گا۔ مومنوں کے لیے وہ نرم ہوں گے اور کافروں کے لئے سخت۔

ان آیات اور ایسی آیات سے مسلمین کا امکانِ ارتداد ثابت ہے اور جو مرتد ہو جائے اس کے تمام اعمال حبط ہو جاتے ہیں۔ وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَأُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِى الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأُولٰٓئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خَالِدُوْنَ۔ (البقرہ ۲۷) اور تم میں سے جو شخص دینِ اسلام سے پھر جائے اور پھر کفر ہی کی حالت میں مر جائے تو یہی وہ لوگ ہیں جن کے اعمال دنیا و آخرت میں سبب و حبط ہو جائیں گے نہ شرف دنیا ان کے لئے باقی ہے نہ شرف دین اور یہ لوگ اہل جہنم میں جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ ایسے اصحاب کے لئے نہ شرف صحابیت و حقوق ایمانی باقی رہ جاتے ہیں اور نہ آخرت میں صلۂ ایمان ملتا ہے۔ سارے اعمال اکارت ہو جاتے ہیں۔

وقوعِ ارتداد

شیخ عبدالرحیم بن الحسین بن عبدالرحمٰن العراقی اپنی کتاب "الفیہ" میں فرماتے ہیں۔ "وَفِى دَخُوْلِ مَنْ أَمِيَه مُسْلِمًا ثُمَّ ارْتَدَّ ثُمَّ أَسْلَمَ بعد وفات النبى صلى الله عليه وآله وسلم فِى الصحابةِ نظر كثير فإن الردّة محبطةٌ للعمل عند ابى حنيفةَ ونص عليه الشافعى فى الدم وان كان الرافعى قد حكى عنه انها تحبط بشرط اتصالها بالموت وحينئذٍ فالظاهر انها محبطةٌ للصحبة المتقدمة كفرة ابن هبيرة وكالاشعث بن قيس"

جس شخص مسلم نے رسول کو دیکھا اور پھر وہ مرتد ہو گیا۔ پھر رسولؐ کی وفات کے بعد مسلمان ہو گیا۔ اس کے

صحابہ میں داخل کرنے میں بڑی بحث ہے۔ کیونکہ مرتد ہوجانا ابوحنیفہ کے نزدیک تمام اعمال اکارت کردیتا ہے۔
اور امام شافعی نے اس کی تصریح فرمادی ہے۔ اگرچہ رافعی نے ان سے یہ حکایت کی ہے کہ وہ اس
صورت میں ارتداد کو بموجب حبط عمل جانتے ہیں۔ جبکہ وہ موت سے متصل ہو۔ اور اس وقت میں
ظاہر یہ ہے کہ یہ اس کی صحبت وصحابیت سابقہ کا محبط اور اکارت کردینے والا ہے۔ جیسے کہ ابن
ہبیرہ۔ اور اسی طرح اشعث بن قیس۔ شرف صحابیت سے مرتد ہوکر خارج ہوگئے۔ اور اسی طرح
عبداللہ بن ابی سرح برادر رضاعی جناب عثمان بن عفان جیسا کہ روضتہ الاحباب ومعارج النبوہ میں ہے۔
اور امام فخرالدین آیۂ مجیدہ سَأُنْزِلُ مِثْلَ مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ۔ انعام جلد ۴ ص۱۳۱ کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔
رُوِیَ ایضًا اِنَّ عبداللہ بن ابی سرح کان یکتب الوحی لرسول اللہ الخ۔ یہ بھی
روایت ہے کہ عبداللہ بن ابی سرح کاتب وحی تھا۔ پس جس وقت آیہ وَلَقَدْ خَلَقْنَا
الْاِنْسَانَ۔ حجر۔ نازل ہوا۔ اور وہ لکھتے ہوئے آخر تک پہنچا تو اس کو بڑا التعجب معلوم
ہوا اور اس نے خود لکھ دیا۔ فَتَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ مومنون۔ رسولؐ اللہ نے
فرمایا۔ اسی طرح نازل ہوا ہے۔ اس وقت اس کے دل میں شک پڑ گیا۔ اور کہنے لگا۔
اگر محمد سچے ہیں تو مجھ کو بھی ویسی ہی وحی ہوئی ہے۔ جیسی کہ ان کو ہوئی ہے۔ اگر جھوٹے
ہیں تو میں نے معارضہ کیا۔ اور ایسی ہی آیت بنادی۔ اس کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی
ہے۔ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْقَالَ اُوْحِیَ اِلَیَّ وَلَمْ
يُوْحَ اِلَيْهِ شَيْءٌ۔ انعام۔ اس سے زیادہ ظالم کون ہے۔ جس نے اللہ پر افترا باندھا جبکہ
اس نے کہا کہ مجھ کو وحی کی گئی ہے۔ حالانکہ اس کو کچھ بھی وحی نہ کیا گیا تھا۔ اور یہ منجملہ ان
چار مرتد اصحاب کے تھا۔ جن کا خون روز فتح مکہ رسولؐ اللہ نے
هدر کردیا تھا ؂

صاحب معارج النبوۃ نے مواہب الدینہ سے نقل کیا ہے۔ ان چار میں سے دوسرا
عبداللہ بن ابی سرح تھا۔ صاحب نخبۃ الفکر بھی صحابی کی تعریف میں ایسا ہی فرماتے ہیں۔
اَلصَّحَابِیُّ مَنْ لَقِیَ النَّبِیَّ مُؤْمِنًا بِهٖ وَمَاتَ عَلَى الْاِسْلَامِ ؕ صحابی وہی ہے جس نے
بحالت ایمان رسول کی زیارت کی ہو۔ اور ایمان پر اس کا خاتمہ ہوا ہو۔ اگرچہ وہ اس کے بھی قائل ہیں
کہ اگر ایک مرتبہ مرتد ہوکر پھر بعد وفات رسول بھی مسلمان ہوجائے تو پھر صحابہ میں داخل ہوجائے گا۔
اور یہ "اشعث بن قیس" کی خاطر ہے۔ کیونکہ وہ اگرچہ مرتد ہوگیا تھا۔ مگر ابوبکرؓ صاحب کے پاس

آگیا۔ تو اُنہوں نے اپنی بہن کی شادی اس سے کردی تو وہ پھر مسلمانوں میں شامل ہوگیا۔
ولید بن عقبہ بھی فاسق العقیدہ اصحاب میں سے تھا۔ اور اسی کی شان میں "اَفَمَنْ کَانَ مُؤْمِنًا کَمَنْ کَانَ فَاسِقًا" اور "اِذَا جَآئَکُمْ فَاسِقٌ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْا۔" نازل ہوئی ہے۔ حجرات ۱۰۔
مدارج النبوۃ میں شاہ عبدالحق دہلوی۔ کرکرہ صحابی کو اس کی چوری کی وجہ سے رسولؐ اللہ کی زبانی جہنمی تحریر فرماتے ہیں۔ اور ایسے بھی صحابی تھے۔ جن کے جنازہ کی نماز رسولؐ نے ادا نہ فرمائی۔
محمد اسمٰعیل بخاری۔ تحریر فرماتے ہیں کہ ایک آدمی تمام عمر اہل جنّت کے عمل کرتا ہے اور آخر میں جہنمی ہوجاتا ہے۔ اور بعض اس کے برعکس۔ اِنَّ الرَّجُلَ لَیَعْمَلُ بِعَمَلِ اَهْلِ الْجَنَّةِ فِیْمَا یَبْدُوْ لِلنَّاسِ وَاِنَّهٗ مِنْ اَهْلِ النَّارِ وَیَعْمَلُ بِعَمَلِ اَهْلِ النَّارِ وَاِنَّهٗ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ۔
علامّہ تفتازانی شرح مقاصد میں ارشاد فرماتے ہیں۔
مَاوَقَعَ بَیْنَ الصَّحَابَةِ مِنَ الْمُحَارَبَاتِ وَالْمُشَاجَرَاتِ عَلَی الْوَجْهِ الْمَسْطُوْرِ فِیْ کُتُبِ التَّوَارِیْخِ وَالْمَذْکُوْرِ عَلٰی اَلْسِنَةِ الثِّقَاةِ یَدُلُّ بِظَاهِرِهٖ عَلٰی اَنَّ بَعْضَهُمْ قَدْ حَادَ عَنْ طَرِیْقِ الْحَقِّ وَبَلَغَ حَدَّ الظُّلْمِ وَالْفِسْقِ وَکَانَ الْبَاعِثُ عَلَیْهِ الْحِقْدُ وَالْعِنَادُ وَالْحَسَدُ وَاللِّدَادُ وَطَلَبُ الْمُلْکِ وَالرِّیَاسَةِ وَالْمَیْلُ اِلَی اللَّذَّاتِ وَالشَّهْوَاتِ اِذْ لَیْسَ کُلُّ صَحَابِیٍّ مَعْصُوْمًا وَلَا کُلُّ مَنْ لَقِیَ النَّبِیَّ بِالْخَیْرِ مَوْسُوْمًا۔ (شرح مقاصد جزو ثانی ص۳۰۸)
صحابہؓ میں جو مشاجرات و محاربات و جنگ و جدال ہوئے۔ جس طرح کہ کتب تواریخ میں مسطور اور ثقات کی زبانوں پر مذکور ہیں۔ یہ اس بات پر دلالت کرتے ہیں کے بعض صحابہ راہ حق سے مڑ گئے تھے اور ظلم و فسق و فجور کی حد کو پہنچ گئے تھے۔ اور اس کا سبب آپس میں بغض و عناد اور حسد و کینہ ملک و ریاست کی طلب اور لذات و شہوات پر جھک جانا تھا۔ اس لئے کہ ہر صحابی معصوم نہیں ہوتا و معصوم صرف اہل بیت نبی ہیں۔ جو ادل صحابی و اسبق اصحاب ہیں) اور نہ ہر وہ شخص جس نے رسول کی زیارت کی ہے۔ نشان خیر سے موسوم ہوتا ہے (ان میں اچھے بھی تھے بُرے بھی۔ نیک بھی۔ بد بھی اور صالح بھی) مولانا جامی فرماتے ہیں۔

ہر کرا روئے بہ بہبود نداشت   دیدن روئے نبی سود نداشت

وَالْجَزْمُ بِالْعَدَالَةِ يَخْتَصُّ بِمَنْ اشْتَهَرَ بِطُوْلِ الصُّحْبَةِ عَلٰى طَرِيْقِ التَّتَبُّعِ وَالْاَخْذِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَالْبَاقُوْنَ كَسَائِرِ النَّاسِ فِيْهِمْ عُدُوْلٌ وَغَيْرُ عُدُوْلٍ۔ یعنی عدالت کا یقین صرف ان اصحاب رسول کی بابت ہو سکتا ہے۔ جو طویل صحبت رسول میں مشہور ہیں۔ اور رسول کا اتباع کرتے رہے ہیں۔ اور اُن سے اخذ اخلاق و آداب و علوم کرتے رہے ہیں۔ اور باقی صحابہ ایسے ہی ہیں۔ جیسے کہ عام لوگ۔ ان میں کچھ نیک اور عادل بھی ہیں اور کچھ غیر عادل (یہ درست نہیں کہ سب جن کو عام طور پر صحابہ کہہ دیا جاتا ہے۔ عادل ہی ہوں۔ اَلصَّحَابَةُ كُلُّهُمْ عَدُوْلٌ۔ ان کے حق میں کسی طرح درست نہیں۔

بُخَارِی کِتَابُ الْحَوْض ص۹۷۰ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ اَنَا فَرَطُكُمْ عَلَى الْحَوْضِ وَلَيُرْفَعَنَّ رِجَالٌ مِّنْكُمْ ثُمَّ لَيُخْتَلَجُنَّ دُوْنِيْ فَاَقُوْلُ يَارَبِّ اَصْحَابِيْ فَيُقَالُ اِنَّكَ لَاتَدْرِيْ مَا اَحْدَثُوْا بَعْدَكَ۔" رسول اللہ فرماتے ہیں ہیں تم سب سے پہلے حوض کوثر پر پہنچوں گا۔ تم میں سے کچھ لوگ حوض کی طرف اٹھائے جائیں گے، پھر مجھ تک پہنچنے سے پہلے۔ اُچک لئے جائیں گے۔ میں کہوں گا۔ یہ تو میرے اصحاب ہیں تو جواب میں لبِ قدرت سے آواز آئے گی کہ تم نہیں جانتے کہ اُنہوں نے تمہارے بعد کیا کیا بدعتیں دین میں احداث کی ہیں؟ انس بن مالک سے بھی یہی مضمون مروی ہے۔ اور سہل بن سعد کی روایت یوں ہے۔ میں تم سے پہلے حوض کوثر پر پہنچوں گا۔ جو میرے پاس سے گذرے گا۔ وہ اس کا پانی پیئے گا۔ اور جو اس کا پانی پی لے گا۔ پھر کبھی اس کو پیاس نہ لگے گی۔ کچھ لوگ وہاں میرے پاس پہنچیں گے جن کو میں پہچانتا ہوں گا۔ اور وہ مجھ کو جانتے ہوں گے۔ پھر ان کے اور میرے درمیان حجاب حائل ہو جائے گا۔ اور میں پھر ان کو نہ دیکھ سکوں گا۔ ابوسعید خدری کی روایت میں یہ زیادتی ہے۔ میں کہوں گا۔ یہ تو میرے ہیں۔ تو مجھ کو کہا جائے گا کہ تم نہیں جانتے کہ انہوں نے تمہارے بعد دین میں کیا کیا بدعتیں احداث کی ہیں تو میں کہوں گا۔ سُحْقًا سُحْقًا لِمَنْ غَيَّرَ بَعْدِيْ۔ مجھ سے دور رہیں۔ مجھ سے دور رہیں۔ جنہوں نے میرے بعد میرے دین کو بدل دیا۔ ابی ہریرہ کی روایت میں یوں ہے۔ يُقَالُ اِنَّكَ لَاعِلْمَ لَكَ بِمَا اَحْدَثُوْا بَعْدَكَ اِنَّهُمْ اِرْتَدُّوْا عَلٰى اَدْبَارِهِمُ الْقَهْقَرٰى اے رسولؐ تمہیں معلوم نہیں کہ انہوں نے تمہارے بعد دین

میں کیا کیا بدعتیں پیدا کیں۔ بیشک یہ دین سے اُلٹے پھر گئے تھے۔

ابن المسیب اصحاب رسول سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا۔ کہ میرے اصحاب میں سے کچھ لوگ حوض کوثر پر میرے پاس آئیں گے تو میرے پاس سے دور کر دیئے جائیں گے۔ میں کہوں گا۔ پروردگارا! یہ تو میرے اصحاب ہیں۔ تو وہ کہے گا۔ تمہیں علم نہیں کہ انہوں نے تمہارے بعد کیا بدعتیں کیں اور یہ ایڑیوں کے بل دین سے پیچھے مڑ گئے۔ اَبُوْ هُرَيْرَةَ۔ کہتے ہیں کہ ارشاد فرمایا حضرت نے کہ میں وہاں کھڑا ہوں گا۔ کہ ایک گروہ وہاں آئے گا۔ جب میں اُن کو پہچان لوں گا تو ایک شخص وہاں نکلے گا۔ اور ان سے کہے گا۔ آؤ۔ میں کہوں گا کہاں کو؟ وہ جواب دے گا کہ جہنم کی طرف میں پوچھوں گا۔ کیوں ان کو جہنم میں لے جاتے ہو؟ تو جواب ملے گا کہ یہ تمہارے بعد دین سے اُلٹے۔ پھر گئے تھے۔ مرتد ہو کر مرے۔

یہی حال ایک اور جماعت کا ہو گا۔ ان کو بھی جہنم میں ڈالا جائے گا۔ کہ وہ مرتد ہو کر مرے تھے۔ کتاب الفتن ص۱۴۵ سہل بن سعد سے یہی مضمون مروی ہے۔ يُقَالُ اِنَّكَ لَا تَدْرِىْ مَا بَدَّ لُوْا بَعْدَكَ اَقُوْلُ سُحْقًا سُحْقًا لِمَنْ بَدَّلَ بَعْدِىْ۔ تم نہیں جانتے کہ انہوں نے تمہارے بعد کس طرح دین کو تبدیل کر دیا۔ تو میں کہوں گا۔ دور دفان وہ لوگ جنہوں نے میرے بعد میرے دین کو بدل دیا۔

یہ روایات و واقعات نہایت وضاحت سے اس امر پر دال ہیں کہ کچھ لوگ جن کو اصحاب کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ وہ ہیں جو بعد وفات رسول بحکم اَفَاِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ۔ مرتد ہو گئے تھے اور کفر کی موت مرے اور وہ جہنم میں داخل ہوں گے اور یہ ثابت ہو چکا ہے کہ ارتداد محبط عمل ہے۔ شرف صحابیت اُن کے لئے باقی نہیں رہتا۔

وجود منافقین اسی طرح وہ لوگ بھی جنہوں نے رسولؐ کو دیکھا۔ صحبت میں بیٹھے۔ ساتھ نمازیں پڑھیں۔ مگر ان کے دل میں ایمان نہ تھا۔ وہ بھی تعریف صحابی سے حقیقۃً خارج ہیں۔ اور دو سو بائیس آیتیں قرآن پاک کی منافقین کا ذکر کرتی ہیں۔ اور سورۂ توبہ سورہ احزاب اور سورۂ منافقین خصوصیت سے منافقین کا ذکر کر رہی ہے۔ اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ۔ منافقون ۱۔

(منافقین) جس وقت منافقین تیرے پاس آتے ہیں۔ تو اے رسول وہ کہتے ہیں۔ کہ بے شک تم خدا کے فرستادہ رسول ہو۔ اور خدا جانتا ہے کہ بلاشبہ تم رسول برحق ہو اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ منافقین یقیناً جھوٹے ہیں۔ جو دعوے کرتے ہیں۔ اس پر ایمان نہیں رکھتے۔ تم کو زبان سے رسولؐ اللہ کہتے ہیں مگر دل میں ایمان و ایقان نہیں رکھتے۔ کہ تم رسولؐ خدا ہو۔

خود مدینہ منورہ۔ وجود منافقین سے پُر تھا۔ وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِنَ الْاَعْرَابِ مُنَافِقُوْنَ وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّوْنَ اِلٰى عَذَابٍ عَظِيْمٍ (توبہ ۱۳) اور ان اعراب میں سے جو تمہارے ارد گرد ہیں۔ بہت سے منافق ہیں۔ اور خود اہلِ مدینہ میں بہت سے لوگ ہیں جو نفاق پر اڑے ہوئے ہیں۔ تم ان کی حقیقت کو نہیں جانتے۔ ہم انہیں خوب پہچانتے ہیں۔ ہم ان کو دو مرتبہ عذاب دیں گے۔ اور پھر وہ آخرت کے عذاب عظیم کی طرف لوٹیں گے۔ وَعَدَ اللّٰهُ الْمُنَافِقِيْنَ وَالْمُنَافِقَاتِ وَالْكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدِيْنَ فِيْهَا هِيَ حَسْبُهُمْ وَلَعَنَهُمُ اللّٰهُ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ۔ (توبہ ۹)

منافقین و منافقات اور کفار کے لئے خدا نے جہنم کا وعدہ کیا ہے۔ جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ اور یہی ان کے لئے کافی ہے۔ اور اللہ نے ان پر لعنت کی ہے۔ اور ان کے لئے دائمی عذاب ہے۔" وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِيْ لَحْنِ الْقَوْلِ" اے رسولؐ تم اُنہیں ان کی زبان کی لغزشوں میں پہچان لیتے ہو۔

بعض منافقین کا نفاق ظاہر ہوگیا تھا وہ آشکار ہوگئے۔ مثل عبداللہ ابن ابی و مروان بن الحکم جس کو رسولؐ اللہ نے جلاوطن کر دیا تھا۔ اور شیخینؓ نے اور دور نکال دیا تھا۔

منافقین کی شناخت کی ایک اور علامت!

منافقین کی شناخت کی ایک ایسی علامت تھی جس سے ہر صحابی منافقین کو پہچان لیتا تھا۔ حذیفہ یمانی فرماتے ہیں کہ "كُنَّا نَعْرِفُ الْمُنَافِقِيْنَ بِبُغْضِ عَلِيِّ ابْنِ اَبِيْ طَالِبٍ۔" منافقین کی منافقیت علیؑ کی عداوت سے پہچانی جاتی تھی۔ کیوں کہ محبت علیؑ محبت رسولؐ ہے اور بغض علیؑ بغض رسولؐ اور بغض رسولؐ کفر۔ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

یَا عَلی لَا یحبكَ الا مومن وَلَا یُبغضُكَ الا مُنَافِقُ۔ اے علیؑ تجھے نہیں دوست رکھے گا مگر مومن اور نہیں دشمن رکھے گا۔ تجھے مگر منافق۔ یَا عَلِیُّ اَنتَ بِمَنزِلَةِ الْکَعْبَةِ۔ اے علیؑ تیری مثال کعبہ کی ہے۔ جو کعبہ سے مڑا کافر ہوا۔ جس نے تیری محبّت سے منہ موڑا دین سے خارج ہوگیا۔ یَا عَلی اَنتَ تَقتُلُ عَلیٰ سُنَّتِی۔ اے علیؑ تو میری سُنّت پر دشمنوں کو قتل کرے گا۔ جس کو علیؑ نے قتل کیا۔ اُس کو گویا رسولؐ نے قتل کیا اور مقتولِ رسولؐ کافر ہے۔

لَا یُحِبُّ عَلِیًّا مُنَافِقٌ وَلَا یُبْغِضُہٗ مُؤمِنٌ۔ مَنْ اَبْغَضَ اَھْلَ بَیْتِی فَھُوَ مُنَافِقٌ۔ جس نے میرے اہلِ بیت سے دشمنی کی وہ منافق ہے۔ وَمَنْ اٰذیٰ عَلِیًّا فَقَدْ اٰذَانِی۔ علیؑ کی اذیّت رسولؐ کی اذیّت ہے۔ عَلِیٌّ وَشِیْعَتُہٗ ھُمُ الْفَائِزُوْنَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ۔

مَنْ قَاتَلَ عَلِیًّا عَلَی الْخِلَافَةِ فَاقْتُلُوْہُ کَائِنًا مَنْ کَانَ۔ جو خلافت کے باب میں علیؑ سے جنگ کرے وہ واجب القتل ہے۔ خواہ کوئی بھی ہو۔ اس کو قتل کردو۔ عَادَی اللهَ مَنْ عَادیٰ عَلِیًّا۔ علیؑ کا دشمن خدا کا دشمن ہے، اصحاب رسول کا قاتل جہنمی ہے۔ "قَاتِلُ عَمَّارٍ وَسَالِبُہٗ فِی النَّارِ" عمارؓ صحابی کا قاتل اور اس کو لوٹنے والا جہنم میں ہے۔ اَبْشِرْ یَا عَمَّارُ تَقْتُلُکَ الْفِئَةُ الْبَاغِیَةُ۔ اے عمارؓ تجھ کو بشارت ہو کہ تجھ کو مسلمانوں کا باغی گروہ قتل کرے گا۔ حُبُّ عَلِیٍّ بَرَاءَۃٌ مِنَ النِّفَاقِ۔ وَحُبُّ علی بَرَاءَۃٌ مِنَ النَّارِ۔ علیؑ کی محبّت نفاق سے براءت کا پروانہ ہے۔ اور علیؑ کی محبت آتش جہنم سے براءت کا پروانہ ہے۔ مُحَارِبُ عَلِیٍّ کَافِرٌ۔ علیؑ سے جنگ کرنے والا کافر ہے۔ مَنْ حَارَبَ عَلِیًّا فَقَدْ کَفَرَ۔ کنوز الدقائق فی حدیث خیر الخلائق للشیخ عبدالرؤف المناوی رحمۃ اللہ۔ و ینابیع المودۃ۔ للعلامہ القندوزی رحمۃ اللہ)

ان علامات سے واضح ہوگیا۔ کہ عرب میں منافق کون تھے اور مومن کون تھے؟ دراصل وہ مرتدین جن کا ذکر احادیث حوض و احادیث فتن میں آیا ہے۔ ان میں اکثر وہ منافقین ہی ہیں۔ جن کا کفر بعد رسولؐ ہی ظاہر ہوا۔ اور حیاتِ رسولؐ تک وہ تہدید جَاھِدِ الْکُفَّارَ وَالْمُنَافِقِیْنَ وَاغْلُظْ عَلَیْھِمْ۔ توبہ وَلَئِنْ لَّمْ یَنْتَهِ الْمُنَافِقُوْنَ وَالَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِھِمْ

مَّرَضٌ وَّالْمُرْجِفُوْنَ فِی الْمَدِیْنَۃِ لَنُغْرِیَنَّکَ بِہِمْ الآیۃ ۔ (احزابؐ) کی وعید شدید کے تحت دبے ہوئے تھے اور سر نہ اٹھا سکتے تھے۔

پس یہ عام لوگ اگرچہ ۔" من لقی رَسُوْلَ اللّٰہِ مِنْ رای النبی " کے تحت مطلق اصحاب میں از روئے لغت شمار ہوتے ہیں. لیکن چونکہ ایمان نہ رکھتے تھے اور باطن میں کافر تھے یا ایمان لائے تھے اور پھر مرتد ہوگئے تھے اور ایمان پر ان کا خاتمہ نہیں ہوا۔ اس لئے وہ تمام محققین اہل اسلام کے نزدیک حقیقی صحابہ کرام میں داخل نہیں ہیں یا نہیں رہے ہیں۔ اور اس لئے جو احکام محبت و حرمت و عظمت صحابیت سے وابستہ ہیں ان سے منقطع ہیں۔ اس شرف صحابیت میں دراصل وہی داخل و شامل ہیں۔ جن کا خاتمہ بخیر ہوا ۔ مومن صادق تھے اور ایمان پر مرے ۔ رَبَّنَا تَوَفَّنَا مُسْلِمِیْنَ وَاَلْحِقْنَا بِالصَّالِحِیْنَ " ہرحال اصحاب سے ہر مسلمان کو محبت واجب ہے ۔ جناب رسالت مآب فرماتے ہیں۔ مَنْ شَتَمَ الْاَنْبِیَاءَ قُتِلَ شَتَمَ اَصْحَابِیْ جُلِّدَ ۔ جو نبی کو گالی دے وہ قتل کیا جائے گا۔ کَمَا مَرَّ ذِکْرُہٗ اور جو میرے اصحاب کو گالی دے اس کو کوڑے لگائے جائیں گے (کنوزالدقائق) اوّل الاصحاب الاصحاب السابقین امیرالمومنین علیؑ ابن ابی طالب اصحاب کرام رسولؐ کو یاد کرتے ہوئے ایک خطبہ میں فرماتے ہیں۔ لَقَدْ عَہِدْتُ فِیْ عَہْدِ اَخِیْ رسول اللہ قَوْمًا شعثا غُبْرًا خُمْصًا اَوْ یَبِیْتُوْنَ لِرَبِّہِمْ اِلاَّ سُجَّدًا وَّ قِیَامًا وَرَاحَتُہُمْ بَیْنَ جِبَاہُہُمْ وَاَقْدَامِہِمْ اذا ذکراللّٰہَ مَادوا کما تَمِیْدُ الشَّجَرَۃُ مِنَ الریح و مَعَ ذٰلِکَ کَانُوْا خَائِفِیْنَ مِنْ خَشْیَۃِ اللّٰہِ ۔

میں نے اپنے بھائی رسولؐ کے زمانے میں کچھ لوگ دیکھے تھے۔ جن کے بال پریشان چہرے گرد آلود شکم پشت سے لگے ہوئے۔ وہ خدا کے سجدے اور قیام ہی میں شب بسر کرتے تھے اور ان کا آرام ان کی پیشانیوں اور ان کے قدموں کے درمیان تھا۔ جب ذکرِ خدا آجاتا تھا تو اس طرح کانپتے تھے۔ جس طرح ہوا سے درخت ہلتا ہے۔ اور باوجود اس زہد و اتقا کے ہر وقت خوفِ خدا سے خائف و ترسناں رہتے تھے۔ یہ تھے اصحاب پاک رسولؐ ۔

رَحِمَہُمُ اللّٰہُ وَرَضِیَ عَنْہُمْ وَغُفِرَ لَہُمْ وَجَعَلْنَا مَعَہُمْ وَالسَّلَامُ

طالب دعا سید نذر عباس رضوی

اپنے بچوں کے لئے Scan کیا ۔